2

اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل علم سے دریافت کرو (القرآن)

فتاوی بحر العلوم

تصنیف لطیف

بقیۃ السلف حجۃ الخلف بحر العلوم

حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ



فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل علم سے دریافت کرو

فتاویٰ بحر العلوم

2

تصنیف لطیف

بقیۃ السلف حجۃ الخلف بحر العلوم

حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی دامت برکاتہم



شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

فتاویٰ بحر العلوم

ترتیب و تقدیم: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف
تصحیح و تخریج و تحقیق: مولانا عبد السلام رضوی استاذ جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف
مولانا محمد حنیف خاں رضوی، مولانا محمد حسیب رضا خاں

باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	اپریل 2010ء / ربیع الثانی 1431ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	مولانا شمس الدین برکاتی مولانا زاہد شاہدی اور ساتھی
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0345-4653373
قیمت	روپے

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

کتاب الجنائز

فہرست مسائل جلد دوم

کتاب الجنائز

موت وشہادت کا بیان

قبور کا بیان

زیارت قبور کا بیان

کتاب الزکاۃ

فطرہ کا بیان

سونے چاندی کی زکاۃ کا بیان

مصارف زکاۃ کا بیان

صدقات کا بیان

چندہ کا بیان

کتاب الصوم

رویت ہلال کا بیان

فضائل رمضان کا بیان

روزہ اور افطار کے احکام

نفلی روزوں کا بیان

مفسدات صوم کا بیان

کتاب الحج

فضائل حج کا بیان

احکام حج کا بیان

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

تعدد ازدواج کا بیان

نکاح خنثیٰ کا بیان

فسخ نکاح کا بیان

نکاح مرتد کا بیان

نکاح زانیہ کا بیان

ثبوت زنا کے احکام

ولایت کا بیان

کفو کا بیان

مہر کا بیان

جہیز کا بیان

محرمات کا بیان

جمع بین الاختین کا بیان

رضاعت کا بیان

حرمت مصاہرت کا بیان

نفقہ کا بیان

حسن معاشرت کا بیان

نسب کا بیان

حضانت کا بیان

عزل، ضبط تولید کا بیان

اسقاط حمل کا بیان

ولیمہ کا بیان

رسوم شادی کا بیان

فہرست مسائل ضمنیہ

کتاب الصلاۃ

کتاب النکاح

کتاب البیوع

کتاب الحظر والاباحۃ

موت وشہادت کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

قصبہ بابت پور اسلام نگر ضلع اوریا میں بڑی مسجد کے امام صاحب نے دوران تقریر میں عام پبلک کے روبرو کہدیا کہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روح اللہ نے قبض کی ہے۔ یہ سن کر قصبہ کے لوگوں میں ہیجان پیدا ہوا۔ اور ایک عالم دین صاحب کو بلایا گیا انہوں نے سن کر کہا غلط تو ہے، توبہ کیجئے۔ تو امام صاحب نے توبہ کی، مولانا نے کہا یہ کس کتاب سے کہدیا۔ تو امام صاحب نے کہا خاک کربلا ص ۳۱، شہید ابن شہید ص ۴۱، تفسیر روح البیان ص ۲۰۳ کو دیکھئے تو عالم دین نے ان کتابوں کو غلط بتایا۔ لہذا دست بستہ التماس ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دینے کی زحمت کریں۔ اپنا ٹیلیفون نمبر ضرور لکھ دیں جس سے رابطہ قائم رہے۔ نوٹ: قرآن شریف میں پارہ ۲۴ رکی آیت کو پڑھ کر جواب جلد دیں۔

المستفتی: مولانا دیار حبیب، محلہ اسلام نگر قصبہ بابت پور ضلع اوریا

الجواب

موت کے موضوع پر قرآن شریف میں بہت سی آیتیں ہیں۔ ہم مسئلہ کی وضاحت کے لیے صرف تین مقدس آیتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ﴿اللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا﴾ [الزمر: ۴۲] ای یقبض الارواح عند حضور آجالها. (صاوی جلد سوم ص ۳۵۱)

اللہ تعالی موت کے وقت سب کی روح قبض کرتا ہے۔ اس آیت شریفہ میں روح قبض کرنے کی نسبت اللہ کی طرف ہے۔

(۲) ﴿حَتّٰی اِذَا جَاءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا وَہُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ﴾ [الانعام: ۶۱]، ای الملائکة الموکلون بقبض الارواح۔ (سورہ انعام صاوی جلد دوم ص ۱۹)

جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے جو جان نکالنے پر مقرر ہیں، روح قبض کر لیتے ہیں۔ اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ روح قبض کرنے والے بہت سے فرشتے ہیں۔

(۳) ﴿قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ [السجدة: ۱۱]

(صاوی جلد ۳/۲۴۶)

آپ فرماؤ کہ ملک الموت روحیں قبض کرتے ہیں جو اس پر مقرر ہیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ مسئلہ ایک اور قرآن شریف میں اس کے تین مختلف جواب۔ اللہ تعالیٰ سب کی روح قبض کرتا ہے۔ ملک الموت سب کی روح قبض کرتے ہیں بہت سے فرشتے مل کر روح قبض کرتے ہیں۔ اسمیں کچھ اچنبھے کی بات نہیں۔ ایک مکان بنتا ہے۔ مالک کی زمین پیسہ اور سامان اس میں صرف ہوتا ہے، اس لیے وہ خوش ہو کر لوگوں سے کہتا ہے میں نے مکان بنایا۔ آپ کو اس کی بات پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ انجینئر سوچتا ہے کہ میرے نقشے اور میری نگرانی میں یہ مکان بنا۔ اس پر وہ آپ سے کہتا ہے کہ میں نے یہ مکان بنایا اور آپ کو کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ اور مستری اور مزدوروں نے مل کر مالک کے سرمایہ اور انجینئر کے نقشے کو مجسم اور مکمل کر دیا اس لیے ان کا دعوی ہے کہ یہ مکان ہم نے بنایا۔ آپ اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ دعوی سب کا ایک ہی ہے۔ لیکن نوعیت سب کی الگ ہے۔

بات سمجھانے کے لیے ہم نے ایک دنیاوی مثال بیان کیا، ورنہ کہاں خاکی انسان اور کہاں اللہ باقی کی صفت وشان۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

اب اس مسئلہ میں علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ملاحظہ ہو:

ولا منافاة بينها فما هنا محمول على مباشرة اخذها. وما في الانعام محمول على معالجة اعوان عزرائيل عليه السلام لمن امر بقبض روحه و ما في الزمر محمول على الحقيقة فان المتوفى حقيقة هو الله (صاوی جلد ۳ ص ۲۴۶)

ان تینوں آیتوں میں کوئی منافات نہیں، عزرائیل علیہ السلام کے اعوان مرنے والے کے پورے جسم سے روح سمیٹ کر حلق تک پہونچا دیتے ہیں اس لیے ان کو قابض روح کہا گیا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کو حلق کے پاس سے اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں تو ان کے لیے کہا کہ وہ روح قبض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف روح قبض کرنے کی نسبت حقیقی ہے۔ وہی حقیقت میں وفات دینے والا ہے۔ تو پھر جب حقیقت میں سب کی روح قبض کرنے والا رب تبارک وتعالیٰ ہے تو اگر امام صاحب نے فاطمہ زہرہ طیبہ طاہرہ کے لیے کہدیا کہ ان کی روح اللہ پاک نے قبض کی تو کیا قرآن وحدیث کے خلاف ہوا کہ ہیجان اٹھ کھڑا ہوا اور توبہ و استغفار تک بات پہونچی، قرآن کی آیت پاک آپ نے پڑھی، اب احادیث مبارکہ آپ ملاحظہ فرمائیں: کتب صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ابوداؤد شریف کے حوالہ سے صاحب مشکوۃ یہ حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر یہ دعا پڑھی:

اللهم انت ربها وانت خلقتها وانت هديتها الى الاسلام و انت قبضت روحها۔

(مشکوۃ شریف ص ۱۴۷)

یا اللہ تو اس مرنے والے کا رب ہے، تو نے ہی اسے پیدا کیا اور تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی اور تو نے ہی اس کی روح قبض کی۔

ہم کو تو یہ افسوس ہے کہ آج کل علمائے کرام الا ماشاء اللہ شاید عام طور سے جنازہ پر پڑھی جانے والی دعا کا ترجمہ بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ دیکھئے اس میں بھی ہے: اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام و من توفيته منا فتوفاه على الايمان۔ یا اللہ تو ہم سے جس کو زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ، اور جس کو وفات دے، جس کی روح قبض کر تو ایمان پر قبض فرما۔

امام صاحب نے بھی تو یہی کہا: حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض فرمائی تو یہ بات قابل توبہ کیسے ہوگئی، یہ بات ضرور قابل سوال ہے کہ خاص حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے یہ روایت کس کتاب میں سے ہے تو امام صاحب نے تین کتابوں کا حوالہ دیا، خاک کربلا، اور شہید ابن شہید۔ ان دونوں مصنفوں نے بھی اس روایت کے لیے غالبا تفسیر روح البیان پر ہی اعتماد کیا۔

صاحب روح البیان البتہ ایک بڑے عالم ہیں، اس وقت ہمارے سامنے ان کی تفسیر کا آٹھواں حصہ ہے جس کے سرنامہ پر تحریر ہے: امام عالم فاضل شیخ محقق، کامل، علم ظاہر و باطن کے جامع اور اپنے اقران و اماثل میں قابل فخر مفسرین کے خواتم اور اہل تحقیق و تصوف کے رہنما، اپنے وقت کے یکتا اور قطب زمانہ تمام علوم کے منبع ہمارے اور تمام لوگوں کے مولانا شیخ اسماعیل حقی اور مشہور مورخ منیر الدین زرکانی نے اپنی مشہور کتاب الاعلام جلد اول کے ص ۳۱۲ پر ان کا تذکرہ نقل کیا فرماتے ہیں:

اسماعیل حقی ابن مصطفیٰ متصوف، مفسر، ترکی، مستعرب، من العربیۃ، مات ۱۱۳۷

آپ نے اپنی تفسیر روح البیان جلد آٹھ ص ۱۱۴ پر یہ روایت بلا سند نقل کی کیوں کہ باب فضائل میں علاوہ تنقید و تحقیق نہیں کرتے جو احکام میں کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ دعائیں نقل کیں: الهی لا تكلف الى ملك الموت واقبض روحي انت۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ چھوٹتے ہی کہہ دیا جائے یہ سب غلط ہے، امام صاحب توبہ کریں اور امام صاحب کو بھی نہ چاہیے تھا کہ جاہل عوام کے سامنے یہ روایت بیان کریں، جس سے خواہ مخواہ شورش و ہیجان پیدا ہو۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۲۰۶ پر حدیث شریف نقل فرماتے ہیں: "حدثوا الناس بما يفهمون" ۔ لوگوں سے ایسی باتیں بیان کرو جسے سمجھ سکیں۔

نیز فرماتے ہیں: وما انت بمحدث قوما لا تبلغوا عقولهم الا كانت فتنة على

بعضھم،لوگوں سے ان کے سمجھ میں نہ آنے والی بات بیان کروگے تو اس سے بعض لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۵؍صفر ۱۴۲۶ھ

(۲۔۷) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسلمان کی موت شب جمعرات ڈھائی بجے ہوئی تو یہ موت جمعہ میں داخل ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمان کی موت بروز جمعہ ہونے سے ایسے شخص کے سوال قبر میں ہونگے یا نہیں۔

(۳) ایسے کون سے اور کتنے دن معتبر ہیں، جن میں مسلمانوں کی موت ہوتی ہو اوران دونوں کی وجہ سے سوال قبر نہیں ہوتے۔

(۴) اور وہ جن پر قبر کے سوالات نہیں ہوتے وہ کون لوگ ہیں؟

(۵) ماں باپ یا آباء واجداد کو ان کی اپنی موت کے بعد اپنے آل واولاد کے اعمال خیر سے فائدہ حاصل کرکے خوش ہونے کے ساتھ کیا ان کی دنیاوی زندگی میں سکون وچین دیگر صدمہ جوان پر گذررہا ہوگا کیا اس کا علم ہوتا ہے، کیا ان میں خاص ماں باپ یعنی نیک ہونا یا نیک موت پر دنیا سے جانا ایسے مخصوص اموات کے مخصوص لوگ ہونا شرط ہے، کیا اور صورت ہوتی ہے تو کیا ہوتی ہے؟

(۶) مسلمان کی روح نکلنے کے بعد چہرہ اس کا اس کے دایاں بازو پھر جانا یہ علامت سے کیا مراد ہے اور ہونٹ مسکراہٹ جیسے بنے رہنا اس سے کیا علامت مراد ہے؟

الجواب

(۱) ضرور یہ موت جمعہ میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جمعہ کو دن یا رات میں مرنے والوں کو سوال قبر نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "ما من مسلم یموت یوم الجمعۃ اولیلۃ الجمعۃ الا وقاہ اللہ من فتنۃ القبر"۔

(۳) رمضان شریف کے مہینہ اور جمعہ کے دن اور رات میں مرنے والے سے سوال قبر نہیں ہوتا

(۴) نابالغ بچہ، جمعہ کے دن مرنے والے، مجاہد فی سبیل اللہ، وغیرہ کا ذکر کتابوں میں ہے کہ ان سے سوال قبر نہیں ہوتا۔

(۵) حدیث شریف میں ہے، ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں تو اپنے گذرے ہوؤں کو رنجیدہ مت کرو۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں، زندگی میں باہم جیسے تعلقات تھے مرنے کے بعد بھی رہتے ہیں اور عزیزوں کو اگر کوئی تکلیف پہونچتی ہے، اس کا

ملال میت کو بھی ہوتا ہے۔

(۶) یہ سب مبارک علامتیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۸۔۱۰) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق

(۱) شوہر اپنی بیوی کو بعد وفات چھوسکتا ہے یا نہیں، کاندھا دے کر قبرستان تک لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ محرم اسے (یعنی متوفیہ) کو کاندھا دے کر قبرستان تک پہونچاتا ہے، نیز شوہر اپنی متوفیہ بیوی کو سہارا دے کر قبرستان میں اتار سکتا ہے کہ نہیں؟

(۲) ایک شخص جو بشکل متقی ونماز کا پابند ہے، مگر شرعی باتوں میں دخل اندازی کرتے ہیں، بذات خود کسی بھی مسئلہ میں شرعی فتویٰ صادر فرماتے ہیں تو کیا ایسے شخص کی باتوں پر عمل کرنا چاہیے، جب کہ وہ خود ان سب باتوں کا پابند عہد نہیں ہے، بصورت دیگر مولوی یا مولینا نہیں ہے (یعنی بے ریش)

(۳) کوئی شخص زیادتی اولاد کے باعث اگر نسبندی کرالیتا ہے یا اپنی بیوی کی نس بندی کروادیتا ہے اپنی صحت یا اپنی بیوی کی صحت کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر یہ کام کرتا ہے تو یہ نسبندی قرآن وحدیث سے ثابت کریں، کیا ایسی صورت میں وہ کسی گناہ عظیم کا مرتکب تو نہیں ہوگا، نیز وہ کامل مومن رہے گا یا نہیں ایسے لوگوں کے متعلق علمائے کرام ومفتیان کرام شریعت محمدیہ کا کیا حکم ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل واب تحریر فرما کر شرف ممنونیت فرمائیں۔ فقط

العارض، محمد غلام رسول صدر مدرس کنز العلوم مادھوسنگھا ترمحلہ پوسٹ اورائی بنارس

الجواب

(۱) عورت مرجائے تو شوہر نہ اسے نہلا سکتا ہے، نہ چھوسکتا ہے، دیکھنے کی ممانعت نہیں (درمختار) عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبرستان میں اتار سکتا ہے نہ منہ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے، صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بغیر حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے

(بہار شریعت سوم؍۱۳۳)

(۲) باتوں کو گھما پھرا کر لکھنا نہیں چاہیے صاف صاف لکھئے اگر وہ شخص جاہل یا کم علم ہے مسئلہ نہیں جانتا تو اس کو فتویٰ دینا اور اپنی رائے سے شرعی احکام بتانا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے ''من افتیٰ بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض'' چاہے از خود کرتا ہو یا وہ مدرسہ کا سند یافتہ ہو مگر فاسق معلن ہو مثلاً داڑھی منڈا ہو تو اس سے بھی فتویٰ پوچھنا نہیں چاہیے کہ اس کی باتوں کا اعتبار نہیں۔

(۳) نس بندی عام حالات میں حرام ہے، جو شخص نسبندی کرتا ہے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس

کے ایمان میں خلل نہیں، اس کا حکم وہی ہے جو دوسرے گنہگار مسلمانوں کا ہے کہ توبہ صادقہ کرے تو اللہ
تعالیٰ گناہ معاف کردیگا۔توبہ کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اس جرم پر نادم ہو اور آئندہ سے اس بات کا عہد
کرے کہ میں ایسا نہیں کرونگا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت طلب کرے اور اپنے جسم میں جو تغیر آپریشن
کے ذریعے کرا چکا ہے اس کی اصلاح ممکن ہو تو اصلاح کرے اور اگر بے توبہ مرا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت
کے تحت ہے وہ چاہے تو اس گناہ کی سزا دے چاہے تو معاف کردے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۵ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

(۱۱۔۱۲) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) بعض کہتے ہیں کہ عورت کو اس کا شوہر کندھا نہیں دے سکتا ہے۔کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ صاف صاف جواب دیں۔

(۲) ایک شخص ایک آدمی کو ایک روپیہ قرض دیتا ہے، مگر وہ ایک رضیہ دھان بھی لیتا ہے اور روپیہ بھی لیتا ہے، منافع سمجھ کر اور ایک شخص ایک من دھان دے کر ایک من آٹھ رضیہ دھان لیتا ہے۔اور ایک شخص ایک روپیہ میں ایک آنہ مہینہ لیتا ہے اور اپنا روپیہ بھی لیتا ہے۔اور ایک شخص روپیہ دیتا ہے مگر وہ اس شرط پر دیتا ہے کہ آج ہی طے کرلیا ہے۔اس طرح پر طے کرلیتا ہے کہ گیارہ روپیہ من یا بارہ روپیہ من دھان میں لونگا دینے والا اقرار بھی کرتا ہے۔اسی شرط پر وہ گیارہ روپیہ یا بارہ روپیہ دیتا ہے اور ایک من دھان لے لیتا ہے۔چاہے کنوار میں ایک من دھان دے چاہے آٹھ روپیہ کے مگر اتنا ہی طے کرلیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہی خرید کرلیا ہے۔اب یہ بتلائیں کہ کون مسئلہ جائز ہے اور کون ناجائز مسئلہ۔صاف صاف تحریر فرمائیں۔

الجواب

(۱) عورت کے جنازہ کو شوہر ضرور کندھا دے سکتا ہے۔

(۲) صرف اخیر والی صورت جائز ہے جب کہ یہ تفصیل کے ساتھ طے ہو گیا کہ دھان کی قسم کیا ہوگی، من کی تفصیل طے ہو کہ نمبری سے ہوگا یا اور کسی سے، دیتے وقت بھی ادائیگی کے وقت کی بھی تفصیل طے ہونا ضروری ہے، اس کے علاوہ جتنی صورتیں تحریر ہیں، سب ناجائز ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۳ رجمادی الاولی

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک مسلمان پولس اسپتال میں ملازم ہے اور پوسٹ مارٹم کے لیے جو نعش پولیس اسپتال میں جاتی ہے، اس کو سول سرجن کے ساتھ اکثر چیر پھاڑ کرتا رہتا ہے اور سول سرجن کی مدد کرتا ہے اس کے متعلق علمائے دین کی کیا رائے ہے؟ اس کی ملازمت شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

فروخت علی پولیس لائن اسپتال بستی ۲۹ رجنوری ۱۹۶۲ء

الجواب

شریعت اسلامیہ میں مردے کے احترام کا بھی اسی طرح حکم ہے۔جس طرح زندہ کا۔موت کے بعد اس کی چیر پھاڑ کی کوئی ایسی شرعی ضرورت نہیں کہ آپریشن کی طرح بضرورت جائز قرار دیا جاسکے، اس لیے موجودہ صورت میں پوسٹ مارٹم کا طریقہ ناجائز ہے: شامی میں ہے:"المیت یتأذی بما یتأذی به الحی" اس لیے ایسی نوکری جس میں مذکورہ بالا چیر پھاڑ ہو ضرور ناجائز ہوگی۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۳ رذوالقعدہ ۸۳

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴۔۱۷) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایسی موتیں بارگاہ خداوندی میں کیا حکم رکھتی ہیں۔درخت سے گر کر، یا کوئیں میں گر کر، یا دریا میں ڈوب کر، یا ندی نالے میں ڈوب کر، یا بجلی مار کر، یا آگ میں جل کر، یا زلزلے سے گھر گرنے سے دب کر یا دیوار یا زمین میں دھنس کر۔یا شیر پھاڑ دے، یا سانپ کاٹ لے، یا موٹر گاڑی کے ایکسیڈنٹ، یا کسی کافر نے مذہبی عداوت کے بنا پر مار ڈالا۔یا مرض دق میں مدت دراز تک علالت میں گزار کر، یا عورت زچگی میں بچہ جنی اور تھوڑی دیر میں مرگئی۔یا کسی مرض میں مدت دراز تک علالت میں رہ کر مرگیا۔اس طرح کے مرنے والوں کے دفن وکفن کا کیا طریقہ ہے؟ ان کو بھی قبر میں سوالات کا جواب دینا ہوگا یا نہیں؟۔

(۲) موت کے بعد میت کے والدین۔یا اولاد، یا شوہر و بیوی یہ سبب جدائی کے بے پناہ غم میں مبتلا ہوتے ہیں، ایسے وقت میں ان کے غم کے روکنے، یا نصیحت کسی تدبیر سے کرنا ہوگا۔غم میں مبتلا ہونے والے اکثر لاعلم بھی ہوتے ہیں۔ان تمام حالات میں پرسے کے الفاظ کیا ہیں؟ آگاہ فرمائیں۔

(۳) آج سے تقریباً چالیس سال قبل مولانا مقبول احمد صاحب کشمیری نے نمبر ۱ کی موتوں کو شہادت حکمی بتایا تھا۔

(۴) آج کل مسلمانوں کا ماحول واسلام کے خلاف ہوتا جارہا ہے۔ اس کا کیا علاج ہے؟ آج ان مولویوں کو کیا ہوگیا ہے۔ جو مسجدوں کے امام اور مدرسہ کے مدرس ہوتے ہیں۔ لوگ ان کے اوپر بھی خلاف شرع کام کرتے ہیں۔ مگر یہ اب سب حرکتوں کو دیکھ سن کر خاموش رہتے ہیں اوران کوان امور کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ داڑھی منڈانے والوں، اذان کے الفاظ غلط پڑھنے والوں، وضوء غلط کرنے والوں، غیر اسلامی طریقہ پر سلام کرنے والوں، نماز غلط پڑھنے والوں اور عام بول چال میں خلاف شرع الفاظ معنی سے نکالنے والوں نے۔ علمائے اسلام کی خاموشی اور روک ٹوک نہ کرنے سے غالباً یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ ہمارا ہر کردار صحیح ہے۔ ہم جو چاہیں کریں۔

تیس چالیس سال قبل یہ حال تھا کہ اگر عوام میں سے کسی سے کچھ غلطی ہو جاتی تھی تو ان کی تنبیہ اور اصلاح کرتے تھے۔ جب کہ آج علمائے کرام صرف دنیا کے حصول میں لگے رہتے ہیں۔

المستفتی: احقر عبدالقادر، خطیب ترس بہلی زینت محل اسلام پور اولا پیلی نمبر ۲۴

الجواب

(او۳) احادیث کریمہ میں جن مرنے والوں کو شہادت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان میں سے کچھ کو آپ نے چھوڑ دیا۔ مثلاً پردیسی حالت مسافرت میں مرگیا۔ یہ آدمی بھی شہید ہے۔ اور زچہ گی میں بچہ جننے کے بعد موت کو آپ نے ذکر کیا۔ جب کہ جمع (زچہ گی) کا مطلب پیدائش کی حالت میں موت ہے بچہ پیدا ہو چکا ہو یا ابھی پیدا نہ ہوا ہو۔ ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ بھی بتایا کہ اس سے مراد دوشیزگی کی حالت میں مرنا ہے۔ اسی طرح ذات الجنب کا لفظ پلوری اور سل دونوں کو شامل ہے۔ اور جس حدیث شریف میں مرض کی موت کا ذکر ہے تو کم مدت اور زیادہ مدت والے سبھی قسم کے امراض کو شامل ہے تو سب شہید ہیں۔ سانپ کے کاٹے ہوئے یا شیر کے پھاڑے ہوئے کی شہادت کا ذکر کسی حدیث میں ہماری نظر سے نہیں گزرا۔

المختصر جو اس قسم کے شہید ہیں حضرت مولانا مقبول احمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے صحیح فرمایا کہ یہ حکماً شہید ہیں۔ یعنی ان کو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ بقیہ کفن دفن اور جنازہ میں تمام احکام عام مردوں کے ہیں۔ یعنی غسل دیا جائے گا۔ کفن دیا جائے گا۔ اور ان کی نماز جنازہ ہوگی۔

البتہ جو میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ وہ شہید فقہی ہے اس کو غسل وکفن نہیں دیا جائے گا۔ جس لباس میں شہید ہوا۔ اسی میں جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے گا۔

(۲) احادیث کریمہ میں صبر وضبط کے جو الفاظ مروی ہیں اور جو اجر وثواب منقول ہیں۔ قرآنی

آیات میں جو کچھ اس کا بیان ہے وہی پڑھ کر سنایا جائے گا۔ رہ گیا صبر وہ تو آتے آتے ہی آ[illegible]۔ ہاں تعزیت کرنے والا اور صبر دلانے والا باعمل اور صاحب اخلاص مسلمان ہے۔ تو اللہ پاک اس کی زبان میں بھی تاثیر بخشتا ہے۔ ورنہ خالی خولی ترکیب سے کام نہیں چلتا۔

(۳) حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر آدمی پر بقدر استطاعت واجب ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۴]

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے۔ اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ بھلائی پانے والے ہیں۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حکم تو گروہ علماء کے لیے ہے۔ لیکن حدیث شریف کا مندرجہ ذیل حکم تو سب کے لیے ہیں: "من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان"

تم میں جو شخص بھی بری بات دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے۔ اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے بدلے (یعنی اس کی برائی بیان کرے) اور اس کی قدرت بھی نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔ اور یہ ہر وقت اور زمانہ کے لیے ہے۔

عالم گیری میں ہے:

امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر غالب گمان یہ ہے کہ ان سے کہا جائے گا تو اس کا کہا مان لیں گے۔ اور بری بات سے باز آجائیں گے۔ تو امر بالمعروف واجب ہے۔ اس کو باز رہنا جائز نہیں۔ اور اگر غالب گمان ہے۔ کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو امر بالمعروف ترک کرنا افضل ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے۔ اور یہ صبر نہ کر سکے گا۔ یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد ہوگا۔ تب بھی امر بالمعروف چھوڑ دینا ہی افضل ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ نہ ماریں گے نہ مانیں گے۔ نہ گالیاں دیں گے تو افضل یہ ہے کہ امر کرے۔ اور اس گناہ کی حالت میں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: یاد دلائے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

(۱۸-۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے شہید کے درجات بتائے ہیں، علاوہ جہاد فی

سبیل اللہ کے، جن میں پیٹ کے مرض طاعون پلیگ پانی میں ڈوب کر مرنا۔ دیوار وغیرہ سے دب کر مرنا، کہیں اونچائی سے گر کر مرنا، اب سوال یہ ہے کہ کس شہید کو اسی کے پہنے کپڑے کفن میں دفنایا جائے گا۔ کس کو کفن دیا جائے۔ اور اگر کوئی مرد یا عورت سرطان (کینسر) جو پیٹ میں ہو اور وہ مر جائے کیا وہ بھی شہید ہے؟ اگر ہے تو اگر اس کے ذمہ نماز ہو تو کیا ہوگا؟ وہ کیا مرتبہ پائیگا۔

(۲) آج کل پولٹری کے مرغی کے متعلق بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ گدہ کے ذریعہ اس کو وجود میں لایا گیا ہے۔ لہذا اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ لوگ گوشت انڈا دونوں استعمال کرتے ہیں۔

(۳) اسلامی قانون میں تجارت میں مال پر کتنا منافع لینا چاہیے؟ یعنی سو روپے لاگت کے مال پر کتنا منافع رکھا جائے؟

(۴) بہت سے غیر مسلم جھاڑ پھونک کروانے کے لیے مسجد کے آگن یا برآمدہ تک چلے آتے ہیں، اس سلسلہ میں صحیح راستہ بتائیں۔

المستفتی: محمود الحسین اشرفی

الجواب

(۱) شریعت میں شہید فقہی کا یہ حکم ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے۔ البتہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ شہید فقہی وہ عاقل بالغ مسلمان ہے جس کو بطور ظلم کسی زخم لگانے والے ہتھیار سے قتل کیا گیا ہو۔ اس کے قاتل پر مال واجب نہ ہو۔ اور اس نے زخمی ہونے کے بعد دنیا سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا ہو۔

اس کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں جن کو شہید کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اور یہ لوگ چونکہ شہید فقہی نہیں ہیں۔ اس لیے ان کو غسل وکفن اور ان کی نماز جنازہ سب کچھ ہوگا۔

نوٹ:۔ مسلمان شہید ہو یا غیر شہید جس کی نماز قضاء ہوئی۔ اور وہ ان کو پڑھ نہ سکا، اس کی طرف سے نماز کے بدلے ایک کفارہ یعنی ۲ کلو ۴۵ گرام فی نماز کے حساب سے نمازوں کا کفارہ دیا جائے، امید ہے کہ اللہ تعالی اس کو معاف فرمائے گا۔

(۲) اور لوگ کہتے ہیں۔ کا اعتبار نہیں جب تک کہ تحقیق سے یہ معلوم نہ ہو کہ کس طرح اس مرغی کا وجود ہوا۔ ثانیاً اس کی کل باتیں تو مرغیوں کی ہیں۔ گردن پر سر پر بال نہ ہونا حرمت اور ممانعت کی دلیلیں نہیں ہے۔ شریعت میں شکاری پرندہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس مرغی میں وہ بات بھی نہیں۔ سوم خبیث پرندوں کی حرمت کا حکم ہے اور یہ طبعاً عام مرغیوں کی طرح ہوتی ہے۔ یہ خبیث پرندوں میں شمار نہیں

ہوتی۔ چہارم جانوروں میں حلت وحرمت کا مدار ماں پر ہے اگر اس قسم کی تیاری میں مادہ مرغیوں کو کام میں لایا گیا ہے۔ اور ان کے انڈوں سے مرغیاں تیار ہوتی ہیں تو بھی اسے حلال ہونا چاہیے۔

(۳) کتب فقہ میں گران فروشی کی نیت سے سامان روکنے کو مکروہ وممنوع فرمایا گیا ہے۔ اور حدیث شریف میں اس پر سخت تہدید آئی ہے۔ ممنوع گران فروشی کی دو حدیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) مالایدخل تحت تقویم مقومین۔

قیمت لگانے والے کی قیمت سے زیادہ ہو جیسے ایک آدمی نے کوئی چیز دس روپے میں خریدی۔ قیمت کا تجربہ رکھنے والے میں سے کسی نے پانچ روپے دام بتائے اور کسی نے چھ روپے اور بعض نے سات روپے تو کہا جائے گا کہ دس روپے غبن فاحش اور مکروہ ہے، اور اگر بعض نے اس کا دام آٹھ بتایا اور بعض نے ۹ اور بعض نے دس تو غبن یسیر ہے۔ (درمختار وشامی جلد رابع ص ۱۵۹)

(۲) اور اگر خرید سے ڈبل دام پر بیچا تو اس کو تعدی اور ظلم بتایا گیا ہے۔

(درمختار وشامی جلد پنجم ص ۲۵۶)

(۴) غیر مسلموں کو مسجد میں آنے سے روکا جائے گا۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا﴾ [التوبة:۲۸]

نرمی سے سمجھا بجھا کر مانیں تو نرمی سے ہی روکنا چاہیے۔ کہ یہ طریقہ محمود اور پسندیدہ ہے۔ اور ضد یا شرارت کریں تو سختی سے منع کریں۔

اور یہ حکم اتنی جگہ کا ہے جو نماز پڑھنے کی جگہ ہے، چاہے وہ مسجد کا ہال ہو۔ چاہے اس کا برآمدہ۔ چاہے کھلا ہوا فرش ہو۔ بعض مسجدوں میں اس کے علاوہ فاضل زمین کہ چہار دیواری کے اندر ہوتی ہے جہاں وضوخانہ وغیرہ نمازی کی دیگر ضروریات کے لیے جگہ ہوتی ہے۔ وہاں کسی ضرورت کے لیے جائیں تو ممانعت نہیں۔ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اس میں عبادت کے لیے جانے کی اجازت ہے۔ بلاضرورت اور دنیاوی دھندہ کے لیے اس میں مسلمانوں کو بھی جانے کی اجازت نہیں۔ اور خاص مسجد کی ضرورت ہو جیسے تعمیر مرمت وغیرہ اور جسم پر گندگی نہ ہو تو غیر مسلم مزدور اور معمار بھی مسجد کے اندر جا سکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۸ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

قبور کے احکام

(١) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مزار پاک اصول کے مطابق ہے، مگر احاطہ مزار شریف یعنی دیوار وفرش میں سنگ مرمر لگایا جارہا ہے جس سے فرش اونچا ہو جائے گا (مشکل سے ایک فٹ) بایں وجہ متولی درگاہ کا ارادہ ہے کہ مزار شریف کی چہار سمت والی جالیوں کو اونچی کر کے اصل مزار شریف کا چھت کردیں اور اس کے اوپر مزار شریف کی شکل بنادیا جائے، کیا یہ صورت مسائل حنفیہ میں جائز ہوگی۔ فوری جواب صحیحہ مع حوالات سے مرحمت فرمائیں کرم ہوگا۔ خیر اندیش شمیم القادری ٢٨ر جنوری ١٩٨٧ء

الجواب

ہم نے آپ کے سوال سے یہ سمجھا ہے کہ قبر کے اردگرد جالی ہے اسکو اونچا کر کے پاٹ کر چبوترہ جیسا بنادیں اور قبر کی تعویذ اس کے اوپر بنادیں اگر ایسا ہے تو بلاشبہ جائز ہے کیونکہ قبر تو وہ تعویذ ہے، چبوترہ قبر نہیں ہے۔

بخاری کی شرح عینی میں ہے کہ خود حضور ﷺ کی قبر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں چبوترہ کے اوپر تھی جس کا مطلب یہی ہوا کہ حضرت ام المومنین کے کمرہ کا فرش اونچا کر کے چبوترہ بنایا گیا اور اس پر یہ قبر کا نشان بنادیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ٣ر جمادی الاولیٰ ٨ھ

(٢۔٦) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(١) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال نهى رسول الله ﷺ ان يحص القبر وان يبنى عليه وان يقعد عليه ۔

(حوالہ مسلم جلد ا ص ٣١٢)

آنحضرت ﷺ نے قبر پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے اور بیٹھنے سے منع فرمایا اس حدیث پاک کا مطلب دیوبندی یہ لیتے ہیں قبر پختہ کرنا منع ہے تو اب صحیح حدیث کا مفہوم تحریر فرمائیں کہ آقا کے فرمانے کا مطلب کیا ہے اور قبر پختہ کرنے اور گنبد بنانے کے لیے چند حدیثیں اثبات میں تحریر کریں۔

(٢) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ١٢٢٥ھ فرماتے ہیں کہ آنچہ بر قبور اولیاء عمارت ہائے رفیع بنا کنند وچراغاں می کنند واز یں قبل ہر چہ می کنند حرام است، مالابد منہ ص ٩٥ یعنی جو کچھ اولیاء کے قبور پر بلند عمارت بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اسی قبیل سے جو کچھ کرتے ہیں حرام ہے۔ مطلب قاضی صاحب بھی اپنی کتاب "مالابد منہ ص ٩٥" پر فرماتے ہیں: قبروں پر عمارت بنانا حرام اور چراغاں کرنا حرام اور اسی طرح جو کچھ کیا جاتا ہے سب حرام۔ اب تحریر فرمائیں کہ قاضی صاحب کے فرمانے کا صحیح مطلب یہ ہے۔

(٣) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ٥٥ھ کو کسی ختنہ میں دعوت دی گئی انہوں نے جانے سے انکار کردیا جب ان سے انکار کی وجہ دریافت کی گئی تو صاف الفاظ میں یہ جواب ارشاد فرمایا: انا كنالا نأتى الختان على عهد رسول الله ﷺ وكنا لاندعى "یعنی ہم زمانہ رسالت میں ختنوں میں نہیں جایا کرتے اور نہ ہی اسکے لیے دعوت دی جاتی، اس سے ثابت ہوتا ہے ختنوں میں جانا منع ہے کہ نہیں؟، اگر نہیں تو اثبات میں چند حدیثیں حوالہ اور عبارت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

(٤) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لم يكن شخص احب اليهم من رسول الله ﷺ وكانوا اذا راوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهة ۔ (رواہ ترمذی ص ١٠ امشکوۃ ج ٢ ص ٤٠٣)

صحابہ کرام کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا، لیکن وہ ان کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس قیام کو مکروہ سمجھتے ہیں، مطلب اس سے معلوم ہوا قیام ناجائز ہے اب اسی حدیث مبارک کا صحیح مفہوم بیان فرمائیں اور قیام کے اثبات میں چند حدیثیں حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

(٥) اور ایسے فعل جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ اور تابعین سے منقول نہ ہوں، اس کو اپنا معمول بنالینا ناجائز ہے۔ (مقابر مسائل ص ٨٧) اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی لوگ جو فاتحہ کرتے ہیں میلاد وقیام کرتے ہیں یہ سب ناجائز ہے، اس عبارت کی تحقیق فرمائیں اور فاتحہ کے متعلق اور میلاد وقیام کے متعلق چند احادیثیں نقل فرمائیں جو اثبات میں ہوں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد مسیح الدین نوری، مقام ملاپور ضلع کاروار کرناٹک

الجواب

قبر پختہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لیکن جہالت یا لاعلمی میں کسی مسلمان کی قبر ایسی بن گئی تو ایسا نہیں کہ مسلمانوں کی قبریں وہابیوں کی طرح کھودتے پھریں۔ حدیث شریف میں خاص قبر کے اوپر دیوار چننے کی ممانعت ہے۔

چنانچہ نصاب الاحباب میں ہے: يجوز لا حد ان يبنى فوق القبور بيتا او مسجدا لان

موضع القبر حق المقبور فلایجوز التصرف لاحد فی هوائه۔

کر بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ قبرستان وقف ہوتو اس میں کسی کی قبر کے اوپر یا ادھر ادھر قبر بنانا جائز نہیں۔ اپنی زمین میں ہوتو اس کا یہ حکم نہیں۔

نقل فی المرقاۃ عن الازہار ان النہی للحرمة فی المقبرۃ المسبلہ۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے کہ قبر پر عمارت بنانے سے اس لیے ممانعت ہے کہ وقفی قبرستان میں کوئی عمارت بنانا حرام ہے، مسجد یں بنائے تو ڈھادی جائے گی، بعض علماء نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا کہ فخر وریا کی نیت سے عمارت بنانا منع ہے: قال فی البرھان یحرم البناء علیہ للتزین۔

قبر پر عمارت زینت اور تفاخر کی نیت سے حرام ہے۔

بعض لوگوں نے یہ معنی بتائے کہ جب تعمیر سے کوئی فائدہ نہ ہو جیسے ایسے جنگل میں قبر ہو، جہاں کوئی جاتا نہ ہو، علامہ تورپشتی فرماتے ہیں: منھی عنه لعدم الفائدۃ۔

اور یہ سب باتیں نہ ہوں تو عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ طاہر فتنی فرماتے ہیں: قد اباح السلف بناء علی قبور المشائخ بل العلماء المشھورین لیزورھم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه۔

سلف صالحین نے علماء اور مشائخ کی قبر پر عمارت بنانا جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام پائیں، ایسا ہی ملا علی قاری اور مولانا عبد الحق شیخ الحدیث دہلوی اور فقیہ عظیم اسماعیل زاہدی امام غزی تمرتاشی علامہ محقق علاء الدین نے اور سید احمد بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمائی پس قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کا لکھا کیا اہمیت رکھتا ہے، یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ان کی کتابوں میں تحریف کی گئی ہے۔

(۲) خود یہی حدیث اپنے خلاف پر شاہد عدل ہے، آپ نے تحریر کیا حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۵۵ ہجری میں ہوئی، یہ وہ زمانہ ہے کہ ابھی رسول اللہ ﷺ کو دنیا سے تشریف لے گئے صرف ۴۵ سال ہوئے یہ وہ عہد ہے جس کو عہد صحابہ کہا جاتا ہے، اب حدیث شریف کا مضمون بتاتے ہیں کہ ان کو ایک ختنہ میں شرکت کی دعوت دی گئی، کسی بات کا رواج پڑتے پڑتے رواج ہوتا ہے تو لامحالہ ماننا پڑے گا، اس رواج کی ابتداء اور پہلے ہوئی تھی۔ حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عام رواج ہو چکا تھا۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ ناجائز ہوتو ان تمام صحابہ وتابعین کو گنہگار ماننا پڑے گا جنہوں نے اس رسم کو رواج دیا، اور سالہا سال اس پر عمل کرتے رہے تو ان سب کی بات مانی جائے یا اکیلے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، اس لیے یا تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں شرکت سے انکار اس رسم کے ناجائز یا حرام ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے لیے شرکت اچھی نہیں سمجھی جیسے کچھ لوگ پان کھانے سے انکار کرتے ہیں تو کیا پان کھانا حرام ہوگیا، آخر پان رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں کھایا جاتا تھا یا یہ کہیے کہ عام صحابہ وتابعین میں اس رسم کا رواج ہونا، اس کے جواز کی دلیل ہے، اکیلے عثمان بن ابی العاص کے انکار سے اس پر اثر نہ پڑے گا۔

دیوبندیوں کا بھی عجیب حال ہے۔ میلاد شریف کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت تابعین کے زمانہ میں ہی نہیں صحابہ کے زمانہ میں بھی نہیں اور رسول کے زمانہ میں بھی نہیں اور جو چیز ان تینوں میں نہ ہوں وہ بدعت ہیں، ان تینوں زمانوں میں جو چیز ایجاد ہوئی وہ بدعت اور حرام نہیں اور ختنہ کا بلاوا صحابہ کے زمانہ سے پیدا ہوا تو یہ کہنے لگے چونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھا، اس لیے ناجائز، بھلا اس ہٹ دھرمی کی بھی کوئی حد ہے۔

دوسرا جواب اس حدیث کا یہ ہے، اس حدیث سے ختنہ کی دعوت ہرگز ناجائز ثابت نہیں۔ اور جس نے حدیث کے ترجمہ میں یہ پیوند لگایا ہے کہ نہ اس لیے دعوت دی جاتی تھی، غلط پیوند لگایا گیا، حدیث میں اس کا بالکل پتہ نہیں، حدیث میں صرف یہ لفظ ہے کہ نہ اس کے لیے بلائے جاتے تھے۔ مطلب اس کا کھانے کی دعوت نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آج کل جس طرح لوگ جمع ہو کر ختنہ کاٹنے کا تماشہ دیکھتے ہیں، یہ ایک بے فائدہ کام ہے، اس لیے نہ جانا چاہیے نہ بلانا چاہیے، رہ گئی کھانے کی دعوت تو اس کے لیے تو حکم ہے۔

خود مولوی اشرفعلی تھانوی۔ اپنی مشہور کتاب بہشتی زیور، میں لکھتے ہیں، اگر گنجائش ہو اور پابندی بھی نہ کرے اور شہرت اور شہود طعن وبدنامی کا بھی خیال نہ ہو تو دو چار دوست یا دو چار غریبوں کو جو میسر ہو کھلادیں۔　(جلد ششم ص ۳۳۶)

دو چار ہی آدمیوں کو جب ختنہ کے موقع پر کھلائیں گے تو بے بلائے ہی کھلائیں گے؟ اور کھانے کے لیے بلانا یہی دعوت ہے اس کو حدیث شریف میں بتایا ہے کہ مسلمان دعوت دے تو اس کے یہاں حاضر ہو۔ اور انہوں نے جو دو چار آدمیوں کی قید لگائی ہے یہ تو ان کی ایجاد بندہ ہے کیونکہ جو دعوت چار آدمیوں کی جائز ہے زائد کے لیے کیسے حرام ہوگی۔

ختنہ کے لیے دعوت دینے کی دلیل خود یہی حدیث ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں ہی ایسی دعوت کا رواج پڑ گیا تھا اور حضور نبی کریم فرماتے ہیں:

أصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم ۔(مشکاۃ: ٤٨٩)

ہاں ایسی دعوتوں میں خلاف شرع باتوں اور ریا اور اسراف وغیرہ قبائح سے بچنا چاہیے۔

(۳) اللہ تبارک وتعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے کلام میں تحریفوں سے بچائے ، مکروہ کے معنی اصطلاحی مکروہ سمجھنا صحیح نہیں ہے، ہاں اس سے مراد ناپسند ہوتا ہے لیکن ناپسند ہونے کا مطلب ناجائز اور حرام ہونا ہی نہیں، حضور ﷺ لہسن کچا ناپسند کرتے تھے، حضرت ابوایوب انصاری کہتے ہیں کہ،

اکرہ ماتکرہ یارسول اللہ ﷺ۔ یارسول اللہ جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔

تو کیا کچا لہسن کھانا ناجائز وحرام ہوگیا۔ اگر مطلقا قیام حرام ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ لأنصار: قوموا الی سیدکم ۔(مشکوۃ شریف ص ۴۰۳)

رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا اپنے سردار کے لیے کھڑے ہوجاؤ۔

وعن أبی ھریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ یجلس معنا فی المسجد فاذا قام قمنا فیھا حتی نراہ قد دخل بعض بیوت أزواجہ ۔(مشکوہ ص ۴۰۳)

ہم حضور ﷺ کے ساتھ مسجد میں ہوتے اور حضور ﷺ ہم سے بات کرتے جب وہ کھڑے ہوتے ہم بھی کھڑے ہوجاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے کہ حضور ﷺ بعض ازواج کے حجرے میں داخل ہوتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات میں حدیث مبارک میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کھڑی ہوتیں اور حضور ﷺ ان کے لیے کھڑے ہوتے ان سب حدیثوں سے ہی سمجھ میں آتا ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نے کھڑے ہونے کا ذکر کیا ہے وہ حرام سمجھ کر نہ کھڑا ہونا نہیں ہے، صرف ناپسندیدگی کے خیال سے کھڑے ہونا ہے، ورنہ حضور اکرم نے خود کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے، کھڑے ہوئے اور صحابہ بھی رسول اکرم ﷺ اور دوسروں کے لیے کھڑے ہوئے مشکوۃ شریف کے اس صفحہ سے صرف یک طرفہ حدیث نقل کرنا کہاں کی دیانت داری ہے۔

(۴) ان مسائل پر تفصیلی بحث دیکھنے کے لیے "انوار ساطعہ فی بیان المولود والفاتحہ" منگا لیجیے وہ آپ کے لیے بہت مفید ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۳ر فروری ۱۹۸۷ء

(۷) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے پاس پندرہ کٹھا زمین تھی، پانچ کٹھا آبادی اور پانچ کٹھا غیر آبادی میں، اس غیر آباد زمین میں کچھ مسلمانوں کے پرانے قبور بھی ہیں تو زید نے کسی مجبوری کے تحت بکر کے پاس پندرہ کٹھا زمین کو مع قبور فروخت کردیا تو کیا قبور والی زمین کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ دونوں بائع

اور مشتری مسلمان ہیں، اب مشتری نے سمجھا کہ اتنا روپیہ خرچ کر کے زمین کو خرید لیا تو قبور کو برابر کرا کے اوپر فصل پیدا کیا جائے مشتری ان مسلمانوں کے قبور پر ہل چلا کر فصل پیدا کرتا ہے تو کیا کسی مسلمان کی قبر کے اوپر فصل پیدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مشتری پر کیا فتوی لگے گا اور بائع پر کیا فتوی لگے گا اس کا جواب مع حوالہ مطلوب ہے۔ فقط

آپ کا کفش بردار: محمد کبیر الدین رفاقتی، متعلم مدرسہ شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

الجواب

جس پانچ کٹھہ میں قبریں بنی ہوئی ہیں اور پرانا قبرستان ہے یا زید کی نجی ملکیت اگر قبرستان ہے، تب تو زید کا اس کو بیچنا اور بکر کو اس کا خریدنا جائز نہیں۔ عام کتب فقہ میں ہے:

"لایجوز بیع الوقف ولاھبتہ"(۴۱۶/۲)

اور اگر وہ زمین نجی ملکیت تھی اور مالک کی اجازت سے اس میں قبریں بنائی گئی تو مالک کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑے گا کہ میت کی ہڈیاں سڑ گل کر راکھ ہوگئی ہوں اور اگر نجی ملکیت میں وہ قبریں بے اجازت مالک زبردستی بنائی گئی ہوں تو زمین والے کی مرضی میت کو کھود کر ابھی نکال دے اور زمین کو اپنے تصرف میں لائے یا راکھ ہونے تک انتظار کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قبروں کو چھوڑ کر بقیہ زمین پر تصرف کرے۔ درمختار میں ہے: جاز زرعہ وبناءہ ۔

مسئلہ کی پوری تفصیل اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ "اھلاک الوھابیین" میں دیکھی جاسکتی ہے۔ فقط

عبدالمنان اعظمی دار الافتاء شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۸ر ذو قعدہ ۱۴۰۷ھ

(۸۔۱۱) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) میت کو داہنی کروٹ قبر میں لٹانا چاہیے جیسا کہ کتب میں تحریر ہے لیکن احقر اکثر جگہ پر دیکھتا ہے کہ میت کو سیدھے لٹاتے ہیں اور منھ قبلہ کی طرف کردیتے ہیں اور جب کہا جاتا ہے کہ میت کو داہنی کروٹ پر لٹائیں تو جواب ملتا ہے کہ مشکل ہے کیونکہ میت کی لاش سخت ہوجاتی ہے اور کروٹ بغیر کسی چیز کے سہارا دیے ہونا ممکن نہیں ہے، کیسا ہے؟ صرف منھ کردینے سے مسئلہ پر عمل ہوجائے گا یا کسی کنکر وغیرہ جیسی چیز سے سہارا دینا قبلہ رخ کرنے کی خاطر ضروری ہے۔

(۲) مسئلہ ہے کہ جب بچوں کی پیدائش ہو تو ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت۔ لیکن لوگ اس وقت صرف جس گھر میں بچہ کی پیدائش ہوئی ہوتی ہے اس گھر کے دروازے ہی پر اذان کہہ

دیتے ہیں، کیا ایسے کہہ دینے سے کام ہوجائے گا، نیز لوگ کہتے ہیں کہ آدمی اس وقت گھر میں داخل کیسے ہو گا جب معاملات دیگر ہوئے ہیں۔

(۳) مسئلہ ہے کہ جمعہ کے بعد اپنی نماز ظہر ادا کرے، نہیں تو اس پر قضا لازم ہوگی۔ اب اگر جمعہ کے بعد امام ظہر کی نماز ادا کرے تو عوام میں ہنگامہ ہوتا ہے کہ آپ کے پیچھے ہم لوگوں کی نماز کیسے درست ہوگی۔

(۴) مسئلہ ہے کہ زمین کے پیداوار میں دسواں بیسواں دینا، لیکن احقر کا کہنا ہے کہ جب سرکار ہند اس زمین پر لگان ٹیکس لے ہی لیتی ہے تو عشرہ کیسا دینا۔ یعنی صاحب زراعت خراج حکومت بھی دیئے اور عشرہ بھی اسی زمین پر؟

مولوی منیر عالم مصباحی گورکھپوری

صدر مدرس مدرسہ اسماعیلیہ بنیہ مقام و پوسٹ سنگھاڑہ ضلع ویشالی

مورخہ ۲؍مارچ ۱۹۸۹ء/۲۲؍رجب المرجب بروز جمعرات ۱۴۰۹ھ

الجواب

(۱) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں: افضل طریقہ یہ ہے کہ میت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں اور اس کے کے پیچھے نرم مٹی یا ریت کا تکیہ بنادیں ۔اور ہاتھ کروٹ سے الگ کردیں بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو۔ اور جہاں اس میں دقت ہو تو چت لٹا کر منہ قبلہ کو کردیں، اب اکثر یہی معمول ہے۔ اور اگر معاذ اللہ ایسا سخت ہو کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑیں اینٹ او رپتھر یا سخت چیز کا تکیہ نہ چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے:"ان المیت یتأذی ممایتأذی به الحی بحار السوء"(الفوائد)

(۲) بچے کے لیے اذان کو علماء نے مستحب قرار دیا ہے۔

شامی میں ہے:"لا یسن لغیرها من الصلوات و الافیندب للمولود"(۲/۴۶)

ترمذی شریف میں حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے:

"قال رأیت رسول الله ﷺ اذن فی اذن حسن ابن علی حین ولدته فاطمة"

شرح سنۃ اور مسند ابی یعلی کے حوالہ سے مرقات میں ہے:

"من ولد له ولد تاذن فی اذنه الیمنی و اقام فی اذنه الیسری لم تضره ام الصبیان"

(اتحاف السادة:۵/۶۸)

تو اگر کوئی اذان نہ بھی کہے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔ اور کہا اور اس طرح کہا جیسا کہ آپ نے لکھا کہ دروازہ کے باہر کہہ دیئے ہیں تب بھی اذان کان میں پہنچ گئی اور نہ کہنے سے کہنا بہتر ہی ہے اور کسی نے اذان

اور اقامت دونوں کہی تو اس نے پورے پورے مسئلہ پر عمل کیا، زچہ خانہ کے دروازہ پر کہے تو بھی سنت ادا ہوجائے گی، بس اتنا کرنا ہوگا کہ بچہ کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے میں کوئی عورت لے لے اور وہ ایک دفعہ دایاں کان دروازہ کے طرف کریں اور دوبارہ بایاں کان اس کے لیے کمرہ کے اندر داخل ہونا ضروری نہیں۔

(۳) جہاں جہاں نماز جمعہ مطلقاً ہوتی نہیں، وہاں تو نماز ظہر امام ہو یا مقتدی دونوں پر ہی واجب الاداء رہتی ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ صرف امام اپنی ظہر جمعہ پڑھا کر پڑھے۔ بلکہ صرف اتنی اجازت ہے کہ عوام زبردستی پڑھتے ہیں تو انہیں منع نہ کرے نہ یہ کہ ان کے ساتھ شریک ہوکر خود پڑھے، رہا ہنگامہ اور فساد کا سوال تو اس کے ڈر سے ناجائز۔ جائز نہیں ہوجائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا جگہوں پر اول عوام کو سمجھایا جائے اور اگر جمعہ پڑھنے پر ہی ضد کریں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ نہیں کہ خود ان کے ساتھ پڑھنے لگا جائے اور اگر ہنگامہ اور فساد کا ڈر ہو تو ایسی جگہ امامت ہی نہیں کیا جائے۔

(۴) عشر پیداوار کی زکاۃ ہے اور گورنمنٹ کا ٹیکس ایک غیر اسلامی ٹیکس بلکہ یہ کہئے کہ زمین کا کرایہ تو پھر ایک کے ادا کرنے سے دوسرا کیوں کر ادا ہوجائے گا۔ احقر کو یہ سوچنا چاہیے تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۳۰؍رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

(۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اگر قبر میں پچھم جانب شجرہ رکھنے کے لیے طاق بنانا بھول جائیں اور میت کو قبر میں لٹا دیا ہو تو اس صورت میں شجرہ شریف میت کے سینے پر رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد غلام رسول قادری غفرلہ، بانی خانقاہ قادریہ دریائیہ مدرسہ انوار محمدی دینگر گجرات

الجواب

میت کی قبر میں شجرہ رکھنے کو بہتر لکھا ہے۔ سینہ پر رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔ جسم وغیرہ گلنے اور سڑنے سے پیپ وغیرہ کی گندگی سے محفوظ رہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میت کے سرہانے کی طرف طاق بنا کر اس میں رکھنے کو تحریر فرمایا ہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبلہ کی طرف دیوار میں طاق بنا کر رکھنے کو بہتر بتایا ہے۔ شجرہ کے لیے کسی باقاعدہ طاق کی ضرورت نہیں۔ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد جس طرف کی دیوار میں آسانی سے چھوٹا سا گڈھا بن سکے بنالیا جائے کہ میت کو اس سے نفع پہنچے اور شجرہ شریف آلودگی اور گندگی سے بھی بچے (فتاوی افریقہ ص ۲۸)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۴؍جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ

(۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد سلام کے عرض گذارش یہ ہے کہ میں عالدار محلہ سدا شوگڑھ کا روار کا رہنے والا ہوں اور وہاں کی جماعت کا سکریٹری ہوں اور چند باتوں کی وجہ سے انجمن میں ہوں۔ یہاں پر ہمارے محلہ کے لوگوں میں چند باتوں پر کشمکش ہوتی رہتی ہے اور ایک ایک مرتبہ جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے۔ اور سکریٹری کے ناطے مجھے ان باتوں کو سلجھانا پڑتا ہے۔ وہ باتیں کیا ہیں میں نیچے لکھ رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں گے۔ اور اگر صرف علماء کا قول ہے تو اس کو بھی معلوم کریں اور مہربانی کر کے جتنی جلدی ہو سکے اس کا جواب بھیج دیں۔ اس میں جو خرچہ آئے گا وہ معلوم کر کے میں ڈاک کے ذریعہ روانہ کردوں گا۔

(۱) ہمارے محلے میں ایک شخص کی میت ہوگئی، کفن ودفن کے بعد ایک شخص نے کہا قبر میں عہدنامہ رکھ دیں، لیکن اس کے بارے میں چند لوگوں نے اعتراض کیا کہ نہ رکھیں، پھر ایک شخص نے کہا کہ عہدنامہ رکھ دینے کی صورت میں بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوجاتے ہیں۔ اور اس کی ضمانت خود نبی نے لی ہے۔ اور میت کو سات پیغمبروں کا ثواب ملتا ہے۔ اور قبر سے عذاب کو دور ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور ایک شخص نے کہا کہ میت کی پیشانی پر بسم اللہ شریف اور سینہ پر کلمہ طیبہ لکھ دیا جائے تو اس کی بخشش ہوجاتی ہے۔

اب میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ ان باتوں کا خلاصہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کریں، کیونکہ ان باتوں کو لے کر بہت سے کم علم والوں نے اس پر عمل تک کرنا چھوڑ دیا ہے۔

(۲) ہمارے محلے کے لوگ دیوانوں کی طرح ایک شخص کے پاس جاتے ہیں۔ اور اس سے حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ کوئی بھی مشکل ہو، چاہے شادی کا معاملہ ہو، رزق کا کام، بیماری کا ہو غرض کہ ہر معاملہ میں اس کے پاس جاتے ہیں۔ اور وہ ان کی حاجت پوری کرتا ہے۔ اور یہ بات دھیان میں رہے کہ وہ شخص نہ تو نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی پڑھا لکھا ہے۔ اور پوچھنے پر کہتا ہے کہ اس کے بدن میں ولی آتے ہیں۔ اور وہ اسے سب کچھ بتاتے ہیں۔ اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہاں پر ناریل اور اگربتی لے جانا پڑتا ہے۔ اور ناریل پھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اس کے لیے اس شخص نے اپنی بہن کو ہی گھر کے باہر ناریل اگربتی کی دکان لگا دی ہے۔ اور اسی میں اس بات کا بھی خلاصہ کریں کہ اسلام میں تعویذ وغیرہ پہننے کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ اس میں قرآنی آیات ہوتی ہیں۔ اور یہ لوگ اسے ہاتھ میں، ران پر، ناف کے نیچے وغیرہ باندھتے ہیں۔ مہربانی کر کے ان باتوں کا جواب جلد از جلد روانہ فرمائیں۔

عبدالرزاق قادری، شاہی اہالا دار محلہ ادھشیا دکرول

الجواب

فتاویٰ کی مشہور کتاب درمختار جلد اول ص/۶۰۷ میں ہے:

"کتب علی جبهة المیت او عمامته او کفنه عهدنامه یرجی ان یغفر الله للمیت"

میت کی پیشانی پر یا عمامہ پر یا کفن پر عہدنامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مردے کو بخش دیگا۔

اس کے حاشیہ شامی میں لکھا ہے: "و المعنی ان یکتب شیء مما یدل انه علی العهد الاولی الذی بینه وبین ربه یوم اخذ المیثاق"۔

ابن حجر مکی شافعی نے روایت کیا کہ عہدنامہ "لا اله الا الله والله اکبر لا اله الاالله وحده لاشریك له له الملك وله الحمدلا اله الا الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم" ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ بھی ہے:

اللهم فاطر السموت والارض عالم الغیب والشهادة الرحمن الرحیم انی اعهد الیك فی هذه الحیاة الدنیا انی اشهد انك انت الله لا اله الا انت وحده لاشریك لك و ان محمدا عبدك و رسولك ﷺ، ونقل بعضهم عن نوادر الاصول للترمذی ما یقتضی ان هذا الدعاء له اصل" حکیم ترمذی کی نوادر الاصول میں ہے کہ اس دعا کی اصل ہے۔ یہ عبارتیں مردے کی پیشانی یا انگلی یا کفن پر روشنائی سے لکھی جائیں۔

اس قسم کی باتیں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوی افریقہ ص/۲۸ پر شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں "مسلمانوں کو گمراہوں کے بہکانے میں نہ آنا چاہیے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی قرآن کی آیات ماثور اور منقول دعاؤں کا تعویذ بنانا جائز ہے۔ وہ چاہے تحریر کی صورت میں ہو یا اعداد نقوش کی صورت میں ہوں۔ امام احمد وترمذی کے حوالہ سے مشکوۃ شریف ص/۲۲ پر ہے: "عن ابی خزامة عن ابیه قال کنت یا رسول الله ارأیت انی تسترقی بها ودواء تتداوی بها و تقاة نتقی بها هل ترد من قدر الله شیئا قال هی من قدر الله"

میں نے رسول ﷺ سے پوچھا جو ہم دعا تعویذ کرتے ہیں یا جو علاج کرتے ہیں یا حفاظت کے لیے آلات وسامان وغیرہ بناتے ہیں، کیا یہ سب چیزیں تقدیر کے لکھے ہوئے کو پلٹ دیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ سب تقدیر میں داخل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح مقدر فرمایا ہے کہ مثلا یہ دوا اگر استعمال کریگا، یا تعویذ باندھے گا تو اچھا ہوگا ورنہ نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب یہ سب تقدیر میں داخل ہیں تو

اس کا استعمال کرنا چاہیے۔ خاص گلے میں لٹکانے لے یے یہ حدیث ہے:

ان رسول الله ﷺ قال اذا فزع احدکم فی النوم فلیقل اعوذ بکلمات الله التامات من غضبه و عقابه و شر عباده من همزات الشیطان ان یحضرون و کان عبد الله بن عمرو یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتب فی صك ثم علقها فی عنقه (ابو داؤد ترمذی مشکوۃ ص/ ۲۱۷)

یہ دعا کاغذ میں لکھ کر حضرت عبداللہ بن عمرو نابالغ بچوں کے گلے میں لٹکاتے تھے۔

ہاں جن دعاؤں میں شرک و کفر بتوں کا نام ہو، یا سفلی عمل کا دخل ہے، وہ لینا، استعمال کرنا، سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من اتی کاهنا فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ"

بزرگان دین اور اولیاء اللہ وفات کے بعد نہ کسی پر سوار ہوتے ہیں نہ کسی کے جسم میں حلول کرتے ہیں یہ سب بے دینی اور گمراہی کی باتیں ہیں۔ اور احکام شرع کی بجا آوری ہر مکلف پر ضروری ہے، کسی سے معاف نہیں ہوتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۲/ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک قبر جس کو عرصہ پانچ سو سال ہوتا ہے۔ اور صاحب قبر کے نام زمانہ گذشتہ سے تعلق رکھتا ہے، زمین بھی ناخراج چلی آئی ہے۔ اس علاقے کے لوگ پیشتر سے خادم بھی مقرر رہے گورنمنٹ کے یہاں ان کے اندراج بھی۔ مزار شریف کا علاقہ کافی جنگل ہو گیا تھا اور صفائی وغیرہ حفاظت کا بھی انتظام نہ تھا۔ زید اور اس کے ساتھیوں نے قبر کو صاف کیا اور اس جگہ گاہ میلاد شریف (فاتحہ کا انتظام) بھی کیا جو پیشتر سے ہوتا آتا ہے۔ زید نے قبر کی بے حرمتی ہونے کی وجہ سے اس پر ایک غلاف چڑھا دیا، اس پر بکر نے غلاف کو اتار دیا اور کہا کہ یہ شرک ہے اور بدعت سیئہ ہے، ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا، ہم ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اس پر کافی تنازعہ ہوا، اور ہے۔ مہربانی فرما کر از روئے قرآن و حدیث مکمل و مدلل جواب عنایت فرمائیں کہ زید کا فعل درست ہے یا بکر کا؟　　مجیب الرحمن

الجواب

بزرگوں کے مزارات کے احترام کی خاطر اس پر غلاف ڈالنا جائز اور باعث ثواب ہے ان کی خوابگاہوں کے گرد ذکر خیر قائم کرنا حصول خیر و برکت کا ذریعہ ہے اور اس کا خواہ مخواہ انکار قرآن و حدیث سے لاعلمی اور دین سے بیگانگی ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿ذٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ [الحج: ۳۲]

شامی میں ہے۔ "کره بعض الفقهاء وضع الستور" "والعمائم علیٰ قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجة تکره الستور علیٰ القبور لکن نحن نقول الان یقصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا یحقروا صاحب القبر ولیجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنية كذا فی کشف النور عن اصحاب القبور واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہٗ　　الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۵-۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) اولیائے کرام و بزرگان دین کی قبروں کی زیارت کرنا کیسا ہے؟۔

(۲) بزرگان دین اور عام مسلمان کے نام، فاتحہ اور ایصال ثواب کرنا کیسا ہے؟۔

(۳) فاتحہ اور نیاز اگر عورتیں گھر میں پڑھی ہوئی ہیں اور مرد گھر میں نہیں ہیں تو اسی کام کو عورتیں پاک ہو کر کر سکتی ہیں یا نہیں؟۔

(۴) فاتحہ و نیاز کا طریقہ کیا ہے۔ یا یہ سرور عالم ﷺ یا کسی صحابہ یا کسی بزرگ کے وقت سے جاری ہے؟

(۵) فاتحہ و نیاز کے وقت شیرینی اور کھانے کی چیزیں سامنے رکھنا چاہیے یا نہیں؟ دکان یا حلوائی کے یہاں کی شیرینی ہو تو فاتحہ ہوگی یا نہیں؟

(۶) میلاد شریف میں صلوۃ و سلام جائز ہے یا نہیں؟ سلام و قیام کے وقت کھڑے ہو کر صلوۃ و سلام پڑھیں اور کچھ لوگ سلام نہ پڑھیں نہ قیام کریں، چپکے بیٹھے رہیں وہ کیسا ہے؟

(۷) اگر کسی بزرگ کے عرس کے موقع پر میلاد شریف کی مجلس قائم کی گئی تو اس میں صلوۃ و سلام پڑھنا چاہیے کہ نہیں؟

(۸) نماز جمعہ کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے، اور کب ختم؟ نماز جمعہ کا وقت شہر و دیہات میں ایک ہی ہے یا کچھ فرق ہے؟

(۹) جو لوگ میلاد و فاتحہ یا نیاز سلام بزرگوں کی قبروں کی زیارت جمعہ کے دن کرتے ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "انه ﷺ یاتی قبور شهداء احد علی راس کل حول" دوسری حدیث شریف میں ہے "کنت نهیتکم عن زیارة القبور فالآن زوروها"

(مشکاة: ۱/ ۳۲۵)

(۲) جائز ہے۔نور الایضاح میں ہے: " فللا نسا ن ان یجعل ثواب عمله لغيره عند اهل السنة والجماعة صلوة كا ن او صو ما او حجا او قرأة القرآن او الا ذ كا ر وغير ذلك من انوا ع البر ويصل ذلك الى الميت وينفعه واخرج البيهقي والطبراني في شعب الايمان عن ابن عمر قال: قا ل رسول الله ﷺ :اذا تصدق احدكم بصدقة تطوعا فليجعلها لابويه"

(۳) ضرور کرسکتی ہیں جب عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں تو فاتحہ ودرود پاکی کے عالم میں ضرور کرسکتی ہیں۔

(۴) ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جس عمل خیر کا ثواب آپ کسی زندہ یا مردہ مسلمان کو پہونچانا چاہیں، اس کا نام لے کر آپ اللہ تعالی سے عرض کریں کہ مولی تعالی تو میرے اس عمل خیر کا ثواب فلاں شخص کو پہونچادے۔یہ طریقہ حضور ﷺ کے فرمان کے موافق حضرت سعد بن عبادہ سے مروی ہے:

"عن سعد بن عبادة قال يا رسول الله ﷺ ان امی ما تت فأی الصدقة افضل قا ل الماء فحفر بئراوقال: هذه لام سعد" (ابوداؤدونسائی۔مشکوۃ ص/۱۶۹)

(۵) نیاز وفاتحہ میں آگے پیچھے کا جھگڑا وہابی صاحبان کا نکالا ہوا ہے۔جمہور اہل اسلام کے نزدیک کسی بھی پاک وحلال چیز اور پاک عمل کی فاتحہ کسی بھی پاک جگہ سے ہوسکتی ہے۔ہاں کھانا پیچھے رکھنے میں سوءادبی ہے، اس لیے اس کو فاتحہ کے وقت سامنے رکھتے ہیں۔مٹھائی آپ کی خریدی ہوئی اور آپ کی ملک ہو تو حلوائی کی دکان پر ہو یا آپ کے جھولے میں ہر طرح فاتحہ ہوسکتی ہے۔ورنہ حلوائی کی دکان اور دادے کی فاتحہ والی مثل تو آپ نے سنی ہی ہوگی۔حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں:" فاتحہ ودرود جائے باید خواند کہ جائے پاک باشد از نجاست صوری ومعنوی"

(۶/۷) میلاد شریف میں قیام وسلام جمہور اہل اسلام کے نزدیک جائز اور کار ثواب ہے۔سب لوگ کھڑے ہوں اور کچھ لوگ بیٹھے ہیں تو وہ غیر مہذب اور بے ادب ہیں۔اور قیام وسلام کو ناجائز سمجھتے ہوں تو گمراہ ہیں۔ عرس کی محفلوں میں بھی قیام وسلام جائز ہیں۔

(۸) بالقصد ذالین یا، دالین جو بھی پڑھیں نماز باطل ہوگی۔البتہ ضالین پڑھیں تو نماز جائز ہوگی

(۹) احناف کے نزدیک جمعہ اور ظہر کا وقت ایک ہی ہے۔البتہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔دیہات میں ظہر ہی واجب ہے، اور فرض وقت ہے۔

(۱۰) جائز ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۴_۲۵) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کہ کسی کی آراضی عرصہ قدیم سے اس کی مملوکہ ومقبوضہ ہو۔اور اس کے اور پیش رو کے تحت تصرف آرہی ہے اور اس پر راستہ قدیم ایام سے ہو۔اور کسی کی قبر کا کوئی نشان ظاہر نہ ہو، نہ وہ کسی دوسرے کی مملوکہ، نہ وقف ہو۔مگر اب مخالفین اس کو قبرستان کی تعریف میں لانا چاہتے ہیں، اس پر مالکان نے مکان تعمیر کرلیا تو شرعی احکام اس کے متعلق کیا ہیں۔

(۲) شرع محمدی میں حجرے کی کیا تعریف ہے اگر اس جگہ پر مکان یا مسجد تعمیر کی گئی تو اس جگہ نماز ادا کرنا کیسا ہے۔خاص کر حجرے کی زمین پر۔فقط عبدالحمید بقلم خود

الجواب

اگر فی الحقیقت زمین قبرستان کی نہ ہو بلکہ سائل کی ہو تو اس پر مکان بنانا جائز ہے" لعدم المانع "بلکہ اگر وہ سائل کی ہو اور کسی نے اس کی اجازت کے بغیر مردے دفن کردیے ہوں تو اس پر بھی وہ کھیتی کرسکتا ہے اور مکان بناسکتا ہے۔درمختار میں ہے: "لایخرج منه الالحق آدمی ويخير المالك بين اخراجه ومسا واته با لارض "(۵/۳۵۲) اسی کے حاشیہ میں ہے: " ای ينزعه "مثلاً دفن کے بعد مردہ قبر سے کسی آدمی کے حق کی وجہ سے نکالا جاسکتا ہے اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو قبر کو زمین کے برابر کردے اور مردہ اندر رہنے دے یعنی زراعت وغیرہ کرنے کے لیے اس سے دوسرے سوال کا جواب بھی واضح ہوگیا کہ اگر حجرہ مسجد کی زمین پر بنایا گیا تو وہاں مسجد کی تعمیر کرسکتے ہیں۔لیکن اگر وہ قبرستان کا حصہ تھا تو وہاں مسجد یا کوئی مکان نہیں بنایا جاسکتا۔عالمگیری میں ہے:سئل هو ايضا عن المقبرة في القرى اذا اندرست ولم يبق فيه اثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة"۔ كتاب الوقف :۲/۵۰۷) شمس الائمہ اوزجندی سے پوچھا گیا کہ کسی دیہات میں مقبرہ بے نشان ہوگیا۔اور مردوں کی ہڈی وغیرہ کوئی علامت باقی نہ رہی۔اس پر کھیتی وغیرہ جائز ہے، فرمایا نہیں کہ اس کا حکم قبرستان ہی کا ہے۔واللہ تعالی اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲/ جمادی الآخر ۷۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۶) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ہمارے گاؤں میں تالاب کے کنارے ایک مزار ہے جہاں لوگ نذر پیش کرتے ہیں اور مرغا وغیرہ ذبح کرتے ہیں۔گاؤں کے بوڑھے لوگوں کا بیان ہے کہ پچاس سال پہلے یہاں کچھ نہیں تھا۔ایک

عورت کے اوپر صاحب مزار کا سایہ ہوا، وہ عورت خود سے تلاوت کرنے لگی وہ پڑھی لکھی نہیں تھی، اس حالت میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ کہا کہ میں فلاں تالاب پر رہتا ہوں میرا مزار وہیں ہے، لوگوں نے کہا کہ آپ چل کر بتائیں تاکہ ہم لوگ مزار کی تعمیر کر سکیں۔ وہ عورت اسی حالت میں یعنی جب کہ صاحب مزار اس پر سوار تھے آئی اور جگہ بتائی۔ اس طرح متعدد لوگوں سے واقعات کا ثبوت ملتا ہے۔ کبھی کسی نے رات میں سفید ملبوس کو نماز پڑھتے دیکھا۔ اس پر لوگوں نے مزار تعمیر کرادیا، جب سے آج تک لوگ عرس فاتحہ خوانی وغیرہ کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) وہ مذکورہ مزار شرعاً اصلی مزار ہے یا مصنوعی مزار ہے؟ (۲) اصلی ومصنوعی مزار کا معیار کیا ہے؟ (۳) قوالی کرانا کیسا ہے اور قوالی کرنے والے پر کیا حکم ہے، قوالی کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر قوالی ناجائز ہوتی تو اجمیر مقدس اور کچھوچھہ شریف بہرائچ شریف میں کیونکر ہوتی، ایسے مزار تعمیر کرانے والے پر کیا حکم ہے؟۔

الجواب

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۸۱۵، پر ہے۔ فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے۔ اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں،، اور کسی آدمی پر کسی کا جو سایہ ہوتا ہے، اس کی بات اور بے اعتبار ہے۔ اسی فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا گناہ ہے، جب ایسی گواہی موجود ہے کہ پچاس سال پہلے وہاں کچھ نہیں تھا اور وہاں کوئی دفن بھی نہیں کیا گیا بلکہ اسی عورت کے بیان پر قبر بنائی گئی تو وہ قبر فرضی ضرور ہے وہ کوئی بزرگ نہیں ہوسکتے، کیونکہ بزرگوں کا کام خدا کے بندوں کو ستانا اور ان پر سوار ہونا نہیں ہے۔

آج کل جو قوالی باجے گاجے کیساتھ ہوتی ہے، حرام ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:" کل لهو المسلم حرام "۔ اب یہ بات کہ فلاں جگہ کیوں ہوتی ہے، اس کے جواب وہ وہ لوگ ہیں جو یہ خلاف شرع امور کرتے ہیں، ان کا فعل شریعت میں دلیل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۷ ذی القعدہ ۱۵ھ

(۲۷) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ زید کی اہلیہ کا انتقال ہوا اور زید اپنی اہلیہ کو قبرستان میں دفن نہ کر کے دوسری جگہ دفن کیا اور زید کی یہ عادت کہ وہ روزانہ فجر بعد قبرستان جا کر فاتحہ پڑھتا ہے، اب چونکہ زید کا کہنا ہے کہ میں قبرستان جا کر فاتحہ پڑھتا ہوں اور اہل قبر پر سلام پیش کرتا ہوں تو ان تمام کا ثواب فقط اسی قبرستان والوں کے حق میں ہوگا جو اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر دفن ہیں تو اس کا بغیر نام لیے تو اس کو کوئی ثواب نہ ملے گا اس لیے

زید چاہتا ہے کہ اپنی اہلیہ کے قبر کی کچھ مٹی لاکر اس مذکورہ قبرستان میں قبر کی صورت بنادے تو اس صورت میں پہلی والی قبر کا کیا حکم ہوگا اور یہ جو قبر مرتب کررہا ہے، اب اس کا حکم کیا ہوگا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی، جمال الدین، مقام مواں دیہہ پوسٹ اُدگڑھ ضلع پلاموں (جھارکھنڈ بہار)

الجواب

زید کے اہلیہ کی قبر وہی ہے جہاں اس کا جسم دفن ہوا، اس کے قبر کی مٹی لاکر قبرستان میں یا دوسری جگہ فرضی قبر بنانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا، یا دوسروں کو فاتحہ پڑھنے کی دعوت دینا ناجائز وحرام ہے، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں تحریر فرمایا" فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے۔

رہ گئی ایصال ثواب کی بات تو اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ سامنے کھڑے ہوکر کے یہ کہا جائے کہ اس کا ثواب فلاں کو پہونچے، بلکہ قبرستان والوں کے لیے ایصال ثواب کرتے وقت اگر یہ کہہ دیا جائے کہ یا اللہ اس کا ثواب میری بیوی کو بھی پہونچے تو پورے قبرستان والوں اور زید کی بیوی اور جس کا جس کا بھی نام لیا جائے چاہے وہ دنیا کی کسی خطے کے ہوں تو سب کو پورا پورا ثواب پہونچے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

" فی زکلة التاتار خانیه عن المحیط الافضل من یتصدق نفلاان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولاینقص من اجره شیء - اسی میں ہے" سئل ابن المکی امالو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل یقسم الثواب بینهم اویصل لکل منهم مثل ثواب ذلك کاملا فاجاب بانه افتی بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل " فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۶ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

(۲۸) **مسئلہ** : کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حضرت اس وقت میرے سامنے ایک ایسا معاملہ پیش آگیا جس سے سخت پریشان ہوں امید کہ جواب دے کر تسکین کی صورت پیدا کریں گے۔

وہ یہ کہ مشکوۃ شریف حصہ اوّل باب اثبات عذاب القبر میں ایک حدیث شریف اس طرح ہے

"عن جابر قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ الی سعدبن معاذ حین توفي فلما صلی علیه رسول اللہ ﷺ ووضع فی قبره وسوی علیه سبح رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلاً ثم کبّر

فکبّر نافقیل یا رسول اللہ لم سبحت ثم کبّرت قال لقدتضایق علی ھذاالعبدالصالح قبرہ حتی فرجّہ اللہ تعالی عنہ رواہ احمد"۔(مشکاۃ:۱/۴۴)

میں صرف یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ جن کو حضور کریم ﷺ عبد صالح فرمارہے ہیں، ان پر قبر تنگ ہوئی پھر آپ کی تسبیح وتکبیر کی برکت سے کشادگی حاصل ہوئی تو ہم پُر خطا، پُر گناہ، سزاوار، صد عذاب، کیسے نجات پائیں گے اور کس طرح خوشی حاصل ہو سکتی ہے، یہی فکر اور تشویش ہے۔

میرا اتنا خیال ہے کہ حدیث شریف کا جو مقصد وغایت ہے وہ سمجھنے سے میں قاصر ہو رہا ہوں، اس لیے زیادہ پریشانی لاحق ہو رہی ہے۔ از روئے کرم تھوڑی زحمت گوارہ کرکے جواب دے کر تسکین کی صورت پیدا کرکے عند اللہ ماجور ہوں فقط۔

المستفتی، محمد خلیل نول پور دیوریا ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

الجواب

آپ نے اس حدیث شریف کا جو مطلب سمجھا ہے مطلب وہی ہے کہ مومن وکافر صالح اور عاصی سب کے لیے ضغطہ قبر ہے، آپ کی مذکورہ حدیث کے بعد ایک دوسری حدیث اسی کے حوالہ سے ہے اس میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے "عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ ھذا الذی تحرک لہ العرش وفتحت لہ أبواب السماء وشھدہ سبعون ألفا من الملائکۃ لقد ضم ضمۃ ثم فرج عنہ "امام احمد وبیہقی نے تو اس بات کی تصریح ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کی۔ "عن عائشۃ عن النبی ﷺ قال ان للقبر ضغطۃ لو کان أحد ناجیا نجا منھا سعد ابن معاذ (نسائی جلد اول صفحہ ۲۸۹) تو یہ ایسے ہی ہوا جیسے سوال منکر نکیر کہ ہر مؤمن کافر ومنافق سے ہوگا۔

البتہ آپ کو چونکہ تشویش ہے تو اس میں تھوڑا سا تسکین کا سامان بھی ہے، زہر الربیٰ علی النسائی حوالہ مذکورہ بالا میں ہے "قال ابوقاسم لا ینجو من ضغطۃ القبر صالح ولا طالح غیر ان الفرق بین المسلم والکافر فیھا دوام الضغط للکافر وحصول ھذہ الحالۃ للمومن فی اول نزولہ الی قبرہ ثم یعود الانفساح لہ" اسی میں امام نسفی سے یہ توضیح مروی ہے: المومن المطیع لا یکون لہ عذاب القبر ویکون لہ ضغطۃ القبر فیجد ھول ذلک وخوفہ لماانتعم بنعمۃ اللہ ولم یشکر۔ تو گویا یہ ضغطہ بطور عذاب نہیں ہوگا، بطور تنبیہ ہوگا، کہ آگے اترنے والی رحمت کا بھرپور احساس کرے، جیسا کہ روایت ہے کہ قبر میں مؤمن مطیع کے لیے بھی پہلے جہنم کی کھڑکی کھلے گی پھر جنت کی بہاروں سے بہرہ ور ہوگا۔

نسفی سے ہی سندھی نے یہ توجیہ نقل کی "ضمۃ القبر انما اصلھا انھا امھم منھا خلقوا فغابو اعنھا الغیبۃ الطویلہ فلما ردوا الیھا ضمتھم ضمۃ الوالدۃ غاب عنھا ولدھا ثم قدم علیھا فمن کان للہ مطیعا ضمتہ براقۃ ورفق ومن کان عاصیاً ضمتہ بعنف سخطاً منھا علیہ لربھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

(۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

قبر زمین کی سطح سے اوپر کتنی اونچی بنانا اس کے بنانے میں جلی ہوئی اینٹ لگانا کیسا ہے، پتھر سے بنانا بہتر ہے؟ کیا اور قبر کے چاروں طرف زمین کے سطح سے ایک فٹ یا دو فٹ سے چھوٹے چھوٹے پتھروں سے کلمہ شریف پڑھتے ہوئے بھر دینا کیسا ہے؟ آخر کیا طریقہ صحیح ہے قبر بنانے کا ارشاد فرمائیں۔

الجواب

فقہ کی کتابوں میں قبر کی اونچائی کم سے کم زمین سے ایک بالشت اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ لکھی ہے، اس سے زائد منع ہے، قبر کے گرد چبوترہ بنا کر اس پر قبر بنائی جا سکتی ہے۔ قبر میں مردے کے آس پاس پختہ اینٹیں لگانا مکروہ ہے، اسی طرح قبر کو پختہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۳۰) **مسئلہ**: عام مسلمان اپنی قبروں میں رہتے ہیں یا کہاں ہوتے ہیں اور جہاں بھی ہوں وہاں سے اپنے آل واولاد جو دنیا میں ہیں ان سے باخبر ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان کے برعکس خاص مسلمان جن کی موت اچھے دن ہوئی ہو، ایسے ایسوں کو اپنے آل واولاد جو دنیا میں جس حال پر ہیں وہ جان لیں گے، آخر اس بارے میں کیا کیفیت ہوگی، نوازیں۔

الجواب

نیک مسلمان اعلی علیین میں ہوتے ہیں اور کافر سجین میں، اور دیگر جگہوں کا ذکر بھی کتابوں میں ملتا ہے، باقی مسلمان کی روح کسی خاص جگہ مقید نہیں ہوتی، اپنے درجے اور مرتبے کے لحاظ سے اس کو سیر کی اجازت ہوتی ہے اور قبر سے بھی اس کا تعلق رہتا ہے، تبھی تو آنے جانے والوں کو پہچانتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

(۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ

ہمارے یہاں ایک پرانی عیدگاہ ہے جس میں غلط فہمی سے لوگوں نے دو قبریں بنوائی ہیں یہ صحیح قبریں ہیں۔ کچھ دن کے بعد دو فرضی قبریں بنوائی گئیں ہیں۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ کسی عورت نے خواب میں کسی اپنے رشتہ دار کو دیکھا۔ جس میں اس نے یہ تاکید کی کہ میری قبر عیدگاہ میں بنوا دو۔ بوجہ جہل قبریں

بنوائی گئیں۔ باقاعدہ فاتحہ وغیرہ دلائی جارہی ہیں۔ اب ایسی پوزیشن ہے کہ اس عیدگاہ میں نماز کے وقت جگہ تنگ ہورہی ہے اتفاق ایسا کہ اس عیدگاہ کے تین طرف چند قبریں ہیں جس کے باعث توسیع بھی مشکل ہے۔ یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ دونوں اصلی قبروں کے چاروں طرف اینٹ کی دیوار دے کر نماز پڑھ سکتے ہیں اور دو قبریں جو فرضی ہیں، ان کو اکھاڑنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں یا پھر یہ حکم فرمایا جائے جب کہ گاؤں کے ان لوگوں نے جنھوں نے یہ قبریں فرضی بنوائی ہیں، ان پر یہ ضروری ہے کہ نہیں کہ خود قبروں کو اپنے ہاتھ سے اکھاڑیں کیا یہ ہوسکتا ہے کہ دوسری جگہ ان قبروں کو نصب کردیا جائے۔

صورت حال یہ ہے کہ باقی گاؤں کے لوگ جناتی قبریں سمجھ کر یہ طے کر چکے ہیں۔ کہ ہم لوگ ان قبروں کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اور جو لوگ بھی یہ طے کر چکے ہیں کہ ہم نے غلطی سے قبریں بنوائی ہیں مگر اب اس کو اکھاڑیں گے نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ عیدگاہ مصلیوں پر تنگ ہورہی ہے۔ جیسا کہ عرض کرچکا۔

حسن اتفاق کہ کچھ لوگوں نے دوسری عیدگاہ کے خیال سے ۳۲ ڈسمل زمین وقف کردی ہے۔ یہ پرائیویٹ طور پر تحریر میں آچکی ہے۔ ان کا عزم یہ ہے کہ اگر عیدگاہ نہیں بنوائی گئی تو ہم زمین واپس لے لیں گے۔ صورت حقیقت یہ ہے کہ ابھی وہ عیدگاہ تنگ ہورہی ہے۔ تو غالب گمان یہ ہے کہ چند سال کے بعد پرانی عیدگاہ میں نماز پڑھنی مشکل ہوگی۔ پھر اگر یہ زمین ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو آئندہ دوسری زمین کا حصول نہایت مشکل ہے۔ (پرانی عیدگاہ کے گرد احاطہ نہیں ہے اطلاع کے لیے تحریر ہے) اگر پرانی عیدگاہ ہی کی مذکورہ وجوہات کی بنا پر اگر اس نئی زمین پر عیدگاہ بنوا کر سبھی متفقہ طور پر نماز ادا کریں تو کیا شریعت اجازت دیتی ہے، خدانخواستہ اگر کچھ لوگ پرانی عیدگاہ میں کچھ لوگ نئی عیدگاہ میں نماز ادا کریں تو کیا نااتفاقی کے مرتکب مانے جائیں گے اور کیا اس صورت میں نئی عیدگاہ کے لیے شرعی اجازت نہیں ہوگی

اس کے متعلق اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کا جو حکم صادر ہو صاف صاف ارشاد فرمایا جائے۔

بینوا توجروا المستفتی محمد عاشق الرحمٰن خاں موضع بھونراڈیہہ ضلع بلیا

الجواب

فرضی قبریں بنانا اور اس کے ساتھ اصلی قبر کا سا معاملہ کرنا (فاتحہ وغیرہ پڑھنا) ناجائز اور بدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی (فتاوی رضویہ) اس لیے ان مصنوعی قبروں کو منہدم کرکے عیدگاہ کا فرش برابر کردینا چاہیے۔

دوسری وہ قبریں بھی کہ صحن مسجد میں بعد تعمیر مسجد، وارثان بانی مسجد، خواہ کسی نے قبریں بنالیں تو وہ قبریں محض ظلم ہیں۔ اور ان کا رکھنا ظلم ہے اور اس کا دفع کرنا فرض (فتاوی رضویہ) تو ان کو بھی عیدگاہ کے

صحن سے ہٹادینا چاہیے۔

پرانی عیدگاہ تو اب وقف ہے تو ہمیشہ عیدگاہ ہی رہے گی، اس کو معطل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں، نئی عیدگاہ بنانا گویا ایک جگہ دو عیدگاہوں کی تعمیر ہوگی۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔ اور نماز عید کی صحت کے لیے موقوفہ عیدگاہ ہونا ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۹؍۳۔۵ھ

(۳۲) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بمقام چندوری ضلع گریڈیہ میں ایک عجیب واقعہ رونما ہوا جس سے لوگوں کے درمیان کافی انتشار ہوگیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ چندوری کی قبرستان میں قبر نما ایک گڑھا ہے جہاں عورتیں کثیر تعداد میں جاکر اچھلتی کھیلتی ہیں اور چیختی چلاتی ہیں جس پر جن شیطان کا اثر ہے یا ڈائن ہے نام لے کر بولتی ہے ولی شاہ بابا چھوڑ دو، بابا چھوڑ دو پھر وہ عورت خود بولتی ہے کہ تم کو ایسے نہیں چھوڑونگا تم لوگوں کو بہت ستاتے ہو تم کو جلا کر چھوڑیں گے۔

اور اس کی ابتدا ایک لڑکی سے ہوئی ہے، پہلے ایک لڑکی اس گڈھے کے پاس جاکر گری اور بولنے لگی میں ولی شاہ بابا ہوں، میں ڈائن شیطان کو بھگانے آیا ہوں، اس لیے میرا مزار لگاؤ اور یہ کارنامہ تقریبا تین مہینے سے جاری ہے، نیز لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ گڈھا کسی کی قبر ہے یا نہیں اور اب لوگ باضابطہ ولی شاہ بابا کے نام سے عرس لگا رہے ہیں تو ان باتوں کے پیش نظر وہاں جانا عرس لگانا درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی ابوالحسنات خطیب وامام جامع مسجد کھجوریہ
پوسٹ کسگو ضلع گریڈیہ بہار مورخہ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

الجواب

سوال میں مدہوش عورتوں کی جس قسم کی باتوں کا حوالہ دیا گیا ہے شرع میں ان کا کوئی اعتبار نہیں اور جس جگہ کے بارے میں بالیقین یہ معلوم نہ ہو کہ یہاں کوئی مسلمان مردہ دفن ہے، اس کو کسی بزرگ کی قبر مان کر اس کی زیارت کے لیے جانا شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔ (فتاوی رضویہ)

اس لیے وہاں کوئی قبر مصنوعی بنانا اور اس جگہ عرس لگانا ہرگز جائز نہیں، مسلمان اس قسم کی خلاف شرع باتوں سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۳۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

قبر میں شجرہ وعہد نامہ وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔ بینوا توجروا

فقط والسلام: محمد حبیب بستوی

الجواب

جائز ہے۔ لیکن سرہانے طاق کھود کر رکھا جائے تاکہ تکویث سے محفوظ رہے۔ در مختار میں ہے

"كتب على جبهة الميت أو على عمامته او كفنه عهدنامه يرجى يغفرالله"

(مطلب فيما يكتب على كفن الميت: ۳/۱٤٦) واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۳ر جمادی الاولی

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ

(۳۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک قبرستان حدود درگاہ حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ تعالی علیہ میں واقع ہے جس میں بہت سی قبریں قبل کی پختہ وخام بھی ہیں۔ اب فی الحال اگر اس میں قبریں پختہ بنائی جائیں گی تو آئندہ مرنے والے کے دفن کے لیے جگہ باقی نہ رہے گی۔ اس لیے سجادہ نشیں یعنی متولی صاحب نے درگاہ شاہ عالم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے یہ حکم نافذ فرمایا ہے کہ اب کوئی پختہ قبر نہ بنائی جائے کیونکہ پختہ قبر کے بنانے میں بہت سی جگہ احاطہ قبر میں آجائے گی۔

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ سجادہ نشین صاحب کا یہ حکم مطابق شرع ہے کہ نہیں اور سجادہ نشین صاحب کو یہ اختیار شرعا ہے کہ نہیں، جگہ تنگ ہوجانے کی وجہ سے پختہ قبر بنانے کو منع کرسکتے ہیں۔ اگر ہے تو اس کا ثبوت سے جواب اور نام کتاب فقہ وحدیث مع صفحہ کے تحریر فرمائیں کہ آئندہ معاملات میں مکمل ثبوت سجادہ نشین دے سکیں، جواب جلد سے جلد دیں۔

خطیب جمال الدین ابن غلام محی الدین درگاہ حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ تعالی علیہ راج پور احمد آباد گجرات

الجواب

اصولاً جس طرح آج کل عام طور سے پختہ قبریں بنائی جاتی ہیں کہ اس کا کوئی حصہ کچا نہیں چھوڑا جاتا ہے، منع ہے۔ مشکوۃ شریف (ص ۱۴۸) میں ہے: "نهى النبي ﷺ ان يجصص القبور و ان يكتب عليها وان توطأ" اور عام وقفی قبرستان میں جہاں پر مسلمان کا برابر کا حق ہے، یہ مطلقا منع ہے۔

(شامی ج ۱ص ۶۲۷) میں ہے: "قبل لا يكره البناء اذا كان الميت من المشائخ و العلماء و السادات قلت لكن هذا في غير مقابر المسبلة" یہ کہا گیا ہے کہ اگر علمائے کرام اور

سادات کی میت ہو تو مقبرہ بنانا جائز ہے۔ امام شامی فرماتے ہیں: "یہ نجی قبرستان کا حکم ہے، عام قبرستان جو فی سبیل اللہ ہوں، وہاں اس کی اجازت نہیں۔ پھر اس صورت میں کہ قبروں کے پختہ کرنے میں آئندہ مردوں کی مٹی نہ دی جائے، پس سجادہ نشین صاحب کا حکم موافق شرع ہے اور ان کو یہ حق بحیثیت متولی کے حاصل ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲رصفر ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ، مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص عابد وزاہد نہ تھے، مثلاً نماز کے پابند نہ تھے اور داڑھی نہیں رکھتے تھے۔ مگر وہ عملا بہت بڑی خوبی کے مالک تھے، مثلاً ہر غریب وبیکس کو سہارا دینا ان کا شیوہ تھا اور انہوں نے پوری زندگی اس میں صرف کی اور یہ ان کی طرز گفتگو ہی نہ تھی بلکہ وہ اس پر تمام زندگی عمل پیرا بھی رہے تو کیا ایسے شخص کے مزار پر کتبہ جس پر وفات کا سن لکھا ہوا ہے، بطور یادگار لگانا جائز ہے یا نہیں؟

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان خوبیوں کے مالک ہوتے ہوئے اس شخص کا نام ونشان دنیا سے مٹ جائے گا۔ کیونکہ ان کے آل واولاد نہیں ہیں تو ہم نے یہ اقدام کیا ہے تو اب شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے صادر فرمائیں۔

المستفتی: نثار احمد، پورہ صوفی مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب

ضرورت کے وقت قبر پر کتبہ لگانا جائز ہے۔ لیکن ایسی جگہ نہ ہونا چاہیے کہ تحریر کی بے حرمتی ہو۔ در مختار میں ہے: "لا باس بالكتابة ان احتيج اليها كي لا يذهب الاثر ولا يمتهن" واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید سنی عقیدہ رکھتا ہے اور اپنے عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے شیعہ کی میت کا جنازہ پڑھنا چاہتا ہے، ایسی صورت میں زید کو از روئے شرع شیعہ کی میت کا جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور اگر زید نے شیعہ کی میت کا جنازہ پڑھ لیا اور میت کے واسطے دعائے مغفرت بھی کی تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

آج کل شیعہ عموماً تبرائی اور اس حد تک گمراہ ہوتے ہیں کہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان کی نماز

جنازہ اگر کسی سنی نے لاعلمی میں پڑھ لی توبہ واستغفار کرلے اور اس سے سخت پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

کیا مسلم قبرستان کو وسعت دینے کے لیے چندہ کرنا جائز ہے، غیر مسلم لوگ بھی چندہ دینے کے لیے تیار ہیں جب کہ مسلم طبقہ بہت غریب ہے کیا ایسی صورت میں غیر مسلم طبقہ کا پیسہ مسلم قبرستان کی تعمیر ووسعت دینے میں لگایا جاسکتا ہے کہ نہیں؟　سید خلیل احمد قادری، خطیب وامام جامع مسجد

الجواب

اس چندہ سے آئندہ مسلمانوں کے حقوق میں خلل پڑنے کا اندیشہ نہ ہو اور وہ قبرستان پر آئندہ کوئی حق نہ جتلائیں تو وہ چندہ قبرستان میں لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے بکر سے یا کسی غیر مسلم سے دوکان بنوانے کے لیے شہر میں ایک جگہ خریدی اور اس کے نیویں یا اس کے اندر کوئی قبر نکلی، ایسی صورت میں وہ جگہ دوکان کے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحقیق نہیں کہ وہ مسلمان کی قبر ہے یا کسی غیر مسلم کی اس کے متعلق مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔ عین نوازش ہوگی۔　المستفتی　محمد کبیرالدین قادری، مدینہ مسجد سادپور چورو راجستھان

الجواب

قبر اگر نیو میں پڑتی ہے تو قبر کے اوپر دیوار نہ قائم کی جائے بلکہ قبر کے چار طرف ستون قائم کرکے اس پر ڈاٹ لگادی جائے اور اس کے اوپر سے دیوار قائم کیجائے اور دوکان کے اندر پڑتی ہے تب بھی چار طرف سے دیوار قائم کرکے اس پر چھت ڈال دی جائے اور یہ چھت دوکان کے فرش سے دو گرہ اونچی ہو، اب یہ گویا ایک کمرہ ہے جس کے اندر قبر ہے اور اوپر دوکان ہے۔

اس میں کوئی حرج نہیں ہندو عام طور سے اپنے مردوں کو پھونکتے ہیں اس لیے ظاہر یہی ہے کہ یہ قبر کسی مسلمان کی ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو　۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

تجہیز وتکفین وتدفین کا بیان

(۱-۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ہندہ مری تو گاؤں کے امام نے غسل کے بعد ایک کپڑا بنام تہبند دلوایا، جو کہ پیشانی سے لے کر ٹخنہ کے نیچے تک تھا اور اس کپڑے کے نیچے کوئی کپڑا نہیں دلوایا اور ایک کپڑا بنام سینہ بند دلوایا اور اسی کپڑے سے دونوں ہاتھوں کو لے کر اوپر بندھوایا۔ کیا شرعاً یہ جائز ودرست ہے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) اور قبر کے اندر جہاں مردے کا چہرہ رکھا جاتا ہے، وہاں داہنے جانب اونچی رکھوائی، جب مردے کو قبر میں رکھا گیا تو پورا قبلہ کی جانب ہوگیا۔ کیا ایسا کرنا جائز ودرست ہے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب

(۱) امام صاحب نے تہ بند کی لنبان تو ٹھیک رکھی مگر اس کا استعمال غلط کرایا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفنی پہنائی جائے، اس کے بعد تہبند پہنایا جائے، تہبند کفنی کے اوپر ہونا چاہیے وسینہ بند پستان سے لے کر ران تک لمبا ہو۔ اس کو تمام کپڑوں یعنی چادر کے بھی اوپر پہنایا جائے (بہار شریعت)

(۲) قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو داہنی کروٹ پر لٹائیں اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کردیں امام صاحب نے جو ترکیب کی اس سے میت کا چہرہ قبلہ کی طرف ہوگیا تو مقصد حاصل ہوگیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم　عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسلمان کے جنازے میں ہندو کو محبت میں ساتھ چلنا قبرستان تک آئے اور مرحوم کا دیدار کرکے روئے ایسے ہندو مرحوم کی زندگی میں بڑی محبت سے ملتے تھے اور مرنے سے اس طرح پیش آنا کیا رحمت الٰہی کا نزول اس ہندو کی وجہ سے رک جائیگا یا برابر نزول ہوتا رہے گا آخر کیا ہوا؟ یہ جواب مبارکہ سے نوازیں۔

الجواب

ہندو اپنی مرضی سے اگر جنازہ کے ساتھ جاتا ہے اس میں ہم پر کوئی الزام نہیں، نہ مردے کو اس سے کچھ نقصان ہوگا۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾[الانعام:۱۶۴]

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک شخص (مولوی زماں امجدی) نے موضع لائق پور میں ایک میت کو کفن دیئے جانے کے وقت

وہاں کے امام مسجد و معلم سے کفن کے مسئلہ پر بغیر دلیل بحث و مباحثہ کیا اور کہا کہ مرد کی میت کو دو چادر (دو لفافہ) ایک تہبند (وہ کمر سے گھٹنے تک) جب کہ وہاں کے امام نظام الدین صاحب نے شرع کے مطابق کفن کو تیار کیا تھا اس طرح کہ لفافہ یعنی چادر میت کے قد سے اس قدر زیادہ کہ ہر دونوں طرف باندھ سکیں اور ازار یعنی تہبند چوٹی (سر) سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنا چھوٹا کہ جو لفافہ میں باندھنے کے لئے زائد تھا اور قمیص گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے پیچھے دونوں طرف سے برابر ہو مگر مذکورہ مسئلہ کو زماں امجدی نے کہا کہ یہ غلط ہے، لہٰذا بطور ثبوت کے بہار شریعت دکھائی گئی پھر بھی مذکورہ مسئلہ کا انکار کرتے ہوئے زماں امجدی نے کہا کہ تہبند کمر سے گھٹنے تک ہوتا ہے، جو میں کہہ رہا ہوں وہ صحیح ہے، اور وہ غلط ہے جو آپ بہار شریعت سے سمجھ رہے ہیں، پھر امام صاحب نے کہا کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے بھی ازار (تہبند) کو چوٹی (سر) سے قدم تک صحیح فرمایا ہے تو زماں امجدی نے کہا کہ میں مفتی کو نہیں مانتا، وہ سب تو جاہل مطلق ہوتے ہیں اور اپنے ذاتی مفاد کے لیے حکم صادر کرتے ہیں، مزید یہ کہا کہ ایسے مفتی کو حکم نہیں ہے، وہ فتویٰ دے جو متبع سنت اور شریف النفس نہ ہو۔ بہر حال زماں امجدی نے اپنے کہنے کے مطابق شور و غل مچا کر میت کو ایک تہبند کمر سے گٹی تک اور دو چادر میں کفنا کر ہی سانس لیا، اس فعل سے وہاں کی عوام نے ان امام صاحب کو جاہل اور زماں امجدی کو حضرت مولینا تسلیم کر لیا۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ زماں امجدی بغیر دلیل کے شریعت کے قانون کو توڑا اور غلط بھی کہا (انکا مسئلہ کیا) لہٰذا جو حکم شرع نافذ ہوتا ہے مدلل تحریر فرمائیں اور زمان امجدی جن سے بیعت ہیں وہ بیعت باقی رہی یا نہیں۔

المستفتی: مسلمانان لائق پور ضلع مئو

الجواب

مسئلہ مسئولہ میں امام صاحب نے جو کچھ بتایا ہے وہ صحیح ہے بہار شریعت اور فتاویٰ عالم گیری میں لکھا ہے کہ "والازار من القرن الی القدم" (۲۰۲/۱) ازار سر سے قدم تک ہے، اس کے برخلاف مولینا موصوف نے جو کچھ کہا وہ کتب فقہ کے بالکل خلاف ہے، لہٰذا مولینا کا اس قسم کی باتیں کرنا کہنا مسئلہ کے عدم افقیت کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے گھر ایک مہمان حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہوا۔ بچے کی ماں اور جو عورتیں بچہ کی پیدائش کے وقت موجود تھیں سب نے متفقہ طور پر بتایا کہ اس بچے کے اندر کوئی ایسی علامت نہیں پائی گئی کہ جس سے بچہ زندہ سمجھا جائے یعنی ماں کے پیٹ ہی سے مردہ پیدا ہوا۔

زید سوری کے کام کے لیے چمارن بلانے گیا تو حسب معمول سے زیادہ مزدوری مانگنے لگیں جس میں زید اپنے گھر چمارن کو نہ لاسکا۔ اور ایام سوری میں جو کام چمارنیں انجام دیتی ہیں۔ زید نے اپنے گھر کی عورتوں سے کروایا۔ اس وجہ سے برادری کے لوگوں نے اس سے ناراض ہو کر ایک سوا کیاون روپے جرمانہ وصول کیا کہ اس نے چمارنوں کا کام اپنی عورتوں سے کروایا جس سے ہماری قوم بدنام ہوتی ہے اور بچے کو قبرستان کے بجائے دوسری جگہ دفن کیا۔ کیا برادری کا یہ فعل درست ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمایا جائے۔ مہربانی ہوگی۔

المستفتی: عبدالحمید، مقام حسن گڑھ

الجواب

مرے ہوئے بچے کو بھی قبرستان میں ہی دفن کرنا چاہیے۔ لیکن یہ اتنا بڑا جرم نہیں کہ اس کی بنیاد پر کسی کا بائیکاٹ کیا جائے یا اس سے جرمانہ وصول کیا جائے۔ زید کو سمجھانا چاہیے تھا کہ یہ کام جہالت کا ہے۔ وہ اگر اس کا اعتراف کرتا۔ اور اظہار ندامت کے ساتھ آئندہ پرہیز کرنے کا عہد کرتا تو اس سے کسی قسم کا تعرض جائز نہ تھا۔

اسی طرح سوری کا کام چمارنوں سے کرانے کے بجائے خود کرنا وہ بھی مجبوری سے کہ وہ زیادہ پیسے مانگتی تھیں۔ شرعاً کوئی جرم نہیں۔ پس ان بنیادوں پر جن لوگوں نے زید پر جرمانہ کیا غلط کیا اور ناجائز کیا۔ اور مالی جرمانہ تو کسی حال میں لینا جائز نہیں۔ چاہے واقعۃ جرم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

متعدد کتب فقہ میں ہے: "لایجوز التعزیر بالمال"

پس صورت مسئولہ میں برادری کے لوگوں پر واجب ہے، جنہوں نے جرمانہ وصول کیا ہے کہ فوراً وہ پیسہ واپس کریں اور زید سے معافی مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۸/ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ

نماز جنازہ کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں زید کی نماز جنازہ ہو چکی اور ان کو دفن بھی کر دیا، یہ بہت مشہور و معروف آدمی تھا، وہاں سے کچھ دو میل دوری پر کچھ لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہا مگر پڑھا نہیں گیا دوبارہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ برائے کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

آپ کا نیاز مند محمد دلاور حسین رضوی

الجواب

ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی تو دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جاسکتی۔

عالم گیری میں ہے: ان صلی علیه الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعده۔(۱/۲۰۶)

یونہی غائب کی نماز جنازہ بھی نہیں اسی میں ہے:

ومن الشروط حضور المیت ووضعه و کونه امام المصلی فلایصح علی غائب۔

صورت مسئولہ میں لوگوں نے دوبارہ دومیل کی دوری پر نماز جنازہ نہیں پڑھی اچھا کیا اگر پڑھتے تو دو خرابیوں میں مبتلا ہوتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۲-۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں

(۱) میت کے غائبانہ میں نماز جنازہ ہوگی یا نہیں، نیز یہ بتایا جائے کہ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی درست ہے یا نہیں آیا مصلی کے اوپر کیا حکم نافذ ہوگا؟۔

(۲) زید نے اپنے بیٹا اور بیٹی کی شادی کسی دیوبندی شخص کے بیٹا اور بیٹی سے کرائی شادی درست ہے یا نہیں؟ اگر زید نے شادی کرائی تو اس کے حق میں کیا حکم نافذ ہوگا؟۔

(۳) زید ولدزنا ہے اور وہ عالم بھی ہے تو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی امامت درست ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اس کی امامت درست نہیں ہے، دونوں گروہ کے حق میں کیا حکم نافذ ہوگا؟ اور ان کی اقتدا کرنے والوں میں سے جاہل بھی ہیں اور عالم بھی ہیں تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟۔

(۴) تاڑی پینا حرام ہے یا نہیں؟ کیا اس میں کوئی قید ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے شام میں مٹکے کو لگایا اور صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے اس کو اتار لیں اور پی لیں اور نشہ نہ آئے تو کیا یہ حلال ہوگا یا نہیں؟ اس کے بارے میں کیا تحقیق ہے؟ نیز اگر کوئی شخص دوا کے طریقے پر تاڑی اور شراب کو استعمال کرے تو اس کا کیا حکم ہے، اس کے لیے پینا حلال ہے یا پینا حرام؟ اگر حلال ہے تو کسی صورت؟ سے نیز یہ بھی بتائیے کہ کھجور کی تاڑی پینا دوا کے طور پر یا غیر دوا کے طور پر کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کی کھیر پکا کر کھاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟۔

(۵) زید اہل سنت وجماعت ہے اور بکر دیوبندی اور زید بکر کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا اس صورت میں شادی کرنے کا جواز نکلتا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں اگر کوئی راستہ نکل سکتا ہے تو کس صورت میں یا کوئی راستہ نہیں نکل سکتا ہے؟۔

(۶) اگر کوئی سنی دیوبندی کے پیچھے نماز جنازہ جان بوجھ کر پڑھ لے اور وہ شادی شدہ ہے تو اس کا عقد باقی رہے گا یا نہیں؟ نیز اگر کوئی شخص دیوبندی کے پیچھے نماز پنج گانہ اور نماز جمعہ اور نماز عیدین جان

بوجھ کر پڑھ لے تو اس صورت میں کیا حکم صادر ہوگا؟۔

بس ان تمام سوالوں کے جوابات فرداً فرداً قرآن وحدیث کی روشنی میں مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی عتیق وارثی، ساکن بلیامنی پوسٹ مشری پور

الجواب

(۱) حنفی مذہب میں نماز جنازہ کے لیے میت کا سامنے موجود ہونا ضروری ہے، غائب کی نماز جنازہ نہیں، جن لوگوں نے ایسا کیا کراہت کے مرتکب ہوئے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے رسالہ "الهادی الحاجب عن نهی صلاة الجنازة علی الغائب" کا مطالعہ کریں۔

(۲) جن لوگوں کی گمراہی حد کفر تک پہونچی، ان کے ساتھ نکاح جائز ہی نہیں مرد ہو یا عورت۔

عالم گیری میں ہے: ایسا باپ جس نے یہ کیا شرعاً دیوث اور حرام کار ہوا۔

(۳) اگر جماعت میں اس سے افضل کوئی نہ ہو تب تو امامت کے لیے وہی متعین ہے ورنہ اس کی امامت میں خفیف کراہت ہے۔

(۴) جس چیز میں نشہ ہو اس کا استعمال کم ہو یا زیادہ حرام ہے۔

"ما اسکر کثیره فقلیله حرام۔

اور جس میں نشہ ہو ہی نہیں وہ حرام نہیں، لیکن تہمت کے کام سے بچنے کا حکم ہے۔

(۵) اس کا جواب نمبر۲ سے ظاہر ہے۔

(۶) اس کے کفر پر مطلع ہو کر مسلمان سمجھ کر پڑھا تو یہ بھی کافر ہوگیا۔ اور عقد باطل ہوجائے گا۔ ورنہ سخت گنہگار رہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۰ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے خالد کی نماز جنازہ پڑھایا اور اس نے تین تکبیر میں رفع یدین کیا۔ اور چوتھی تکبیر میں سلام پھیر دیا۔ تو کیا خالد کی نماز جنازہ ہوئی کہ نہیں؟ مفصل طریقہ پر دلیل سے واضح کریں۔ نیز قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ المستفتی: محمد مختار عالم رضوی، ضلع مدھوبنی بہار

الجواب

احناف کے نزدیک نماز جنازہ چار تکبیروں سے ہی پڑھی جاتی ہے۔ اس لیے اگر چار تکبیر کے بعد

امام نے سلام پھیر دیا تو ٹھیک ہی کیا۔ درمختار میں ہے:

وهی اربع تکبیرات یرفع یدیه فی الاولی فقط۔(۲۵۹/۵)

بقیہ تکبیروں میں ائمہ احناف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک ہاتھ اٹھانے کا حکم نہیں ہے۔ بقیہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رفع یدین کا حکم ہے البتہ ائمہ احناف سے چاروں تکبیروں میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ تو امام نے اگر بھول کر چاروں تکبیروں میں ہاتھ اٹھایا تب بھی نماز جنازہ صحیح ہوگئی۔ البتہ اس نے مذہب کے خلاف کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو ۶ رذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ

(۹۔۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید جو کہ وہابی دیوبندی مسلک پر مرا اور اس کی نماز جنازہ میں سنی عوام نے شرکت کی اور نماز جنازہ پڑھی اور تدفین کے جملہ مراسم ادا کئے۔ دریافت یہ ہے کہ جن لوگوں نے نماز میں شرکت کی ان پر عندالشرع کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

(۲) نماز جنازہ کے بعد دعائے مغفرت کرنا اس کے بعد مردے کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جو شخص یہ کہے کہ سنی اور دیوبندی اختلافات صرف علماء کی نفس پرستی اور مثل سیاسی لڑائی کے ہے، اس پر عندالشرع کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ المستفتی: محمد نثار احمد، غازیپور یوپی

الجواب

(۱) دیوبند کے چار عالم مولوی رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی، ان کے توہین رسول اللہ ﷺ کرنے کی وجہ سے حرمین شریفین کے علماء نے کفر کا فتوی دیا۔ اور ان کے کفر پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان اور اپنا پیشوا سمجھنے والوں کے لیے شفا شریف کی یہ عبارت تحریر کی کہ، من شك فی کفرهم وعذابهم فقد کفر۔ (الشفاء: الباب الاول. ۲/۲۱۶) اگر فی الواقع زید ایسا تھا تو اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھنے والے بھی اسلام سے خارج ہوگئے، ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار اپنے اس عمل سے کریں اور عہد کریں کہ ہم آئندہ کبھی ایسا نہیں کریں گے اور از سر نو کلمہ پڑھیں اور تجدید ایمان کریں اور نکاح کی بھی تجدید کریں۔

درمختار میں ہے: و ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح۔

(۲) جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے نام اس کا" بذل الجوائز للدعاء بعد صلوة الجنائز" ہے۔

(۳) ایسا شخص مسلمان نہیں مولانا احمد رضا خان صاحب فتاوی رضویہ ص ۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

ایسی صورت میں عمر سنی تو کیا مسلمان بھی نہیں جس کے نزدیک اسلام اور کفر یکساں ہیں اور کفر کا جھگڑا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۱۲۔۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید شراب پیکر اور سلفا کی گولی کھا کر مرا۔ لہذا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟۔ زید جو تھا وہ شریعت کے منہیات کا مرتکب بھی تھا۔

(۲) عمر کے پاس دو آدمی آئے زید کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے عمر عالم دین بھی ہے۔ زید کی ایسی حالات سن کر اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دے دیا۔ لہذا اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں، کرم ہوگا۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد رفیق، مقام مبارک پور پوسٹ روضہ درگاہ ضلع گورکھپور یوپی

الجواب

خودکشی کر کے مرنے والے کی نماز جنازہ کے بارے میں ہمارے امام اعظم وہمام اقدم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے چھوٹے شاگرد امام محمد ابن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ وہ اگرچہ بہت گناہ گار ہے مگر کافر نہیں۔ شریعت نے ایسے شخص کو فاسق قرار دیا ہے اور فاسق کی نماز جنازہ پڑھنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے: الصلوة واجبة علیکم علی کل مسلم مات برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر ۔تمہارے اوپر مرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار، گناہ کبیرہ کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔

(بحوالہ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۷۸)

اسی لیے درمختار شرح تنویر الابصار جلد اول ص ۵۸۴ رمیں ہے: من قتل نفسه ولو عمدا یغسل و یصلی علیه و به یفتی۔ جس نے قصدا خود کو قتل کر ڈالا اسے غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ مگر امام اعظم کے بڑے شاگرد امام ثانی حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ان کی تائید میں بھی صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے: ان رسول اللہ ﷺ اتی برجل قتل نفسه فلم یصل علیه۔

حضور ﷺ کے پاس ایک ایسا آدمی لایا گیا جس نے خودکشی کی تھی تو آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں: ورجح الکمال قول الثانی (ای ابو یوسف) لما فی مسلم (درمختار اول ص ۵۸۴) اور کمال ابن ہمام نے امام ثانی قاضی ابو یوسف کے قول کی تائید فرمائی مسلم

شریف کی حدیث کی وجہ سے۔ حضرت شیخ ابراہیم حلبی اپنی کتاب کبیری ص ۵۴۷ میں فرماتے ہیں: وقال الشیخ کمال ابن همام (رحمه الله تعالیٰ) فی صحیح مسلم ما یؤید قول ابو یوسف ۔

حضرت مولانا کمال ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ صحیح مسلم شریف کی حدیث سے قول ابو یوسف کی تائید ہوتی ہے اور علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: عن الامام سعدی الاصح عندی انه لا یصلی علیه لانه لا توبة له قال فی البحر فاختلف التصحیح لکن تائید الثانی بالحدیث ۔ (حوالہ مذکورہ بالا درمختار)

حضرت امام سعدی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہی ہے کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لیے کہ اس کی توبہ ہی نہیں ہے۔ (صاحب بحر علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: فاختلف التصحیح لکن تائید الثانی بالحدیث ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنے کے جواز اور عدم جواز دونوں رخ ہیں اور اصحاب ترجیح وتصحیح نے دونوں ہی رخ کی تصحیح وتائید کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ سوال میں ذکر کیے ہوئے مسئلہ میں حضرت امام اعظم اور ان کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما میں اختلاف ہے کہ امام صاحب اور امام محمد نماز جنازہ کو جائز بتاتے ہیں، اور قاضی صاحب ناجائز، اور بعد کے علما کا ترجیح وتصحیح میں بھی اختلاف ہے کہ کچھ پہلے قول کو زیادہ صحیح بتاتے ہیں اور کچھ دوسرے قول کو۔

ایسی صورت میں ہم جیسے مفتیان ناقل بلکہ صاحبان فکر ونظر علمائے دین کے لیے بھی قضاء وافتا کے کچھ اصول بتائے گئے ہیں، مثلاً رسم عقود المفتی ص ۱۹ پر ہے:

(۱) اذا اتفق ابو حنیفة و صاحباه علی الجواب لم یجز العدول عنه و کذا اذا وافقه احدهما۔ واما اذا انفرد عنهما بجواب خالفاه فیه و اتفقا علی جواب واحد حتیٰ صار هو فی جانب وهما فی جانب۔

جب کسی مسئلہ کے جواب میں امام صاحب اور ان کے دونوں شاگرد متفق، یا امام صاحب کے ساتھ ان دونوں شاگردوں میں سے کوئی ایک شاگرد متفق ہو، تو امام صاحب کے قول سے عدول جائز نہیں۔ اور جب امام صاحب اکیلے ہوں اور ان کے دونوں شاگردان کے خلاف قول پر متفق ہوں تو ایسی صورت میں مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً درمختار جلد اول ص ۵۰ر میں ہے:

(۲) قال شیخنا الرملی فی فتاواه بعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبه وغیرها ولفظ وبه یفتی آکد من الفتوی علیه۔

ہمارے شیخ رملی نے فرمایا بعض الفاظ سے بعض زیادہ اہمیت اور تاکید رکھتے ہیں۔ چنانچہ لفظ فتوی لفظ صحیح اور اصح اور اشبہ سے زیادہ مئوکد ہے۔

(۳) متیٰ کان فی المسئلة قولان مصححان جاز القضاء و الافتاء باحدهما۔

(درمختار اول ص ۱۶۴)

اور جب کسی مسئلہ میں دو قول ہوں دونوں کی تصحیح اور ترجیح علما سے منقول ہو تو قاضی اور مفتی کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس پر چاہے فتوی دے اور اس کے موافق فیصلہ کرے، قضاء اور افتا کے ان تینوں قاعدوں کی روشنی میں اگر خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو پہلے اور دوسرے قاعدہ کی رو سے نماز جنازہ جائز ہونے کے حکم کی تائید، ترجیح اور تصحیح ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ پہلے قاعدے میں تصریح ہے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد ابن حسن) میں سے دو امام کسی مسئلہ میں ایک طرف ہوں اور ایک امام تنہا ان دونوں کے خلاف پہلو کو اختیار کریں تو ان کے اکیلے کی بات نہیں مانی جائے گی۔ بلکہ دو اماموں کے متفقہ قول پر فتوی اور عمل ہونا چاہیے۔

یوں ہی کتب فقہ میں طرفین (امام ابوحنیفہ، امام محمد) کا قول نقل کر کے مصنفین لکھتے ہیں: به یفتی (اسی پر فتوی ہے) اور یہ لفظ الفاظ فتوی میں سب سے زیادہ مئوکد ہے تو اس قاعدے کے لحاظ سے بھی طرفین کے قول جواز کو ہی مقبول اور مقدم ہونا چاہیے۔ لیکن مسئلہ دائرہ میں مشکل یہ ہے کہ علمائے فکر واجتہاد اور اصحاب تصحیح وترجیح نے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قول کی بھی تائید وتصویب کی ہے اور عدم جواز نماز جنازہ کی بھی ترجیح وتصحیح کی ہے، جیسا کہ میں اوپر تحریر کر آیا ہوں کہ امام ابن ہمام نے حضرت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول کو راجح بتایا۔ امام سعدی نے اسی کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

اور علامہ شامی نے صاحب بحرالرائق علامہ ابن نجیم کا قول نقل کیا کہ اس مسئلہ میں اصحاب ترجیح کی طرف سے جواز اور عدم جواز دونوں قولوں کی ترجیح اور تصویب مروی ہے کہ کسی نے طرفین کے قول کو راجح کہا اور کسی نے قاضی ابو یوسف کے قول کو راجح کہا۔ تو ہر دو جانب کی تصحیحوں میں بھی تعارض اور تخالف ہو گیا اس لیے تیسرے قاعدے کا تقاضا یہ ہے کہ مفتی ان دونوں میں کسی بھی ایک رخ کو اختیار کرے۔

ہم نے اس مسئلہ کو پوری تفصیل سے اس لیے لکھدیا کہ سائل پر واضح ہو جائے کہ مسئلہ بنیادی یا متفق علیہ مسئلہ نہیں ہے۔ شروع سے بھی یہ مسئلہ فرعی اور اختلافی رہا ہے تو اگر آپ کی معلومات کے خلاف کسی نے کچھ کہہ دیا تو اس پر زیادہ سنجیدہ ہونے اور ایسا ایکشن لینے کی ضرورت نہیں کہ معاملہ جنگ وجدال اور فتنہ وفساد تک پہونچے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة:۲۱۷]

مولوی محمد عمر صاحب کی کوتاہی یہی ہے کہ انہوں نے کتاب دیکھ کر مسئلہ نہیں بیان کیا۔ بہار شریعت میں ہے: جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اگر چہ قصداً خودکشی کی ہو۔ (حصہ چہارم ص۱۳۵)

عالم گیری میں ہے: و من قتل نفسه عمدا يصلى عليه عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ و محمد رحمه الله تعالىٰ و هو الاصح۔ (جلد اول ص۱۶۳)

تو جب فقہ کی عام اردو عربی کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ صرف اتنا ہی لکھا ہوا ہے تو ان کو اس روش سے ہٹ کر فتوی دینے کی کیا ضرورت پڑی۔ الغرض فتوی ہم بھی یہی دیتے ہیں کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے لیکن کسی نے جان کر یا بے جانے نہ پڑھنے کا حکم دے دیا تو اس پر برہم ہونے اور الجھنے کی ضرورت نہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾[البقرة: ۲۲۰] اللہ تعالیٰ فسادی اور صلح پسند دونوں کو خوب جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

(۱۴-۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) جنازہ کی نماز میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہیے یا سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑنا چاہیے؟ بحوالہ حدیث بیان فرمائیں۔

(۲) ٹھیکیداری اور اس کی آمدنی سے کوئی کام شرعاً جائز ہے یا نہیں۔؟

(۳) زید بستی کی مسجد میں جہاں برابر پنج وقتی نماز اور جمع کی نماز ہوتی ہے، نماز نہیں پڑھتا بلکہ بوجہ مخاصمت چند مسلمانوں کو ہمراہ لے کر بازار میں جہاں مسجد نہیں ہوتی صرف جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے۔ اور دوسرے مسلمانوں کو کافر و منافق کہتا ہے۔ زید کا ایسا کرنا ازروئے قرآن وحدیث کیسا ہے؟ اس کے ساتھ نماز پڑھنا اور اس سے بات چیت کرنا درست ہے یا نہیں؟۔ مستفتی محمد صابر، بریاپوری

الجواب

ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا جائز ہے۔ ھدایہ میں ہے:" والاصل ان كل قيام فيه ذكر مسنون يعتمد فيه وما لا فلا هو الصحيح۔

(۲) ٹھیکیداری جائز بھی ہے اور ناجائز بھی، کام کی نوعیت اور شرائط کے لحاظ سے اس کے جواز یا عدم جواز کا حکم ہوگا۔ اس لیے جب تک تفصیل نہ معلوم ہو صحیح جواب نہیں دیا جاسکتا۔

(۳) زید اگر مسلمانوں کو بلاوجہ کافر و منافق کہتا ہے تو خود زید پر ہی کفر کا خطرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "اذا اكفر الرجل اخاه فقد باء به احدهما" اگر سائل کا بیان صحیح ہے کہ بلاوجہ محلہ کی مسجد سے

الگ ہو کر نماز پڑھتا ہے۔ تو حق مسجد کا تلف کرنے والا اور بحوالہ آیت کریمہ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾[البقرة: ۱۱۴] سخت ظالم اور گنہ گار ہے اور نماز ترک کرنے کی وجہ سے فاسق معلن ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان، اعظمی دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ۵ر جمادی الآخری۔

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

زید کا یہ فعل بلاوجہ شرعی ہے تو یہی حکم ہے جو مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ لیکن اگر مسجد کا امام دیوبندی یا بدعقیدہ ہے جس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، تو زید کا یہ فعل درست ہے۔ اور ایسی صورت میں زید کو یہی کرنا چاہیے۔ عبد العزیز عفی عنہ

(۱۷-۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) احاطہ مسجد میں جنازہ کی نماز جائز ہے یا ناجائز؟ مسجد کا احاطہ نہایت وسیع ہے، اس کے اندر مدرسہ ہے، مدرسہ کے صحن میں نماز ہو تو درست ہے یا نہیں؟۔

(۲) احاطہ مسجد میں کبھی کبھی جانور کا ذبیحہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔

(۳) گیارہویں شریف کے موقع پر فاتحہ کے لیے مرغ کے گوشت کا اہتمام کرنا جب کہ وہ غیر اللہ کے نام پر موسوم نہ ہو یعنی غیر ارادی طور پر مرغ ذبح کیا اور فاتحہ دلادی کیسا ہے؟۔

(۴) عرس شریف میلاد و فاتحہ کی تاریخ کا تعین کرنا جائز ہے یا ناجائز؟۔

(۵) دیوبندی، اہل حدیث، جماعت اسلامی، کے امام کے پیچھے اہل سنت کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ جواب خلاصہ دیا جائے۔

(۶) فاتحہ کی شیرینی یا کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر بہتر ہے یا شرک ہے؟ دیوبندیوں کا اعتراض ہے سامنے رکھنے سے شرک ہو جاتا ہے، فاتحہ کی ضرورت نہیں صرف نیت شرط ہے۔ فاتحہ کا کوئی ثبوت نہیں؟

(۷) میلاد کے اندر قیام تعظیمی ناجائز ہے، میلاد کرنا لغو ہے۔ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔

محمد یوسف چوراچوری

الجواب

(۱) مسجد کے جس احاطہ کا ذکر کیا گیا ہے اس میں نماز جنازہ جائز ہے، حدیث شریف میں جو ممانعت آئی ہے وہ مسجد کے اندر پڑھنے کی ہے، اور یہ زمین گو، چہار دیواری کے اندر ہے، لیکن مسجد سے خارج ہے۔ شامی میں ہے: " وحمل الاتفاق على عدم الكراهة فى حق من كان خا

المسجد" حاشیہ میں ہے "مع المیت" اس پر سب کا تفاق ہے کہ اگر نماز جنازہ پڑھنے والے اور میت دونوں مسجد سے باہر ہوں تو نماز جنازہ میں کوئی کراہت نہیں۔ بلکہ اس کا ثبوت خود حدیث شریف سے ہے: "کنا جلوسا بفناء المسجد حیث یوضع الجنائز۔ ہم مسجد کے اس صحن میں بیٹھے تھے جہاں جنازے لاکر رکھے جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ صحن مسجد نبوی ہی سے متعلق تھا جس میں جنازے رکھے جاتے تھے۔

(۲) اصل یہ ہے کہ مسجد کی زمین میں ایسا کام کرنا جو وقف اور واقف کی منشاء کی خلاف ہو، ناجائز اور حرام ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ جب کبھی کبھار ذبح کرلیا کرتے تو اس کو خود واقف بھی منع نہیں کرے گا نہ وقف کی زمین میں تصرف بیجا ہوگا، اس لیے یہ ناجائز وحرام نہ ہوگا لیکن یہ واضح کہ نہ تو وہاں ذبح کی عادت ڈالنا چاہئے اور نہ اس کو اپنا حق سمجھنا چاہئے۔ ذبح کے بعد صحن میں نجاست کی آلودگی رکھنا اور اس سے بچنا بہرحال ضروری ہے۔

(۳) سوال میں ذکر کیا ہوا مرغ اگر قبل سے کسی کے نام سے منسوب بھی ہو، مگر ذبح کے وقت اس کو "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ کر ذبح کیا گیا تو جائز ہے۔ اور اس پر فاتحہ دلانا جائز ہے۔ تفسیر احمدی میں ہے: "من ھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لا یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا یسمونھا لھم"

(۴) امور خیر کیلیے دن مقرر کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے: "جاءت امرأۃ الی رسول اللہ ﷺ فقالت یا رسول اللہ ذھب الرجال بحدیثك فاجعل لنا من نفسك یوما ناتیك فیہ تعلمنا مما علمك اللہ قال فاجتمعن فی یوم کذا و کذا فی مکان کذا و کذا فاجتمعن فاتاھن رسول اللہ ﷺ۔ اور خاص قبروں کی زیارت کرنا تو حضور سے دن مقرر کرکے ثابت ہے: "انہ ﷺ کان یأتی علی رأس کل حول قبور شھداء احد"

(۵) سوال میں ذکر کئے ہوئے فرقوں والے یا تو سخت مبتدع اور گمراہ ہیں یا کافر ہیں۔ بہر تقدیر ان کے پیچھے نماز منع ہے، کفر کی صورت میں نماز ہوگی ہی نہیں اور گمراہی کی شکل میں مکروہ ہے۔ عالمگیری میں ہے: "ان کان صاحب ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ والافلا" (باب فی الامامۃ: ۱/۱۰۷)

(۶) کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے۔ کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ثم قال فیہ ما شاء اللہ۔ اس کو شرک کہنا جہالت ہے، میلاد و فاتحہ کے ثبوت میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ایک کا نام ہے۔ انوار ساطعہ فی بیان المولود والفاتحہ۔ آپ اسے مطالعہ کریں۔

(۷) میلاد شریف کے اندر قیام نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور باعث ثواب ہے۔ اور حکم الہی کی تعمیل اور بجا آوری ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿ صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً ﴾ [الاحزاب: ۳۳] پس ہر وقت اور ہر ہیئت کے ساتھ سلام جائز ہے۔ حضور ﷺ نے ایک نابینا کو یہ دعاء کی تلقین فرمائی کہ۔ "یا محمد انی اتوجہ بك الی ربی" (المعجم الکبیر: ۹/ ۳۰) پس اگر یارسول اللہ کہنا شرک ہوتا تو خود رسول اللہ ﷺ اس کی تعلیم اور تلقین نہ فرماتے۔ اصل یہ ہے کہ کتا کاٹے ہوئے کو ہر طرف کتا ہی کتا نظر آتا ہے اسی طرح بعض لوگوں کو شرک کا آزار ہوتا ہے اور وہ ہر چیز کو شرک ہی شرک جانتے ہیں۔ مختلف فیہ مسائل پر آپ علمائے اہل سنت کی کتابیں ملاحظہ فرمائیں حقیقت واضح ہوجائے گی۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، ۳؍ رجمادی الاولی ھ

(۲۴۔۲۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید ایک سنی صحیح العقیدہ حافظ وعالم ہے اور جامع مسجد کا امام بھی ہے، جامع مسجد کا ایک عرصہ دراز سے یہ قانون ہے کہ جو جامع مسجد کا امام ہو وہی جنازہ ونکاح بھی پڑھائے گا، پورے شہر کے لوگ سنی اور دیوبندی کے جنازے کو لے کر جامع مسجد ہی آیا کرتے ہیں اور امام صاحب جنازہ پڑھاتے ہیں۔ سنی اور دیوبندی کو دونوں کے یہاں امام صاحب کو نکاح پڑھانا پڑتا ہے اور کھانا بھی کھانا پڑتا ہے، اگر امام صاحب دیوبندی کے جنازہ کو نہ پڑھائیں اور نکاح پڑھانے نہ جائیں تو یہاں آپس میں یہ تنازع پیدا ہو جائیگا اور شہر کے لوگ آپس میں لڑنے لگیں گے۔ اب اس صورت میں امام صاحب کیا کریں اور کس طرح اپنے ایمان وعقیدہ کو درست رکھیں، جب کہ امام صاحب کو مجبور ہو کر یہ سب کام کرنا پڑتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح طور پر فیصلہ فرمائیں۔

سوال نمبر: (۲) زید جامع مسجد کا امام ہے اور کبھی کبھی ہوتا ہے کہ امام صاحب سو کر ٹھیک جماعت کے وقت اٹھتے ہیں اور وضو کر کے پہلے فرض نماز پڑھاتے ہیں اور بعد میں سنت ادا کرتے ہیں۔ مثلاً ظہر کی جماعت دو بجے ہوتی ہے اور امام صاحب ٹھیک دو بجے بیدار ہوتے ہیں اور پہلے فرض پڑھاتے ہیں اور بعد میں چار رکعت سنت پڑھتے ہیں، اس طرح جو امام صاحب نماز پڑھاتے اور پڑھتے ہیں، وہ نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟ اور جماعت کے بعد سنت ادا کرنے میں امام صاحب کی امامت درست ہے یا نہیں؟۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح طور پر اطلاع فرمائیں۔

سوال نمبر (۳) استنجا خانہ کے نزدیک پانی وغیر کا انتظام ہے، لیکن کچھ لوگ استنجا کرتے وقت ڈھیلا یا اینٹ کے ٹکڑے استعمال کرتے ہیں، کیا پانی کی موجودگی میں ڈھیلا یا اینٹ سے استنجا کرنا درست ہے یا نہیں، اوران صورتوں میں پاکی حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ واضح طور سے اطلاع فرمائیں۔

سوال نمبر (۴) غیر مسلم مسلمان کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کندھے دیتا ہے تو اس کو ہٹایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ عقیدت سے آتا ہے کندھے دیتا ہے۔

سوال نمبر (۵)،، بغیر داڑھی والے میلاد پڑھا کرتے ہیں، آواز اچھی ہونے کی بناء پر تو کیا بے داڑھی والے کا میلاد شریف پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ واضح طور سے اطلاع فرمائیں۔ جواب جلد از جلد روانہ فرمائیں۔ المستفتی ظفرالحسین قادری جامع مسجد باگھاٹ ایم۔پی۔

الجواب

(۱) اگر کسی نے لاعلمی میں کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھ دی، یا اس کی امامت کی تو معذور ہے، لیکن یہ جان بوجھ کر کہ یہ شخص عقائد کفریہ رکھتا تھا یا علمائے دیوبند کے کفر پر مطلع ہو کر ان کو اپنا امام ومقتدی مانتا تھا تو ایسے شخص کو نماز پڑھنے اور پڑھانے میں کوئی عذر نہیں، ایسے شخص کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز پڑھی تو خود دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا تو بہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے اور کافر سمجھ کر نماز پڑھی تو حرام کیا اور گناہ گار ہوا اور جہاں ایسے جنازہ کی پابندی ہو وہ ملازمت ہی جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:" لا طاعة لمخلوق فی معصیة الله" (فتاوی امجدیہ اول ص ۲۰۰،،)

(۲) نماز تو ہو جاتی ہے مگر بلا ضرورت سنت کو مؤخر کرنا سنت کے خلاف ہے اور صورت مسئولہ میں جب وقت میں گنجائش رہے تو سنت کی تاخیر بلاضرورت ہی ہوتی ہے۔

(۳) بلاشبہ ڈھیلا سے بھی استنجا پاک ہو جاتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ کلوخ کے بعد پانی بھی استعمال کیا جائے۔

(۴) غیر مسلم کا از خود جنازہ کے ساتھ جانا یا کندھا دینا اس کا اپنا فعل ہے، مسلمانوں پر اس کا کوئی الزام نہیں، البتہ اس قسم کی باتوں کی ہمت افزائی نہ کی جائے کہ مسلمان کے جنازہ کے ساتھ رحمت الٰہی کے موجبات یا اس کی رحمت کے طلب گاروں کو ہونا چاہئے، نہ کہ اس کے غضب کے مستحق اور اس کی رحمت سے دور لوگوں کو۔

(۵) میلاد تو ہو جائے گی لیکن فاسقوں کو بلانا اور منبر رسول پر انکو اعزاز بخشنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی کیم ذوالحجہ ۱۵ھ

(۲۹_۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسلہ کے بارے میں

(الف) زید صحیح العقیدہ سنی ہے، اگر اس نے مسئلہ جانتے ہوئے کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھ لی تو اس پر شرعی کیا حکم عائد ہوگا؟ (ب) ہندہ سنی ہے اس کے باپ بکر نے ہندہ کی شادی دیوبندی لڑکے سے کردی اب ہندہ کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ نیز اس سے جو اولادیں ہوئی اس پر شرعی حکم کیا ہوگا۔

(ج) بکر صحیح العقیدہ سنی اور شرع کا پابند بھی ہے لیکن اس کی بہن کی شادی دیوبندی کے گھر ہوئی، اب بکر اپنی بہن کے وہاں جاتا ہے وہاں کھاتا پیتا ہے اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اور سلام وکلام بھی رکھتا ہے اس پر شرعی حکم کیا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی، ڈاکٹر عبدالحفیظ۔ نواری بازار پوسٹ جہانگیر گنج فیض آباد یوپی

الجواب

(الف) سنی نے دیوبندی کی نماز جنازہ حرام سمجھ کر پڑھی تو وہ ایک حرام کا مرتکب گناہ گار اور فاسق ہوا اور اگر دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر پڑھا تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوا کہ دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے۔

(ب) ایسی شادی جائز نہیں، نکاح نہیں ہوا، تعلقات زنا سوئی حرام اور اولاد ضرور ولدالزنا ہوگی۔

(ج) دیوبندیوں سے سلام وکلام کھانا وانا ناجائز وحرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۳۲_۳۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) حضور ﷺ کی جنازہ مبارک کی نماز کس شخص نے پڑھائی۔

(۲) اور کچھ لوگوں کا قول ہے کہ آپ کی ﷺ کی جنازہ مبارک چھتیس گھنٹے رکھی ہوئی تھی اگر ان کا کہنا درست ہے تو کیا وجہ تھی؟ المستفتی، محمد عالمگیر خان، ادھنا سورت گجرات

الجواب

حضور ﷺ کی جنازہ اقدس پر علماء مختلف ہیں، ایک گروہ کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی لوگ گروہ در گروہ آتے صلاۃ وسلام عرض کرتے، بعض احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، بہت سے علما یہی نماز معروف مانتے ہیں، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کے انتظام میں مصروف تھے، لوگ گروہ در گروہ آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے جب آپ کی بیعت مکمل ہوگئی تو آپ ولئ شرعی ہوئے، اب آپ نے نماز پڑھی پھر کسی نے نہ پڑھی کہ ولی شرعی کے بعد کسی کو نماز جنازہ پڑھنے کا اختیار

نہیں ہوتا، مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے " ان ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ و کان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلمافرغ صلی علیہ ثم لم یصل علیہ بعدہ" حاکم وطبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "اذا غسلتمونی و کفنتمونی فضعوا علی سریری ثم اخرجو اعنی فان او ل من یصلی علی جبریل ثم میکائیل ثم ملك الموت مع جنودہ من الملائکۃ باجمعھم ثم ادخلو اعلی فوجاً بعدفوج فصلوا علی وسلموا تسلیما"

(مستدرك بمعناہ:۳/۶۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے جبرئیل امین اور ملائکہ علیہم السلام نے پڑھی اس کے بعد مسلمانوں نے گروہ درگروہ پڑھی، اور یہ سب حضور کے فرمانے کے موافق ہوا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک روز دوشنبہ دن چڑھے ہوا، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۷۱ میں "فتوفیٰ رسول اللہ ﷺ حین اشتداضحیٰ من ذلك الیوم " اس دن کافی دیر تک لوگ اپنے حواس کھو بیٹھے تھے کہ یہ کیا ہوا، حضرت عمر کہہ رہے تھے کہ حضور ﷺ کا انتقال نہیں ہوا چالس دن بعد واپس آکر منافقین کو سزا دیں گے، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خبر پا کر اپنے مکان واقع موضع سخ سے آئے اور لوگوں کو تفہیم کی تب لوگوں کو اعتبار ہوا کہ واقعی حضور کا وصال ہوا۔

مسجد سے گھر آکر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے جانشیں کے مسئلے پر غور کرنا شروع کیا، انصار اپنے گروہ کے ساتھ ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مجتمع ہوئے، مہاجرین حضرت ابو بکر و عمر کو ثقیفہ بنی ساعدہ کی خبر سن کر سب کو لیکر وہیں پہونچے بڑی ردوقدح کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا معاملہ طے ہوا، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۷۳ میں ہے " ان الانصار خالفونا فجمعوا مع اشرافھم فی ثقیفۃ بنی ساعدۃ وتخلف علی ابن ابی طالب والزبیر ومن معھما فی بیت فاطمۃ وبقیہ المھاجرین الی أبی بکر وعمر "

اور دوسرے دن سے تجہیز وتکفین میں لوگ مشغول رہے، دن گذار کر آدھی رات میں آپ کو دفن کر دیا گیا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے آپ کو چھتیس گھنٹہ کی تاخیر بتائی اس نے آپ کی روح مبارک پرواز کرنے سے آپ کے دفن ہو جانے کے بعد تک کا وقت جوڑ دیا، ورنہ جیسا ہم نے آپ کو بتایا کہ آپ کے غسل وکفن اور قبر کھودنے میں منگل کا پورا دن اور آنیوالی آدھی رات بھی ختم ہوگئی، اس

لیے اس کو چھتیس گھنٹے کی تاخیر کہنا غلط ہے اور زیادہ سے زیادہ دوشنبہ کے روز چھ سے آٹھ گھنٹے کا وقت امور خلافت طے کرنے میں بھی کا صرف ہوا جو اتنے بڑے حادثے کو دیکھتے ہوئے کوئی تاخیر نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۳۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ

ایک مسلمان عورت صوم وصلاۃ کی پابند ہے، اس کے سر پر مثل سادھو کے چوٹی ہے جس کی وجہ سے لوگ اس عورت کو طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے جنازہ کی نماز کون پڑھے گا جس کی وجہ سے عورت پریشان رہتی ہے، مندرجہ بالا صورت میں کیا شرعی اعتبار سے کوئی قباحت ہے؟۔ المستفتی، رابعہ سیوان (بہار)

الجواب

سادھو کی مشابہت مسلمان مردوں کے لیے منع ہے تو عورتوں کے لیے بدرجہ اولیٰ منع ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے:" من تشبّہ بقوم فھو منھم"(مسند امام احمد:۲/۵۰) اس کو چاہیے کہ چٹا کٹوا کر دوبارہ بال نکلیں تو اس کو مسلمان عورتوں کی طرح جھاڑے اور تیل لگا کر چٹا نہ ہونے دے۔

البتہ یہ خیال بالکل غلط اور خلاف شرع ہے ایسی عورت کی نماز جنازہ نہیں؛ اس حالت میں اس کا انتقال ہو جائے تب بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی اور جان بوجھ کر بے نماز پڑھے دفن کر دیا تو جتنے لوگوں کو علم ہوا اور نماز نہ پڑھی سب لوگ گنہگار ہونگے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۳۵-۳۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ہندہ دردزہ کی حالت میں انتقال کر گئی اور بچے کا آدھا جسم اس کے پیٹ میں ہے اور بچے کہ منہ سے بولنے کی آواز نکل چکی ہے، کیا بچے کا نام رکھ کر دونوں کی الگ الگ نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔

(۲) جرسی گائے پالنے اور اس کے دودھ پینے کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ لوگوں کے کہنے کے مطابق پتہ چلتا ہے کہ اس کی نسل حرام جانور سے بھی ہے۔ بتفصیل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط

المستفتی: ذاکر حسین کراف ڈاکٹر شمس الدین صاحب مقام وپوسٹ ٹھوٹھ باری ضلع مہراج گنج یوپی

الجواب

(۱) بچہ سر کی طرف سے پیدا ہو رہا ہو اور سینہ تک باہر نکل آیا ہو اور زندہ ہو اور پاؤں کی طرف سے پیدا ہو رہا ہو اور کمر تک برآمد ہو چکا ہو اور زندہ ہو اس کے بعد مر گیا ہو تو اس کو غسل کفن دیں گے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی ورنہ نہیں (درمختار بحوالہ بہار شریعت جلد چہارم صفحہ ۱۵۶)

(۲) جانوروں میں اعتبار ماں کا ہوتا ہے اگر جرسی گائے کی ماں گائے رہی ہو تو یہ بھی جائز اور اس کا دودھ بھی، نطفہ چاہے کسی حرام نر کا ہی رہا ہو اور اس کا الٹا ہو تو حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۶۸۸ بحوالہ درمختار) کوئی آدمی پرہیز کرنا چاہے تو اور بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۱ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

(۳۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

میت کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد یعنی بعد سلام میت کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ اُٹھا کر خداوند قدوس سے دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ مکروہ ہے اور شدت کے ساتھ روکتا ہے، کیا زید کا یہ فعل شرعاً درست ہے اگر نہیں تو زید پر کیا حکم شرع وارد ہوتا ہے، مع حوالہ تحریر فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد حبیب اشرف، بالے پور دیوریا

الجواب

جائز ہے، اتنی دیر نہ لگائی جائے کہ میت کے دفن میں اس کی وجہ سے تاخیر ہو۔ تفصیل اعلیٰ حضرت کی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کتاب الجنائز میں دیکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۴ ذی القعدہ ۱۴۱۶ھ

(۳۸-۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) اگر میت حنفی بریلوی نہ ہو، اور کسی دوسرے مذہب والے کی ہو اور نماز جنازہ پڑھانے والا بھی غیر مذہب کا ہو تو اس کی نماز جنازہ ہم پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لیا تو مسئلہ ہمارے لیے کیا ہے

(۲) اگر میت حنفی بریلوی کی ہو اور جنازہ کی نماز پڑھانے والا دوسرے مذہب کا ہو تو ہم نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لیا تو ہمارے اوپر کیا مسئلہ نافذ ہوگا اور اپنی نیت کر کے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) اگر میت غیر مذہب کی ہو اور نماز جنازہ پڑھانے والا حنفی بریلوی ہو تو ہم جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور پڑھ لیا تو کیا مسئلہ ہے۔

المستفتی: ذوالفقار احمد، بڑا گاؤں گھوسی مئو

الجواب

سوال کی صورت غلط ہے، بریلویت کوئی مذہب نہیں یہ دیوبندیوں اور وہابیوں نے بطور استہزا سنیوں کو کہنا شروع کیا تھا اور اسی نام سے مشہور کیا اور حنفیت ضرور ایک مذہب ہے، لیکن یہ فقہی مذہب ہے، اس کے علاوہ اور فقہی مذاہب شافعی، مالکی، حنبلی بھی حق پر ہیں، اصل مسئلہ اس طرح ہے کہ کافر اصلی یا مرتد جس کا کفر ثابت ہو اور ہم کو اس کا علم بھی ہو ایسا شخص چاہے امام ہو یا میت چاہے دونوں ہی ایسے ہی

ہوں اور کوئی مسلمان انکو مسلمان سمجھ کر نماز پڑھے تو گنہگار ہوا، جیسے بہت سے لوگ شراب کو حرام مان کر بھی پیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

(۴۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ زید شرابی تھا اور حالت نشہ میں ڈوب کر مر گیا کیا ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی کہ نہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی، محمد اسلام، پورہ گوسی مئو

الجواب

مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو اس کی نماز جنازہ فرض ہے اگر اس کی نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تو وہ سب لوگ گنہگار ہونگے جنہوں نے اطلاع کے بعد نماز نہ پڑھی، چند لوگوں کا استثناء ہے مگر یہ ان میں سے نہیں ہے، اس لیے اس کی نماز پڑھی جائیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

(۴۲-۴۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) نماز جنازہ کے امام نے اگر چاروں تکبیرات میں ہاتھ کانوں تک اٹھا دیا۔ پھر سلام پھیر کر نماز ختم کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) ہماری طرف بعض دیہاتوں میں جہاں مدتوں سے نماز جمعہ ادا کی جارہی ہے، کچھ دنوں سے کچھ لوگ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر ظہر بھی با جماعت ادا کرنے لگے ہیں، ہمارا گاؤں بھی ایک بڑا گاؤں ہے، مگر دیہات ہی ہے، مدتوں سے ہمارے گاؤں میں بھی نماز جمعہ قائم ہے مگر ظہر کی نماز اب تک نہیں پڑھی جارہی ہے۔ بعض حضرات چاہتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں بھی بعد نماز جمعہ ظہر کی نماز با جماعت پڑھی جائے۔ جو بھی شرعی حکم ہو تحریر فرمائیں۔ واضح ہو کہ ظہر احتیاطی جمعہ کے بعد فرداً فرداً ادا کی جاتی ہے۔

الجواب

(۱) امام نے سنت کے خلاف کیا، نماز ہوگئی اس میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔

(۲) جہاں قیام جمعہ کے شرائط میں شبہ ہو وہاں جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاطی کا حکم خواص کو ہے، عوام کو اس سے مطلع بھی نہیں کیا جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: وہ نرے جاہل لوگ کہ صحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث جمعہ کو رأساً غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھیگے، انھیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۷ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

(۴۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ زید نے انتقال کیا اور زید دیوبندی بدعقیدہ تھا، اس کی نماز جنازہ بہت سے سنی حضرات نے اس کو دیوبندی جانتے ہوئے پڑھ لی اور امام بھی دیوبندی تھا تو اب ان سنی حضرات جنہوں نے نماز جنازہ ادا کی اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں عین کرم ہوگا فقط والسلام۔ المستفتی، محمد مزمل حسین رضوی، گھوسی

الجواب

دیوبندیوں کے کفری عقیدہ پر مطلع ہوکر اور یہ جانتے ہوئے کہ متوفی اور امام دونوں اسی عقیدے کے ہیں، ایسے آدمی کی نماز جنازہ اور ایسے امام کی اقتداء ناجائز وحرام ہے، ایسی اقتداء کرنے والے اور ایسی نماز جنازہ پڑھنے والے پر توبہ واستغفار لازم ہے اور اگر سب کچھ جانتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھا اور یہ سمجھ کر اقتدا کی یا نماز پڑھی تو ان کے ساتھ یہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوا۔ والعیاذ باللہ، اب تجدید ایمان ونکاح بھی ضروری ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

(۴۵-۴۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ایک عورت تھی جو ندی میں پار ہو رہی تھی، اچانک ندی بھر جانے کی وجہ سے وہ اسی ندی میں مرگئی کچھ دور پانی اسے بہا کرلے گیا۔ اور وہ مرحومہ ندی کے کنارے اٹک کررہ گئی۔ وہاں سے اس کی لاش نہیں لائی گئی۔ تو کیا لاش کی غیر موجودگی میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ مدلل جواب سے تشفی بخشیں۔

(۲) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیا اور عدت کے اندر ہی میں پھر اسے لوٹا لیا۔ تو کیا یہ رجعت درست ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

المستفتی محمد جلال الدین، مقام کیپلو پوسٹ بنگرا کلاں ضلع گرڈیہ بہار

الجواب

(۱) غائب کی نماز جنازہ نہیں۔ عالم گیری میں ہے: ومن شرطه حضور الميت ووضعه وكونه امام المصلي فلاتصح على الغائب۔ (۱/۲۰۶) نماز جنازہ کی یہ شرط ہے کہ میت مصلی کے سامنے رکھی ہو تو غائب کی نماز جنازہ نہیں۔ (۲) حرام حرام سخت حرام تین طلاق کے بعد عدت کے اندر یا بعد عدت کسی طرح رجعت ہو ہی نہیں سکتی، حلالہ کے بعد نکاح ہوسکتا ہے۔ ان دونوں میاں بیوی پر فرض ہے کہ فوراً علحدہ ہوجائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا

غَيْرَهُ﴾ [البقرة: ۲۳۰] واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۲/۵/۱۴۰۵ھ

(۴۷-۴۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) عمرو نے نسبندی کرائی تو زید نے کہا نسبندی کرانا ناجائز ہے اور اس پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی تو بکر بھی اس جگہ موجود تھا، اس نے کہا عمرو نے نسبندی کرایا تو کیا ہوا، اس پر جنازہ کی نماز ضرور پڑھی جائے گی، اسی بات پر زید اور بکر دونوں میں جھگڑا چلا آرہا ہے، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ مع تفصیل لکھئے۔

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ دینار اصل میں کیا چیز ہے۔ اور اس وقت اس کی کیا قیمت ہے تفصیل سے تحریر فرمائیں۔ المستفتی: منیرالدین القادری، خطیب مسجد چوبے ضلع ہزاری باغ بہار

الجواب

(۱) نس بندی کرانا بیشک ناجائز وحرام ہے، نسبندی کرانے والا گنہگار ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا بھی اسی طرح ناجائز وگناہ ہے، مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اگر نماز پڑھے بغیر دفن کردیا سب گنہگار ہوئے۔

چند لوگوں کا استثناء ہے۔

(۱) باغی (۲) ڈاکو (۳) ناحق کی پاسداری کرنے والے (۴) کسی کا گلا گھونٹ کر مار ڈالنے والا (۵) ماں اور باپ کا قاتل (۶) رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا (۷) جو کسی کا مال چھین رہا تھا اسی حالت میں مارا گیا۔ ظاہر ہے کہ نسبندی کرانے والا ان ساتوں میں سے کوئی نہیں۔

درمختار میں ہے: وهي فرض على كل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلي عليهم اذا قتلوا في الحرب ولو بعده صلى عليهم وكذا اهل عصبة ومكا في مصر ليلا بسلاح وخناق فحكمهم كالبغاة۔ (باب صلاة الجنائز: ۵/۲۰۴)

(۲) دینار شرعی سونے کا سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے، آج بازار میں ساڑھے چار ماشہ سونے کی جو قیمت ہو، وہی اس وقت اس کی قیمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۴ رجب ۱۴۰۵ھ

(۴۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

عبدالجبار نام کا ایک مسلمان ہے، جنہوں نے آج سے کئی سال پہلے نس بندی کرائی تھی اور ہندوؤں کے طریقے پر اوجھا سوکھا والا کام بھی کیا کرتے تھے، لیکن بعد میں انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تھا تو

اب ان کے مرنے کے بعد ان کے نماز جنازہ ہے یا نہیں؟ اور ان کو مسلمان کہا جائے گا یا نہیں؟ اگر جنازہ نہیں ہے اور کسی نے لاعلمی میں ان کی نماز جنازہ پڑھادی تو پڑھانے والے امام اور مقتدیوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم نافذ ہوگا، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی: حبیب احمد، خادم مدرسہ علیمیہ رضاء العلوم مقام حسنہ فتحپور تال نرجا ضلع مئو یوپی

الجواب

نس بندی کرانا گناہ کبیرہ ہے، اس سے آدمی فاسق ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الصلاة واجبة علی کل مسلم برا کان اوفاجرا۔

آدمی نیک ہو یا گناہ گار مسلمانوں پر ان کی نماز جنازہ واجب ہے، نس بندی کرانے سے آدمی اسلام سے خارج نہیں ہوتا، او جھائی کرانے والا اگر کوئی ایسا منتر پڑھے جو کفر پر مشتمل ہو یا اس میں ایسا کام کرنا پڑے جو کفریہ ہو جیسے بتوں کی پوجا تو ضرور کافر ہوگیا، اس کی نماز جائز نہیں لیکن اگر وہ اپنی ان حرکتوں سے توبہ کرکے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا تو اس کی نماز جنازہ مسلمانوں پر واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہوں کی طرح ہے، کفر سب سے بڑا گناہ ہے تو اس سے توبہ کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۲؍رجمادی الاخری ۷اھ

(۵۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک مسماۃ کا انتقال ہوا اور ہر جگہ خبر کردی گئی کہ گیارہ بجے دن میں نماز جنازہ ادا کی جائے گی، جنازہ ساڑھے دس بجے دن میں قبرستان کے قریب پہونچا۔ امام نے عوام سے یہ کہکر پہلے ہی جنازہ پڑھایا کہ زوال سے پہلے پہلے نماز جنازہ اور تدفین کا کام ہوجانا چاہیے، ورنہ پھر زوال کے بعد تک انتظار کرنا ہوگا تو یہ کہاں تک صحیح ہے۔ حدیث وقرآن کی روشنی میں بیان کریں اور بہت سے لوگوں کی نماز جنازہ بھی چھوٹ گئی، تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

المستفتی: محمود الاسلام، اسلام پورہ پرتی

الجواب

نماز جنازہ میں جہاں تک ہوسکے جلدی کرنے کا حکم ہے، حدیث شریف میں ہے:

یا علی ثلثة لا توخرھن الصلوة اذا حانت و الجنازة اذا اتت و الایم اذا وجدت لها کفوا۔

اے علی تین چیزوں میں تاخیر ممنوع ہے، نماز کا کامل وقت ہوجائے تو، اور نماز جنازہ جب جنازہ آجائے تو، اور شادی جب عورت کا کفول جائے تو۔

اور انتظار کرکے مکروہ وقت میں نماز جنازہ پڑھی ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

ثلث ساعات کان رسول اللہ ﷺ نهانا ان نصلی فیهن او نقبر فیهن موتانا، حین تطلع الشمس بازغة حتی ترفع و حین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل الشمس و حین دنت الشمس للغروب حتی تغرب۔ (صحیح مسلم: صلاة المسافرین. ۱/۵٦۸)

حضور ﷺ نے ہم کو تین وقتوں میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا۔ صبح طلوع آفتاب سے سوا نیزے بلند ہونے تک، دوپہر میں زوال کے وقت، اور شام کو سورج پیلے پڑنے سے غروب تک۔

امام صاحب کے جلد نماز پڑھادینے سے جن لوگوں کی نماز چھوٹی اس کی ذمہ داری نہ امام صاحب پر ہے، نہ جن کی نماز چھوٹی ان پر ہے، کیونکہ یہ نماز فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ لوگوں نے پڑھی تو سب کے سر سے فرض اتر گیا، البتہ جن لوگوں نے اپنی لاعلمی سے جنازہ کے لیے مکروہ وقت کا اعلان کیا غلط کیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم — عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۱؍رجمادی الاخری ۷اھ

(۵۱-۵۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید ایک صحیح العقیدہ سنی ہے۔ مسلک امام اعظم ابوحنیفہ پر قائم ہے۔ اب زید سے نماز جنازہ پڑھاتے وقت سہواً چاروں تکبیر میں رفع یدین ہوگیا۔ تو اب اس صورت میں زید کی نماز جنازہ ہوئی کہ نہیں؟ اگر از روئے شرع نہیں تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ اگر ہوگئی تو اس کی وضاحت فرمادیں جب کہ میت کو دفنایا جاچکا ہے۔

(۲) اگر میت شافعی ہو گرچہ مرد ہو یا عورت ان کو بعد انتقال مسلک حنفی کے مطابق کفن دے سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر میت حنفی ہوں تو شافعی مسلک کے مطابق کفن دے سکتے ہیں۔ کیا عقیدے اور مسلک کا بھی لحاظ کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو میت کے اعمال میں گناہ وغیرہ کا کوئی سبب تو نہیں ہوگا، کیونکہ آج رائج الوقت جگہ جگہ اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے ہیں، دونوں مسلک میں کیا کتنا اور کس چیز کا لحاظ کیا جائے گا؟

محمد نور الحسن اشرفی، محمدیہ جامع مسجد نندنگرہ پونند نگدہ ضلع کاروار کرناٹک

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی، البتہ خلاف سنت ہوئی۔ شامی میں ہے: اشار الی انه لا یرفع عند تکبیر الانتقالات خلافا للشافعی و احمد فیکره عندنا و لایفسد الصلاة۔ **(جلد اول ص ۳۲۰)**

شرح منیہ کبیری ص ۵۴۴ میں ہے: لا ترفع الایدی فی صلاة الجنازة الا فی تکبیرة الاولی فی ظاهر الروایة و فی جوامع الوقف المختار ترکه۔ یہ سب جزئیات اس بات کا ثبوت

ہیں کہ نماز جنازہ ہوگئی مگر حنفی کو قصداً اس طرح نماز پڑھنا نہیں چاہیے۔

(۲) حنفی اور شافعی مذہب میں کفن کے کپڑوں کی تعداد میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ جملہ مسائل میں دیگر مذاہب ثلثہ کی رعایت اس حد تک ہے کہ اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے ارتکاب مکروہ کی صورت میں اپنے مذہب پر ہی عمل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۵؍رجب ۱۴۱۸ھ

(۵۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص قوم لٹھور سے تعلق رکھتا تھا۔ کچھ دن پہلے اس کو ایک دیوبندی مولوی نے کلمہ بھی پڑھایا اس کے بعد اس شخص نے میلاد شریف بھی کرایا اور ان کے رجحانات دین کی طرف کافی تھے اور ان کا انتقال ہوا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ریاض احمد، مقام وپوسٹ: بھٹ میلہ ضلع مئو یوپی

الجواب

جو شخص اسلام کا دعوی کرے، کلمہ شریف پڑھے اور نماز روزہ وغیرہ فرائض کو اسلام کا اہم کام سمجھے ،اور اس سے کوئی کفر کی بات ظاہر اور ثابت نہ ہوئی ہو تو وہ مسلمان ہے۔ اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔ ہاں جو آدمی پہلے سے ہی اسلام کا منکر ہو یا اسلام کے بعد اس کے انکار اور کفر کا ثبوت ہو تو وہ کافر ہے۔ اس کی نماز جنازہ نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۴؍رجب ۱۴۱۸ھ

(۵۴-۵۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) جنازے کی نماز عیدگاہ میں ہوسکتی ہے یا نہیں، جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) عورتوں اور مردوں کے لیے کتنے کفن دیے جائیں۔ اور کون کون کپڑا دینا سنت ہے اور کون کون سے کپڑے سنت کے خلاف اور زائد ہیں۔ لہذا صاف صاف تحریر فرمائیں۔

(۳) جلسہ کا پیسہ ہم لوگ عیدگاہ میں خرچ کرسکتے ہیں کہ نہیں جب کہ جلسہ کرنے سے بچا ہوا ہے؟

قاری الطاف حسین، پچھی پور گورکھپور

الجواب

(۱) جائز ہے۔ درمختار میں ہے: "وكرهت تحريما في مسجد جماعة اى المسجد الجامع و مسجد المحلة" (کتاب الجنائز: ۵/۳۰۲) اور دوسری جگہ ہے کہ عیدگاہ صرف اقتدا میں

مسجد کا حکم رکھتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ میں نماز جنازہ میں کراہت نہیں ہاں اگر میت سے نجاست نکل رہی ہو جس سے عیدگاہ ملوث ہوجانے کا خطرہ ہو تو منع ہوگا۔

(۲) مردوں کو تین کپڑے دینا سنت ہے، چادر، ازار، کفنی اور عورتوں کے پانچ ہیں تین تو وہی جو مذکورہ ہیں اور دو اور ہیں، اوڑھنی، سینہ بند۔ اس سے زائد خلاف سنت ہیں۔

(۳) اگر چندہ دہندگان اس کے لیے راضی ہوں تو جلسہ کا چندہ عیدگاہ میں صرف ہوسکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۱؍جمادی الاولی

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۵۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نسبندی کرایا اگر اس کی نماز جنازہ پڑھ لیا جائے تو جائز ہوگی؟ نیز کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ جائز نہیں اور نہ کوئی ان کی عبادت مقبول۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد جابر رضوی، جبلپوری مدھ پردیش ۱۹۸۸ء

الجواب

نس بندی کرانے والے کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے، اگر بے نماز پڑھے ہوئے ان کو دفن کردیا گیا تو وہ سب گنہگار ہونگے جنہوں نے علم کے بعد ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

عالمگیری میں ہے: "ويصلى على كل مسلم مات خلا اربعة. بغاة وقطاع طريق ومن بمثل حالهم" (۱/۲۰۵)

جولوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ صحیح نہیں غلط کہتے ہیں۔ عبادت کا قبول کرنا مرضی الٰہی پر ہے۔ کون بتا سکتا ہے کہ میری عبادت قبول ہے یا نامقبول۔ نس بندی کرانے والے نے ایک گناہ کیا اس کو اپنے فعل پر نادم ہوکر خدا سے اپنی مغفرت طلب کرنا چاہیے، اس نے وعدہ کیا ہے کہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۸؍مارچ ۱۹۸۸ء

(۵۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نماز جنازہ پڑھا رہا تھا اس کے گلے کا بٹن کھلا ہوا تھا۔ نماز جنازہ کے بعد عمر نے سوال کیا کہ اے زید یہ بٹن کس لیے ہے، تو زید نے جواب دیا کہ بھول ہوگئی، پھر تھوڑی دیر بعد زید نے کہا کہ اس سے کچھ فرق پڑنے والا نہیں ہے، اس کے بعد سب لوگ خاموش اختیار کرلیے کہ یہ مسئلہ کی بات ہے کیونکہ زید ایک عالم کی حیثیت رکھتا ہے۔

لہذا علمائے دین سے گزارش ہے کہ اسکے بارے میں اطمینان بخش جواب دیں کہ واقعی نماز جنازہ نماز نہیں ہے تو بہت سی باتوں کی چھوٹ ہوجائے گی جس کی پابندی اورنمازوں کی ہے، اب زید کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

المستفتی: خاکسار محرم علی، مرشدی صدر انجمن پنیا دیوریا

الجواب

نماز جنازہ بیشک نماز ہے اور فرض کفایہ ہے، لیکن نماز ہوتے ہوتے بھی یہ نماز کی طرح نہیں، اس میں صرف دعا پڑھی جاتی ہے قرآن کی آیت نہیں پڑھی جاتی ہے۔ اور پنج وقتہ نماز میں قرآن کی آیت کی تلاوت فرض ہے، اس میں رکوع سجدہ نہیں اور پنج وقتہ میں وہ ضروری ہے، امام نے جو یہ کہا کہ نماز نہیں تو اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ پنجوقتہ نماز نہیں ہے، اس پر آپ لوگوں نے جو بھی نکتہ آفرینی کی وہ غلط و بے فائدہ ہے۔

امام کو یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ غلطی تو ضرور ہوئی لیکن یہ ایسی غلطی نہیں ہے جس سے نماز فاسد ہو۔ زیادہ سے زیادہ اس سے نماز جنازہ میں کراہت لازم آئے گی اور نماز جنازہ میں اگر اس قسم کی کمی ہو تو نماز جنازہ دہرائی نہیں جاتی جیسی ہوگئی ہوگئی، مگر اس نے غلطی یہ کی اس نے بھی عقلی گھوڑا ہی دوڑایا اور دو لفظ بول گیا یہ نماز نہیں۔

المختصر صورت مسئلہ میں نماز ہوگئی، البتہ امام پر احتیاط لازم ہے کہ نماز پڑھانے سے قبل ہی اس کی پوری طرح تیاری کرے، بصورت موجودہ اس پر کوئی حکم لاگو نہیں ہوتا، ہاں ہمارے اس بیان کو پڑھنے کے بعد بھی وہ اس کو جھٹلائے جنازہ کی نماز ہونے سے انکار کرے تو ضرور گمراہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(۵۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بہار شریعت حصہ چہارم فقہی پہلیاں شریف کے ص ۱۶۶۔۱۶۷، فتاوی رضویہ شریف جلد چہارم کے ص ۵۴، فتاوی امجدیہ شریف جلد اول کے ص ۳۰۷ کا حاشیہ، الملفوظ شریف حصہ اول ص ۶۶ میں، اور ان مذکورہ کتابوں میں جن لوگوں کی نماز جنازہ کو ناجائز فرمایا گیا ہے۔ اس کی اصل وجہ کیا ہے۔ کیا یہ لوگ کافر ہوجاتے ہیں۔ نیز ان میں والدین کو کسی طرح قتل کرنے والے اگر توبہ کرلیں تو مقبول ہوگی یا نہیں؟ اور اگر یہ توبہ نہ کریں تو ان سب کی نماز جنازہ پڑھانے والے پر کیا حکم ہے؟ از روئے شرع شریف واضح فرمائیں

المستفتی: الفقیر القریشی القادری مصطفوی محمد جمیل اختر الرضوی، پوسٹ بارا ضلع کانپور دیہات

الجواب

کتب فقہ میں جن لوگوں کی نماز جنازہ منع لکھی ہے۔ اس کی وجہ ان کا کفر نہیں ہے۔ اگر سائل نے

مسئلہ غور سے دیکھا ہوتا تو یہ سوال نہ کرتا۔

تنویر اور در مختار میں ہے: وھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة۔

ہر مسلمان میت کی نماز جنازہ فرض ہے سوائے چار کے۔ تو چاروں بھی مسلمان ہی تسلیم کئے گئے ہیں۔ ان پر نماز پڑھنے کی وجہ ان کی تحقیر اور دوسروں کی عبرت وہدایت لکھی ہے۔

شامی میں ہے: "وانما لم یغسلوا اولم یصل علیھم اھانة لھم وزجرا لغیرھم عن فعلھم"

ان کو غسل نہ دینے اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم اس لیے ہے کہ ان مجرموں کی تحقیر اور تذلیل ہوتا کہ دوسروں کے لیے عبرت ہو اور وہ ایسی حرکت سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو یکم شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ

(۶۰۔۶۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) میں جس محلہ میں رہتا ہوں، اس محلہ کی مسجد کے امام حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے عقائد سے تعلق رکھتے ہیں، اور میں اس محلہ میں تنہا ہوں، ساتھ ہی نمازیں تنہا پڑھتا ہوں، مگر کچھ ایسے مرحلہ ہیں جس سے دوری اختیار کرنا مشکل پڑ رہا ہے جیسے جنازہ یا جمعہ کی نماز خاص کر جنازہ کا معاملہ یہ ہے کہ محلہ میں کسی کی موت واقع ہوئی اور میں جنازہ میں شامل نہیں ہوا اس پر ہمارے گھر کے فرد یا محلہ کے عوام کا اعتراض ہمارے لیے بڑھ جاتا ہے، کچھ ایسے بھی جنازہ دیکھنے کو ملے ہیں جو خون کے رشتہ سے تعلق رکھتے تھے اور میں اس میں شامل نہ ہوں تو مجھے کوئی نہ کوئی ایسے حادثہ کا شکار بننا پڑے گا، اس لیے میں یہ جانتا ہوں کہ جنازہ کی نماز اس امام کے پیچھے وقتی طور پر ادا کرلینے سے اختلاف وحادثہ کا اندیشہ ختم ہوجائے، اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

(۲) آیۃ الکرسی کا دوران نماز قرأت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ بعد ہر نماز کہ دعا سے قبل ضروری سمجھ کر پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصلی وضاحت فرمائیں۔

(۳) جلسہ سیرت النبی یا عید میلاد النبی ﷺ سے مراد ایک ہی ہے یا دونوں میں فرق ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: آپ کا نیاز مند محمد نوشیر علی، تسکیا بروز جمعرات

الجواب

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں رسول اللہ ﷺ کے علم کو جانوروں، بچوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی۔ اس پر علمائے عرب وعجم نے ان پر کفر کا فتوی دیا۔ اور ان

کی اس عبارت سے ان کو توبہ کرنے کا اور تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم دیا۔ مگر مولوی صاحب موصوف اپنی بات پر اڑے رہے کہ میں نے جو کچھ لکھا چھاپا سب صحیح ہے۔

مسلمانوں میں جو بھی مولوی صاحب کی اس حرکت پر خاموش رہے، جان کر بھی ان کو مسلمان سمجھے تو وہ انہیں کے ساتھ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اور اس کے پیچھے نہ پنج وقتہ، جمعہ وعیدین یا جنازہ کسی قسم کی نماز نہیں ہوئی۔ عالم گیری میں ہے: "وان كان صاحب هوى لايكفر به صاحبه تجوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا" (باب الامامة: ۱/۱۰۷)

جو آدمی گمراہ ہو مگر اس کی گمراہی کفر کو نہ پہونچی ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو کفر کی حد تک پہونچ گیا ہو، اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں۔

پس صورت مسئولہ میں اصل حکم تو یہی ہوا کہ ان مولوی صاحب کے معتقدین کے پیچھے نماز پڑھی ہی نہ جائے۔ اگر ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں ان کی ایذاء رسانی کا ڈر ہو۔ تو اس جگہ کو چھوڑ کر ایسی جگہ چلا جائے جہاں اس قسم کا ماحول نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا﴾[النساء:۹۷]. ﴿وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَماً كَثِيراً وَسَعَةً﴾[النساء:۱۰۰]

کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں کہ وہاں ہجرت کر جاؤ۔ جو اللہ کے لیے اپنی بستی چھوڑے اور ہجرت کرے وہ زمین میں زیادہ روزی پائے گا۔

اور اگر اس سے بھی مجبور ہو، ان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، ان کی اقتدا کی نیت نہ کرو، پھر اپنی نماز الگ پڑھ لیا کرو۔

(۲) آیت الکرسی قرآن شریف کا حصہ ہے۔ اس کو نماز کے اندر بھی پڑھا جا سکتا ہے اور وہ ایک ہی آیت ہے مگر تین آیتوں کے برابر ہے۔

(۳) لغوی اعتبار سے جلسہ سیرت النبی کا معنی رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وعادات واعمال کے بیان کا جلسہ ہے اور عید میلاد النبی ﷺ کا مطلب پیغمبر اسلام ﷺ کی پیدائش کی خوشی کا جلسہ۔ مگر عملی اعتبار سے دونوں جلسوں میں حضور ﷺ کے حالات کا بیان ہوتا ہے، اہلسنت کے جلسوں میں میلاد وقیام وسلام بھی ہوتا ہے اور شیرینی بھی تقسیم ہوتی ہے، دیوبندی حضرات کو اس سے سخت اختلاف ہے۔ دونوں فرقے والے حالات اور مسائل بھی اپنے اپنے عقیدوں کے موافق بیان کرتے ہیں، دیوبندی کے نزدیک حضور ﷺ علم غیب نہیں جانتے تو وہ بیان کرتے ہیں، حضور کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ اور اہلسنت وجماعت

کے نزدیک رسول اللہ ﷺ علم غیب جانتے ہیں تو وہ بیان کرتے ہیں کہ اب تک جو ہوا۔ اور قیامت تک جو ہوگا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب بتا دیا اور آپ جانتے ہیں۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيماً﴾[النساء:۱۱۳] پس دونوں لفظوں میں فرق یہ ہوا کہ دیوبندی اپنے کسی جلسہ کا نام عید میلاد النبی نہیں رکھتے۔ اور سنی موقع سے دونوں لفظ استعمال کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۲ر صفر المظفر ۱۴۱۰ھ

ایصال ثواب کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کچھ لوگوں نے اپنی لاعلمی کے بنا پر تلاوت کردہ قرآن ایک شیعہ کو دے دیا اور وہ اپنی میت پر ایصال ثواب بھی کر چکا، بعدہ معلوم ہوا کہ شیعہ کو قرآن شریف نہ دینا چاہیے، اس کے بعد لوگوں نے بذات خود اعادہ کر لیا۔ لیکن زید کا کہنا ہے کہ جنہوں نے بھی شیعہ کو قرآن کریم پڑھ کر دیا اگر وہ شادی شدہ ہیں تو تجدید نکاح ضروری ہے اگر شادی شدہ نہیں ہیں تو توبہ استغفار اور پھر کلمہ پڑھنا ضروری ہے۔ آیا سوال زید کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد معراج الدین، گورکھپور ۲ر من الربیع النور ۱۴۰۹ھ

الجواب

آج کل کے روافض عام طور سے کافر اور بددین ہیں، ایسے لوگوں کے لیے دعائے مغفرت، ایصال ثواب بحکم قرآن ناجائز ومنع ہے اگر ان کو کافر مانتے ہوئے ایصال ثواب کیا تب تو یہ صرف حرام ہوا توبہ واستغفار سے امید عفو ہے۔ اور اگر ان کو مسلمان سمجھ کر ایسا کیا تو زید کی بات صحیح ہے کہ توبہ واستغفار وتجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۳ر ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

عرض خدمت اینکہ موجودہ دور کے علماء حضرات کے درمیان بعض دینی امور کے مسائل میں جو اختلاف پیدا ہو چکے ہیں اس کو معلوم کرنے کی غرض سے چند سطور تحریر کر رہا ہوں، براہ کرم ملاحظہ فرمائیں۔ مندرجہ ذیل مسائل اختلافیہ کی حقیقت حال مع دلائل وضاحت مرحمت فرمائیں عین کرم ہوگا اس لیے کہ بعض مسائل کو بعض علما جائز بتاتے ہیں تو بعض ناجائز۔ بلکہ حرام وشرک وبدعت تک بتاتے ہیں۔ مثال

کے طور پر یہ چند مسائل اختلافیہ ملاحظہ فرمائیں۔

آج ہماری امت مرحومہ کے درمیان جو حضرات کسی کے مرنے کے بعد۔ دہم سوئم۔ چہلم کرتے ہیں، مردوں کی روح آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، عرس مناتے، مزاروں پر میلا، ٹھیلا لگاتے، قبر کو پختہ بناتے۔ چادر چڑھاتے، پھول ڈالتے قبر کا طواف کرتے، مجاور بنا کر نذرانہ وصول کرتے، قبر کا بوسہ کرتے، نیاز کرتے، کھانا سامنے رکھ کر قرآن پڑھتے، غیر اللہ کے نام پر منت مانتے، مزاروں پر مرغا بکرا، ذبح کرتے اور چڑھاتے، میلاد و مجلس میں قیام کرتے اور سلام پڑھتے، عید میلاد النبی کا جشن مناتے، تعزیہ بناتے، اور اپنے بچوں کو عاشورہ کے دن سبز کپڑے پہناتے، تا شب برات میں نیاز دلاتے، سرور کائنات ﷺ کو بشر نہیں سمجھتے اور حاضر و ناظر سمجھتے ہیں، ان سب کی حقیقت کیا ہیں۔

حالانکہ ہمارے دین میں جتنے بھی مسائل ہیں اس کی تصریح صاف اور صریح الفاظ میں موجود ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم اندھے ہیں اور جو آنکھ والے ہیں وہ چشم پوشی کرتے ہیں بطور نمونہ کے ملاحظہ فرمائیں

حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:" ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله قال ما انا علیه واصحابی "(ترمذی: کتاب الایمان: ج۲/ص۸۹/۔ مستدرک ج۱/ص۱۲۹/)

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ چکے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی، سب کے سب فرقے دوزخ میں جائیں، مگر صرف ایک، لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون سا فرقہ ہے فرمایا وہ فرقہ جس نے وہ کام کیے جو میں نے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیے ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت میں بہت سے فرقے ہو جائیں گے، ان میں صرف ایک ہی فرقہ ناجی ہوگا، باقی سب جہنمی ہوں گے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ "ما انا علیه" فرمانا کافی تھا مگر حضور ﷺ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آگے چل کر کچھ لوگ میرے اصحاب سے مستغنی ہوں گے اور میرا راستہ تلاش کریں گے مگر پھر مستغنی ہو کر صراط مستقیم قرآن کی متعین کریں گے اس لیے (ما انا علیه) کے ساتھ (اصحابی) کا اضافہ فرما کر اپنے طریق کی تفسیر فرمادی کہ میرا طریق وہی ہوگا جو میرے اصحاب بیان فرمائیں۔ "ما ورد به القرآن" یا "ما انزل الله" کے بجائے "ما انا علیه واصحابی" فرمانا اور صرف "ما انا علیه" کو کافی نہ سمجھنا صریح دلیل ہے کہ ہمیں قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھنے کی اجازت نہیں؟

محترم جناب عالی اب جب کہ کہیں قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھنے کی اجازت نہیں ملتی بلکہ

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بیان فرمائیں گے اور جن عقائد و اعمال و افعال پر وہ کاربند رہتے تھے یا نہیں؟ اور مذکورہ عقائد و افعال قرآن و حدیث سے ثابت ہیں یا نہیں؟ اور مذکورہ عقائد رکھنے والے و افعال کرنے والے حضرات کو ہم ناجی فرقہ کہیں گے یا غیر ناجی؟ جیسا کہ حضرت شاہ محدث ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب (حجۃ البالغہ ج۱/ص۷۰) طبع مصر کے اندر ناجی اور غیر ناجی فرقہ کے متعلق وضاحت فرمایا ہے (" قول الفرقه الناجیه هم الاخذ وفی العقیدة والعمل جمیعاً بما ظهر من الکتاب والسنة وجری علیه جمهور الصحابه رضی الله عنهم (الی ان قال) وغیر الناجیة کل فرقه انحلت عقیدة خلا ف عقیدة السنت او عمل دون اعمالهم ")

میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ صرف وہی ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں کتاب اور سنت کی اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین کاربند تھے پیروی کرتے (پھر آگے ارشاد فرماتے) اور غیر ناجی ہر وہ فرقہ ہے جس نے سلف کے عقیدہ کے خلاف کوئی اور عقیدہ یا ان کے عمل کے خلاف تمام اور کام اختیار کر لیے

المستفتی: مولوی محمد منیر عالم مصباحی، گورکھپور صدر مدرس اسماعیلیہ سنگھاڑہ ضلع ویشالی

الجواب

(۱) قبر پر میلا لگانا ہم بھی جائز نہیں سمجھتے، البتہ ایصال ثواب کے لیے قبر پر اجتماع کو جائز مانتے ہیں۔

(۲) قبر کو پختہ کرنا ہمارے یہاں بھی منع ہے۔ البتہ اگر کسی نے پختہ کردی ہو تو وہابیوں کی طرح اس کو کھود کر پھینکتے نہیں۔

(۳) جبرا لوگوں سے نذرانہ وصول کرنے کے ہم بھی خلاف ہیں۔ اپنی خوشی سے کوئی دے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۴) تعزیہ داری اور اس سے متعلقہ خرافات کو علمائے بریلی بھی ناجائز و حرام کہتے ہیں اس موقعہ پر ایصال ثواب ذکر شہادت میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے۔

(۵) عام مسلمانوں پر یہ الزام غلط ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بشر نہیں مانتے۔ اگر کوئی جاہل ایسا سمجھتا ہے تو وہ غلطی کرتا ہے۔ اور منع کرنے سے بھی باز نہ آئے تو گمراہ ہے۔ ہاں وہابیوں کی طرح اپنے جیسا بشر نہیں سمجھتے: محمد بشر لا کالبشر بل کیا قوت بین الحجر

بقیہ جن مسائل کا آپ نے ذکر کیا ہے ان کی تفصیل اور ان کا شرعی حکم علمائے اہلسنت کی کتابوں میں وضاحت سے مذکور ہے۔ آپ مندرجہ ذیل کتابیں پڑھ لیں۔ اگر تسلی نہ ہو تو ہمیں لکھ سکتے ہیں۔

(۱) انوار ساطعه فی بیان المولود والفاتحة (۲) اطیب البیان فی رد تقویت

الایمان (۳) انباء المصطفیٰ بحال سروا خفی فتاوی رضویه جلد چہا رم (۵) الشاهد

حدیث مبارک صحیح ہے، لیکن اس کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے وہ "کلمة حق ارید به الباطل" کا مصداق ہے۔ کیونکہ حدیث "ما انا علیه واصحابی" لکھ کر سائل نے اس کا مفاد یہ بتایا ہے۔ قرآن وحدیث کو براہ راست سمجھنے کی ہدایت نہیں ملتی بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم جو بیان فرمائیں۔ اور جن عقائد واعمال پر وہ کاربند تھے۔ اس کی پیروی کرنے کی اجازت ملتی ہے۔

اس مطلب پر سب سے پہلے یہ اعتراض ہے کہ حدیث مذکورہ بالا "ما انا علیه و اصحابی" کا جو یہ مطلب اس نے بتایا ہے، کس صحابی سے یہ مطلب مروی ہے اور کس کتاب میں روایت ہے۔ اور کسی صحابی نے اگر یہ مطلب نہیں بتایا تو سائل نے یہ مطلب کیسے لکھا۔

جب غیر صحابی کے لیے براہ راست فہم قرآن وحدیث کی اجازت نہیں۔ تو شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ سے جو بھی نقل کیا اس کو کیسے تسلیم کیا جائے، کیا شاہ ولی اللہ صاحب صحابی تھے۔ یا یہ مطلب انہوں نے کسی صحابی سے سنا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس مطلب میں سائل نے دو باتیں ذکر کیں (الف) قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھنا جائز نہیں۔ (ب) صحابہ جو مطلب بیان فرماتے ہیں اس پر کاربند ہونا چاہئے۔ یہ دونوں باتیں قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ۴۳] گر تم خود نہ جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو۔ معلوم ہوا قرآن وحدیث میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن کو آدمی خود نہیں سمجھ سکتا ہے اور نہ جان سکتا ہے اور ہر بات ہر شخص کو دوسرے شخص سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، اور سائل نے یہاں ہر غیر صحابی پر ہر مسئلہ میں روک لگا دی۔ کہ براہ راست قرآن و حدیث سمجھنے کی اجازت ہی نہیں تو اس کا یہ مطلب قرآن کی اس آیت کے مخالف ہوا۔

اور اس مطلب کا دوسرا حصہ بھی اس آیت کے مخالف ہے۔ کیونکہ اس میں صحابی اور غیر صحابی کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس میں تو اہل ذکر اور اہل علم کا تذکرہ ہے۔ کہ صحابی ہو کہ غیر صحابی جو علم قرآن کا ماہر ہے۔ جاہل ان سے قرآن وحدیث کا مطلب پوچھ سکتا ہے اور وہ بتا سکتا ہے۔ تو سائل کا یہ مکر بھی اس آیت قرآنی کے خلاف ہوا اور یہ مطلب اس حدیث کے بھی خلاف ہے "من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من غیران ینقص من اجورهم شیئاً" (مشکوۃ شریف ص ۳۳) جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اس پر اس کو ثواب ملے گا۔ اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا ثواب اس کو ملے گا۔ یہاں بھی رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابی کی تخصیص نہ فرمائی نہ کسی زمانہ بلکہ مطلقاً فرمایا کہ جو بھی اور جب بھی کوئی عمل خیر ایجاد کرے، اس کو خود اپنا اور عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملتا رہے

گا۔ پس یہ حدیث بھی اس نو ایجاد مطلب کے خلاف ہوئی جو سائل نے نکالا ہے۔ مزید حدیثیں بھی ہم نکال سکتے ہیں۔ مگر تفہیم کے لیے اتنی ہی بہت ہیں۔

ایک ایسا مطلب ہے کہ آج تک اس پر کوئی کاربند نہ ہوا۔ حتی کہ دیوبندی اور غیر مقلد حضرات جو ان امور خیر کو بدعت اور حرام کہتے ہیں وہ بھی، کیونکہ سارے فرقوں نے لاؤڈ سپیکر پر نماز، اعضاء کی پیوند کاری ایک آدمی کا خون دوسرے کے جسم میں داخل کرنا وغیرہ سیکڑوں نئے مسئلے میں اپنی رائے ظاہر کی اور شرعی حکم بیان کیا اور اپنی اپنی صواب دید کے مطابق ہر مسئلہ میں قرآن وحدیث سے فتویٰ دیا۔ سائل بتائے کہ ان امور کے بارے میں کس حدیث میں تصریح ہے۔ اور کس صحابی نے یہ مسائل کس کتاب سے اخذ کر کے بتائے ہیں، حالانکہ آپ کے یہاں تو براہ راست غور وفکر کا دروازہ ہی بند ہو چکا ہے تو کیا سائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو قبروں سے اٹھا کر مسئلے پوچھے گا۔

بلکہ یہ ایک ایسا مطلب ہے کہ اس کی رو سے ایسے لوگ جنہیں براہ راست حدیث پر عمل کرنے کا شوق ہے، جہنمی ہو گئے۔ کیونکہ جناب سائل مطلب بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو بخوبی علم تھا۔ آگے چل کر کچھ لوگ میرے اصحاب سے مستغنی ہو کر میرا راستہ تلاش کریں گے، اس لیے "ما انا علیه و اصحابی" کا اضافہ فرما کر اپنے طریق کی تفسیر کی کہ میرا طریقہ وہی ہوگا جو میرے صحابہ بیان فرمائیں گے۔ جو صریح دلیل ہے کہ ہمیں قرآن وحدیث سمجھنے کی براہ راست اجازت نہیں تو سائل کے نزدیک عمل بالحدیث کا یہی ایک راستہ ہوا کہ بیان رسول کے بعد بیان صحابہ بھی ضروری ہے۔ جو اس کے خلاف کرے بحکم حدیث "کلهم فی النار" سب جہنمی ہو گئے۔

اب حدیث سنئے: "امر النبی ﷺ بزکوة الفطر صاعاً من تمر صاعاً من شعیر فجعل الناس عدله مدین من حنطة" (جلد اول بخاری ص ۲۰۴)

اور حضور ﷺ نے چھوہارے اور جو کے صدقہ فطر کے لیے ایک صاع کی مقدار مقرر کی صحابہ نے گیہوں کے نصف صاع کو اس کے برابر سمجھا، یہ ہے صحابہ کا بتایا ہوا طریقہ کہ نصف صاع گیہوں ایک صاع جو کے برابر ہے۔ اب غیر مقلدوں نے صحابہ کے اس طے شدہ مسئلہ کے خلاف کیا۔ اور بزعم خود حدیث سے ایک صاع مقرر کیا تو کیا انہوں نے "ما انا علیه واصحابی" پر عمل کیا اور نہیں کیا تو جہنمی ہوئے یا نہیں۔

ایک دوسری حدیث سنئے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں: "عن ابن عباس لما کان زمن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال ایها الناس قد کانت لکم فی الطلاق اناة والله انه من تعجل الزمناه" (طحاوی جلد ثانی ص ۳۲) عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ میں فرمایا کہ اللہ تعالی

نے طلاق میں مہلت دی تھی کہ ٹھہر ٹھہر کر طلاق دی جائے۔ تو اس مہلت میں جو جلدی کرے یعنی ایک ساتھ تینوں طلاق دے دے، ہم اس کو لازم کردیں گے یعنی تین ہی قرار دیں گے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں حضرت عمر کے اس بیان کی نہ تو کسی نے تردید کی نہ دفع کیا تو یہ ایک بڑی دلیل ہوئی (حوالہ مذکورہ) اس اجماع پر صحابہ کو چھوڑ کر آجکل غیر مقلدین براہ راست رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتے ہیں تو یہ لوگ سائل کے مسلک کے موافق " کلھم فی النار " ہوئے یا نہیں؟ الغرض یہ ایک ایسا مطلب ہے جس کی زد سے کوئی کلمہ گو محفوظ نہیں، اصل میں سائل نے یہ تمہید اس لیے باندھی تھی کہ جن مسائل کے بارے میں اس نے سوال کیے ہیں علمائے اہل سنت نے ان سب کی دلیل قرآن وحدیث سے فرمائی ہیں۔ جیسا کہ ان کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا ہم نے نام اوپر تحریر کیا ہے۔ تو سائل نے اس حدیث کا یہ خود ساختہ مطلب بنا کر کے یہ چاہا کہ قرآن وحدیث کے مطالب بیان کرنے کا راستہ ہی بند کردیا جائے تاکہ یہ سب دلائل بے کار ہو جائیں۔ حالانکہ قرآن وحدیث تو رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نفس پرستی کی بیماری سے دور رکھے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے صرف اپنا اور صحابہ کا ذکر کیا ہے، یہ سائل نے ائمہ کرام بالخصوص امام ابوحنیفہ کا نام کہاں سے نکال لیا، شاید یہ بھی کسی صحابی نے ہی بتایا ہو کہ صحابی سے مراد ائمہ اور امام ابوحنیفہ بھی ہیں، جبھی تو سوال کرتا ہے کہ جمہور صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ اور خاص کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کاربند تھے یا نہیں؟ جب بات صرف صحابہ تک ختم ہو جاتی ہے تو ائمہ کے ذکر کی کیا ضرورت؟

دراصل اس حدیث میں اس مسئلہ کا بیان ہی نہیں کہ آدمی کو براہ راست قرآن وحدیث سے اخذ و اثبات کا حق ہے یا نہیں؟ اس حدیث میں تو اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اجماع امت حق ہے اور اس پر عمل کرنے والا ناجی ہے، اور اجماع کا مخالف مستحق جہنم ہے۔ ایک حدیث میں یہ مسئلہ اور واضح طور پر بیان ہوا: "لا یجتمع امتی وفی روایۃ امۃ محمد علی الضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ" میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ر۳)

اور حدیث مبارک: "اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار" (ابن ماجہ حوالہ مذکورہ بالا) بڑی جماعت کی اتباع کرو جو ان سے الگ ہوا جہنم میں گیا۔

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ کی جماعت سب سے بڑی تھی، اس لیے فرمایا جو ان کے ساتھ ہے، ناجی ہے، جو ان کا مخالف ہے ناری ہے، تو لازم ہے کہ صحابہ کرام کے اجماع کی اتباع کی

جائے۔ حدیث مذکور فی السوال کی ایک روایت جماعت کے لفظ کے ساتھ بھی ہے۔ "وفی روایۃ "وھی الجماعۃ" یعنی ایک روایت میں: "ما انا علیہ واصحابی " کے بجائے لفظ "وھی الجماعۃ" ہے یعنی جنتی فرقہ الجماعۃ اور سواد اعظم ہے۔ بھلا اس مطلب کو براہ راست سمجھنے اور نہ سمجھنے سے کیا واسطہ؟

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شرح مشکوٰۃ موسوم بہ مرقات میں لکھتے ہیں: " المرادھم المجتھدون المتماس کون بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی ولا شك انھم ھم اھل السنۃ والجماعۃ وقیل التقدیر اھلھا من کا ن علی ما انا علیہ واصحابی من الاعتقاد والقول فان ذالك یعرف بالاجماع۔ ما اجتمع علیہ علماء الاسلام فھو حق وما عداہ با طل" مراد یہ ہے کہ اہل نجات وہ ہدایت یافتہ اور میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر میرے بعد عمل کرنے والے ہیں، اور بلا شبہ یہ وہی فرقہ ہے جس کو اہلسنت وجماعت کہتے ہیں۔ اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہل نجاۃ وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے اعتقاد اور عمل پر کاربند ہیں اور اس کا پتہ اجماع سے چلے گا تو جس بات پر علمائے اسلام کا اجماع ہو وہ حق ہے اور جو اس کے خلاف ہو گمراہی ہے۔

دیکھئے کس وضاحت سے ملا علی قاری فرمارہے ہیں، اس حدیث کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اہل سنت وجماعت اہل نجات ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اہل نجات وہ لوگ ہیں جو اجماع کے قائل ہیں، اس کے مخالف نہیں۔ پھر اس مطلب کو براہ راست اور واسطہ سے کیا مطلب۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک اور رخ سے اس حدیث پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: حدیث مبارک میں عقائد سے مراد اصولی عقائد ہیں۔ جو ان سے اختلاف کرے گا جہنم میں جائے گا، فرعی اختلاف مراد نہیں، کیونکہ اس اختلاف کو تو رسول اللہ نے رحمت بتایا ہے (اختلاف امتی رحمۃ) عبارت ان کی یہ ہے:

"جدا می شوند امت من از آنہا نکہ ایمان آوردہ اند ورو بقبلہ دارند بر ہفتاد وسہ مذہب در اصول عقائد ہم ایشاں مستحق در آمدن دوزخ باشند بجہت سوئے اعتقاد الا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز در آیند"

میری امت دعوت اور اہل قبلہ میں اصول عقائد میں بہتر فرقے ہوں گے جو مستحق جہنم ہوں گے سوئے اعتقاد کے لحاظ سے، اور سوئے اعمال کے لحاظ سے تو ناجی فرقہ بھی جہنم میں جانے کا مستحق ہوگا، یعنی اپنی بداعمالی کے سبب سے۔ حضرت محقق علی الاطلاق نے یہاں " ما انا علیہ واصحابی " سے اصولی عقائد مراد لیے اور اسی کا بیان اس حدیث میں ہوا تو وہ احکام جس کا ذکر سوال میں آیا ہے کہ جائز ہیں یا ناجائز، ان کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ وہ سب مسائل فرعی ہیں، ان پر مدار اسلام نہیں، کرنے

والے یہ نہیں کہتے کہ ان کا نہ کرنے والا کافر، اور نہ کرنے والے بھی ہمت نہیں کر سکتے کہ کرنے والوں کو کافر کہیں۔ خود شاہ ولی اللہ محدث صاحب جن کی عبارت ''حجۃ اللہ البالغۃ'' سے نقل کی ہے فرعی اختلاف کی گنجائش تسلیم کی ہے اور ہر پہلو پر عمل کرنے والوں کو حق بتایا ہے۔ چنانچہ حجۃ (ص ۱۰۹) لکھتے ہیں۔ ''وقد کان فی الصحابة والتابعین ومن بعدهم من یقرء بسم الله ومنهم من لا یقرأ ومنهم من یجهرها ومنهم من لا یجهرها وکان منهم من قنت فی الفجر ومنهم من لا یقنت فی الفجر ومنهم من یتوضأ من الحجامة والرعاف والقیء ومنهم من لا یتوضأ مع هذا کان یصلی بعضهم خلف بعض''

صحابہ تابعین تبع تابعین میں بہت سے لوگ بسم اللہ تکبیر افتتاح کے بعد پڑھتے تھے اور بہت نہیں۔ کچھ بسم اللہ بالجہر پڑھتے تھے بہت نہیں، کچھ فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور کچھ نہیں، کچھ لوگ پچھنہ لگانے کے بعد، نکسیر ٹوٹنے کے بعد، اور قے کے بعد وضو کرتے اور بہت سے لوگ نہیں۔ اس کے باوجو ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو جب شاہ صاحب کے نزدیک فرعی اختلاف کے باوجود یہ حضرات اہل ہدایت ونجات ہونے سے نہیں نکلے تو مسائل مذکورہ فی السوال تو بالاتفاق فرعی ہیں تو ان کے کرنے اور نہ کرنے سے آدمی جنتی اور جہنمی کیسے ہوسکتا ہے اور اس پر حدیث ''ما انا علیه واصحابی'' منطبق کرنا کہاں تک درست ہوسکتا ہے، یوں شاہ صاحب کی عبارت کا جو مطلب سائل نے بیان کیا وہ بھی صحیح نہیں، انہوں نے عقیدہ اور عمل میں صحابہ کی مخالفت کرنے والے کو غیر ناجی کہا ہے تو مخالفت صحابہ تو جب متصور ہوگی کہ کسی مسئلہ میں صحابہ کا کوئی حکم ہو، آدمی اس کے خلاف کرے اور جس مسئلہ میں ایجابا یا سلبا کچھ روایت ہی نہیں ہو تو اس کا کسی پہلو پر عمل کرنا صحابہ کے ہرگز خلاف نہ ہوگا۔ الغرض سائل نے جو حدیث کا مطلب بتایا ہے بالکل بے بنیاد بلکہ احادیث کریمہ اور آیات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۹ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ

(۳-۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) کسی غیر مسلم نے اگر فاتحہ کیلئے شیرنی وغیرہ دیا کہ فلاں ولی کی روح کو بخش دیجئے تو مسلمان کو ایسا کر دینا چاہیے کہ نہیں، اگر کردیا تو بروح بزرگ ثواب پہونچا کہ نہیں؟

(۲) زید سنی، بکر دیوبندی یا دیگر عقائد باطلہ رکھنے والے کسی بھی شخص کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ بینوا وتوجروا

فقط والسلام عارف امان حبیبی ندیم ہومیو کلینک کمار ٹولی رانچی۔ بہار

الجواب

(۱) کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن، جسے پہونچایا جائے۔ قال الله تعالیٰ: ﴿وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾ [الفرقان: ۲۳]

اس کے کھانے یا شیرنی پر فاتحہ دینا اس کے ثواب پہنچنے کا اعتقاد کرنے والے پر توبہ فرض۔ بلکہ تجدید نکاح واسلام چاہیے۔

(۲) اس لڑکی کو سنی بنا کر عقائد باطلہ سے توبہ کرا کے اس سے شادی کی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۸ جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ

(۵-۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) روزہ کی حالت میں انبیائے کرام یا بزرگان دین یا اولیائے کرام کے نام سے فاتحہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) معراج کے دن ۲۷ رجب کو کس چیز کا فاتحہ دینا زیادہ افضل ہے؟ تحریر کریں۔

(۳) حضور ﷺ نے کس کی نماز جنازہ پہلے پڑھائی؟

(۴) کوڑھی آدمی کو مسجد میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ مدلل تحریر کریں۔

(۵) جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہیں؟ یا ظہر کی فرض بھی پڑھنا پڑیگا؟

(۶) فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح کس نے قبض کی؟ ان سب سوالوں کا جواب مدلل تحریر کریں اور لکھنے میں جو غلطیاں ہوئی ہوں، حضرت سے معافی کا طلبگار ہوں۔

مولانا چمن قادری نظامی مدرسہ اسلامیہ اہلسنت غوثیہ پوسٹ ڈھاڑ بزرگ گرام ضلع کشی نگر یوپی

الجواب

(۱) فاتحہ ایک کار ثواب ہے۔ اس کے لیے کوئی خاص دن یا مہینہ شرع کی طرف سے مقرر نہیں۔ تمام بزرگان دین اور اولیائے کرام کے نام کی فاتحہ ہر دن اور ہر مہینہ ہوسکتی ہے۔ تو رمضان کے دن بھی ہوسکتی ہے۔

(۲) ۲۷ رجب کو بھی ہر جائز، پاک اور حلال چیز پر فاتحہ دی جاسکتی ہے۔ کسی چیز کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ۲۷ رجب بڑی برکت کی رات ہے، اسی قسم کی بابرکت راتیں اور بھی ہیں۔ جیسے بارہویں ربیع الاول، شب برات اور رمضان، لیلۃ القدر وغیرہ ان سب راتوں میں رات کو جاگ کر نماز پڑھنا ذکر وفکر، درود شریف وغیرہ اذکار پڑھنا بہت بابرکت اور باعث فضیلت ہے، حضور ﷺ کا رات میں قبرستان میں جا کر مسلمان مردوں کے لیے فاتحہ اور ایصال ثواب اور دعا خیر کرنا خصوصیت کے ساتھ شب

برات میں حضورﷺ سے ثابت ہے۔

(۳) حضور سید عالمﷺ نے سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (فتاوی رضویہ ص ۴۴۵)

(۴) کوڑھ سے مواد بہتا رہتا ہو اور مسجد ناپاک ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو مسجد سے ضرور روکا جائے اور حالت اس حد تک نہ پہنچی ہو، مگر لوگوں کو اس کے آنے سے نفرت ہوتی ہو تو اس کو روکنا مستحب ہے اور بہتر یہ ہے کہ وہ خود عام مجلسوں میں جانے سے پرہیز کرے۔ (فتاوی رضویہ ص ۳۹۱)

(۵) شہروں میں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض ہے، ظہر کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

(۶) تمام انسانوں کی روح قبض کرنے والے ملک الموت ہیں۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفّٰكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾[السجدہ:۱۱] تم سب لوگوں کی روح قبض کرنے پر ملک الموت مقرر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، مئو

(۱۱۔۱۲) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے گاؤں میں دو سال سے مرحومین کی ایصال ثواب کی نیت سے عرس، قبرستان کے نام سے مسلم، غیر مسلم سے چندہ کر کے جلسہ کیا جاتا ہے جب کہ قبرستان میں کسی بزرگ یا ولی کا مزار نہیں، اس جلسہ میں بڑے بڑے علمائے کرام بھی شریک ہوتے ہیں، کسی نے اب تک منع نہیں کیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) عرس قبرستان کے نام سے موسوم کر کے مرحومین کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے جلسہ کرنا کیسا ہے؟

(۲) غیر مسلم سے جلسہ کے لیے چندہ لینا کیسا ہے؟

المستفتی: بلال احمد مقام چیتل گھٹ سونا پور بازار ضلع اترو نا دیناجپور بنگال

الجواب

بلا تفریق نیک و بد تمام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کا حکم مطلقاً احادیث کریمہ میں وارد ہوا۔ فرمان رسول ہے: کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها۔ (مشکاة: کتاب الجنائز. ۱/۳۲۶) میں تم کو قبروں کی زیارت سے روکتا تھا، تو اب قبروں کی زیارت کروں کہ یہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

خود حضورﷺ اکثر مدینہ شریف کی قبرستان میں جاتے اور اہل بقیع کے لیے دعا فرماتے خاص طور سے شعبان کی پندرہویں رات میں زیارت قبور اور مردوں کے لیے دعائے خیر و ایصال ثواب کا ثبوت ہے۔ مدارج النبوۃ جلد... ص ۶۷۲ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے باری میں ایک رات رسول اللہﷺ کہیں تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے ہولی، میں نے دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں کھڑے ہو کر دعا مانگ رہے ہیں، آپ نے فرمایا عائشہ تمہیں خیال ہوا کہ اللہ اور رسول نے تمہارے ساتھ زیادتی کی، ام المومنین بولیں میں نے سوچا شاید آپ دوسری ازواج مطہرات کے پاس گئے ہوں، آپ نے فرمایا آج پندرہ شعبان کی رات ہے، آج کی رات اللہ تعالیٰ کی رحمت آسمان اول پر نزول فرماتی ہے اور اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بال سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ تو اس رات میں زیارت قبور کے لیے جانا سنت ہوا۔ اور جب زیادہ لوگ اس رات میں زیارت قبور کے لیے پہونچ جائیں تو بھیڑ بھی ہو ہی جائے گی۔

اور ایصال ثواب کا حکم بھی مطلق ہے۔ ہدایہ اولین ص ۲۷۶ میں ہے: الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب اعماله لغيره صلوة كان او صوما او صدقة او غيرها۔ اصل یہ ہے کہ آدمی اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے۔ نماز ہو، روزہ ہو، یا صدقہ ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور عمل خیر ہو، یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

اور جس طرح سے انفرادی طور پر ایصال ثواب جائز ہے، اجتماعی طور پر بھی جائز ہے، تو اگر پوری بستی کے لوگ ملکر ایک کھانا پکا کر آبادی بھر کے مردوں کو ایصال ثواب کریں تو کوئی حرج نہیں۔

اور اسی موقع سے کوئی جلسہ ہو جائے جس میں اور مسائل دینیہ کے ساتھ اہل قبور کے ساتھ حسن سلوک اور مقابر کے آداب ورسوم اور اہل برزخ کے احوال صحیح روایتوں سے بیان کیا جائے تو شرعاً ممنوع نہ ہوگا، بلکہ باعث اجر وثواب ہوگا۔

(۱) البتہ اس کار خیر کے لیے مسلمانوں کا چندہ لیا جائے، غیر مسلموں کی مدد نہیں لیں۔ حدیث شریف میں ہے: "انا لانستعين بمشرك" (سنن ابی داؤد: کتاب الجهاد: ۱۴۲) اپنے کار خیر کے لیے ہم غیر مسلموں سے مدد نہیں لیتے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی رضویہ جلد دہم نصف دوم ص ۶۵ / پر فرماتے ہیں: غیر مسلم اہل اجر وثواب نہیں تو ان کی رقم کا اجر وثواب مردوں کو کیسے پہونچے گا۔

(۲) اس جلسہ اور مجمع میں عورتیں ہرگز شریک نہ ہوں کہ عورتوں کو زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: لعن الله زوارات القبور، کا حکم عورتوں کے حق میں اب بھی باقی ہے۔

(۳) یہ جلسہ اور اس سلسلہ کے جملہ اجتماعات احاطہ قبرستان سے باہر ہوں کہ قبور مسلمین کی بے حرمتی نہ ہو۔ بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۰ میں ہے: قبر پر بیٹھنا، اس پر چلنا، سونا، پاخانہ پیشاب کرنا،

سب حرام ہے، بحوالہ عالم گیری و در مختار اور قبرستان کے اندر یہ اجتماع ہو تو یہ ساری بے حرمتیاں ہو سکتی ہیں۔

(۴) کسی اللہ کے نیک بندے کے وفات کے دن ان کے ایصال ثواب کے لیے جو مجلس ہوتی ہے، اس کو عرس کہتے ہیں۔ تو آپ عام مسلمانوں کے ایصال ثواب کے لیے اجتماع کرنے کا نام عرس نہ رکھئے، بلکہ اس کو بزم ایصال ثواب کہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(۱۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک جگہ میت کیلیے کلمہ طیبہ پڑھا گیا۔ وہاں ایک مولینا صاحب آگئے، ان سے بھی کہہ دیا گیا کہ آپ بھی فاتحہ پڑھ دیں۔ تو مولانا صاحب نے جواب دیا کہ اس سے تو میں بہتر سمجھتا ہوں کہ سور چرالوں۔ اس لیے کہ سامنے ہی سور چر رہے تھے یعنی موجود تھے۔ جواب تحریر فرمائیں کہ یہ کام درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہ ہو تو چھوڑ دیا جائے۔ اور ایسا کہنا گناہ ہوا یا کیا ہوا؟۔ سائل حبیب اللہ، امام پور

الجواب

ایصال ثواب کا جواز اہلسنت کے نزدیک ایک ثابت شدہ امر ہے۔ ہدایہ میں ہے: "الاصل فی ھذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة او صوما او صدقة او غیرها عند اھل السنة والجماعة" (ھدایہ:۲۷۶) اور ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ بھی شرعاً مستحب اور مستحسن ہے۔ جس کا مفصل بیان انوار ساطعہ میں ہے۔ ان افعال خیر سے انکار کرنا اور اس موضوع پر مسلمانوں کی دل آزاری آجکل وہابیوں، دیوبندیوں کا شیوہ ہے۔ آپکا مخاطب بھی کوئی بدبودار بددین معلوم ہوتا ہے۔ خدا اسے توبہ کی توفیق دے۔ آپ یہ عمل خیر اخلاص کے ساتھ کرتے رہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہٗ ۲۵ محرم ۸۳ھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ شب برات کے دن حلوہ بنانا، نیاز و فاتحہ کرنا جائز ہے۔ اور مردوں کو ایصال ثواب بھی جائز ہے۔ اور عمرو کہتا ہے کہ ناجائز ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ شب برات میں گھر لیپتے ہیں اور صفائی کرتے ہیں، یہ سب خرافات ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ مفصل جواب قرآن وحدیث سے مرحمت فرمائیں۔ فقط غلام محمد بھیرہ محمد آباد گوہنہ ۱۲ رشعبان ۷۹ھ

الجواب

زید اپنے قول میں سچا ہے۔ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے: "فللانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره عند اهل السنة والجماعة صلوة كان او صوما، او حجا او صدقة او قراءة القرآن او غیر ذلك من انواع البر" حدیث شریف میں ہے: "اذا تصدق احدكم بصدقة تطوعا فیجعلها لابویه ولا ینقص من اجورهم شیئا" (مجمع الزوائد:۳/۱۳۸)

اور جب یہ ہر روز جائز تو پندرہ شعبان کو بھی جائز۔ خود حضور ﷺ سے بھی ۱۵ رشعبان قبرستان جانا اور مردوں کو دعائے خیر و ثواب پہونچانا ثابت ہے۔ عمرو اگر اس کو حرام کہتا ہے، تو خود اس کو اس کی دلیل دینی ہوگی، رہ گیا اس موقع پر گھر وغیرہ صاف کرنا تو صفائی تو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، یہ کیسے مدعی اسلام ہیں کہ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ فاتحہ درود جائے باید خواند کہ محل پاک باشد از نجاست ظاہری وباطنی۔ قول حضرت شاہ عبد العزیز صاحب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲ رصفر ۸۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۵-۱۶) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کافر کو کافر کہنا کیسا ہے؟۔

(۲) اولاد کی غیر موجودگی میں والدہ کا انتقال ہو گیا اور دودھ بخشا نہیں گیا، اس صورت میں اولاد کیا کرے، اس لیے کہ دودھ بخشوانا تو لازم ہے، تو اس صورت میں علمائے دین ومفتیان شرع متین کیا حکم فرماتے ہیں؟ تمام اساتذنا المکرم کو سلام عرض ہو۔

الجواب

(۱) کافر کو کافر کہا ہی جائے گا، اس کو صاحب ایمان اور مسلمان کہنا گناہ عظیم ہے۔

(۲) شریعت میں دودھ پلانیوالی کا ددھ پینے والے پر کوئی مطالبہ نہیں اس لیے دودھ بخشوانا کوئی شرعی حکم نہیں، اس کے علاوہ بھی اولاد پر ماں کے بے شمار حقوق ہیں، انتقال کے بعد حقوق کے ادائیگی کی یہی صورت ہے کہ ان کے حق میں دعائے خیر اور ان کے لیے ایصال ثواب کرے وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۹ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

(۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عرس منعقد کرانے کے سلسلہ میں جواز یا عدم جواز کی صورت میں کون کون سی چیزیں ممنوع ہیں

ان سے بالتفصیل آگاہ فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: حافظ بدرالدین مقام و پوسٹ نہریاؤں خاص ضلع اعظم گڑھ

الجواب

بزرگان دین کے وصال کے دن ان کے مزار کی زیارت کے لیے جانا، وہاں قرآن خوانی اور ذکر خیر اور کھانوں کا ایصال ثواب کرنا، صاحب مزار کے ذکر خیر کی مجلس کرنا، وعظ وتقریر کرنا کرانا جائز ہے۔ اور یہی عرس ہے، اہل اللہ کے مزار پر چادر بھی ڈال سکتے ہیں اور پھول بھی ڈالے جاسکتے ہیں، اس کے علاوہ جو کچھ اس کے خلاف باتیں لوگ وہاں کرتے ہیں، شریعت میں منع ہے، مثلاً وہاں گانا بجانا، عورتوں کا اس موقع پر جمع ہونا، زیارت کے وقت قبر کو ہاتھ سے چھونا یا اس کا بوسہ لینا منع ہے، وہاں ادب سے کھڑے ہوکر ایصال ثواب کریں اور ان بزرگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے ترقی درجات کی دعا کریں ان کے واسطے سے اپنے لیے بھی دنیا وآخرت کی بھلائی کی اللہ پاک سے دعاء کریں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مرحوم کے نام ایصال ثواب پہونچانے کا ہمارے یہاں عرف عام ہے کہ موت کے تین دن بعد، پھر نو دن بعد، پھر بیس دن بعد پھر چہلم کی نیت سے سینتیس ۳۷ روز بعد، چہلم میں تین دن کم کر کے یہاں چہلم کے فاتحہ کرنے کا عام دستور ہو گیا ہے، کیا ایسا کرنا اس میں فرق کچھ آپ کے نظر میں ہو تو بتائیں پورے چالیس دن پورا کر کے چہلم کے فاتحہ کرنے میں کیا برا ہے؟

الجواب

تمام اعمال خیر کا ثواب مردے کو پہونچتا ہے اور ایصال ثواب جائز ہے اور جس دن بھی پہونچاؤ ثواب پہونچے گا، فاتحہ، دسواں، بیسواں اور چہلم اور برسی وغیرہ کی اصطلاحات عرفی ہیں ایصال ثواب کے لیے اس دن کی خصوصیت نہیں کہ اس دن پہونچاؤ تو پہونچے گا، ورنہ نہیں، ثواب ہر دن پہونچتا ہے۔

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مرحوم کے نام ایصال ثواب کے لیے ہمارے علاقے میں یہ عام ہو چکا ہے کہ جیسا کہ فاتحہ، چہلم وغیرہ زیادہ پیمانے پر خرچ کر کے زیادہ تعداد میں لوگوں کو کھانا کھلانے ہی میں خوشی ہوتی ہے، مرحوم کے حق میں اس طرح کا خیال یہاں ہے اس کے برعکس اگر کسی نے ایصال ثواب کے معاملے میں کم پیسہ لگا کر فاتحہ خوانی کرا کر ختم کر ڈالے تو ایسی کیفیت کو لوگ بخل بتاتے ہیں، شکایت شروع کرنا معمول ہوتا ہے، حالانکہ

ایسا کرنے والے کی نیت صرف یہ ہوتی ہے کہ مرحوم کے چھوڑے آل واولاد بیوہ عورت ان کی پرورش کا ذریعہ بنانے میں پیسہ لگاتا ہے، بہر حال کس طرح یہ عمل کرنا ہوگا جس کے ذریعہ ضرورتیں آسانی سے پوری ہو جائیں اور لوگوں کو شکایت کا موقع بھی نہ ملے، جواب مبارکہ سے نوازیں۔

الجواب

مردے کے نام پر عام دعوت جس میں مالدار بھی شریک ہوں ناجائز وممنوع صرف محتاجوں اور فقیروں کو کھلانا باعث اجر وثواب ہے، وہ بھی بالغ وارثین اپنے مال سے ایسا کریں، نابالغ وارثوں کے حصہ یا ان کے مال سے ایصال ثواب نہ کیا جائے فقط۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۲۰-۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید کا انتقال ہوا اس کا ایصال ثواب کس دن کرنا افضل ہے؟ کیا تیجہ یعنی تیسرے دن ایصال ثواب کرنا شیعوں کی پیروی کرنا ہے؟ کیا تیجہ شیعوں کی ایجاد ہے؟ اس لیے اکابر علمائے کرام نے شیعوں کی مخالفت کرتے ہوئے شدت کے ساتھ بجائے تیسرے دن کے چہارم یعنی چوتھے دن کرنے کو افضل بتایا ہے؟ لہٰذا اصلیت کیا ہے؟ از روئے شرع جوب عنایت فرمائیں۔

(۲) زید جمعہ کی نماز کے پہلے وعظ ونصیحت کے بعد خطبہ دینے کے لیے جونہی منبر پر گیا، اتنے میں فی الفور یعنی اچانک عمرو کھڑا ہوکر تقریر کرنا شروع کر دیا، جب کہ زید منبر پر بیٹھا ہے خطبہ دینے کے لیے لہٰذا عمرو کے اوپر شریعت کیا حکم نافذ کرتی ہے؟

(۳) زید کی اقتداء میں عمرو برابر نماز پڑھتا ہے، لیکن عمرو کو زید سے باطنی طور پر بغض وعناد وکینہ ہے اور زید کی دوسروں کے پاس غیبت بھی کرتا ہے، لہٰذا عمرو کے اوپر شریعت کیا حکم نافذ کرتی ہے۔

(۴) زید جو حافظ قرآن بھی ہے، تراویح کی امامت کر رہا تھا، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "ارأیت الذی" شروع کی عمرو نے لقمہ دیا "الم تر کیف" کا زید لقمہ نہ لے کر نماز پوری کی عمرو کا کہنا ہے کہ نماز نہیں ہوئی، زید نے عمرو سے کہا کہ آپ نماز دہرا لیں تو اس نے کہا کہ آپ لقمہ کیوں نہیں لیے تو زید نے کہا کہ آپکا لقمہ غلط ہے، آپ لقمہ دینے کے لائق نہیں ہیں اور زید کو کبھی لقمہ نہیں دے سکتے ہیں تو عمرو زید سے کہنے لگا کہ تم دیوبندی مدرسہ میں کچھ دن پڑھے ہو، اس لیے تمہاری نماز دیوبندی ہے، تم دیوبندی ہو، جب کہ زید کے اندر کوئی بھی بات دیوبندی کی نہیں پائی جاتی ہے، زید اہل سنت والجماعت کے پابند ہیں، لہٰذا عمرو کے اوپر شریعت کیا حکم نافذ کرتی ہے؟ ہر سوال کے ہر جزئیات پر از روئے شرع قرآن وحدیث کی نص قطعی کی روشنی میں شدت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں عین نوازش وکرم ہوگی۔ فقط والسلام۔ المستفتی: نیاز احمد جزل مدرسہ گلشن نوری گھر سرا

الجواب

(۱) مردے کے نام فاتحہ ہر دن ہو سکتی ہے، کسی دن کی کوئی خصوصیت نہیں کہ فلاں دن ہو سکے گی اور فلاں دن نہیں، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں ان دنوں کو لوگوں نے اپنی آسانی کے لیے مقرر کرلیا ہے کہ اسی بہانے سے مردوں کو کچھ تلاوت قرآن اور کھانوں کا ثواب پہونچ جاتا ہے، اہل سنت وجماعت میں عام طور سے تیسرے دن قرآن خوانی اور ایصال ثواب ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں میں جگہ جگہ اس کے جائز ہونے کا ذکر ہے، کسی نے آپ کو یہ غلط کہہ دیا ہے کہ یہ شیعوں کی ایجاد ہے۔

(۲) عمرو کی یہ حرکت ناجائز اور بدعت سیئہ ہے۔ عالم گیری میں ہے " اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام "۔(۱/۱۸۵)

(۳) غیبت اور کینہ حرام ہے۔

(۴) لقمہ ہر مقتدی دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کو صحیح یاد ہو، اس لیے زید یہ تو کہہ سکتا ہے کہ آپ کا لقمہ صحیح نہیں، اس لیے ہم نے لقمہ نہیں لیا اور آپ نے غلط لقمہ دیا، آپ کی نماز نہیں ہوئی یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ لقمہ دینے کے لائق ہی نہیں۔

عمرو نے زید پر دیوبندی ہونے کا الزام لگایا، زید کو اس سے انکار ہے تو اس کا ثبوت دیں، صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا کہ ان دیوبندیوں کی کوئی علامت نہیں، مولوی اشرف علی دیوبندی نے رسول اللہ ﷺ کے علم کو جانوروں پاگلوں جیسا بتایا، مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے شیطان کے علم کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بتایا، مولوی قاسم نانوتوی نے رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا، ان سب دیوبندی مولویوں کی یہ عبارتیں زید کے سامنے پیش کریں، اگر وہ یہ جان کر ان دیوبندی مولویوں کو کافر کہیں تب تو وہ اپنے دعوی میں صحیح ہیں کہ میں دیوبندی نہیں، اور عمرو سخت مجرم اور گنہگار، زید سے معافی مانگے اور اپنے اس گناہ سے علی الاعلان توبہ کرے، ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اور اگر زید یہ سب جان کر بھی ان دیوبندی مولویوں کو مسلمان ہی سمجھے تو وہ خود مسلمان نہیں، مسلمان انہیں امامت سے علیحدہ کریں اور ان سے ہر قسم کا تعلق ختم کردیں تا آن کہ وہ توبہ کر کے پھر سے مسلمان ہو اور ان مولویوں کے کفر کا قول کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۵ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

(۴۴-۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید جامع مسجد وعیدگاہ کا امام ہے، پابند شرع ہے، پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر ہے، لیکن زید

نے بکر سے گفتگو کے دوران اس بات کا اظہار کیا کہ فاتحہ کے لیے سامنے شیرینی اور کھانا وغیرہ رکھ کر متعین دن وقت اور قرآن کی متعین سورتوں کو پڑھ کر ایصال ثواب کرنا یہ بالکل ہندوانہ رسم ورواج ہے کہ جس طریقے سے ہندو چڑھاوا چڑھاتے ہیں، زید کا کہنا ہے کہ شرینی وغیرہ لوگوں کو تقسیم کرنے کے بعد بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، شیرنی وغیرہ کا سامنے موجود ہونا کوئی ضروری نہیں موجود ہونے کی صورت میں مذکورہ قول زید کا تصور کیا جائے۔

جواب طلب یہ ہے کہ زید کی امامت ایسی صورت میں درست ہے یا نہیں؟ اور زید کے قول سے ان مسلمانوں پر کیا حکم ہوگا جو کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں، اور زید پر شریعت کیا حکم نافذ کرتی ہے اور زید کے قول سے کیا دیگر مسلمان اسلام سے خارج ہوئے یا نہیں؟ جو بقول زید ہندوانہ رسم کرتے ہیں۔

(۲) زید پنج وقتہ امام ہے، لیکن کبھی کبھی ایسے شخص کی اقتدا کرتا ہے جس کی داڑھی فرانس کٹ ہے، یعنی شریعت کے خلاف ہے تو زید کی اقتداء درست ہے یا نہیں اور زید کی امامت دوسروں کے لیے درست ہوگی یا نہیں؟ اور زید صرف عصر اور فجر کی نماز میں بعد سلام اپنے رخ کو مقتدی کی طرف کرتا ہے اور دیگر اوقات میں رخ پھیرنے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف انہیں نمازوں میں بعد سلام رخ پھیرنے کا حکم ہے جس نماز کے بعد کوئی سنت نماز ادا نہیں کی جاتی ہے۔ زید کا قول وعمل شریعت کی نظر میں درست ہے یا غلط؟ زید کی امامت ایسی صورت میں قابل اقتدا ہے یا نہیں؟

المستفتی: مقبول احمد اعظمی، چریا کوٹ ضلع مئو

الجواب

(۱) وفات یافتہ مسلمانوں کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکا کر سامنے رکھنا، قرآن شریف کی متعین سورتیں یا آیتیں پڑھنا، قرآن شریف کی تلاوت کرنا یا ادعیہ واذکار کا دور کرنا ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، رب العلمین اس کا ثواب فلاں فلاں مسلمان کو پہونچا جائز اور مستحسن وباعث اجر وثواب ہے ہدایہ میں ہے: الاصل فی ہذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا کتلاوۃ القرآن والاذکار عند اھل السنۃ والجماعۃ۔

اس مسئلہ میں اصل حکم یہ ہے کہ آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے۔ نماز ہو۔ روزہ ہو صدقہ ہو یا اس کے علاوہ جیسے تلاوت قرآن اور اذکار یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

اس کو ناجائز یا ہندوانہ رسم قرار دینا پکی جہالت نادانی ویاوہ گوئی ہے۔

ان میں ہر ہر امر کا تفصیلی ثبوت حضرت مولانا عبد السمیع صاحب بے دل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''انوار ساطعہ فی بیان المولود والفاتحہ'' میں موجود ہے۔

انہوں نے بڑی تفصیل سے اس امر کا بھی ثبوت دیا ہے کہ ہندو مذہب میں ایصال ثواب کی کوئی ہدایت نہیں، مردوں کے ساتھ زندوں کا سب سے آخری سلوک یہی ہے کہ مردے کو پھونک دیا جائے اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے جب ہندوں کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہر آدمی اپنے دھرم کرم کے انوسار اسی دھرتی پر دوسرے جون میں لوٹ آتا ہے، اور دوبارہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو اپنے کرم کا پھل پہونچانے کی کیا سبیل اور کون سی صورت ہے، ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی دیکھا دیکھی اپنے یہاں بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا ہو، تو ہندوانہ رسم کہنا الٹی گنگا بہانا ہے۔ زید انوار ساطعہ دیکھ کر اگر اپنے غلط خیالات سے باز آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور سب کچھ جانکر بھی اپنی جہالت پر اڑا رہے اور فاتحہ مروجہ کو ناجائز اور ہندوانہ طریقہ کہے تو وہ خود گمراہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ کہ جان بوجھکر اسکی اقتداء نہ کرو اور پڑھ لیا تو نماز لوٹاؤ ایسے آدمی کو امام نہ بناؤ اور بن گیا ہو تو اس کو امامت سے علحدہ کرنے کی طاقت ہو تو علحدہ کردو۔ عالم گیری میں ہے: وان کان صاحب ہوی لایکفربہ صاحبہ تحوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ ۔(باب فی الامامۃ: ۱/۱۰۷)

اور شامی میں ہے: کل صلوۃ ادیت مع الکراھۃ تجب اعادتھا ۔(۲/۱۳۰)

اسی میں ہے: ومشیٰ فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم ۔(۲/۲۵۵)

جس شخص کی گمراہی حد کفر کو نہ پہونچی ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اور جو نماز مکروہ پڑھی گئی اس کا لوٹانا واجب ہے۔ اور کبیری میں ہے، کہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، جو حکم زید کا بتایا گیا یہی حکم ہر گمراہ اور فاسق کا ہے۔

فاتحہ کی صورت کے متعلق جو احکام ذکر کیے گئے تو وہ صورت مسئولہ کے سلسلہ میں تھے، لیکن یہ مطلب نہیں کہ یہ جملہ تخصیصات اور تعینات صحت فاتحہ کے لیے شرط لازمی ہے کہ بے اس کے فاتحہ ہوگی ہی نہیں، ان تعینات اور تخصیصات کے بغیر بھی ایصال ثواب صحیح اور جائز ہے، مثلاً یہ ضروری نہیں کہ تمام عبادتیں ایک ساتھ جمع کر کے ثواب پہونچائے تو پہونچے گا ورنہ نہیں صرف نمازوں کا ثواب بخشا، یہ بھی جائز ہے، صرف روزوں کا ثواب بخشے، یہ بھی جائز ہے، صرف خیرات کا یا تلاوت کا ثواب بخشے یہ بھی جائز ہے، کسی کو ثواب پہونچانے کی نیت سے کچا غلہ فقیر کو دے دیا اس کا ثواب پہونچے گا، اور پکا کر کھلا دیا اس کا ثواب بھی پہونچے گا، سامنے کھانا رکھکر فاتحہ پڑھی تو بھی ثواب پہونچے گا، اور پیٹھ پیچھے یا کہیں علحدہ رکھ کر

دوسری جگہ فاتحہ پڑھی، پہلے سے دن مقرر کر کے یا بے مقرر کیے، ہر طرح ثواب پہونچے گا۔

اور جاہل سے جاہل مسلمان بھی اس بات کو جانتا ہے اور موقع موقع سے سبھی طریقوں سے فاتحہ دلاتا ہے اس کے باوجود ہمارے علماء نے تفصیل سے باتیں عوام پر واضح کردی ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۷۷ میں فرماتے ہیں: ایصال ثواب کے لیے تعین تاریخ بلاشبہ جائز ہے اور سنت مسلمین یعنی ان کا طریقہ مسلوک ہے، مگر اس کو واجب جاننا باطل محض ہے۔ یوں ہی سرکار رسالت کی سنت سمجھنا۔

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس کے موقع پر لوگ جو فاتحہ کرتے ہیں، جو کندورس کے نام سے مشہور ہے اور جو نشان رکھتے ہیں، یہ نشان رکھنا کیسا ہے؟ اور اسکی اصل کیا ہے؟ اور کس وجہ سے رکھتے ہیں؟ برائے کرام جواب سے مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ سائل: حافظ زبیر احمد گورکھپور

الجواب

کسی چیز کا نامناسب نام نہ رکھنا چاہیے۔ پھر بھی نام رکھنے سے شی کی حقیقت نہیں بدلتی۔ پس اگر فاتحہ میں کوئی غیر شرعی حرکت شامل نہ کرتے ہیں اور مروجہ طریقے پر کھانا سامنے رکھ کر سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر اس کا ایصال ثواب سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو پہنچاتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ نے کنواں کھدوا کر فرمایا "ھذہ لام سعد" منارہ کی جو شکل سوال میں ہے۔ وہ مشرکین کے ترشول کے مشابہ ہے، جو ان کی عبادت گاہوں وغیرہ میں نصب رہتا ہے۔ اس سے سخت پرہیز کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۲ رشعبان ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۲۷ـ۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک حافظ قرآن گیارہ ماہ میں پانچ ختم قرآن کر کے رکھ دیتا ہے اور رمضان المبارک کے ماہ میں جو شخص کہتا ہے کہ فلاں کے نام بخش دیں تو حافظ صاحب اسی ختم قرآن میں سے ایک ختم بخش دیتا ہے، کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید جو کہ حافظ قرآن ہے، آج تقریباً دس بارہ سال سے ایک مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے، لیکن چند دنوں سے مسلمانوں کو بیعت کرنا بھی شروع کر دیا ہے اور اپنے پیر طریقت سے اجازت بھی نہیں

لیا ہے۔اور خاندانی سید بھی نہیں تو کیا یہ بیعت کرنا ہونا درست ہے یا نہیں؟

(۳) خطبہ جمعہ میں اول خطبہ ثانی کے درمیان وعظ کہنا یا کوئی دینی بات کہہ کر لوگوں کو سمجھانا کیسا ہے؟ بحوالہ قرآن وحدیث سے دے کر اطمینان بخشیں۔

خالد حسین قادری، مدرس مدرسہ اسلامیہ چاپوکھر پوسٹ گول پوکھر بنگال

الجواب

(۱) اس میں کوئی حرج نہیں۔ہدایہ میں ہے:"ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة او غيرها عند اهل السنة والجماعة"

اس کے بین السطور میں ہے:"كتلاوة القرآن"

(۲) پیر بننے کے لیے سید ہو ضروری نہیں، ہر برادری کا آدمی جس میں پیر بننے کی صلاحیت ہو، ہوسکتا ہے۔پیر بننے کے لیے چار شرطیں ہیں، سنی صحیح العقیدہ ہو، اتنا علم ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل نکال سکتے ہوں۔فاسق معلن نہ ہو۔اس کا سلسلہ حضور ﷺ سے متصل ہو۔

اور جب اس کو اپنے پیر سے اجازت نہیں حاصل ہے تو اس کا سلسلہ متصل نہ ہوا، اور اس سے بیعت ہونا بے فائدہ ہے۔(فتاوی افریقہ)

(۳) سنت متوارثہ کے خلاف ہے ہاں مختصر طور پر اس وقت کی ضرورت کے موافق دینی باتیں بتادینے میں حرج نہیں۔عالم گیری میں ہے:"ويكره للخطيب ان يتكلم فى حال الخطبة الا ان يكون امرا بمعروف" (باب فى صلاة الجمعة: ۱/۱۸۵) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۶رذوالحجہ ۸۹

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اگر ہم لوگ اشیاء خوردنی پر فاتحہ اور چارقل ساتھ درود شریف کے پڑھ کر کسی کے نام ایصال ثواب کرنا مقصود ہو تو یہ کیسا ہے؟ آیا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو پھر ہم لوگ مسائل اسلام یا احادیث معتبرہ سے دلالت کیساتھ ہم کو باخبر کیجئے۔فقط چیز خوردنی پر فاتحہ اور قل وغیرہ ہم پڑھ کر کھانا اور لوگوں میں تقسیم کریں تو پھر یہ کیسا ہے جائز ہے کہ نہیں؟ کیونکہ ہم کو اکثر جگہوں میں اس بات سے واسطہ پڑتا ہے تو میں نے اس کو مستحب سمجھ کر کردیا ہے اور نہ کرنے پر لوگ چند طرح کے اعتراض کرنے لگتے ہیں، اس بارے میں میں نے بہتر یہ سمجھا کہ باضابطہ فتوی لیا جائے۔آپ ساتھ مہر کے جو کچھ لکھنا چاہیں اس کا کارڈ کے خالی جگہ پر لکھدیں۔المستفتی: محمد یوسف

الجواب

تفصیل کے ساتھ دلیل مانگتے ہیں اور جواب کے لیے کارڈ بھیجتے ہیں، اس پر کیا تفصیل ہوسکتی ہے۔اصل حکم یہ ہے کہ دونوں کو ثواب پہنچانا جائز ہے اور سوال میں آپ نے جو طریقہ لکھا ہے یہ بھی صحیح ہے۔البتہ عام مردوں کی فاتحہ صرف محتاجوں میں تقسیم کریں اور بزرگوں کی نیاز امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۸رذوالحجہ ۸۹

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

بندے نے مسلک اہل سنت کے مطابق قرآن خوانی وایصال ثواب کے واسطے سنی مسلمان بچوں کو دعوت دی بحمدہ تعالیٰ تمام اہل اسلام نے حاضر ہو کر قرآن خوانی اور ایصال ثواب موافق حکم مذہب اہل سنت ادا کیا۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ برادری کے کچھ ایسے افراد نے ہمیں ایسی صورت میں برادری سے بائیکاٹ کردیا کہ تم نے محلہ اور غیر محلہ کے تمام بچوں کو دعوت کیوں دی۔اور قرآن خوانی ان سب لوگوں سے کیوں کروایا۔ہم مخصوص آدمی کافی تھے، حالانکہ واقعہ وہ مخصوص آدمی ناکافی تھے۔

اس لیے تمام بچوں کو بلوایا گیا۔پس اتنی سی بات پر مجھے برادری سے علیحدہ کردیا۔لہذا حضور سے عرض ہے کہ ہمیں ان لوگوں کا بائیکاٹ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بصورت ناجائز ان لوگوں پر (جن لوگوں نے بائیکاٹ کیا) توبہ واستغفار یا کون سا شرعی حکم واجب ہوتا ہے جو کیا جائے؟ واضح ہو کہ وہ لوگ بھی سنی ہیں، جلدی جواب سے نوازیں۔بینوا وتوجروا المستفتی: محمد حنیف، قصبہ کیتھون ضلع کوٹہ راجستھان

الجواب

اگر واقعہ صرف اتنا ہے جتنا سوال میں ذکر کیا گیا، اور وہ دوسرے لوگ جن کو قرآن خوانی کے لیے بلایا گیا، ان میں کوئی شرعی قصور از قسم بدعقیدگی وغیرہ نہ تھا تو برادری کے لوگوں کا سائل کا بائیکاٹ کرنا سخت ظلم وزیادتی ہے۔ایصال ثواب میں زیادہ سے زیادہ جتنے لوگ شریک ہوں باعث اجر وثواب اس کو روکنا گناہ ہے۔اہل برادری پر لازم ہے کہ فوراً مقاطعہ ختم کریں۔اور سائل سے معافی مانگیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۰رجمادالاولی ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۲۔۳۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) میلاد شریف، گیارہویں شریف اور بزرگان دین کے عرسوں کے کھانے کھلانا، اور کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے برکات کا بیان فرمائیں۔

(۲) مذکورہ بالا کھانے کھانا کھلانا غرباء امراء سب کو جائز ہے، یا صرف غریب ہی کھا سکتے ہیں؟ اس کا ثبوت اور دلائل بحوالہ دیئے جاویں۔

(۳) مدرسوں، بیواؤں، غریبوں ہی کو دینا اہم، لہذا مذکورہ بالا کھانا کھلانے کے بجائے مدرسوں، بیواؤں، غریبوں ہی کو رقم دی جائے اور یہ کھانے نہ کھلائے جائیں، کیا اس سنہری تقریر میں عوام اہل سنت کو فریب دینے اور بہکانے کی بات ہے یا نہیں اور اس طرح ان مقدس یادگاروں کو بند کرنے کا مقصد ظاہر ہوتا ہے یا نہیں؟ لہذا اس کا بھی جواب واضح عطا فرما کر ممنون فرمائیں۔ المستفتی: عنایت رضا

الجواب

میلاد شریف کا کھانا تو بر وصلہ ہے۔ اس کا قرآن عظیم میں حکم ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ [المائدة:۲]۔ اور حدیث شریف کا فرمان ہے: "صل من قطعك و اعف عمن ظلمك" (اتحاف السادة المتقين: ۲۵/۹) اور گیارہویں شریف اور اعراس بزرگان دین کا کھانا ایصال ثواب ہے جو شرعاً جائز بلکہ باعث ثواب ہے۔ ہدایہ میں ہے: "ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة او غيرها عند اهل السنة و الجماعة"

اور حدیث شریف میں ہے: "عن سعد بن عبادة قال يا رسول الله ان ام سعد ماتت فاى الصدقة افضل فقال الماء فحفر بيرا و قال هذه لام سعد" (سنن ابی داؤد: کتاب الزکاة ۳۱۲/۲)

بالخصوص میلاد النبی ﷺ کی تعریف اور اس پر اظہار مسرت تو وہ ہے جس سے دشمن بھی فیض پاتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کا کیا کہنا۔ بخاری شریف میں ہے:

"ثويبة مولاة لابى لهب اعتقها فارضعت النبى ﷺ فلما مات ابو لهب راه بعض اهله بشر هيئته. قال له: ما ذا لقيت؟ قال ابو لهب: لم الق بعدكم غير انى سقيت فى هذا بعتاقتى ثويبة"

فتح الباری میں ہے: "هذا خاص به اكراما للنبى ﷺ"۔

(۲) سب کھا سکتے ہیں۔ طعام میلاد شریف تو بر وصلہ ہے جو سب کے ساتھ کرنے کا حکم ہے۔ نیاز بزرگان دین کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: "اگر فاتحہ نیاز بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را هم خوردن آں جائز است۔ عبد العزیز صاحب اپنے فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں: "اگر کوئی چیز کسی بزرگ

کے نام پر فاتحہ کی جاوے تو اس کا کھانا مالدار کے لیے جائز ہے۔ الغرض اس قسم کا کھانا بھی کھا سکتے ہیں۔

(۳) آج کل دین میں آزادی اور بے راہ روی کا زمانہ ہے، جو جس کے منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے ہم نے سنا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کرنے سے بہتر اس زمانے میں یہ ہے کہ وہ رقم محتاجوں کو دے دی جائے۔ اسی قسم کی یہ نامناسب تلقین بھی ہے کہ بجائے میلاد و اعراس میں خرچ کرنے کے مدرسوں اور بیواؤں اور غریبوں کو دیا جائے۔ ایسے لوگوں نے اپنے ذاتی اخراجات میں سے ان مصارف خیر ہی سے کسی کے لیے کچھ علیحدہ کیا ہے؟ پھر ان کو کیا حق پہونچتا ہے کہ اس کا نام لے کر اس کار خیر کو روکیں۔ یہ اعراس ومجالس میلاد بھی تبلیغ دین اور غریبوں کی امداد کا ذریعہ ہیں اور مزید امداد کے ذریعے بنائے جا سکتے ہیں۔ اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ ایسے ورغلانے والوں کی باتیں نہ سنیں اور یہ امور خیر بجالائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۹؍رجب ۹۰ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۵۔۴۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ پیش امام کا نماز ختم ہونے پر بعد دعا کے فاتحہ دینا بدعت ہے۔ اس لیے وہ لوگ فاتحہ والی جماعت میں فرض نماز میں شریک نہیں ہوتے، جواب ارسال فرمائیں۔

(۲) وہی لوگ فرض جماعت ختم ہونے پر اسی مصلی پر جماعت ثانی سے نماز پڑھتے ہیں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

(۳) جماعت ثانی جان بوجھ کر یا اتفاق سے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع کریں۔

(۴) جماعت ثانی کے پیش امام کو فرض نماز میں لقمہ دینے پر سجدہ سہو ادا کرنا چاہیے یا نہیں؟ جواب ارسال فرمائیں۔

(۵) تبلیغی جماعت مسجد میں ٹھہر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ان میں سے کسی رکن کو غسل کی حاجت ہو تو آداب مسجد کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمائیں۔

(۶) نماز ختم ہونے کے بعد فاتحہ اور پیش امام سے مصافحہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

(۷) پیش امام اجرت لے کر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ درمیان میں ہی نوکری چھوڑ کر چلا جائے اور پورے ایک مہینے کی اجرت دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: پیرزادہ خلیل احمد اکبر صاحب

الجواب

فاتحہ کو غلط کہنے والے خود غلط کار اور دین میں نئی راہ نکالنے والے ہیں۔ فاتحہ ایصال ثواب ہے اور ایصال ثواب کے لیے ہدایہ میں ہے: "ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوة او صوما او صدقة او غیرها عند اهل السنة والجماعة" اس لیے اس بنیاد پر جماعت ترک کرنے والا گنہگار ہوگا۔

(۲) اگر وہ لوگ بدمذہب اور وہابی نہیں ہیں اور نماز بھی خاص محراب میں ٹھیک جماعت اولی کے مقام پر نئی اذان واقامت کے ساتھ نہ پڑھتے ہوں۔ مگر اس جماعت اولی بالقصد چھوڑنے کا گناہ ان پر مسلط ہوگا۔ ثواب بھی جماعت اولی کا نہ ملے گا۔

(۳) اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جماعت ثانی اس وقت ہے، جب کہ اتفاقاً جماعت اولی ترک ہوگئی ورنہ ترک جماعت اولی گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "الجماعة من سنن الهدی لا یتخلف عنها الا منافق"۔

(۴) قرأت میں غلطی ہو اور کوئی لقمہ دے اور امام قبول کرلے تو سجدہ سہو نہیں سجدہ سہو اس وقت ہے جب نماز میں کوئی واجب ترک ہو یا فرض میں تاخیر ہو۔

(۵) تبلیغی جماعت پرانے گمراہوں کا ایک نیا روپ ہے۔ جو کلمہ اور نماز کے نام پر سیدھے سادھے عوام کو اپنی گمراہی کے راستہ پر ڈال رہا ہے۔ سنی مسلمان انہیں ہرگز اپنی مسجدوں میں ٹھہرنے نہ دیں نہ ان سے وعظ سنیں۔ حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم"

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں: "العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم"

مسجد میں سونے اور ٹھہرنے کا شرعی حکم یہ ہے اور یہی راجح ہے کہ جو اعتکاف کرے تو اس کو کھانے پینے اور سونے کی اجازت ہے، بقیہ کو کوئی نہیں۔ صغیری میں ہے: "و کذا النوم فیه لغیر المعتکف و قیل لا باس للغریب ان ینام فیه و الا من ینوی الاعتکاف لیخرج عن الخلاف"

اگر کسی کو سونے میں غسل کی حاجت ہوئی جیسے اس کی آنکھ کھلی فوراً تیمم کرکے باہر نکل جائے وہاں ٹھہرنا حرام ہے اور تبلیغی بہت سی باتوں میں مسجد کے آداب کے خلاف کرتے ہیں۔

(۶) مصافحہ بعد نماز میں شرعاً کوئی قباحت نہیں یہ جائز ہے۔ شامی میں ہے:

"اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء اما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه لکن لا باس به فان اصل المصافحة سنة"۔(کتاب الحظر والاباحة: باب الاستبراء۔۹/۴۶۵)

(۷) متاخرین نے ضرورۃً امامت کی نوکری جائز قرار دی ہے۔ درمختار میں ہے: "و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن و الفقة و الامامة" (کتاب الاجارة:۹/۶۵) جتنے دن غیر حاضر رہا اس کی تنخواہ ضرور کاٹی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۴۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

میرے قریب مسجد موضع عجیب گڑھ میں بابا مزاری شاہ صاحب کا مزار ہے، وہاں پر ہر سال بماہ اگھن دوسرے یا کچھ میں پہلی جمعرات کو عرس منایا جاتا ہے۔ جس میں قرآن خوانی، میلاد شریف، روشنی، گاگر، زیارت خرقہ پوشی بھی کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی لوگ بھی جمع ہوتے ہیں، قوالی لونڈوں کا ناچ اور دنگل بھی ہوتا ہے۔ چادر، مالیدہ، نقد و غلہ بھی چڑھتا ہے۔ مرد عورتیں مسلمان ہندو جمع ہوتے ہیں۔ بابا صاحب کے حالات زندگی مختصراً آپ کی آگاہی کے واسطے تحریر کررہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

بابا صاحب اصل باشندہ موضع کلیان پور کے تھے، عجیب گڑھ سے تخمیناً دو میل کے فاصلہ پر ہے، بابا صاحب فقیری سے قبل کھیتی کا کام کرتے تھے، شادی ہوئی تھی دو تین بچے بھی پیدا ہوئے تھے کہ مکان سے نکل کھڑے ہوئے اور اسی نواح میں گھومتے پھرتے رہے کہ ایک میلہ پر جو مسجد موضع عجیب گڑھ میں ہے خانہ کھود کر رہنے لگے، ناخواندہ تھے۔ پیشتر کچھ عرصہ تک تو جو آپ کو ملتا وہ دوسروں کو تقسیم کردیتے تھے، ایک عرصہ کے بعد باغ لگایا، پختہ مکان بنوایا، دو پختہ کنواں بھی بنوایا، اور دیگر چیزیں گرہستی مثل ڈیگ، سپیائی، موٹے ڈول، صندوق، پلنگ، چوکی وغیرہ بھی اکٹھا کیا۔ آپ کمبل پوش تھے نماز نہیں پڑھتے تھے، روزے نہیں رکھتے تھے، بلکہ گانجہ چرس تمباکو پیتے تھے۔

دوسرے تیسرے سال بھدار کے نام سے میلہ لگواتے تھے جس میں لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے، باجہ بجواتے تھے اور رنڈیوں کا کتھک اور چماروں وغیرہ کا ناچ بھی کراتے تھے۔ آپ کے ایک بٹوہ چھوٹا ساتھ میں جس میں چالیس پچاس روپیہ بمشکل آسکتا تھا اس میں سے دو ڈھائی سو روپیہ ناچ والوں کو تقسیم کرتے تھے اور یہی معلوم ہوتا تھا کہ بٹوہ خالی ہے۔

آپ صاحب کرامت تھے، کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب تھمن شریف نے آپ کو نماز جمعہ پڑھانا چاہا، آپ نے نماز نہیں پڑھی بلکہ دریائے گومتی میں کود کر اس پار نکل گئے اور آپ کی ناراضگی کی وجہ سے شاہ صاحب تھمن شریف جب کہ خطبہ جمعہ پڑھ رہے تھے، مسجد کی مینار پر بجلی گری جو منار سے آکر

شاہ صاحب کے قریب زمین میں چلی گئی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، ہاں مینار مسجد میں دراڑ پیدا ہو گیا تھا۔

اور ایسے ہی ایک مرتبہ نہال گڑھ سے سلطان پور جانا چاہتے تھے، کسی موٹر والے نے بغیر پیسہ کے لیجانا اپنے موٹر پر گوارہ نہ کیا، اسی وجہ سے آپ نے بددعا دی جس کی وجہ سے موٹر وہیں کھڑی رہی ایک ایک پرزہ موٹر کا علیحدہ کر کے نکال دیا اور بھی کرامتیں بیان کی جاتی ہیں۔

آپ کا وصال ۱۹۳۷ء میں ہوا، اور ۱۹۳۸ء میں اشتہار بغرض شہرتی عرض سجادہ نشین حبیب شاہ و اراکین درگاہ مولوی محمد رضا نہال گڑھ و مولوی رحمت اللہ، حافظ عبد الستار، وقاری حافظ محمد علی کی طرف سے تقسیم ہوا جس کی سرخی یہ ہے۔ عرس پاک مجذوب سالک جناب بابا مڑاری شاہ صاحب قبلہ قدس سرہ حضرت میں بابا صاحب کے بارے میں بدگمان عقیدہ ہوں۔ برائے کرم سوالوں کا جواب دے کر مجھے اطمینان دلائیں عین نوازش ہوگی۔

(۱) کیا بابا صاحب مجذوب سالک تھے؟

(۲) کیا اولیاء اللہ و بزرگ تھے؟

(۳) کیا بابا صاحب کے مزار پر جانا اور چادر مالیدہ وغیرہ چڑھانا مسلمانوں کو جائز ہے؟

(۴) کیا حاجت کے وقت بابا صاحب سے مدد مانگنا یا پکارنا مسلمانوں کو جائز ہے؟

(۵) کیا بابا صاحب کی مزار پر چڑھاوا مثل مالیدہ، شیرینی چادر وغیرہ کا لینا اور کھانا مسلمانوں کے لیے درست ہے؟

(۶) کیا مسلمانوں کو ایسے عرس میں شرکت کرنا درست ہے؟

ناچیز: مقصود عالم اشرفی، موضع ڈاکخانہ جلکیش گنج ضلع سلطان پور

الجواب

سوال میں بابا صاحب کے متعلق جو تفصیل درج ہے، اس سے ان کی ولایت ثابت نہیں ہوتی اگر وہ ساری حرکتیں ہوش وحواس کے عالم میں کرتے تھے، ہاں اگر بیخود رہتے ہوں تو اور بات ہے۔ ایسے لوگوں سے قلم شرع اٹھا ہوا ہے۔ بہر حال بظاہر تو وہ ایک گنہگار آدمی تھے یا مستور الحال ان کی ولایت کا فیصلہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ رہ گیا ایصال ثواب یا قبر پر جانا فاتحہ پڑھنا یہ تو گنہگار مسلمانوں کے لیے بھی جائز ہے، عرس لگانا چادر چڑھانا اور مدد مانگنا نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۶ رذوالحجہ ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۴۳-۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

حضرت عبد اللہ وحضرت عبد المطلب کو فاتحہ وایصال ثواب ودعائے مغفرت میں شریک کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ شریک کیا جا سکتا ہے۔ اول یہ کہ نور محمدی از حضرت آدم منتقل ہوتا ہوا حضرت عبد المطلب کی ایک شاخ عبد اللہ سے ظاہر ہوا اور نور محمدی کی موجودگی میں شرک وکفر کا تصور ممکن نہیں۔ دوم یہ کہ شرف نسب آں حضرت کا ہونا ضروری ہے۔ سوم یہ کہ تاریخ سے اصحاب مذکور کا کفر وشرک ثابت نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ مشرک ماں باپ کو بھی دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے۔

(۲) یہ کہ جب لفظ امت کسی بھی پیغمبر کے ساتھ منسوب ہوگا تو اس کے کیا مطلب ومعنی ہوں گے۔ جیسے امت عیسوی، امت موسوی، زید کا کہنا ہے کہ امت انہیں حضرات کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ایمان لا چکے ہیں اور یہ لفظ اس وقت تک استعمال ہوگا، جب تک کہ کفر صریح بلا کسی احتمال کے باقی نہ رہے۔

(۳) کیا قادیانی، معتزلی، خارجی ظاہری، باطنی، شیعہ، شرقی، برقی، پرویزی، یہ امت محمدی میں داخل ہیں یا نہیں ہیں؟ اور سب لوگ الگ الگ امتی ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ یہ سب لوگ امت محمدی میں داخل ہیں، خارج از امت نہیں۔ اور سوال اول یہ تین مذکورہ بالا سب کو ایصال ثواب کرنا اور فاتحہ اور دعائے مغفرت میں شریک کیا جا سکتا ہے۔ اور بکر کا کہنا ہے کہ فاتحہ وغیرہ غیر ضروری فروعات، اختلافی چیزیں ہیں۔ اور حضرات مذکورہ کو شریک نہیں کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر تین کی امتیں امت محمدی سے الگ امتیں ہیں اور سوال نمبر دو کے بارے میں ہے اور یہ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے۔ اس لیے آپ لوگ بدلیل قطعی فیصلہ فرمائیں کہ کون دین حق ہے۔ اور اس قسم کی بات کہنے والے پر کیا حد شرعی واجب ہوتی ہے۔ ورنہ ایسی غیر ذمے دار باتوں سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔

السائل: سید اقبال احمد بقلم خود محلہ رضوی مکان ۱۳، متصل راج کالج جونپور

الجواب

اس نمبر میں اتنی بات صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آبائے کرام اور امہات طاہرات کو ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے کہ صحیح اور راجح مسلک کی بنیاد پر آپ کے آبائے کرام وامہات طاہرات از ابتدا تا انتہا اہل توحید واسلام ونجات ہیں۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾ [الشعراء: ۲۱۹] ہم آپ کو اہل توحید وسجدہ گذار لوگوں میں منتقل کرتے رہیں گے۔ شامی میں ہے: "والظن فی کرم اللہ تعالیٰ ان یکون ابواہ من احد ہذین القسمین ای مؤمن بعد الاحیاء و موحد الفطرۃ" البتہ اختلاف علماء سے بچنے کے لیے مناسب یہ ہے کہ ثواب حضور کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کیا جائے اور ان

کے وسیلے سے ان کے علاقہ والوں کو۔ زید کا یہ قول غلط اور خلاف قرآن عظیم ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾[التوبة:١١٣] نبی اور مومنوں کو کافروں اور مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت نہ کرنا چاہیے اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ انھیں معلوم ہو گیا کہ وہ جہنمی ہیں۔

(۲) امت کی دو قسمیں ہیں امت دعوت جس کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے: "لا یسمع بی احد من هذه الامة یهودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت به الا کان من اصحاب النار" اس امت میں سے کوئی بھی یہودی ہو خواہ نصرانی جس نے مجھے سنا اور ایمان لائے بغیر مر گیا تو جہنم میں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کے مخاطب کو امت دعوت کہا جاتا ہے۔

اور دوسری امت اجابت ہے۔ جن لوگوں نے پیغام سنا اور ایمان لائے۔ اصطلاح شرع میں اور عرف عام میں اکثر امت بول کر آخر الذکر طبقہ مراد لیا جاتا ہے۔ اس لیے زید کا یہ کہنا صحیح ہے۔ وہی ہیں جو ایمان لا چکے ہیں، یوں ہی زید کا یہ قول کہ جب تک ان سے کفر صریح نہ سرزد ہو امتی ہی رہیں۔ گو گنہگار اور قابل سزا و عذاب ہوں۔

(۳) یہ زید سے لغزش ہوگئی ہے۔ سوال میں ذکر کیے ہوئے فرقوں میں کتنے ایسے ہیں جن کا کفر صریح ثابت ہو چکا ہے اور علمائے عرب و عجم نے ان پر کفر کا فتوی دیا ہے اور ان کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور رسول ﷺ کی امت سے علیحدہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے فرقے والوں کے لیے بحکم شرع نہ ایصال ثواب جائز ہے نہ دعائے مغفرت۔ اور زید و بکر سے جو بھی اپنے خلاف شرع قول پر علم کے بعد اڑا رہے گنہگار ہوگا ایسے شخص پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کے والد کا انتقال ہوا اور زید نے اپنے والد کا عرفہ نہیں کیا تو محلّہ کے لوگوں نے ان پر طعنہ زنی کیا کہ آپ دیوبندی ہیں تو اس کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ زید دیوبندی ہوا یا نہیں؟ نیز عرفہ کے بارے میں کیا قول ہے۔ فقط

المستفتی: سراج الدین مقام بال نواده ضلع چھپر

الجواب

عرفہ کرنا نہ سنت ہے نہ واجب، بلکہ یہ ایصال ثواب ہے، اور وہ مستحب فعل ہے جس کا جی چاہے کرے اور جس کا جی چاہے نہ کرے، نہ کرنے پر طعنہ زنی کرنا غلط ہے، اور ایسے شخص کو دیوبندی کہنا غلط اور بہت برا ہے اور مسلمان کو ایذا دینا ہے اگر زید میں اس کے علاوہ دیوبندیت کی کوئی بات نہیں ہو تو صرف اتنے سے معاملہ پر اس کو دیوبندی کہنے والے اس سے معافی مانگیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۴۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نام جو کونڈہ پر فاتحہ دلائی جاتی ہے۔ ۲۲ رجب کو تو یہ کونڈے کہاں سے اور کیسے چلے اس کی صحیح تحقیق تاریخ سے یا حدیث وقرآن سے مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ آپ کا عین کرم ہوگا۔

المستفتی محمد یسین تیغی امام مسجد موضع دھنورا مراد آباد

الجواب

امور خیر پر عمل کرنے کے لیے اس کے ایجاد کی تاریخ جاننا اور ان کے موجد کا نام جاننا کچھ ضروری نہیں بلکہ یہ جاننا ضروری ہے کہ امور اصل شرع پر پورے اترتے ہیں یا نہیں، چاہے جس زمانہ کی ایجاد ہو یا کوئی موجد ہو۔ اس کی تفصیل دیکھنا ہو تو "انوار ساطعہ فی بیان المولود والفاتحہ" کا مطالعہ کریں

اس اصول پر رجب میں کونڈوں کی فاتحہ بھی ایک فاتحہ اور ایصال ثواب ہے، جیسے اور بزرگوں کے نام کی فاتحہ جائز ہے یہ بھی جائز ہے، ہاں اس میں جو فضول تیوہار کا اضافہ عوام نے کر رکھا ہے وہ فضول اور بے فائدہ ہی ہے اس کی پابندی کچھ ضروری نہیں۔

بہار شریعت جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۹ میں ہے: اسی ماہ رجب میں حضرت جلال بخاری علیہ الرحمہ کے کونڈے ہوتے ہیں۔ کہ چاول یا کھیر پکوا کر کونڈوں میں بھرتے ہیں، اور فاتحہ دلا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں یہ بھی جائز ہے، ہاں ایک بات مذموم ہے وہ یہ کہ جہاں کونڈے بھرے جاتے ہیں وہیں کھلاتے ہیں اپنے تئیں نہیں دیتے، یہ ایک لغو حرکت ہے۔ مگر یہ جاہلوں کا طریق عمل ہے پڑھے لکھے لوگوں میں یہ پابندی نہیں ہے۔

اسی طرح ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کو ایصال ثواب کے لیے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں۔ یہ بھی جائز مگر اس میں بھی اسی جگہ کھانے کی پابندی بعضوں نے عائد کر رکھی ہے، یہ بے جا پابندی ہے۔ اس کونڈے کے متعلق ایک کتاب بھی ہے جس کا نام داستان

عجیب ہے۔اس کا کوئی ثبوت نہیں۔وہ نہ پڑھی جائے۔صرف فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۲؍شوال المکرم ۱۴۱۳ھ

دعوتِ میت کا بیان

(۱-۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بلیا کے بعض دیہاتوں میں رائج ہے کہ جب کوئی انسان انتقال کرتا ہے تو اس کے گھر والے چہلم کے موقع پر غریبوں کے ساتھ مالداروں کو بھی کھلاتے ہیں، اگر ان سے کہا جائے کہ یہ صرف غریبوں کا حق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا یہ کسی حدیث یا قرآن میں ہے، نیز اگر مالداروں کو نہ کھلا کر یہ روپے کسی مسجد یا مدرسہ کو دیا جائے تو کیا مرنے والے کو اس کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۲) امام نے بحالت نماز قرأت سورہ بقرہ کی آیت کریمہ والذین سے شروع کی اور تلاوت کے درمیان قرأت ہی میں ﴿أُولَـٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ﴾[البقرة:۳] کے بجائے ﴿أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾[البقرة:۱۵۷] تلاوت کردی، مگر فوراً اعادہ کرکے صحیح پڑھائی، اتنے میں مقتدیوں نے بھی لقمہ دیا پھر امام نے بغیر سجدۂ سہو کے نماز پوری کی۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ بغیر سجدۂ سہو کے نماز ہوئی یا نہیں؟ جب کہ زید کا کہنا ہے کہ نماز نہیں ہوئی۔گذارش ہے کہ مدلل جواب بحوالہ قرآن وحدیث عنایت فرمائیں۔ المستفتی، محمد لطافت حسین موضع جنواں پوسٹ کھجوری ضلع بلیا یوپی

الجواب

علمائے کرام نے ایسے کھانے کو بدعت اور مکروہ تحریمی لکھا ہے۔مسند امام احمد میں ہے "کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة" ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور انکے یہاں کھانا تیار کرنے کو نیاحہ میں شمار کرتے تھے، اور اس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ہیں۔

فتح القدیر میں ہے "یکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة" اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت مکروہ ہے، اور بدعت قبیحہ ہے تفصیل اعلیٰ حضرت کے رسالہ "جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت" میں دیکھی جائے، وہ رقم مسجد اور مدرسہ کو دے دی جائے۔

(۲) صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی۔بہار شریعت میں ہے، ایک آیت کی جگہ دوسری آیت پڑھی اور وقفہ نہ کیا، اور معنیٰ فاسد نہ ہوئے تو نماز نہ فاسد ہوئی۔

جیسے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾[الكهف:۱۰۷] کے بعد بجائے ﴿كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ﴾[الكهف:۱۰۷] کے ﴿فلهم جزاء الحسنیٰ﴾ پڑھ لیا نماز ہوگئی اور صورت مسئولہ میں سجدہ سہو بھی نہیں، سوال میں ہے کہ امام نے فوراً ہی غلطی درست بھی کر لی، ہاں اگر سوچنے میں اتنی دیر لگادی کی تین بار سبحان اللہ کہنے کے برابر وقفہ ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اور جب یہ نہیں تو سجدہ سہو واجب نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ

(۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضروری تحریر یہ ہے کہ تیجہ اور چہلم میں کھانا یا کھلانا شادی بیاہ کی طرح دعوت دے کر جائز ہے کہ نہیں؟ کرم فرما کر جواب عنایت فرمائیں، اور شب برات کے مہینے میں عام طور پر لوگ اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کراتے ہیں، اور اس میں بھی پکوڑی اور گھوگھنی سب کو کھلاتے ہیں، چاہے وہ تلاوت کرنے والے ہوں یا غیر تلاوت والے، بھی لوگوں کو کھلایا جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ المستفتی حافظ محمد زین الدین خاں اجھلی مقام وپوسٹ کریجی بلیا یوپی

الجواب

مختلف علاقوں میں گھر میں میت ہونے کے بعد بالخصوص گھر کے کسی بزرگ کے انتقال کے بعد تیجہ بری چالیسواں، یا کسی اور موقع سے عام دعوت ہوتی ہے، جس میں عزیز رشتہ دار اور پاس پڑوس کے بھی لوگوں کو باقاعدہ دعوت دی جاتی ہے، یہ شریعت میں ناجائز اور ممنوع ہے۔اس مسئلہ پر مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک رسالہ ہے "جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت" آپ اسے منگا کر پڑھئے۔پوری تفصیل معلوم ہو جائے گی۔تیجہ چالیسواں وغیرہ کے موقع پر کھانا تیار کرکے اسے غریبوں محتاجوں کو کھلانا اور اس کا ثواب مردے کو بخشنا جائز ہے۔

آپ کے گھر کوئی آتا ہے تو آپ اس کی ناشتہ پانی سے تواضع کرتے ہیں اسی طرح شب برات کے موقع سے آنے والوں کو گھگھنی اور پکوڑی یا آپ کو جس کی توفیق ہو کھلانا مردے کا کھانا کھلانا نہیں ہے نہ اس کھانے کے لیے دعوت دے کر کسی کو بلایا جاتا یہ از قسم بر وصلہ ہے، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، قرآن پڑھنے والے اس کو اپنے قرآن پڑھنے کا بدلہ نہ سمجھیں، ورنہ ان کے لیے یہ بھی ناجائز ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۴؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

زیارت قبور کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں
عورتیں چادر چڑھانے کی غرض سے مزار پاک پر حاضر ہو سکتی ہیں؟
کیا ان کے لیے کچھ شرائط بھی ہیں؟ اگر کچھ شرائط ہوں تو تحریر فرمائیں، اور اگر حاضر نہ ہو سکتی ہیں تو کیوں؟ اس کا جواب مفصل ومدلل قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں مشکور ہونگا فقط والسلام۔
المستفتی، ابو العاص متعلم مدرسہ شمس العلوم گھوسی مئو۔ ۵ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

الجواب

حدیث شریف میں ہے: "لعن الله زورات القبور" (مسند امام احمد: ۳/۴۴۲)
اس لیے عورتوں کی قبر پر حاضری منع ہے چاہے فاتحہ پڑھنے کے لیے ہو یا چادر چڑھانے کی لیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۶ محرام الحرام ۱۴۱۲ھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
فدوی کا خاندان نسلاً بعد نسل حضرت سید مخدوم پیر کاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضع جمال پور حویلی پرگنہ محمد آباد گوہنہ کے، مزار، مسجد، امام باڑہ کے متولی، تکیہ دار، مجاور، گدی نشیں چلا آرہا ہے اور آج میں ہوں۔ حضرت سید مخدوم پیر کاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلۂ نسب اور سلسلۂ روحانی کا کچھ پتہ نہیں ہے اور نہ تو تاریخ وفات ہی معلوم ہے۔ ایسی حالت میں متولی، تکیہ دار، مجاور، گدی نشیں کے بغیر اجازت زبردستی چند ہندوؤں و مسلمانوں سے مل کر دو صاحب بکر و زید عرس لگاتے ہیں۔ ان کا عرس لگانا جائز ہے یا ناجائز؟
چادر چڑھاتے وقت مزار کے اوپر ڈھولک اور ہرمونیم کے ساتھ قوالی کرانا درست ہے یا نہیں؟ اور دونوں صاحب کا کہنا ہے کہ ہمارے اوپر حضرت سید صاحب سوار ہوتے ہیں جو کہتے ہیں وہی ہم لوگ کرتے ہیں، اور وہاں سوکھائی، اوجھائی کرائی جاتی ہے۔ مزار پر کھیر رکھ کر ناگ بابا کو کھلاتے ہیں، غیر شرعی کام سب ہوتا ہے۔ بعد مغرب عورتوں کو بلایا جاتا ہے، ہندوؤں کے روپیوں سے مسجد میں اگربتی موم بتی بطور چراغاں جلوایا جاتا ہے۔ مسجد میں ہندوؤں کا آنا جانا ہوتا ہے اور اپنے شاگرد ہندوؤں کو دکھانے کے لیے مزار کا سجدہ بھی کرتے ہیں تاکہ ہندو ہم لوگوں کو بابا اور مستان کہیں۔ یہ سب کام قرآن وحدیث کی روشنی میں درست ہے یا نہیں؟ یہ سب کام اپنے پیش رو کو بدنام کرنے کے لیے کیا جارہا ہے، اجازت پیر کی کہتے

ہیں۔ مدلل و مفصل جواب تحریر کر کے مہربانی کریں۔
المستفتی: شاہ نور عالم شاہ قادری چشتی متولی حضرت سید مخدوم پیر کاشانی محلہ بھولی پور موضع جمال پور محمد آباد گوہنہ

الجواب

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قال قال رسول الله ﷺ کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴)
میں پہلے تم کو زیارت قبور سے منع کرتا تھا، اب قبر کی زیارت کیا کرو۔
اس حدیث سے مطلقاً قبر کی زیارت کا حکم ثابت ہوا یعنی کئی لوگ ایک ساتھ جا کے قبر کی زیارت کریں، یا تنہا ایک آدمی قبر کی زیارت کرے، دونوں طریقے جائز ہیں۔ دن مقرر کئے بغیر کسی دن بھی جاسکتے ہیں اور کوئی دن مقرر کر کے بھی، کسی کی کوئی ممانعت نہیں۔
اعراس بزرگان دین زیارت قبور کی ہی ایک مخصوص صورت ہے کہ لوگ ایک مخصوص تاریخ متعین کر کے اجتماعی طور سے کسی بزرگ کی قبر کی زیارت کو جمع ہوتے ہیں، ان کے لیے ایصال ثواب کرتے ہیں، خود ان بزرگوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کے واسطے سے اپنے لیے خدا سے دعا کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر ذکر و مراقبہ بھی کرتے ہیں۔ اور بہت سی جگہوں پر وعظ و نصیحت کی مجلسیں بھی قائم ہوتی ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث کی عموم سے مزار پر حاضری کی تمام صورتیں جائز ہوئیں اور حضور ﷺ نے زیارت قبور کا حکم دیا، اور مخصوص دنوں میں آدمیوں کا جماعت کے ساتھ مزار پر حاضری کا خصوصی ثبوت بھی حدیث شریف سے ظاہر ہے۔
ابن منذر وابن مردویہ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ابن جریری طبری، محمد ابن ابراہیم سے، اور امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:
"ان رسول الله ﷺ کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبورهم فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ (در منثور: ۴/۵۸) حضور ﷺ سال بہ سال شہدائے احد کی قبر پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے آپ لوگوں پر سلام کہ آپ نے صبر کیا اور آخرت کا گھر خوب ہی ہے۔ اور یہی حال حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تھا۔ وفات یافتہ مسلمانوں کے لیے ایصال ثواب اور دعاء خیر بھی احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔ طبرانی اور دار قطنی نے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: من قرأ الاخلاص احد عشر مرة ووهب اجرها الاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ (اتحاف السادة المتقین: ۴/۴۶۶)

جس نے گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی اور اس کا ثواب جتنے مردوں کو بخشا سب کی عدد کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔ صحاح ستہ کی حدیث ہے: اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاث. صدقة جارية وعلم ينتفع به وولد صالح يدعوله ، (مشكاة: كتاب العلم ۱/۳۳)

آدمی کے انتقال کے بعد ان کے سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین عمل، جن سے ایک یہ ہے کہ اس نے صالح اولاد چھوڑی جو اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالی سے بزرگوں کے واسطے سے اپنے لیے دعا مانگنا بھی حدیثوں سے ثابت ہے۔ امام حاکم نے روایت کی خود حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت اسد کے لیے اس طرح دعا کی جو رشتہ میں آپ کی چچی تھی: اللهم بحق نبيك و الانبياء من قبلى ان تغفر لامى فاطمة. یا اللہ اپنے نبی اور گذشتہ انبیا کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ کو بخش دے۔

اور دوسرے کو دعا میں اپنا وسیلہ دینے کی تلقین فرمائی۔ "اللهم انى اتوجه اليك بنبيك محمد ﷺ ونبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربى فتقضى لى حاجتى" (المعجم الكبير: ۹/۳۰)

یا اللہ میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی کا واسطہ دیتا ہوں یا رسول اللہ آپ کے واسطے سے اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری یہ ضرورت پوری کی جائے۔

اسی طرح بزرگوں کے مزار پر چادر ڈالنا بھی جائز اور مستحسن ہے اور زائرین کی آسانی کے لیے قبر کے آس پاس روشنی بھی جائز ہے۔ علمائے اہل سنت نے ان تمام مسائل کے ثبوت میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، وعظ و نصیحت، تعلیم و تذکیر و تربیت ہر جگہ جائز ہے، قبر کے پاس اس کا انتظام کیا جائے تو یہ بھی باعث اجر و ثواب ہے۔

عرس بزرگان دین کے بارے میں مذکورہ بالا امور خیر شرعاً جائز و مستحسن ہے۔ جہاں مقررہ متولی ہوں وہاں ان کے انتظام و اہتمام میں یہ امور انجام دیئے جاتے ہیں اور جہاں متولی نہ ہوں وہاں پاس پڑوس کے صالح اور دیندار مسلمانوں کی جماعت ان امور کو انجام دینے کے لیے مقرر کی جاتی ہے، جو درگاہ کے انتظامی امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اور مفسدوں، دنیا پرستوں کے غلط قبضہ و تسلط سے درگاہ کو مامون و محفوظ رکھتے ہیں۔ متولی یا درگاہ کمیٹی کا تعلق انتظام سے ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی اجازت کے بغیر فاتحہ ایصال ثواب وغیرہ امور شرعاً جائز نہ ہوں گے۔ ان کے علاوہ جن امور کا آپ نے سوال میں ذکر کیا جیسے قوالی، اس میں اشعار پڑھے جاتے ہیں تو شعر اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، حدیث شریف میں ہے: هو كلام حسنه حسن و قبيحه قبيح۔ (مشکوۃ شریف ۴۱۱) یہ ایک کلام ہے جو اچھا بھی ہوتا اور برا بھی۔

تو جو اشعار حمد و نعت کے ہوں فضیلت و منقبت کے ہوں حکمت و موعظت کے ہوں ان کا پڑھنا اور سننا دونوں ہی جائز ہے، حدیث شریف میں ہے:

كان رسول الله ﷺ يضع لحسان منبرا فى المسجد يقوم عليه و يفاخر عن رسول الله ﷺ و يقول رسول الله ﷺ ان الله يؤيد حسان بروح القدس ما فاخر عن رسول الله ﷺ (مشکوۃ شریف ۴۱۱) رسول اللہ ﷺ حسان کے لیے مسجد میں کرسی رکھواتے جس پر کھڑے ہو کر حسان رضی اللہ تعالی عنہ حضور ﷺ کی مدح اور کافروں کی ہجو کا دفاع کرتے تو سرکار فرماتے اللہ اس کار خیر میں حسان کی جبریل امین سے مدد فرماتا ہے۔

اور اشعار فحش مضامین پر مشتمل ہوں ان کا کہیں بھی پڑھنا جائز نہیں، حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں:

بينما نحن نسير مع رسول الله ﷺ بالعرج اذ عرض شاعر ينشد فقال رسول الله ﷺ امسكوا الشيطان لان يمتلى جوف رجل قيحا خير له ان يمتلى شعرا۔

(مشکوۃ شریف ۴۱۱)

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام عرج سے گذر رہے تھے ایک شاعر گاتا ہوا نظر آیا۔ آپ نے فرمایا اس شیطان کو روکو، پیٹ میں پیپ بھرنا اشعار یاد کرنے سے بہتر ہے۔

اور شعر اچھے ہی کیوں نہ ہوں، طبلہ ڈھول، ہارمونیم یا دیگر آلات موسیقی کے ساتھ گائے جا رہے ہوں تو سخت ناجائز و حرام۔ حدیث شریف میں ہے: كنت مع رسول الله ﷺ فسمع صوت مزمار فوضع اصبعيه فى اذنيه (مشکوۃ شریف ۴۱۱) میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے گانے باجے کی آواز سنی تو کانوں میں انگلی دے لی۔ بالخصوص آج کل کی قوالی کہ اشعار فحش گانے والے فساق، اور آلات موسیقی کی بھرمار اور مجمع زیادہ تر اوباشوں کا، یہ سخت ناجائز و حرام ہے۔

اسی طرح زیارت کے نام پر اس بے لگام مجمع میں عورتوں کی حاضری اور اختلاط سخت ممنوع و حرام ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اسی موضوع پر ایک کتاب تحریر کی ہے جس کا نام "جمل النور لنہی النساء عن زیارۃ القبور" ہے۔ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ قبر کو سجدہ اگر عبادت کے لیے ہو تو شرک و کفر کہ ایسا کرنے والا دین اسلام سے خارج ہے اور تعظیم کے لیے ہو تو ناجائز و حرام، بخاری شریف جلد دوم باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ میں ہے: لعن الله اليهود والنصارى جعلوا قبور انبياء هم مساجد (۲/۳۲۹) اللہ تعالی یہود و نصاری پر لعنت کرے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ بزرگوں کا اپنی وفات کے بعد کسی آدمی پر سوار ہونا شرع سے ثابت نہیں۔ یہ یا تو ایسا کہنے

والوں کا ڈھونگ ہے یا غیر مسلم کاہنوں اور اوجھاؤں کا طریقہ ہے۔حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت
ہے:من اتی کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ (اتحاف السادۃ المتقین :۱۹۴) جو کاہن
کے پاس گیا اور اس کی باتوں پر اعتبار کیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کا انکار کیا۔

الحاصل اللہ والوں کی قبروں پر ان ناشائستہ افعال کے بجالانے والوں کو سختی سے روکا جائے اور ہر
شخص اپنی وسعت کے موافق اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۶؍ جمادی الاخری ۱۴۱۸ھ

(۳۔۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) آج کل اولیائے کرام کے عرسوں میں عورتوں کی (وہ بھی جوان عورتوں کی اور وہ بھی بالکل
بے پردہ بعض تو سر پر دوپٹہ بھی نہیں رکھتی ہیں، بعض آدھے سر رکھتی ہیں) بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے اور کافی تعداد
رہتی ہے، مردوں سے بالکل مل جل کر چلتی گھومتی ہیں، حتی کہ پیشاب پاخانہ میں جاتے ہوئے بھی اختلاط
ہوتا ہے، کہیں وضوخانے اور حوض پر بھی مرد وعورت دونوں اکٹھا ہوتے ہیں۔

بعض جگہوں پر مل کر عورتیں جلسہ بھی سنتی ہیں اور سجادہ نشین یا متولی لوگ اس کی روک تھام کرنے
کی کوئی کوشش نہیں کرتے، بلکہ ان کو بلانے کی طرح طرح کی ترکیبیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں
عورتوں سے تو گولک بھرتی ہے، آمدنی ہوتی ہے، بعض جگہوں پر عین مزارات پر بھی مردوں کے ساتھ ہی
عورتیں پہونچ جاتی ہیں، کہیں دروازے پر کھڑی ہوتی ہیں کہ مردوں کا راستہ روک لیتی ہیں، بڑے بڑے
عرسوں کا انتظام تو سجادہ نشین لوگ کرتے ہیں، مختلف کاموں کے لیے رضا کار متعین کرتے ہیں، مگر عورتوں
کی روک تھام کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔بلکہ ان کو ٹھہرانے اور کھانے کا پورا انتظام ہوتا ہے۔بعض سجادہ
نشیں لوگوں نے اب بہت کہنے سننے پر صرف پوسٹروں میں اس اعلان کو کافی سمجھا ہے کہ مزارات پر عورتوں
کا آنا منع ہے۔جب کہ اس محض اعلان سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔جب تک کہ ان کے روکنے کا معقول اور سخت
اقدام نہ کیا جائے۔اندریں حالات ایسے عرسوں میں جانا ایسا عرس کرنا، جائز ہے یا ناجائز؟ اور ارکان
عرس کمیٹی وسجادہ نشیں لوگوں پر کوئی جرم شرعاً ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ آج وہابیت سب سے زیادہ عرسوں کی انہیں خرابیوں سے پھیل رہی ہے، اس لیے
بطور خاص مفتیان کرام کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(۲) اولیاء کے مزارات کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

(۳) اولیاء کے مزارات کو سجدہ کرنا کیسا ہے؟

(۴) بعض لوگ باقاعدہ باضابطہ چوکھٹوں پر بھی سجدہ کرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

(۵) اذان یا جماعت کی نماز ہوتی رہتی ہے اور لوگ چادر کا جلوس نظم پڑھتے اور نعرہ لگاتے لے
جاتے ہیں، آخر یہ فعل کہاں تک درست ہے؟ المستفتی: محمد شبیر حبیبی جلالی پورہ بنارس

الجواب

مشکوۃ شریف جلد اول ص ۱۵۴ میں احمد وترمذی وابن ماجہ کے حوالہ سے حدیث شریف مروی ہے

ان رسول اللہ ﷺ لعن زوارات القبور۔

رسول اللہ ﷺ نے قبر کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے قبر کی زیارت منع ہے۔امام مسلم، احمد، اور ابن ماجہ
کے حوالہ سے دوسری حدیث مروی ہے: کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فالآن زوروھا۔

میں نے تم کو قبروں کی زیات سے روکا تھا لیکن اب زیارت کرو۔اس حدیث شریف سے معلوم
ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو پہلے قبر کی زیارت سے روکتے تھے اور بعد میں سرکار نے اسے جائز و
حلال قرار دیا اور صیغہ امر سے حکم دیا کہ زیارت کرو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: قد رأی بعض اھل العلم ان ھذا کان قبل ان یرخص النبی
ﷺ فی زیارۃ القبور فلما رخص دخل فی رخصتہ الرجال والنساء و قال بعضھم انما کرہ
زیارۃ القبور للنساء بقلۃ صبرھن و کثرۃ فزعھن۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ عورتوں کیلیے ممانعت کا حکم پہلے تھا اور حضور ﷺ نے اجازت دے دی تو
مرد اور عورت دونوں کے لیے زیارت قبر جائز ہوگئی۔اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کے لیے زیارت قبور کی
کراہت اب بھی باقی ہے کہ ان کے لیے ممانعت کی وجہ ان کی گریہ وزاری اور بے صبری ہے، جواب بھی باقی
ہے۔شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب لمعات میں اور
حضرت ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقات میں یہی تفصیل نقل کی جو ہم نے مشکوۃ سے ترمذی کے
حوالہ سے لکھا۔البتہ شیخ نے اتنا اضافہ فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ کے قبر انور کی زیارت البتہ سب کے لیے
جائز بلکہ اس کا حکم ہے۔ملا علی قاری نے دیگر قبور کی زیارت کے بارے میں فرمایا کہ بعض علماء کے نزدیک
جائز ہے اور بعض کے نزدیک مستحب اور بعض نے زیارت قبور کو واجب بھی کہا (حوالہ مذکورہ بالا حاشیہ)

آج کل فتنہ وفساد کا جو زمانہ ہے اس کو دیکھتے ہوئے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا
خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی مسلک پر زور دیا کہ عورتوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے

علاوہ تمام قبروں کی زیارت منع ہے۔ اور ایک رسالہ مسمی بنام "جمل النور لنھی النساء عن زیارۃ القبور" تحریر فرمایا۔ جو مدت سے بار بار چھپ رہا ہے۔ اور اب بھی دستیاب ہے اللہ تعالیٰ نے بہت سے مسلمانوں کو اس سے فیضیاب فرمایا اور اس پر عمل کی توفیق بخشی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اکثر علمائے اسلام نے اسی مسلک کو اختیار فرمایا۔ یہ ہے اصل مسئلہ اور یہ ہے اس کی تفصیل تو جن علمائے کرام کے نزدیک زیارت قبور مطلقاً منع ہے۔ ان کے نزدیک مجمع ہو نہ ہو اختلاط پایا جائے بے پردگی ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ بہر حال زیارت قبور کے لیے عورتوں کا جانا منع ہوگا۔ اور جن کے نزدیک زیارت جائز ہے ان کے نزدیک عدم اختلاط اور پردہ ضروری ہے۔ یہاں تک کہ عورت اگر غیر محرم کی زیارت قبر کے لیے حاضر ہو تو مکمل پردہ ضروری ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

کنت ادخل بیتی الذی فیه رسول الله ﷺ و انی واضع ثوبی و اقول انما هو ابی و زوجی فلما دفن عمر فوالله ما دخلته الا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر.

جس گھر میں حضور ﷺ مدفون تھے میں اس میں چادر وغیرہ اوڑھے بغیر چلی جاتی تھی اور سوچتی تھی کہ کون ہے جس سے باقاعدہ پردہ کیا جائے۔ میرے شوہر مدفون ہیں اور میرے والد، لیکن جب حضرت عمر فاروق اس گھر میں دفن کیے گئے اس کے بعد کبھی بھی مکمل پردہ کے بغیر اس حجرہ میں داخل نہ ہوئی۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وفات پائے ہوئے بزرگ برزخ کی زندگی میں زندہ رہتے ہیں اور آنے والوں کی باتیں سنتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں۔ تو اس ماثور اور منقول مسئلے کے خلاف پیر مرید متولی اور منتظم جو بھی کرے یا بقول آپ کے سجادہ نشیں اور متولی ایسے مخلوط مجمعوں کے لیے ترکیبیں کرتے ہیں وہ سخت ناجائز و حرام کرتے ہیں۔ اللہ و رسول اللہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف کرتے ہیں وہ اپنے کیے کی سزا پائیں گے اور ان کا قول و فعل ہمارے یا کسی اور کے لیے ایجاباً اور سلباً سند نہیں۔

مثلاً عرس میں کرنے والے لوگ غلط کاری بھی کرتے ہیں اور اس سے عرس بند کر دیا جائے۔ اور جن درگاہوں کے منتظمین نے پوسٹروں میں چھپوا دیا کہ عورتوں کے لیے مزارات کی حاضری منع ہے اس لیے لوگ اس سے باز آئیں، زائرین اپنے ساتھ مستورات کو نہ لائیں تو انہوں نے اپنی ذمہ داری محسوس کی۔ اگر وہ قابل اعتراض حالت میں روکنے کے لیے والنٹیر وں کا انتظام کرتے تو اور اچھا ہوتا، ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں قوم ملت کی اصلاح کی ذمہ داری تو سب پر برابر ہے آپ کوئی ایسی جماعت ترتیب دیں جو اعراس میں حاضر ہو کر ایسی بدنظمیوں کو روکے۔ اس سے پہلے تو ہندوستان میں یہی خاکساران حق کے

والنٹیر ایسے اجتماعات کو بڑی خوبی سے سنبھال لیتے تھے۔

لیکن سائل نے تو منتظمین عرس کے ممانعت کی ساری اہمیت ہی ختم کر دی۔ اور جہاں اس فتنہ کی اصل جڑ ہے وہاں اس کی نگاہ ہی نہیں گئی۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان بے حیا عورتوں کے سرپرست اور گارجین اگر سختی سے روک دیں تو عورت ہرگز عرس میں جا نہیں سکتی۔ مگر ہم اور آپ نہ صرف کرایہ دے کر بلکہ اپنی ماں، بہنوں، بہوؤں، بیٹیوں اور بیویوں کو لاد کر وہاں پہنچاتے ہیں۔ اور یہ ساری بے اعتدالیاں وہ ہمارے سامنے کرتی ہیں۔ اور ہم خاموشی سے دیکھا کرتے ہیں۔ پھر ڈھٹائی دیکھیے عرس والوں نے پوسٹر کے ذریعہ اعلان کر دیا کہ زائرین عورتوں کو مزار پر نہ لائیں۔ اور ہم ڈٹے ہوئے ہیں کہ آپ کا اعلان کچھ نہیں۔ ہم تو اسی وقت مانیں گے جب عرس گاہ کے چاروں طرف والنٹیرس کھڑا کر دیے جائیں۔ جو پہنچنے والی عورتوں کو ڈنڈا لے کر دوڑائیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فتاوی رضویہ جلد دہم نصف اخیر باب حجاب میں ہے سوال کیا گیا: یہاں کے مسلمان اپنی عورتوں کو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھیجتے ہیں وہ غیر محرم آدمیوں سے ہنسی مذاق کرتی ہیں۔ بالکل بے دریغ و بے پردہ۔ جواب ہے: یہ لوگ دیوث ہیں اور ان پر جنت حرام ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ جہاں سے سب کچھ اصلاح ہو سکتی تھی سائل نے ادھر توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی اور سارا نزلہ عرس کرنے والوں پر اتارا جسے وہ سنیوں کو بھی سمجھاتے رہتے ہیں۔

(الف) ایسے حالات میں عرس میں جانا کیسا ہے؟

(ب) ایسا عرس کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) اور ارکان عرس کمیٹی اور سجادہ نشیں لوگوں پر کوئی جرم عائد ہوتا ہی یا نہیں؟

(الف) ہم نے اسی لیے اوپر قبروں کی زیارت کا حکم بتا دیا ہے کہ بیشتر علمائے اسلام کے نزدیک مباح یا مستحب ہے، فرض و واجب نہیں۔ تو جس کا جی چاہے جائے اور جس کا جی نہ چاہے نہ جائے، یہ منہیات سے پاک عرس کا حکم ہے۔ تو جس عرس میں منہیات کا ارتکاب ہو اس میں شرکت کیا ضروری ہوگی البتہ اس کی وجہ سے زیارت قبور یا عرس میں جانا منع نہ ہوگا۔

(ب) سوال میں لفظ ایسا کو عرس کی صفت بنانا صحیح نہیں بلکہ یوں پوچھنا تھا کہ عرس میں جانے والی عورتوں کی یہ حرکتیں جائز ہیں یا ناجائز؟ ان کی اس حرکت سے عرس تو ناجائز نہیں ہوگا اور اب جواب صاف ہے عرس ایک الگ کار خیر ہے اور یہ امور شر۔ تو جو نیکی ہے اس کا ثواب ملے گا اور جو برائی کی اس کا عذاب ہوگا۔ اس برائی کی وجہ سے وہ بھلائی بری اور ناجائز نہ ہوگی۔

(۱) عرس میں جا کر گناہ تو کیا عورتوں نے، تو ان کے جرم کی سزا عرس کو ناجائز قرار دیکے مردوں کو کیوں دی جائے۔

(۲) ایام جاہلیت میں عرب میں جنازہ کیساتھ بھی عورتیں روتی پیٹتی، بال نوچتی سینہ کوٹتی اور مرثیہ پڑھتی ہوئی جاتی تھیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کی وجہ سے جنازہ کے جلوس کو منع نہ کیا، البتہ عورتوں کے اس ماتم ومرثیہ کو روکا۔ الحمد للہ آپ کی رحمت سے وہ رسم مسلمان سے بالکل ختم ہوگئی۔ آج عرسوں کا حال بھی ٹھیک یہی ہے کہ عورتوں نے خلاف شرع باتیں کرنی شروع کردی ہیں۔ تو اس سے عرس کو کیوں ناجائز اور منع کیا جائے ہاں جو برائیاں پیدا ہوگئی ہیں اس کا سد باب ضروری ہے۔ اور ہم بتا چکے ہیں کہ گھر والوں پر ہی اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے۔

(ج) اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اس کی ترغیب وترکیب میں سجادہ نشیں حضرات شریک ہوئے تو ان کے گناہ کا انہیں بھی عذاب ہوگا۔ الغرض اس سلسلہ میں ہم کو آپ کو گھر والوں کو اور سجادہ نشیں سب کو مل جل کر کوشش کرنی چاہیے۔ درمختار اور شامی میں ہے:

یکرہ خروجھن تحریما و تزجرلنا ئحة و لا یترك اتباعھا لاجلھا لان السنة لایترك بما یقترن بھا من البدعة۔ (جلد اول ص ۵۹۸)

عورتوں کا جنازہ کے سات شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے اور ساتھ میں نوحہ پڑھنے والی کو زجر وتوبیخ کی جائے گی۔ لیکن اس کی وجہ سے جنازہ کی ہمراہی میں جانا نہیں چھوڑا جائے گا۔ کیونکہ سنت کے ساتھ بدعت مل جانے سے سنت متروک نہ ہوگی۔ اسی طرح عورتوں کی کوتاہی کی وجہ سے عرس ناجائز نہیں ہوگا۔

اس سوال کا آخری آئیٹم بڑا زوردار ہے۔ آج وہابیت سب سے زیادہ عرسوں کی خرابیوں سے پھیل رہی ہے۔ ہمارے نزدیک سائل کی یہ تحقیق بھی خلاف واقع ہے۔ آج دیہات میں جس قدر لڑائی اور فحش کاری کو فروغ ہے اسے دیکھتے ہوئے ایسا تو ممکن ہے کہ کسی مذہب کے اوباش مزاجوں میں پھیلنے کا سبب اس مذہب میں مردوزن کا آزادانہ اختلاط ہے۔ آج کل بہت سے پہونچے ہوئے گروں کے آشرم میں جن کو بڑا فروغ ہوتا ہے۔ پھر بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ تو بے حیائی اور فحاشی کا اڈہ تھا اور یہ سب فروغ اسی کے دم سے تھا۔ یا کلمہ پڑھنے والوں میں نوابوں، رئیسوں اور زمینداروں میں شیعیت کے فروغ کی کچھ لوگ ایسی ہی تاویل کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مناظرے کی کتاب کا یہ شعر ہم نے پڑھا۔

منظور ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو — مذہب وہ ہو کہ زنا بھی حلال ہو

اس بے راہ روی کے زمانہ میں بے پردگی کی وجہ سے مذہب حق کے سمٹنے کا خیال سنیوں کے

ماڈرن سیں میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ زمانہ نظر اٹھا کر دیکھئے آج کلمہ گویوں کی عام روش کے خلاف غیر مقلدین نے اپنی عورتوں کو بنا سنوار کے سال بسال عیدگاہ میں لے جانے کا رواج نکالا ہے۔ لیکن ان کو ذرا خیال نہ آیا کہ یہاں اختلاط مردوزن ہوگا اور ہمارے اس عمل سے ہمارے دیندار لوگ بدک کر دیوبندی اور بریلوی ہوجائیں گے۔

ہمارے خیال میں تو یہ کہہ کر آج (دیوبندیت) وہابیت سب سے زیادہ عرسوں کی خرابیوں کی وجہ سے پھیل رہی ہے۔ دیوبندیوں اور وہابیوں کی دینداری اور پرہیزگاری کا سرٹیفیکٹ دیا جارہا ہے کہ جو لوگ فطرۃ صالح اور پرہیزگار ہیں، سنت چھوڑ کر وہابی ہوئے جارہے ہیں جب کہ آج بلاتفریق مذہب وملت اور فرقہ وجماعت ہر طبقہ میں برائیاں اس درجہ بڑھ گئی ہیں کہ کوئی کسی پر انگلی اٹھانے کے لائق نہیں۔

ہمارے خیال میں یہاں بھی سائل صاحب سے تجزیہ میں غلطی ہوئی اصلی سبب سے آپ نے پھر قطع نظر کرلیا۔ حدیث شریف میں ہے:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم و لا آبائکم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم۔ (مسلم شریف مقدمہ ۱/۱۲)

آخری زمانہ میں کچھ مکار اور جھوٹے ہوں گے جو تمہیں ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ داداؤں نے سنیں تو تم ان کو اپنے سے دور رکھو اور اپنے کو ان سے دور رکھو، وہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

تو جن لوگوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کا سرکار دوعالم ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ آج ایسے بدمذہبوں سے اور بے دینی کے ساتھ ہمارے برادران اہلسنت کا خلط ملط زیادہ ہے، تعلقات و دوستی زیادہ ہے۔ بلکہ اخلاص ومحبت ویارانہ ہے۔ ایسی صورت میں حضور ﷺ کے فرمانے کے مطابق کیوں گمراہی نہ پھیلے گی۔ بدمذہبوں کی صحبت ہی تو دین وایمان کے لیے سم قاتل ہے۔ اور ہم اس سے پرہیز نہیں کرتے تو اس کی کیا شکایت کہ بدمذہبی اور گمرہی بڑھ رہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

تنکح المرأة لاربع لمالھا و لجمالھا و لحسنھا و لدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداك۔ (صحیح البخاری: کتاب النکاح.۱۱۷/۹)

عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ مال، خوبصورتی، خاندانی وجاہت، اور دین تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ دین والی عورت سے شادی کرو کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ بھولانا ہو لڑکی بیاہنا ہو تو ہم ہر بات کا خیال رکھیں گے یہ نہیں خیال

رکھیں گے کہ غیر مقلدین سے شادی کردی، دیوبندی سے لڑکی بیاہ دی، جس کا عام طور سے انجام یہ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی تو سسرال والے دولہا کو اپنے جیسا کر لیتے ہیں۔اور کبھی بہو گھر میں آکر گھر کا نقشہ بدل دیتی ہے۔اور اچھے خاصے سنی گھر وہابی، دیوبندی اور غیر مقلدین بنادیتی ہے۔

بات لمبی ہوگئی، کہنا ہم کو یہ ہے کہ درمختار اور شامی کا جزئیہ صاف بتا رہا ہے کہ کسی غلط کام کی وجہ سے مستحبات اور سنتیں ہی سرے سے چھوڑی نہیں جائیں۔البتہ برائیوں کو ضرور روکا اور منع کیا جائے گا۔

صورت مسئولہ میں سب سے مقدم ذمہ داری گھر والوں کی ہے پھر ارباب عرس کی پھر ساری امت کی۔حدیث شریف میں ہے:

من رأى منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان.

(۲) اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے مزارات کو بوسہ دینا منع ہے۔حضرت محدث دہلوی شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: لا يمسح القبور و لا يقبله و لا ينحني۔ قبر کو ہاتھ نہ لگائے اسے بوسہ نہ دے اور اس کے سامنے نہ جھکے۔

(۳) خدا جل جلالہ کے علاوہ مخلوقات میں سے کسی کو سجدہ تعظیمی حرام اور سجدہ عبادت کفر ہے۔

(۴) اس مسئلہ میں تفصیل ہے، جائز بھی ہوسکتا ہے اور ممنوع بھی۔ممنوعات میں ادنی درجہ یہ کہ خلاف ادب اور انتہا یہ کہ حرام۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرس شریف منانا جائز ہے یا نہیں؟ کسی بزرگان دین کی یاد میں۔

المستفتی نیاز مند سید ظفر حسین

الجواب

زیارت قبور مطلقا مسنون و مامور ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "كنت نهيتكم عن زيارة القبور فالآن زوروها"

میں تم کو پہلے زیارت قبور سے منع کرتا تھا۔اب حکم دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کرو۔

صالحین کے خاص وفات کے دن ان کی قبر پر سال بسال رسول اللہ ﷺ سے حاضری ثابت ہے

"انه ﷺ كان يأتي على قبور شهداء أحد على رأس كل حول"

رسول اللہ ﷺ شہدائے احد کے مزارات پر سال بسال حاضر ہوتے تھے۔

اسی طرح مردوں کے لیے ایصال ثواب اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے طلب خیر سب مامور وماثور ہے۔اور یہی ہے عرس اس موقع پر جو خلاف شرع امور انجام دیے جاتے ہیں ان سے لوگوں کو روکنا چاہیے۔جیسے عورتوں کی مزارات پر حاضری یا مردوں اور عورتوں کا اختلاط اور بے پردگی وغیرہ۔خود مردوں کو بھی مزار مبارک پر حاضری کے آداب ملحوظ رکھنا چاہیے۔جیسا کہ جاہل لوگ قبر پر سر رکھ دیتے یہ جو کرتے ہیں ایسا نہیں چاہیے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

قبر اونچی کرنے کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک وہابی نے کہا کہ تم لوگ قبر کو اونچی بناتے ہو، ایسا کرنا بدعت ہے، قرآن و حدیث میں اس کا ثبوت نہیں، اور اگر ثابت ہے تو اس کی دلیل دو۔

المستفتی: احسان احمد، موضع بلیا کلاں پور، ضلع اعظم گڈھ

الجواب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

گوہٹلر نے کہا تھا کہ جھوٹ کا پروپیگنڈہ اس شدت کے ساتھ کیا جائے کہ لوگ اس کو سچ باور کرنے لگیں۔پریس اور زبان کی اس بے پناہ طاقت کے ذریعہ آج دنیا اس بے بنیاد بات کو باور کرنے لگی ہے کہ اہل سنت وجماعت (جو دراصل سرور عالم ﷺ کے سچے پیرو ہیں) کے یہاں بدعت کا رواج زیادہ ہے اور وہ قوم جس کی اصل و نسل تک کا پتہ نہیں پوری اسلامی تاریخ میں لے دے کے اس کے کل تین امام ہیں، ابن تیمیہ، ابن عبدالوہاب اور اسماعیل دہلوی، وہ اصلی متبع سنت اور سچے دیندار ہیں۔افسوس

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں   طوق زریں ہمہ در گردن خودی بینم

"جس جاہل اور بے علم کو دیکھئے قرآن و سنت کی رٹ لگائے ہوئے ہے حالانکہ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کو قرآن وحدیث فہمی کی ہوا تک نہیں لگی۔پھر ہمارے سنی عوام بھی ایسے سادہ لوح ہیں کہ جس کسی نے شک وارتیاب میں ڈالا پڑ گئے۔

صورت مسئولہ میں سائل کو ان وہابی صاحب سے ذرا پوچھنا تھا کہ بدعت کس کو کہتے ہیں، اگر وہ کوئی تعریف کرتے تو ان سے پوچھ لیتے، یہ قرآن شریف کی کس آیت کا مطلب ہے؟ حضور ﷺ نے کس

حدیث میں فرمایا؟ اور کچھ نہیں تو یہی پوچھ لیتے کہ کس قرآن وحدیث میں یہ لکھا ہے کہ قبر اونچی کرنا بدعت ہے اور کون سی قبر اونچی کی جائے گی اور کون سی نیچی، ہر ایک کا ثبوت قرآن شریف سے دیجئے، تو ان کی ساری قابلیت کا حال معلوم ہوتا اور وہ کچھ لکھتے پھر سائل ہم سے پوچھتا تو مسئلہ کی حقیقی نوعیت واضح ہوتی۔

اب تو دونوں طرف کے دلائل ہم ہی پیش کریں پھر جو حق ہو واضح کریں، سب کچھ ہمیں کو کرنا ہے۔ بہر حال جب بات چل نکلی ہے تو ہم عرض کرتے ہیں:

قبر کو پست کرنے پر حسب ذیل حوالوں سے سند لاتے ہیں:

(۱) "عن ابی هیاج الأسدی قال: قال لی علی رضی الله تعالیٰ عنه: ألا ابعثك علی ما بعثنی رسول الله ﷺ ان لاتدع تمثالا الاطمسته ، ولا قبراً مشرفاً الاسویته"

(رواه مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہیاج اسدی سے کہا میں تم کو اس کام پر مامور کرتا ہوں جس پر مجھ کو سرکار نے مامور کیا تھا، تم کوئی مجسمہ نہ چھوڑنا کہ اسے مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔

(۲) "ان ثمامة ابن ثعبی حدثه قال: کنامع فضالة فی أرض الروم برودس فتوفی لنا صاحب فامر فضالة بقبره فسوی ثم قال سمعت رسول الله ﷺ یأمر بتسویتها۔ (مسلم)

ثمامہ بن تعمی کہتے ہیں کہ ہم روم کے مقام برودس میں فضالہ کے ساتھ تھے۔ ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوا تو انہوں نے ان کی قبر برابر کرائی اور کہا کہ حضور قبر کو برابر کرنے کا حکم دیتے تھے۔

پہلی حدیث سے بظاہر ہر قبر کے برابر کرنے کا حکم دیا جانا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن علمائے اسلام کا کہنا ہے:

(۱) اس حدیث کو مسلمانوں کی قبر سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو مشرکین کی ان قبروں کے بارے میں حکم ہے، جس کو اپنے رواج کے موافق اونچا بناتے تھے۔ چنانچہ حکم ہوتا ہے کہ علی ہر مجسمہ اور اونچی قبر کو برابر کر دو۔

سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں جتنے مسلمان وفات پا چکے تھے ہر ایک کے جنازہ میں سرکار خود شریک ہوئے کہ خود بحکم قرآن ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ [التوبة:۱۰۳] حضور کو ہر جنازہ میں شریک ہونا تھا، اور اگر کبھی لوگ حضور کو اطلاع نہ دیتے تو بعد اطلاع حضور قبر پر تشریف لے جاتے، اور کم از کم اتنا ضروری ہے کہ کوئی مسلمان حضور کی مرضی اور منشا کے خلاف اپنے مردوں کی قبر رکھ ہی نہیں سکتا تھا، صحابہ کے بارے میں ایسا خیال ان کی سخت توہین ہے۔ پس حضور کے عہد مبارک میں مسلمانوں کی قبریں تو حضور کے فرمان کے مطابق بنتی ہی تھیں، انہیں ڈھانے کا حکم دینے کے کیا معنی، ظاہر ہے کہ یہ انہیں غیر مسلموں کی قبروں کے بارے میں حکم تھا جو اب بھی حضور کے

حکم کے خلاف باقی رہ گئی تھیں، اور اونچی قبروں کے ساتھ مجسموں کو شامل کرنا اسی امر کو متعین کر رہا ہے کہ وہ قبریں کافروں کی تھیں، کیونکہ ان کا اور اہل کتاب کا شیوہ ہی اونچی قبریں بنانا اور مجسمے نصب کرنا تھا۔

طرفہ ابن عبد جاہلی شاعر کہتا ہے:

اریٰ قبر نجام بخیل بماله — کقبر غویٍّ فی البطالة مفسد

تری جثوتین من تراب علیهما — صفائح ثم من صفیح منضد

جو شخص اپنے مال کے ساتھ بخل کرتا ہے اس کی قبر اور دلاور سرکش مال لٹانے والے کی قبر برابر ہے دونوں ہی جگہ مٹی کے دو ڈھیر ہیں جن پر تہ بہ تہ چوڑے سخت پتھروں کی چٹانیں رکھی ہیں۔

منجد میں: "الجثومة کومة التراب"

مٹی کا ٹیلا، پھر اس پر تہ بہ تہ چوڑے چوڑے پتھروں کی چٹانیں، ہر شخص ان سے مشرکین کی قبروں کی بلندی کا اندازہ کر سکتا ہے۔

امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے فرمایا: بلند و بالا قبروں کے ڈھانے کا حکم تھا۔

"واما ما فی مسلم عن ابی الهیاج الاسدی قال: قال لی علی الا ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ ان لا تدع تمثالا الاطمسته ولا قبراً مشرفا الاسویته فهو علی ما کانوا یفعلونه من تعلیة القبور بالبناء الحسن العالی۔ (فتح القدیر جلد اول ص ۲۹۲)

مسلم شریف میں ابو الہیاج اسدی کی جو حدیث قبروں اور مجسموں کے ڈھانے کے بارے میں ہے وہ ان قبروں کے بارے میں ہے جو بلند خوبصورت اور اونچی قبریں بناتے تھے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اسی بات کو باقی رکھتے ہوئے اپنی مرقات میں نقل فرماتے ہیں: "قال ابن همام هذا الحدیث محمول علی ما کانوا یفعلونه من تعلیة القبور بالبناء العالی" (مرقات ثانی ص/۳۷۳)

ابن ہمام فرماتے ہیں: کہ اس حدیث میں ان قبروں کی ممانعت ہے جو اونچی اونچی بنایا کرتے تھے۔

(غیر مقلد وہابی) مولوی عبید اللہ صاحب رحمانی نے وضاحت اور تفصیل سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے۔

"قال فی المجمع الجمهور علی ان الارتفاع المامور ازالة لیس هو التسنیم ولا ما یعرف به القبر کي یحترم وانما ارتفاع کثیر تفعله الجاهلیة فان التسنیم هو صفة قبره ﷺ

(مرقات جلد دوم ص/ ۴۹۸)

مجمع میں ہے کہ جمہور کا کہنا ہے کہ جس اونچی قبر کو ڈھانے کا حکم ہے وہ کوہان نما ہونا یا نمایاں ہونا

جس سے پتہ چلے قبر ہے تا کہ اس کا احترام ہو، یہ نہیں ہے، بلکہ وہ غیر معمولی اونچائی ہے جس کو مشرکین جاہلیت کرتے تھے۔

بس ان تشریحات کی روشنی میں اس حدیث کا تعلق انہیں جاہلیت کی قبروں سے ہے۔ اہل اسلام کی قبروں کے لیے اس حکم کا سمجھنا دانشمندی کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے اس حدیث سے مسلمانوں کی قبریں ڈھانے کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بالخصوص اس صورت میں جب کہ اس امر کی تشریح موجود ہے کہ قبریں کھود کر پھینکنے کا حکم صادر فرمایا۔

"امر النبی ﷺ بقبور المشرکین فنبشت" (فتح الباری جلد ثانی ص ۲۶۱)

حضور ﷺ نے حکم صادر فرمایا تو مشرکین کی قبریں کھود ڈالی گئیں۔

(۲) اور اگر جمہور اہل اسلام کی ان تشریحات سے قطع نظر یہی تسلیم کرلیا جائے کہ ہر قبر کے برابر کرنے کا حکم ہر دو حدیث میں ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں تو صرف قبر برابر کرنے کا حکم ہے اس امر کی کوئی تشریح نہیں کہ کس کے برابر کی جائے۔ زمین کے برابر یا ان قبروں کے برابر جو اسلام میں ثابت ہیں، اور جب تک اس امر کا فیصلہ نہیں ہوجاتا ان حدیثوں سے کوئی امر ثابت نہیں ہوتا کہ مجمل حدیثوں کا یہی حکم ہے، اور اس کے فیصلہ کا حق کہ حضور نے برابر سے کیا مراد لی ہے، خود صاحب حدیث سرور عالم ﷺ کو ہے۔ اب دوسرے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا، اس لیے ان حدیثوں پر عمل بھی ممکن نہیں۔

(۳) مذکورہ بالا بحث تو اس صورت میں تھی کہ لفظ تسویہ "برابر" کے تعلق سے بحث کی جائے کہ کس کے برابر ہو۔ لیکن امام نووی نے خود شرح مسلم میں ان حدیثوں کے جو معنیٰ بتائے ہیں ان کی روشنی میں لفظ تسویہ "برابر" کا تعلق قبروں کی اونچائی اور نیچائی سے براہ راست نہیں، وہ فرماتے ہیں:

"فیه ان السنة ان القبر لاترفع علی الارض رفعا کثیراً ولایسنم بل یرفعه قدر شبر و یسطح وهذا مذهب الشافعی و نقل القاضی عیاض عن اکثر العلما ان الافضل عندهم تسنیمها هو مذهب مالك" (مسلم جلد اول ص / ۲۱۲)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قبر زمین پر بہت اونچی نہیں کرنی چاہئے۔ اور مسنم بھی نہ بنانی چاہیے۔ بلکہ بالشت بھر اٹھا کر مسطح (چوکور) کردی جائے، یہ مذہب شافعی ہے۔ اور امام مالک اور اکثر علما کے نزدیک افضل کوہان نما بنانا ہے۔

اس طرح امام نووی نے لفظ تسویہ کا معنیٰ چوکور کرنا اور رفع کا مطلب کوہان نما ہونا قرار دیا۔ اور اب لفظ تسویہ میں ایک احتمال اور پیدا ہوا یعنی قبر زمین کے برابر ہو، یا مقدار شرعی کے برابر ہو، یا چوکور ہو۔

یوں حدیث شریف کا اجمال اور بڑھ گیا اور عمل میں مزید دقت کا سبب بنا۔

(۴) قرآنی محاورات کو دیکھتے ہوئے لفظ تسویہ کا ایک معنی اور بھی آتا ہے، ارشاد الٰہی ہے:
﴿فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ﴾ [الحجر: ۲۹] ﴿فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۹] جس کا مطلب "درست کرنا ہے" تو اس استعمال کی روشنی میں "امر بتسویتها" کا مطلب یہ ہوا کہ حضور نے قبر درست کرنے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی بھی نیچے اونچے سے دور اور حدیث میں ایک چوتھا احتمال ہوا۔

(۵) اور سارے احتمالوں سے آنکھ بند کرلی جائے تب بھی تو حدیث اس تشریح سے خاموش ہے کہ کونسی قبر اونچی قرار دی جائے گی اور کون سی نیچی۔ اس حدیث میں تو اس کا بیان نہیں، اس لیے مقدار کسی دوسری ہی حدیث یا دلیل سے حاصل کرنی ہوگی، اور یہ حدیث باب مقدار میں ہر طرح مجمل ہی رہی۔

الغرض پہلی حدیث یا تو مسلمانوں کی قبروں کے بارے میں ہے ہی نہیں۔ اور اگر سب کے بارے میں ہو تو دونوں حدیثوں میں یہ پتہ ہی نہیں کہ "برابر" کرنے سے کیا مراد ہے؟ کس کے برابر ہو؟ زمین کے یا اسلامی قبروں کے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تسویہ کے معنی چوکور کرنا ہو۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا کہ درست کرو۔ تو اتنے شقوق اور احتمال کے ہوتے ہوئے اس حدیث پر عمل کیسے ہوسکے گا۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی "کتاب الام شریف" میں قبر کی کیفیت اور ہیئت بیان کرتے ہوئے ان حدیثوں کو ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ان کا وطیرہ اس کتاب میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ میں پہلے آیات قرآنی پھر احادیث پھر قول الشافعی کہہ کر اپنا مسلک بیان فرماتے ہیں جبکہ قبروں کے بارے میں ان کی تشریح یہ ہے:

"واحب ان لا یزداد فی القبر تراب من غیره ولیس بان یکون فیه تراب من غیر بأس اذا زید فیه تراب من غیر یرفع جدا وانما یشخص علی الارض شبرا او نحوه"

(الام اول ص / ۲۴۶)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ قبروں میں اس سے نکلی ہوئی مٹی کے علاوہ نہ ڈالی جائے۔ خود اس میں کوئی حرج نہیں، مزید مٹی ڈالنے سے قبر غیر معمولی اونچی ہوجائے گی اور اس کو زمین سے ایک بالشت کچھ کم وبیش اونچا ہونا چاہیے۔

"ولا نحب ان یزداد فی القبر اکثر من ترابه لیس لانه یحرم ذلك ولکن لئلا یرتفع جدا ویشخص القبر عن وجه الارض نحوا من شبر ویسطح ویوضع علیه حصاء ویشد

ارجاه بلبن او بناء ویرتش علی القبر ویوضع عند رأسه صخرة او علامة ماکانت"

(الام جلد اول ص/ ۲۵۰)

اور مجھے پسند نہیں کہ قبر میں فاضل مٹی ڈالی جائے۔ یہ اس لیے نہیں کہ ایسا کرنا حرام ہے بلکہ اس لیے کہ بہت اونچی نہ ہو جائے۔ اور قبر کو زمین سے بالشت بھر کے لگ بھگ اونچی کرنا چاہیے اور اس کو چوکور کیا جائے اس پر کنکریاں بچھادی جائیں اور کنارہ کچی یا پکی اینٹوں سے جوڑ دیا جائے اور قبر پر پانی چھڑک دیا جائے اور سر کے پاس پتھر یا کوئی علامت قائم کردی جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہ حدیثیں قبر کی مقدار کے بیان میں کسی طرح بھی حرف اخیر نہیں ہیں۔ پس ان سے قبر کی مقدار پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس کے برخلاف ایسی حدیثیں بھی ہیں جن سے قبر کی بلندی پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

"وقال خارجة بن زید ورأیتنی ونحن شبان فی زمن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنه وان اشد وثبة الذی یثب قبر عثمان بن مظعون حتی یجاوزه" (بخاری جلد اول / ۱۸۲)

خارجہ ابن زید نے کہا کہ ہم اور کچھ جوان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جست لگانے کا مقابلہ کرتے تھے تو سب سے اونچا جست لگانے والا وہ ہوتا کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ یہ قبر کے اونچی ہونے کی دلیل ہے:

"یثب قبر عثمان بن مظعون حتی یجاوزه، من ارتفاعه وقیل مناسبته ذلك للترجمة من حیث ان وضع الجریدة علی القبر یرشد الی جواز وضع ما یرتفع به ظهر القبر عن الارض فالذی ینفع المیت عمله الصالح وعلوالبناء علی القبر لا یضر بصورته"

(قسطلانی جلد ۲، ص/ ۳۷۰)

عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگنا اس کی اونچائی کی وجہ سے تھا اور اس حدیث کو قبر پر تر شاخ رکھنے کے باب میں نقل کرنے میں مناسبت یہ ہے کہ قبر پر شاخ رکھنے سے قبر اونچی ضرور ہوگی، اور حضرت عثمان بن مظعون کی قبر اونچی بھی تھی، اس سے اونچی کرنے کا جواز نکلتا ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ فائدہ تو دراصل عمل دیتا ہے قبر اونچی کرنے سے کیا ضرر ہوگا۔ اور واضح ہو کہ اتنی بلند اتنی اونچی قبر جس کو جو جوان پھلانگ جائے سب سے اونچا کودنے والا قرار دیا جائے۔ یہ وہی قبر ہے جو خاص حضور ﷺ کی نگرانی میں تیار ہوئی بلکہ جس کے سرہانے خود سرکار نے علامت کے لیے پتھر نصب فرمایا۔ مشکوۃ شریف میں ابوداؤد کے حوالہ سے ہے:

"وعن المطلب بن ابی وداعه لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازته فدفن

فامر النبی ﷺ رجلا ان یاتیه بحجر فلم یستطع حملها فقام الیها رسول اللہ ﷺ وحسر عن ذراعیه قال المطب: قال الذی یخبرنی عن رسو اللہ ﷺ کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول اللہ ﷺ حین حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال اعلم بها قبراخی وادفن الیه من مات من اهلی" (مشکوۃ ص/ ۱۴۹)

مطلب بن ابی وداعہ کہتے ہیں کہ عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی اور جنازہ دفن کیا گیا تو حضور نے ایک صاحب کو ایک پتھر اٹھانے کا حکم دیا، وہ نہ اٹھا سکے تو حضور نے خود اٹھایا، حضور کے آستین چڑھانے کا منظر اب بھی میری نگاہ میں ہے۔ اس پتھر کو لاکر قبر کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ اس سے اپنے بھائی کی قبر پہچانوں گا اور یہیں اپنے خاندان والوں کو رکھوں گا۔

پس ابتدا میں ذکر کی ہوئی حدیثوں سے اگر قبروں کے پست و برابر کرنے پر استدلال ممکن ہو تو یہ حدیث قبروں کے اونچی رکھنے کے جواز پر یقیناً دال ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مختلف ائمہ اعلام قبروں کے اونچی رکھنے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے۔ امام اشہب جو ایک جلیل القدر مالکی امام ہیں، ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تہذیب التہذیب میں جن کا ترجمہ لکھا۔

اشهب بن عبد العزیز بن داؤد بن ابراهیم ابو عمر قیسی الفقیه المصری قال ابن یونس احد فقهاء مصر وذوی رائها وقال ابن عبد البر فقیها حسن الراوی وقال الشافعی ما اخرجت المصر مثل اشهب لولا طیش وقال ابن حبان فی الثقات کان فقیها علی مذهب مالك ذابا عنه" (تهذیب التهذیب اول ص/ ۳۵۹)

اشہب ابن عبدالعزیز بن داؤد بن ابراہیم ابوعمر قیسی مصری فقیہ، ابن یونس کہتے ہیں کہ مصر کے فقیہ اور ان کے زیرک ترین ابن عبدالبر کہتے ہیں: اچھی رائے والے فقیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اگر ان کے اندر تیزی نہ ہوتی تو ان کے مثل مصر کی زمین میں پیدا نہ ہوا، ابن حبان کہتے ہیں یہ فقیہ تھے مذہب ان کا مالکی تھا اور یہ اپنے مذہب کے پرجوش حامیوں میں سے تھے۔

علامہ صاوی ابن تیمیہ پر رد کرتے ہوئے ان کو لفظ امام سے یاد کرتے ہیں۔

"ابن تیمیه من الحنابلة وقد ردد الیه ائمه مذهبه حتی قال العلماء انه ضال مضل ونسبتها للامام اشهب من ائمة المالکیة باطل" (صاوی اول ص/ ۹۶)

ابن تیمیہ حنبلی کا رد خود ان کے ہم مذہبوں نے کیا، اور علما فرماتے ہیں کہ وہ گمراہ اور گمراہ گر تھے۔ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دینا امام اشہب مالکی کا مسلک نہیں، صرف ابن تیمیہ کا تھا۔

یہی امام جلیل الشان اور یحییٰ بن حبیب فرماتے ہیں:

"احب الی ان یسنم القبر وان یرفع فلا باس" (عینی ثامن ص ۲۲۴)

ہم کو یہ پسند ہے کہ قبر کو مسنم کیا جائے اور اونچا کیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

طاؤس بن کیسان ایک عظیم المرتبت تابعی کا قول ہے:

"وکان یعجبھم ان یرفع القبر شیئا حتی یعلم انه قبر" (حوالہ مذکورہ بالا)

صحابہ کو یہ پسند تھا کہ قبر کو کچھ اونچا کیا جائے تا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ قبر ہے۔

اور ابو ہیاج اسدی والی حدیث جس میں اونچی قبروں کو پست کرنے کا حکم دیا گیا اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ: "والجواب عما رواہ الترمذی ان المراد من المشرفة المذکورة فیه ھی المبنیة التی یطلب بھا المباھاة" (عینی ثامن ص ۲۲۵)

اور ترمذی کی روایت کی ہوئی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اونچی قبر سے مراد وہ اونچی قبر ہے جو فخر اور ریاکاری کے خیال سے بنائی گئی ہو۔

تو اگر فخر وریاکاری کی نمائش کے لیے قبر کو اونچی کرنا منع ہے تو اس میں قبر کی کیا تخصیص، اس نیت سے تو مسجد تک کی آرائش ممنوع اور مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ :ما أمرت بتشييد المساجد. قال ابن عباس: لتزخرفن كما زخرفت اليهود والنصارى. وعن انس قال: قال رسول الله ﷺ :من أشراط الساعة أن يتباهى الناس في المساجد" (مشکوۃ ص ۶۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا مجھے مسجدوں کے پختہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ابن عباس کہتے ہیں: تم ایسی مسجدیں مزین کرو گے جیسے یہود ونصاریٰ، دوسری حدیث حضرت انس سے ہے کہ حضور نے فرمایا: یہ قیامت کی نشانی ہے کہ لوگ مسجد سے اظہار فخر ومباہات کریں گے۔

پس اگر وہابی صاحب دیوبندی ہیں تو ان کو یہاں دیوبندیوں کی جامع مسجد دکھایئے اور غیر مقلد ہوں تو ان کی۔ اور کہیے کہ جناب کیا آپ اب بھی نہ کہیں گے کہ دیوبندی اور غیر مقلدین میں بھی بدعت کا رواج زیادہ ہو گیا ہے، یعنی یہی مسجدوں کو پختہ کرنا، ان کو عالی شان بنانا، ان میں نقش ونگار بنانا، منقش فرش وفروش بچھانا، وغیرہ وغیرہ۔ یا صرف اہل سنت وجماعت کے یہاں ہی آپ کو ساری بدعتیں نظر آتی ہیں اور اپنے گھر کی بدعت بھول جاتے ہیں۔

مسجد میں نماز جنازہ

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسجد کے اندر نماز جنازہ مکروہ تحریمی وناجائز ہے اور ممنوع ہے یعنی اگر کسی نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھ لی تو اس نے ایک ممنوع اور مکروہ فعل کا ارتکاب کیا گو نماز اس معنی میں ہوگئی کہ فرض ذمہ سے ساقط ہو گیا۔ تنویر الابصار میں ہے: کرھت تحریما فی مسجد جماعة ھو فیه۔

(رد المحتار: باب صلاۃ الجنائز ۳۰۲/۵)

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔

اس پر یہ کہنا "منع کرنے والوں کے پاس کوئی شرعی صحیح صریح دلیل نہیں" محرومی اور لاعلمی ہے، اس سلسلہ میں شرعی دلیل اور اس کی ساری تائیدیں منع کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

دلیل حدیث (۱) عن ابی ھریرۃ قال: قال النبی ﷺ :من صلیٰ علیٰ جنازۃ فی المسجد فلا شیء له۔ (ابوداؤد: کتاب الجنائز۔ حدیث ۳۱۹۱۔ ۲۰۷/۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کے لیے کچھ نہیں یعنی (ثواب نہیں)

حدیث (۲) عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول الله ﷺ :من صلیٰ علیٰ جنازۃ فی المسجد فلیس له شیء۔ (سنن ابن ماجه: باب ما جاء في الصلاة على الجنائز في المسجد۔ ۴۸۶/۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جو مسجد میں نماز جنازہ پڑھے تو اس کے لیے کچھ ثواب نہیں۔

حدیث (۳) عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: من صلیٰ علیٰ جنازۃ فی المسجد فلا شیء له۔ (طحاوی مترجم: ۱۷۶/۲)

جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اسے کچھ (ثواب) نہیں۔

حدیث (۴) عن ابی ھریرۃ قال: قال النبی ﷺ :من صلیٰ علی جنازۃ فی المسجد فلا صلاۃ له۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الجنائز: ۳۲۷/۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا: جس نے مسجد میں نماز جنا

زہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں۔

مذکورہ بالا روایتوں میں ابن ابی شیبہ کی روایت تو اس مضمون میں صریح ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کی نماز ہی نہیں۔ دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کو اجر اور ثواب نہ ملے گا۔ لیکن مفہوم اور مطلب ان روایتوں کا بھی یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ نماز جنازہ عبادت مقصودہ میں سے ہے اور عبادات مقصودہ اجر وثواب اور قبول ورضا کی نفی سے نفس عبادت کی نفی ہو جاتی ہے، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث: "لا تقبل صلاۃ بغیر طھور" (صحیح مسلم: کتاب الطھارۃ: ۱/۲۴۵) نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی۔ سے نماز کی نفی پر استدلال اس بات کا واضح ثبوت ہے، کیونکہ حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ بغیر طہارت نماز قبول نہیں ہوتی، قبول نہ ہونے کا یہ مطلب لینا کہ نماز صحیح نہیں ہوتی جبھی "صحیح ہوگا" جب کہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ نماز وغیرہ عبادات مقبولہ میں عدم قبولیت اور عدم اجر ورضا کا مطلب ہی عدم صحت ہے۔

اسی اصول پر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے پر اجر وثواب کی نفی سے نفس نماز کی ممانعت ثابت ہوگی اور روایت ابن ابی شیبہ "فلا صلاۃ" اور دیگر روایات لیس لہ شیء میں مطابقت بھی پوری طرح ثابت ہو جائے گی۔

یہ حدیث مذکورہ بالا کا مفاد ہے، جس کی روشنی میں چاہیے تو یہ تھا کہ ہم مسجد کے اندر نماز جنازہ کو حرام اور غیر صحیح کہیں۔ لیکن ہم نے یہ جرأت نہیں کی اور صرف مکروہ تحریمی کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے۔ اور اصول کا مسئلہ ہے کہ جو حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ فرض یا حرام ہوتا ہے اور جو دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہے وہ واجب یا مکروہ تحریمی ہوتا ہے اور مسجد میں نماز جنازہ کی ممانعت کے لیے جیسا کہ ہم نے تحریر کیا حدیث ابو ہریرہ ظنی ہے تو یہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

حدیث ابو ہریرہ کی استنادی حیثیت

اس صاف اور صریح فرمان رسول کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ "مانعین کے پاس کوئی صریح صحیح شرعی دلیل نہیں"، کتنی بڑی ڈھٹائی اور بے باکی، محرومی اور بدنصیبی ہے۔ کیا کوئی مدعی علم ودیانت اس حدیث کے موضوع ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟

(۱) یہ وہ حدیث ہے، جس کو جلیل القدر اماموں نے اپنی صحاح میں درج فرمایا۔

(۲) یہ وہ حدیث ہے کہ امام ابوداؤد سجستانی نے اسے اپنی سنن صحیح میں نقل فرما کر اس پر سکوت فرمایا، جب کہ ان کی عادت یہ ہے کہ جس حدیث کو قابل جرح سمجھتے ہیں اس پر ضرور کلام کرتے ہیں۔ امام

بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

قد رواہ ابوداؤد وسکت عنہ فأقل الامر انہ عندہ حسن لانہ رضی بہ۔

(عمدۃ القاری: کتاب الجنائز: باب الرجل ینعی الی اھل المیت: ۶/۲۸)

ابوداؤد جیسے جلیل القدر امام نے اس حدیث کی تخریج فرما کر اس پر سکوت کیا تو کم از کم یہ حدیث ان کے نزدیک حسن ہے کہ وہ اس حدیث سے راضی ہیں۔

(۳) یہ وہ حدیث ہے کہ امام ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں اس کو قوی فرمایا۔ فرماتے ہیں: "وحدیث عائشۃ اقوی" حدیث ابو ہریرہ سے حضرت عائشہ کی حدیث زیادہ قوی ہے، ظاہر ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جبھی زیادہ قوی ہوگی جب اس کو قوی تسلیم کیا جائے۔

(۴) یہ وہ حدیث ہے کہ جس کو امام جلیل القدر ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقابلہ میں پیش کیا۔ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نقل کر کے فرماتے ہیں:

وخالفھم آخرون فی ذلک فکرھوا الصلاۃ علیٰ الجنازۃ فی المسجد واحتجوا فی ذلک بما حدثنا سلیمان الیٰ ان قال: عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من صلیٰ علیٰ جنازۃ فی المسجد فلا شيء لہ۔

(طحاوی مترجم: ۱/۱۷۶)

اس مسئلہ میں دوسرے لوگوں نے جائز رکھنے والوں کی مخالفت کی اور سند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پیش کی کہ سرکار نے فرمایا جس نے مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی تو اس کے لیے کچھ (ثواب) نہیں۔

(۵) یہ وہ حدیث گرامی ہے، کہ ائمہ مجتہدین میں سے دو امام ذوی الاحترام، امام مالک وامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معمول بہا ہے۔ جب کہ اصول یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی اگر اہل علم کے عمل سے تقویت پا جائے تو درجۂ صحت وقوت کو پہونچ جاتی ہے۔

امام ترمذی نے حدیث "من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر" (کتاب الصلاۃ: ۱/۲۳۱)

جس نے دو نمازیں بلا عذر جمع کیں اس نے گناہ کبیرہ میں سے ایک گناہ کیا۔ نقل کر کے فرمایا

"حنش ھذا ھو ابو علی الرحبی وھو حسین ابن قیس وھو ضعیف عند اھل الحدیث ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علیٰ ھذا عند اھل العلم (۱/۲۳۱)۔ یہ حنش وہی ابو علی حسین ابن ابی قیس

رجبی ہیں، علمائے حدیث انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں اس کے باوجود اہل علم حضرات کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی "التعقبات علی الموضوعات" میں فرماتے ہیں:

اشار بذلك الىٰ ان الحديث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد با ن من دليل صحة الجديث قو له اهل العلم به وان لم يكن اسنا د يعتمد علىٰ مثله۔

امام ترمذی نے والعمل على هذا عند اهل العلم کہہ کر یہ اشارہ فرمایا کہ حدیث کو تقویت اہل علم کے عمل سے حاصل ہوگی۔ اور اس کی تو بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل اس کا معمول بہا ہونا ہے اگرچہ سند اس کی قابل اعتماد نہ ہو۔

اور یہاں تو حدیث ابو ہریرہ ضعیف بھی نہیں پھر اس کو عمل مجتہدین سے بھی تقویت حاصل ہو رہی ہے پھر اس کی صحت کا کیا کہنا۔

حدیث ابو ہریرہ پر اعتراضات اور اس کے جوابات

(۱) کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اس میں صالح مولی التوئمہ ہیں جن کو اماموں نے ضعیف کہا ہے۔

جواب نمبر (۱) صالح مولی التوئمہ کو مطلقا ضعیف کہنا غلط ہے، بھلا صالح علی الاطلاق ضعیف کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ صاحبان سنن امام ترمذی وغیرہ اپنی صحاح میں بے خطر ان سے حدیث روایت کرتے ہیں اور اس کی تحسین فرماتے ہیں (امام ترمذی اپنی صحیح "باب تقبيل الاصابع" میں صالح مولی التوئمہ کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں: هذا حديث حسن غريب، یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ان کے خلاف جو سب سے بڑی جرح ہے یہ ہے کہ آخری عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ اسی لئے امام عجلی فرماتے ہیں: 'صالح ثقة' صالح ثقہ ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں: صالح ثقة حجة. قلت له: ان مالكا ترك السماع منه، فقال: ان مالكا انما ادركه بعد ان كبر وخرف ومن سمع منه قبل ان يختلط فهو ثبت ،قال ابن عدى :لا بأس به اذا روى عنه القدماء مثل ابن ابى ذئب وابن جريج وزياد بن سعد۔ (تہذیب التہذیب: ۲/۵۳۶)

صالح ثقہ ہیں، ابن معین سے کہا گیا: امام مالک تو ان سے حدیث نہیں روایت فرماتے۔ فرمایا: امام مالک نے صالح سے حافظہ خراب ہونے کے بعد ملاقات کی تھی، اور جن لوگوں نے صالح سے حافظہ

خراب ہونے سے پہلے سنا تو ان کی حدیث حجت ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ قبل خرابی حافظہ سننے والوں جیسے ابی ذئب، ابن جریج اور زیاد بن سعد وغیرہ کی حدیث میں جرح نہیں۔

اس کا صاف مطلب یہی ہوا کہ جن راویوں نے صالح مولی التوئمہ سے حافظہ خراب ہونے سے قبل حدیث سنی اس کی روایت میں کوئی ضعف نہیں، وہ شرعاً حجت اور قابل استناد ہیں۔ حدیث مذکورہ عنوان میں یہ حدیث صالح سے ابی ذئب نے روایت کی ہے۔ اس لئے اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ صالح سے ابی ذئب نے کب سنا؟ تو ابن عدی کی شہادت گزر چکی کہ حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا اور ان کی روایت قابل استناد ہے۔ امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

وكلهم علىٰ ان ابن ابى ذئب راوى هذا الحديث عنه سمع منه قبل الاختلاط فوجب قبوله۔ (فتح القدير: ۲/۱۳۳)

تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ ابن ابی ذئب جو اس حدیث کو صالح سے روایت کرتے ہیں حافظہ خراب ہونے سے قبل سنا۔

امام ابراہیم حلبی فرماتے ہیں: وكلهم علىٰ ان ابن ابى ذئب سمع منه قبل الاختلاط فهو ثقة ثبت۔ (کبریٰ)

تمام علمائے حدیث متفق ہیں کہ ابن ابی ذئب نے ابی صالح سے حافظہ خراب ہونے سے قبل حدیث سنی، تو یہ ثقہ اور حجت ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی اپنی مؤقر تصنیف "تقریب التہذیب" کے بارے میں فرماتے ہیں:

انني احكم علىٰ كل شخص منهم بحكم يشمل اصح ما قيل فيه۔

(تقريب :مقدمة المؤلف: ۱/۲۴)

میں اپنی اس کتاب میں ہر شخص کے بارے میں وہی حکم نقل کروں گا جو ان کے بارے میں صحیح ترین ہو۔

پھر دو سطر بعد فرماتے ہیں: ثم صفته التي يختص بها من جرح او تعديل۔

(تقريب :مقدمة المؤلف: ۱/۲۴)

پھر میں اس راوی کے بارے میں وہ خاص بات جو اس کے جرح یا تعدیل سے متعلق ہے بیان کروں گا۔

امام ابن حجر اپنی اسی تصنیف میں صالح مولی التوئمہ کے بارے میں یہ قول فیصل فرماتے ہیں:

صالح ابن نبهان مولى التوأمة صدوق اختلط بأخره ،فقال ابن عدى لا بأس

بروایة القدماء عنه کابن ابی ذئب وابن جریج۔ (تقریب ۱/۳۶۳)

صالح ابن نبہان غلام ہیں توئمہ کے سچے ہیں آخری عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، ابن عدی کہتے ہیں حافظہ کمزور ہونے سے قبل سننے والوں جیسے ابن ابی ذئب اور ابن جریج کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔

اس مبیح اور دوٹوک فیصلہ کے بعد یہ کہنا کہ صالح ضعیف ہیں، یا تو جہالت ہے یا بے جا تعصب وعناد۔ بلاشبہ روایت بے غبار ہے اور قابل استناد ہے۔

دوسرا اعتراض

ابوداؤد کے قابل اعتماد نسخہ میں یہ روایت بایں لفظ مروی ہے: "من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شیء علیه" "جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس پر کوئی جرم نہیں۔ تو اس صورت میں حدیث کے معنی ہی دوسرے ہو گئے اور یہ حدیث مجوزین کی سند ہو گئی۔

جواب (۲) اصل میں یہ اعتراض سب سے پہلے امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں درج فرمایا، اب سارے مجوزین کو ایک سند ہاتھ آ گئی اور شوکانی سے لے کر ہندوستانی تک سارے غیر مقلد حضرات اسے بار بار دہرا رہے ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں:

والثانی ان الذی فی النسخ المشهورة المحققة المسموعة من سنن ابی داؤد ومن صلیٰ علیٰ جنازة فی المسجد فلا شیء علیه ولا حجة لهم حینئذ فیه۔

(شرح مسلم: کتاب الجنائز: ۷/۳۴)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ وہ نسخے ابوداؤد کے جو مشہور ثابت اور سنے ہوئے ہیں اس میں "من صلیٰ علیٰ جنازة فی المسجد فلا شیء علیه" ہے، تب اس سے منع کرنے والوں کے لیے کوئی سند نہ ہوگی۔

لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ امام نووی کا یہ بیان یک طرفہ ہے، اور "ہر کہ تنہا پیش قاضی رود راضی آید" اس سلسلہ میں امام زیلعی کا بیان امام نووی کے ٹھیک خلاف ہے، امام زیلعی نے خطیب سے جو صاحب نسخہ ابوداؤد ہیں یہ نقل کیا کہ ان الصحیح فلا شیء له۔ یعنی صحیح فلا شیء له ہے 'علیه' نہیں اور "صاحب البیت ادری بما فیه" گھر والا یہ خوب جانتا ہے کہ گھر میں کیا ہے۔ صاحب نسخہ ابوداؤد کی بات مانی جائے یا امام نووی کی۔ ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے صحیح تر نسخہ "فلا شیء له" ہی ہے علیه نہیں ہے۔

(۱) ابن ماجہ کی روایت میں یہ حدیث بلفظ فلا شیء له مروی ہے اور وہاں کوئی دوسرا نسخہ مسموعہ بھی نہیں ہے۔ اس لیے ابوداؤد کی صحیح تر روایت بھی فلا شیء له والی ہونی چاہیے کہ دونوں مطابق ہوں۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ میں یہی روایت فلا صلاة له کے الفاظ میں ہے، اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ فلا شیء له کی روایت ہی صحیح ہو۔

(۳) امام نووی کا بیان قال ابن ابی ذئب وابو حنیفة ومالك: علی المشهور عنه لا تصح الصلاة علیه فی المسجد۔ (شرح مسلم: ۷/۳۴)

راوی حدیث ابو ہریرہ، ابن ابی ذئب، امام ابوحنیفہ، امام مالک سب کا قول یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔

یعنی ابن ابی ذئب جو حدیث ابو ہریرہ کے راوی ہیں خود ان کا مذہب منع صلاۃ ہے، پس اگر اس حدیث کی صحیح روایت فلا صلاة علیه ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ابن ابی ذئب نے حدیث تو یہ روایت کی کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے اور خود اپنی ہی بیان کردہ حدیث کے خلاف اپنا مذہب یہ قرار دیا کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔ اور ایسا تضاد ہو نہیں سکتا، اس لیے ماننا ہوگا کہ روایت فلا شیء له ہی ہے فلا شی علیه نہیں ہے تاکہ روایت اور راوی کے مذہب میں مطابقت ہو۔

(۴) صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام اور صاحب مرقاۃ ملا علی قاری اور صاحب عمدۃ القاری امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں: الفاظ فتح کے ہیں: وروایة فلا شیء علیه لا تعارض المشهور (کتاب الصلاة: ۲/۱۳۳)۔ فلا شیء علیه والی روایت فلا شیء له کے مقابل نہیں ہو سکتی۔ عینی کے الفاظ میں قال الخطیب المحفوظ فلا شیء له۔ صحیح فلا شیء له ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ حدیث ابو ہریرہ کی صحیح روایت فلا شی له ہی ہے، علیه نہیں ہے۔

پس امام نووی علیہ الرحمہ کا بیان مطابق واقع ہوا کہ انہوں نے نسخہ معتمدہ میں فلا شیء علیه دیکھا ہو تب بھی اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جب کہ اصل حدیث جو اور طریقوں سے مروی ہے اس میں فلا شیء له ہی ہے اور یہ اعتراض بھی پہلے ہی اعتراض کی طرح بے حقیقت اور پادر ہوا ہے۔

تیسرا اعتراض: اس حدیث میں نماز جنازہ سے صاف طور سے منع نہیں کیا گیا ہے۔

جواب (۳) اگر اس اعتراض کا یہ مطلب ہے کہ حدیث ابو ہریرہ میں نہی کا لفظ نہیں ہے نفی ہے، اس لیے نماز کی ممانعت نہیں ہے اور نماز جنازہ خوب خوب مسجد میں پڑھنی چاہیے تو یہ اعتراض انتہائی بوگس اور بے وقعت ہے۔

احکامات شرع میں بے شمار احکام اسی صورت میں ارشاد ہوئے ہیں، تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا

کہ سب جائز، بغیر وضو نماز پڑھنے کی ممانعت بھی انہیں الفاظ میں ہے:

لا تقبل صلاۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول۔

(جامع ترمذی: کتاب الطھارۃ:۱/۸۳)

نماز بغیر وضو قبول نہیں اور صدقہ مال غنیمت سے چرا کر قبول نہیں۔

یہاں بھی ممانعت "نہیں" صرف نفی ہے، تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ بے وضو نماز پڑھنا جائز اور چرائے ہوئے مال سے صدقہ ادا کیا کرو

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ ترک کرنے کے ممانعت بھی انہیں الفاظ میں ہے:

لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ یا من صلیٰ صلوۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج۔ (مسلم)

سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں اور جس نے سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی اس کی نماز ناقص ہے۔

ان حدیثوں میں بھی تو صرف نفی ہی ہے صاف نہی نہیں ہے، گویا غیر مقلدین امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ ترک کرنے کو جائز کہیں گے یا آج سے وجوب قرأت خلف الامام پر ان حدیثوں سے استدلال ترک کردیں گے۔

اور اگر یہ اعتراض کہ "صاف طور سے منع نہیں کیا گیا ہے" اس کا کچھ اور مطلب ہے تو اس کی صفائی دی جائے تاکہ اس پر غور کیا جائے۔ الغرض مسجد میں نماز جنازہ منع ہونے کی حدیث ابی ہریرہ پر اسی قسم کے اعتراض کیے جاتے ہیں جن کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں، جن سے نہ جاننے والوں کو بدکایا تو جا سکتا ہے۔ لیکن جاننے والوں کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ ہم نے اسی لیے اک ذرا تفصیل سے کام لیا کہ مجوزین کی زیادتی اور منع کرنے والوں کے مسلک کی مضبوطی واضح ہو کر ناظرین کے سامنے آجائے۔

اب ہم ایسی حدیثیں اور حقائق ذکر کرتے ہیں جن سے اس مسئلہ کی مزید تائید حاصل ہوتی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ منع ہے۔

تائید(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان رسول اللہ ﷺ :نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ وخرج بھم الیٰ المصلیٰ فصف بھم وکبر علیہ اربع تکبیرات

(بخاری شریف: باب التکبیر علی الجنازۃ:۱/۳۱۵)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جس دن شاہ حبش نجاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ہوئی اسی دن حضور نے ان کی موت کی خبر دی اور ہم کو لے کر باہر مصلیٰ میں گئے اور صف باندھ کر نجاشی کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھی۔

یہ حدیث اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے اگر نماز جنازہ مسجد میں جائز ہوتی تو اس صورت میں جب کہ میت بھی بظاہر سامنے نہیں حضور ﷺ مسجد میں نماز جنازہ ضرور پڑھتے، باہر نکل کر مصلیٰ میں یہ نماز ادا نہ کرتے، اس موقع پر حضور کا مسجد سے باہر نکل کر نماز پڑھنا مسجد میں نماز منع ہونے کی واضح دلیل ہے۔ امام بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فیہ حجۃ للحنفیۃ والمالکیۃ فی منع الصلوۃ علی المیت فی المسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج بھم الیٰ المصلیٰ فصف بھم وصلی علیہ ولو ساغ ان یصلی علیہ فی المسجد لما خرج بھم الی المصلی۔ (عمدۃ القاری: باب الصفوف علی الجنازۃ:۶/۱۶۱)

اس حدیث میں حنفیہ اور مالکیہ کے لیے اس بات کی سند ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ منع، اس لیے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو لے کر باہر مصلیٰ میں صف لگا کر نجاشی کی نماز پڑھی۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ذرا بھی روا ہوتا تو مصلیٰ میں نہ جاتے۔

تائید(۲) حضور ﷺ کا نماز جنازہ کے لیے الگ مصلیٰ بنانا، امام بخاری فرماتے ہیں:

ان الیھود جاءوا الی النبی ﷺ برجل منھم وامرأۃ زنیا فامر بھما فرجما قریبا من موضع الجنائز عند المسجد۔

(صحیح البخاری: باب الصلاۃ علی الجنائز فی المسجد:۱/۳۱٤)

یہودی ایک مرد اور ایک عورت کو پکڑ کر لائے جنہوں نے زنا کیا تھا تو ان دونوں کو مسجد کے قریب جنازہ پڑھنے کی جگہ رجم کیا گیا۔

امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں:

لا یصلی علی جنازۃ فی المسجد وکذلک بلغنا عن ابی ھریرۃ وموضع الجنازۃ بالمدینۃ خارج من المسجد وھو الموضع الذی کان النبی ﷺ یصلی علی الجنازۃ فیہ۔

(موطا امام محمد: باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد:۱۶۹)

مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، ایسی ہی ہمیں ابوہریرہ سے خبر پہونچی اور جنازہ کی جگہ مدینہ میں مسجد سے باہر تھی جہاں حضور ﷺ جنازوں پر نمازیں پڑھتے تھے۔

غیر مقلد مولوی عبید اللہ مرعاۃ شرح مشکوۃ میں اعتراف کرتے ہیں:

حکی ابن بطال عن ابن حبیب انہ صلی الجنازۃ بالمدینۃ لاصقا بمسجد النبی ﷺ من ناحیۃ جھۃ الشرق فان ثبت ما قال والا فیحتمل ان یکون المراد بالمسجد ھھنا المصلی المتخذ للعید والاستسقاء۔ (مرعاۃ جلد۲)

ابن حبیب نے بیان کیا کہ جنازہ پڑھنے کی جگہ مدینہ میں مسجد سے خارج مگر متصل ہی ایک جگہ تھی پوربی حصہ کی طرف، اگر ابن حبیب کی بات ثابت ہو تو وہی ورنہ یہاں مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو مدینہ سے باہر نماز استسقاء اور نماز عید پڑھنے کے لیے مقرر تھی۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: لان اکثر صلاتہ ﷺ علی الجنائز کا ن فی المصلی۔

حضور کی بیشتر نمازیں جنازہ پر مصلیٰ میں ہی ہوتیں۔

یہ سب شہادتیں اس امر کی بڑی واضح نشانی ہیں کہ نماز جنازہ کے لیے الگ جگہ مقرر تھی اور عام طور سے حضور وہیں یہ نمازیں پڑھتے تھے۔ پس حضور کا نماز جنازہ کے لیے الگ جگہ منتخب فرمانا اور وہیں نماز پڑھنا حدیث ابو ہریرہ کی روشنی میں اس امر کو واضح کرتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ممنوع تھی ورنہ اس کے لیے الگ جگہ منتخب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

تائید (۳) حضور ﷺ کے زمانہ سے زمانہ بعد تک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا ہاں کسی روز عذر یا مجبوری کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو تو اور بات ہے۔ بلکہ اس کا خلاف کرنے پر عام جماعت صحابہ و تابعین کا انکار ہی ثابت ہے۔ پس عہد ہائے خیر القرون کا تعامل اس بات کی دلیل ہے کہ کافہ اہل اسلام کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ ممنوع اور نا جائز تھی، اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی ایسا ہی محبوب و مرغوب فعل ہوتا جیسا آج کل کے غیر مقلدین کو ہے تو ان تمام صحابہ و تابعین کو کیا ہو گیا تھا کہ حضرت صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے رسول مقبول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حدیث سن کر بھی اپنے سابقہ عمل پر ہی اڑے رہے یہاں تک جو کچھ ذکر کیا گیا ممانعت نماز کی دلیل، اس کی تائیدیں اور ان پر مخالفین کے اعتراضات، ان کے جوابات اور اس کی تشریحات تھیں جن کا مقصد اس الزام کی قلعی کھولنی تھی کہ "منع کرنے والے کے پاس کوئی صحیح شرعی صریح دلیل نہیں"

اب ہم مسجد میں نماز جنازہ جائز کہنے والے مدعیان نو پید کا جائزہ لیں گے تا کہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ جو حضرات اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے وہ کتنے پانی میں ہیں۔

مجوزین کی دلیل:

ان عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا لما توفی سعد ابن ابی وقاص قالت: ادخلوا بہ المسجد حتیٰ اصلی علیہ فانکر ذلک علیہا، فقالت: واللہ لقد صلی رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیٰ ابنی بیضاء فی المسجد، سہیل واخیہ۔ وفی روایۃ فقالت: ما اسرع الناس الی ان یعیبوا ما لا علم لہم بہ، عابوا علینا ان یمر بجنازۃ فی المسجد! وما صلی رسول اللہ ﷺ علیٰ سہیل ابن بیضاء الا فی جوف المسجد۔

(صحیح مسلم: کتاب الجنائز: ۲/۴۹)

سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا: جنازہ مسجد میں داخل کرو میں ان پر نماز پڑھوں گی۔ لوگوں نے ان پر انکار کیا تو فرمایا: حضور ﷺ نے بیضاء کے دونوں لڑکوں پر مسجد میں نماز پڑھی، اور ایک دوسری روایت میں ہے: کتنی جلدی لوگ جس چیز کا علم ان کو نہیں ہوتا اس پر دوسروں کو عیب لگاتے ہیں، ہم پر نکتہ چینی کی کہ جنازہ مسجد میں کیوں گیا حالانکہ حضور ﷺ نے سہیل پر مسجد میں ہی نماز پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اور یہ جائز ہے۔

گزارشات (۱) یہ حدیث معمول بہا نہیں، عام علمائے اسلام بلکہ صحابہ و تابعین کا عمل اس کے خلاف ہے اور عمل عام جس کے خلاف ہو وہ متروک ہے، اس لیے اس حدیث سے سند نہیں پکڑی جا سکتی۔

امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: العمل اثبت من الا حادیث" عمل حدیث سے زیادہ ثابت ہے۔ بخاری اور مسلم کے استاذ الاساتذہ امام المحدثین عبد الرحمن ابن مہدی فرماتے ہیں: السنة المتقدمة من سنة اهل المدينة خير من الحديث۔ اہل مدینہ کا وہ طریقہ جو عام طور پر ثابت ہو حدیث سے بہتر ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن الحاج خاص حدیث جواز حدیث عائشہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ما روی من ان النبی ﷺ صلی علیٰ سہیل ابن بیضاء فی المسجد فلم یصحبہ العمل والعمل عند مالک رحمہ اللہ اقویٰ۔ (المدخل)

حضور ﷺ سے جو یہ روایت ہے کہ آپ نے ابن بیضاء پر مسجد میں نماز پڑھی، اہل مدینہ کا عمل اس حدیث کا ساتھ نہیں دیتا اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک عمل حدیث سے قوی ہے۔

اس حدیث کے متروک العمل ہونے کی اس سے واضح دلیل اور کیا ہوگی کہ خیر القرون کی پوری اسلامی تاریخ میں صرف دو بارہ کا استثناء ہے وہ بھی مختلف معذوریوں اور اسباب کی وجہ سے۔ پس صحابہ و تابعین کے اس عمل عام کے علاوہ کوئی اور دلیل نہ ہوتی تب بھی اس حدیث پر عمل نہ کیا جاتا چہ جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی صحیح حدیث ممانعت میں مروی ہے۔

(۲) یہ حدیث سب سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے مؤطا میں عن ابی النضر عن عائشۃ زوج النبی ﷺ روایت کی۔ موطا امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ کے تمام راویوں کے یہاں صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ ابو النضر کی سماع حضرت عائشہ سے ثابت نہیں۔ امام زرقانی شرح مؤطا امام مالک میں فرماتے ہیں:

كذا الجميع رواة الموطا منقطعا فا نفرد حما د بن خا لد الخيا ط رواه عن ما لك عن ابی سلمة عن عا ئشة وروی مسلم من طريق ضحا ك ابن عثما ن عن ابی المنضرة عن ابی سلمة عن عا ئشة وانتقد الدار قطنی با ن الحا فظين خا لفا الضحاك والما لك والما جشون رويا عن ابی النضر عن عا ئشة مر سلا وقيل عن ابی بكر بن عبد الرحمن عن عا ئشة ولا يصح الا مر سلاً۔

موطا کے تمام راوی اس حدیث کو منقطع روایت کرتے ہیں، حماد ابن خالد نے مالك عن ابی سلمی عن عائشه روایت کیا۔ مسلم نے ضحاك ابن عثمان عن ابی النضرة عن ابی سلمة عن عائشة مسند روایت کیا لیکن مسلم کی اس روایت پر دار قطنی نے تبصرہ کیا کہ دو حافظ امام مالک اور ماجشون نے ضحاک کے خلاف روایت کیا ہے تو ان دونوں کی روایت عن ابی نضرہ عن عائشہ مرسلا ہے، ایک روایت عن ابی بکر بن عبد الرحمان عن عائشہ بھی ہے مگر صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہی ہے۔

امام دار قطنی کی اس وضاحت کے بعد کہ دراصل یہ حدیث منقطع ہے امام مسلم کا اس کو سند روایت کرنا صحیح نہیں کم از کم مدعیان علم حدیث کو اس سے استدلال زیبا نہ تھا لیکن یہ لوگ اپنے لیے سب حلال سمجھتے ہیں سارے قاعدے دوسروں کے لیے ہیں۔

ہم کو یہاں حیرت امام نووی پر ہے۔ امام دار قطنی کی جرح پر فرماتے ہیں۔

هذه زيا دة التی زا دها الضحاك زيا دة ثقة وهی مقبو لة لا نه حفظ ما نسي غيره فلا تقدح۔ (شرح مسلم: کتاب الجنائز: ۷/۳۵)

مسلم کی روایت میں ضحاک نے عائشہ اور ابو نضرہ کے بیچ میں ابو سلمہ کا نام بڑھایا ہے وہ ضحاک ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے لہذا دار قطنی کی جرح غلط ہے۔

حالانکہ ضحاک ثقہ اور صدوق ہوتے ہوئے بھی وہم کی علت میں مبتلا ہیں کہ کچھ کا کچھ سمجھ جاتے اور بول جاتے ہیں امام ابن حجر فرماتے ہیں۔ ضحاك ابن عثما ن صدوق يهم ضحاک ابن عثمان سچے ہیں مگر انہیں وہم ہوتا ہے۔ (تقریب ۱/۴۴۳)

اب امام نووی کے اس قول کی اہمیت دیکھئے کہ ضحاک نے یاد رکھا دوسرے بھول گئے، یعنی ضحاک جنہیں روایت میں وہم ہوتا ہے انہوں نے تو یاد رکھا اور جو وہم سے پاک اس درجۂ کے محدث ہیں کہ حافظ الحدیث ہیں اور ایک نہیں دو دو ہیں وہ بھول گئے۔ اس لیے یہ حدیث ان کا مستدل ہے الغرض یہ حدیث بلا شبہ منقطع ہے اور یہاں حدیث کو اس سے استدلال زیب نہیں دیتا۔ ہاں امام مسلم نے یہی حدیث دوسرے دو سلسلوں سے بھی روایت کی ہے اور دونوں سندیں متصل بھی ہیں۔ ایک میں عبد العزيز

بن محمد عن عبد الوا حد بن حمزه عن عبا د بن عبد الله ابن الزبير، ان عا ئشة ہے اور دوسری روایت میں وهيب حدثنا موسیٰ بن عقبه عن عبد الوا حد عن عبا د بن عبد الله ابن زبير عن عا ئشة ہے پہلی روایت کے راوی عبد العزیز بن محمد کے بارے میں تہذیب میں توثیق کے ساتھ ساتھ یہ بھی تحریر ہے:

اذا حدث من كتا به فهو صحيح واذا حدث من كتب النا س وهم وكان يقرأ من كتب غيره فيخطی، قا ل ابو زرعة سيء الحفظ فربما حدث من حفظه الشی، فيخطی، قال النسائی ليس با لقوی وقال ابن سعد كا ن ثقة كثير الحديث يغلط قا ل المزی روی له البخا ری مقرونا بغيره قال ابن حبا ن فی الثقات وكا ن يخطی، قال السا جی كا ن من اهل الصدق والا ما نة الا انه كثير الوهم۔ (تہذیب: ۳/۴۴۸)

اپنی کتاب سے روایت کریں تو ٹھیک ہے۔ دوسروں کی کتابوں سے روایت کریں تو وہم ہو جاتا ہے دوسروں کی کتابیں پڑھتے ہیں تو روایت میں خطا کرتے ہیں اور کہتے ہیں حافظہ خراب تھا تو اپنی یاد سے روایت کرتے۔ تو غلطی کرتے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن سعد نے کہا ثقہ ہیں غلطی کرتے ہیں ساجی کہتے ہیں: مزی کی روایت ہے کہ بخاری تنہا ان کی روایت قبول نہیں کرتے۔ ابن حبان کہتے ہیں: ثقہ ہیں غلطی کرتے ہیں۔ ساجی کہتے ہیں: سچے ہیں امانت دار تھے مگر بہت بھولتے۔ (وہم ہوتا)

امام ابن حجر تقریب میں آخری فیصلہ صادر کرتے ہیں۔

صدوق كا ن يحدث من كتب غيره فيخطی۔ (تقریب ۱/۶۰۷)

سچے تو ہیں مگر دوسروں کی کتابوں سے روایت کی عادت ہے، اس میں غلطی کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان تمام ریمارکس کے بعد جب تک یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ روایت دوسرے کے کتاب کی نہیں یا اس کی روایت کے سلسلہ میں حافظہ ٹھیک رہا اس وقت تک اس حدیث کی صحت مشتبہ رہے گی۔

امام مسلم کے دوسرے سلسلہ روایت میں وہب ابن خالد آتے ہیں ان کے بارے میں تقریب میں ہے: فقيه ثبت لكن تغير عن قليل۔ (تقریب ۲)

فقیہ بھی ہیں قابل اعتماد بھی ہیں لیکن آخری عمر میں ذرا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔

وہب ابن خالد پر یہ کمزوری حافظہ کی جرح اسی قبیل کی ہے جیسے مولی التوائمہ کے بارے میں ہاں فرق یہ ہے کہ یہاں ان کا حافظہ ذرا کم خراب ہوا تھا اور ان کا ذرا زیادہ۔ لیکن وہاں یہ تفصیل موجود ہے کہ ابن ابی ذئب نے صالح سے حافظہ خراب ہونے سے قبل روایت کی اور یہاں اس قسم کی کوئی شہادت نہیں

ہے کہ یہ روایت آخر عمر کی نہیں ہے۔ اس لیے ان روایتوں کو حدیث ابوہریرہ کے مقابل نہیں قرار دیا جاسکتا

المختصر ہم کو اوپر کی تشریحات پیش کر کے صرف یہ دکھانا تھا کہ وہ لوگ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ممانعت میں سوطرح کی میم میخ نکالتے ہیں اور اسی جدوجہد میں اپنی طاقت برباد کرتے ہیں ذرا خود اپنی حدیث جواز کے حدود اربعہ کو بھی ملاحظہ کریں صرف امام مسلم کے تخریج کر دینے سے غرہ نہ ہوں۔ علمائے جرح وتعدیل نے اس حدیث کے راویوں کے بارے میں بھی بہت کچھ کہا ہے۔

(۳) اب اس حدیث کا معنوی الجھاؤ ملاحظہ ہو: یہ روایت خود مسلم میں تین طرح مروی ہے:

☆ ما صلیٰ رسول اللہ ﷺ علیٰ سہیل ابن البیضاء الا فی المسجد۔

☆ ماصلی رسول اللہ ﷺ علی ابنی البیضاء فی المسجد۔

☆ واللہ لقد صلی رسول اللہ ﷺ علی ابنی البیضاء سہیل واخیہ فی المسجد۔

(باب الصلاة على الجنازة في المسجد:۲/۴۹)

پہلی روایت میں صرف سہیل ابن بیضاء کا ذکر ہے۔ دوسری میں بے نام کے دو بھائی ہیں جو بیضا کے لڑکے ہیں۔

تیسری روایت میں سہیل کا نام ہے اور دوسرے بھائی کا نام نہیں۔ اور ایک چوتھی روایت میں سہل وسہیل دو بھائیوں کا نام آیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ بیضاء کے دو لڑکوں کا جنازہ حضور نے مسجد میں پڑھا۔ لیکن لطف یہ ہے کہ یہ کل تین بھائی تھے: سہل، سہیل، صفوان۔ ان سہیل کے بارے میں تو تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ میں انتقال پذیر ہوئے۔ مگر حضرت صفوان بالاتفاق میدان بدر میں شہید ہوئے۔ ظاہر ہے کہ وہ دفن ہوئے اور وہیں ان کی نماز جنازہ ہوئی کہ یہی مقررہ دستور اسلام ہے۔ غزوۂ احد کے موقع پر ایسے تمام شہیدوں کو حضور نے واپس منگا کر مقتل میں دفن فرمایا۔ اور اگر بالفرض ان کے ورثاء مدینہ اٹھالے گئے ہوں تو حضور ان کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھ ہی نہیں سکتے کہ بدر میں حضور تین دن تک لڑائی کے بعد بھی قیام پذیر رہے۔

بخاری جلد ثانی میں ہے نوکان اذا ظہر علیٰ قوم اقام بالعرصة ثلث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلة فشد علیھا رحلھا۔

حضور جب کسی قوم پر فتح پاتے تو تین دن وہیں قیام کرتے بدر میں بھی تیسرے دن حضور نے حکم دیا کہ اونٹنی تیار کی جائے۔

علاوہ بریں حضرت صفوان پر نماز جنازہ کی یہ ساری تفصیلات تو ہم حنفی مسلک کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔ غیر مقلدین کے یہاں تو شہید کی نماز پڑھنا ہی ضروری نہیں۔ پڑھی پڑھی نہ پڑھی۔ پس اغلب یہ

ہے کہ صفوان شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ہی نہ ہوئی ہو نہ مسجد نبوی میں نہ میدان احد میں۔

رہ گئے سہل تو امام المؤرخین حضرت واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ تو حضور کے بہت دن بعد تک حیات رہے تو ان پر حضور مسجد نبوی میں نماز کیسے پڑھ سکتے ہیں کہ حضور ان کے وصال سے قبل ہی پردہ فرما چکے ہیں۔ ان سب باتوں کا اقرار مولوی عبید اللہ غیر مقلد نے اپنی شرح مشکوۃ میں کیا ہے:

زعم الواقدی ان سہل ابن بیضاء مات بعد النبی ﷺ اما صفوان فقد شہد ببدر مع رسول اللہ ﷺ وقتل یومئذ ببدر شہیدا۔ (مرعات)

واقدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سہل ابن بیضاء کا انتقال حضور کے وصال کے بعد ہوا۔ اور حضرت صفوان بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے وہیں شہید ہوئے۔

اور اسی لیے علماء میں اس امر پر اختلاف ہوا کہ حضور ﷺ نے سہیل کے ساتھ میں جس بھائی کی نماز جنازہ پڑھی وہ سہل تھے کہ صفوان۔

اسی میں ہے: واختلف فی المراد بالاخ المذکور فی الحدیث فقیل سہیل جزم بہ ابن عبد البر وقیل صفوان۔

حدیث عائشہ میں سہیل کے ساتھ ان کے کون سے بھائی مراد ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ سہل تھے، یہ ابن عبد البر کا قول ہے اور کہا گیا کہ صفوان۔

اور جو سچ پوچھو تو تاریخی شواہد کی روشنی میں ان دونوں میں سے کوئی نہیں بنتا۔ یہ حدیث جواز، روایت اور درایت دونوں ہی اعتبار سے اس درجہ اضطراب معنوی میں گرفتار ہے کہ اس پر اترانا مجوزین کو بالکل زیب نہیں دیتا۔

(۴) اور اگر بر سبیل تنزل یہ حدیث جواز جوں کی توں تسلیم کر لی جائے تب بھی یہ ایک خاص واقعہ ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صرف ان دو بھائیوں کی نماز جنازہ مسجد میں ہوئی اس سے عام حکم پر کیا اثر پڑے گا جو حضور نے مسجد میں نماز جنازہ منع فرما کر تمام مسلمانوں کو دیا۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں: اولا: واقعة حال لا عموم لھا، (فتح القدير: ۲/۱۳۳) حدیث عائشہ ایک خاص واقعہ ہے۔ یہ حدیث ابوہریرہ کے معارض نہیں ہو سکتا جو ایک عام حکم ہے۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: حدیث عائشہ روایت واقعہ مخصوصہ است نہ عام (اشعة اللمعات) پس یہ حدیث ابوہریرہ کے معارض ہی نہیں وہ حکم اپنے مقام پر رہے گا۔

(۴) حضور ﷺ نے سہیل ابن بیضاء پر مسجد میں نماز جنازہ عذر کی حالت میں ضرورت سے پڑھ لی۔ امام ابن ہمام فرماتے ہیں نیجوز کون ذلك کان لضرورۃ لکونه کان معتکفا۔ (فتح القدیر:۲/۱۳۳)

ہوسکتا ہے حضور نے یہ نماز مجبوری کی وجہ سے مسجد میں پڑھی ہو کہ آپ حالت اعتکاف میں باہر نہیں نکلتے۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: وآنچہ ثابت است ہمیں است آنحضرت ﷺ ایں را یکبار کرد وتواند کہ از جہت ضرورتے باشد کہ باعث برآں شد در روایتے آمدہ است کہ آنحضرت ﷺ معتکف بود ازیں جہت در مسجد گزارد۔

(اشعة اللمعات)

اور جو کچھ حضور سے ثابت ہے یہی ہے کہ حضور نے صرف ایک بار پڑھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے ایسا بہ ضرورت کیا ہو۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ حالت اعتکاف میں تھے اس لیے ان کے جنازہ کی نماز مسجد میں ادا کی۔

پس اگر حضور جان نو ﷺ نے کسی امر کو ضرورۃً بھی کیا ہو تو کیا یہ اس کے بہر حال جواز کی دلیل ہے اگر ایسا ہی ہے تو حضور نے قبر پر بھی نماز جنازہ پڑھی ہے کیا یہ مجوزین بہر حال قبر پر نماز کو جائز قرار دیں گے۔ پس یہاں بھی جب ضرورت اعتکاف کی وجہ سے آپ نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو بلا ضرورت کیسے جائز ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ الضرورات تبیح المحذورات ضرورت قانون نہیں بن سکتی۔

(۶) اور اگر ہم سب کچھ تسلیم کرلیں تب بھی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجوزین کی سند نہیں ہے۔ مانعین کی دلیل ہے کیونکہ تمام صحابہ وتابعین کا اس واقعہ پر انکار فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس معاملہ میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنہا ہیں اور سب مسلمان اسی پر ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں تبھی تو حضرت عائشہ کے اس فعل پر عام نکیر کی گئی تو یہ انکار دلیل ممانعت ہے۔

امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں: ویؤیده انکار الصحابة علی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها لانهم قد کانوا علموا فی ذلك خلاف ما علمت لو لا ذلك لما انکروا علیها۔

(عمدة القاری)

مسجد میں نماز جنازہ منع ہونے کی تائید صحابہ کے عام انکار سے ہوتی ہے کہ اس مسئلے میں ان کو اس کے خلاف کا علم تھا جس کا علم حضرت عائشہ کو تھا ورنہ وہ صرف اپنی رائے سے حدیث رسول کا انکار نہ کرتے

صاحب جواہر النقی امام ترکمانی فرماتے ہیں: والاخذ بهذا الحدیث اولیٰ من الاخذ بحدیث عائشة. لان الناس عابوا ذلك علیها وانکروه وجعله بعضهم بدعة فلو لا اشتهار ذلك عندهم لما فعلوه ولا یکون ذلك الا الاصل عندهم لانه یستحیل علیهم ان یرد رأیهم حجة علیٰ حدیث عائشة۔ (جوہر النقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث پر عمل کرنے سے بہتر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی حدیث پر عمل کرنا ہے، کیونکہ لوگوں نے حضرت عائشہ پر اس سلسلہ میں عیب لگایا اور ان کے اس فعل کا انکار کیا، بعض لوگوں نے تو بدعت تک کہا۔ پس اگر یہ بات ان کے نزدیک مشہور نہ ہوتی تو اس انکار کی جرأت نہ کرتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام صحابہ کے پاس کوئی دلیل شرعی ضرور تھی ورنہ صرف اپنی رائے کو اس حدیث پر فوقیت نہ دیتے۔

امام ابوجعفر طحاوی کہتے ہیں: فصار حدیث ابی هریرة اولیٰ من حدیث عائشة لانه ناسخ له وفی انکار من انکر ذلك علی عائشة وهم یومئذ اصحاب رسول الله ﷺ دلیل علیٰ انهم قد کانوا علموا فی ذلك خلاف ما علمت ولو لا ذلك لما انکروا ذلك علیها۔

(شرح معانی الآثار مترجم: ۲/۱۷۷)

حدیث ابوہریرہ حدیث عائشہ سے افضل ہے کہ یہ حدیث عائشہ کی ناسخ ہے۔ اور جماعت صحابہ کے پاس انکار میں اس امر کی دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں ان کو حضرت عائشہ کی حدیث کے خلاف حضور کا حکم معلوم تھا ورنہ وہ لوگ صرف اپنی رائے سے حدیث کے انکار کی جرأت کرتے۔

ملا علی قاری طیبی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

قالوا ان الصحابة کانوا متواخرین فلو لم یعلموا بالنسخ لما خالفوا حدیث عائشة۔

(مرعات)

حنفیہ کا قول ہے کہ صحابہ بے شمار تعداد میں تھے، تو اگر ان کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا منسوخ ہے تو حدیث عائشہ کی مخالفت نہ کرتے۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: واز اینجا معلوم شد کہ بہ نسبت عائشہ مردم را بہ نسیان محل سخن است بلکہ وے رضی اللہ تعالیٰ عنہا فراموش کرد نسخ فعل سابق را۔

(اشعة اللمعات)

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کا لوگوں کو بھولنے کا الزام دینا درست نہیں بلکہ وہی خود بھول کا شکار ہوئیں کہ پہلی بات یاد رہ گئی اور یہ پتہ نہ چلا کہ یہ فعل منسوخ ہو چکا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

حنفیہ کی طرف سے یہ نکتہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک ایسے گوشہ کی نقاب کشائی کرتا ہے، جس سے پورا معاملہ ہی الٹا ہوا جاتا ہے اور حدیث جواز دستاویز ممانعت بن جاتی ہے۔

اس لیے کچھ مجوزین نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہر چند کہ یہ صحیح ہے کہ صحابہ نے فعل عائشہ رضی اللہ

تعالی عنہا پر انکار کیا لیکن جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے رسول مقبول ﷺ کی حدیث سنائی تو سب مان گئے اور اپنے پہلے خیال سے باز آگئے، اس لیے اب جواز پر ہی سب لوگوں کا اتفاق ہوگیا۔

ہماری نظر سے محدثین مجوزین کا ایک پوسٹر گزرا جس میں وہ رقم طراز ہیں:

''اگر چہ صحابہ کرام نے اپنی لاعلمی سے، حضرت عائشہ پر اعتراض کیا'' لیکن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ان کی لاعلمی اور اپنے علم پر قسمیہ بیان کیا تو سب نے تسلیم کرلیا، اس لیے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے پر اتفاق ہوگیا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے اس پر عمل بھی کیا۔

سنئے! صحیح بخاری کی عظیم الشان اور معتمد علیہ شرح ''فتح الباری'' میں ہے: وقد روی ابن ابی شیبۃ وغیرہ ان عمر صلی علیٰ ابی بکر فی المسجد وان صھیبا صلی علی عمر فی المسجد۔

اس تحریر میں واقعات کی حقیقی ترتیب کو اس طرح توڑ مروڑ کر نیا روپ دیا گیا ہے کہ ہر پڑھنے والا آمنا صدقنا کہہ اٹھے۔ کہ واقعۃً سارے صحابہ اپنے قول سے ضرور پھر گئے۔ تبھی تو سب نے مل کر ابوبکر وعمر رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی۔

لیکن اگر لکھنے والوں کا منشا بھی یہی ہے کہ حضرت عائشہ کے قسمیہ بیان کے بعد ہی سب صحابہ نے اپنے قول سے رجوع کر کے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہم کی نماز جنازہ پڑھی تو یہ اتنی بڑی دھاندلی ہے کہ بے اختیار اس پر ﴿لعنة الله على الكاذبين﴾ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا واقعہ پہلے کا ہو اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کا واقعہ بعد کا حالانکہ حقیقت امر اس کے خلاف ہے۔

غیر مقلد مولوی عبید اللہ حدیث عائشہ کی شرح میں لکھتے ہیں: لما توفی سعد بن ابی وقاص أی فی قصرہ بالعقیق علی عشرۃ امیال من المدینۃ سنۃ ۵۵ علی المشھور وحمل الی المدینۃ علی أعناق الرجال لیدفن وذلک فی خلافۃ معاویۃ وعلی المدینۃ مروان۔

(مرعاۃ)

سعد ابن ابی وقاص کا انتقال اپنے محل واقع موضع عقیق مدینہ سے دس میل دور ۵۵ ہجری میں ہوا۔ مدینہ تک لوگوں کی گردنوں پر لائے گئے تاکہ وہاں دفن ہوں، زمانہ حضرت امیر معاویہ کا تھا، مدینہ پر مروان گورنر تھا۔

تو حضرت عائشہ کا یہ واقعہ ۵۵ر ہجری میں ہوا اور وفات خلیفۂ اول رضی اللہ تعالی عنہ ۴۲ رسال قبل ۱۳ھ میں اور وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ۳۲ رسال قبل ۲۳ ر ہجری میں۔ اس طرح گو

یا حضرت عائشہ کا واقعہ پیش آنے سے ۳۲ ر۔ اور ۴۲ سال قبل ہی لوگوں نے اس واقعہ کے نتیجے میں اپنے قول سے پیشگی رجوع بھی کرلیا اور اس پر عمل بھی ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اپنا مذہب ثابت کرنے کے لیے کیا الٹی گنگا بہائی گئی ہے۔ پس جب حقیقت حال سامنے آگئی کہ حضرت ابوبکر وعمر رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی نماز جنازہ کا واقعہ صحابہ کے اپنے قول سے رجوع اور قول عائشہ کے تسلیم کی سند نہیں بن سکتا تو یہ سوال باقی رہتا ہے کہ یہ جو کہا گیا کہ صحابہ نے حضرت عائشہ کے قسمیہ بیان کے بعد تسلیم کرلیا، اس پر عمل بھی کیا'' یہ کوئی روایت ہے تو اس کی سند بیان کی جائے، اجتہاد ہے تو اس کے حدود اربعہ ذکر کیے جائیں، تا کہ اس پر غور کیا جائے۔ اور اگر یہ صرف ایجاد بندہ ہے تو اسے عقیدت مندوں کے ہجوم میں منبر پر بیان کیا جائے، دلیل کے میدان میں اس کا کیا کام؟ اس سلسلہ میں نہ تو صرف امام زرقانی کا کہہ دینا کافی ہوگا، نہ شوکانی کا، نہ کسی ہندوستانی کا، ثبوت کی تو صرف یہی صورت ہے کہ کوئی صحیح شرعی صریح دلیل اس کی پیش کی جائے کہ صحابہ نے حضرت عائشہ کی بات مان لی، یا ان کی بات پر عمل کر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے لگے

پس جہاں تک عمل کا تعلق ہے ہم امام اہل مدینہ امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ کے نمائندے کا یہ بیان سن چکے "لم یصحبہ العمل عمل عامہ " اس حدیث کے موافق نہیں۔ اور جہاں تک زبانی اقرار رجوع کا تعلق ہے حدیث عائشہ کی مختلف روایتوں سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ اقرار کرنے اور قول عائشہ کے تسلیم کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ایک دفعہ پھر وہ روایت نقل کرتے ہیں:

لما توفی سعد بن ابی وقاص ارسل ازواج النبی ﷺ ان یمروا بجنازتہ فی المسجد فیصلین علیہ ففعلوا فوقف بہ علیٰ حجرھن یصلین علیہ. اخرج بہ من باب الجنائز الذی کانت الیٰ المقاعد فبلغھن ان الناس قدعابوا ذلک وقالوا ما کانت الجنائز یدخل بھا المسجد فبلغ ذلک عائشۃ فقالت ما اسرع الناس الی ان یعیبوا ما لا علم لھم بہ. عابوا علینا ان یمر بجنازۃ فی المسجد وما صلی رسول اللہ ﷺ علی سھیل بن البیضاء الافی جوف المسجد۔ (صحیح مسلم: باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد: ۲/ ۴۹)

جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات ہوئی تو ازواج مطہرات نے یہ کہلا بھیجا کہ جنازہ ہمارے حجروں کے سامنے لے جایا جائے، ہم ان پر نماز پڑھیں گے، لوگوں نے یہ کردیا پھر جنازہ باب الجنائز سے نکالا گیا جو نشست گاہ کی طرف تھا تو ازواج مطہرات کی یہ خبر ملی کہ لوگ ان کے اس فعل پر انکار کررہے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جنازے مسجد میں داخل نہیں کیے جاتے تھے، حضرت عائشہ نے یہ نیا کام کیوں کیا، حضرت عائشہ نے یہ سن کر فرمایا لوگ کتنی جلدی عیب لگانے لگتے ہیں جس میں ان کو علم نہ ہو، مسجد میں نماز جنازہ گزارنے پر عیب لگایا حالانکہ حضور نے خود مسجد میں نماز جنازہ پڑھی۔

اسے بار بار پڑھئے، صحابہ کا انکار حضرت عائشہ کی قسم بھی تو ہے لیکن صحابہ نے تسلیم کیا اور حضرت عائشہ کے قول پر عمل کیا، اس کا کہیں دور دور۔ پتہ نہیں۔ اگر کچھ معلوم ہوتا ہے تو یہی کہ حضرت عائشہ نے جب یہ فعل کیا تو لوگ انکار کرتے رہے۔ اگر حضرت عائشہ کی بات مانتے تو کم از کم حضرت سعد کی نماز ہی مسجد میں پڑھ لیتے لیکن وہ بھی نہ ہوا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ کے پڑھنے کے بعد ہی جنازہ باہر نکال لیا گیا۔ تو حضرت عائشہ کے قول پر نہ اس وقت عمل ہوا نہ اس کے بعد کوئی ثبوت ہے پس یہ کہنا کہ ''تسلیم کیا اور اس پر عمل کیا'' کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے۔

ایک اور شبہ کا ازالہ

ممکن ہے کسی کو یہ شبہہ ہو کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صحابہ کو اس مسئلہ سے لاعلم بتایا تو لاعلم ہی رہے ہوں گے۔ تب نہ انہوں نے یہ کہا اور نہ یہ نہ کہتیں۔ تو یہ ایک خیال فاسد ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر اس معاملہ میں جس میں ان کو عام روش یا کسی خاص آدمی سے اختلاف ہوا اسی طرح اپنے مادرانہ لہجے میں زجر وتنبیہ فرماتیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ فی الحقیقت اپنی اسی زجر وتوبیخ میں برحق ہوتیں یا صحابہ ان کی بات مان لیتے۔

مشکوٰۃ ''باب البکاء علی المیت'' میں ہے:

عن عمرة بنت عبد الرحمن رضی الله تعالىٰ عنهما انها قالت: سمعت عائشة وذكر لها ان عبد الله بن عمر يقول: ان الميت ليعذب ببكاء الحي عليه . تقول يغفر الله لابي عبد الرحمن. أما انه لم يكذب لكنه نسي أو أخطأ انما مر رسول الله ﷺ علىٰ يهودية تبكي عليها فقال: انهم ليبكون عليها وانها لتعذب في قبرها ۔ متفق عليه (۳۲۱/۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کیا گیا کہ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ مردوں پر زندوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، آپ بولیں: اللہ ابو عبدالرحمن پر رحم فرمائے، وہ جھوٹ نہیں بولے لیکن یا تو بھول گئے یا غلطی کی، حضور ایک یہودیہ پر گذرے، لوگ اس پر رو رہے تھے آپ نے فرمایا: یہ رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

اسی میں ہے: فلما أن اصيب عمر دخل صهيب يبكي. يقول: واأخاه. واصاحباه. فقال عمر ياصهيب أتبكي علي وقد قال رسول الله ﷺ: ان الميت ليعذب ببكاء اهله عليه. فقال ابن عباس: فلما مات عمر ذكرت ذلك لعائشة فقالت: يرحم الله عمر. لا والله ماحدث رسول الله ﷺ الىٰ ان قال: فما قال ابن عمر شيئا ۔ (مشكوة: ۳۲۱/۱)

جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو حضرت صہیب آکر رونے لگے، آہ میرے بھائی، آہ میرے ساتھی حضرت عمر نے فرمایا: مجھ پر روتے ہو اور حضور فرماتے ہیں کہ میت کو اس کے اہل سے رونے سے عذاب ہوتا ہے، میں نے حضرت عائشہ سے اس کا ذکر کیا بولیں اللہ عمر پر رحم کرے، حضور نے تو قسم خدا کی یہ نہیں کہا، حضرت ابن عمر حضرت عائشہ کی اس بات پر خاموش رہے۔

دیکھئے یہاں بھی اسی انداز میں لاعلمی کا الزام ہے اور قسم کھا کر اپنی بات منوانی ہے اور دوسری روایت میں سکوت عبداللہ کا ذکر بھی ہے لیکن کوئی بھی اس کا یہ مطلب نہیں نکالتا کہ واقعۃً حضرت عبداللہ بن عمر یا دیگر صحابہ اس باب میں لاعلم ہی تھے اور جان لینے کے بعد لازما رجوع ہی کر گئے

خود غیر مقلد مولوی عبید اللہ لکھتے ہیں: ان انکار عائشة ذلك وحكمها على الراوي بالتخطية والنسيان أو على أنه سمع بعضا ولم يسمع بعضا بعيد ۔ (مرعاة)

حضرت عائشہ کا انکار اور راوی پر خطا ونسیان کا حکم لگانا، یا یہ سمجھنا کہ کچھ سنا کچھ نہ سنا بعید ہے۔

یہاں انکار عائشہ بعید از عقل ہے تو مسئلہ صلاۃ جنازہ فی المسجد میں حضرت عائشہ کا انکار سب کے علی الرغم کیسے سند ہو گیا

باب آداب الخلا میں ہے: عن عائشة رضی الله تعالىٰ عنها قالت: من حدثكم ان النبي ﷺ كان يبول قائما فلا تصدقوه ۔ (مشكاة المصابيح: كتاب الطهارة: ۸۴/۱)

جو تم سے یہ کہے کہ حضور کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے اس کی تصدیق مت کرو۔

مرقات میں ہے: حديث عائشة مستند الى علمها فيحمل علىٰ ما وقع في البيوت ۔ (مرقات: ۳۹۰/۱)

حضرت عائشہ کی یہ بات اپنے علم کے اعتبار سے ہے، مطلب یہ کہ حضور گھر میں بیٹھ کر ہی استنجا فرماتے۔

یہاں بھی حضرت عائشہ علی الاطلاق فرماتی ہیں کہ جو بھی کہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے اس کی بات نہ مانو لیکن علماء فرماتے ہیں: خود حضرت عائشہ کا علم ہی اس باب میں محدود ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بضرورت کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا ثابت ہے، تو باب صلاۃ جنازہ میں بھی بقول شیخ محقق کیا یہ ممکن بلکہ واقع نہیں کہ ''وے رضی اللہ تعالیٰ عنہا فراموش کرد نسخ فعل سابق را

اسی طرح مسئلہ رویت الٰہی میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں: من اخبركم ان محمدا رأى ربه فقد اعظم الفرية ۔ جس نے یہ کہا کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا تو بہت بڑا جھوٹ بولا۔

لیکن ان کے اس انکار عام کے خلاف صحابہ کی ایک جماعت اس کی قائل ہے بلکہ یہی راجح ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں: الراجح عند اكثر العلماء ان رسول الله ﷺ رأى ربه يعني

رأسه لليلة الا سراء۔

علماء کے نزدیک راجح مسلک ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے معراج کی رات دیکھا۔

مطلب ان روایتوں کے نقل سے یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے علم ورائے کے خلاف علم ورائے کو اسی انداز میں رد کرنے کی عادی تھیں اور اپنے بچوں پر اسی شدید انداز میں انکار وہ اپنا حق سمجھتی تھیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں نے ان کی بات مان لی اور حق بھی وہی ہے جو حضرت عائشہ نے کہا۔ اس لئے مسئلہ "نماز جنازہ در مسجد" میں بھی جب تک تاریخی حقائق سے صحابہ کا اقرار اور رجوع اور قول عائشہ رضی اللہ عنہا پر عمل نہ ثابت کیا جائے صرف زبانی دعوے سے کام نہ چلے گا اور صحابہ کا یہ انکار ہم مذہب مہذب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں رہے گا اور مجوزین اس سے حق کا استناد نہ رہے گا۔

اخیر میں ہم تمام روایتوں کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ کے بارے میں عہد بعہد عمل کا ایک جامع نقشہ پیش کرتے ہیں اس سے اصل صورت حال پر روشنی پڑے گی اور اصل مسئلہ واضح ہوگا۔

حضور ﷺ نے زندگی بھر نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی، اس کے لئے ایک علیحدہ جگہ بھی مقرر کی جو عام طور سے مصلے کے نام سے معروف ہوئی حد یہ کہ شاہ حبش نجاشی علیہ الرحمہ کی وفات کے وقت جبکہ جنازہ بھی بظاہر سامنے نہ تھا۔ آپ نے نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی جا کر پڑھی۔

اس عادت مستمرہ کے خلاف ایک ایسی حدیث سے جو در اصل منقطع ہے۔ البتہ امام اعظم نے دوسری ایسی سندوں سے جن پر کلام ہوسکتا ہے۔ اس کی تائید کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے غزوۂ تبوک سے واپس آکر ۹ ہجری میں حضرت سہیل کی نماز جنازہ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں یا مسجد کے قریب پڑھی۔ جبکہ دائمی عمل اس کے خلاف رہا اور زبان سے بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تمام ممانعت فرمادی۔

خواہ یہ اعلان عام پہلے سے ہو خواہ اس نماز کے بعد ہو، ہر طرف قانونا یہی حکم عام ہے۔ اس لیے کہ اگر واقعہ سہیل کے بعد اعلان عام ہوا تو یہ واقعہ سہیل کا ناسخ ہے۔ اور اگر یہ اعلان ہی پہلے سے ہوا اور واقعہ سہیل بعد میں تب قانون یہی ہوگا کہ یہ بات زمانہ رسالت مآب سے آج تک ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضور نے کوئی کام کیا ہو اور زبان سے اس کے خلاف حکم فرمایا ہو تو عام مسلمان حضور کے فرمان کے مطابق ہی عمل کریں گے، آپ کے فعل سے سند نہ پکڑیں گے۔

مشکوۃ شریف میں مسلم کے حوالہ سے ہے:

حدثت ان رسول الله ﷺ قال: صلوة الرجل قاعدا نصف الصلاة قال: فأتيته وجدته يصلي جالسا فوضعت يدي على رأسه فقال مالك: يا عبد الله بن عمر! قلت:

حدثت يا رسول الله ﷺ انك قلت: صلوة الرجل قاعدا على نصف صلوة وانت تصلي قاعدا؟ قال: اجل. ولكني لست كأحد منكم۔

(مشكاة المصابيح: باب القصد فى العمل. ۱/۲۳۶)

مجھ سے کہا گیا کہ حضور فرماتے ہیں کہ بیٹھ کر نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے، میں ایک دفعہ رات میں آپ کے پاس گیا، آپ کے بیٹھ کر پڑھتے دیکھا، حیرت سے آپ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا، آپ نے فرمایا: کیا بات؟ میں نے عرض کی: فرمایا: ہاں حکم میرا وہی ہے لیکن میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں۔

چنانچہ اس واقعہ سہیل کے بعد بھی حضور ﷺ سال بھر حیات رہے، کتنے جنازے پڑھے لیکن بھی مسجد میں پڑھنے کا ثبوت نہیں کہ حضور ﷺ کے بعد مسلمانوں نے حضور ﷺ کے اس فعل پر اپنے عمل کلی بنیاد رکھی۔ برابر نماز جنازہ باہر ہوتی رہی، ہاں دوبارہ پھر حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حال کے وقت ایسا ہو لیکن یہاں بھی اسی طرح معذوریاں تھیں جیسی جنازہ سہیل کے وقت۔

مولوی عبدالحی صاحب نے تعلیق الممجد میں محیط کے حوالہ سے لکھا ہے:

هذا تأويل الصلوة على عمر كان لعذر وهو خوف الفتنة والصد عن الدفن۔

مسجد میں عمر فاروق کی نماز کی وجہ فتنہ کا خوف اور یہ کہ کہیں کوئی دفن سے روک نہ دے۔

اور حضرت صدیق کے بارے میں تو ایک روایت ایسی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جنازہ مسجد کے باہر تھا۔ پڑھنے والے مسجد میں تھے۔

عن هشام ابن عروة انه رأى رجلا يخرجون من المسجد ليصلوا على جنازة فقال ما يصنع هولاء۔ والله ما صلى على ابى بكر الا فى المسجد۔

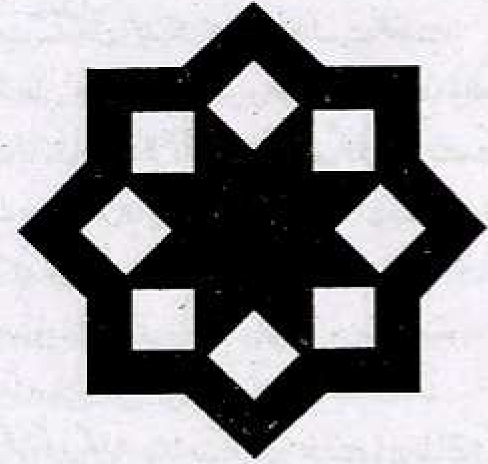
ہشام ابن عروہ نے کچھ لوگوں کو نماز جنازہ کے لیے مسجد سے باہر جاتے دیکھا تو فرمایا: یہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ حضرت ابوبکر پر تو نماز مسجد کے اندر سے پڑھی گئی۔

الغرض اس قسم کے ایک دو استثنا ہیں تو وہ کسی عذر کی وجہ سے ہیں ورنہ عام عمل یہی تھا کہ نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی جاتی اور یہ بات اس حد تک مستقر ہوگئی کہ بیسوں سال کے بعد حضرت عائشہ نے اس کا خلاف کیا تو لوگوں میں چہ می گوئیاں شروع ہوگئیں۔ حضرت عائشہ نے حدیث بیان کر کے قسم کھا کر غلط فہمی دور کرنی چاہی لیکن اس بات میں چونکہ وہ خود ہی غلط فہمی میں مبتلا تھیں اس لیے ان کی بات پر نہ کسی نے کان دھرا اور نہ وہ عمل عام کی بنیاد ہی بنی، عمل عام حدیث ابوہریرہ کے موافق رہا۔ حد ہوگئی کہ اسی عمل پر امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص مدینہ پاک میں اپنے آپ کی بنا رکھی جب کہ حدیث عائشہ کے وہ خود راوی ہیں، اس لیے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے ضرور منع کیا جائے گا۔

پھر ہم کو اہل حدیث حضرات پر حیرت ہے، حنفیوں کی ضد میں وہ ایک ایسی چیز کا شد ومد سے رد کر رہے ہیں جوان کے ائمہ کے نزدیک بھی افضل ہے یعنی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنا علمائے اہل حدیث کے نزدیک بھی افضل ہے۔

مولوی عبید اللہ لکھتے ہیں نوالحق انه یجوز الصلوة علی الجنائز فی المسجد من غیر کراهة والا فضل الصلوة علیها خارج المسجد۔ (مرعاۃ) حق یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے مگر افضل اور بہتر مسجد کے باہر ہے۔

پس ایک افضل فعل کو چھوڑ کر مفضول کے پیچھے پڑنا کہاں کی دانشمندی ہے۔



کتاب الزکاۃ

زکاۃ، فطرہ اور عشر کا بیان

(۱۔۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہر سال کی طرح بندۂ ناچیز نے اپنی زکاۃ کی رقم رمضان المبارک کے مہینے میں ادا کرنے کی عادت کے مطابق امسال برابر حساب کر کے ادا کر دیا ہے، اب عرض کرنا یہ ہے کہ جب میں اپنے اوپر کا حق فریضہ زکاۃ کو بڑی احتیاط کے ساتھ جیسا ادا کرنے کا شریعت میں حق ہے اسی طرح ادا کر دینے کے بعد اچانک ایک ایسے حادثے کا شکار ہونا پڑا، میرا فرزند تجارت کی غرض سے بمبئی کو رقم نقد لے کر جو گیا ہوا تھا وہ پوری مثلاً ۵۰۰۰ ر پانچ ہزار روپیہ ڈاکو قسم کے لوگ تاجر بن کر پوری رقم چھین کر خالی ہاتھ واپس کئے ہیں، اب یہ رقم آئندہ سال زکاۃ میں محسوب کرنا مناسب ہے یا اور کوئی صورت ہے؟۔

بہر حال مناسب صورت کیا ہوگی ارشاد فرمائیں عین کرم ہوگا۔

(۲) سید کو مالک نصاب ہو جانے پر زکاۃ دینا ہوگا؟۔

(۳) زید نے علم رکھتے ہوئے بکر پر کئے ہوئے احسان کو غیروں کے اوپر جتا رہا ہے کیا زید کو شریعت سے ایسا کرنا درست ہے؟۔

(۴) زید نے علم رکھتے ہوئے بکر سنی کو ایسا جملہ منہ پر کہدیا "تم کیا عقیدے کی حفاظت کر سکو گے" تو بکر زید کے اس جملہ سے ناراض ہوا، لیکن بکر زید کی اقتدا میں نماز وغیرہ پڑھتا رہا، سلام وغیرہ کرتا رہا، اور بات چیت بند کر دیا، بکر کے ذریعہ زید کو کسی نے سلام بھیجا تو بکر نے اس سلام کو زید تک پہونچا دیا، البتہ بات چیت مختصر کر دیا، بکر اپنی جو احتیاط برت رہا کیا درست ہے اس بنا پر کہ بات کرنے پر جھگڑنے کی نوبت نہ آئے، کیا درست ہے؟۔

عبد المنان

الجواب

(۱) جو رقم ڈاکو نے دھوکہ سے لے لی اس پر زکاۃ نہیں۔ لیکن یہ بھی جائز نہیں کہ اس رقم کو آئندہ سال کی زکاۃ میں محسوب کریں۔

(۲) سید کے پاس اگر نصاب کے برابر مال ہو تو اس کو اپنی مال کی زکاۃ دینی پڑے گی۔ ہاں مالدار ہو یا غریب دوسرے آدمی کی زکاۃ لے نہیں سکتا۔

(۳) قرآن شریف میں احسان جتانے کی سخت مذمت آئی ہے، عالم احسان جتائے یا جاہل ہر شخص کو احسان جتانا گناہ ہے۔

(۴) زید کا بکر سے یہ کہنا کہ ”تم عقیدے کی حفاظت نہ کرسکو گے“ اگر کسی معقول وجہ سے ہو تو کہنے میں کوئی حرج نہیں، مثلاً بکر جاہل ہو اور زید کہے کہ جہالت کی وجہ سے عقیدے کی حفاظت آپ سے مشکل ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں خواہ مخواہ ایذا اور تکلیف دینے کے لیے کہا تو ضرور برا کیا۔ تو زید بکر سے معذرت کرے۔ بکر نے جو زید سے بات چیت کم کردیا ہے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں اور بکر پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ یکم ذوی القعدہ ۱۴۰۷ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے پاس ۱۵ر ہزار کی ٹی وی ہے، دو ہزار کا ٹیپ ہے اور سات ہزار کی فریج ہے۔ زید نے اپنی پاک کمائی سے خریدا ہے جب کہ ان چیزوں پر سال گذر گیا ہے۔ زید کے اوپر زکاۃ فرض ہوئی یا نہیں؟ اور یہ سب سامان حاجت اصلیہ میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اور اگر زکاۃ فرض ہے تو کتنے نصاب کا دینا ہوگا۔ سائل: شاہد رضا رضوی حسن رضا وحیدی محمد اشرف نوری محلہ رضا نگر نئی بستی بنارس

الجواب

آلات لہو ولعب خریدنا ناجائز ہے اور ان چیزوں کی قیمت بھی نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص انہیں توڑ پھوڑ دے تو اس پر تاوان بھی واجب نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۱۱، ص ۱۵۱ر بحوالہ درمختار)

یہ زید کی بڑی محرومی ہے کہ اس نے اپنی پاک کمائی ایسی چیز میں گنوائی کہ شریعت کے نزدیک وہ مال ہی نہیں۔ ٹی وی آلات لہو ولعب میں سے ہے، اس کا اپنے پاس رکھنا ہی حرام ہے، اس میں زکاۃ کیا واجب ہوگی۔ ٹیپ اور فریج حاجت اصلیہ میں شمار ہوتے ہیں، اس لیے اس میں زکاۃ واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۸ر شعبان ۱۴۲۲ھ

(۶۔۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے اپنی مرحومہ بیوی کی طرف سے زکاۃ دی تو زکاۃ ادا ہوگی کہ نہیں؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ زید نے ابوبکر کو زکاۃ دے کر واپس لے لیا تو اس صورت میں زید کے اوپر کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

آپ کا خادم: محمد کلیم اللہ شمسی معلم مدرسہ امداد العلوم حنفیہ کیپروار

الجواب

(۱) مرحومہ عورت پر زکاۃ واجب تھی اور وہ زکاۃ ادا کئے بغیر مرگئی تو اب مال وارثوں کا ہوگا، عورت پر زکاۃ نہیں اور اگر وصیت کرکے مری ہے کہ میرے مال سے زکاۃ ادا کردی جائے تو ایک تہائی

ترکہ سے زکاۃ ادا کی جائے گی، اور اگر اس کے ورثا راضی ہوں تو پورے مال سے زکاۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

(۲) زید کا روپیہ ابوبکر پر باقی ہے اور وہ اپنی غربت کی وجہ سے زید کا روپیہ دے نہ پاتا ہو۔ زید نے اس کو زکاۃ کی رقم دے کر اپنا قرضہ مانگا۔ اگر ابوبکر نے قرضہ دینے سے انکار کیا اور زید نے وہ روپیہ جو اس کو زکاۃ کہہ کر دی تھی اپنے قرضہ میں زبردستی چھین لیا تو یہ زکاۃ دے کر واپس لینا نہیں ہوا۔ یہ تو اپنا قرض وصول کرنا ہوا، اس طرح زید کی بھی زکاۃ ادا ہوگئی اور قرض بھی ادا ہوگیا، اور اگر ایسی صورت نہ ہو بلکہ یوں ہی زکاۃ کہہ کر دیا اور وہی روپیہ واپس مانگ لیا تو یہ ناجائز ہوگا اور زکاۃ بھی ادا نہ ہوئی، اگر تحفہ کے طور پر بھی کسی کو رقم دے کر واپس لے لیا تو حدیث شریف میں ہے:

العائد فی ہبتہ کالکلب یعود فی قیئہ“ (مسلم شریف: باب الہبۃ)

ہبہ کرکے واپس لینے والا کتے کی طرح ہے جو قے کرکے پھر اسی کو کھاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۰ر جمادی الاخری ۱۴۲۴ھ

(۸۔۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) فطرہ کے لیے علمائے دین اکثر فی نفر ۲ سیر تین چھٹانک اٹھنی بھر بتاتے ہیں حالانکہ مولانا محمد حسن صاحب علمی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خطبات علمی میں خطبہ عیدالفطر میں لکھا ہے کہ گیہوں نصف صاع یعنی دو سیر شاہ جہانی کے حساب سے ہونا چاہئے جب کہ سیر چالیس روپے کے وزن کا تھا، روپیہ اکیس ماشہ بھر کا تھا، اس طرح تو نصف صاع موجودہ سیر یعنی اسی تولہ کے سیر کے حساب سے ایک سیر بارہ چھٹانک ہی گیہوں کا فطرہ ہوتا ہے، اب اس کی صاف وضاحت فرمائیں کہ اسی تولہ کے حساب سے فی کس گیہوں کس قدر فطرہ میں دیا جائے؟۔

(۲) اگر کسی کو گیہوں کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ذریعے فطرہ ادا کرنا ہو تو گیہوں کے بھاؤ سے جوڑ کر فطرہ ادا کرے یا اس کا بھی کوئی خاص طریقہ شرع شریعت میں موجود ہے؟۔

(۳) کسی صاحب نصاب کو جو پیشہ ور فقیر ہیں اور ہمیشہ سے زکوۃ کا مال لیتے ہیں اور اب بھی بحیثیت سائل فطرہ وغیرہ کا مال لینا چاہتے ہیں ان کو زکاۃ فطرہ کا مال دینے سے زکاۃ فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

(۴) زکاۃ فرض ہونے کے بعد حضور ﷺ کے زمانۂ حیات یا خلفائے راشدین کے وقت میں جو مسلمان کسی غیر اسلامی ملک میں جہاں انہیں غیر شرعی اصول پر تجارت کے حالیہ ٹیکس یا آراضی کاشتکاری کا لگان وغیرہ دینا پڑتا ہے اس کے لیے زکاۃ کی ادائیگی کا کیا حکم ہے کہ ان ٹیکسوں کو دیتے ہوئے بھی چالیسواں یا عشر ادا کریں یا کیا؟ اگر چالیسواں یا عشر ادا کریں تو کس کو؟۔

(۵) کاشتکار طبقہ میں اکثر اہل نصاب کی شرح میں لوگ مختلف البیان ہیں، لہٰذا وضاحت فرمادیجئے کہ کس طرح کسان کو اہل نصاب مانا جائے، کھیت کا شتکاری، الات کاشتکاری، بیل کاشتکاری، بیج غلہ، پورے سال کا کھانا غلہ، بیوی کا زیور جو اس کو میکے یا سسرال سے شادی کے وقت بطور جہیز تحفہ میں ملے، کون کون سی چیزیں اہل نصاب کے شرط میں جوڑی جائیں گی۔

(الف) اگر کسی کے پاس آراضی کاشتکاری ہے، اس کا پیشہ کھیتی ہے مگر سال میں اس کی آمدنی و خرچ برابر ہو جاتا ہے۔ کوئی منافع نہیں ہے مگر قرض بھی نہیں ہوتا ہے، اب وہ اہل نصاب ہے یا نہیں؟

(ب) صرف دو سو روپیہ کی مالیت کا زیور ہے جو اس کی بیوی کی ملکیت ہے اور پانچ سو روپیہ کی مالیت کا غلہ ہے جو صرف بیج کے لیے اور آئندہ فصل کی تیاری تک کھانے ہی کو کافی ہے۔ اس کے علاوہ آٹھ سو روپیہ کا مقروض ہے۔ اب وہ اہل نصاب ہے یا نہیں؟۔

(نوٹ) حضور سے دست بستہ گذارش ہے کہ مندرجہ بالا سوالوں کا جواب دینے میں دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر کے وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں تا کہ خادم کے سمجھنے میں کوتاہی و دشواری نہ ہونے پائے۔ فقط والسلام

خادم محمد سعید صدیقی مدرسہ ناصر العلوم مقام تتری پوسٹ بھر رو ٹیا بازار ضلع بستی یکم فروری ۶۶ء

الجواب

(۱) صاع زمان برکت نشان سرور عالم ﷺ میں ایک پیمانہ تھا جس سے غلہ ناپتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک برتن میں اگر جو ڈالا جائے تو اس کا وزن کم ہو جائے اور اگر اسی میں گیہوں ڈالا جائے تو اس کا وزن زیادہ ہو جائے، دینے والوں کی آسانی کے خیال سے علمائے اسلام نے اس کا انگریزی اندازہ وزن سے مقرر کیا۔ علمائے احناف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تحقیق میں نصف صاع کا وزن ایک سیر تیرہ چھٹانک کے قریب ہے۔ یعنی وہی لگ بھگ پونے دو سیر جو خطبہ علمی میں ہے، اگر اس مقدار سے بھی کوئی شخص فطرہ ادا کرے تو مذہب حنفی کی رو سے ادا ہو جائے گا۔ اسی صاع میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گیہوں بھرے اور ان کو وزن کیا تو نصف صاع انگریزی سیر کے حساب سے دو سیر تین چھٹانک اٹھنی بھر ہوا، لہٰذا علما نے احتیاط اسی میں سمجھی کہ اب اسی وزن کے برابر غلہ دیا جائے کہ اس طرح بہر حال فطرہ ادا ہو جائے گا۔ اور اگر بالفرض کچھ زیادہ ہو تو کار ثواب ہی ہوا۔

(۲) گیہوں، جو کا آٹا، ستو، کھجور اور منقیٰ کے علاوہ اگر صدقہ ادا کیا جائے تو ان میں کسی کی قیمت کے برابر دیا جائے۔

(۳) جو شخص صاحب نصاب ہے اس کو دینے سے زکاۃ و فطرہ ادا نہ ہوگا۔

(۴) حضور ﷺ کے زمانہ میں مسلمان کسی غیر اسلامی ملک میں رہے ہی نہیں۔ اور اگر کہیں گئے تو اسلامی ملک بنا دیا۔ زکاۃ فطرہ عشر وغیرہ اسلامی ٹیکس ہے جو اللہ تعالیٰ کے طرف سے مسلمانوں پر عائد ہے۔ اور جن ٹیکسوں کا آپ نے ذکر کیا ہے یہ دنیاوی حکومت کی طرف سے ہے۔ اس کے مصارف خدا کی طرف سے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اور اس کے مصارف دنیوی حکومتیں مقرر کرتی ہیں۔ اس لیے ایک کو دینے سے دوسرا کیسے ادا ہوگا، دنیوی ٹیکس ادا کرنے کے بعد بھی زکاۃ، فطرہ، عشرہ وغیرہ ضرور دینا ہوگا۔ اس کے مصارف یہ ہیں۔ مساکین۔ فقیر، قرض دار۔ زکاۃ و صدقہ وصول کرنے والا جس کو حکومت اسلامیہ نے مقرر کیا ہو۔ مسافر۔ غریب۔ مجاہد وغیرہ۔

(۵) کھیت، الات کاشتکاری، بیج یا کھانے کے غلہ کو سونا چاندی یا سامان تجارت کی زکاۃ ادا کرنے کا اہل بنانے میں دخل نہیں۔ بیوی کے زیور کا اگر اس کو مالک نہیں بنایا ہے تو وہ ضرور شمار ہوگا اور آدمی اس لیے مالک نصاب ہو جائے گا، بیوی کا زیور جو اس کے میکے سے ملا ہے اس کی مالک بیوی ہے۔ وہ اگر مقدار نصاب کو پہنچے تو اس کی زکاۃ بیوی پر واجب ہے۔

(الف) سوال میں جس کاشتکار کا ذکر کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ وہ مالک نصاب نہیں ہے۔ (ب) ایسا شخص بھی مالک نصاب نہیں ہے۔

(نوٹ) واضح رہے کہ غلہ کی زکاۃ ادا کرنے میں نصاب کی کوئی شرط نہیں ہے۔ جس کے پاس دس سیر غلہ پیدا ہو اس کو اس میں سے دسواں حصہ زکاۃ کے لیے دینا ہوگا اگر آسمان سے سیراب ہوا، یعنی کاشتکار کو پانی نہیں دینا پڑا۔ اور اگر اس نے پانی دیا تو بیسواں حصہ دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ

الجواب صحیح:۔ عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

پھلوں اور زراعت کی زکاۃ کا بیان

(۱۔۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی۔ گورنمنٹ کو جو مال گزاری دی جاتی ہے وہ عشر یا خراج کے شرعی قائم مقام ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے پاس کافی زمین ہے، کبھی تو اتنی زیادہ پیداوار ہو جاتی ہے کہ سال بھر امور خانہ داری کے علاوہ فاضل اناج فروخت کر کے صدقہ و فطرہ و قربانی ادا کرتا ہے لیکن کبھی فاضل اناج نہیں بیچتا کیا

ایسے شخص پر صدقہ فطر و قربانی واجب ہے یا نہیں؟ کیا وہ شخص زمین فروخت کر کے مذکورہ بالا فریضہ کو ادا کرے،

محمد عباس سریلہ

الجواب

(۱) عام طور سے ہندوستان کی زمین نہ تو عشری نہ خراجی لیکن اس میں بھی عشر واجب ہے۔ تو جب تک کسی زمین کے متعلق وضاحت کے ساتھ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ خراجی ہے اس میں عشر ہی واجب ہوگا۔ مال گذاری عشر و خراج کسی کے قائم مقام نہیں۔

(۲) قربانی کے لیے سال بھر کے اخراجات نہیں دیکھے جائیں گے۔ بقر عید کے دن اگر اس کی ضرورت زندگی سے زائد نصاب بھر مال ہے تو اس پر قربانی واجب، پوری سال کی ضروریات زندگی کو کافی ہو یا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زکاۃ ادا کرنے کی شرط یہ ہے کہ مال پر پورا ایک سال گزر جائے۔ اگر ایک دن سے پہلے مال ہلاک ہو گیا تو زکاۃ ساقط۔ اور عشر کا مسئلہ یہ ہے کہ اس میں عشر ہے۔ مثلاً کسی نے پانچ ہزار روپیہ لگا کر کھیتی کی، صرف ایک ہزار کا غلہ ہوا، چار ہزار نقصان ہو گیا تو اس میں بھی عشر ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس حالت میں عشر کا ہونا انسان پر ایک طرح کی زیادتی ہے۔ سائل: عبد الرحمٰن قاضی وامپور مئو

خدمت عالیہ میں گذارش یہ ہے کہ میں حضرت مولانا مفتی صاحب قبلہ استاد مدرسہ سے ایک سوال یہ کیا تھا کہ صاحب نصاب پر زکاۃ واجب ہوتی ہے، جبکہ صاحب نصاب قرض دار نہ ہوں، اس کا مال حاجت اصلیہ سے فاضل ہو اور حولان حول گذر گیا ہو، اور عشر پیداوار پر چاہے ایک کلو پیدا ہو یا ایک من۔ اور اگر وہ شخص کچھ روپیہ لے کر کھیتی کرے لیکن کم نصیبی سے طوفان کی زد میں اس کی کھیتی آ گئی اور پیداوار اتنی ہوئی کہ وہ پورے سال (فصل) تک کھا بھی نہیں سکتا، الگ سے اس کے ذمہ قرض ہے، تو ایک طرف وہ قرض کے بوجھ سے دبا ہے اور دوسری جانب کھانے بھر بھی نہیں پیداوار ہوئی اور پھر اس پر قرض الگ سے۔ تو ایسی صورت میں اس پر عشر واجب ہوتا ہے، تو اس کیا علت ہے؟۔ اس پر مفتی صاحب نے ایک جواب تحریر فرمایا، لیکن میری اپنی دانست میں جواب سوال کے مطابق نہ تھا۔ اس لیے میں نے مزید ایک اور جواب لکھا۔ اب میں آپ کی خدمت میں ایک طالب علم کی حیثیت سے ان کا بھی جواب اور اپنا بھی جواب ارسال کر رہا ہوں، برائے مہربانی دونوں کو پڑھنے کے بعد اپنے علم کے مطابق کتاب و سنت

اور فقہ کی کتب معتبرہ میں جو صحیح مسئلہ ہو اس کو تحریر فرما دیں تو کرم ہوگا۔ چونکہ مجھے ایک آدمی کے پاس جو میرے متعلقین میں سے ہیں بھیجنا ہے۔ امید ہے کہ مجھ ناچیز پر نظر التفات کرتے ہوئے اس مسئلہ کا مثبت حل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ رب العزت آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

المستفتی: محمد مسیح اللہ فیضی مصباحی خادم التدریس مدرسہ فیض العلوم محمد آباد

الجواب

متعلقہ موضوع پر طرفین نے اپنے علم کا بے جا استعمال کیا اور اپنی طاقت ضائع کی، مثلاً سائل اول عبد الرحمٰن نے بھی زکاۃ اور عشر دونوں کو اللہ تعالیٰ کا منصوص حکم مانا، البتہ دونوں میں وجہ فرق دریافت کیا کہ اللہ نے زکاۃ اور عشر میں تفریق کیوں رکھی، ہم کو اس کی وجہ بتائی جائے۔ ہم کو تو عشر کے حکم میں زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ اور سائل ثانی مولوی مسیح اللہ صاحب فیضی مصباحی نے بھی عالم ہونے کے باوجود سوال میں لفظ علت کا استعمال کیا کہ اس کی علت کیا ہے؟ حالانکہ انہوں نے پڑھا ہوگا: "افعال اللہ تعالیٰ لا تعلل" اللہ تعالیٰ کے افعال واحکام کی حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں جن کے فائدے بندوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ پس سوال میں علت کا لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے تھا، اس طرح یہ جملہ بھی بے باکانہ اور بد بختانہ ہے جو پہلے سوال میں استعمال کیا گیا، اس حالت میں عشر کا ہونا انسان پر الخ۔

ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ بندے کا کام اطاعت و بندگی ہے نہ کہ حیل و حجت، کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا: ﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ [الانبیاء: ۲۳] اللہ تعالیٰ کے کسی قول اور فعل کے بارے میں کسی کو پوچھنے کا حق نہیں کہ ایسا کیوں کیا ہے؟ پرسش تو بندے سے ہوگی کہ ہمارا حکم کیوں نہ بجا لایا یا ہمارے حکم پر چوں چرا کیوں کی؟

ایسی صورت میں اس سوال کا صحیح جواب تو یہی ہے کہ اگر آپ مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکومت پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ اپنے دائرے میں رہیے۔ حسب توفیق اس کے احکام پر عمل کیجیے۔ اس کے احکام پر اعتراض نہ کیجیے۔

جملہ ائمہ اعلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا مدار اور خالق ہے اور اس وسیع کارخانہ قدرت کے پیش نظر اس کا کوئی حکم مصلحت اور فائدے سے خالی نہیں لیکن تمام احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں کا جاننا انسان کے بس کی بات نہیں۔ کہ کس نہ کشود و نہ کشاید بحکمت ایں معمہ را

ملا محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

و منه لا يدرك كحسن صوم آخر رمضان و قبح صوم اول شوال فانه لا سبيل

للعقل الیہ۔ (مسلم الثبوت ص ۵)

اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں بہت ایسے ہیں، جن کی اچھائی معلوم کرنا عقل کے بس کی بات نہیں جیسے رمضان کی آخری تاریخ کا روزہ اچھا اور فرض ہے اور شوال کی پہلی تاریخ کا روزہ خراب اور ممنوع، اس کی حکمت کون بتا سکتا ہے۔

المعتقد المنتقد میں ہے: له تعالیٰ فی کل فعل حکمة ظهرت او خفیت۔ (ص ۹۶)

ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ضرور ہے کچھ ظاہر ہے اور لوگوں کو معلوم ہے، کچھ پوشیدہ ہے اور لوگ نہیں جانتے۔

صاحب ہدایہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات نقل کرتے ہیں: لان غسل غیر موضع الاصابة امر تعبدی۔ (ہدایہ ص ۸)

پیشاب پاخانہ میں نجاست نکلی کہاں سے، اور حکم الٰہی یہ ہے کہ تمہارا وضو ٹوٹ گیا۔ وضو کرو یہ حکم تعبدی ہے۔ صاحب نہایہ امر تعبدی کی تشریح میں فرماتے ہیں: تعبدنا الله تعالیٰ و کلفنا بغسل اعضاء الاربعة عن وجود الحدث من السبیلین من غیر ان یدرکه بالعقول لان العقل یقتضی غسل موضع اصابة النجاسة۔ (حاشیه هدایه اولین: ص ۹) پیشاب اور پاخانہ کے مقام سے نجاست نکلنے پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ دونوں ہاتھ کہنیوں تک، پاؤں ٹخنوں تک، اور پورا چہرہ دھوؤ، سر کا مسح کرو، یہ عقل میں آنے والی بات نہیں، عقل کا حکم تو یہ ہے کہ جہاں سے نجاست نکلی ہو اسی کو دھوؤ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بطور عبادت اس کا پابند بنایا۔

اسی طرح ص ۲۴ پر فرماتے ہیں: مسائل البئر مبنية على اتباع الآثار دون القياس۔ (هدایه اولین: الطهارة۔ ص ۲۴) کنویں کی طہارت اور نجاست کے مسائل کا دارو مدار حدیث و آثار پر ہے۔ یہ عقل و قیاس میں آنے والے نہیں، اگر ایسے مسائل کا استقصاء کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ جس کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے احکام کی حکمتیں انسانی عقل کے دسترس سے باہر ہیں، تو مسئلہ عشر کی حکمتیں بھی ہم میں سے کچھ لوگوں کی عقل میں نہ آسکیں تو اس پر الجھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ پورے عالم کا خالق و مالک ہے، پس اس وسیع نظام کے حساب سے اس کے حکم میں بھی کوئی عظیم حکمت ضرور ہوگی جس کا جاننا ہمارے لیے ضروری نہ اللہ تعالیٰ اس کے بتانے پر مجبور، ہم خدا کے بندے ہیں بندگی کا تقاضہ ہے کہ بے چوں وچرا اس پر عمل کریں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑے حکیمانہ انداز میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، وہ فرماتے ہیں:

احکام شرع جواز قسم فرائض وواجبات ہیں ان کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ جو خالص عبادت ہیں ان میں کسی خصوصیت اور غرض کی گنجائش نہیں، جیسے حج میں شیطان کو کنکری مارنا، وہ تو تین علامتی پتھر ہیں جو تین جگہ نصب ہیں۔ ان بے جان پتھروں کو کنکریاں لگنے کے بعد نہ کسی لذت کا احساس ہوتا ہوگا نہ کسی تکلیف کا۔

تو شریعت کا منشا کنکری مارنے سے بندوں کو آزمائش میں ڈالنا ہے کہ ہر حاجی انتہائی غلامی اور بندگی سے ایسے اعمال کو بجالائے جس کا معنی وہ خود نہیں سمجھتا۔ تو اس کا یہ فعل خالص اللہ کے لیے ہوگا۔ اور کوئی فائدہ سمجھ میں آئے گا تو بندے کے نفس کا تقاضا بھی اس میں شامل ہو سکتا ہے۔ تو اپنی بندگی اور غلامی کے اظہار میں خلوص نہیں رہ جائے گا حالانکہ عبودیت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ خالص حکم دینے والے پروردگار کے حکم کی بجا آوری مقصود ہو۔ اکثر اعمال حج کا یہی حال ہے۔ اس لیے تو رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے احرام کے وقت فرمایا: لبیك بحجة تعبدا ورقا، میں تیری غلامی اور بندگی کے اظہار کے لیے حج کرنے تیری بارگاہ میں حاضر ہوا۔

(احیاء العلوم اول)

اور اگر آپ چاہیں اور اللہ تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے تو اس کے بہت سے احکام کی عقلی توجیہ بھی ہو سکتی ہے اور اسی میں سے مسئلہ عشر بھی ہے۔ لیکن اس کے لیے کچھ تمہیدی باتیں عرض کرنی ضروری ہیں۔

ایک انسان پر تین قسم کے حقوق لازم ہوتے ہیں۔ (الف) خدا کے حقوق۔ (ب) اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے حقوق۔ (ج) اور آدمی کے خود اپنی ذات کے حقوق۔

ان حقوق سہ گانہ سے پورا عہدہ برآ ہونے کا نام اسلام ہے، اس قول کی روشنی میں جب ہم نظر کرتے ہیں تو نماز جو اہم العبادات ہے، بیشک حقوق اللہ کی ادائے گی ہے کہ یہ سراپا نیازمندی اور اظہار عبودیت ہے۔ لیکن زکاۃ جو اپنے جیسے دوسرے بندوں کو دی جاتی ہے اس کو عبادت اور حق اللہ کیسے قرار دیا گیا۔ تو اس کی مصلحت و حکمت کے سلسلہ میں حسامی بالنامی جلد دوم ص ۷۱ میں فرمایا گیا:

ان الامر بانجام ما وعد للفقراء رزقا لهم کما وعد فی قوله تعالیٰ: ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ [هود: ٦] فما اوجب لنفسه على الاغنياء من مال المسمى۔

اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں کا رزق اپنے ذمہ کرم میں لے لیا ہے۔ اب اسی وعدہ کے جز حصہ کی

ادائے گی کے لیے مسلمان مالداوں سے بطور اپنے حق کے مال کا متعین حصہ فرض قرار دیا۔ تو در حقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے جسے اس نے اپنی طرف سے فقیروں کو دینے کے لیے مسلمان مالداروں کو حکم دیا اور اس کو اپنی بندگی اور عبادت مالیہ قرار دیا۔ اسی بات کو امام مرغینانی نے مختصر الفاظ میں یوں ادا کیا:

ان الزکاۃ حق اللہ و بعلۃ الفقر صاروا مصارف۔ زکوۃ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، فقرا اپنی محتاجی کی وجہ سے اس کا مصرف قرار دیے گئے۔

اور اسی کی منصفانہ تقسیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں حکومت کا نظام قائم کیا کہ دیگر ضروری امور کی انجام دہی کے ساتھ زکاۃ کی تحصیل اور اس کی تقسیم کا انتظام کرے اور اس کے پورے نظام کا نقشہ بھی خود ہی مقرر فرمایا جس کی ندرت اور طرفگی ادنی غور سے ظاہر ہے۔

چنانچہ تحصیل زکاۃ کا چارٹ اس اصول پر مرتب ہے کہ جس مال کے حصول میں جتنی آسانی ہو اس میں زکاۃ کا فیصد اسی تناسب سے زائد رکھا گیا اور جیوں جیوں محنت بڑھتی گئی ہے زکوۃ کی مقدار کم ہوتی گئی ہے۔

(۱) خلقی مال و دولت یعنی سونا، چاندی، جو تمام اموال کی اصل ہے۔ زمین کے اندر محض اللہ کے فضل و کرم سے پیدا ہوتا ہے، آپ اپنے کھیت کی زمین کھودر ہے تھے کہ مٹی کے اندر سے سونے یا چاندی کے ٹکڑے برآمد ہونے لگے اور سونے یا چاندی کی کان نکل آئی۔

تو ایسے مال غنیمت میں جو محض اس کی رحمت کا نتیجہ ہے ہاں اس کی برآمدگی میں انسان کی محنت کو بھی دخل ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں پانچواں حصہ یعنی بیس فیصدی مقرر فرمایا اور اسی فیصد پانے والے کا۔ اس کے لیے نہ تو کوئی نصاب مقرر کیا کہ مثلاً سونا چاندی جب تک ایک کلو برآمد نہ ہو اس میں کچھ زکاۃ نہ دی جائے۔ البتہ ایک کلو کے بعد بیس فیصد زکاۃ ہوگی، نہ اخراجات کی منہائی کا کوئی قانون رکھا کہ حصولیابی میں جو صرفہ ہوا اس کے وضع کرنے کے بعد زکاۃ دی جائے، نہ پانے والے کی ضروریات زندگی کے مصارف وضع کرنے کی اجازت دی، سیدھا سادھا حساب تمام پیداوار کا پانچواں حصہ۔

(۲) اس کے بعد دوسرا درجہ غلہ کا ہے، یہ بھی زمین سے ہی پیدا ہوتا ہے، اس کی پیدائش میں بھی قدرت کی کرشمہ سازی کو ہی دخل ہے، قیمت میں اگرچہ یہ نمبر اول سے کم ہے لیکن اہمیت اس کی اس سے زیادہ ہے کہ سونے چاندی سے آدمی کا پیٹ نہیں بھرتا اور یہ براہ راست انسان کا جزء بدن نہیں بنتا۔ جبکہ غلہ انسان کی فطری غذا ہے تو چونکہ اس کی تخلیق بھی زمین ہی سے لگ بھگ اسی طریقہ پر ہوتی ہے جو معدنیات کا ہے۔ اس لیے شریعت نے نصاب کی کوئی حد مقرر نہیں کی، مصارف کے معاوضہ کی بھی پیداوار سے وضع

کرنے کی اجازت نہیں دی، دیگر ضروریات زندگی کے مصارف کی منہائی کا کوئی طریقہ نہیں تو قرض کے معاوضہ کا کیا سوال؟

لیکن زراعت میں معدنیات کے مقابلہ میں کسان کی محنت زیادہ ہے، اس لیے شریعت نے اپنے مطالبہ میں دوگونہ تخفیف کردی اور پیداوار کا دسواں حصہ عشر مقرر کیا۔ حدیث شریف میں ہے:

ما اخرجته الارض ففيه العشر۔ (نصب الراية: ۳۸٤/۲) اس پورے غلہ کا دسواں حصہ زکاۃ ہے، نہ ضروریات زندگی کی رعایت نہ مصارف کی منہائی نہ قرض کا معاوضہ۔ ہاں اگر قدرتی ذرائع کے بغیر اپنے مصارف سے اس کی سینچائی کی گئی ہے تو اب پیداوار کا صرف بیسواں حصہ دینا ہوگا۔

و ما سقى بغرب او دالية او سانية ففيه نصف العشر لان المئونة تكثر فيه۔
(ہدایہ اولین ص ۲۰۲/۱)

اگر ڈول اور موٹر اور پانی لا کر سینچائی کی تو بیسواں حصہ۔ اسی میں ہے:

و كل شيء اخرجته الارض ممافيه العشر لا تحتسب فيه اجر العمال و نفقة البقر لان النبي ﷺ حكم بتفاوت الواجب لتفاوت المئونة فلا معنى لر فعها۔ (۲۳۰/۱)

زمین کی پوری پیداوار سے غلہ کی زکاۃ ادا کی جائے گی۔ مزدوروں اور جانوروں کے اخراجات وضع نہیں کیے جائیں گے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مشقت اور اخراجات کا لحاظ کر کے ہی زکاۃ کی مقدار خود ہی گھٹا دی ہے تو دوبارہ اس میں کمی کیسی۔ نیز صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: کذلک الغالب فی العشر مؤنۃ الارض (ہدایہ ص ۱۶۶) عشر کی فرضیت میں اس کا لحاظ ہے کہ وہ زمین کا شکرانہ ہے۔

(۳) اموال کی تیسری قسم وہ ہے جس کی پیدائش زمین سے نہیں اور اس کی غور و پرداخت دیکھ ریکھ نگہداشت میں انسانی محنت کا حصہ غالب ہے، جیسے مویشی اور چوپائے، اس لیے شریعت نے اس کی زکاۃ میں نصاب کی شرط لگائی کہ اس مقدار سے کم ہوں تو زکاۃ نہیں اور جانوروں کی سائمہ ہونے کی قید بھی بڑھائی، یعنی زکاۃ اس وقت ہے کہ جانور چرائی کے ہوں، اگر ان جانوروں کی خوراک پر مالک نے اپنی جیب کی رقم خرچ کی ہے تو اب ان کی بھی موقوف ہے۔ جانور کے نصاب اور زکاۃ کا تفصیلی نقشہ کتب فقہ میں ملاحظہ کیا جائے۔

(۴) چوتھی قسم مال تجارت اور متعلقات ہے۔ خالق اور کشودکار کا مالک اس میں بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن عالم اسباب میں اول سے آخر تک انسان کے کسب کو بھی دخل ہے، مال کی فراہمی سے لے کر خریدار کے ہاتھ میں پہنچنے تک، جانی، مالی، اعزازی کون سی مشقت ہے جو ایک تاجر کو برداشت نہیں

کرنی پڑتی؟ اس لیے شریعت نے بھی اس پر ٹیکس مقرر کرتے وقت مالی اور غیر مالی ہر قسم کی آسانیاں فراہم کیں مثلاً: (۱) زکاۃ اس مال پر ہوگی جو حاجت اصلیہ سے فاضل ہو۔ حاجت اصلیہ میں جو کچھ ہو اس پر کوئی زکاۃ نہیں۔ (۲) مال تجارت میں جو مصارف ہوئے اس پر بھی کوئی زکاۃ نہیں۔ (۳) صاحب مال پر کوئی قرض ہو تو اس کی منہائی مال تجارت سے ہوگی، قرض ادا کرنے کے بعد مال بچے تو اس پر زکاۃ ہوگی۔ (۴) فاضل مال پر بھی ہر حال میں زکاۃ نہیں، مال ایک متعین مقدار سے کم ہو تب بھی کوئی زکاۃ نہیں۔ مقدار چاندی میں ساڑھے باون تولہ چاندی اور سونے میں ساڑھے سات تولہ یا اس کی قیمت کا مال۔ (۵) مال زکاۃ مقدار نصاب ہو تب بھی فوراً زکاۃ واجب نہیں، سال بھر تک مختلف موسموں کے اتار چڑھاؤ اور بازار اور بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کے بعد رقم میں ٹھہراؤ پیدا ہو جائے تو زکاۃ واجب ہوگی۔ (۶) انسانی محنت ومشقت کو دیکھتے ہوئے زکاۃ کی مقدار بھی نہایت معمولی مقرر کی گئی، یعنی ڈھائی فیصد، اسی کو عام بول چال میں چالیسواں کہا جاتا ہے۔

اللہ اکبر یہ ہے اسلام میں آمدنی کے اہم ذریعے اور ان پر مقررہ اسلامی زکاۃ کا نقشہ۔ کس درجہ حکیمانہ کرم گسترانہ بندہ پرورانہ نظام جس کی مثال دنیا میں نہیں۔ آپ بھی غور کریں تو اس میں بندہ کو پوری ضروریات محنت ومشقت اور ہر قسم کی تخفیف ورعایت کا خیال رکھا گیا ہے۔

عام طور سے انسانوں کا حال یہ ہے کہ ایک آدمی مختلف ذرائع آمدنی رکھتا ہے، کاشتکاری، تجارت، نوکری، اور دیگر صنعت وحرفت سب ایک ساتھ ہوتی ہے۔ اگر ایک شعبہ میں گھاٹا ہوا تو دوسرے شعبہ کی فاضل آمدنی سے اسے پورا کرتا ہے۔ پس ایسی صورت میں مختلف انواع کی آمدنی اور ان پر زکاۃ کے پورے سسٹم سے قطع نظر کرکے صرف ایک شعبہ کے پیش نظر زیادتی کا الزام قائم کرنا پلے سرے کی نادانی ہے۔ اب ہم مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر آپ کے سوال کا تجزیہ کرتے ہیں۔

مثلاً: ہم ایک ایسا شخص فرض کرتے ہیں جو تجارت وغیرہ کاروبار کے ذریعہ دولت کما رہا تھا۔ اسی کے ساتھ آپ کے پانچ ہزار روپیہ قرض لے کر کاشتکاری بھی کرنے لگا۔ اتفاق کہ صرف ہزار روپیہ کا غلہ ہوا اور چار ہزار روپیہ کا گھاٹا ہوا۔

تو اسلامی اصول کے تحت اس سے کہا جائے گا کہ تم اپنی پیداوار کا عشر بہر حال نکالو۔ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے موافق یہ زمین کی ملکیت کا شکرانہ ہے۔ شکرانہ میں بھی کسی غیر معمولی مال کا مطالبہ نہیں، پیداوار جتنی بھی ہو صرف اس کا دسواں حصہ۔ جو مذکورہ صورت میں صرف سو یا پچاس روپیہ کا غلہ ہوگا، آج کے دور میں جب آدمی کا معیار زندگی غیر معمولی بلند ہے، سو پچاس روپیہ کی کیا حقیقت ہے۔

اور بقول علامہ حسامی اپنی وعدہ رزق کے ادائے گی کے لیے اپنے کسان بندوں پر بطور علامت بندگی وعبادت پیداوار کا دسواں حصہ ضروری قرار دیا، تو کیا عبادت میں بھی آدمی منافع اور گھاٹا دیکھے گا؟ کہ کچھ مالی فائدہ ہو تو عبادت کرے اور منافع نہ ہو تو عبادت نہ کرے۔ اس کو یوں ہی سمجھئے جیسے قحط زدگی کی پیش بندی اور بازار بھاؤ کے کنٹرول کے لیے خود کسانوں کو سہارا دینے کے لیے دنیاوی حکومتیں کاشتکاروں سے لیوی کے نام سے غلہ خریدتی ہے۔ دنیاوی حکومتیں اس کے لیے اندھا دھند مقدار مقرر کرتی ہے، شریعت نے اس کو پیداوار پر ہی موقوف رکھا کہ پیداوار کا دسواں حصہ بیسواں حصہ۔

اور اس نے جو پانچ ہزار قرض لیا تھا، اس کے لیے حکم ہوا کہ زراعت کے شعبہ سے اس کی ادائے گی ناممکن ہے، تو آمدنی کے دوسرے شعبہ سے اس کی ادائیگی کرو اور اس کے بعد مقدار نصاب ہو تو زکاۃ دو ورنہ زکاۃ ساقط ہے۔ اس صورت مفروضہ کا اسلامی حل جس میں قرض کی بھرپائی کی بھی سبیل ہے اور حقوق اللہ کے ادائے گی کی بھی تدبیر۔ اس کے برخلاف آپ کی رائے یہ ہے کہ اس میں پانچ ہزار کا خیال کرکے پیداوار میں لازم عشر معاف کر دیا جائے۔ اور اس پانچ ہزار قرض کی ادائے گی کے لیے آمدنی کے دیگر شعبوں کا نام تو آپ نہیں بتا سکتے کہ اس اسلامی نظام کو تو آپ زیادتی کے نام سے تنقید کر چکے ہیں۔ لامحالہ آپ الگ سے یہ بوجھ ڈالیں گے تو اس کے ساتھ آپ کی یہ محبت رعایت ہوئی سو پچاس روپے کی چھوٹ دلا کر آپ نے اس کے سر پر پانچ ہزار کا بوجھ الگ سے ڈال دیا۔

اور اگر آپ خواہ مخواہ اس کی منہائی آمدنی کے دیگر شعبوں سے کرائیں تو غریبوں کے لیے آپ کا یہ عجیب وغریب تحفہ ہوا کہ قرض کی رقم آپ نے اس مال سے دلا دی جس سے فقیر کو زکاۃ (ڈھائی فیصد) ملنے والی تھی اور غلہ کا عشر جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کیا تھا آپ نے اسی قرض کے حوالہ سے اس کو بھی کاشتکار کو ہی واپس دلایا اور غریب فقیر دونوں طرف سے مارا گیا۔

الغرض آپ کی رائے دونوں صورتوں میں ظالمانہ، یا کاشتکار پر ظلم ہے یا فقیر پر۔

اور فرض کیجئے آپ کے مفروضہ کاشتکار کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نہیں تب بھی شرع اسلام نے اس کے قرض کی ادائے گی کا انتظام فرمایا ہے، اگر اس کے پاس دوسرے ذرائع آمدنی نہیں ہیں جس سے قرض کی منہائی ہو۔ اب دوسرے مالداروں کے مال زکاۃ سے اسے ادا کرنے کا اس کو شریعت نے حق دیا ہے۔ اس غرض سے اس کو سوال کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مصارف زکاۃ میں ایک مد قرض داروں کی مستقل رکھی ہے۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

وَالْغَارِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيْلِفَرِيْضَةً مِّنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾[التوبة: ٦٠]

یہ ہے اسلام کے نظام زکاۃ کا انصاف کہ کسی حال میں بھی وہ معاشرہ کے کمزور اور گرے پڑے لوگوں کو بھولتا ہی نہیں، لیکن ہمارے سائل کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے، ان کی ساری دلچسپی تو اس بات سے ہے کہ قرض کے بہانے سو پچاس روپیہ معاف ہو جائیں، اور انہیں یہ نظر ہی نہیں آتا کہ کاشتکار جب اپنی پیداوار میں سے سو پچاس روپیہ دینے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا تو اس کو دوسرے مالداروں کی ذات اور فقیروں کے حق میں سے پانچ ہزار روپیہ قرضے کے نام پر مانگنے کا حق ہے۔

چند باتیں عشر وزکاۃ کے فرق کے بارے میں بھی عرض کی جاتی ہیں۔ بلا شبہ زکاۃ اور عشر شریعت میں مالی ادائےگی کی دو نوعیں ہیں اور دونوں میں خصوصیتیں اور امتیازات علیحدہ علیحدہ ہیں جس کی وجہ سے دونوں کے احکام میں فرق ہے، اور یہ باتیں صرف اسلامی ماہرین اقتصادیات کے نزدیک ہی مسلم نہیں دنیا وی ماہرین اقتصادیات بھی اس قسم کے نوعی اختلاف کے قائل اور اس کے برتنے کے درپے ہیں۔

ہماری حکومت کے ایک مشہور ٹیکس کا نام انکم ٹیکس ہے، ہم اس کو اپنی زبان میں آمدنی ٹیکس کہہ سکتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی جملہ حاصلات اور تمام دیگر مصارف وضروریات کا ٹوٹل تیار کرلے اور دونوں کا موازنہ کرے، اخراجات کی رقم سے آمدنی کا جتنا حصہ زائد ہوگا گورنمنٹ اس کو انکم مانتی ہے اور اس میں سے بھی پچاس ہزار کی چھوٹ دے کر بقیہ رقم میں اپنے حساب سے ٹیکس مقرر کرتی ہے

ہمارے نزدیک اسلامی زکاۃ بھی اسی قسم کی ڈیوٹی ہے کہ اس میں بھی آمدنی سے حاجت اصلیہ اور دیگر کاروباری مصارف حتی کہ قرض کی رقم بھی وضع کر کے جو باقی بچے وہ آپ کی اصل آمدنی ہے۔ اس میں سے بھی مقدار نصاب کی چھوٹ دے کر ڈھائی فیصد زکاۃ فرض کی گئی ہے۔

برخلاف اس کے سرکاری ٹیکسوں میں ایک دوسری ڈیوٹی "سیل ٹیکس" کے نام سے جاری ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک دوکاندار اپنی دوکان سے جن جن چیزوں کی بکری کرتا ہے ان میں جن اشیا پر گورنمنٹ نے بکری ٹیکس لازم کیا ہے دوکاندار پر مال کی بکری کے بعد مقررہ ٹیکس گورنمنٹ کے خزانہ میں داخل کرنا ضروری ہے۔ دوکاندار کو تجارت میں گھاٹا ہو یا نفع، تاجر مقروض ہو یا غیر مقروض، دوکاندار کو ٹیکس کی پوری پوری ادائےگی ضروری ہے۔ تجارت میں خسارہ یا قرض کی وجہ سے اس میں کوئی رعایت نہ ہوگی اگر چہ آج کل یہ ٹیکس دوکاندار خریداروں سے ہی وصول کرتے ہیں لیکن اس سے صورت حال میں کوئی فرق نہیں۔ خریداروں کی غربت اور قرض کی وجہ سے ان سے ٹیکس کی رقم کی وصولی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ہمارے نزدیک اسلام میں عشر بھی اسی نوع کا پیداواری ٹیکس ہے اور اس کی بھی پیداوار کے

مطابق ادائےگی ضروری ہے۔ کاشتکاری کو اس میں گھاٹا یا نفع ہو، جب دنیا کے سارے دانشور سیل ٹیکس کو مبنی بر انصاف مانتے ہیں تو آپ کو اسلامی پیداواری ٹیکس کو زیادتی کہنے کا کیا حق ہے۔

اسی فرق کو آپ ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

عشر ایک ایسی مالی ڈیوٹی ہے جو پیداوار سے صرف ایک بار وصولی جاتی ہے پھر اگر وہ غلہ جس کا عشر دیا جا چکا ہے دس سال تک بھی باقی رہے تو اس کا عشر نہیں نکالا جائے گا اور وہ مال زکاۃ جس سے ایک سال زکاۃ دی جا چکی ہے جب تک باقی رہے گا سال بسال آمدنی میں جوڑا جائے گا اور ہر سال اس سے بھی زکاۃ نکالنا فرض ہے، تو آپ کو مال زکاۃ سے قرض کی منہائی کا فرق تو بری طرح کھلا اور ادائے گی عشر میں رعایت کو آپ بالکل نظر انداز کر گئے۔ اسی طرح جس زمین سے غلہ حاصل کیا گیا اس کی قیمت بھی آمدنی میں جوڑی نہیں جاتی نہ شریعت نے اس کی قیمت پیداوار کے ساتھ جوڑنے کا حکم دیا تو عشر کی آمدنی میں اللہ تعالی کی اتنی بڑی رعایت تو آپ کو نظر نہیں آئی۔ صرف عشر کا سو پچاس روپیہ آپ کو نظر آتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالی ہم مسلمانوں کی نگاہ میں وسعت عطا فرمائے اور فکر ودانائی میں ترقی دے تا کہ اسلامی قوانین کی حقیقی مصلحتیں اور رعایت ہم پر واضح ہوں اور ہم اپنے پروردگار کا شکر ادا کریں اور اس کی شکایت سے بچیں۔

اب تک ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس کا رخ سائلوں کی جانب تھا جس سے ان شاء اللہ سوال کے جواب پر بھی بھرپور روشنی پڑ گئی ہے۔ رہے مجیب صاحب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی مسئلہ انہیں خوب معلوم تھا کہ نص کے مقابلہ میں قیاس باطل ہے۔ اس لیے یہاں سائلوں کو نص کے مقابلہ میں قیاس کرنے والا بتایا حالانکہ وہ بار بار کہتے ہیں کہ ہم دونوں مسئلوں کو منصوص ہی مانتے ہیں۔ ہم تو دونوں میں فرق مصلحت جاننا چاہتے ہیں۔

اور فرق بھی انہوں نے ایسا بتایا جس کا تعلق عشر اور زکاۃ کی کمی بیشی سے کہیں زیادہ قرض کے وضع کرنے اور باقی رکھنے سے ہے۔ باقی تفصیلات کہ انہوں نے کیا کہا اور آپ نے کیا جواب دیا اس پر تنقید و تبصرہ کو میں تضیع اوقات سمجھتا ہوں۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ مولانا موصوف جاہل ہیں یا انہوں نے ثابت کر دیا کہ آپ ضدی ہیں تو اس سے اسلام کا کیا فائدہ ہوگا؟

آپ دونوں بزرگ ابھی نو آموز ہیں، میری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ لوگوں کو علم وفضل کی دولت سے مالا مال فرمائے دنیا اور دین کی بھلائیاں عطا فرمائے اور علمی، ایمانی، معاشرتی، اخلاقی، لفظی اور معنوی کوتاہیوں سے بری فرمائے۔

میں نے ریکارڈ میں صرف اصل سوال اور آپ کا خط رکھا ہے، اس میں سے بھی مولانا مجیب سلمہ کا نام محو کردیا ہے۔ آپ سے بھی گذارش ہے کہ یہی طریقہ اختیار کریں، اگر کہیں سے پھر سوال کی ضرورت محسوس کریں تو نام کے بجائے ایک مولانا صاحب لکھنا کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳ رمحرم ۱۴۱۸ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں قبرستان کے سلسلے میں شاہ برادری والوں سے کچھ لڑائی جھگڑا ہوگیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ قبرستان ومسجد ہماری ملکیت ہے، ہم لوگ جس طرح چاہیں گے رہیں گے حتی کہ یہ حضرات قبرستان ہی میں اٹھنا بیٹھنا اور گھوڑا باندھنا سب کچھ کیا کرتے تھے۔ اسی پر بستی والوں سے جھگڑا ہوگیا اور کافی جھگڑا ہوا۔ اس کے بعد قبرستان ومدرسہ ومسجد بستی والے کے قبضے میں آگئی اس پر شاہ صاحب نے مقدمہ دائر کردیا ہے، جس میں بستی والے تمام حضرات مل کر مقدمہ لڑ رہے ہیں۔

نیز قبرستان پر ۶۵/۷۰ ہزار روپے قرض بھی ہے، تو قبرستان ومسجد کی کمیٹی نے یہ رائے قائم کی کہ فطرہ وزکاۃ کی جو بھی رقم ہو اس کو ہر آدمی نصف حصہ کمیٹی کو دے دے جس سے قبرستان کا مقدمہ لڑا جائے گا اور قرض بھی کافی ہے۔ اس پر بستی کے بعض حضرات نے اعتراض کیا کہ زکاۃ وفطرہ کی رقم مسجد و قبرستان میں قطعی نہیں لگائی جاسکتی۔ اس اعتراض کے بعد عید الفطر کے دن کمیٹی کے صدر نے نماز کے وقت اعلان کیا کہ زکاۃ وفطرہ کی رقم بیت المال میں جمع کی جائے گی۔ یہ بیت المال کی صورت کسی مولوی صاحب نے بتائی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ فطرہ کی رقم مسجد وقبرستان میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں، جھگڑا عروج پر ہے۔ نیز بیت المال کسے کہتے ہیں؟ کہاں پر اور کون لوگ اسے قائم کرسکتے ہیں؟ بیت المال سے رقم قبرستان میں لگائی جاسکتی ہے؟ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: صدر محمد حسن سکریٹری محمد منور علی گڑکھا سارن

الجواب

جس زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کا عروج تھا اور دنیا میں اسلامی حکومت قائم تھی، تو حکومت کے خزانے کو بیت المال کہا جاتا تھا جس میں حکومت کی ہر قسم کی زکاۃ کے اموال بھی اور پیداوار سے وصول کیا ہوا عشر بھی، اور غیر مسلموں سے وصول کیا ہوا ٹیکس بھی، یہ سب آمدنیاں ایک جگہ جمع ہوتیں مگر سب کا حساب الگ الگ ہوتا تھا اور جو جس مصرف کی ہوتی اسی میں خرچ کی جاتی، مثلاً زکاۃ وفطرہ غریبوں کا حق ہے تو انہیں کو دیا جاتا، ایسا نہیں تھا کہ بیت المال میں جمع ہوجاتا تو جہاں چاہے صرف کرو۔

آج کل تو اولا بیت المال کا کوئی خاص قابل بھروسہ انتظام نہیں اور ہو بھی تو احکام شرع کے مطابق ہر قسم کی رقم کو اس کے علیحدہ علیحدہ مصرف میں خرچ کرنے کا انتظام نہیں۔ الغرض زکاۃ کی رقم چاہے بیت المال میں جمع کریں یا کسی اور گھر میں ان کو نہ مقبرہ ومسجد میں صرف کرسکتے ہیں نہ مدرسہ ومدرس کی تنخواہ میں۔ ہاں مال زکاۃ اگر کسی مسکین کو دے دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے کسی دینی مصرف میں صرف کردے تو یہ جائز ہے اور باعث ثواب ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

و كذلك من عليه الزكاة لو اراد صرفها الى بناء المسجد او القنطرة لا يجوز والحيلة ان يتصدق به المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه الى المتولى ثم المتولى يصرف ذلك الى الرباط. (عالمگیری: کتاب الحیل، ۶/۴۹۶) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۴ رشوال ۱۴۱۸ھ

(۵-۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) صدقہ فطر میں نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت دینا واجب ہے، تو نمبری سیر سے صاع کا کیا وزن ہوگا۔ اور رقم بازار بھاؤ سے ادا کی جائے یا کنٹرول نرخ سے؟ براہ کرم بحوالہ کتب معتبرہ جواب تحریر فرما کر واضح فرمائیں۔

(۲) تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی نیز علمائے دیوبند اور ان کے لواحق اور معتقدین سنی صحیح العقیدہ ہیں کہ نہیں اور ان کی اقتدا کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر مالک نصاب ایک مرتبہ اپنے نام سے قربانی کرکے ہر سال اپنے گھر والوں کے نام سے قربانی صرف اس خیال سے کرتا ہے کہ یہ لوگ بھی ثواب سے محروم نہ رہیں، یہ شریعت مطہرہ کے اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟ محمد سلامت اللہ علیمی غازی پوری لائن مسجد گری ڈیری ہزاری باغ بہار

الجواب

(۱) اعلیٰ تحقیق یہ ہے کہ صاع کا وزن تین سو اکاون روپیہ بھر ہے اور نصف صاع ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر (فتاوی رضویہ) گرانی میں گیہوں یا جو دینا قیمت دینے سے افضل ہے، جو جیسا غلہ استعمال کرتا ہے اسے اسی بھاؤ سے ادا کرنا ہوگا۔

(۲) تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کی بنیاد علمائے دیوبند کے عقائد پر مبنی ہے مگر کچھ سادہ لوح مسلمان بھی اس میں شریک ہوجاتے ہیں، اگر ان کے عقائد پر مطلع ہوتے ہوئے ان کو اپنا پیشوا اور امام تسلیم کریں تو وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ شفا قاضی عیاض اور شامی میں ہے: "من شك فی

کفرہ و عذابه فقد کفر" (شامی : باب البغاۃ. ۶/۳۱۷) اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں۔

عالم گیری میں ہے: "ان کان ہوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلوۃ خلفه مع الکراهة والا فلا" (باب الامامۃ: ۱/۱۰۷)

(۳) امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلنا" اس حدیث شریف میں وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید ہے۔ جب اپنے نام سے قربانی نہ کرے گا واجب اس کے ذمے سے ساقط نہ ہوگا، دوسرے کے نام سے قربانی مستحب ہوگی اور اس کا بوجھ اس کے سر سے نہ اترے گا۔ اس لیے دوسروں کے ساتھ اپنے نام سے بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲ ؍محرم ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۸-۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک آدمی اختلاف کرتا ہے جو سونا پہنا جاتا ہے اس کی زکاۃ نہیں دینا چاہیے، جو رکھا ہو اس کی زکاۃ دینا چاہیے؟

(۲) یہ کہ کسی شخص کے پاس سونا بیس بھر ہے تو بیسوں بھر کی زکاۃ دینا چاہیے یا کہ ساڑھے سات بھر کاٹ کر دینا چاہیے، جو سونا استعمال کرتے ہیں اس کو کاٹ کر دینا چاہیے کہ نہیں؟ یا جتنا ہے سبھی کی دینا چاہیے۔ ہمارا ادھار لوگوں کے یہاں باقی ہے کبھی پیسہ ملنے کی کوئی امید نہیں اور نہ کل ملتا ہے تو اس کی زکاۃ کے بارے میں کیا کرنا چاہیے۔ جیسے کہ رمضان کا مہینہ قریب ہے تو کیا ہوگا؟

نوٹ: پتلون پہن کر نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ لڑکا انتقال کر گیا ہو تو مرنے کے بعد میں عقیقہ ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ کسی آدمی کے مکان میں دس بیس آدمی ہوں اور ایک سال میں ایک ہی نام سے قربانی اس سے ہو سکتی ہے تو ہر سال اسی کے نام سے ہوگی یا دوسرے آدمیوں کے بھی نام سے ہو سکتی ہے؟ جبکہ دوسرے نام کے کرنے بھر نہ ہو۔

الجواب

جو سونا استعمال میں ہو اور جو رکھا ہو سب کی زکاۃ دینا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان امرأتین اتتا رسول الله ﷺ و فی ایدیهما سواران من ذهب فقال لهما أتودیان زکاته قالتا: لا. فقال رسول الله ﷺ: أتحبان ان یسورکما الله بسوارین من نار؟ قالتا: لا. قال فأدیا زکوتکما"

(سنن الترمذی: کتاب الزکاۃ: ۳/۲۹) دو عورتیں حضور کی خدمت میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے آئیں تو سرکار نے فرمایا کہ اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ کہا نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ تمہیں آگ کا کنگن پہنائے؟ کہا نہیں، آپ نے فرمایا: تو اس کی زکاۃ دیتی رہو۔

جو مال نصاب کے برابر پہونچ جائے اس میں سے کچھ کاٹا نہیں جائے گا بلکہ پورے مال کی زکاۃ دی جائے گی۔ آپ کا جو روپیہ لوگوں پر باقی ہے اس کی سال بسال کی زکاۃ ایک ساتھ آپ کو اس وقت دینی ہوگی جب وہ آپ کو وصول ہو۔ پورا وصول ہو تو پورے کی اور کم وصول ہو تو کم کی، اگر نصاب کے پانچویں حصہ سے کم وصول ہوا ہے تو جب تک پانچواں حصہ وصول نہ ہو جائے ادا کرنا واجب نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

پتلون سے اگر سجدہ وغیرہ کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ ہو تو نماز ادا ہو جائے گی۔ مرے ہوئے کا عقیقہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ہر سال مالک کے نام کی قربانی واجب ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۷ ؍ذوالحجہ ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۰-۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل میں کہ

(۱) غلہ کی پیداوار کی زکاۃ خصوصاً دھان میں مسئلہ نصف عشر ہے، سوال یہ ہے کہ زید اصل کاشتکار ہے اس نے اپنا کھیت بکر کو بٹائی پر بونے کے لیے دیا ہے، بکر نے دھان کے بعض کھیتوں میں پانی چلایا اور بعض میں نہیں چلایا، یعنی وہ بارانی پانی سے ہوا، بکر تو دونوں طرح کی پیداوار میں عشر نصف عشر نکالے گا مگر زید اپنے حصے میں سے کتنے نکالے گا؟ نیز بکر نے مزدوری مشترکہ غلہ سے دینے کے بعد آدھا بانٹا ہے، عشر نکالتے وقت میں جوڑی جائے گی یا صرف راس جو اپنے حصے میں آتی ہے اس کی زکاۃ نکالنی پڑے گی؟ زید کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟۔

(۲) زید نے ظہر یا عصر و عشاء کی سنتیں پڑھنا شروع کیں کچھ رکعتیں پڑھ چکا کہ جماعت شروع ہوگئی، ایسی صورت میں زید کیا کرے جہاں تک پڑھ چکا ہے اتنی پر سلام پھیر کر کے جماعت میں شامل ہو جائے یا چاروں رکعتیں پوری کر کے شامل ہو؟ مہربانی فرما کر مندرجہ بالا دونوں سوالوں کا جواب بالتفصیل عنایت کریں بینوا توجروا

المستفتی اسد اللہ قادری

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں دونوں اپنے اپنے حصے سے عشر و نصف عشر ادا کریں گے۔ جس زمین میں پانی دیا اس کا نصف عشر اور جو بغیر سینچے پیدا ہوا اس کا عشر۔

بدائع میں ہے:"المزارعة جائز عندهما والعشر تجب فی الخارج والخارج بينهما تجب العشر عليهما" ہدایہ میں ہے:اخرجته الارض ففيه العشر وماسقى بغرب او سانية ففيه نصف العشر. (ملخصاً)(کتاب الزکاۃ:۱/۲۰۲)

(۲) زمین کی پوری پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے۔ مزدوری وغیرہ کا صرفہ اس سے منہا نہیں کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:"ويجب بلا رفع مئونة الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فی کل الخارج۔(کتاب الزکاۃ:باب العشر.۳/۲۴۰)

مزدور کی مزدوری اس میں سے طے کرنا جس میں سے وہ کام کر رہا ہے ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے:"لو دفع غزلا لآخر لينسجه له بنصفه فسدت فی الكل لانه استاجره بجزء من عمله"(کتاب الاجارۃ:۹/۶۸)

(۳) اس باب میں آئمہ کے دو اقوال ہیں۔(۱) اگر پہلے شفعہ میں ہو تو دو رکعت پر سلام پھیر دے اور بعد میں چار رکعت سنت کی قضاء کرے۔(۲) بہر حال چار رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے جس پر دل جمے اسی پر عمل کرے دونوں کی تصحیح مروی اور علماء نے دونوں ہی طرح سے فتوی دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۲۔۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) عقد کے لیے دین مہر میں عموما سکہ رائج الوقت کے ساتھ دو دینار سرخ اور کہیں دو دینار (بغیر سرخ) رکھا جاتا ہے۔ اکثر اوقات جھگڑا ہوتا ہے کہ سرخ رہے گا یا نہیں رہے گا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ دینار سرخ کس ملک کا سکہ مانا جائے گا۔ اور اس کی قیمت ہندوستانی روپے میں کتنی ہے۔ اگر سرخ لفظ کا استعمال نہیں ہے اور صرف دینار کہا جائے تو کس ملک کا دینار مانا جائے گا۔ اور موجودہ ہندوستانی روپے میں اس کی قیمت کیا مانی جائے گی۔ تمام نکات پر وضاحت فرمائیں۔

(۲) زید کے پاس دس تولہ چاندی (قیمت ایک ہزار (۱۰۰۰) روپے) ایک تولہ سونا (قیمت ۵۰۰۰ ہزار روپے) اور پانچ سو (۵۰۰) روپے کے نوٹ ہیں یعنی چاندی اور سونا ساڑھے باون اور ساڑھے سات تولہ سے کم کا ہے۔ زید صاحب نصاب مانا جائے گا یا نہیں۔ اگر ہاں تو کس طرح اسے کتنی زکاۃ ادا کرنا ہوگی؟۔ یہ حساب نکال کر ہی صاف صاف روپے میں تحریر فرمادیں۔

ایک اہل حدیث عالم نے یہ بتایا ہے کہ اس معاملہ میں چاندی اور سونا میں سے زکاۃ نکالنا نہیں

ہے، صرف ۵۰۰ سو روپے میں سے ڈھائی فیصد یعنی ساڑھے بارہ روپے زکاۃ نکالنا ضروری ہے۔ حنفیہ کے نزدیک کون سا عمل درست ہوگا؟۔

(۳) قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلم دوست واحباب کو کھلانا درست ہے یا نہیں، ممکن ہو تو کچھ حوالے بھی جواب میں تحریر فرمائیں۔ امارت شرعیہ پھلواری نے اسے کھلانا جائز لکھا ہے۔

(۴) لڑکا اور لڑکی کے عقیقہ میں بکرا اور بکری کے متعلق الگ الگ تحریر فرمائیں کہ الگ الگ دونوں معاملات میں کتنا کتنا بکرا یا بکری ذبح کرنا ضروری ہے؟۔

نیز یہ بھی واضح فرمادیں کہ بڑے جانوروں (جن میں سات حصے ہوتے ہیں) ان میں لڑکا کے لیے اور لڑکی کے لیے کتنے کتنے حصے لینے ہونگے۔

(۵) زید کے پاس نہ سونا ہے نہ چاندی مگر اس نے ایک لاکھ روپے (۱۰۰۰۰۰) اپنی بیٹیوں کی شادی کے لیے جمع کیے۔ بیٹی بالغ اور اس کی شادی ضروری ہے۔ زید کے پاس اپنا مکان بھی نہیں ہے وہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے، اپنے بال بچوں کے لیے وہ مکان بنانا بھی ضروری سمجھتا ہے۔ کیا زید کو صاحب نصاب مانا جائے گا؟۔ اور اس کو اس روپے زکاۃ ادا کرنا ہوگا؟۔

قبلہ زحمت تو ہوگی پھر بھی امید ہے کہ آپ تفصیلی اور قدرے مدلل جوابات مرحمت فرمائیں گے۔

اسی مقصد سے بڑا کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔ المستفتی نثار احمد اورنگا باد

الجواب

(۱) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب فتاوی رضویہ جلد پنجم میں فرماتے ہیں: دینار شرعی ساڑھے چار ماشہ بھر سونے کا تھا اور سلاطین کے دینار متعین نہیں مختلف تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرخ کا لفظ ایک اضافی صفت ہے، اس کو ذکر کیا جائے یا ذکر نہیں کیا جائے، شرع میں دینار سونے کا ہے کہ جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے، آجکل سونے کے بھاؤ کے حساب سے روپیوں میں اس کا دام نکالا جاسکتا ہے۔

(۲) اہل حدیث صاحب نے غلط بتایا، آدمی کے پاس صرف چاندی ہو، اور مال زکاۃ نہ ہو اور چاندی ساڑھے باون تولہ سے کم ہے تو اس پر بھی زکاۃ نہیں۔ یہی حال نوٹوں کا ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم کے اگر صرف نوٹ ہوں تو کچھ نہیں۔ لیکن اگر صورت حال وہ ہے جو آپنے ذکر کی ہے تو سب چیزوں کو ملایا جائے گا یعنی سونے اور چاندی کی قیمت لگا کر اس کا روپیہ بنالیا جائے گا جیسے آپنے قیمت لگائی اور جملہ رقم ساڑھے چھ ہزار ہوتی ہے، اب دیکھا جائے گا کہ ساڑھے چھ ہزار روپے میں

ساڑھے باون تولہ چاندی ملتی ہے یا نہیں؟ اگر ملتی ہے تو پوری رقم کا ڈھائی فیصد زکاۃ نکال دیں ورنہ نہیں۔

ہدایہ میں ہے: "وتضم قيمة العروض الى الذهب والفضة حتى يتم النصاب ويضم الذهب الى الفضة ويقومهما بماهو انفع للمساكين" (كتاب الزكاة: ۱/۱۹۵)

سامان تجارت کو چاندی اور سونے اور سونے کو چاندی کے ساتھ ملایا جائے گا اور قیمت لگانے میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے گا کہ فقیروں کا فائدہ ہو۔

(۳) فقیر نے اگر قربانی کی ہو تو اس کا گوشت غیر مسلموں کو دینا جائز نہیں اور مالدار کی ہو تو دینا مستحب کے خلاف ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۸ ص ۴۶۷)

(۴) لڑکے کیلیے دو بکرے افضل ہیں۔ دو نہ ہو سکیں تو ایک بھی کافی ہے۔ لڑکی کے لیے ایک۔ بڑے جانور میں سات بچوں کا عقیقہ ہو سکتا ہے۔

(۵) اگر زید کے پاس مقدار نصاب رقم ہو اور اس کو ایک سال گزر گیا ہو تو زکاۃ واجب۔ مکان نہ ہونے یا شادی کی ضرورت ہونے سے مالک نصاب ہونے پر فرق نہ پڑے گا۔ موجودہ صورت میں زید پر زکاۃ ضرور واجب ہوگی۔ زکاۃ دے کر جی چاہے شادی کرے جی چاہے مکان بنائے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۴ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۱۷۔۲۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) قربانی کن لوگوں پر واجب ہے؟۔

(۲) والدین کے اوپر کس طرح اولاد کے اوپر قربانی واجب ہے، عمر کی بنیاد پر یا مالیت کی بنیاد پر؟

(۳) جو اولاد کما رہی ہے اس کی قربانی اسی پر واجب ہے یا والدین پر؟۔

(۴) جو اولاد بالغ ہیں لیکن نہ کما رہی ہے نہ صاحب ثروت یا صاحب جائداد ہیں کیا ایسی اولاد کے لیے والدین پر قربانی واجب ہے؟۔

(۵) زکاۃ کے لیے کیا ملکیت کا اپنے اختیار میں ہونا ضروری ہے مثلا پی، ایف یا جیون بیمہ کی قسط یا ماہانہ کھاتوں میں جمع ہوتی ہے جو اپنے اختیار سے باہر ہے کیا اسی رقم پر زکاۃ کے فرائض عائد ہوتے ہیں یا نہیں؟۔

(۶) پی، ایف یا جیون بیمہ کے پیسے ملنے کے بعد کیا اس پر زکاۃ کی ادائگی ہوگی یا نہیں، اگر ہاں تو کل رقم پر ایک مشت میں یا سالانہ کے حساب سے؟ مطلب یہ ہے کہ مان لیا ۹۶ میں دس ہزار جمع ہوئے پھر ۹۷ء میں دس ہزار جمع ہوئے اسی طرح کے جمع ہوتے رہے ۱۰۰۰۰۰ر کل رقم ملی تو اس پر زکاۃ کا تعین کس

طرح ہوگا؟۔

(۷) پی، ایف یا جیون بیمہ کے ملنے والی رقم سال بھر ملکیت میں نہیں رہی بلکہ جلد ہی خرچ ہوگئی، تو کیا اس پر زکاۃ دینی ہوگی یا نہیں؟، امید کہ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات سے مطلع کریں گے اور میری دینی پریشانیوں کو دور کریں گے عنایت ہوگی۔ پرسان حال سے سلام عرض ہے اور دعا حسنہ کی درخواست ہے، غلطیوں کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔

(۸) قربانی کے لیے مالی حالت کیسی اور کتنی ہونی چاہیے۔

المستفتی خادم شکیل احمد اعظم گڈھ

الجواب

(۱) جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسی دام کا مال ہو، اور آدمی کی بنیادی ضروریات سے فاضل ہو، اور اس پر سال بھر گذر چکا اور مذکورہ بالا مقدار پوری رہی ہے، اس پر مال کا چالیسواں حصہ زکاۃ دینا واجب ہوتا ہے، مذکورہ بالا مقدار کو نصاب کہا جاتا ہے یعنی اس سے کم مال پر زکاۃ واجب نہیں، اور سال بھر گذرنا ادائے زکاۃ کے لیے شرط ہے کہ سال بھر کے اندر رقم مقدار نصاب ہے کم ہوگی تو زکاۃ کی ادائیگی ضروری نہیں۔ یہ ہوا زکاۃ کا مسئلہ۔

قربانی کے لیے بھی نصاب کی مقدار ساڑھے باون تولہ ہے لیکن اس کے وجوب کے لیے حولان حول کی شرط نہیں، قربانی کے دن بھی کوئی اتنی رقم کا مالک ہوا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی۔

(۲) اسلام میں صرف فطرہ کے لیے یہ حکم ہے کہ صاحب نصاب پر اس کی طرف سے اور اس کی نابالغ اولاد کی طرف سے واجب ہوتا ہے، قربانی کے لیے ایسی کوئی پابندی نہیں، قربانی ہر بالغ صاحب نصاب پر صرف اس کی طرف سے واجب ہے۔

قربانی کے حکم سے یہ ظاہر ہے کہ صاحب نصاب مکلف (بالغ) مسلمان پر مالیت کے لحاظ سے واجب ہے، البتہ فطرہ کے وجوب کا سبب فقہ کی کتابوں میں (رأس یمونہ) لکھا ہے یعنی ایسا نابالغ شخص جو باپ کی کفالت میں ہو، اور خود باپ کی ذات بھی فطرہ کا سبب ہے، تو فطرہ کے وجوب کا سبب عمر اور ذات اور مال سب ہیں۔

(۳) اسلام میں کسب اور ملکیت کے لحاظ سے بروقت تین قسمیں دھیان میں آرہی ہیں۔

(الف) مشترکہ معیشت اور مشترکہ ملکیت اس کی مثال کتب فقہ میں یہ لکھی ہے: باپ کا انتقال ہوگیا اور اس نے جائداد اور کاروبار چھوڑا، ورثہ میں سبھی قسم کے بالغ نابالغ افراد چھوڑے، سب مل جل کر

کام کرتے رہے، اور مشترکہ طور پر حسب ضرورت سب کی ضرورتوں میں کم وبیش خرچ ہوتا رہا، اور کام میں بھی سب حسب استعداد کم وبیش شریک رہے، ان کا حکم یہ ہے کہ وہ تمام افراد کی مشترکہ جائداد ہے اور تقسیم کے وقت حصہ رسدی سب کو ملے گا۔

قربانی کے لیے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ تقسیم کے بعد اگر سب کو اتنا مال ملا جو انہیں مالک نصاب بنادے، تو تمام بالغوں پر قربانی واجب ہے، اور اگر کسی کے حصہ میں اتنا مال نہ پڑا جو مقدار نصاب کو پہنچادے تو کسی پر قربانی واجب نہیں۔

(ب) انفرادی معیشت اور انفرادی ملکیت ۔اس کا حکم ظاہر ہے کہ ایسی معیشت میں دنیاوی مصارف ہو یا دینی ہر فرد کے علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔

(ج) اجتماعی معیشت انفرادی ملکیت ۔اس کی مثال کتب فقہ میں یہ لکھی ہے کہ ایک فرد کے ساتھ اس کی بیوی بچے سب مل کر ایک ہی ذریعہ معاش میں مشترکہ جدوجہد کررہے ہوں، ایسے خاندان میں مرد آمدنی کا تنہا مالک ہوگا، اور اس کی بیوی بچے شرعا اس کے ہیلپر اور مددگار قرار دیئے گئے ہیں، اس صورت میں ظاہر ہے کہ قربانی صرف خاندان کے سربراہ پر واجب ہوگی، بقیہ افراد خاندان پر نہیں ۔اس تیسری صورت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچے اور بیوی وغیرہ اپنی کچھ نجی آمدنیوں کے مالک بھی ہوتے ہیں، تو اس صورت میں قربانی کے وجوب میں ان کی وہ نجی آمدنی ہی دیکھی جائے گی، اور اگر کسی کی نجی آمدنی بالکل نہیں ہے رہتا باپ کے ساتھ ہے اس پر نہ خود قربانی ہے نہ اس کی طرف سے باپ پر، اور جو کچھ نجی آمدنی رکھتا ہے اس کی نجی آمدنی مقدار نصاب ہو تو اس کے باپ کے ساتھ مشترکہ کمائی میں تو کوئی قربانی نہیں، لیکن نجی آمدنی کے حساب سے قربانی واجب ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا، کچھ لوگ باپ کے ساتھ ہوتے ہوئے آمدنی کا ذریعہ باپ سے بالکل الگ رکھتے ہیں، جیسے وہ لڑکے جو ملازمت پیشہ ہیں، یا وہ عورتیں جو اپنے میکے کی طرف سے کافی مالدار ہوتی ہیں، یا ملازمت کرتی ہیں، وہ جتنی رقم کا شوہر کو مالک بنادیں یا باپ کو مالک بنادیں اس کا وہ مالک ہوگیا، اس کے علاوہ جو نجی رقم ان کے پاس ہو اس کے لحاظ سے اس پر علیحدہ سے قربانی ہونے یا نہ ہونے کا حکم ہوگا۔

میرے خیال میں آپ کے قربانی کے متعلق جملہ سوالات کا حکم بیان ہوگیا۔مثلا تیسرے سوال کا جواب یہ ہے: ایسی اولاد کی قربانی اسی لڑکے پر واجب ہے جب کہ اس کے پاس نجی رقم ہو، چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کی قربانی کسی پر واجب نہیں، قربانی کی تفصیلات ختم ہوئیں اب زکوۃ کے متعلق سنئے!

پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملازم کی تنخواہ کا ایک حصہ ہے، اور ختم ملازمت کے بعد جب وہ رقم ملازم کو

وصول ہوئی تو وہ اس کی جائز کمائی ہے، پس وہ رقم اگر خود مقدار نصاب ہو اور ملازم کے پاس دوسری کوئی رقم مقدار نصاب بھر نہ ہو، تو سال بھر کے بعد اس رقم پر زکاۃ واجب ہوگی، اور پہلے سے اس کے پاس مقدار نصاب دوسری رقم ہو تو یہ رقم بھی اسی میں شامل کردی جائے گی، اور سال بھر پر جب اس مال کی زکاۃ نکالی جائے تو اس کے ساتھ اس کی زکاۃ بھی ادا کی جائے، اگرچہ اس کا سال نہ پورا ہوا ہو، اور جو رقم ادائے زکاۃ سے پہلے صرف ہوگئی اس پر زکاۃ نہ ہوگی۔

بیمہ کمپنی میں جو رقم آپ جمع کرتے ہی وہ آپ کی اپنی رقم ہے، اور سال بسال اس رقم کی زکاۃ آپ پر واجب ہوگی، مثلا پہلے سال آپ نے دس ہزار روپے جمع کیے تو سال تمام پر دس ہزار کی زکاۃ (۲۵۰) واجب ہوگی، دوسرے سال مزید دس ہزار جمع کیے تو سال تمام پر بیس ہزار روپے کی زکاۃ (۵۰۰) روپے ہوگی، اس طرح تیسرے سال دس ہزار اور جمع کیے تو تیس ہزار کی زکاۃ (۷۵۰) واجب ہوگی، اس طرح ہزار کا اضافہ ہوتے ہوئے جب آپ نے دسویں سال دس ہزار کی آخری قسط جمع کی تو ایک لاکھ کی زکاۃ واجب ہوئی، (ڈھائی ہزار) یہ آپ کی مرضی ہے کہ سال بسال زکاۃ ادا کریں یا رقم ملنے پر دسوں سال کی زکاۃ مجموعی رقم یک جائی ادا کریں۔

یہ تو آپ کی مسئولہ صورتیں ہوئیں، اگر اس کے علاوہ بھی بینکوں کی مختلف اسکیموں میں روپے جمع کرتے ہیں تو ان میں بھی جمع کردہ رقم کی زکاۃ کا حکم کمپنی کے جمع شدہ سرمایہ کی طرح۔

رہ گئی وہ زائد رقم ان اداروں سے منافع سود یا انٹرسٹ کے نام سے ملتی تو اس کے لیے پہلا حکم یہ ہے کہ اس کو سود سمجھ کر کسی سے بھی لینا حرام ہے۔

اور دوسرا حکم یہ ہے کہ کمپنیوں اور اداروں کے تمام مالکان یا ان میں سے بعض ہی مسلمان ہوں تو ایسی زائد رقم واقعی سود و حرام ہے چاہے لاکھ ہم ان کو سود نہ سمجھیں۔

اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اگر ایسی کمپنیوں اداروں اور بینکوں کے کل مالکان غیر مسلم ہوں، اور یہ زائد رقم اپنی مرضی سے دیں تو یہ ہمارے لیے مباح ہے، اور اس کا لینا ہمارے لیے جائز، ہم اس کو ایک مال مباح سمجھ کر ہی لیں، وہ اپنی طور پر اسکا جو نام چاہیں رکھیں۔

اور زائد مقبوضہ رقم پر زکاۃ بھی واجب ہوگی، یعنی جس دن ہم نے اسے حاصل کیا اسی روز سے اس کا حساب شروع ہوگا حاصل کرنے والا صاحب نصاب نہ ہو تو اس رقم کے حاصل ہونے کے سال بھر بعد زکاۃ دے، اور پہلے سے وہ صاحب نصاب ہو تو اس زائد رقم کو بھی اس میں شامل کرے۔

حدیث شریف میں ہے:"لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب"

ہندوستان میں یہ کاروبار حکومت کے ادارے بھی چلاتے ہیں تو جولوگ یہاں کی حکومت کو غیر مسلموں کی حکومت کہتے ہیں وہ تیسرے حکم کی رو سے اس کو مال مباح قرار دیتے ہیں، اور علماء کی ایک قلیل تعداد اس کو جمہوری حکومت کہتی ہے، جس میں مسلم وغیر مسلم سب کا حصہ ہے، تو وہ دوسرے حکم کی رو سے ناجائز بتاتی ہے اور یہ حکم دیتی ہے کہ ایسی رقم حاصل کرنے والا اسے اپنے کام میں نہ صرف کرے، بلکہ وصول کر کے محتاجوں مسکینوں اور فقیروں کو دیدے ایسے ضرورت مند لوگ اگر وصول کرنے والے کے باپ، دادا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ قریبی اعزہ ہوں تو ان کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۶؍ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

(۲۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

قوم کا ایک شخص جو اپنی مالی حالت سے بالکل خالی مگر اس شخص کی زبان پر ایک ہی لفظ نے اپنا مقام بنا رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ میں حج کروں گا یہاں تک کہ وہ شخص اپنی حقیقت کا اظہار بڑی مسرت کے ساتھ کرتا ہے، ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ آپ لوگ میرے لیے دعا کریں میں حج کے ارکان کو پورا کرلوں گا اور آپ لوگوں سے جہاں تک ہوسکے مجھ بے بس کو امداد سے نواز کر حج کے ارکان کو ادا کرنے میں مدد کریں، اس لیے میں جاننا چاہتا ہوں کہ اگر ہم دس بھائی مل کر ان کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے امدادی شکل کے ذریعہ حج کی روانگی کا کام انجام دلوائیں تو اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی عبدالمنان ڈیلی بزار

الجواب

صورت مسئولہ میں ایسے شخص کے حج کے لیے اخراجات کا انتظام کرنا شرعا جائز ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ:۲] نیکی پر ایک دوسرے کی مدد کرو برائی پر مدد نہ کرو۔

تو حج سے بڑی نیکی کیا ہے۔ اگر وہ شخص محتاج وفقیر ہو تو مال زکاۃ سے بھی اس کی مدد کی جاسکتی ہے

قرآن عظیم میں ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبۃ:۶۰]

زکاۃ کا مال فقیروں مسکینوں زکاۃ وصول کرنے والے عاملوں اور مؤلفۃ القلوب غلام آزاد کرنے اور قرض داروں اور اللہ کے راستے والوں کے لیے ہے۔ درمختار میں ہے: "وفی سبیل اللہ هو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج" (کتاب الزکاۃ:۱/۲۶۱)

اللہ کے راستے والوں سے مراد مجاہد ہے۔ جس کے پاس مصارف نہ ہوں اور کچھ لوگوں نے کہا ضرورت مند حاجی مراد ہے یعنی ان کو زکاۃ کی رقم دیجاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۸؍جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ

(۲۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

جس طرح دینی ادارے میں حیلہ کر کے زکاۃ کی رقم خرچ کی جاتی ہے۔ کیا اسی طرح نماز کی تبلیغ کے لیے بھی صرف کیجاسکتی ہے یا نہیں۔

المستفتی نسیم رضا کریم الدین پور گھوسی

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۶؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

نصاب زکاۃ کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو وہ مالک نصاب ہے لیکن اگر کسی کے نزدیک ۷ تولہ سونا ہے۔ اور ۷ تولہ سونے کی قیمت چاندی کے کئی نصابوں کو پہونچ جاتی ہے پھر بھی اس پر زکاۃ واجب نہیں، جب کہ برعکس اس کے اگر کسی شخص کے نزدیک ۲ تولہ ہی سونا اور کچھ چاندی ہے تو اگر دونوں کی قیمت اکٹھا کرنے کے بعد کسی ایک کے نصاب کو قیمت پہونچ جاتی ہے تو وہ مالک نصاب ہے اور اس پر زکاۃ واجب ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ ایسے تو اسلامی قانون عین فطری ہے مجھے سو فیصدی منظور ہے، لیکن بظاہر یہی معلوم ہوا ہے کہ ۷ تولہ سونے کا مالک ۲ تولہ سونا اور کچھ چاندی کے مالک سے زائد کی ملکیت رکھتے ہوئے بھی زکاۃ کے وجوب سے بری ہے، آخر ایسا کیوں؟ جب کہ اس سے کم کی ملکیت رکھنے والے پر زکاۃ واجب ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: غلام غوث حبیبی ۱۳؍مئی ۱۹۸۹ء

الجواب

دنیاوی قانون میں بھی ایسی صورت حال پیش آتی ہے کہ ایک ماحول میں جو قانون بنا وہ ماحول ختم ہوجانے کے بعد بھی وہ قانون باقی رہتا ہے اور اس پر سختی سے عمل درآمد ہوتا ہے، حالانکہ قانون بنانے والے موجود رہتے ہیں اور کوئی یہ اعتراض نہیں کرتا کہ جب وہ حالات نہیں رہے تو یہ قانون کیوں ہے؟ اس کی واضح مثال فوج کی وردی ہے، انگریزوں نے اپنے حسب حال وردی بھی مقرر کی تھی جس

پر نہایت سختی سے آج بھی عمل درآمد ہو رہا ہے حالانکہ انگریزوں کے گئے ہوئے چالیس سال سے زائد ہوگئے۔ اسلام کے بعض قوانین ہنگامی تھے لیکن اللہ و رسول نے اس حالت کے بعد بھی اس کو باقی رکھا ہے۔ جیسے طواف کعبہ کے وقت جھومتے ہوئے تین پھیرے کرنا، جس کی مصلحت صرف عمرۃ القضا کے وقت تھی کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو کمزوری کا طعنہ دیا تھا تو ان کو اپنی قوت دکھانے کے لیے مسلمانوں کو اس طرح طواف کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ مشرکین مکہ تو کب کے ختم ہوگئے مگر خدا کو مسلمانوں کے اس وقت صحن کعبہ میں اکڑ کر چلنے کی ادا اتنی پسند آگئی کہ آج تک (رمل) سارے حاجیوں کے لیے ضروری ہے۔

جس وقت رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ کا نصاب مقرر فرمایا تھا اس وقت ساڑھے سات تولہ سونا ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر تھا لیکن آج یہ تفاوت ہوگیا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، آج رسول اللہ ﷺ ہم میں رہے نہیں تو امت میں کس کو یہ پاور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے نصاب کو بدلے، اور اگر کوئی آدمی ہمت کر کے سونے کی مقدار چاندی کی قیمت کے موافق کرلے تو اس کو زکاۃ کے پورے سسٹم کو زیر وزبر کرنا ہوگا۔ کیونکہ تیسرا آدمی کہہ سکتا ہے کہ مقدار نصاب اسلام میں مالداری کی حد ہے، یعنی جس کے پاس اتنی چاندی وسامان تجارت ہو وہ مالدار ہے، اس زمانہ میں مہنگائی کے باوجود ساڑے باون تولہ چاندی کی قیمت ساڑھے تین ہزار ہے، آج کے بڑھے ہوئے معیار زندگی میں مالداری کی یہ مقدار قطعا غیر فطری اور خلاف واقع ہے۔ تین چار ہزار روپے تو آج کے زمانہ میں دس آدمیوں والے کنبہ کو دو مہینہ کی خوراک کے لیے کفالت نہ کریں گے چہ جائیکہ اس کو مالدار کہا جائے۔ اس لیے آج کے زمانہ میں مالداری کی یہ حد یقیناً ناکافی ہے، ہمارے خیال میں ایک لاکھ روپے مالداری کی ادنی حد ہونی چاہیے تھی، ہم آپ کی رعایت سے اس کو پچاس ہزار مان لیتے ہیں، چلیے صاحب ایوان شریعت سے اعلان ہوگیا کہ دنیا کے موجودہ ماحول میں مالداری کی گذشتہ حد نامناسب ہوگئی تھی اس لیے اس کو بڑھا کر پچاس ہزار کردیا گیا۔ میں کہوں گا:

اولا: ذرا غور تو کیجئے آپ نے یہ کیا کہا، نصاب وزکاۃ پر غور کا سفر اس نکتہ سے شروع ہوا تھا کہ سونے کے موجود نصاب میں چاندی کے نصاب کے لحاظ سے بے جا رعایت معلوم ہوتی ہے اور آپ نے سفر کا اختتام اس نکتہ پر کیا کہ نہ صرف سونے والے بلکہ چاندی والے کو بھی رعایت دے دی کیونکہ اب سونے کی نصاب گیارہ تولے اور چاندی کی نصاب چھ سو تولہ کے قریب ہوگئی یعنی سونے والے کو دو گنا کے قریب اور چاندی والے کو بارہ گنا کے قریب چھوٹ ملی۔

ثانیا: ابھی غور وخوض کا سلسلہ ختم نہیں ہوا، یہ اعلان سنتے ہی غربائے اسلام کا کارپریشن ایوان

شریعت پر دھرنا دینے بیٹھ جائے گا کہ یک طرفہ مقدار نصاب میں یہ اضافہ غیر منصفانہ ہے، آپ نے صرف مالداروں کے سلسلے میں بڑھی ہوئی شرح خریداری کا لحاظ کیا حالانکہ شرح خریداری مالدار اور غرباء دونوں کیلیے یکساں پریشان کن ہے جب کہ زکاۃ کا وجوب مالداروں کے لیے نہیں غریبوں کے لیے ہوا ہے علمائے دین زکاۃ کی فرضیت کی یہ مصلحت بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے قرآن عظیم میں بیان فرمایا:

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾[ھود:٦]

دنیا کے ہر جاندار کے رزق کا اللہ تعالی ذمہ دار ہے۔

تو فقرائے اسلام کے سلسلے میں اللہ تعالی نے یہ ذمہ داری اس طرح پوری فرمائی کہ اسلام کے مالداروں پر زکاۃ واجب کی کہ غرباء کی روزی کا انتظام ہو۔ پس از روئے قانون اسلام آپ اس کے پابند تھے کہ پریشان کن مہنگائی کا خیال کر کے زکاۃ کی مقدار بڑھاتے نہ کہ الٹا آپ نے نصاب کی مقدار میں اضافہ کردیا، جس کے نتیجہ میں اربہا ارب انسان مالداری کی سرحد سے نکل کر ہم غریبوں کی صف میں آگئے تو آپ نے اپنے اس عمل سے ہمارے لیے پہلے سے ناکافی مقدار زکاۃ میں لاکھوں لاکھ حصہ دار بڑھا دیئے، اس لیے اب تو فرض ہوگیا کہ آپ شرح زکاۃ میں اضافہ کریں، مطالبہ تو ہمارا زیادہ کا ہے، لیکن کم از کم کمیشن کی مقدار جو آپس میں ایک دوسرے کو دیتے ہیں ساڑھے بارہ فیصد ہے اب زکاۃ بھی آپ ڈھائی فیصد کے بجائے ساڑھے بارہ فیصد کردیں تاکہ ہمارے لیے وجہ کفالت ہو۔

یہ خبر سنتے ہی مالداروں کا وفد دوڑے گا، غریبوں کا یہ مطالبہ بالکل بے جا ہے، ہم اپنی گاڑھے پیسے کی کمائی سے ڈھائی فیصد انہیں دیں ہمارے لیے یہی بوجھ تھا۔ اب ساڑھے بارہ فیصد میں تو ہمارا ذبیحہ ہی ہوجائے گا اور اس کا یہ کہنا غلط ہے کہ ڈھائی فیصد کم ہے، یہ شرح اس وقت مقرر کی گئی جب کسی شہر میں تلاش کے بعد بھی ہزار پتی نہیں ملتے تھے۔ اور اب تو خدا کا فضل ہے مسلمانوں میں ارب پتی بھی ہیں، تو اگر عالم اسلام کے پورے سرمایہ سے ڈھائی فیصد بھی نکال دیا جائے تو قارون کا خزانہ جمع ہوجائے گا، اس لیے ضرورت اضافہ کی نہیں ہے۔ ایمان داری سے ڈھائی فیصد کا قانون نافذ کرنے کی ہے۔

اب ان دو متضاد دعوؤں میں تصفیہ کیسے ہو، تو دنیا بھر کے ماہرین کے اعداد وشمار جمع کیے جائیں اور معاشیات کے محققین کی ٹیم بھی ساتھ جو تمام غربا کی ضروریات، تمام امراء اور ان کے سرمایوں کا سروے کرے اور مصارف اور آمدنی کے حساب سے مقدار زکاۃ مقرر کرے اور سال بسال اس کا جائزہ لیا کرے معاذ اللہ کیا اسلام اتنا مشکل مذہب ہے؟۔

اس لیے میرا کہنا ہے کہ اللہ اور اس کے دیئے ہوئے سے اس کے رسول ہماری ضرورتوں اور ہماری بازیافتوں کو ہم سے زیادہ جانتے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی اسکے باوجود انہوں نے ایک مقدار مقرر کردی تو ہماری بندگی یہی ہے کہ ہم سعادت مندی سے اس پر عمل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۸؍شوال المکرم ۱۴۰۹ھ

(۲-۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زکاۃ کب واجب ہے؟۔

(۲) اگر کسی کے پاس چاندی دس تولہ ہو تو اس پر زکاۃ کتنی واجب ہے؟۔

(۳) اگر کسی کے پاس چار تولہ سونا ہو تو اس پر کتنی واجب ہوگی؟۔

(۴) اگر کسی کے پاس چاندی نصاب زکاۃ سے زیادہ ہو تو زکاۃ کیسے دی جائے گی؟۔

المستفتی بھگی لونیا پورہ مصرپور ۲۲؍ذوالقعدہ ۸۷ھ

الجواب

(۱) مسلمان آزاد بالغ جب نصاب کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گزر چکا ہو تو زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ ہدایہ میں ہے: "الزکوۃ واجبة علی الحر البالغ العاقل المسلم اذملك نصابا ملكا تاماو حال علیه الحول" (کتاب الزکاۃ: ۱/۱۸۵)

چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے۔

(۴/۳) اگر کسی کے پاس صرف چار تولہ سونا ہو اور دوسرا مال زکاۃ نہ ہو مثلا چاندی یا سامان تجارت تو اس پر زکاۃ واجب نہیں۔ کیوں کہ وہ مالک نصاب ہی نہیں۔

ہاں اگر کسی کے پاس سونا نصاب سے کم اور چاندی زیادہ ہو، یا چاندی کم ہو تو دونوں کو باہم ملا دیں گے اور یہ ملانا قیمت کے اعتبار سے ہوگا۔ یعنی چاندی یا سونے کی قیمت لگا کر کل سونا یا چاندی بنا لیا جائے گا۔ اور قیمت لگانے میں یہ خیال رہنا چاہئے کہ وہی صورت اختیار کی جائے جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہو۔ مثلا سب کو سونا فرض کرتے ہیں زکاۃ کی رقم زیادہ ہوتی ہے اور چاندی فرض کریں تو کم، تو سونے کے حساب سے زکاۃ دی جائے ورنہ بالعکس۔

" ویضم الذهب الی فضة اوعکسه قیمة وما ذکر من الضم اذا لم یکن منها نصابا تاما وان کان نصابا تاما لا یجب الضم فلوضم لا باس لکن یجب ان یکون تقویم بما هوانفع للفقراء "

چاندی دوسو تولہ ہو تو اس میں زکاۃ کی مقدار پانچ تولہ فرض ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے: "هاتو صدقة الرقة من کل اربعین درهما درهم" واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۴؍ر ۷۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶-۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) کیا رمضان المبارک میں زکاۃ اور صدقہ فطر دینا اس وقت ضروری ہے جبکہ وہ شخص مقروض ہے، براہ کرم وضاحت کردیں۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا درجہ حرارت صفر ۳۵ سے ۵۰ کے درمیان ناپاکی کے باعث پورا غسل ضروری ہے؟ جبکہ یہ امکان زیادہ ہے کہ جب وہ شخص نہائے گا تو بیمار ہونا یقینی ہے۔ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ مجھے امید ہے کہ آپ تفصیل سے سوالوں کا جواب دیں گے۔

المستفتی: نائب صوبیدار ایچ، اے خان ۱۵؍راجپوت معرفت ۵۶؍اے پی او۔

الجواب

(۱) جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر مال تجارت ہو اور اس پر سال بھر گذر گیا اور یہ مال اس کی ضروریات زندگی سے فاضل ہے، تو سال پورے ہونے کے بعد اس پر زکاۃ واجب ہوگئی۔ رمضان شریف کے مہینہ کی کوئی خصوصیت اس میں نہیں، لوگ اس میں زکاۃ اس لیے دیتے ہیں کہ اس مہینہ میں زکاۃ وغیرہ امور خیر بجالانے سے ثواب زیادہ ملتا ہے۔ زکاۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ہے اور جو تولہ ہم نے لکھا ہے اس کی مقدار سوا گیارہ ماشہ ہے۔

اب اپنے سوال کا جواب سنئے! مثلا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت آج کل پانچ ہزار ہو، اور آپ کے پاس اتنی ہی رقم سال بھر رہی اور آپ پر پچاس روپیہ قرض ہے تو آپ پر زکاۃ واجب نہیں کہ پانچ ہزار روپئے میں سے پچاس کم کردینے سے آپ کے پاس نصاب زکاۃ بھر مال بچا ہی نہیں اور آپ کے پاس پانچ ہزار سے زائد دس بیس یا پچاس ہزار روپیہ ہیں اور آپ پر روپیہ قرض ہے تو قرض کی مقدار پچاس ہزار سے منہا کریں۔ اگر منہائی کے بعد پانچ ہزار سے زائد بچتا ہے تو جتنا بچے پورے کی زکاۃ ڈھائی روپیہ فی صد نکالیں۔

(۲) اگر سردی اتنی ہے کہ نہانے میں بیماری کا گمان غالب ہے تو تیمم کرنا کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۰؍ذی قعدہ ۷اھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زکاۃ کس شخص پر واجب ہے؟ کیا وہ اپنی زکاۃ کی رقم اپنے سگے بھائی بہن کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کے بھائی بہن زکاۃ لینے کے مستحق بھی ہوں۔ حضور والا سے گذارش ہے کہ اس سلسلہ میں جو شرعی حکم ہو اس سے مطلع فرمائیں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں۔ المستفتی: محمد قمر الدین گھوسی مئو

الجواب

جس آدمی کے پاس ساڑھے باون روپے بھر چاندی یا اس کی قیمت کا مال تجارت ہو اور یہ رقم اس کی حاجت اصلیہ سے فاضل ہے ایسے مسلمان پر چالیسواں حصہ یعنی سو روپئے میں ڈھائی روپے کے حساب سے زکاۃ سال بسال واجب ہوتی ہے جب تک یہ نصاب باقی ہے۔

بھائی بہن اگر محتاج ہوں تو ان کو زکاۃ دی جاسکتی ہے، یہ دونوں مسئلے عام فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۰ر رجب ۱۴۱۸ھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے پاس مبلغ چار ہزار روپیہ نقد اور دوکان میں پانچ ہزار روپے کا مال موجود ہے۔ یہ جملہ نو ہزار روپیہ ہوا اور چار ہزار روپیہ بیوپاریوں کے ذمہ لگا ہے۔ لہذا از روئے شریعت صحیح جواب تحریر فرمائیں کہ بقایا روپیہ جو بیوپاریوں کے ذمہ ہے اس پر زکاۃ واجب الاداء ہے یا نہیں؟ بقایا مذکور نقد میں سے کوئی رقم پندرہ روز پر کوئی ایک مہینہ دو مہینہ میں کوئی چھ مہینہ میں وصول ہو جائے گی اور کوئی رقم ڈوب بھی جائے۔ لہذا برائے کرم صحیح جواب تحریر فرمائیں۔ محمد امین قصبہ اترولہ بلیا

الجواب

بقایا پر فوراً زکاۃ واجب الاداء نہیں، مل جائے تب زکاۃ دینی ہوگی اور جتنے سال اس پر گزر چکے ہیں سب کی یک بارگی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک آدمی بہت غریب محتاج اور زیادہ قرض دار بھی ہو گیا ہے وہ اپنی مجبوری سے زکاۃ فطرہ وغیرہ کی رقم کھانے کا مستحق ہے کہ نہیں؟

الجواب

جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا سامان اگر نہیں ہے تو وہ شخص زکاۃ فطرہ کی رقم کا مستحق ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبة: ٦٠] واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۲ محرم الحرام ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۱-۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی تحریر فرماتے ہیں، قربانی کے مسئلے میں صاحب نصاب وہ شخص ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی ساڑھے سات تولہ سونے کا مالک ہو، یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کا سامان تجارت یا سامان غیر تجارتی کا مالک ہو، اور مملوکہ چیزیں حاجت اصلیہ سے زائد ہوں۔

(کتاب انوار الحدیث ص ۳۶۲)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے لیے صاحب نصاب اور ہے، اور زکاۃ کے لیے صاحب نصاب اور ہے، یعنی دونوں کا نصاب الگ الگ ہے لیکن بکر نے اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ جو زکاۃ کا نصاب وہی قربانی کا نصاب ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر کا قول شرعاً کیسا ہے اور مفتی صاحب موصوف کی عبارت کا مفہوم کیا ہے؟ واضح فرمائیں۔

(۲) کتاب انوار الحدیث کی مذکورہ عبارت میں سامان تجارت سے کیا مراد ہے؟ اور حاجت اصلیہ کا کیا مطلب ہے؟ دونوں کو مثالوں سے واضح فرمائیں۔

(۳) حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ قربانی واجب ہونے کے شرائط کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، تونگر یعنی مالک نصاب ہونا، یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکاۃ واجب ہوتی ہے۔

(بہار شریعت مطبوعہ اشاعت الاسلام دہلی جلد ۹ ص ۱۱۰)

(۴) حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں جو شخص دوسو (۲۰۰) درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہیں غنی ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔ (بہار شریعت جلد ۱۵ ص ۱۱۰)

اس عبارت میں غنی سے کیا مراد ہے اور دوسو درہم اور بیس دینار میں کیا فرق ہے واضح فرمائیں۔

(۵) اگر کسی مسلمان کے پاس صرف رقم ہو تو شرعاً اس پر کیوں کر قربانی واجب ہوگی صرف رقم

ہونے کی صورت میں شرعاً ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا؟۔

(۶) اقل نصاب کا کیا مفہوم ہے؟ مثال سے واضح فرمائیں۔

سائل ڈاکٹر عبدالوحید رضوی ہیلتھ ریگن مین روڈ آزاد نگر جمشید پور

الجواب

حضور سید عالم ﷺ کے عہد مبارک میں چاندی اور سونا دونوں ہی دھاتوں کے سکے رائج تھے۔ چاندی کے سکہ کو درہم اور سونے کے سکہ کو دینار کہتے تھے۔ حضور ﷺ نے دونوں ہی سکوں کے اعتبار سے مالداری کی حد مقرر فرمائی۔

چاندی کی مقدار دوسو درہم اور سونے کی مقدار بیس دینار، مطلب یہ تھا کہ جس کے پاس صرف چاندی ہو، دوسو درہم پر زکاۃ نکالے کم پر نہیں۔ اور جس کے پاس صرف سونا ہو وہ بیس دینار پر زکاۃ نکالے،

ہمارے زمانے میں علماء نے رائج الوقت اوزان سے اس کی مقدار دریافت کی تو دوسو درہم کے ساڑھے باون تولہ ہوئے، اور بیس دینار کے ساڑھے سات تولہ، اور فقہ کی کتابوں میں کسی نے وہ پرانا نام ہی ذکر کیا اور کسی نے رائج وزن کو، تو فرق صرف تعبیر اور لفظ کا ہے حقیقت میں دوسو درہم اور ساڑھے باون تولہ ایک ہی چیز ہے۔ اسی طرح بیس دینار اور ساڑھے سات تولہ بھی۔

ہاں حضور ﷺ کے عہد مبارک میں دوسو درم اور بیس دینار دونوں کی مالیت ایک ہی تھی اور اسی کو حضور ﷺ نے کم سے کم مالداری کی حد مقرر کی۔ لیکن ہمارا زمانہ آتے آتے سونے کی مالیت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا اور اندازہ یہ ہے کہ دوسو درم کی مالیت اور بیس دینار کی مالیت میں دس گنا کا فرق ہو گیا۔

لیکن فقہائے اسلام نے حضور ﷺ کے فرمان میں کوئی ترمیم نہیں۔ کم سے کم مالداری کے لیے وہی مقدار باقی رکھی جو حضور سید عالم ﷺ نے مقرر فرمائی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ اس سے اتنا ہی تو ہوگا کہ جس کے پاس صرف سونا ہے اس کو کچھ فیسلٹی مل جائے گی۔ تو سونے والے کو یہ فیسلٹی دینا حضور کا حکم بدلنے سے آسان ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ اس فرق کا عملاً کوئی خاص اثر بھی نہ ہوگا کہ عام طور پر لوگوں کے پاس مال ملا جلا رہتا ہے۔ یعنی سونا چاندی سامان تجارت تو ایسے لوگوں کی مالداری کا پتہ لگانے کے لیے سب اموال کی قیمت لگانی پڑے گی اور قیمت اگر چاندی کے نصاب کے برابر ہوگئی تو زکاۃ واجب ہوگی۔ تو سونے کی بڑھی ہوئی مالیت کا فائدہ صرف اسی کو ملے گا جس کے پاس صرف سونا ہو اور کچھ نہ ہو اور یہ فی زمانہ بہت نادر ہے۔

ہدایہ میں ہے: ويقومها بما هو انفع للمساكين۔ (باب زكاة المال: ١٩٥)

مال کی قیمت لگاتے وقت مسکینوں کے فائدے کا خیال کیا جائے گا۔

اسی میں ہے: يضم الذهب الى الفضة حتى ان من كان له مائة درهم و خمسة مثاقيل ذهب وتبلغ قيمتها مائة درهم فعليه الزكاة ۔(١/١٩٦)

سونے کو چاندی کے ساتھ ملایا جائے گا تو جس کے پاس سو درم چاندی ہو اور پانچ مثقال سونا ہو اور سونے کی قیمت سو درم ہو جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہوگی۔ اسی سے آپ کے اس مسئلہ کا حل بھی ہو گیا کہ جس کے پاس رقم ہو، تو زکاۃ کے لیے چاندی کے نصاب کا لحاظ ہوگا۔ اقل نصاب کا لفظ معلوم نہیں آپ نے کس کتاب سے لیا ہے اور وہ کس موقع پر استعمال ہوا ہے۔ اگر آپ نے اس کا بھی حوالہ لکھ دیا ہوتا تو ہم زیادہ صحیح توجیہ کر سکتے۔ موجودہ صورت میں تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ نصاب کی ادنی جو مقدار ہے، جس سے مالداری متحقق ہوتی ہے (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا) لفظ اقل کا مطلب وہی مقدار ہے۔ نصاب کے لیے رقم کی مقدار تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی لیکن زکاۃ واجب ہونے کے لیے شریعت نے ایک شرط کا اضافہ کیا ہے۔

یعنی زکاۃ اس وقت واجب ہوگی جب مقدار نصاب پر سال بھر گذر جائے، اسی کو اصطلاح شرع میں حولان حول کہا جاتا ہے جب کہ فطرہ اور قربانی کے وجوب کے لیے حولان حول شرط نہیں، خاص عید یا بقر عید کے دن آپ مقدار نصاب کے مالک ہوئے تو اسی وقت آپ پر فطرہ اور قربانی لازم ہوگی۔ تو قربانی اور زکاۃ کے نصاب میں ایک فرق حولان حول کا ہوا، اور اسی کو صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہار شریعت میں اور مولانا جلال الدین صاحب نے انوار الحدیث میں بیان کیا۔ اگر بکر اس فرق کا بھی مخالف ہے تو غلطی پر ہے۔ اور اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ گو شرط کے اعتبار سے دونوں نصابوں میں فرق ہے لیکن مالیت کی مقدار دونوں میں ایک ہی ہے تو فی الجملہ اس کی بات صحیح ہے۔

حاجت اصلیہ کی پوری تفصیل بہار شریعت حصہ پنجم باب الزکاۃ میں ہے، ہم اجمالاً لکھ رہے ہیں:

شریعت نے بعض چیزوں کو زکاۃ کی ادائیگی سے مستثنی قرار دیا ہے۔ مثلاً رہنے کا مکان، سواری اور برتنے کا سامان، اور انہیں کو اصطلاح شرع میں حاجت اصلیہ کہا جاتا ہے۔ جیسے کسی آدمی کے پاس سونا، چاندی، نقد، سامان تجارت، رہنے کا مکان، سواری کی گاڑی، سب کچھ ہو تو مکان اور گاڑی کو حاجت اصلیہ مان کر حساب سے الگ کر دیا جائے گا اور بقیہ جائداد کی زکاۃ دینی ہوگی۔

اب فرض کیجئے کسی کے پاس اوپر ذکر ہوئے سوال میں ”مگر رہنے کا مکان نہیں کرایہ کے مکان

میں رہتا ہے لیکن اس کی تجارت مکانوں کی ہی ہے، اس کے پاس بیچنے کے لیے کئی مکانات ہیں تو اب ان مکانوں کو حاجت اصلیہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا، اس لیے سب مال تجارت میں شمار ہوگا، ایسے شخص کو اپنے مال کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہوتا ہے اور دوسرا اسے اپنی زکاۃ دے تو لینا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۷ / رجمادی الاخری ۱۴۱۳ھ

مصارف زکاۃ کا بیان

(۱-۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(الف) زکاۃ کی رقومات کا صحیح مصرف کیا ہے؟، اگر ہم زکاۃ کی رقومات مسلمانوں سے حاصل کریں اور اسے دینی مدرسہ کی تعمیر اور مکان بنانے پر خرچ کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ دیگر اپنے دینی ادارے، غریب ونادار بچوں کے خورد ونوش، علاج ومعالجہ، ملبوسات وکتب پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں، پورا سال گذر جانے پر اگر زکاۃ کی رقومات میں سے مندرجہ بالا امور پر خرچ کرنے سے جو بچ جائے اسے بینک میں جمع کر کے دوسرے یا تیسرے سال خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسا تو نہیں کہ جس سال کی زکاۃ ہو اسی سال خرچ کردی جائے؟

(ب) مسلمان اپنا پیسہ بینک میں جمع کرتے ہیں اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک بینک صرف پیسہ جمع کرتا ہے اور پوری رقم واپس دے دیتا ہے، دوسری میں جمع شدہ رقم سے کچھ زیادہ بطور نفع (سود) کی شکل میں دیتا ہے، آیا اس طرح جو سود یا نفع حاصل ہوتا ہے اسے اپنے کھانے پینے یا دینی اداروں یا مسجد وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا وہ نفع یا سود حرام ہے؟ زکاۃ کی بچی ہوئی رقم کو ہم سیونگ کھاتہ میں جمع کر کے نفع حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(ج) بعض جگہوں پر دینی اداروں میں غریب، یتیم، نادار بچے بہت کم یا بالکل ہی نہیں ہوتے مگر وہ لوگ زکاۃ صدقۂ فطر کی رقومات جمع کرتے ہیں، پھر اسے حیلۂ شرعی کر کے بہت سے دینی کاموں میں خرچ کرتے ہیں کیا ایسا کرنا جائز ہے اگر ایسا کرنا ہو تو اس کا شرعی طریقہ کیا ہے؟۔

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات قرآن وحدیث اقوال صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین اور اقوال سلف وصالحین کی روشنی میں دیگر مشکور فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: شیخ محمد اسماعیل وسید حسن اراکین جامع مسجد بڑگاؤں گوا

الجواب

(ا) مال زکاۃ کا مستحقین کو مالک بنانا ضروری ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [التوبۃ: ۶۰]

مال زکاۃ کا مستحقین کو مالک کردیں۔ اس لیے ایسے مصارف جہاں تملیک نہ ہوسکے، جیسے تعمیر، مدرس کی تنخواہ، کتب خانہ، یا قبرستان، یا مسجد، وہاں یہ پیسہ براہ راست صرف نہیں ہوسکتا۔

عالم گیری میں ہے: "لایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد و کذا القناطیر والسقایات و کل مالاتملیک فیہ"

دینی مدارس کے بچے زکاۃ کا مصرف ہیں۔ قرآن شریف میں زکاۃ کے مصارف میں ایک مصرف فی سبیل اللہ بھی ہے، علمائے کرام فرماتے ہیں: طلبائے مدارس اسلامیہ اس میں شامل ہیں۔

درمختار میں ہے: "وفی سبیل اللہ ھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ علم"

(باب المصرف: ۳/ ۲۶۱)

البتہ ان پر صرف کرنے میں یہ احتیاط ہونا چاہیے کہ دوا علاج میں پیسہ انہیں کو دیدیا جائے کہ وہ ڈاکٹر کی فیس یا بل ازخود اس پیسے سے ادا کریں۔ حتی الامکان زکاۃ کو ان کے مصارف میں سال بسال خرچ کردینا اولی ہے۔ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے: وہ بیت المال۔ سے اموال خرچ کرنے کے بعد بیت المال میں جھاڑو لگوادیتے تھے کہ کچھ باقی نہ بچے، سب صرف کردیا جائے، لیکن اگر آئندہ مصارف کے لیے کچھ پیسہ روک لیا جائے تو شرعاً اس میں قباحت نہ ہوگی۔

(ب) بینک سے جو فاضل رقم وصول ہوتی ہے اولاً تو اسے سود نہ سمجھا جائے۔ ثانیاً احتیاط یہ ہے کہ اسے وصول کر کے اپنی ذات پر خرچ نہ کیا جائے۔ ضرورت مند غریب مسلمانوں کو دیدیا جائے وہ بھی ثواب کی نیت سے نہیں، اسی طرح غریب طلبہ پر صرف کرنے کے لیے مدارس میں بھی دے سکتے ہیں ہاں اگر کوئی بینک ایسا ہو کہ اس کا کوئی حصہ دار بھی مسلمان نہ ہو تو اپنے صرف میں بھی لاسکتے ہیں۔

زکاۃ کی رقم بینک میں جمع کرنے کی ضرورت نہیں، زکاۃ دینے والے پر سال بسال اس کی ادائیگی واجب ہے، اوپر جو رعایت ذکر کی گئی ہے وہ زکاۃ دینے والے کے لیے نہیں، ادارہ کے ذمہ داروں کے لیے ہے، جو مصارف خیر میں صرف کرنے کے لیے بیت المال قائم کرتے ہیں۔

(ج) اگر وہ مدارس دینی ہوں اور دوسری طرح ان کے چلنے کی سبیل نہ ہو تو حیلہ کر کے زکاۃ کا پیسہ اس میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ عالم گیری میں ہے: "والحیلۃ فی ذلک ان یتصدق السلطان علی

الفقراء ثم الفقراء يدفعون ذلك الى المتولى ثم المتولى يصرف ذلك الى الرباط".-(٤٩٦/٦) واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۳؍صفر ۱۰ھ

(۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارے قصبہ بشرام پور ضلع سرگجہ میں ایک کمیٹی بنام فلاح المسلمین قائم ہے جس کے تحت ایک مدرسہ بنام نورالانوار چلتا ہے۔ اس وقت مقامی بچوں کے علاوہ قریب ۲۵؍بیرونی طلباء زیر تعلیم ہیں، ان کے اخراجات وغیرہ کے لیے زکاۃ، فطرہ، عشر اور چرم قربانی وغیرہ کی رقم لگ بھگ ۱۰؍دس ہزار موجود ہے۔ اس جمع شدہ رقم سے انجمن کی کمیٹی کے بعض افراد بنظر احتیاط بموقع فساد ورائٹ وغیرہ حفاظت کے لیے اسلحہ خریدنا چاہتے ہیں، انجمن کے ممبران کی تعداد تقریباً ایک سو ہے۔ سوائے دو چار آدمیوں کے علاوہ سب کی مالی حالت اچھی ہے، اس کے باوجود بھی بعض لوگ مدرسہ کی رقم قرض لے کر اسلحہ جات خریدنا چاہتے ہیں اور بعد میں ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں، یہ دیکھ کر دوسرے ممبران بھی کہہ رہے ہیں، جب مدرسہ کی رقم جو زکاۃ وفطرہ وغیرہ کی ہے، کچھ لوگوں کو بطور قرض اسلحہ خریدنے کے لیے دی جاسکتی ہے۔ اور کمیٹی کے ہر ممبر کو اسی کام کے لیے مدرسہ سے قرض دیا جائے بعد میں ادا کر دیا جائے گا۔

سوال یہ ہے کہ از روئے شرع اس موجودہ دور میں جبکہ ہر جگہ کے مسلمان خطرہ میں گھرے ہوئے ہیں ان کو اپنی حفاظت کے لیے فطرہ، زکاۃ وغیرہ کا جمع شدہ روپیہ اسلحہ کی خریداری کے لیے قرض کے طور پر دیا جاسکتا ہے؟ اگر دیا جاسکتا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی۔ فقط

سائل: حافظ محمد حسین بشرام پور ضلع سرگجہ ایم پی

الجواب

زکاۃ وفطرہ کی رقم کی ادائیگی کے لیے فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔ جن مصارف کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ رقم صرف نہیں ہوسکتی۔ عالم گیری میں ہے: "لا يجوز ان يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطير وكل ما لا تمليك فيه" (باب المصارف: ۲۳۹/۱) ایسے امور کے لیے مسلمان الگ سے فنڈ قائم کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۷؍ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

(۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

جرمنی کے شہر فرنکفرٹ میں ایک فلیٹ کرایا پر لیا گیا ہے جس میں وہاں کے مقامی لوگوں کے بچے دن میں چند گھنٹے ناظرہ قرآن اور دینی مسائل سیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ فلیٹ کا ماہانہ کرایہ انہیں بچوں کے والدین ودیگر مقامی حضرات کے جمع شدہ صدقہ فطر کی رقم سے ادا کیا جاتا ہے۔ لہٰذا سوال یہ ہے کہ کیا

صدقہ فطر کی رقم سے فلیٹ کا ماہانہ کرایہ اور بجلی وغیرہ کا بل ادا کیا جاسکتا ہے؟ اگر ادا کیا جاسکتا ہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ جواب سے نوازیں عین نوازش ہوگی۔ انتظامیہ ادارہ پاک دار الاسلام فرینکفرٹ جرمنی

الجواب

بہار شریعت حصہ پنجم ص ۲۴۲، پر ہے: "زکاۃ کا روپیہ اور فطرہ کا بھی یہی حکم ہے" مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی اور قرآن شریف میں ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾[التوبة: ٦٠] صدقہ فقراء ومساکین کے لیے ہے۔ اگر ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کر دیں اور وہ صرف کریں ثواب دونوں کو ہوگا۔ یہی مضمون در مختار جلد دوم ص ۲/ر، اور عالم گیری جلد دوم ص ۲۷۳/۳، پر ہے۔ اور اسی طریقہ پر ہندستان او ر پاکستان کے تمام مدارس اسلامیہ کا عمل درآمد ہے کہ عام طور پر مسلمان اپنی زکاۃ فطرہ وغیرہ مصارف خیر کی رقم دینی اداروں میں بھیجتے ہیں اور یہ تحریر کر دیتے ہیں کہ یہ زکاۃ فطرہ یا کفارے کی رقم ہے۔ لیکن تمام رقم ذمہ داران ادارہ مسکینوں کو دے کر انہیں مالک بنا دیتے ہیں اور وہ اپنی طرف سے وہ رقم مدرسہ/مسجد وغیرہ کے ذمہ داروں کو بطور چندہ دیتے ہیں۔ اس طرح وہ رقم ادارہ کے تمام مصارف خیر میں صرف ہوتی ہے۔

در مختار کے حاشیہ شامی میں سیوطی کی جامع صغیر سے ایک حدیث روایت کی ہے:

لو مرت الصدقة على يد مأة لكان لهم من الاجر مثل اجر المبتدى. یعنی صدقہ و زکاۃ اگر سو ہاتھ سے گذرے یعنی آپ نے اپنی زکاۃ کسی فقیر کو دی اور اس نے اس رقم سے کسی ضرورت مند کی مدد کی اور اس طرح وہ رقم سو آدمیوں تک پہونچی تو سب کو ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۰؍رجب المرجب ۲۲ھ

(۶-۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں ایک دار العلوم ہے جس میں مقامی بچوں اور بچیوں کے علاوہ متعدد صوبوں کے بیرونی طلبہ مع قیام وطعام تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ زکاۃ وصدقات وغیرہ کی رقمیں بعد حیلۂ شرعی خرچ ہوتی ہیں۔ زمانہ کے لحاظ سے بچوں کی ترقی کے لیے تقریباً آٹھ برس سے دار العلوم ہی کی عمارت میں سلائی وکڑھائی کا کام بھی ہے جس میں مدرسہ کی طالبات کے علاوہ دیگر ہندوں مسلم مقامی طالبات بذریعہ فیس سلائی کڑھائی سیکھتی ہیں اور یہ فیس مدرسہ کے آمد میں درج کر کے معلمہ کی تنخواہ دیگر مدرسین وملازمین کی طرح ماہانہ دی جاتی ہے (یہ فیس مدرسہ میں زیر تعلیم طالبات کے علاوہ لی جاتی ہے)

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جہاں زکاۃ وغیرہ سے ایسے دار العلوم چلیں اس میں سلائی

کڑھائی سکھانے والی معلمہ کو مدرسہ کے فنڈ سے تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے دار العلوم میں مسلم بچیوں کے ساتھ ہندو بچیوں کو تعلیم دینا کہاں تک درست ہے؟

(۳) کیا بچیوں کے فیس کے علاوہ ماہی رقم دار العلوم سے معلمہ کو دینا درست ہے یا نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

اقبال احمد ہندی منیجر دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا یوپی

الجواب

حقیقت یہی ہے کہ مال زکاۃ صرف انہیں مصارف میں خرچ کرنا چاہیے جن کو مال زکاۃ کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، کسی دوسرے کام میں خواہ وہ جائز کام ہی کیوں نہ ہو زکاۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان اللہ تعالیٰ لم یرض فی الصدقات بتقسیم ملک مقرب و لا نبی مرسل حتی یتولی بتقسیمھا بنفسہ۔ (در منثور: ۸۳/۵)

اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کی تقسیم نہ تو کسی مقرب فرشتے کی رائے پر چھوڑی نہ رسول اولو العزم کی صواب دید پر، اس نے اس کی تقسیم کا بیان خود اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے۔ (المبسوط جلد سوم ص ۱۰)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں جن لوگوں کو زکاۃ کا حقدار بتایا ان میں ایک قسم فی سبیل اللہ بھی ہے۔ اور فی سبیل اللہ سے مراد ائمہ اعلام کے نزدیک حاجی، غازی، اور طالب علم دین ہے۔ در مختار اور شامی جلد دوم باب المصارف میں ہے: "و فی سبیل اللہ منقطع الغزاۃ و قیل الحاج وقیل طلبۃ العلم"

اس کا خلاصہ بہار شریعت حصہ پنجم میں ہے: طالب علم کہ علم دین پڑھتا ہے اسے دے سکتے ہیں کہ یہ راہ خدا میں دینا ہوا یہاں تک کہ قرآن وحدیث اور اقوال علما سے یہ ثابت ہے کہ صرف علم دین کی تعلیم کے مصارف براہ راست طالب علم کو مالی زکاۃ دے کر یا حیلۂ شرعی کے بعد جیسا کہ سوال میں درج ہے، ادا کئے جا سکتے ہیں۔ دنیاوی علوم کے لیے زکاۃ کی رقم صرف نہیں کی جا سکتی، اور سلائی کڑھائی جس کے بارے میں آپ نے سوال کیا ہے بلا شبہ علوم دینیہ میں نہیں ہے۔ یہ تو سوناری، لوہاری، بڑھئی گیری، انجینئرنگ اور کاری گری کی طرح ایک صنعت اور حرفت یا دستکاری ہے۔ اس لیے اس کے سیکھنے سکھانے والوں یا دیگر متعلقہ مصارف میں زکاۃ کی رقم صرف نہیں کی جا سکتی، ہاں اس کا سیکھنا سکھانا جائز ہوگا کہ اس میں مذہب کے خلاف کوئی بات نہیں۔

ہاں اگر آپ کے ادارے کا بنیادی مقصد تو دینی تعلیم کا سیکھنا یا سکھانا ہو، مگر کچھ علوم ایسے ہیں جو دینی علوم میں شمار نہیں ہوتے مگر ان سے علم دین حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے جیسے کتابت، مدارس اسلامیہ

میں قرآن وحدیث اور فقہ یعنی مسائل کے ساتھ بقدر ضرورت حساب، جغرافیہ، قواعد، صرف ونحو اور مختلف زبانوں کی بھی تعلیم دی جاتی ہے کہ مسائل اسلامیہ میں ان سے مدد ملتی ہے۔

اسی طرح اس نیک نیتی کے خیال سے حصول علم دین کے بعد یہ بالکل مجبور یا دوسروں کا دست نگر نہ ہوں، یا بچی شادی کے بعد ناواقف نہ رہے، اور امور خانہ داری سے بھی آگاہ رہے، اسی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک ضمنی مضمون کے طور پر اس سے بھی آگاہی ہو جائے، تو اسی نیک نیتی کے ساتھ اپنے ادارے میں اس کا انتظام بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس میں زکاۃ کی رقم بھی صرف کر سکتے ہیں۔ مگر چونکہ آپ نے دینی طالبات علم کے علاوہ دوسری لڑکیوں کو بھی یہاں سیکھنے کی اجازت دیدی ہے اس لیے اس بات کا سخت خیال رکھنا چاہیے کہ حساب سے صرف اتنی ہی رقم زکاۃ سے اس میں دی جائے جو آپ کے دینی تعلیم والے بچوں کے حصہ میں پڑے، مثلاً سلائی، کڑھائی کے شعبہ میں ماہانہ دوسری رقم کی ضرورت ہے، اور سیکھنے والے دو سو ہوں اس میں دیگر لڑکیاں پڑھ رہی ہوں اور طالبات صرف پچاس تو آپ ان پچاس طالبات کے حصہ کی رقم مثلاً پانچ سو روپئے زکاۃ سے ادا کر سکتے ہیں۔ بقیہ بچیوں کے مصارف کی رقم مثلاً ڈیڑھ ہزار روپیہ فیس کے ذریعہ یا دوسرے ذرائع آمدنی سے پورا کرتے ہوں گے۔

مزید یہ کہ سیکھنے والی لڑکیاں عموماً بالغ یا قریب البلوغ ہوتی ہیں تو ان کے لیے پردے اور اخلاقی نگہ داشت کا خاص اہتمام ہونا چاہیے اور آپ کے یہاں جو لڑکیاں سیکھتی ہیں، خواہ غیر مسلم کیوں نہ ہوں، ایک ادارے کی اخلاقی پابندیاں ان کے لیے بھی لازم ہونا چاہیے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحریم: ۶] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۹ رصفر المظفر ۱۴۲۴ھ

(۱۴۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زکاۃ وفطرے کا مصرف کیا ہے؟ نیز اس کے مستحقین کون سے لوگ ہیں؟

(۲) حیلۂ شرعیہ کسے کہتے ہیں؟ اس کا طریقہ وفائدہ کیا ہے؟

(۳) بعد حیلۂ شرعیہ زکاۃ وفطرے کی رقم کہاں کہاں استعمال ہو سکتی ہے؟

(۴) مسافر خانہ جہاں کوئی نادار یتیم نہ ہو وہاں زکاۃ وفطرے کی رقم لگ سکتی ہے یا نہیں؟

(۵) سادات، مشائخ کرام کی خانقاہوں میں برائے تعمیر ودیگر اخراجات زکاۃ وفطرے کی رقم بعد حیلۂ شرعیہ استعمال کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۶) مشائخ کی خانقاہیں مسافر خانے کی حکم میں ہیں یا نہیں؟

(۷) مدرسہ یا خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کی رسید پر زکاۃ وفطرے کی وصولی کرے اور حیلۂ شرعیہ کیا درست ہے؟ برائے کرم مسائل مذکورہ کی قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں وعند الناس مشکور ہوں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد ایوب سکریٹری انجمن ملت اسلامیہ کیراف کے کے ہوٹل پلٹن بازار گوہاٹی آسام

الجواب

اللہ پاک نے قرآن شریف میں فطرہ اور زکاۃ کے مصارف کا خود بیان فرمایا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[التوبۃ:۶۰]

صدقات فقراء اور مساکین کے لیے ہیں، اور ان کے لیے ہیں جو اس کام پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے، اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لیے۔ یہی حکم حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ امام احمد امام ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا: اللہ تعالی نے صدقات کو نبی یا کسی اور کے حکم پر نہیں رکھا بلکہ اس نے خود اس کا حکم فرمایا۔

(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۵۵)

حالات اور زمانہ کی تبدیلی سے مصارف زکاۃ کی آٹھ قسموں میں سے تقریبا تین نایاب ہیں۔ بقیہ پانچ مصارف موجود ہیں جن کو مال زکاۃ دینے کا حکم ہے، بقیہ تفصیلات بہار شریعت باب المصارف میں موجود ہیں وہاں سے معلوم کی جائیں۔ آپ نے زکاۃ میں حیلۂ شرعی کا بھی سوال کیا۔ اس لیے دینی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم کا ذکر کیا جارہا ہے۔ جس طالب علم نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنے کو فارغ کر رکھا ہے وہ مال زکاۃ کا مستحق ہے اور مصارف زکاۃ کی ساتویں قسم میں اس کا شمار ہوتا ہے (بہار شریعت حوالہ مذکورہ بالا) لغت میں حیلۂ کے معنی یہ ہیں کہ مطلب کو تدبیر سے حاصل کرنا۔

(لسان العرب جلد ۳ ص ۱۰۰)

تدبیر اور مطلوب کبھی دونوں ہی اچھے ہوتے ہیں ان کے برتنے میں شرعا کوئی ممانعت نہیں۔ اور دونوں یا مقصد برا ہو تو اس کے لیے ضرور ممانعت ہے، اچھا مقصد اور اس کے لیے اچھی تدبیر قرآن سے ثابت ہے۔ قرآن میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کسی بات پر اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی، اللہ تعالی نے ان دونوں صاحبان کی آسانی کے لیے انہیں حکم دیا: ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ﴾[ص:۴۴] تم اپنے ہاتھ میں تیلیوں کا ایک گچھا لو اسی سے اپنی بیوی صاحبہ کو مارو (اس

ترکیب سے تمہاری قسم بھی پوری ہوجائے گی اور تمہاری بیوی کو بھی تکلیف نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے:

دخل رسول الله ﷺ بيته والبرمة تفور بلحم فقرب اليه خبز وأدم من أدام البيت فقال الم ار برمة فيه لحم قالوا بلى ولكن ذلك لحم تصدق به على بريرة و انت لا تاكل الصدقة. فقال: هو عليها صدقة ولنا هدية.

(مشکوۃ شریف کتاب الزکاۃ ۱/ ۳۳۸)

حضور ﷺ ایک بار گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ چولہے پر گوشت کی ہنڈیا جوش مار رہی ہے۔ گھر کے لوگوں نے روٹی اور کوئی دوسرا سالن حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا میں گوشت کی ہنڈیا کھولتی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ گھر والوں نے کہا: حضور وہ ہماری کنیز بریرہ کو کسی نے صدقہ کا گوشت دیا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ نے فرمایا: ہاں وہ صدقہ کا گوشت ضرور تھا لیکن بریرہ جو صدقہ لینے کی اہل ہے جب اس نے قبول کرلیا اور اپنی طرف سے ہم کو دے گی وہ ہمارے لیے ہدیہ ہوگا۔

اس حدیث سے ائمہ اعلام وعلمائے اسلام نے یہ قاعدہ ثابت کیا کہ قبضہ بدل جانے سے مال کا حکم بدل جاتا ہے۔ صدقہ کا گوشت جب تک بریرہ کے قبضے میں نہیں آیا تھا اس کا حکم یہی تھا کہ وہ مال صدقہ تھا، جب بریرہ نے اس کو وصول کرلیا تو وہ اس کی مالک ہوگئیں اور اپنی طرف سے جس کو بھی بطور تحفہ دیں اس کے لیے اس کا کھانا حلال ہوگا وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وہ حیلہ ہے جسے مدرسہ کے ذمہ داروں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس کو وہ لوگ بدرجہ مجبوری عمل میں لاتے ہیں۔ مجبوری یہ ہے کہ پہلے وقتوں میں اسلامی حکومتیں تھیں جو اپنی طرف سے مدرسوں کا انتظام کرتیں، اور ان کے اخراجات کے لیے اوقاف قائم کرتیں جن کی آمدنی سے طلبہ اور مدرسین اور ادارے کا پورا عملہ فائدہ اٹھاتا۔ اُس زمانہ کے روسا اور نوابوں میں بھی ایسے لوگ ہوتے جو اس کام میں پیش پیش رہتے یا عملا جو خود کفیل ہوتے اپنی ہی رقم سے دینی طلبہ کی بھی کفالت کرتے۔

اب نہ وہ حکومتیں اور نہ روسا رہے نہ گذشتہ دنوں کے مخلص علما رہے، اور اسلام اور مسلمانوں کو باقی رکھنے کے لیے دینی تعلیم کا سلسلہ قائم رکھنا ضروری تھا۔ اس مجبوری کے تحت علمائے اسلام نے زکاۃ کے بیان میں نہایت دیانتداری سے یہ مسئلہ واضح کردیا کہ زکاۃ فلاں فلاں کو دیجائے اور فلاں فلاں کام میں صرف نہ کی جائے۔

عالم گیری کتاب الزکاۃ باب المصارف میں ہے: لايجوز ان يبني بالزكاة المسجد و كذا القناطر والسقايات وا صلاح الطرقات و كرى الانهار والحج والجهاد و كل مالا تمليك فيه لا يجوز ان يكفن به الميت و لايقضى بها دين الميت۔ (۱/ ۹۲۳۹)

زکاۃ کی رقم سے مسجد بنانا، پل تعمیر کرنا، سبیل لگانا، راستوں کی مرمت کرنا، نہر کے پانی کا دام چکانا، پاس میں دوسری صاف رقم ہوتے ہوئے زکاۃ کے مال سے حج کرنا یا جہاد میں زکاۃ صرف کرنا، اور ہر ایسا کام کرنا جس میں زکاۃ کی رقم کا کسی خاص آدمی کو مالک نہ بنا سکیں۔ یوں ہی میت کو اسی رقم سے کفن دینا، یا میت کا قرض ادا کرنا ناجائز ہے۔

ان مثالوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رفاہ عام کی ایسی چیزیں جس سے سبھی فائدہ اٹھائیں، زکاۃ کا مال ایسے کاموں میں صرف نہیں ہوسکتا، کیونکہ مصارف فقراء ومساکین وغیرہ ہیں جن کو دیجائے اس کو مال پر قبضہ دے کر اس کا مالک بنانا ضروری ہوتا ہے، اور رفاہ عام کے مصارف یا مردوں کے کفن ودفن میں کوئی ایک آدمی ہوتا ہی نہیں جس کو مالک بنادیا جائے۔

اور عام مسلمانوں کی ایسی مالی حالت ہوتی نہیں کہ وہ اپنی کمائی میں ایسے امور کے لیے حصہ لگائیں۔ انہیں تو اپنے بال بچوں کے مصارف اور ان کی پرورش سے فرصت نہیں ملتی۔ ایسی مجبوری کی حالت میں علمائے دین نے اس قانون پر عمل کیا کہ مال زکاۃ کسی فقیر محتاج مستحق زکاۃ کو دے کر اسے یہ سمجھا دیا کہ اس کار خیر میں آپ شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ صاحب مال کو زکاۃ ادا کرنے کا ثواب حاصل ہوگا اور آپ کو مسجد بنانے کا اجر ملے گا۔ چنانچہ عالم گیری کتاب الوقف میں ہے:

و كذلك من عليه الزكاة لو اراد صرفها الى بناء المسجد او القنطرة لا يجوز فاذا اراد الحيلة فالحيلة ان يتصدق المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه ذلك الى المتولى والمتولى يصرفه ذلك۔ (باب المصارف: ۱/۳۳۹)

جس کے پاس زکاۃ ہو وہ اس کو مسجد کی تعمیر یا پل تعمیر کرنے میں صرف کرنا چاہتے ہیں تو جائز نہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ رقم متولی مسجد کو دیدے اور متولی فقیروں کو اس کا مالک بنادے اور فقراء وہ رقم مسجد کی تعمیر کے لیے متولی کو دیدیں تب وہ زکاۃ کی رقم مسجد میں صرف کرسکتا ہے۔

یہی ہے وہ حیلۂ شرعی جس کا آپ نے سوال کیا۔ اگر آپ غور کریں تو اس میں حیلہ کیا ہوا، جب فقیروں کو وہ رقم دیدی گئی وہ اس کی ہوگئی تو وہ اس کو جس مصرف میں کرنا چاہے خرچ کرسکتا ہے۔ مسجد یا مدرسہ جس دینی ضرورت کے لیے اس کو سمجھا دیا جائے، اس سے راضی ہو کر کسی مسجد یا کسی دینی مدرسہ کو دیتا ہے تو ایسی صورت میں دونوں ہی ثواب کے مستحق ہوں گے۔ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۴۶۹ میں ہے:

فقیر کو مالک بنادیا، اب وہ فقیر اس رقم کو مسجد میں لگادے تو دونوں کو ثواب ملے گا، وحيلة التكفين بها التصدق على الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما كذا فى تعمير المسجد۔

اور مال زکاۃ ضرورت کے وقت مردے کو کفن دینے کے لیے طریقہ یہ ہے کہ زکاۃ مستحق زکاۃ فقیر کو دیدیں اور فقیر اپنی طرف سے مردے کے کفن میں لگادے، یوں ہی مسجد میں صرف کرنے کا طریقہ ہے۔

اصل مسئلہ کی پوری تفصیل ہم نے بیان کردی کہ زکاۃ کے مصارف جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے، تو ان مصارف میں صرف کرنا سب سے مقدم ہے جہاں مسجد ہو اور اس کی تعمیر عام چندہ سے ممکن نہ ہو تو مصارف زکاۃ کے بعد مذکورہ مال سے حیلۂ کر کے تعمیر مسجد کو ترجیح ہے کہ مسجد بنوانا سنت رسول ہے جس کی تاکید رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔

اس کے بعد تو موجودہ مال میں دینی تعلیم کی بنیادی اہمیت ہے۔ اس لیے یہ مال ایسے طالب علم کو دیں جس نے دینی تعلیم کے لیے اپنے کو فارغ کر رکھا ہو، ایسے ہی مدرسہ کی انتظامیہ کو دے کر انہیں خود تاکید کردیں کہ یہ زکاۃ کے پیسے ہیں، ان کو ان کی مدوں میں خرچ کریں۔ بدرجہ مجبوری دیگر دینی کاموں میں حیلۂ کر کے خرچ کریں۔

مسافر خانہ اور خانقاہ بھی دینی کام ہیں، اس میں بھی بدرجہ مجبوری حیلہ کر کے لگا سکتے ہیں دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ اس کی شدید ضرورت ہو، آج کل دیکھا جاتا ہے کہ زائرین کے نام پر خانقاہ میں حیلہ کر کے وسیع تعمیرات کی جاتی ہیں اور سال بھر بلا استثناء اس میں کرایہ دار رکھے جاتے ہیں، تو یہ دینی کام تو نہ ہوا، تجارت ہوئی۔ دوسری شرط یہ کہ مجبوری ہو، دوسری رقوم فراہم نہ ہوتی ہوں، اس لیے موجودہ حالت میں زکاۃ دینے والوں کو خود تحقیق کرلینا چاہیے، خالی چندہ وصول کرنے والوں کی بات پر بھروسہ نہ کرلیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۴ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

(۱۵-۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زکوۃ وفطرہ کی رقم کیا ان مدارس ومکاتب میں دی جاسکتی ہے جس میں بچوں کو طعام وقیام یا پوشاک کا کوئی نظم نہیں ہے، اگر ایسے مدرسوں میں تصرف کیا جائے تو اس کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟

(۲) کیا زکاۃ کی رقم بالکل الگ رکھ کر ایک ایک پیسہ غریب بچوں کو دے دینا چاہئے، اس میں سے کچھ بھی رقم ایسے مکاتب کے اساتذہ پر خرچ ہو تو یہ رقم کیسی سمجھی جائے گی؟

(۳) زید جمعہ پڑھنے جاتا ہے، فوراً کھڑا ہو کر فرض نماز سے پہلے چار رکعت سنت پڑھتا ہے، تحیۃ المسجد نہیں پڑھتا ہے، پوچھنے پر جواب دیتا ہے، کہ تحیۃ المسجد ۲ رکعت کا ثواب بھی ہمیں اس طرح مل جاتا ہے۔ کیونکہ میں مسجد میں آنے کے بعد بیٹھتا نہیں ہوں، اگر ہم بیٹھیں تو تحیۃ المسجد پڑھنا لازم ہوتا ہے، کیسا مسئلہ ہے بیٹھنے اور کھڑا ہو کر پڑھنے میں، صاف صاف تحریر فرمائیں۔

(۴) بقرعید کی قربانی کا گوشت غیر مسلم میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ فقط

المستدعی نورالدین ٹیرہ سر ضلع دیوریا

الجواب

(۱) زکاۃ فطرہ کے اہل و مستحق تو غرباء و مساکین ہیں۔ مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر میں اس کا خرچ ناجائز ہے۔ ہاں اگر مدرسہ دینی تعلیم کا ہو تو بضرورت ایسا کیا جاسکتا ہے کہ زکوۃ فطرہ کی رقم کسی مستحق کو دے دی جائے اور وہ اپنی طرف سے اس کو مدرسہ کے چندہ میں دے دے، چرم قربانی کی رقم کا یہ حکم نہیں ہے وہ مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کی جاسکتی ہے۔

(۳) مسجد میں داخل ہوتے ہی جس نے دو رکعت تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھی اس کی بھی تحیۃ المسجد ادا ہوئی۔ اور سنت موکدہ فوراً پڑھنے لگا، یا جماعت میں شریک ہوگیا اس کی بھی تحیۃ المسجد ہوگئی، علیحدہ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) نہیں دے سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ یکم رجمادی الاخری ۸۵ھ

الجواب صحیح:۔ عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مجھے قبرستان کی چہار دیواری بنوانی ہے، اگر ممکن ہو تو مجھے مشورہ دیجئے کہ زکوہ کا پیسہ قبرستان پر خرچ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اکبر علی ہاؤس چھوٹا سونا پور کے اندر دکان نمبر مولانا شوکت علی روڈ نمبر ۸

الجواب

زکاۃ کا پیسہ چہار دیواری قبرستان کی تعمیر میں صرف نہیں ہوسکتا، ہاں وہ رقم اگر آپ کسی فقیر کو دیدیں اور وہ اپنی طرف سے تعمیر میں خرچ کرے تو جائز ہے۔ عالم گیری میں ہے:" ولا ینبغی لہ ان یصرف ذلك الی عمارة الرباط ولو صرف الی المحتاجین ثم انهم اتفقوا علی عمارة الرباط جاز۔(باب فی المصارف:۱/ ۲٤۰) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ یکم رذوالقعدہ ۸۵ھ

الجواب صحیح:۔ عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں مدرسہ عربیہ معین العلوم ہے جو تقریباً ایک سال ہوا کہ کوئی عالم اور باہری طلبہ نہیں

ہیں اور مدرسہ کے اخراجات ایک پیسہ باہر سے نہیں آتا ہے، اور گاؤں کا ایک مدرس کام کر رہا ہے اور مدرسہ کے چھت کی پٹائی تو ہے لیکن بقیہ کام صفائی اور زینہ اور پھاٹک ابھی باقی ہے۔ اس حالات میں فطرہ صدقہ اور زکاۃ دینا اس میں جائز ہے کہ نہیں؟ اور برائے مہربانی اس کا فتویٰ جلد ارسال کر کے مرحمت فرمائیں۔

فقط والسلام نظیر علی میاں مدرسہ عربیہ معین العلوم لوہرس بازار بستی

الجواب

زکاۃ اور فطرہ کا مال مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر میں نہیں لگ سکتا ہے۔ غریب طالب علموں کی خوارک میں صرف کیا جاسکتا ہے اگر زکاۃ کی رقم کسی غریب کو دے دی گئی، اور وہ اپنی طرف سے اس مدرسہ میں دیتا ہے تو وہ روپیہ تمام نیک کاموں میں لگ سکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ ۳ر ذوالقعدہ ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۱-۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے گاؤں میں ایک مسجد میں سید صاحب امامت کرتے ہیں، اور باقاعدہ مسجد ہی میں بچوں کو دینیات کی تعلیم دیتے ہیں جس کی کوئی اجرت نہیں لیتے ہیں، سید صاحب کی حالت بہت کمزور ہے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ اس حالت میں سید صاحب کو زکاۃ خیرات فطرہ دینا واجب ہے یا نہیں؟

(۲) جنازے کی نماز سب سے پہلے کس نے پڑھی؟ اور یہ نماز کس وقت سے فرض ہوئی ہے؟ اور کس کے زمانہ میں فرض ہوئی، اور یہ نماز کس پر پہلے پڑھی گئی؟ بینوا و توجروا

اس کا جواب بحوالہ قرآن وحدیث بہت جلد عنایت فرمائیں۔

المستفتی:۔ مولوی احسان اللہ قادری غفرلہ مقام و پوسٹ قصبہ گھاٹ ضلع گورکھپور

الجواب

(۱) سید صاحب مذکور کو زکاۃ اور صدقات واجبہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: "ھذہ الصدقات انما ھی اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد ﷺ"

ویسے سادات کی مدد کرنا مسلمانوں کو دوسری رقم سے کرنا چاہئے۔

(۲) جنازے کی نماز سب سے پہلے حضور ﷺ نے اپنے صحابی اسعد بن زرارہ پر مدینہ میں شوال ۱ھ میں پڑھی۔ "قال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابة فی ترجمة اسعد بن زرارة رضی اللہ تعالیٰ عنه ذکر الواقدی انه مات علی راس ستة اشهر من الهجرة. رواہ الحاکم فی

المستدرك وقال الواقدی کان ذالك فی الشوال قال البغوی بلغنی انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة وانه اول میت"(فتاویٰ رضویہ دوم) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتا دارالعلوم اشرفیہ مبارک پوراعظم گڈھ ۱۶رذوالحجہ ۸۵ھ

الجواب صحیح:۔عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۳) **مسئلہ**: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

یہاں فیض آباد محلہ مغلپورہ میں ایک مدرسہ حنفیہ کے نام سے قائم ہے جس میں پرائمری کورس وانگریزی وریاضی جغرافیہ وغیرہ کی پانچ جماعت تک تعلیم ہوتی ہے۔اوقات مدرسہ بھی سرکاری اس کولوں کی طرح ہے اور بغدادی قاعدہ،قرآن برائے نام شروع کلاس سے لے کر پانچ پانچ گھنٹہ ہے چنانچہ بعض لڑکوں کو سال مہینہ گزر گئے مگران کا قائدہ پارہ عمہ تک ختم نہیں ہوا۔

(۱)زکوۃ کی رقم ماسٹروں کی تنخواہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲)زکاۃ دینے والے کی زکاۃ اداہوگی یانہیں؟۔

(۳) اس کول کے لیے محصل گنہگار ہوگا کہ نہیں؟ ناظم بھی وہی، اور محصل چندہ بھی وہی ہیں،سوائے شخص واحد کے،اورمدرسہ کا کوئی منتظم یا مہتمم وغیرہ نہیں ہے۔ بینوا وتوجروا

محمد قاسم فیض آباد

الجواب

زکاۃ اور خیرات کی رقم تو دینی مدرسہ میں بھی مدرسین کی تنخواہ میں بھی صرف نہیں ہوسکتی چہ جائکہ دنیاوی تعلیم میں اس طرح صرف کیاجائے" ولا یجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات وکری الانہار والجھاد وکل مالا تملیك فیه "(عالم گیری:باب المصارف،۱/۲۳۹)

زکاۃ وفطرہ غلط وصول کرنے والا اور ناجائز خرچ کرنے والاضرور گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتا دارالعلوم اشرفیہ مبارک پوراعظم گڈھ ۲۱رذوالقعدہ ۸۵ھ

الجواب صحیح:عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۴) **مسئلہ**: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

ہمارے یہاں ایک انجمن اس غرض سے قائم کی گئی ہے کہ فطرہ وزکاۃ وچرم قربانی کی رقم جمع کر کے غریب بچوں اوران ہونہار بچوں کی مغربی تعلیم پرخرچ کیا جائے جن کے والدین اعلیٰ تعلیم دلانے سے قاصر ہوں، کیا اس انجمن میں فطرہ اور چرم قربانی کی رقم دینا جائز ہے اوران لوگوں کوزکاۃ فطرہ وصول کر

نے کا حق حاصل ہے۔ سائل محمد وسیم کیرآف محمد جمال الدین کلوتھا مرچنٹ پوسٹ بیلا گنج ضلع گیا۔بہار

الجواب

زکاۃ وغیرہ مصارف خیر کا جوصدقات واجبہ میں سے ہیں،غریب کو مالک بنانا ضروری ہے،پس اگر یہ رقوم غریب کودیدی گئیں اور وہ اپنی ضروریات میں اسے خرچ کرے تو جائز ہوگا۔باقی آج کل جس طرح انگریزی تعلیم کے لیے مال جمع کرتے ہیں اوراس ماحول میں رہ کر بچے جیسا اسلام سے دور ہوجاتے ہیں ایسی تعلیم میں تو دوسرے ذرائع سے بھی پیسہ خرچ کرنا گناہ کی مدد کرنا ہے، چہ جائے کہ زکاۃ وغیرہ صدقات واجبہ سے ان کی مدد کی جائے ۔ہاں اگراس تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کے اصلاح اخلاق کا بھی انتظام ہوتو حرج نہیں،ہاں یہ واضح رہے کہ مال کا مالک بنانا ضروری ہے اگر اپنے طور پر کمیٹی نے انھیں کے لیے خرچ کیا تو جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتا دارالعلوم اشرفیہ مبارک پوراعظم گڈھ ۹رصفر ۸۵ھ

الجواب صحیح:عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۵) **مسئلہ**: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مدرسہ خادم الاسلام موضع لے موازی ضلع سلطان پور۔مورخہ ۳راگست ۹ء مطابق ۲۷رمحرم الحرام ۷۱ھ سے دینی تعلیم کی خدمت انجام دے رہا ہے۔لیکن مدرسہ ھذا کی کوئی خاص بنیادی آمدنی نہیں ہے۔ یہ مدرسہ غریب طبقہ کے مسلمانوں سے چل رہا ہے، کمیٹی کے ممبران کچھ ماہانہ چندہ وصول کرتے ہیں۔ چونکہ گرانی کے اس دور میں ایک مدرس کی تنخواہ بہت ناکافی ہے۔اس کول کمیٹی کرتی ہے اور تنخواہ مدرس کو بھی کمیٹی کی طرف سے دے دی جاتی ہے۔ کمیٹی کو حسب ذیل امداد قرب وجوار کے مسلمانوں کی طرف سے ہے۔تاکہ مدرسہ کے سارے اخراجات پورے ہوتے رہیں،اور مدرسہ ٹوٹ نہ جائے،مزید امداد کے چند طریقے کھال قربانی۔فطرہ۔فصل غلہ،ان ہی امداد پر مدرسہ کی تحفظ وامان قائم ہے۔اگر یہ امدادی نہ کی جائے تو مدرسہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کی کھال وفطرہ وغیرہ مدرسہ کے لیے جائز نہیں،صرف چندہ ہی کے ذریعہ جملہ اخراجات جائز ہیں،اس لیے ازراہ کرم مسئلہ مذکورہ کے متعلق جواب باصواب سے مطلع فرمائیں کمیٹی ہذا کے ممبران کو مشکور وممنون فرمائیں ۔فقط

والسلام ممبران مدرسہ خادم الاسلام موضع سرائے نورانی ضلع سلطان پور

الجواب

زکاۃ اور دیگر صدقات واجبہ مثلا صدقہ فطر وغیرہ کا یہ حکم ہے کہ وہ براہ راست مدرسین کی تنخواہ یا

مدرسہ کی تعمیر میں صرف نہیں کیا سکتا ہے، مدرسہ اگر دینی ہو اور اخراجات کے لیے مجبوری ہو تو یہ کیا جائے کہ زکاۃ وغیرہ صدقات واجبہ کی رقم کسی محتاج فقیر کو دے دی جائے، اس کو اس کا مالک بنا دیا جائے اور وہ پھر اپنی طرف سے مدرسہ کو چندہ دے دے اس طرح یہ رقم بھی مذکورہ بالا مصارف میں خرچ ہو سکتی ہے۔ چرم قربانی صدقات واجبہ میں سے نہیں، اس لیے اس کو یونہی مدرسہ میں خرچ کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم مبارک پور اعظم گڈھ ۲۱ محرم الحرام ۸۷ء

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں تقریباً بیس سال قبل بیت المال قائم کیا تھا جس میں گاؤں والے اپنی زکاۃ فطرات صدقات وعشر وغیرہ جمع کرتے ہیں، اور اس کا مصرف گاؤں کی بیوائیں نادار وغریب اور ایسے لوگ جو اپنا علاج نہیں کروا سکتے ہیں۔ اس بیت المال کی ایک کمیٹی ہے جو مدرسہ کی ہے اور آج سے چار سال قبل اس کمیٹی نے مدرسہ کی رقم سے ایک پرانی عمارت خرید کر اس میں ایک اسکول قائم کیا ہے۔

اب یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کول کیلئے ایک نئی عمارت بنائی جائے، اور بیت المال کی رقم کو حیلۂ شرعی کر کے اس میں لگایا جائے۔ حالانکہ عمارت تو مدرسہ کی ہی ہوگی اور اس کول سے عمارت کا کرایہ وصول کیا جائے گا لیکن یہ عمارت صرف اور صرف اس کول کے لیے ہی بنائی جائیگی۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو فنڈ بیت المال میں صرف اور صرف غریبوں اور بیواؤں کے لیے جمع کیا گیا ہے تو کیا اس سے مدرسہ کی عمارت اس کول کی تعلیم کے لیے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔ المستفتیان: ممبران سیرت کمیٹی

الجواب

علمائے دین نے فطرہ وزکاۃ کے رقم میں حیلہ کرنے کی اجازت ناگزیر دینی ضروریات کے لیے روا رکھا ہے، اس لیے کسی اور مصرف میں صرف کرنے کے لیے ارکان کمیٹی خود اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا تو ہم اس کو دینی ضرورت وہ بھی ناگزیر ثابت کر سکیں گے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾[البقرة: ۲۲۰]

اللہ خوب جانتا ہے کہ کس کی نیت اصلاح کی ہے اور کس کی فساد کی۔

روایت ہے کہ ایک ادارہ کے لوگوں نے اپنے یہاں کے دارالعلوم سے مسئلہ پوچھا، ہمارے ادارے میں ادارے کے کام کے لیے قریب پاس میں آنے جانے کے لیے ہر دم کام لگا رہتا ہے۔ تو زکاۃ

کی رقم سے حیلہ کر کے کوئی آٹو رکشہ خرید لیا جائے، مفتی صاحب نے اجازت دے دی، انہوں نے ایسی ہی رقم سے ایک ماروتی خرید کر ادارے کے اعلیٰ عہدیدار کو نذر کر دی۔ اب بتایئے کہاں نشانہ لگا اور کہاں مارا، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے۔ آمین، واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۶ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

(۲۷-۲۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مسجد کے فرش کے متعلق ایک ہندو سے عدالتی لڑائی ہو رہی ہے برسوں برس ہو گئے ابھی تک صفائی نہ ہو سکی، اور یہاں کے مسلمانوں میں اس قدر کمزوری ہے کہ عدالتی کاروائی کے بابت چندہ بھی نہیں دے سکتے ہیں۔ اس لیے یہ چند سطور تحریر کر کے حضرت کی خدمت عالیہ میں گذارش ہے کہ اگر شرعی قانون کی رو سے اجازت ہو کچھ رقم فطرہ کی مقدمہ مسجد کے لیے شامل کیا جائے کہ نہ کیا جائے؟۔

(۲) قبرستان میں بھی یہ رقم صرف کرنا روا ہے کہ نہیں؟ جواب باصواب سے جلد شرف بخشیں۔

الجواب

زکاۃ وفطرہ کی رقم نہ تو مقدمہ میں صرف کر سکتے ہیں نہ مسجد کی تعمیر میں نہ کسی ملازم کی تنخواہ، نہ قبرستان ومسافر خانہ، نہ کنویں کی تعمیر، آبادی میں۔ یہ رقم قرآن میں ذکر کیے ہوئے ضرورت مندوں کا حق ہے۔ اس لیے انہیں اس کا مالک بنانا چاہیے۔ یہ رقم جب کسی حاجت مند کو دی گئی اب اگر وہ اپنی طرف سے مسجد کو دے دے تو مسجد ان کو تمام مصارف میں خرچ کر سکتی ہے، مقدمہ بھی لڑا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۹-۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ضروری تحریر اینکہ ناچیز نے ایک بکرا صدقہ کے لیے خیال کر لیا ہے اور یہاں پر ایک مدرسہ عربی یعنی اشرفیہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ رسول پور قصبہ محمد آباد گوہنہ میں اب جو کچھ چڑا وغیرہ کی قیمت قربانی وغیرہ کی ہوتی ہے اس پر زیادہ تعداد میں جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کے ہوتے ہوئے آپ کے اس کول پر چڑا وغیرہ کی قیمت روانہ کریں تو قصوروار تو نہیں ہونگے۔ اس غلام نے آپ کے مدرسہ پر قیمت روانہ کرنے کا خیال کر لیا ہے۔ اور ایک عدد چڑا کی قیمت غلام الدین ولد محمد یٰسین صاحب نے مبلغ دو روپیہ روانہ کیا ہوگا۔ اس ناچیز کو گناہ تو نہیں ہوگا۔ اس لیے جوابی کارڈ روانہ خدمت ہے۔ جواب ضرور دیا جائے۔

(۲) اور دوسرا سوال یہ ہے کہ داڑھی صاف کرنے والا امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور نکاح پڑھانے والے قاضی دلہن کی طرف سے گواہ بن کر تصدیق وشہادت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی عبادت وغیرہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ناچیز نے چار پانچ مسئلہ دریافت کیا ہے۔ ایک جوابی لفافہ روانہ کیا ہے۔ مورخہ ۵رمئی ۶۴ء کو خود حضور کو مل گیا ہوگا۔ اس کے جواب سے بھی آگاہ کیجئے گا، سخت انتظار کریں گے۔ اس مسئلہ کی بھی سخت ضرورت ہے اس لیے رحم فرما کر جلد روانہ کرنے کی تکلیف گوارہ کیجئے۔ اس کا عوض اللہ تعالیٰ دے گا۔

فقط والسلام: حافظ نور الحق علی محلہ مہر پور محمد آباد گوہنہ اعظم گڑھ

الجواب

قریب والے مدرسہ کا حق زیادہ ہوگا۔ لیکن دور والے مدرسہ کو دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ علی الخصوص جب کہ دور والے کو کوئی شرعی ترجیح بھی حاصل ہو۔

(۲) داڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ قاضی کو سچی گواہی دینی چاہیے وہ عورت کے موافق گواہی پڑے یا شوہر کے۔ اور اس سے دوسری عبادت پر اثر نہیں پڑیگا۔ شرعا صحیح ہونے کا حکم دے دیا جائے گا، رہ گیا قبول ومردود ہونا باری تعالیٰ سے متعلق ہے، ہم اور آپ اس کا فیصلہ نہیں کرسکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۸رصفر ۸۷ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

صدقہ اور زکاۃ کی رقم جلسہ وجلوس نذرانہ علمائے کرام اور دیگر اخراجات میں خرچ کرنا شرعا کیسا ہے۔ بینوا توجروا والسلام: محمد الیاس قادری چشتی محلہ ہند پڑھی رانچی

الجواب

ناجائز ہے۔ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز ان یبنی بالزکاة المسجد و کل مالا تملیك فیه" (ملخصا) ہاں مال زکاۃ اگر کسی مستحق کو دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے ان مصارف میں خرچ کرے تو جائز ہے، کذا فی العالم گیری۔ یونہی اگر کوئی عالم صاحب نصاب نہیں ہے تو اعانت کے طور پر نذرانہ میں مال زکاۃ پیش کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۷رذوالحجہ ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید سید خاندان سے ہے، اپنے یہاں جامع مسجد کا امام ہے، کوئی وظیفہ یا ماہوار نہیں۔ غریبی و مفلسی کی بنا پر اپنے خاندان میں شادی وغیرہ کی نسبت نہ کرسکا بلکہ شاہوں میں اپنا رشتہ قائم کیا ہے۔ مالی حالت خراب ہے۔ اپنے اہل وعیال کا نان ونفقہ بمشکل کرپاتا ہے۔ یہ مانا کہ ہاشمی خاندان کو صدقہ وزکاۃ وخیرات کھانا جائز نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان ان کی حالت پر ترس کھاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی امداد کی جائے اور ان کی گذر اوقات جائز طریقے پر ہو سکے، اب کون سی رقم ان کو دی جائے جو ہم کو ثواب ہو اور ان کو عذاب نہ ہو۔ لہذا شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: حبیب اللہ خاں بیل گھاٹ گورکھپور

الجواب

سید کو زکاۃ لینا حرام ہے خواہ مفلس ہو خواہ مالدار۔ حدیث شریف میں ہے: "انما هی من اوساخ الناس لا یحل لمحمد و لا لآل محمد" (تفسیر طبری: ۱۹/۴۱۱) سید صاحب مذکور کی مدد ہدیہ اور تحفوں سے کی جائے۔ چرم قربانی کی رقم بھی ان کو دی جاسکتی ہے۔ غیر سیدوں سے شادی کرنے سے ان کے سید ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۶رذوالقعدہ ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

یتیم کی تعریف کیا ہے۔ ایک لڑکا جس کے والد کا انتقال ہوچکا ہے والدہ زندہ ہے ساتھ ہی ایک بڑا بھائی جو جوان ہے روز کماتا ہے اور ساتھ ہی میں سب رہتے ہیں، یتیم کہلانے کا مستحق ہے کہ نہیں، اگر وہ لڑکا کسی یتیم خانہ میں جا کر یتیم بن کر یتیموں کے خرچ خانگی میں فنڈ سے اپنی تعلیم جیسے حافظہ یا اور کوئی دینی تعلیم حاصل کرے تو کیا یہ جائز ہے کہ ناجائز، اگر ایسی حالت میں کسی یتیم خانہ میں یتیم بن کر دینی تعلیم حاصل کرے تو وہ کیسا ہے؟

الجواب

جس بچے کے والد کا انتقال ہوچکا ہو اس کو بلوغ سے قبل یتیم کہا جائے گا۔ یتیم ہونا الگ بات ہے اور صدقہ وزکاۃ کا مستحق ہونا اور بات ہے، اگر یتیم کو اس کے باپ کی میراث سے اتنا مال ملا ہے جو نصاب یا اس سے زائد ہے تو جب تک وہ مال اس کی ملک رہے گا اس کو زکاۃ لینا منع ہوگا، اور اگر وہ مالک نصاب

نہیں ہے تو وہ خیراتی اداروں سے تعلیم حاصل کر سکے گا۔اور زکاۃ صدقات حاصل کر سکے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۳؍رجب ۸۳

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۴۔۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) برکس نقلہ ضلع بورڈ کی طرف سے امدادی اسلامیہ مکتب ہے، جہاں درجہ پنجم تک بورڈ مذکور کے مقرر نصاب کے علاوہ ناظرہ قرآن مجید اردو ابتدائی دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔بورڈ مذکور کی طرف سے مالی اعانت بھی حاصل ہے۔اور طلبہ سے فیس لی جاتی ہے۔پھر مالی کمی کی بنا پر ادارہ مذکورہ صدقہ فطر چرم قربانی اور زکاۃ کی رقوم حاصل کرتا ہے، جو مدرسین کی تنخواہوں اور مذکورہ ادارہ کی عمارت کی تعمیر پر صرف ہوتا ہے۔اس ادارہ میں نادار اور یتیم بچے بھی تعلیم پاتے ہیں۔لیکن ادار مذکورہ کی جانب سے ان کے قیام وطعام کا کوئی انتظام نہیں ہے۔اس ادارہ کے ناظم اعلی کا خیال ہے کہ اپنا ملک دارالحرب ہے۔جہاں صدقہ فطر زکاۃ اور چرم قربانی کی رقوم کو دینی تعلیم کے لیے مدرسین کی تنخواہوں اور تعمیر عمارت مدرسہ پر خرچہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱) کیا ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا چرم قربانی زکاۃ اور صدقہ فطر تینوں کے مصارف ایک ہیں؟

(۳) کیا چرم قربانی زکاۃ صدقہ فطر کی رقوم کو مذکورہ بالا حالات میں تعمیر مدرسہ و مدرسین کی تنخواہوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے؟

(۴) اگر کسی دینی ادارہ کے ناظم نے قربانی زکاۃ اور صدقہ فطر کی رقوم کو مذکورہ حالات میں تعمیر عمارت اور مدرسین کی تنخواہوں پر کسی شخص کے منع کرنے کے باوجود گذشتہ کئی سالوں تک خرچہ کیا تو اس کا تاوان اس کو اپنے پاس سے دے کر صحیح مصارف میں خرچ کرنا ہوگا یا خدا معاف کر دے گا۔

(۵) جن لوگوں نے اپنی چرم قربانی فطرہ اور زکاۃ کی رقوم ناظم اعلی ادارہ مذکورہ کو دانستہ طور پر تعمیر عمارت اور مدرسین کی تنخواہوں پر صرف کرنے کے لیے دیا ہے، کیا ان کی زکاۃ ادا ہوگئی؟ اگر نہیں تو کیا ان کو دوبارہ رقوم کے برابر رقم جائز جگہوں پر پھر دوبارہ دینا ہوگا۔

محتاج دعا: ڈاکٹر صفی اللہ مقام وڈاکخانہ مسکور ضلع گونڈہ

الجواب

(۱) ہندوستان کیا ہے اس کی تفصیل کے لیے اعلی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ کا رسالہ "اعلام الاعلام" دیکھا جائے۔لیکن زکاۃ کے مسئلہ میں دارالحرب دارالاسلام کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔زکاۃ اور فطرہ کی رقم کو مدرسین کی تنخواہ میں صرف نہ کیا جا سکتا۔

(۲/۳) چرم قربانی کی رقم مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ اسلامیہ کی تعمیر میں لگ سکتی ہے کہ صدقہ واجبہ نہیں، نافلہ ہے۔

(۴) ناظم کو ضرور تاوان دینا ہوگا۔

(۵) جن لوگوں نے جان بوجھ کر اس مصرف میں خرچ کرنے کے لیے دیئے، ان کی زکاۃ نہ ادا ہوئی۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۵؍ذوالقعدہ ۸۳

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک سید صاحب خاندان رسول ﷺ سے مالک نصاب ہیں اور اپنے مال کی زکاۃ مستحق کو ادا کردیں جب کہ مستحق بھی عزیز دار ہوں اور آل رسول ﷺ سے ہوں آیا اہل سادات کو زکاۃ دینا جائز ہے یا ہیں۔جب کہ قرآن کریم کا حکم مسلمانوں کے لیے ہے کہ پہلے اپنے عزیز دار قریب والوں کو جو مستحق زکاۃ کے ہوں ادا کرے اور احکام الہی میں تخصیص نسب نہ ہونے پر کیا حکم شرع شریف کا جاری ہوتا ہے، جواب سے جلد مطلع فرمائیں۔بینوا توجروا

المستفتی: پیر سید غلام علی میر ومیاں حسینی احمد آباد گجرات

الجواب

اولا قرآن شریف کی کسی آیت میں بطور عبارت نص یہ تصریح ہم کو نہیں ملی کہ پہلے زکاۃ اپنے قریب والوں کو جو مستحق زکاۃ کے ہوں ادا کرو، حدیث میں یہ تصریح ہے اور اگر تصریح ہو بھی تو جس طرح ذوی القربی کی قسم سے باپ بیٹا وغیرہ کی تخصیص ہے کہ کوئی شخص خود اپنے باپ اور بیٹے کو زکاۃ نہیں دے سکتا ہے اسی طرح سید بھی قرابت دار ہونے کے باوجود زکاۃ کا اہل نہیں، حدیث شریف میں ہے: "ان هذه الصدقات انما هی اوساخ الناس و انها لاتحل لمحمد و لا لآل محمد" یہ زکاۃ لوگوں کا میل ہے یہ محمد اور آل محمد کے لیے حلال نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۵؍ذوالحجہ ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک آدمی ہے، ان کی چار پانچ بچیاں ہیں، لیکن ایک بچی بہت غریب ہے ماں باپ کے یہاں رہتی ہے، کیا اس کے ماں باپ زکاۃ وغیرہ کی رقم سے اس کو کپڑا ادا کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب

زکاۃ کا مال اپنی اصل یعنی باپ، دادا، ماں، وغیرہ کو نہیں دے سکتے۔ اسی طرح اپنی فرع لڑکا لڑکی پوتی پوتا وغیرہ کو نہیں دے سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۲ محرم الحرام ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۴۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے موضع نصوپور کے اندر ایک ایسے اسکول کا قیام ہے جس کی تعمیر گاؤں کے لوگ چندہ سے کرتے ہیں، بقیہ مدرس کی تنخواہ وسامان میونسپل بورڈ پورا کرتا ہے۔ چونکہ پہلے جو اسکول بنا تھا بالکل کمزور ہو گیا ہے اندیشہ ہے کہ بارش کے زمانہ میں یہ عمارت پست ہو جائیگی۔ اس لیے گاؤں کے لوگوں نے چندہ کر کے بیس ہزار اینٹیں جمع کی ہیں۔ سب لوگوں نے یہ سوچا تھا کہ فطرہ اور چالیسواں کی رقم سے اس کو پورا کرلیں گے۔ چونکہ گاؤں کے لوگ نہایت غریب ہیں کوئی شخص اس قابل نہیں ہے کہ تنہا مدرسہ بنوا سکے۔ لہٰذا آپ سے یہ سب باتیں ذہن نشیں کر کے گاؤں کے لوگوں نے فتویٰ منگانا چاہا، جس سے معلوم ہوا کہ اس رقم کو مدرسہ میں نہیں لگا سکتے۔ اب اس صورت میں مدرسہ نہیں بن سکتا تو گاؤں کے چھوٹے چھوٹے بچے تعلیم نہیں پا سکتے، اور نہ کسی صورت میں دور دراز اسکول میں جا کر تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اسکول اسلامیہ کے نام سے مشہور ہے اور اس میں اردو، ہندی اور عربی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

نوٹ: چونکہ پہلے یہ اسکول ڈھولنا میں تھا لیکن کوئی عمارت نہ رہنے کی وجہ سے یہ اسکول نصوپور میں آگیا صورت حال میں علمائے دین ہمیں کوئی راستہ بتلا سکتے ہیں۔ فقط بینوا توجروا

المستفتی: حمید اللہ خان نصوپور

الجواب

یہ بالکل صحیح ہے کہ زکاۃ کا روپیہ یا فطرہ اور چالیسواں کی رقم مدرسہ کی تعمیر یا مدرسین کی تنخواہ میں صرف نہیں ہو سکتی، اس لیے یہ رقمیں تو غریب کو جو اس کا مستحق ہے دینا ہونگی ہاں وہ فقیر اگر اس کو کار خیر سمجھ کر اپنی طرف سے وہ رقم مدرسہ میں دے دے تو لگ سکتی ہے۔

عالم گیری میں ہے: "ان یتصدق بمقدار الزکاۃ علی الفقیر ثم یأمرہ بعد ذلك بالصرف الی ھذہ الوجوہ" (کتاب الحیل: ۶/۴۹۶)

لیکن یہ واضح رہے کہ اگر یہ مدرسہ اسلامی تعلیم کا ہو اور وہاں تعلیم کے نام پر خلاف شرع باتیں سکھائی جاتی ہوں تو روپیہ لگانے والے گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور   الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۴۲-۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) اپنے قریبی رشتہ دار خالہ کو زکاۃ وعشر کی امداد دینا کیسا ہے؟

(۲) زید کی شادی جمیلہ سے ہوئی تھی، مگر کسی وجہ سے دونوں میں جدائی ہو گئی، اور میاں بیوی کا رشتہ بالکل منقطع ہو گیا زید سے ایک لڑکی زاہدہ تھی جمیلہ اس کو لے کر کہیں دور غائب ہو گئی۔ ادھر زید نے دوسری شادی کرلی، دوسری شادی سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ایک عرصہ دراز کے بعد زاہدہ کا پتہ اس وقت چلا جب کہ زاہدہ کی شادی ہو چکی ہے، دو تین بچے بھی ہوئے، اس وقت زاہدہ بیوگی کی زندگی گذار رہی ہے۔ جمیلہ بھی اپنی دوسری شادی کر کے زندگی گذار رہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زاہدہ کی شادی زید کی دوسری شادی سے تولد لڑکے سے ہو سکتی ہے یا نہیں جب کہ دونوں بچوں نے اپنی اپنی حقیقی ماں کا دودھ پیا ہے اور باپ ایک ہی ہے مگر ماں دو۔ جواب جامع مانع اور مدلل ہونا چاہیے۔

(۳) زکاۃ کس مال پر واجب ہوتی ہے، اور عشر کس پر واجب ہوتا ہے، اور مقدار کیا ہے، نقدی اور وزنی میں؟۔

(۴) زکاۃ وعشر کے مال سے مسجد، مدرسے، کنواں، سڑک تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

احمد حسن بکھری ڈاکخانہ صید پور مصباح العلوم چمپارن

الجواب

(۱) اگر خالہ محتاج ہے تو زکاۃ وعشر سے اس کی مدد کر سکتے ہیں صرف اصل وفرع اور جس کا نفقہ اس کے ذمہ ہے ان کو زکاۃ دینا منع ہے۔

عالم گیری میں ہے: "لا یدفع الی اصله و فرعه وان سفل" (باب فی المصارف: ۱/۲۳۹)

(۲) حرام ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ﴾ اور بہنوں سے نکاح حرام ہے۔

عالم گیری میں ہے: "اما الاخوات فالاخت لاب و ام و الاخت لاب والاخت لام"

(باب فی بیان المحرمات: ۱/۳۵۱) بہن میں ماں باپ دونوں ایک ہوں۔ماں ایک ہو باپ دو یا
باپ ایک ہو ماں دو سبھی شامل ہیں، پس زید کی لڑکی اور اس کی دوسری شادی کے لڑکے سے نکاح ناجائز
ہے کہ باپ دونوں کا ایک ہے ماں اگر چہ دو ہیں چاہے وہ دور رہے یا قریب، چاہے تلاش بسیار کے بعد ملی
ہو یا یونہی مل گئی، بہر حال نکاح نہیں ہوسکتا۔

(۳) زمین کی پیداوار بارش سے تیار ہو تو اس میں عشر ہے۔حدیث شریف میں ہے: "ما اخرجته الارض ففیه العشر" (ھدایة اولین: ۱۰۲) اگر غالب حصہ سینچنا پڑتا ہے تو بیس واں حصہ ہے عالم گیری میں ہے: "وما سقی بالدلاء والدالیة ففیه نصف العشر" سونا ساڑھے سات تولہ اور چاندی ساڑھے باون تولہ، اسی قیمت کا سامان تجارت اگر حاجت اصلیہ سے فاضل ہو اور اس پر ایک سال گذر جائے تو اس میں چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے۔

(۴) ناجائز۔عالم گیری میں ہے: "لا یجوز ان یبنی بمال الزکاة المسجد والقناطیر واصلاح الطرقات و کری الانهار والحج والجهاد و کل مالا تملیك فیه"

(باب فی المصارف: ۱/۲۳۹) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۳ رذوالقعدہ ۸۳

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۴۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
مثال کے طور پر میرا کوئی نسبتی بھائی ہے، اور اس کے پاس معمولی سرمایہ ہے، جس سے وہ رزق کا اپنے بچوں کو پالتا ہے۔ اور اس کے پاس چھ لڑکیاں ہے۔لڑکی سن بلوغیت کو پہونچ چکی ہے مگر سرمایہ نہیں ہونے کی وجہ سے شادی نہیں کر پاتے، بقیہ لڑکیاں بھی درجہ بدرجہ بڑی ہوتی جارہی ہیں، ایسی صورت میں کیا قوم کا پیسہ دیا جاسکتا ہے۔مگر بڑی معمولی رقم دینی پڑے گی چونکہ آج کل ہماری برادری میں چلن عجیب وغریب ہے خدا اپنا فضل فرمادے۔بہ فضل خدا قوم کا پیسہ کافی جمع ہے جو کہ کاروبار میں لگا ہوا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز ہے، ہم تو بھی جانتے ہیں کہ یہ پیسہ مدرسہ کو دیا جاتا ہے یا اس کے علاوہ اپنا کچھ بھی نہیں، غیر ہے اپنی لڑکی کے لیے مانگتا ہے تو ہم جب مطمئن ہوتے ہیں تو دے دیتے ہیں تو یہ بھی صحیح ہے یا غلط، قوم کا پیسہ کہاں کہاں کس کس کو کس طرح دینا ہے۔اس کی پوری تفصیل مسئلہ کے مطابق لکھئے۔اس کا جواب دیر سے آئے بھی تو کوئی حرج نہیں۔مگر اس قدر خلاصہ لکھئے گا کہ ہم کو ہر وقت دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہو۔تیسری بات یہ ہے کہ ایک آدمی کے زبانی معلوم ہوا کہ دادا کو بھی دیا جاسکتا مگر وہ عالم نہیں کسی سے

سنا ہے۔تو اس کے متعلق بھی واضح کریں۔ المستفتی: محمد حفیظ اللہ عزیزی

الجواب

(۱) زکاۃ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کو زکاۃ نہیں دی جاسکتی ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی مالیت کا مالک ہو، اور یہ پونجی اس کی ضروریات زندگی سے زائد ہوتے ضروریات زندگی میں پہننے کا کپڑا رہنے کا واجبی مکان اور کھانے پینے بھر کا سامان بتایا ہے، کسی کے پاس سال بھر کا مذکورہ بالا مالیت بھی ضروریات زندگی سے زائد ہو تو اس پر زکاۃ ہے۔

(۲) کسی سید کو زکاۃ کا مال نہیں دیا جاسکتا۔

(۳) رشتہ داروں میں اپنی اصل یعنی باپ دادا پر دادا وغیرہ نانا پرنانا فرع یعنی بیٹے بیٹی پوتا، پوتی، نواسا اور ان سب کی اولاد کو۔

(۴) میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو اپنی زکاۃ دے نہیں سکتے ہیں۔

(۵) اب آپ اپنے مسئلہ کا جواب سنئے، سالا خود محتاج ہو تو اس کو دے سکتے ہیں اور وہ محتاج نہ ہو لیکن اس کے پاس اتنی دولت نہ ہو کہ اپنی لڑکیوں کو باعزت طور پر شادی نہ کر سکے تو ان لڑکیوں کو دیکھا جائے اگر وہ محتاج ہوں یعنی انکے پاس اتنا زیور نہ ہو کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ سکے (یہ بات خاص طور سے اس لیے دیکھنے کی ہے کہ آج کل غریب سے غریب عورت کے پاس زیور ضرور ہوتا ہے) تو اس کو ضرور زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

کتابوں میں ایک شخص کو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زیادہ دینا مکروہ لکھا ہے لیکن آپ ایک ایسی ضرورت کے ماتحت دیں گے کہ کم میں اس کی ضرورت رفع ہی نہ ہوگی اس لیے انشاء اللہ زکاۃ مقبول ہونے کی امید ہے۔آپ شادی کے پورے خرچ کے لیے زکاۃ سے مدد کریں۔لڑکی کو آپ زکاۃ کا روپیہ دیں پھر وہ آپ کو وہ روپیہ ضروریات میں صرف کرنے کے لیے دیں۔

(۱) "لو دفع رجل مائتی او اکثر من مال زکاته الی فقیر واحد ویکره ان یعطی الفقیر اکثر من مائتی درهم وان اعطاه جائز عندنا هذا اذالم یکن الفقیر مدیونا فان کان مدیونا فدفع الیه مقدار مالوقضی به دینه لایبقی له شیء اویبقی دون المائتین لاباس به و کذا لولم یکن مدیونا لکن کان معیلا جاز ان یعطی له مقدار مالو وزع علی عیاله نصیب کل واحد منهم یکون دون المائتین"۔ (فتاوی قاضی خاں جلد ا ص ۱۲۹)

(۲) "کره اعطاه الفقیر نصابا او اکثر الا اذا کان المدفوع الیه مدیونا او کان صاحب

العیال بحیث لوفرق علیھم لایخص کلا ۔اولا یفضل بعد دینہ نصابا فلایکرہ "

"وعن ابی یوسف لاباس باعطاء فی النصاب و کرہ للاکثر وفی المعراج لان التصدق علیہ فی المعنی تصدق علی اعیالہ۔(رد المحتار:۲/۶۸)

(۳) ویکرہ لمن علیہ الزکاۃ ان یعطی فقیرا مائتی درھم او اکثر فلو اعطی جاز وسقط عنہ الزکاۃ فی قول اصحابنا رحمھم اللہ" ۔(بدائع الصنائع ج۲ص۴۲)

(۵) داماد محتاج ہوں تو ان کی بھی مال زکاۃ سے مدد کی جاسکتی ہے، آپ کو جس نے یہ مسئلہ بتایا صحیح بتایا مگر شرط وہی ہے کہ اسکے پاس ضروریات زندگی سے زائد ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی مقدار مالیت نہ ہو۔

(۶) زکاۃ کے بارے میں یہی مسئلہ لکھا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور پھر دور کے رشتہ داروں اور پھر اپنے خاندان اور قبیلہ کے لوگوں میں اسی ترتیب سے صرف کرنا افضل ہے۔

(۷) ضرور تمند غیر بھی آئے بشرطیکہ صحیح العقیدہ مسلمان ہو اور آپ کو اطمینان ہو کہ یہ زکاۃ کے لائق ہے تو ضرور دیجئے۔

(۸) دینی تعلیم طلبہ کی مدد کرنے میں دوہرا ثواب لکھا ہے، آپ نے تحریر فرمایا کہ ایسا خلاصہ لکھیے کہ بار بار مجھ کو پوچھنا نہ پڑے مگر اسی تفصیل کے لیے یہ خط مناسب نہیں، ایسی تفصیل کے لیے تو ایک کتاب لکھنی پڑے گی، پھر ہر کتاب میں ہر مسئلہ صاف نہیں لکھا رہتا ہے، پانچوں نمبر کو لکھنے کے لیے الگ تھلگ دس کتابیں دیکھنی پڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم

(۴۷-۴۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ کلمہ میں محمد رسول اللہ اور اذان میں محمد رسول اللہ پیش اور زبر کا فرق کیا ہے؟۔

(۲) دو انگوٹھی پہن کر کیا نماز ہو جاتی ہے؟۔

(۳) نماز کی حالت میں کپڑا الٹنا کیسا ہے؟ مثلا پینٹ یا پائجامہ کی مہری الٹ دیتے ہیں وہ کیسا ہے؟۔

(۴) چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) یہ فرق عربی گرامر سے تعلق رکھتا ہے چونکہ کلمہ میں محمد کا لفظ مبتداء ہے اور عربی گرامر میں مبتداء کو پیش ہوتا ہے اور اذان میں اشھد ان محمداً ہے، ان حروف مشبہ بالفعل ہے اور یہ اپنے اسم کو زبر

دیتا ہے، یہ سب اصطلاحی الفاظ ہیں جو نہیں جانتا ان کے لیے چیستاں ہیں۔ جو عربی کی ابتدائی کتاب پڑھتا ہو اس کے لیے یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں۔

(۲) دو نگ کی انگوٹھی مردوں کے لیے حرام ہے۔ اس لیے اس سے پہن کر نماز مکروہ ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے:"انما یجوز التختم بالفضۃ لو علیٰ ھیئۃ خاتم الرجال امالوله فصان او اکثر حرم انتھی۔(کتاب الحظر والاباحۃ:فصل فی اللبس.۹/۴۴۱)

(۳) قمیص یا پتلون کا پائنچا الٹنا مکروہ ہے، اس طرح نماز پڑھی تو پھر دوہرائی جائے۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں کف ثوب کہا جاتا ہے۔

درمختار میں ہے:"کمشمر کم او ذیل"

(۴) اگر گھڑی چمڑے کے تسمہ یا فیتہ سے بندھی ہوئی ہے تو باندھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر کسی دھات سونے چاندی پیتل وغیرہ سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ اسے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے۔(فتاوی امجدیہ) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۵۰-۵۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع ان مسئلوں کے بارے میں۔

(۱) زکاۃ وفطرہ و چرم قربانی کی رقم مدرسین کی تنخواہ میں دینا درست ہے کہ نہیں، اور ان رقوم کو مسجد کی تعمیر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟۔

(۲) بینک اور ڈاکخانہ سے اصلی رقم سے زائد کچھ رقم ملتی ہے جسے عام طور پر لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ سود ہے، اس کو استعمال میں لانا حرام ہے؟ کیا اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) گورنمنٹ ہر مال پر کچھ پیسے دیا کرتی ہے جس کو بردھا نسل کہتے ہیں کیا مومن اس کو لے کر خرچ کر سکتا ہے؟

(۴) میلاد شریف وجلسے میں جو صلاۃ وسلام وعظ بیان کے بعد پڑھتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ دیوبندی کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(۵) ٹی وی جو آج جگہ جگہ نظر آتی ہے کیا اسے دیکھنا صحیح ہے اور جس امام نے ٹی وی پر گندی تصویروں کے علاوہ صرف خبریں سنی ہوں تو کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور ٹی وی دیکھنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ چاہے وہ کچھ بھی دیکھے۔

(۶) دیوبندی کے پیچھے جس نے نماز کچھ دنوں تک پڑھ لی ہے تو کیا اس کا اعادہ ضروری ہے ؟اور اعادہ کتنے دنوں تک وہ کرے گا، اور دیوبندی کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۷) شیخ سدو صاحب جن کا فاتحہ لوگ دیہاتوں میں خوب دھوم دھام سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا فاتحہ نہ کرنے سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ عیاش تھے، غیر محرم کے ساتھ وہ زنا بالجبر کیا کرتے تھے، اور ان کی موت بیت الخلاء کے اندر ہوئی ہے، اور وہ ناپاکی کی حالت میں مرے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

(۸) جو انسان اذان کی آواز سن کر نماز کے لیے نہ جائے یونہی بیٹھ کر فضول کی باتیں کرتا رہے، اذان مائک پر نہیں بلکہ اس کے روبرو ہوئی ہو، ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۹) جو مسجد سنیوں کے قبضے سے نکل کر دیوبندیوں کے قبضے میں چلی گئی ہو تو سنی مسلمان اس کی تعمیر کے لیے رقم دے سکتے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی شفیق احمد بکرم پٹنہ بہار

الجواب

(۱) زکاۃ اور فطرہ کی رقم مدرسین کی تنخواہ یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں صرف نہیں کی جاسکتی۔

عالم گیری میں ہے: "لایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار والحج والجہاد وکل مالا تملیک فیہ"

قربانی کی رقم البتہ ان مصارف خیر میں صرف کی جاسکتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "کلوا واشربوا واتجروا"

(۲) مسلمانوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ناجائز ہے، البتہ یہاں کے غیر مسلم اگر اپنی خوشی سے دیں تو ان کے پیسے میں حرج نہیں، تو جو بینک خالص غیر مسلموں کے ہیں ان سے ایسی رقم لینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن لینے والا اس کو سود سمجھ کر نہ لے۔ ایسی رقم سمجھے کہ وہ اسے اپنی خوشی سے دے رہا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "لاربابین المسلم والحربی فی دارالحرب"

(نصب الرایۃ ۱/۱۰۷)

رہ گئے گورنمنٹ کے ایسے ادارے تو ان کے متعلق علما کا اختلاف ہے ہمارے نزدیک اسلم راہ یہ ہے کہ اس کو بینک سے وصول کرلے مگر روپے ذاتی خرچ میں صرف نہ کیے جائیں بلکہ اپنے ضرورت مند رشتہ داروں یا دیگر اسلامی بھائیوں کو دے دیئے جائیں۔

(۳) آپ نے جو نام تحریر کیا ہے وہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ لیکن اگر اس کا مطلب کسی قسم کی امداد ہے جیسے بڑھاپے کی پنشن یا پراویٹ فنڈ میں سرکار جو رقم اپنی طرف سے بڑھا کردیتی ہے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، یہاں لینے والے کو معلوم ہو کہ خاص یہ پیسہ جو ہمیں مل رہا ہے حرام ذریعہ سے جمع ہوا ہے تو

ایسا عطیہ قبول کرنا بھی حرام ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

(۴) دیوبندیوں کو شرک وبدعت کی بیماری ہوگئی ہے۔ اس لیے جو چیز شرک نہیں وہ بھی انہیں شرک ہی نظر آتی ہے۔ اور بدعت دو قسم کی ہوتی ہے، بدعت حسنہ بدعت سیئہ، تو اپنی بیماری کی وجہ سے یہ لوگ حسنہ کو بھی سیئہ سمجھتے ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں تراویح جماعت کے ساتھ نہیں ہوتی تھی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قائم فرمایا اور کہا: نعمۃ البدعۃ ہذہ یہ اچھی بدعت ہے، دیکھئے بدعت کو حسن اور اچھا کہا۔ قرآن عظیم پر زیر زبر اور نقطے حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہیں تھے یہ کام حجاج بن یوسف ایک ظالم گورنر نے کرایا، دیکھئے یہ اعراب قرآن بھی بدعت ہیں لیکن ہندوستان میں ان کا قرآن میں ہونا ضروری ہے تو دیوبندیوں کی باتوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم قرآن عظیم میں ہے، اور یہ کوئی پابندی نہیں کہ فلاں وقت میں بھیجو، اور فلاں وقت میں نہیں، یا بیٹھ کر بھیجو، کھڑے ہو کر نہیں، وعظ کے بعد بھیجو، پس جس وقت اور جس طرح حضور ﷺ پر سلام بھیجا جائے گا جائز ہوگا۔ حکم خدا ورسول کے موافق ہوگا وہ آیت یہ ہے۔

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیماً﴾ [الاحزاب:۵۶]

(۵) ٹی وی میں جو پروگرام خلاف شرع ہوتے ہیں ان کا دیکھنا بلاشبہ حرام ناجائز۔ صرف خبریں اگر امام صاحب نے آنکھ بند کرکے سنی ہوں تو اس طرح سننا منع نہ ہوگا۔ مگر بچنا اس سے بھی چاہیے کہ لوگ عام طور پر یہی بدنام کریں گے کہ امام صاحب ٹی وی دیکھتے ہیں، حالانکہ یہ بیچارے آنکھ بند کیے رہے ہیں

حدیث شریف میں ہے: "اتقوا مواضع التہم"

(۶) دیوبندیوں پر علمائے عرب وعجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ تو ان کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔

عالم گیری میں ہے: "ان کان ہوئ لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلاۃ خلفہ مع الکراہۃ والا فلا" (الباب فی الامامۃ: ۱/۱۰۷)

اگر ٹھیک ٹھیک معلوم نہ ہو کہ کتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں تو اندازہ سے، کہ زیادہ سے زیادہ اتنے دن پڑھی ہوں گی فیصلہ کرے، اور اسی مقدار کی نماز ازسرنو پڑھے۔

(۷) شیخ سدو کے بارے میں فرہنگ آصفیہ میں لکھا ہے کہ یہ کوئی آدمی تھا یا جن، عورتیں اس کی بڑی معتقد ہیں اور اس کے بارے میں ہر طرف اسی قسم کی باتیں مشہور ہیں جو آپ نے لکھی ہیں۔ امروہے کی کسی مسجد میں اس کی قبر یا نشان ہے۔ ہر پنج شنبہ کو عورتیں بڑی تعداد میں گلگلے وغیرہ پکانے کے لیے وہاں جمع ہوتی ہیں اور اس کو رشوت کہئے یا پوجا کرتی ہیں یہ سب باتیں گمراہی کی ہیں۔

(۸) اذان سن کر فضول باتوں میں مصروف رہنے اور نماز کے لیے نہ جانے کا دو مطلب ہوسکتا ہے۔(۱) جماعت میں شریک نہیں مگر نماز پڑھتا۔(۲) سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتا۔ اگر جماعت صحیحہ مطابق سنت ہو، اور یہ بلا عذر شرعی شریک نہیں ہوتا تو تارک جماعت اور مرتکب گناہ ہے، اور اگر یہ مطلب ہے کہ مطلقا نماز ہی نہیں پڑھتا، تو اس کی محرومی اور عصیاں شعاری کا کیا کہنا، وہ تو بہر حال مرتکب کبیرہ ہے، مستحق عذاب الہی ہے، اگر بے توبہ مرا۔ اذان سن کر نماز چھوڑے یا اذان سنے بغیر ہر حال میں گنہگار ہے۔

(۹) مسجد کی تعمیر اور آبادی کا حق صرف سنی مسلمانوں کو ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ﴾[التوبة:۱۸]

وہابی اور دیو بندیوں کا اس پر قبضہ غاصبانہ ہے، اور انہیں اس کی تعمیر کا کوئی حق نہیں، چندہ ان کے ہاتھ دے کر ان کے اس قبضہ غاصبانہ کی تائید وحمایت ہے، جس سے احتراز کرنا چاہیے۔

ارشاد الہی ہے:﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[المائدة:۲] واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۹ رشوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۵۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

یہاں بیت المال قائم ہے، جہاں زکاۃ صدقات عشر وغیرہ کی رقم جمع کرتے ہیں، جس کا مقصد یہاں کی غریب ونادار بیوہ ویتیم بچوں کی مدد کرنا ہے، اور ان کو ان کے اخراجات کے مطابق ماہواری دینا ہے، فنڈ میں رقم زیادہ ہے، لہذا منتظم کمیٹی چاہتی ہے کہ حیلۂ شرعی کر کے مدرسہ کے نام کی عمارت بنوائیں، اور اسے کرایہ پر دیں، تاکہ ادارہ کے خود کفیل ہونے میں معاون بنے، کرایہ پر لینے کے لیے پرائیویٹ اسکول والے تیار ہیں، اور انہیں کی ایماء پر عمارت بنانا چاہتے ہیں لہذا دریافت کرنا یہ ہے کہ مذکورہ مقاصد کے لیے بیت المال کی رقم کو حیلۂ شرعی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

منتظم کمیٹی بیت المال کمہاری ضلع ناگور

الجواب

زکاۃ کا ایک حکم یہ ہے کہ سال تمام ہوتے ہی صاحب زکاۃ یا اس نے جن لوگوں کو اس کا وکیل بنایا ہے ان لوگوں پر فرض ہے کہ وہ روپیہ مستحقین زکاۃ پر تقسیم کردیں، اس میں تاخیر کرنا موجب جرم وگناہ ہے

(فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۴۲۷)

آپ حضرات نے فنڈ میں رقم جمع رکھی، اور مستحقین کو نہ دے کر تاخیر کی، تو فنڈ والے، اور زکاۃ دینے والوں کی اجازت سے ہو تو دونوں گنہگار ہوئے، اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حیلہ کر کے مدرسہ کے نام جو عمارت بنوائیں گے اس کی آمدنی مصارف خیر میں خرچ ہوگی، یعنی مذہبی مدارس پر یا مصارف زکاۃ پر یا ایسے امور خیر پر جن پر براہ راست مال زکاۃ صرف نہیں ہوسکتا، ان کے علاوہ کسی دنیاوی کام کے لیے حیلہ کیا گیا تو وہ بھی ناجائز ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۸ ررجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۶۰۔۶۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زکاۃ اور چرم قربانی کا روپیہ کسی فقیر ومسکین کو مالک بنا کر پھر اس سے درخواست کی جائے، وہ مسجد یا مدرسہ کے مدات مذکورہ میں سے بطور چندہ اپنی طرف سے دے دے، اگر اس نے ایسا کرلیا تو اس روپیہ سے مسجد کے اسباب وغیرہ خرید کرنا، اور مدرسہ فنڈ میں جمع کر کے اسی فنڈ سے مدرسین کی تنخواہ دینا، اور ٹول اور میز کرسی بنانا، اور طلبہ کو بھی کتاب، کپڑے، دوائی وغیرہ دینا، کیا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟۔

(۲) صدقۃ الفطر وزکاۃ وچرم قربانی ومنت اور نذر کی آمدنی کی رقم کسی فقیر مسکین کو مالک بنا کر پھر اس سے درخواست کی جائے کہ وہ مسجد یا مدرسہ کے مدات مذکورہ میں سے بطور چندہ اپنی طرف سے دے دے، اگر اس نے ایسا کرلیا تو اس روپیہ سے نادار طلبہ کی خورد ونوش یا کپڑے وغیرہ اس کے علاوہ مدرسہ یا مسجد کے دوسرے اخراجات تعمیر مرمت، فرش، بتی وغیرہ میں مذکورہ حیلۂ یہ تمام قسمیں کی رقمیں تمام امور مذکورۃ الصدر میں خرچ کرنا، کیا یہ فعل صحیح ودرست ہوگا یا نہیں؟ اور ادائے زکاۃ ہوگی یا نہیں؟

(۳) ہنود کا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں کسی طرح لگ سکتا ہے؟

(۴) کوئی عالم داڑھی قصر کراتا ہے اور اکثر وقت سر پر ٹوپی نہیں رکھتا ہے اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور ٹخنوں کے نیچے پائجامہ لٹکاتا ہے، اور اکثر وقت عورتوں کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے۔

(۵) عیدین کے خطبہ کے بعد ایک بار دعا مانگنا، کیا یہ فعل ناجائز ہے یا مکروہ تنزیہی ہے یا حرام ہے یا تحریمی ہے؟

عیدین کی نماز کے بعد ایک مرتبہ دعا مانگنا، پھر عیدین کے خطبہ کے بعد دوسری مرتبہ دعا مانگنا، کیا یہ فعل صحیح ہے یا نہیں؟۔

المستفتی ڈاکٹر مولانا عبد الرحمن

الجواب

(۱۔۲) صدقات نافلہ جیسے چرم قربانی، چندہ، ہدیہ وغیرہ کو کسی امر خیر میں صرف کرنے کے لیے

حیلہ کرنے کی ضرورت نہیں وہ براہ راست بھی تمام مصارف میں خرچ ہوسکتا ہے، البتہ زکاۃ، فطرہ منت شرعی جیسے ہمارا بیمار اچھا ہوگیا، یا ہمارا کوئی آدمی جو سفر میں ہے خیریت سے گھر واپس آگیا، تو اتنا روپیہ صدقہ کریں گے، یا اتنے مسکینوں کو کھانا کھلائیں گے۔ اس قسم کی رقم کا مصرف فقرا و مساکین ہیں تو ان کو کسی دوسرے مصرف خیر میں بلا حیلہ صرف کرنا جائز نہیں، حیلہ جو آپ نے تحریر کیا ہے وہ یہی ہے کہ وہ رقم مسکین کو دے دی جائے وہ اپنی طرف سے مسجد مدرسہ سرائے مسافر خانہ قبرستان کی ضروریات میں صرف کرے تو یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

عالم گیری میں ہے:" وكذلك من عليه الزكاة لو اراد صرفها الى بناء المسجد او القنطرة لا يجوز فان اراد الحيلة فالحيلة ان يصدق به المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه الى المتولى ثم المتولى يصرف الى ذلك"۔ (عالم گیری جلد۲ ص ۴۷۳)

لیکن خوب یاد رکھئے کہ ایسی رقم کسی ضروری دینی کام میں حیلہ کرکے لگ سکتی ہے۔ جیسے نماز کے لیے مسجد کی شدید ضرورت ہے، اور وہاں کے عام مسلمانوں میں چندے کی استطاعت نہیں، تو اس میں یہ حیلہ ہوسکتا ہے۔ دینی تعلیم کا مدرسہ ہے، اس کا انتظام مشکل ہے۔ اس کے لیے یہ حیلہ جائز ہے، اس کے برخلاف کوئی دنیاوی کام ہو، جیسے دنیاوی تعلیم کا کام ہو، یا کوئی اور دنیاوی ادارہ ہو۔ یا تفریحی تنظیم ہو، اس میں ہرگز حیلہ کرکے زکاۃ وغیرہ نہ لگائی جائے، ورنہ سخت گناہ اور عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آپ نے سوال میں منت کا لفظ ذکر کیا ہے، اس کی دو قسم ہے، واجب اس کی مثال تو ہم نے اوپر بیان کی، اور نفل منت جیسے مریض اچھا ہوا تو میلاد شریف کرائیں گے۔ یا عام مسلمانوں کی دعوت کریں گے۔ اسی طرح نذر کا لفظ بھی واجب اور نفل بلکہ حرام تک کے لیے بولا جاتا ہے، واجب نذر تو وہی جس کو ہم نے اوپر منت واجبہ کے ضمن میں بیان کیا۔ نفل: ایک مثال تو میلاد شریف کی ہم نے ذکر کی، بزرگوں کے لیے ایصال ثواب کو بھی نذر و نیاز اسی معنی میں بولا جاتا ہے، اور آج کل نذر، نذرانہ، گھوس کو بھی کہتے ہیں جو حرام ہے۔

(۳) قرآن شریف میں مسجد بنانا اور اس کو آباد کرنا صرف مسلمانوں کا کام بتایا گیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: ۲]

مسجد بنانا اور بسانا صرف مسلمانوں کے لیے ہے۔

غیر مسلم کوئی رقم یا زمین مسلمانوں کو دے دیں اور مسلمان اپنی طرف سے اس کو مسجد میں لگائیں یا اس زمین پر مسجد بنائیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ مدرسہ میں اس کی پابندی نہیں بشرطیکہ چندہ دے کر وہ اپنا

حق نہ جتائیں۔

(۴) داڑھی حد شرع سے کم کرنا حرام اور پائجامہ ٹخنوں سے نیچا رکھنا مکروہ ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

شامی میں ہے:" ومشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمة كراهة تحريم"

غیر محرم عورتوں سے ہنسی مذاق بھی ناجائز ہے۔

(۵) نماز عید کے بعد اور خطبہ عید کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔ شرعاً کوئی ممانعت نہیں، اس مسئلہ کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "سرور العید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید" دیکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۸ر شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۶۵-۶۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک گاؤں میں مدرسہ ہے، چھوٹے چھوٹے بچے جس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس مدرسہ کے نام پر گاؤں کے چند شخص زکاۃ و فطرہ کا روپیہ وصول کرتے ہیں، اور اپنے مصرف میں خرچ کرتے ہیں، وہی چند شخص قبرستان کے مقدمہ کے لیے چندہ مانگ رہے تھے، وہی چند شخص جب کریم سے چندہ مانگے تو کریم نے کہا کہ پہلے پچھلے چندے کا حساب دو، اس کے بعد قبرستان کا چندہ لو۔ قبرستان کے نام ناجائز روپیہ خرچ کرنے کے لیے میں چندہ نہیں دوں گا، اس پر گاؤں کے چند آدمیوں نے کریم سے سلام و کلام و کھانا و پینا بند کرایا، اور برادری سے الگ کردیا۔ شرع کی رو سے کریم کے ساتھ سلام و کلام و کھانا و پینا بند کرنا کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور جو زکاۃ و فطرہ کا روپیہ کھاتا ہو، اور حساب وغیرہ نہیں دیتا ہے اس کا اور اس کے ساتھ دینے والوں کے بارے میں شرع نے کیا حکم دیا ہے؟

(۲) ایک گاؤں کے مدرسہ میں سنی عقیدہ کے عالم ہیں، اور گاؤں کے لوگ بھی سنی عقیدہ کے ہیں، اسی گاؤں میں ایک بارات آئی، جس بارات کا نوشہ دیوبندی عقیدہ کا تھا، گاؤں کے لوگوں نے جب مولانا سے نکاح پڑھانے کو کہا تو مولانا نے کہا کہ میں نہیں پڑھاؤں گا، کیونکہ دیوبندی کا نکاح پڑھانے سے پڑھانے والے کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اس پر گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ نوشہ کو کلمہ پڑھا کر نکاح پڑھا دو، لیکن مولانا صاحب یہی کہتے رہے کہ نہیں میرا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ کیا یہ قول سچ ہے؟ شرع کی روشنی میں جواب دیں۔

(۳) زید نے کہا کہ دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اس پر بکر نے کہا کہ حج کے لیے جب لوگ جاتے ہیں تو وہاں پر جس امام کے پیچھے نماز سب ایک ساتھ پڑھتے ہیں، کیا اس

کے پیچھے نماز پڑھنے سے نکاح نہیں ٹوٹے گا؟ شرع کی روشنی میں جواب دیں۔ المستفتی: محمد مصطفیٰ

الجواب

(۱) اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے تو اس کا بائیکاٹ کرنے والے ضرور ظالم ہیں۔ انہیں اس ظلم سے باز آنا چاہیے، اور سائل سے معافی مانگنا چاہیے۔ اور اگر واقع میں ایسا نہیں ہے، سائل خود ہی بخیل ہے، اور اس بہانہ سے قبرستان کا چندہ نہیں دینا چاہتا اور دوسروں پر غلط الزام رکھتا ہے تو یہ ان کی کوتاہی ہے جس سے اسے باز آنا چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے: "ای داء ادوی من البخل" بخیل سے بری کون سی بیماری ہے۔

لیکن چندہ نہ دینا اتنی بڑی بیماری نہیں کہ اس کے لیے کسی کا بائیکاٹ کیا جائے، دونوں صورتوں میں یہ ظلم اور زیادتی ہے۔ لیکن آج کل مسلمانوں کا یہ حال ہوگیا ہے کہ مسئلہ عام طور سے حق پر عمل کرنے کے لیے نہیں پوچھا جاتا، جھگڑا بڑھانے کے لیے اور اپنے ذاتی جھگڑے میں دوسروں کو شریک کرنے کے لیے پوچھا جاتا ہے۔ ہماری دونوں کے لیے دعا ہے کہ بقول سائل کچھ لوگ مدرسہ کے نام پر زکاۃ خیرات غریب بچوں کے نام پر حاصل کرکے اپنا پیٹ بھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق دے اور سائل میں اگر بخل کی بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دور کرے آمین۔

(۲) دیوبندیوں پر عرب وعجم کے علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اگر وہ نوشہ ایسا ہی دیوبندی تھا تو مولانا نے بہت اچھا کیا کہ اس کا نکاح نہیں پڑھایا۔ دیوبندی کا نکاح سنی لڑکی سے اور سنی لڑکے کا نکاح دیوبندی لڑکی سے ہوتا ہی نہیں، کوئی لاکھ پڑھائے، جب تک دیوبندی توبہ کرکے مسلمان نہ ہو۔ اور مولانا صاحب اگر ایسے دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر نکاح پڑھادیتے تو خود ان کا ایمان بھی چلا جاتا اور ان کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا۔ عالم گیری میں ہے: "ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ"

جو کفر کرکے مرتد ہوگیا، وہ نہ مرتدہ سے نکاح کرسکتا ہے نہ مسلمہ کے ساتھ نہ کسی اور قسم کی کافرہ کے ساتھ۔

(۳) دیوبندی کے کفر پر مطلع ہوکر اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ اس کو مسلمان سمجھ کر پڑھا ہو تو آدمی ضرور اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور اس کا نکاح باطل ہوجاتا ہے۔

درمختار میں ہے: "ومایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح"

مسئلہ یہی ہے کہ کعبہ شریف میں بھی نجدی امام کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ مگر یہاں پر حج کرنے کے لیے سبھی قسم کے آدمی جاتے ہیں، جن میں جہالت کی وجہ سے کسی کو مسئلہ معلوم نہیں ہوتا، کوئی یہ نہیں جانتا کہ جو شخص امامت کررہا ہے وہ کافر ہے یا نہیں۔ اس لیے تمام حاجیوں پر کفر کا فتویٰ نہیں عائد ہوگا۔ ہاں

آپ جیسے لوگ جن کو یہ مسئلہ معلوم ہوا وہاں پہنچ کر اسے یہ معلوم ہے کہ امام نجدی کافر ہے اور پھر مسلمان سمجھ کر اس کی اقتدا میں نماز پڑھی، تو آپ پر بھی وہی حکم لاگو ہوگا جو اس نجدی پر لاگو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو   ۷ر ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

حیلہ شرعی کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

میں جس ادارہ میں تدریس کا کام انجام دے رہا ہوں اس میں صرف مقامی بچے اور بچیاں تعلیم پارہی ہیں۔ اور اس ادارہ کے جو ناظم اعلیٰ ہیں ان کے پاس زکاۃ صدقات نیز فطرے کی رقمیں بھی آتی ہیں جس سے معلمین کی تنخواہ ادا کی جاتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو وہ کون سی صورت ہے کہ جسے اختیار کیا جائے کہ دلالت ہوجائے۔ نیز ان رقموں کی ادارہ ہذا کی تعمیر میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: مولوی محمد نوشاد عالم نوری خادم الطلبا مدرسہ ہذا

الجواب

زکاۃ فطرہ اور صدقات واجبہ کی رقم مدرسین کی تنخواہ مدرسہ مسجد یا قبرستان وغیرہ کی تعمیر میں صرف نہیں کی جاسکتی، ان مصارف میں صرف کریں گے تو زکاۃ ادا نہ ہوگی۔ بچوں کا مدرسہ جو دینی تعلیم کا ہو اور ان کے آمدنی کے دیگر ذرائع ناکافی ہوں تو اس قسم کے مصارف میں صرف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کو دے دی جائے جو مالک نصاب نہ ہو یعنی خود زکاۃ قبول کرنے کے لائق اور غریب ہو، پھر وہ اپنی طرف سے وہ رقم مدرسہ کو دے دے۔ تو اس کو دے کر مذکورہ مصارف خیر میں صرف کرسکتے ہیں۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۸ر ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

(۲-۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کیا زکاۃ کا روپیہ مسجد میں پلاسٹر میں صرف ہوسکتا ہے؟

(۲) کیا وہ مصلی جو امام کے جماعت پڑھانے کے لیے ہے، اس مصلی پر جماعت سے پیشتر امام سنت کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟   قدم بوس: مولانا رضوی رامپور تیر بلیا یوپی

الجواب

(۱) زکاۃ کا پیسہ مسجد کی کسی ضرورت میں صرف نہیں کیا جاسکتا (عالم گیری) ہاں وہ پیسہ کسی

مسلمان محتاج اور مسکین کو دے کر اس کا مالک بنادیا جائے، اور وہ اپنی طرف سے مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے (عالم گیری)

(۲) امام صاحب مصلی امامت پر سنت پڑھ لیں تو جائز ہے، مگر سنت یہ ہے کہ سنن ونوافل نمازیں گھر پڑھی جائیں، لوگ آج کل عام طور سے اس کی مخالفت کرتے ہیں اور سنت قبلیہ ہوں یا بعدیہ مسجد میں ہی پڑھتے ہیں۔ روکا اس لیے نہیں جاتا کہ پھر غیر مقلدوں کی طرح سنت پڑھنا بالکل چھوڑ دیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم   عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۷ رجمادی الآخرہ ۱۴۱۸ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

دینی تعلیم کے ساتھ بچوں کو ہندی انگریزی حساب کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، کیا ایسے مدارس میں یا ایسے مدارس کی عمارت کی تعمیر میں زکاۃ کی رقم دینا جائز ہے؟ تملیک کا صحیح طریقہ از روئے شرع کس طرح ہے؟ دو چار ہزار روپیہ مدرسہ میں دیا جائے یا مدرسہ کی تعمیر عمارت کے لیے دیا جائے، جس میں کوئی نقص نہ ہو۔ اس سے زکاۃ صحیح ادا ہو جائے گی۔ تملیک کیسے کرائی جائے۔ اس کے متعلق خلاصہ تحریر فرمائیں اس رقم سے مدرسین اور امام مسجد کی تنخواہ بھی دی جاسکتی ہے۔ برائے کرام جلد باصواب جواب تحریر فرمائیں۔ تاکہ اس کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔ اور زکاۃ ادا ہو جائے۔ المستفتی: محمد یاسین قصبہ اتسر ضلع بلیا

الجواب

تملیک کی صحیح اور شرعی صورت یہی ہے کہ آپ کسی سمجھدار غریب کو صورت حال سے آگاہ کر دیں کہ ہم تم کو اتنی رقم زکاۃ سے دیتے ہیں اور تم اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدو۔ اور اس طرح تم کو بھی پورا پورا ثواب ملے گا دین کا کام بھی چلے گا اور وہ روپیہ اس کو دے دیں وہ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی طرف سے مدرسہ میں دے۔ عالم گیری میں ہے: "من علیه الزکاة اراد صرفها الی بناء المسجد او القنطرة ان یتصدق به علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی الی ذلك" جس دینی مدرسہ میں دینی تعلیم کے تابع ہو کر دنیاوی تعلیم دی جاتی ہو وہاں بھی اسی طرح یہ رقم لگ سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۷ ربیع الاول ۸۴ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

صدقات کا بیان

(۱-۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) وہ کیا ہے کہ حدیث جس کے بارے میں حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ایک صحابی سے، کہ تم اپنی ماں کے نام ایک کنواں کھودواؤ اور اپنی ماں کی طرف اس کی نسبت دو۔ حدیث کی پوری عبارت اور صفحہ ہونا چاہیے۔

(۲) فاتحہ کی رسول اللہ ﷺ نے کوئی چیز سامنے رکھ کر آیات قرآنی پڑھا ہے یا نہیں؟ اور خود کھایا اور صحابہ کرام کو کھلایا ہے یا نہیں؟ کہاں کی حدیث ہے علاوہ فاتحہ کی چیز کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۳) حضور نے اپنی پیدائش کے حالات صحابہ کرام کے سامنے بیان کیئے یا نہیں؟

(۴) میلاد کے قیام میں اگر کوئی کھڑا نہ ہو گنہگار تو نہیں ہے؟۔

(۵) اور کھانا پکا کر ہم پہلے فاتحہ کر کے اس کے بعد کھاتے اور غربا کو تقسیم کرتے ہیں اس لیے جب تک ہم غربا کو کھلا نہ لیں ثواب قبل از وقت کیوں نہیں پہنچتا ہے۔ السائل۔ ہدایت رسول سیوانی ۲ ربیع الآخر ۸۱ھ

الجواب

(۱) ابوداؤد شریف جلد اول ص ۲۱۵ میں ہے: "عن سعد بن عبادة انه قال: یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل ؟قال: الماء. فحفر بیرا ثم قال: هذه لام سعد"

(۲) کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ مشکوۃ شریف میں ہے:

"عن ابی هریرة قال لما کان غزوة تبوك اصاب الناس مجاعة فقال عمر یا رسول الله ادعهم بفضل ازوادهم ثم ادع الله لهم علیها بالبرکة فقال نعم فدعاء بنطع فبسط ثم دعا بفضل ازوادهم فجعل الرجل یجیء بکف ذرة ویجیء الآخر بتمرة ویجیء الاخر بکسرة حتی اجتمع علی النطع شیء یسیر فدعا رسول الله ﷺ بالبرکة" اور حضور کا یہ طریقہ پاک تھا کہ: "اذا دعا جعل بطن کفه الی وجهه" پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جاسکتی ہے اور اس پر پڑھا جاسکتا ہے، اور فاتحہ میں یہی ہوتا ہے تو فاتحہ کے جائز ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے جب کہ اس میں کی جانے والی باتیں حضور سے ثابت ہیں۔

(۳) ضرور بیان کیا۔ مشکوۃ شریف باب سید المرسلین میں ہے: "انی عند الله مکتوب خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینه وسأخبرکم باول امر دعاء ابراهیم وبشارة عیسی ورؤیا امی التی رأت حین وضعتنی قد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام" حاکم نے اس

حدیث کو روایت کیا ہے اور جامع صحیح ابن حبان میں بھی یہ حدیث ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے مجمع میں اپنی ولادت باسعادت کا ذکر فرمایا۔

(۴) اگر بر بنائے وہابیت کوئی قیام میلاد میں نہ کھڑا ہو تو ضرور مجرم ہے ورنہ نہیں جب کہ یہ بات خیال رہے کہ آج کل پورے ہندو پاک میں قیام و میلاد سے انکار وہابیوں کا ہی شعار ہے۔

(۵) اس کا جواب یہ ہے کہ کنواں کھودوا کر حضرت سعد نے فرمایا: "هذه لام سعد" اس کا انتظار نہ کیا کہ جب لوگ پانی پی لیں تب کہیں اور یہ بھی خیال رہے کہ ایصال ثواب انھوں نے کب کیا لیکن اس کنویں سے لوگ جب تک فائدہ اٹھاتے رہیں یا فیض یاب ہوتے رہیں گے تو ثواب ملتا رہے گا، قبل از وقت ثواب پہنچانا ہوا یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۲ر جمادی الاولیٰ ۸۲ھ

(۶-۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ حرام مال پر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے، اس کی وضاحت کیجیے کہ کون سے مال پر یہ وعید نافذ ہوگی، نیز کفر ہے، مراد یہاں پر صرف ترہیب، یا حقیقت میں کافر ہو جائے گا؟۔

(۲) ایک وقت اور ایک ہی مجلس میں ایک چیز کا دو بھاؤ کرنا مثلاً یہ گھڑی ہے کہ اگر نقد میں خریدو تو پانچ سو روپے، اور ادھار خریدتے ہو تو آٹھ سو روپے، اس طرح کی بیع جائز ہے یا نہیں؟۔

مزید سرکار علیہ السلام نے جو بیک وقت دو بیع سے منع فرمایا جیسا کہ بہار شریعت حصہ یازدہم بیع کے بیان میں اس کی وضاحت کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟۔

الجواب

(۱) ان تمام اموال کے لیے یہ حکم عام ہے، جس کو ناجائز ذرائع سے حاصل کریں، اور وہ مال بعینہ حرام ہو، اس میں تبدیلی نہ ہوئی ہو، چاہے وہ اموال معاملات، حرام تجارت واجارہ سے حاصل ہوں، یا ناجائز ظلم وزیادتی وغصب سرقہ وغیرہ سے ہوں۔ فتاوی ظہیریہ میں ہے: رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئا یرجو به الثواب یکون کفرا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اگر اس نے اس مال حرام کو اپنی ملک خاص جان کر بطور تبرع خرچ کیا جیسے مسلمان اپنے پاکیزہ مال کو بہ نیت نفل وتطوع تقرباً الی اللہ صدقہ کرتا ہے اور اس پر اپنے رب کریم سے امید ثواب رکھتا ہے، جب تو یہ تصرف حکم شرع سے جدا ہے، اور اس کی بعض صورتوں میں فقہا نے حکم تکفیر کیا ہے۔

(جلد ششم ص ۲۳۶)

مزید تفصیل اسی میں دیکھی جائے، اس سے معلوم ہوا کہ ہر حرام مال کا یہ حکم نہیں ہے حرام لعینہ کا ہے، اور ہر صورت میں امید ثواب رکھنا کفر نہیں مخصوص صورت میں فقہا نے اسے کفر کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کفر کلامی نہیں کفر فقہی ہے۔ یعنی فقہاء کے نزدیک وہ یقیناً کافر ہو جائے گا یہ حکم خالی ڈرانے کے لیے نہیں ہے۔

(۲) آپ نے بہار شریعت میں ذکر کی ہوئی حدیث شریف کا مطلب غلط سمجھا کہ آپ نے اس کو بھاؤ تاؤ پر محمول کیا۔ حدیث شریف میں اس طرح کسی چیز کا بھاؤ تاؤ بتانے کی ممانعت نہیں، بلکہ اس طرح الفاظ سے ایجاب وقبول کی ممانعت ہے، یعنی بیچنے والے نے خریدنے والے سے کہا کہ یہ گھڑی میں تمہارے ہاتھ نقد بھی فروخت کرتا ہوں اور ادھار بھی، نقد دس روپے میں اور ایک مہینہ کی مدت پر ادھار بیس روپے میں، خریدار نے کہا میں منظور کرتا ہوں۔ ان دونوں نے یہ صاف ہی نہیں کیا کہ معاملہ نقد کا ہوا یا ادھار کا اس طرح کی بیع کو حضور ﷺ نے منع فرمایا۔

امام ترمذی نے اپنی سنن میں یہی مطلب تحریر فرمایا: ان یقول الرجل ابیعك هذا الثوب نقدا بعشرة ونسیئة بعشرین ولا یفارقه علی احد البیعین فاذا فارقه علی احدهما فلا باس به اذا کانت العقد علی واحد منهما۔ (سنن الترمذی: باب فی النهی عن بیعتین فی بیعة: ۱/۱۴۷)

بیع فی بیعتین کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی چیز کو نقد دس میں، مثلاً ادھار بیس میں بیچتا ہوں کہا، اور یہ واضح نہیں ہوا کہ بائع اور مشتری نے معاملہ نقد کا کیا یا ادھار کا، تو یہ ناجائز ہے، ایک ہی چیز نقد وادھار دونوں طرح کیسے بکے گی، ہاں نقد ادھار دونوں دام بتانے کے بعد مشتری نے مثلاً یہ کہا میں نقد خریدتا ہوں اور بائع نے اس کو منظور کیا یا بائع نے کہا میں ادھار بیچتا ہوں اور مشتری نے اسے قبول کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہی مرقات اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ۔ بلکہ ان دونوں کتابوں میں یہ بھی تشریح ہے کہ جب ایک ہی چیز نقد وادھار دونوں طرح بکی، تو خریدار کون سا دام لگائے گا نقد والا یا ادھار والا، دونوں اپنی اپنی منفعت کے اعتبار سے ادائے گی چاہیں گے تو جھگڑا ہوگا، اس لیے اس طرح مبہم معاملہ کرنے کو حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے نقد وادھار میں سے کوئی ایک بیع فریقین میں طے ہو جائے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۹ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد آداب کے عرض ہے کہ میں اپنے لڑکے کی جان کے صدقے میں بکرا صدقہ کرنا چاہتا ہوں، اس لیے خدمت میں عرض ہے کہ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ المستفتی: عبد الحمید صالح پور بستی

الجواب

آپ اس بکرے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں اس کا تمام گوشت مسکینوں اور فقیروں میں تقسیم کریں، کھال بھی کسی محتاج کو دے دیں یا کسی مدرسہ میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

چندہ کا بیان

(۱-۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) ایک مسلمان اور اس کی اولاد وغیرہ نے مل کر قرآن پاک اور دیگر اسلامی کتب وغیرہ کی طباعت کی، ذریعہ اسلام و مسلمانوں کی دینی خدمت کرنے اور عامۃ الناس میں اگر کچھ لوگ چھپوانا چاہیں تو کاروباری نقطۂ نظر سے اس کی طباعت کر کے نفع حاصل کرنے کی نیت سے، اچھے قسم کی طباعت والی مشین وغیرہ خریدنے کے لیے اپنی ذاتی رقمیں لگانے کے علاوہ، عام مسلمانوں سے عطیات کی شکل میں مالی مدد لے کر کام کرنا چاہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

اس مسلمان کا پلان یہ ہے کہ مسلمانوں سے وہ جو بھی چندہ لے گا، یہ بتا کرلے گا کہ وہ اس کو ہدیہ اور تحفہ اور نذرانے کی نیت سے دیں، کہ اگر مذکورہ مقاصد میں ناکامیابی ہو تو چندہ دینے والے اس سے دنیا، یا آخرت میں مطالبہ نہ کریں، بلکہ یہ سمجھیں کہ ہدیہ نذرانہ تحفہ دیا تھا اور یہ جان کر دیا تھا کہ وہ یا اس کی اولاد اگر اپنی ہی ذات ملکیت بنالے گی تو اس کو کچھ شکایت یا عذر و مطالبہ کا حق نہ ہوگا، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

(۲) پلان کی کامیابی کی صورت میں اس مسلمان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ ہر مسلمان چندہ دینے والے کی دی ہوئی رقم سے بازار بھاؤ سے اتنی ہی قیمت والی دینی کتابیں اس مسلمان کی طرف سے مفت مسلمانوں وغیرہ میں تقسیم کردی جائے گی تاکہ چندہ دینے والے کو ثواب جاریہ ملتا رہے۔

(۳) اس طرح جب کل چندہ کی رقم کے برابر دینی کتب مفت ہو چکیں گی تب جا کر یہ پلان بنانے والا اور اس کی اولاد ان مشینریوں کو اپنی ذاتی ملکیت بناسکیں گی۔ فقط والسلام

عبداللہ غلام مصطفیٰ جبل پور گوہلپور ۲۲ جنوری ۱۹۹۴ء

الجواب

صورت مسئولہ میں ہم نہ تو بالکلیہ مفتی صاحب کے جواب سے متفق ہیں، نہ بالکل حضرت مولانا

نذر محمد سلمہ کی تائید میں ہیں، البتہ ان کے مختصر نوٹ نے مسئلہ پر باقاعدہ نظر ثانی کی دعوت دی جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ احادیث کریمہ میں مسئلہ سوال سے متعلق بہت ساری حدیثیں ہیں، اگر سب کو جمع کیا جائے تو ضخیم رسالہ ہو جائے، ہم یہاں بقدر ضرورت ذکر کرتے ہیں۔

(۱) عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ ﷺ ما اغناك الله فلا تسئل الناس شيئا۔

(المستدرك: ٤/٣٢٧)

اللہ تعالیٰ نے تم کو بے نیاز اور غنی کیا تو تم کسی سے کچھ نہ مانگو۔

(۲) عن ابن عباس عن النبی ﷺ من سئل وله ما يغنيه جاء يوم القيامة ومسائلته في وجهه خموش او خدوش او كلوح. قيل: يا رسول الله ﷺ ما الغناء. قال: خمسون درهما او قيمتها من الذهب۔

(۳) و في رواية ان يكون له شبع يوم وليلة

(٤) وعن ابي سعيد الخدري اربعين درهم۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مالداری کے بعد بھی سوال کیا تو اس کے چہرے میں سوال کے اثر سے قیامت کے دن ایسے نشان ہوں گے جیسے چہرہ درندوں کے پنجوں سے نچا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے پوچھا اس مالداری کی حد کیا ہے؟ تو آپنے فرمایا کہ پچاس درہم ہے، یا اس کی قیمت برابر سونا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ سے ایک صاحب کچھ مانگنے آئے تو اوپر والی وعید سنائی اور مالداری کی حد چالیس درہم بتائی، تو انھوں نے دل میں سوچا کہ میری اونٹنی تو چالیس درہم سے بہت زیادہ ہے یہ سوچ کر بغیر مانگے ہی لوٹ گئے، اور ایک دوسری روایت میں چوبیس گھنٹے کی خوراک بتائی گئی ہے۔ پہلی حدیث شریف میں لاتسئل کا لفظ ہے جو نہی ہے اور حرمت پر دلالت کرتا ہے، تو اس حدیث سے جس کے پاس مذکورہ بالا مقدار میں مال ہو بظاہر یہ ثابت ہوا کہ اس کو سوال کرنا مطلقاً حرام ہے۔ دوسری میں بھی عذاب قیامت کی وعید ہے، جس فعل پر عذاب کی وعید ہے وہ گناہ کبیرہ ہے جو حرام ہے۔ بقیہ دو حدیثیں میں نے اس لیے لکھدیں کہ یہ بات نظر میں رہے کہ مالداری کی حد میں اور تین حدیثیں ہیں جس کے ذریعہ سوال حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ تو ہوا مسئلہ کا ایک رخ۔ لیکن امام ملک العلماء کاشانی صاحب بدائع الصنائع فرماتے ہیں: کہ مذکورہ بالا حکم زکاۃ و خیرات واجبہ کے مانگنے والے کے لیے ہے" وما رواه مالك محمول على حرمة السوال معناه لا يحل سوال صدقة لمن له خمسون درهما او

عوضها من الذهب ۔ (بدائع جلد۲۔ص۴۸)

امام مالک نے جو حدیثیں روایت کی ہیں وہ سوال کی حرمت پر محمول ہیں، اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ خیرات وزکاۃ مانگنا اس کے لیے حلال نہیں جو پچاس درھم کا مالک ہو، اس توجیہ پر صورت مسئولہ کو اس سے کوئی علاقہ نہیں، کہ یہ تو ھدیہ وھبہ کا سوال ہے اور حرام مال زکاۃ مانگنا ہے، ایک نقطۂ نظر یہ بھی ہے کہ مالدار آدمی سوال کو اپنا ذریعۂ معاش اور پیشہ نہ بنالے جیسے کہ آج کل فقیروں کی برادری بن گئی ہے جو کہتی ہے کہ ہمارا پیشہ ہی بھیک مانگنا ہے حالانکہ ان کے پاس مانگ مانگ کر کافی پیسہ جمع ہو جاتا ہے تو ایسے لوگوں کا سوال کے ذریعہ کسب بد اور حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ عن حبیش بن جنادة عن رسول الله ﷺ سائل الناس يشرى خمو شافى و جهه يوم القيمة۔ بھیک منگا جو مال جمع کرنے کے لیے اور لوگوں سے سوال کرتا پھرے تو قیامت کے دن اس کے چہرے میں کھرونچ ہوگی، ظاہر ہے کہ سرمایہ کاری کے لیے مانگتے پھرنا پیشہ ور فقیروں کا ہی کام ہے۔ فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی فتاوی رضویہ جلد چہارم میں اس مسئلہ کا ذکر کتاب الزکاۃ میں ہی کیا ہے، تین فتوے ہیں اور تینوں میں ہی ایسے سوال ہی مذکور ہوئے ہیں جو کافی مالدار ہو کر گداگری کرتے پھرتے ہیں، اور اسی کو پیشہ بنا رکھا ہے، آپ نے شدت کے ساتھ اس کی حرمت کا حکم دیا ہے اور استدلال میں وہی حدیثیں پیش کی ہیں جنھیں ہم نے اب تک نقل کیا ہے، آپ کے طرز عمل سے بھی اس بات کو تقویت ملتی ہے، ان احادیث میں حرمت کا حکم سوال کو پیشہ اور ذریعہ معاش بنانے والوں اور خاص صدقات واجبہ کا سوال کرنے والوں کے لیے ہے۔

عالمگیری جس کا حوالہ مولوی نذر محمد سلمہ نے دیا ہے اس میں بھی یہ مسئلہ کتاب الکراھیۃ باب الکسب میں ہے۔ الحاصل کہنا یہ ہے کہ کتب حدیث وفقہ میں ضرور سوال کی ممانعت آئی مگر یہ ممانعت مطلق نہیں ہے۔ گداگری کے پیشہ سے متعلق ہے اور سوال خیرات وزکاۃ سے متعلق ھدیہ کی طلب اس سے خارج ہے۔ اب دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔

(۶) عن سهل رضى الله عنه ان امرأة جاءت الى النبى ﷺ بردة منسوجة قالت نسجتها بيدى فجئت لاكسوكها فاخذها النبى ﷺ محتاجا اليها فخرج الينا وانها ازاره فحسنها فلان فقال اكسنيها وما احسنها فقال القوم ما احسنت. لبسها النبى ﷺ محتاجا اليها ثم سألته وعلمت انه لا يرد سائله فقال والله ما سألته لاكسوها انما سئلتها ليكون كفناً ۔ (بخاری شریف جلد اول باب استعداد الکفن)

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیہ ایک چادر حضور ﷺ کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے، میں اسے آپ کے پاس لائی ہوں کہ اسے آپ کو پہناؤں، حضور نے اس کو قبول فرمایا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، آپ اسی چادر کو تہبند کی طرح باندھ کر گھر کے اندر سے محفل میں تشریف لائے تو عبدالرحمن بن عوف نے یا سعد ابن ابی وقاص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ چادر بڑی اچھی ہے، آپ مجھے اسے دے دیں، آپ نے عطا فرما دی تو لوگوں نے مانگنے والے سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں، کیا تم کو نہیں معلوم کہ حضور ﷺ کسی سائل کو لوٹاتے نہیں، اور اس وقت حضور ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی، انھوں نے معذرت کی کہ میں نے پہننے کے لیے نہیں بلکہ کفن بنانے کے لیے اسے مانگا ہے، ابن عوف اور ابن وقاص دونوں حضرات عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ہدیہ کا سوال ناجائز ہوتا تو حضور ﷺ سے یہ لوگ چادر نہ مانگتے اور مانگ لیا تھا تو حضور نہ دیتے کہ تم نے حرام سوال کیا مگر انھوں نے طلب کی تو حضور ﷺ نے انکار نہیں فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ ہدیہ کا سوال حرام نہیں۔

امام عینی اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: فيه جواز المسئلة فى المعروف ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حسن سلوک کا سوال جائز ہے۔ اس موضوع پر اور بھی بہت سی حدیثیں پیش کیا جا سکتی ہیں۔

(۷) سوال وطلب سے متعلق بعض بعض حدیثوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ سوال سے بچنا افضل ہے اور سوال مکروہ ہے، امام بخاری علیہ الرحمہ نے ایسی حدیثوں کو ایسے ہی عنوان سے ظاہر کیا ہے۔ باب الاستحباب الاعتراض عن المسئلة ۔ سوال سے پرہیز کرنا مستحب ہے۔ امام عینی اس کی شرح یہ فرماتے ہیں: فيه جواز السوال للحاجة وان كان اولىٰ تركه۔ اس میں بضرورت سوال جائز ہونے کا ذکر ہے لیکن پرہیز اولی ہے، المختصر سوال کی احادیث میں بظاہر اندافع نظر آتا ہے اس لیے امام عینی نے ان مختلف احادیث میں یہ تطبیق ذکر فرمائی ہے:

مدارك الحديث فى هذا الباب على كراهية المسئلة وهى على ثلثة اوجه حرام مكروه ومباح اما الحرام لمن سئل وهو غنى من زكاة او ظهر الفقر فوق ما هو به والمكروه لمن سئله وعنده ما يمنع ذالك ولم يظهر من الفقر ما هو به والمباح لمن سئل بالمعروف قريبا او صديقا ۔

اس باب کی حدیث کا بنیادی مسئلہ سوال کی ناپسندیدگی ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مالدار: ایسے مال دار کو زکاۃ سے سوال حرام ہے اور اس شخص کو بھی سوال حرام ہے جو اپنی فقیری کو بڑھا چڑھا کر ظاہر کرے۔ (۲) اور ایسے شخص کے لیے سوال مکروہ ہے، جس کے پاس سوال سے بچنے کا

اسباب ہے اور واقعی احتیاج وفقر ظاہر بھی نہیں کرتا۔ (۳) اور اس کے لیے مباح ہے جو رشتہ داروں اور احباب سے حسن سلوک کا طالب ہو۔

سوال میں ذکر کی ہوئی صورت کو تیسرے ہی خانہ میں رکھا جا سکتا ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس طرح لوگوں سے رقم طلب کرنا عذاب وثواب دونوں ہی سے خالی ہے، وہ بھی محدود دائرہ میں یعنی صرف عزیز واحباء سے۔ اور سوال میں اس طریقہ کار کی جو توجیہ بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر بطور قرض کام کیا جائے اور خدانہ خواستہ اس کیم فیل ہو جائے تو ادائیگی مشکل ہے، اور مواخذہ آخرت کا ڈر ہے تو یہ وہم ہے کہ نیت بخیر ہو تو اللہ تعالیٰ ادائیگی قرض میں اعانت فرماتا ہے، اور آج کل تو لوگ عام طور پر سودی قرض لے کر کام کرتے ہیں تو جس کو قرض مل جائے اس کا کیا کہنا، خیرات ورنہ بطور شرکت ومضاربت کام کیا جائے کہ خسارہ کی صورت میں سارے فریق ہی ذمہ دار ہوتے ہیں، اور منافع ہونے کی صورت میں اگر کچھ مسلمان بھائی بھی شریک ہو جائیں تو سائل کا کیا حرج ہے جب کہ سوال سے ان کی نیک نیتی ظاہر ہے۔

اور اس کیم کی کامیابی کی صورت میں جب وہ اعانت کنندگان کی طرف سے اعانت کی مقدار میں کتابیں مفت تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ انہیں کتابوں کا معاملہ ان سے کر لیں، اور قیمت پیشگی وصول کر لیں، اور طباعت کے بعد کتابیں ان کو دے دیں، یا ان کی اجازت سے ضرورت مندوں کی تقسیم کر دیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہدیہ کا سوال صرف مباح ہے کوئی امر مستحسن نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "الید العلیاء خیر من الید السفلیٰ" (مسند امام احمد: ۲/۲۲۶) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید سے علی نے کہا اگر اتفاق رائے ہو تو مسجد کیلیے چندہ اکٹھا کریں، اور مسجد کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کی جائے، مسجد کی زمین زید کے نام ہے، علی نے کہا زید سے کہ آپ اپنا نام مسجد سے نکلوا لیں تو ہم چندہ وصول کریں گے، زید نے علی کی بات پر اتفاق کیا، کچھ چندہ اکٹھا ہوا، اور کچھ لوگوں نے مسجد تعمیر ہونے تک دینے کو کہا۔ زید نام نکلوا لینے سے پھر گیا یہاں تک کہ مسجد کی زمین سے نام نکلوا لینے کیلیے علی کے گروپ کے لوگوں نے مقدمہ دائر کر دیا، مقدمہ میں زید کی ڈگری ہو گئی، بات یہاں تک پہنچی کہ دو گروپ ہو گئے، زید نے علی کے گروپ کے لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا، یہاں تک کہ امام کو بھی ڈرایا دھمکایا، گالی گلوج بھی کیا، امام نے اپنی امامت چھوڑ دی، ایسی صورت میں علی نے جو چندہ اکٹھا کیا ابھی اور چندہ ملنا باقی ہے، اس چندہ کے پیسے سے دوسری جگہ زمین خرید کر مسجد بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

حاجی محمد یٰسین مصر پور نہا پورہ پوسٹ مہراجنج ضلع اعظم گڑھ

الجواب

چندہ چندہ دینے والوں کی ملک ہوتا ہے، اگر تمام لوگ جنھوں نے چندہ دیا اس پر راضی ہوں کہ دوسری جگہ میں لگایا جائے تو وہ چندہ دوسری مسجد میں لگانا جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک سنی مدرسہ ایک جگہ پر قائم ہوا، جس کا چندہ صرف سنی افراد ہی دیتے تھے، اور پھر اسی مدرسہ کی کمیٹی کے ایک صاحب نے ہمارے ملک میں کچھ دیوبندیوں کا مشہور گاؤں ہے، اور سب وہابی ہیں، ان سے اس مدرسہ کا چندہ وصول کیا۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ دیوبندیوں کا چندہ مثلاً زکاۃ، صدقہ، خیرات، عطیہ وغیرہ سنی مدرسہ میں چل سکتا ہے۔ اور مہمان رسول کے خورد ونوش کا انتظام گستاخ رسول کے روپیہ سے یہ عند الشرع جائز ہے۔ یا ناجائز۔ خلاصہ تحریر فرمائیں۔

خصوصاً حضور سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اقوال سے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی احقر سید احمد شاہ بخاری قادری ٹھکانہ سرایا دامقام بھوج ضلع کچھ گجرات

الجواب

مسجد بنانا صرف مسلمانوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبة:۱۸]

اس لیے مسجد کی تعمیر میں کسی غیر مسلم یا مرتد وغیرہ بد دین اور گمراہوں کی رقم صرف نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ مال مسلمانوں کا ہی ہو، مگر حرام ذرائع سے حاصل کیا ہو تو اس کو بھی مسجد کی تعمیر میں یا اس کے مصارف میں صرف نہیں کر سکتے۔ شامی میں ہے: ان الله طيب وهو لايقبل الا الطيب۔

دوسرے اسلامی اوقاف کے سلسلہ میں فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۵۸ پر ہے:

سائل نے بیان کیا کہ وہ کنواں مسجد کا نہیں، نہ وہاں کوئی آبادی ہے، مسافر لوگ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ کنواں رہگیروں کے لیے ہے، ہندو اس کی مرمت کرانا چاہتا ہے تو کرائے جب کہ اس کی وجہ سے وہ کوئی استحقاق اپنا ایسا نہ کرے کہ وضو غسل میں مزاحم ہو سکے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مسجد کے علاوہ مسلمانوں کے اوقاف مثلاً۔ کنواں مدرسہ مسافر خانہ وغیرہ میں کسی استحقاق کے بغیر وہ چندہ دے تو اس

ہ لیا جاسکتا ہے۔اور ان کو اوقاف کے مصارف میں صرف کیا جاسکتا ہے۔اور دوسری جگہ فرماتے ہیں
م کا عطیہ کہ اس کے اپنے مال سے ہو۔خصوصا اپنے اسلامی کام میں نہ لینا چاہیے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:انی نہیت عن زبد المشرکین۔(سنن ابی داؤد)

دوسری روایت میں ہے:انی لا اقبل ھدیۃ مشرک۔(مجمع الزوائد:۶/۱۲۷)

تیسری روایت میں ہے:انا لا نقبل شیئا من المشرکین۔(سنن ابی داؤد:۳۵)

چوتھی روایت میں ہے:انا لانستعین بمشرک۔(کنز العمال:۹:۱۰۰۹)

اور دوسری حدیثوں میں جواز و اجازت بھی ہے۔

اس کا خلاصہ ہوا کہ مرتد اور بددینوں سے ایسے نیک کاموں میں چندہ مانگنا نہ چاہیے،وہ از خود اپنی مرضی سے دیں،اور یہ ڈر نہ ہو کہ آئندہ اپنا حق جتانے لگیں گے،تو لے لیا جائے اور اسے ان مصارف خیر میں صرف کرنے میں حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۲ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
لوگ مسجد میں خصی بکری مرغا وغیرہ دیتے ہیں وہ بیچ کر کے مسجد میں لگانا اور امام کو تنخواہ دینا کیسا ہے؟۔بینوا توجروا

المستفتی:عطاء الرحمٰن موضع ابرا ضلع مالدہ بنگال

الجواب

بلا شبہ صرف کرسکتے ہیں کہ چندہ رقم کے ساتھ خاص نہیں ہر مال دے سکتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۱ر جمادی الاولیٰ ۹۱ھ

الجواب صحیح:عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
شہر جونہ گڈھ میں تقسیم کے بعد چند آدمیوں کی ہلال کمیٹی قائم ہوئی۔یہ کمیٹی شہر اور عیدگاہ میں سے چندہ اکٹھا کر کے رمضان مبارک میں افطار و سحر کے لیے لوگوں کا انتظام کرتی ہے اور گولے چھوڑنے والے کو نذرانہ دیتی ہے۔اگر یہاں چاند نظر نہ آئے اور کہیں سے رویت ہلال کی خبر آجائے تو شہری شہادت حاصل کرنے کے لیے بذریعہ موٹر جاتی اور عیدگاہ پر رنگ و روغن کرواتی ہے۔اور عیدین کی نماز پڑھانے والے امام کو پچاس روپے بطور انعام واعزاز حسب دستور سابق دیتی ہے۔

اور چندہ کمیٹی کرتی ہے کہ جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں خرچ کیا جائے گا،اسی طرح سے ہلال

کمیٹی کا کام چلا آرہا ہے اور آمد و خرچ کا حساب باقاعدہ رکھا جاتا ہے۔اور کچھ فتنہ پرور جو امام صاحب سے بغض وحسد رکھتے ہیں،ان کی نظر کرم مذکورہ اخراجات میں سے صرف امام صاحب کے پچاس روپیہ پر ہی ہے،اور امام صاحب کی مخالفت میں چار سوال پیدا کیے جس میں کمیٹی اور امام صاحب کو مجرم قرار دیا اور وہ چار سوال یہ ہیں کہ

(۱) امام صاحب کو جو ہلال کمیٹی پچاس روپیہ دے رہی ہے اور امام صاحب لے رہے ہیں وہ ناجائز ہے؟۔

(۲) کمیٹی اور امام صاحب چندہ کی رقم میں بوجہ خیانت کرنے کے خائن ہیں؟۔

(۳) کمیٹی اور امام صاحب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں؟۔

(۴) کمیٹی نے جو عیدی رقم امام صاحب کو دی ہے اور امام صاحب نے لی ہے واجب الاعادہ ہے

مذکورہ اخراجات میں سب کی نظر صرف امام صاحب کی رقم کی طرف جاتی ہے حسد کی کافی دلیل ہے۔ایسا شخص جو امام صاحب سے حسد وبغض رکھتا ہو عندالشرع اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مذکورہ چار سوالوں کا جواب شریعت کی روشنی میں مرحمت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں اور آپ کا جواب حاسدوں کو خاموش کردے اور میرے لیے حجت بنے۔

المستفتی:مولوی حسن میاں خطیب جامع مسجد جونہ گڈھ

الجواب

جب برابر یہ دستور چلا آرہا ہے کہ چندہ کی اس رقم سے جہاں اور مصارف کئے جاتے ہیں وہیں امام صاحب کو بھی پچاس روپے دیئے جاتے ہیں تو امام صاحب پر جن لوگوں نے گناہ،خیانت وغیرہ کا اعتراض کیا ہے غلط کیا ہے۔امام صاحب نے نہ کوئی گناہ کیا نہ خیانت نہ ان پر اس رقم کا واپس کرنا واجب ہے۔درمختار میں ہے:"معلم طلب من الصبیان اثمان الحصر فجمعھا فشری واخذ بعضھا له ذلك لانه تملیك له من الاباء۔ (درمختار جلد۵،ص۲۶۱)

شامی میں ہے:"والدلیل علیه انھم لا یتأملون منه ان یرد الزائد علی ما یشتری به مع علمھم غالبا بان مایاخذہ یزید والحاصل ان العادۃ محکمۃ"

اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے معاملات میں عمل درآمد کی یہی اصل ہے۔جب پہلے ایسا ہوتا آیا ہے تو امام صاحب کا لینا کیوں ناجائز ہوگا۔اگر سائل کا بیان صحیح ہے کہ وصول کرتے وقت بھی اس قسم کے سب مصارف ذہن میں رہتے ہیں،تب گویا چندہ وصول کرنے اور دینے والوں نے اسی لیے وہ رقم وصول

کی ہے کہ امام صاحب کو بھی دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۳ر ذوالحجہ ۸۹

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

جمعہ کے دن مسجد میں ایک ایک دو پیسہ کر کے جو رقم وصول کی جاتی ہے اس کے خرچ کا مصرف مسجد ہے یا دیگر مصارف خیر۔ فقط بینوا توجروا

عبدالستار زنگی پور

الجواب

ظاہر یہی ہے کہ وہ رقم مسجد کے لیے وصول کی جاتی ہے، اگر وصول کرتے وقت دینے والوں یا وصول کرنے والوں کی طرف سے یہ تصریح ہو کہ فلاں کام کے لیے چندہ ہو رہا ہے، اس کام میں خرچ کیا جائے، ورنہ اس رقم کی مستحق مسجد ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۹ر شوال ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۹-۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) لوگوں کو معلوم ہوتے ہوئے مسجد اور مدرسہ دونوں ایک قسم کی رقم سے چلائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ لوگوں کو معلوم ہے کہ مسجد کے چندہ سے مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کے چندہ سے مسجد کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

(۲) صرف جمعہ کے دن کا دو پیسے جو بذریعہ ڈبا نمازیوں سے مسجد کے نام پر وصول کئے جاتے ہیں، ان میں سے بہت نئے آدمی بھی ہوتے ہیں جو صرف مسجد کا چندہ سمجھ کر ڈبے میں پیسے دیتے ہیں تو کیا اس پیسہ کو مدرسہ کی ضرورت میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) مسجد و مدرسہ دونوں ایک ساتھ چلانے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے تمام باشندے پردیسی ہیں، اگر دونوں کا چندہ الگ الگ وصول کیا جائے تو ممکن ہے کہ دونوں نہ چل سکیں۔ مذکورہ بالا سوالوں میں بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ مسجد کا پیسہ مدرسہ میں نہیں لگایا جاسکتا؟

(۴) اذان، تکبیر یا اور کسی وقت حضور کا نام پاک سن کر اپنے انگوٹھوں کا بوسہ لے کر اپنی آنکھ سے لگاتے ہیں، یہ کس حدیث سے ثابت ہے؟ حوالہ کے ساتھ مع عبارت ارشاد فرمائیں۔

(۵) تکبیر کے وقت نمازی بیٹھے رہتے ہیں جب موذن حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہتا ہے

تب کھڑے ہوتے ہیں، اس کا بھی حوالہ درج فرمایا جائے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ سنیوں کی بناوٹ ہے۔ حدیث یا فقہ سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

سائل: ابرار فدائی

الجواب

(۱/۲/۳) اگر چندہ اسی وضاحت کے ساتھ وصول کیا جاتا ہے کہ اس رقم سے مسجد اور مدرسہ دونوں ہی کے مصارف ادا کئے جائیں گے، اور دینے والے اسی طرح چندہ دیتے ہیں تو ضرور اس رقم سے دونوں قسم کے مصارف ادا کئے جاسکتے ہیں۔ چندہ یک جا وصول کیا جاسکتا ہے، اس پر اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔

(۴) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے: "انہ یستحب ای یقول عند سماع الاولیٰ من الشہادتین للنبی صلی اللہ علیک یا رسول اللہ عند سماع الثانیۃ قرت عینی بک یا رسول اللہ اللہم متعنی بالسمع وبالبصر بعد وضع ابہامین علی عینیہ فانہ ﷺ یکون قاعدا فی الجنۃ و ذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا من مسح العینین بباطن انملۃ السبابتین بعد تقبیلہما عند قول الموذن اشہد ان محمد رسول اللہ ﷺ وقال اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا و بمحمد نبیا ﷺ حلت لہ شفاعتی و کذا روی عن الخضر علیہ السلام و بمثلہ یعمل فی الفضائل"

(۵) عالم گیری میں ہے: "و اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن حی علی الفلاح (الباب الثانی فی الاذان: ۱/۷٤) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۴ر جمادالاولی ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید اپنے کو سنی صحیح العقیدہ بتاتا ہے، وہابی، دیوبندی کی مسجد یا مدرسہ کو چندہ دیتا ہے، زید سے پوچھنے پر کہ تم نے دیوبندی کی مسجد یا مدرسہ میں چندہ دیا ہے تو اس کا کہنا ہے کہ میں نے نہیں دیا ہے میرے گھر میں بیوی یا میرے بال بچے نے دیا ہے، عمرو جو کہ جمعہ کی امامت کرتا ہے اس سے جب پوچھا گیا کہ تم اس کام سے لوگوں کو منع کرو، تو عمرو کا کہنا ہے کہ میں منع نہیں کروں گا تو زید اس کے گھر والے اور عمرو کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ دیوبندی کی مسجد یا مدرسہ کو چندہ دینا چاہیے یا نہیں، بریلوی حضرات کی مسجد و مدرسہ کے لیے دیوبندی سے چندہ لینا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر کسی دیوبندی نے خود سے چندہ دے دیا تو

اس کو تعمیر مسجد و مدرسہ یا مسجد و مدرسہ کے کسی مد میں خرچ کرنا چاہیے یا نہیں۔ اگر نہیں تو وہ رقم کہاں خرچ کی جائے۔

المستفتی عبدالمجید رضا نگر ادری

الجواب

وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر پر مطلع ہو کر ان کی مسجد و مدرسہ میں چندہ دینا ناجائز ہے، اگر اطلاع کے بعد انہیں مسلمان سمجھ کر دیا تو خود انہیں کے ساتھ گیا اور اگر لگاؤ یا مروت سے یونہی دیا تو گناہ کیا۔ اسی طرح دیوبندی وہابیوں سے چندہ مانگنا نہ چاہیے از خود دے تو مسجد میں لگانا نہیں چاہیے، مدرسہ کے غریب طلبہ البتہ اس قسم کی امداد کے مستحق ہیں ان پر صرف کرنا چاہیے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے آداب و شرائط ہیں، اگر امام صاحب کو کوئی واقعی عذر ہے تو معذور رکھے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی ۱۶؍رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جو اشتہار مدرسہ کا آیا تھا اسے لگا لیے تھے مسجد کے اندر چار برس تک مسجد کے اندر لگا رہا، اب لوگ ناجائز قرار دے رہے ہیں تو اب اشتہار جو دینی مدرسہ کا ہو تو مسجد میں لگانا جائز ہے یا ناجائز؟ یا اس کا لگانا حدیث سے منع ہے، آپ فتوی دے کر ہم سبھی لوگوں کو مطمئن فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی: سید حافظ محمد ابراہیم پیر خانقاہ سریا

الجواب

مدرسوں کے اشتہار میں عام طور سے دینی مسائل اور مدرسہ کے لیے چندہ کی اپیل ہوتی ہے اس کو مسجد کے اندر لگانے کی صورت میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں، اس میں مسئلہ کوئی غلط نہ لکھا ہو، اور کسی گمراہ فرقہ کا وہ اشتہار نہ ہو، اگر یہ دونوں باتیں اس اشتہار میں نہ ہوں تو اس کا مسجد میں لگانا جائز بلکہ کار ثواب ہے، ہاں یہ خیال رہے اس دیوار میں اس کو نہ لگایا جائے جو پچھم طرف ہے کیونکہ نماز پڑھتے ہوئے اگر اس پہ نگاہ پڑی تو مصلی کا خیال بٹے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں دینی مسائل بتاتے تھے اور دینی کاموں کے لیے چندہ مانگتے تھے، علمائے فرماتے ہیں: "القلم احد اللسانین" یعنی آدمی کے پاس دو زبانیں ہیں، ایک گوشت پوست کی جو منہ میں ہے، اور دوسری قلم ہے تو جو بات منہ سے کہی جا سکتی ہے قلم سے لکھ کر کیوں نہیں ٹانگی جا سکتی ہے، گمراہوں کے مدرسہ کو چندہ دینا جائز نہیں تو اس کے لیے زبان سے بھی مسجد میں نہیں کہہ سکتے، اور غلط مسئلہ بتانا ناجائز ہے تو مسجد میں زبانی بھی نہیں بیان کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۳؍محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(۱۶-۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ

(۱) زید ایک مدرسہ کا ناظم ہے اور مدرسہ کا چندہ وغیرہ بھی وصول کرتا ہے ساتھ ہی ایک اچھے عالم کے نام سے جانا مانا جاتا ہے اور لوگ اس کو ایماندار مانتے ہیں، لیکن اپنی مجبوری کے تحت چندہ میں سے بطور قرض اپنے مصرف میں لاتا ہے اور نیک نیتی کے تحت بتاتا بھی ہے۔ کیا ایسی صورت میں یہ جائز ہے؟۔

(۲) آج کل جو مدرسہ کے محصلین حضرات کو پچاس فیصد کمیشن دیا جاتا ہے اور بمقام قربانی لوگوں نے زید کو چرم قربانی پیش کیا آپ جہاں مناسب سمجھیں لگائیں تو کیا زید ان چرم قربانی سے اپنے قرض وغیرہ چکا سکتا؟ از راہ کرم تمام وضاحت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد رستم علی خاں ملتانی قادری خطیب ناہر کٹیا جامع مسجد ڈبرو گڈھ آسام

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں زید کا چندہ کی رقم بطور قرض اپنے مصرف میں خرچ کرنا امانت میں خیانت اور ناجائز و گناہ ہے، زید پر لازم ہے کہ فوراً مدرسہ کو تاوان ادا کریں۔

(۲) صورت مسئولہ میں زید اگر خود محتاج اور فقیر ہو تو زکاۃ اور چرم قربانی اپنے مصرف میں صرف کر سکتا ہے۔ بہار شریعت میں ہے: کہ وکیل کو اختیار نہیں کہ خود لے لے ہاں اگر زکاۃ دینے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ جس جگہ چاہو صرف کرو تو لے سکتا ہے۔ (جلد ۵ ص ۲۲) وہو تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۲؍ذوالقعدہ ۱۴۱۲ھ

(۱۸-۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) مسجد کی انجمن میں یہ قانون رائج ہے کہ ایک شخص دو سو روپیہ سالانہ مسجد و مدرسہ کے لیے ادا کرے جو شخص وقت مقررہ پر روپیہ نہیں دیتا تو انجمن والے اس سے چار سو وصول کرتے ہیں تو زائد رقم جو جبراً وصول کی گئی اس کا مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲) زید کے خاندان والوں نے ایک زمین مسجد یا مدرسہ کے لیے وقف کر دیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے خاندان والوں نے ہی وہ زمین ایک غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کر دیا جس کو عرصہ ۲۵ رسال گذرا۔ جب نئی کمیٹی بنی تو اس کے ارکان اس زمین پر زبردستی قبضہ کر کے اس پر مسجد یا مدرسہ بنانا چاہتے ہیں۔ پورے عرصہ میں اس زمین پر کبھی نماز وغیرہ ادا نہیں کی گئی۔ اسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

المستفتی محمد شاہد رضا گریڈیہ بہار کمرہ ۲۸

الجواب

(۱) مسجد کی انجمن نے جو دو سو زائد روپے شخص مذکور سے زبردستی وصول کئے چاہے اس کو جرمانہ قرار دیا جائے یا جبری چندہ، ہر طرح ناجائز ہے۔ اس کا مسجد میں صرف کرنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے:"لایجوز التعزیر بالمال" اور جبر وزیادتی ظلم ہے اور ظلم حرام ہے تو اس کے ذریعہ وصول کیا ہوا پیسہ کیسے حلال ہوگا۔ اس رقم کو واپس لوٹایا جائے۔ یا شخص مذکور مسجد یا مدرسہ پر صرف کرنے کے لیے راضی کیا جائے

(۲) جائداد موقوفہ بندے کی ملک سے نکل کے اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو جاتی ہے۔

عالم گیری میں ہے: وھو حبس العین علی ملك اللہ علی وجہ تعود منفعتہ علی العباد فیلزم ولا یباع ولا یوھب ولا یورث۔

جائداد موقوفہ کو نہ بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ نہ کوئی اس کا وارث ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس کی بیع ناجائز ہوئی اور منتظمین کا اس پر قبضہ جائز ہوگا اور موقوفہ مقصد کے لیے اس پر تعمیر بھی جائز ہوگی۔

البتہ جن لوگوں نے اس کی قیمت وصول کی انہیں واپس کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۶؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۲۰۔۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) تین سکیا شہر کے علاقہ ڈھکیا جوڑی مسجد ہری میں تین سکیا کے نوجوان نے مسلم قبرستان کمیٹی قائم کی ہے، جس میں کچھ ایسے ممبران ہیں جن کا پیسہ شراب کا ہے اور قبرستان کمیٹی کا قانون کے مطابق سارے ممبران کو ماہانہ فیس دینی ہے۔ ایسے ممبران ہیں جن کا پیسہ شراب کا ہے اور ماہانہ فیس قبرستان کیلیے دے تو کیا دی ہوئی رقم قبرستان کے مصرف میں لگا سکتے ہیں یا نہیں، اس کے علاوہ عرصہ سے اور بھی کاروبار شروع کئے ہوئے ہیں جو عوام کی نظر میں ہے، مگر حقیقی متاع شراب ہی ہے اس کے لیے شرع کا حکم کیا ہے؟۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل و وضاحت فرمائیں۔

(۲) غیر قوم کی دی ہوئی رقم قبرستان کے مصرف میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟۔

(۳) قبرستان کمیٹی چاہتی ہے قبرستان کی حدوں میں زائرین کو آنے جانے کے لیے راستہ کا انتظام کیا جائے مگر کہیں کہیں پر ایسا معاملہ پیش آرہا ہے کہ راستہ کے حدوں میں قبریں ہیں۔

ایسے میں راستہ کیلیے شرعی حکم کے مطابق گنجائش ہے کہ نہیں ساتھ ہی قبر کو مسمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد اختر تنکیا آسام

الجواب

(۱) جب تک ہم کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خاص روپیہ جو ہم کو دیتا ہے حرام کمائی ہے اس کا لینا اور مسجد یا قبرستان میں صرف کرنا جائز ہے کچھ حرج نہیں ہاں اس کا بعینہ حرام کمائی ہونا معلوم ہو تو نہ لیں۔

"فی الھندیة عن الذخیرة عن الامام محمد مالم نعلم شیئا حراما بعینه به ناخذ"

(۲) لگ سکتا ہے مگر غیر مسلموں سے ایسی مدد قبول نہ کی جائے۔

(۳) قبرستان میں نیا راستہ نکالنا اور اس میں جانا حرام بالخصوص جب راستہ میں قبر ہو۔

درمختار میں ہے:"المرور فی سكة حادثة فی المقابر حرام"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۴؍ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

(۲۳۔۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) انڈیا گورنمنٹ کہ فنڈ سے ملی ہوئی رقم مسجد، مدرسہ، قبرستان، عیدگاہ وغیرہ کے مصرف میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

نوٹ: اس سے پہلے ایک سوال ہم نے دار العلوم دیوبند ارسال کیا تھا وہ سوال یہ ہے کہ غیر قوم کی دی ہوئی رقم قبرستان کے مصرف میں لگ سکتی ہے یا نہیں۔ تو اس کا جواب محترم المقام لائق صد احترام جناب مفتی صاحب بقول قرآن وحدیث کے رو سے یہ ملا کہ غیر قوم بہ نیت ثواب دے تو لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن ان سے کوئی خطرہ کا اندیشہ نہ ہو خطرہ سے مراد کیا ہے؟ اس کی تفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں دی جائے۔

(۲) مسجد کا نام عوام کے ذاتی نام سے رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟۔ جیسے جمال مسجد، کمال مسجد، منیف مسجد وغیرہ وغیرہ شرعی حکم کہ مطابق قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

(۳) جلسہ سیرت النبی ﷺ وعید میلاد النبی ﷺ کا منانا بدعت حسنہ ہے یا بدعت سیئہ؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔ آپ کا نیازمند محمد جمال اختر بتاریخ ۲۶؍مارچ ۱۹۹۹ء

الجواب

(۱) قرآن شریف سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ. إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللهَ فَعَسٰى أُولٰئِكَ أَنْ يَكُوْنُوا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾[التوبة:] کہ مسجد بنانے اور اس کو اپنے سجدوں سے بسانے کا غیر مسلموں کو کوئی حق نہیں۔ ان

کے بنائے مسجد مسجد نہیں۔اور مسلمانوں کو اس کام کے لیے ان کی مدد قبول کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ عالم گیری جلد۲ص ۳۵۳ میں ہے:"ولو جعل ذمی داره مسجدا للمسلمین وبناه کما یبنی المسلمون وآذان لهم بالصلوة فیه فصلوا فیه ثم مات یصیر میراثا لورثته ۔ هذا قول الکل"

کسی غیر مسلم نے اپنے گھر کو مسجد کے جیسا بنا کے مسجد قرار دیا اور مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی عام اجازت دی اور مسلمانوں نے اس کی زندگی بھر وہاں نماز بھی پڑھی، تب بھی وہ مسجد نہ ہوئی، اس کے مرنے کے بعد وہ مال اس کے وارثوں کو دے دیا جائے گا۔

غیر مسلم اور مرتد تو ملت سے باہر ہیں مسجد کا مسئلہ اس درجہ نازک ہے، کہ اگر ایک صحیح العقیدہ مسلمان بھی ناجائز ذریعہ سے حاصل کی ہوئی زمین کو مسجد بنائے یا ناجائز کمائی کا پیسہ مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا چاہے تو مکروہ وممنوع ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب حاشیہ درمختار جلد اول ص ۲۸۲ میں فرماتے ہیں:"اما لو انفق فی ذلك مالا خبیثا او مالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان الله طیب لایقبل الا الطیب فیلزم تلویث بیته بمالا یقبله"

اگر کسی مسلمان نے مسجد کی تعمیر میں مال خبیث صرف کیا، یا خبیث اور طیب دونوں سے مخلوط مال صرف کیا تو یہ ممنوع ومکروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے، تو پاک مال ہی قبول کرتا ہے۔اور مسجد میں خبیث مال صرف کرنے سے لازم آئے گا کہ اس کے گھر کو ایسے مال سے آلودہ کیا جسے خدا قبول ہی نہیں کرتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ غیر مسلموں کی امداد مسجد میں صرف نہیں کیجا سکتی۔ہاں وہ اوقاف جن کا تعلق رفاہ عامہ سے ہو اس میں غیر مسلموں کی رقم صرف ہوسکتی ہے۔

عالم گیری جلد دوم ص ۳۵۳ میں ہے:"ومنها ان یکون قربة فی ذاته وعند المتصرف"

وقف کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے۔کہ جس کام کے لیے وقف کیا جائے وہ خود بھی کار خیر ہو اور واقف کے نزدیک بھی وہ کار خیر ہو۔

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے فتاویٰ جلد ششم ص ۳۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں: اوقاف جائزہ مطلقاً اگر چہ بے نیت ثواب کیے جائیں اگر چہ وقف کرنے والا مسلمان بھی نہ ہو۔خواہ ہماری مذہبی تعلیم اور اعمال عبادت کے لیے ہوں۔یا غریبوں کی مدد، تعلیم اور طبی امداد کے لیے ہوں۔علی العموم سب مذہبی ہیں۔

اس سے یہ ظاہر ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے جیسے مدرسے، ایسی جگہیں جہاں ہم خدا کا ذکر وفکر

کریں جیسے خانقاہ یا غریبوں کی امداد کے لیے وقف ہوں، ان کی طبی امداد کے لیے وقف ہو۔جیسے اسپتال وہ سب یہ اوقاف صحیح ان کے واقف غیر مسلم بھی ہوسکتے ہیں۔

یہاں تک تو نفس مسئلہ کا بیان تھا کہ کہاں کس کی رقم لگ سکتی ہے، اور کہاں نہیں، اور کہاں کون کا رقم صرف ہوسکتی اور کہاں نہیں۔

لیکن فقہائے کرام نے ان ممنوعہ رقموں اور اشخاص کے لیے بھی ایسی صورتیں بیان کی ہیں کہ طریقہ کار میں تھوڑی تبدیلی کر دینے سے یہ ممنوعہ اموال بھی ان امور خیر میں صرف کیے جاسکتے ہیں۔مثلا غیر مسلم اپنی زمین پر مسجد بنانا چاہتا ہے وہ اپنی زمین کا مسلمانوں کو مالک بنادے یا جو رقم دینا چاہتا ہے بجائے مسجد کے مسلمانوں کو دے اور یہ لوگوں اپنی طرف سے اس زمین پر مسجد قائم کردیں۔یا وہ رقم مسجد میں صرف کردیں تو یہ امر جائز وصحیح ہے۔

اسی طرح جس مسلمان کے پاس حرام رقم ہو وہ ایسی رقم فقیروں پر صدقہ کردے اور فقیر اپنی طرف سے اسے مسجد میں صرف کردیں تو یہ بھی جائز ہے۔

پھر بھی احتیاط کا تقاضا یہی قرار دیا گیا ہے کہ غیر مسلموں سے اپنے اسلامی اداروں کے لیے ان کی مدد لینے سے پرہیز کیا جائے۔

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:"انا لانستعین بمشرك"

اپنے دینی کام میں ہم غیر مسلموں سے مدد نہیں لیتے۔

(۲) مسجد کو اس کے بانی کے نام سے پکارنا عہد رسالت سے معہود ومشہور ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے:"کان بالمدینة تسعة مساجد مع مسجد النبی ﷺ اقربها مسجد بنی عمرو ومسجد بنی ساعدة، ومسجد بنی عبید ومسجد بنی سلمه، الخ"

یہ سب مسجدیں مختلف قبیلوں کے نام سے منسوب تھیں۔مدینہ کی مسجد نبوی خاص حضور ﷺ کی طرف منسوب تھی اور ہے۔آج بھی مکہ و مدینہ میں مختلف صحابہ کے نام سے بہت سی مسجدیں منسوب ہیں اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔

درمختار میں ہے: "ومن قصد الواقف نسبة الوقف الیه"

(۳) مروجہ جشن میلاد النبی ﷺ جس میں زینت وآرائش کا اہتمام ہوتا ہے۔اور حضور ﷺ کی آمد کی خوشی اہل اسلام مناتے ہیں، جب تک اس میں شریعت کی خاص ممنوع کوئی شے شریک نہ کی جائے آپ کا ذکر ولادت اور بیان سیرت مبارکہ اور قیام وسلام ہو یہ سب مستحسن اور باعث اجر وثواب ہے۔

علمائے اہل سنت نے اس کے جائز و مستحسن ہونے پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے "انوار ساطعہ" اور "اقامۃ القیامۃ" وغیرہ، آپ ان کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۰ رذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ حسب ذیل میں کہ

گاؤں کے آس پاس کے گاؤں کے لوگ ایک مقررہ جگہ جہاں قربانی ہوتی ہو، اپنی اپنی قربانی کرتے ہیں، قربانی کرانے والوں کا چرم قربانی پر کیا حق ہے، جب کہ ہمارے یہاں لوگ قربانی کو تو کراتے ہیں لیکن چڑا ایک ہی آدمی جو ایک مدرسہ کا صدر ہے زبردستی لے لیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہمارے گاؤں میں جتنی قربانی ہوگی اس کا چڑا میں اپنے مدرسہ میں لے لوں گا، اور لے لیتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو دلی تکلیف ہوتی ہے، تقریباً پندرہ (۱۵) بیس (۲۰) سال پہلے جب گاؤں میں ایک ہی مدرسہ چل رہا تھا تو گاؤں کے لوگ وارکین کمیٹی مدرسہ اتفاق رائے سے یہ طئے کئے تھے کہ سب چڑا اپنے ہی مدرسہ میں دے دیا جائے لیکن ادھر تقریباً دس سال سے دو مدرسے چل رہے ہیں کچھ لوگ اپنے حصوں کے چڑے کی قیمت دونوں میں دینا چاہتے ہیں کچھ لوگ ایک ہی میں دینا چاہتے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال کسی مسکین غریب کو اور دوسرے مدرسوں میں دینے کا ہے، لیکن قربانیاں کرانے والوں کو اس اختیارات سے محروم رکھا جاتا ہے اور چڑہ زبردستی لے لیتا ہے صاف صاف جواب دیں کہ یہ کرنا کیسا اور ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ المستفتی: اراکین کمیٹی مدرسہ ظہور الاسلام اہل سنت پورہ بندھوم۔

مدھوبن ضلع مئو ۱۱ رذی الحجہ مطابق ۳۰ ر مارچ ۱۹۹۹ء

الجواب

قربانی کا گوشت اور اس کی کھال قربانی کرنے کے بعد بھی قربانی کرنے والے کی ملک ہے اس لیے حدیث شریف میں قربانی کرنے والے کو حکم دیا گیا: "کلوا وادخروا واتجروا" (مسند امام احمد: ۵/۷۵)

کھاؤ اور جمع کر رکھو۔ اور اس کو کار ثواب میں خرچ کرو۔

تو قربانی کرنے والا اپنی قربانی کے گوشت کو خود کھا بھی سکتا ہے اور آئندہ کے لیے خشک کر کے رکھ بھی سکتا ہے۔ اور کھال کھائی نہیں جاتی تو اس کو باقی رکھنے والی چیز بنا کر مثلاً مشک، ڈول، مصلی وغیرہ بنا کر خود استعمال کر سکتا ہے اور باقی رہنے والی چیز مثلاً کتاب برتن وغیرہ سے بدل کر بھی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اور اس کو ثواب کے کام میں بھی صرف کر سکتا ہے۔ قربانی کے گوشت میں کار ثواب یہ ہے کہ دوست احباب کو کھلائے یا فقیر اور محتاج مسلمان بھائی کو دے دے۔ اسی طرح قربانی کے کھال کا حکم ہے کہ اسے باقی رکھکر خود

بھی استعمال کر سکتا ہے اور کار ثواب یہ ہے کہ اس کو مسجد یا مدرسہ میں صرف کرے کسی غریب ضرورت مند مسلمان کو دے دے، یہ سارے مسائل فقہ کی بہت ساری کتابوں میں مذکور اور موجود ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے ظاہر ہے کہ چرم قربانی کرنے والے کا ہے۔ اور اس کو کوئی زبردستی نہیں لے سکتا، جبراً وصول کرنے والا ظالم اور غاصب ہے۔ مولانا احمد رضا خانصاحب ایک ایسے سوال کے جواب میں کہتے ہیں: اس شخص نے جھوٹ کہا کہ قربانی کی کھالیں اس کا حق ہیں۔ اور اس کا یہ کہنا کہ پیش امام کو جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں۔ شریعت پر افتراء اور ظلم کو جائز کرنا ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ہشتم ص ۴۸۱)

پس صورت مسئولہ میں آپ کے گاؤں میں ہونے والی قربانی کا چڑہ دینے والوں کی مرضی کے خلاف جبراً مدرسہ کے لیے ضرور ظلم اور زیادتی ہے۔ اور اس صورت میں صدر کی مدد کرنے والے بھی مجرم اور گنہگار ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "من مشی مع ظالم لیعنیه وهو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام" (در منثور: ۲/۲۵۶)

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے چرم قربانی کا مالک قربانی کرنے والا اور اس کو کسی کار خیر میں صرف کرنے کے لیے قربانی کرنے والے کی اجازت اور مرضی ضروری ہے۔ لیکن آج سے پندرہ بیس سال قبل پورے گاؤں کے سب لوگوں نے ملکر یہ طے کر دیا ہے کہ چرم قربانی اسی مدرسہ کو دی جائے تو اس سابقہ معاہدہ کی رو سے تو آج بھی چرم قربانی پر مدرسہ کا حق ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاہدہ ایک قسم کا وعدہ ہوتا ہے اور وعدہ کرنے والے کو اپنا وعدہ پورا کرنے پر جبراً اور زبردستی سے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ یونہی مدرسہ پر چرم قربانی دینے کا وعدہ ایک چندہ تھا اور چندہ دینے والے کو مجبور کر کے چندہ وصول کرنا جائز نہیں۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: "لاجبر علی الوفاء بالوعد"

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے: "لاجبر علی المتبرع"۔ (فتاوی ہشتم ص ۲۵۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں صدر مدرسہ کو چڑے والے کی مرضی کے خلاف زبردستی چڑہ رکھ لینے کا شرعاً کوئی اختیار نہیں، ایسا کرنے والا ظلم وغضب کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

اس مسئلہ میں صدر مدرسہ اور اس کے حمایتوں کے لیے یہ حکم ہوا۔

اب گاؤں کے ان لوگوں سے جنہوں نے پندرہ بیس سال پہلے اس مدرسہ کو چندہ دینے کا معاہدہ کیا تھا یہ کہنا ہے۔ اگر مدرسہ مذکورہ میں سنی دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ اور مدرسہ کے انتظام میں بھی خیانت یا کسی زیادتی کا ارتکاب نہیں ہوتا تو پندرہ سال پہلے کئے ہوئے معاہدے کی پابندی میں انہیں اسی مدرسہ کو

چرم قربانی دینا چاہیے کیونکہ بدعہدی کی حدیث شریف میں بے حد برائی آئی ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: "خلف وعد حرام"

بخاری شریف میں ہے: "آية المنافق ثلثة اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان" منافق کی تین علامتیں ہیں، بات کرے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے۔ اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو　۲۵ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ

اشرفی کا وزن شرعی

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ سکہ اشرفی کا وزن کتب دینیہ سے ماشہ یا گرام میں کتنا ہے تصدیق کریں۔

المستفتی　محمد اسماعیل نوری رضوی

الجواب

دینی کتابوں مین طلائی سکہ کا نام دینار ہے جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ تحریر ہے اور اردو زبان میں جس کو اشرفی کہتے ہین وہ غالباً ایرانی سکہ ہے جسے اشرف نامی کسی بادشاہ نے رواج دیا تھا وہ دس ماشہ کا ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی　۱۶ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

کتاب الصوم

رویت ہلال کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ

رمضان کے ۲۹ روزے ہوئے اور چاند نظر نہیں آیا، سارے کرناٹک میں آسمان کھلا تھا پھر بھی چاند نظر نہیں آیا، رات گیارہ بجے ریڈیو کے ذریعہ خبر آئی کہ دہلی کے شاہی امام نے کہا کہ فتح پور میں چاند نظر آیا، یہاں رات ۳ بجے اعلان کیا کہ چاند دہلی میں نظر آیا، عید پیر کو منا سکتے ہیں، ہم نے یہاں سے بنگلور ۱۳ ار میل دور داونگرہ ۹۰ میل شموگہ ۷ ۳ میل بھدر اوتی ۲۶ میل تریکرہ ۱۶ میل تک فون سے معلوم ہوا کہ چاند نظر نہیں آیا، عید منگل کو ہے، ہم دونوں دوستوں نے پیر کا روزہ رکھا، نماز نہیں پڑھی، ہم نے پیر کے دن چاند دیکھ کر روزہ افطار کیا اور منگل کے دن بھدر اوتی جا کر عید کی نماز پڑھی۔ آپ اس کا جواب دیجئے کہ پیر کا روزہ حرام ہوا یا حلال ہوا، پیر کی عید افضل یا منگل کی عید افضل، اور پیر کا چاند جب نظر آیا تو چاند رات کے آٹھ بجے تک تھا اور ابر کے ساتھ نظر آیا اور اتوار کے دن آسمان صاف تھا لیکن چاند نظر نہیں آیا کچھ لوگ کہنے لگے کہ ۲ دن کا چاند اور پیر کے دن عید افضل اور پیر کا روزہ حرام بول رہے ہیں اور فوراً ایک مہینہ میں جواب دیجئے جلدی کیونکہ ہم کو یہاں جماعت کو جواب دینا ہے۔ کرناٹک میں بنگلور سے لے کر بڑی بستیوں میں منگل کے دن عید ہوئی تھوڑی جگہ پیر کے دن عید ہوئی۔

مرید مولانا مشتاق نظامی اور شاگرد حافظ مولوی قاری عبد الوحید فاروقی الہ آبادی کے، احمد جان چک منگلوری کرناٹک۔

الجواب

آپ نے ٹھیک کیا۔ حدیث شریف میں ہے: صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ۔

(صحیح مسلم: کتاب الصیام: ۲/۷۶۲)

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔

جن لوگوں نے شرعی ثبوت کے بغیر صرف ریڈیو کی خبر پر عید کی اور روزہ توڑا سب گناہ گار اور حرام کے مرتکب ہوئے اور سب لوگوں پر ایک روزہ کی قضا ہے۔ چاند کے بڑے چھوٹے ہونے یا دیر تک رہنے سے چاند کی تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، دار العلوم شمس العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ　　۱۹ ر شوال ۱۴۰۶ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

۲۹ رشعبان کو رمضان کا چاند ابر کی وجہ سے سب نمازیوں نے دیکھا مگر کسی کو نظر نہ آیا اور نہ کوئی شرعی گواہی گذری مگر ہمارے گاؤں کا حافظ تراویح پڑھانے کو دبھوئی تعلقہ کے کسی گاؤں میں گیا، ان حافظ کا فون آیا کہ یہاں چاند نظر آگیا ہے، ہماری مسجد کی کمیٹی نے جیسے کہا کہ حافظ کا فون ہے، یہاں چاند نظر آگیا ہے۔ زید نے کہا فون کوئی شرعی گواہی نہیں۔ کمیٹی نے زید کی بات مان لی مگر تھوڑا ہی وقفہ گذرا، اور دار العلوم تھام کے ناظم اعلی کا فون آیا کہ چاند نظر آگیا ہے۔ کمیٹی نے گاؤں میں اعلان کردیا تراویح پڑھنے کا اور روزہ رکھنے کا۔ ہمارے امام نے تراویح باجماعت پڑھائی۔ اور روزہ بھی رکھا، زید نے کہا نہ روزہ رکھا جائے گا اور نہ تراویح پڑھی جائے گی۔ تراویح رمضان کے تابع ہے۔ زید نے نہ روزہ رکھا نہ تراویح پڑھی۔ زید کا کہنا ہے کہ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص/۵۳۵، پر ہے: بغیر رمضان تراویح پڑھنا شریعت میں زیادتی کرنا ہے۔ آیا ان میں حق پر کون ہے، زید یا کمیٹی یا امام؟

اب جا کے عید الفطر کا چاند پورا تیس کا ہوا تو سب لوگ زید کو طعنہ دینے لگے کہ دیکھا ہمارے خدا کا کام ہم حق پر تھے۔ جس کی وجہ سے چاند پورا تیس کا ہوا۔ زید کو اس طرح ذلیل کرتے ہیں۔ زید ایک بات کہتا ہے کہ حدیث کے مطابق چاند دیکھ کر روزہ رکھو چاند دیکھ کر عید کرو۔ اگر کوئی شرعی گواہی گذرے تو اسے مان لو، مگر یہاں نہ کوئی شرعی گواہی گذری اور فتاوی رضویہ کی سات شرطوں میں سے ایک شرط اس میں نہیں۔ برائے کرم حق پر کون ہے؟ شرع کے مطابق جواب سے نوازیں، اللہ آپ کو اجر عظیم عطا کریگا۔

العارض: یوسف موسی گڈیادی، روضہ ٹنکاریا تعلوقہ آمود ضلع بھڑوچ گجرات

الجواب

صورت مسئولہ میں زید حق پر ہے اور پنچایت یا کمیٹی اور امام صاحب گنہگار ہوئے۔ نماز تراویح پڑھنے یا روزہ رکھنے پر نہیں بلکہ اس بات پر گنہگار ہوئے کہ اللہ ورسول نے تو رویت وشہادت پر رمضان کے مہینہ کا دارومدار رکھا ہے اور ان لوگوں نے ریڈیو اور فون کی خبر سن کر روزہ کا مہینہ مانا اور تراویح وروزہ رکھا تو یہ اللہ کے نافرمان اور شریعت کے مسئلہ میں خود رائی کے درپے ہوئے۔

ان سب امور کی تفصیل اسی فتاوی رضویہ جلد چہارم میں ہے: زید کو طعن وتشنیع کرنے پر ان پر الگ گناہ ہوگا۔ البتہ بعد میں اگر شہادتیں گزریں کہ چاند ۲۹ رشعبان کو ہی لوگوں نے دیکھا تھا تو زید پر ایک دن روزے کی قضا ہوگی۔ امسال رمضان شریف میں ہمارے علاقہ میں بھی اسی مسئلہ پر عمل ہوا۔ ہم نے لوگوں کے ریڈیو، ٹیلیفون کا اعتبار نہیں کیا۔ اور بعد میں جب شہادت گذری کہ چاند ۲۹ رشعبان کو ممبئی میں

اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوا اور وہاں سے آنے والوں نے شہادت دی تو ایک روزے کے قضاء کرنے کا اعلان ہوا۔ اور لوگوں نے روزہ رکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۴ رذو القعدہ ۱۴۲۲ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ثبوت رویت کے لیے شریعت نے کیا اصول وضابطے مقرر فرمائے ہیں، اگر مقامی طور پر کہیں چاند نہ دیکھا جا سکے تو شریعت نے ثبوت رویت کا مدار کن چیزوں پر رکھا ہے، اگر پٹنہ سے بذریعہ ریڈیو یا اخبار رویت ہلال کا اعلان ہوتا ہے اور اس ادارے کے ذمہ داروں سے بذریعہ فون اس اعلان کی تصدیق کرلی جاتی ہو، اور وہ ادارہ اہل سنت وجماعت کا ہو تو کیا اس صورت میں اعلان ریڈیو یا اخبار کو مدار ثبوت رویت قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس طرف کچھ دنوں سے اہل سنت وجماعت کے صوبائی مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار کی جانب سے بذریعہ ریڈیو و اخبار رویت ہلال کا اعلان کیا جاتا ہے۔ یہاں کے بعض روشن خیال حضرات اس بات پر زور صرف فرما رہے ہیں کہ اس اعلان کی تصدیق بذریعہ فون یہاں بھی عام اعلان کردیا جائے کیا ایسا کرنا از روئے شرع درست ہوگا؟ اور کیا ادارہ شرعیہ سے ہونے والا اعلان رویت ہلال بہار جھارکنڈ کے تمام مسلمانوں کے لیے نافذ العمل ہے؟ اگر کسی شہر کے مفتی یا قاضی کا مکتوب بذریعہ فیکس موصول ہو اور ان کی تحریر کی بابت تصدیق بھی بذریعہ فون کرلی جائے تو کیا اس سے کتاب القاضی الی القاضی کے تحت ثبوت رویت ہلال ہو سکتا ہے؟

المستفتی: نشاط اختر نظامی متولی شاہی عیدگاہ دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام

الجواب

اسلام میں رویت ہلال کے سلسلہ میں بنیادی حکم یہ ہے: لا تصوموا حتی تروا الهلال و لا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له۔ (صحیح البخاری: ۴/۱۱۹)

چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو اور افطار نہ کرو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو اور اگر انتیس کو چاند چھپا رہے تو اس کا حساب کرلو۔ دوسری روایت میں یوں ہے: الشهر تسعة و عشرون ليلة فلا تصوموا حتی تروه فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلثین۔ (متفق علیہ)

مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے تو روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو اور چاند پوشیدہ رہ جائے تو مہینہ کی مدت تیس پوری کرلو۔ تیسری روایت یوں ہے:

عن ابن عباس قال رسول الله ﷺ: ان الله تعالیٰ قد امده لرویته فان غم علیکم فاکملوا العدة۔ (مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۱۷۴، ۱۷۵)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مہینہ کا دارومدار رویت ہلال پر رکھا، تو اگر انتیس کو چاند نظر نہ آئے تو تیس کی مدت پوری کرلو۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوئے:

(۱) ثبوت ہلال کا دارومدار رویت ہلال اور مشاہدہ پر ہے۔

(۲) اگر انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آیا تو وہاں کے لوگ تیس دن پورے کرکے روزہ رکھیں۔

(۳) عدم رویت کی صورت میں تیس یوم مکمل کرکے روزہ رکھنے یا چھوڑنے والے (عید کرنے والے) شرعا مجرم نہ ہوں گے۔

(۴) شریعت کے نزدیک پوری دنیا یا مشرقی اور مغربی کرہ میں تمام مسلمانوں کا ایک ساتھ عید منانا ضروری نہیں، غالبا اسی لیے چاند دیکھنے والے پر ادائے شہادت کی ذمہ داری ڈالی گئی، نہ دیکھنے والوں پر گاؤں گاؤں پھر کر رویت کی شہادت تلاش کرنے کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی۔ بہار شریعت پنجم ص ۱۰۷ میں ہے: ”جس عام شخص نے چاند دیکھا اس پر واجب ہے کہ اسی رات میں شہادت ادا کرے“۔ خلاصہ کلام یہ کہ رویت ہلال کا اصل مدار رویت ہے۔ شہادت کا سوال یوں پیدا ہوا کہ ایک شہر میں بھی ہر ہر فرد کا چاند دیکھنا ممکن نہیں تو جن لوگوں نے چاند دیکھا ان کی گواہی سے چاند نہ دیکھنے والوں پر روزہ کے افطار یا روزہ رکھنے کا حکم ثابت ہوجائے گا کیوں کہ شریعت کے نزدیک کسی امر کے ثبوت کی بڑی دلیل دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ﴾[البقرة: ۲۸۲]

اور خود رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے شہادت پر روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اصل یہ ہے کہ شہادت کا وجود رویت پر ہی موقوف ہے، بغیر رویت شہادت دی ہی نہیں جاسکتی، اس لیے رویت کے ساتھ اس کو بھی مدار ہلال قرار دیا گیا۔ خبر مستفیض کا درجہ شہادت سے بھی بلند ہے، شہادت میں گواہی کے لیے صرف دو آدمی کافی ہیں، جب کہ خبر مستفیض میں گروہ گروہ انسانوں کا اجتماع چاہیے۔

شامی ص ۹۴ میں ہے: لما کانت بمنزلة خبر المتواتر و قد ثبت بها ان اهل تلك البلد

صاموا یوم کذا التزم العمل بها۔ جب کہ خبر مستفیض خبر متواتر کے درجے میں ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ فلاں شہر والوں نے فلاں دن روزہ رکھا تو ایسی خبر پر عمل لازم ہوگا۔ اسی میں چند سطر بعد ہے:

فکانت تلك الافاضة هی اولی من الشهادة بان اهل تلك البلد رأوا الهلال و صاموا۔

خبر مستفیض شہادت سے اولی ہے۔ چنانچہ بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۰۹ میں ہے:

کسی شہر میں چاند ہوا اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ یہاں فلاں دن چاند ہوا، اور ہاں تمام شہر میں بات مشہور ہے اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر روزہ شروع کیے تو یہاں والوں کے لیے بھی ثبوت ہوگیا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی رحمتی سے استفاضہ کی یہی تعریف نقل کی: ان تاتی من تلك البلدة جماعات متعددة کل منهم یخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤیته لابمجرد الشیوع من غیر مسلم بمن اشاعة۔

استفاضہ یہ ہے کہ کسی شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر ایک نے یہی خبر دی کہ اس شہر والوں نے رویت ہلال کے بعد روزہ رکھا، صرف اتنی خبر جماعت کی بھی تسلیم نہ ہوگی کہ یہاں رویت مشہور ہے اور یہ پتہ بھی نہیں کہ یہ رویت کی خبر کیسے پھیلی، تو جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آتے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر یہاں متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلیفون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے، مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی، یہ ایک مجرد خبر ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ٹیلیفون کہ اس میں شاہد و مشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو، اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی۔

(بحوالہ تبیین الحقائق، عالم گیری، فتاوی رضویہ، چہارم ص ۵۲۷)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ درمختار میں ایک صورت اور تحریر فرمائی ہے، لکھتے ہیں: تلك الظاهر انه یلزم اهل القری الصوم بسماع المدافع و رویة القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن۔ (کتاب الصوم: ۳/۳۱۴)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی چاند کا ثبوت فراہم ہوجانے کے بعد توپ کا گولہ داغنے، قندیلیں روشن اور منادی اور اعلان متعلقہ اہل دیہات اور شہر والوں کے لیے لازم العمل قرار

دیا، بشرطیکہ وہ اسلامی شہر ہوں یا وہاں متعدد اسلامی حکام ہوں اور یہ بات شہر اور اس کے متعلقہ دیہات والوں کے علم میں ہو کہ اعلان کا یہی طریقہ معہود ہے۔

کچھ لوگ اس پر قیاس کر کے یہ کہنے لگے کہ اگر کوئی ذمہ دار عالم ثبوت ہلال کے بعد ٹی وی پر اعلان کر دے تو پورے ملک یا کم از کم ایک صوبہ کے لیے کیوں نہ مثبت ہلال ہوگا۔ اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ یہ تو نہ شہادت ہے، نہ خبر مستفیض، نہ تو صرف اعلان حکم، یا اعلان کی علامت ہے۔ جس کی اجازت قاضی کے شہر والوں یا اس کے مضافات کے محدود علاقہ کے لیے مثبت مانی گئی ہے، وہ بھی بضرورت۔ چنانچہ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۵۳۲ پر ایک سوال و جواب مذکور ہے:

جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے: "میرے سامنے شہادتیں گذریں کل جمعہ کو عید ہے"۔ خاکسار کو موصول ہوا، اس کے متعلق دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس جگہ یہ فتوے پہونچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں؟ اور روزے توڑ دینا ضروری تھے یا نہیں؟ اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا مفاد ہے۔ (از بلند شہر)

الجواب: وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے، تقسیم کرنے والے نے اسٹیشن پر دیئے، ان میں سے کوئی لے گیا ہوگا، بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے لیے چاہا، ان کو جواب دے دیا گیا: جب تک دو شاہد نہ لے کر جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا، اور بلاد بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے۔

ان تصریحات کی موجودگی میں ایک قاضی کا ایک جگہ سے ساری دنیا میں اعلان کیسے کافی ہوگا؟ یا پورے صوبہ کے لیے کیسے مثبت اور نافذ العمل ہوگا۔ اس موجودہ حالت میں تو شہادت علی الشہادۃ یا شہادۃ علی حکم القاضی پر عمل کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس گجرات سے ایک خط آیا کہ ہم نے احمد آباد میں ایک ہلال کمیٹی علمائے کرام پر مشتمل بنائی ہے اور پورے صوبہ کے بیس یا بائیس شہروں میں نائب سب کمیٹیاں بنائیں۔ پورے صوبہ میں جہاں بھی رویت کی شرعی شہادت فراہم ہوگئی ہم اپنی جملہ کمیٹیوں کو فون یا ٹیوی کے ذریعہ مطلع کر دیتے ہیں اور وہ حضرات دو آدمی بطور شاہد بھیج کر شہادت لے جاتے ہیں۔ بیسوں سال سے وہ ایسا ہی کرتے اور پورے صوبہ گجرات میں بلا اختلاف عید و بقر عید وغیرہ کی تقریبات بجا لاتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے یہاں کے سنیوں کو بھی ایسا انتظام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بقیہ پورے ہندوستان کا قاضی اور ٹی وی پر اس کا اعلان یا ٹیلیفونوں کی خبر مستفیض یا ایسا ہی کوئی طریقہ موجودہ حالات میں ہو تو ہوس خام ہی معلوم ہوتی ہے۔ نوٹ: میں نے اس تحریر سے فتوی نہیں دیا ہے بلکہ اپنے علم کے موافق مسئلہ کی صورت حال لکھدی۔

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو

(۴-۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مارچ ۵۹ء کو مطلع صاف تھا چاند کسی کو نظر نہیں آیا۔ جماعت کثیرہ کی گواہی ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) ۹ مارچ کو ۶ بجکر ۲۱ منٹ پر قران نیرین تھا، اس لیے دس مارچ کی شام کو رویت کا امکان تھا اور اسی امکان کے پیش نظر لکھنو، حیدرآباد، کلکتہ وغیرہ کے ریڈیو اسٹیشنوں سے چاند ہونے کی خبر نشر کی گئی، کچھ لوگوں نے اسی کو معتبر مان کر تراویح شروع کی۔ ان کا یہ عمل کیسا ہے اور خبر ازروئے شرع معتبر ہے یا نہیں؟

(۳) اہل نجوم کا کہنا ہے کہ گہن بدر کامل میں ہی لگتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(۴) اختلاف مطالع کی بناء پر رویت مقدم و موخر ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا یہی حال گہن کا ہے یا اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی ہے؟

(۵) ریڈیو کی خبر کے حساب سے چاند گرہن ۲۲ مارچ بروز پیر ہونا چاہیے، لیکن چوبیس مارچ کو گہن ہوا تو ریڈیو کی خبر صحیح ہے یا غلط؟

(۶) اور ریڈیو کی خبر پر اس حال میں عمل کرنا روا ہے، یا ناروا؟

(۷) جن لوگوں نے بارہ مارچ کو روزہ رکھا، ان کا حساب گرہن کے موافق ہے اور اب تک ان کے پاس دس مارچ کی رویت کی کوئی شہادت بھی نہیں گزری، اگر کوئی شہادت شرعی گزر جائے تو اس پر عمل کیا جائے، یا قران نیرین والے قاعدہ پر عمل کیا جائے؟

حاجی ضیاء اللہ، محمد یوسف تاجران مرحوم وہڈی ناناپارہ بہرائچ

الجواب

بیشک جماعت کثیرہ کی ضرورت ہوگی۔ عالمگیری میں ہے: "وان لم یکن بالسماء علة لم تقبل الا شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم۔ (الباب فی رؤیة الهلال: ۱/۲۰۱) لیکن اگر باہر یعنی ایسی جگہ سے جہاں چاند نظر آنے کا امکان بہ نسبت آبادی کے زیادہ ہو، جیسے پہاڑی یا صحرائی علاقہ سے کوئی آدمی آیا اور چاند دیکھنے کی شہادت دی تو رمضان کے چاند میں ایک آدمی کی ہی گواہی کافی ہوگی۔ عالمگیری میں ہے۔ انه يقبل شهادة الواحد اذا جاء من خارج المصر (کتاب الصوم: ۱/۲۵۱)

چاند کا ثبوت مشاہدہ سے ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "صوموا لرويته وافطروا لرويته فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلثين يوما۔ (مشکاۃ: ۱/۳۶۳) اب آدمی یا تو خود دیکھے یا ثقہ اور عادل دیکھنے والوں سے اس کا ثبوت ہو، اس کے علاوہ چاند کے ثبوت کی شریعت مطہرہ میں کوئی سبیل نہیں۔ نہ تو ریڈیو، تار ٹیلیفون وغیرہ نہ آلات جدیدہ کی خبروں سے چاند کا ثبوت ہوگا، نہ اہل توقیت اور نجوم

کے حساب وکتاب سے، کہ یہ نہ تو رویت ہے نہ شہادت۔ عالمگیری میں ہے:" وهل يرجع الى قول اهل الخبرة العدول من اهل النجوم الصحيحة انه لا يقبل ۔ پس صورت مسئولہ میں نہ تو چاند کا ثبوت ریڈیو کی خبر سے ہوگا، نہ اہل نجوم کے حساب سے، اور جن لوگوں نے ان چیزوں پر اعتبار کر کے رکھ لیا، ان کا روزہ رمضان سے ہوا نہ تراویح صحیح ہوئی۔

(۴) اختلاف مطالع کی بنیاد پر رویت میں تقدیم وتاخیر ہوسکتی ہے اور یہی حال قران نیرین کا ہے۔ لیکن شریعت مطہر میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے، اس لیے مغرب میں چاند دیکھا گیا اور اس کی شہادت شرعی موصول ہوگئی تو مشرق میں بھی اس حساب سے مہینہ مقرر ہوگا، اگر چہ اختلاف مطلع کی وجہ سے دونوں جگہوں میں رویت مختلف ہونا چاہئے۔ عالمگیری میں:" لا عبرة لا ختلاف المطالع فی ظاهر الرواية وعليه فتوى ابى الليث وبه كان يفتى شمس الأئمة الحلوانى قال: لورأى اهل المغرب هلال رمضان يجب الصوم على اهل المشرق اذا ثبت عندهم روية اولئك بطريق الموجب ۔ (۲۵۲/۱) زیادہ تفصیل اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتاب میں ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی، ۲۷ رذوالحجہ، الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۱-۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں

(۱) زید ۲۷ رمضان کو بمبئی سے چلا، جب مکہ معظمہ پہنچا تو ۲۹ تاریخ تھی چاند ہوگیا، اب زید عید کرے گا یا کہ روزہ رکھے گا، اگر عید کرے گا تو عید کے بعد اپنے دوروزے پورے کرے گا یا نہیں؟۔

(۲) ۳۰ رمضان المبارک کو مکہ معظمہ سے چلا اور جب بمبئی پہنچا، تو ۲۷ ر رمضان المبارک تھی اب زید مزید روزے رکھے گا یا نہیں؟۔

(۳) زید روزہ رکھ کر بمبئی سے صبح آٹھ بجے چلا اور جب تین گھنٹہ کے بعد اپنے وطن پہنچا تو آفتاب غروب ہو رہا تھا اب زید روزہ افطار کریگا کہ نہیں؟۔

المستفتی، محمد حیدر خاں نوری حشمت نگر پیلی بھیت

الجواب

(۱) مکہ معظمہ میں اگر چاند کی رویت کا شرعی طور پر ثبوت ہو چکا ہو تو زید دوسرے روز روزہ افطار کرے اور عید کی نماز پڑھے۔ رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا، شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے شروع کردیے، اٹھائیس ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند ہوگیا تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ رکھیں، اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہ دیا تھا، بلکہ رجب کی تیس تاریخیں

پوری کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دوروزے قضا کے رکھیں۔ عالم گیری میں ہے " اذا صاموا اهل مصر شهر رمضان على غير روية ثمانية وعشرين يوماً ثم رآوا هلال شوال. ان علوا شعبان برويته ثلاثين يوماً ولم يروا هلال رمضان قضوا يوما واحدا. وان صاموا تسعاً وعشرين يوماثم رأو اهلال شوال لا قضاء عليهم . فان علوا هلال شعبان ثلاثين يوماً من غير رويةهلال شعبان ثم صاموا رمضان قضوايومين كذا فى الخلاصه "۱ (۲۰۲/۱) درمختار میں ہے " واختلاف المطالع غير معتبر على المذهب " اور اگر رویت کا شرعی ثبوت نہ ہو تو زید روزہ نہ توڑے، بلکہ ۳۰ روزے پورے کرے، جنتری والوں کا شرع میں اعتبار نہیں۔ درمختار میں ہے:" لااعتبار قول الموقتين" اور حدیث شریف میں ہے" وافطروا لرويته"

(۲) اس صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ زید نے مکہ میں رویت کے ثبوت شرعی کے بعد روزہ شروع کیا تھا یا جنتری وغیرہ کے اعلان کی بنیاد پر، پہلی صورت میں جب اس کا تیس روزہ پورا ہوگیا تو اور لوگوں کے ساتھ اس کو روزہ نہ رکھنا چاہیے مگر علی الاعلان کھانا پینا بھی نہ چاہیے اور اگر دوسری صورت ہو تو تین روزے جو اس نے رکھے وہ روزے ہوئے ہی نہیں، سب لوگوں کے ساتھ اس کو روزہ رکھنا چاہیے، بل کہ اگر اس نے تنہا چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہو، تب بھی اس کو یہاں لوگوں کے ساتھ روزہ رکھنا ہوگا۔

عالم گیری میں ہے:" رجل رأى هلال رمضان وحده فشهد ولن تقبل شهادته كان عليه ان يصوم ولو اكمل هذا الرجل ثلثين يوماً"

(۳) ایسی صورت میں اس کا روزہ مکمل ہوگیا۔ قرآن عظیم میں ہے:﴿ ثُمَّ أَتِمُّواْ الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ ﴾ [البقرة:۱۸۷] اور حدیث شریف میں ہے " اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا فقدافطر الصائم " واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ

ہمارے یہاں جب جب عید کا چاند نظر نہیں آتا تو ایک آدمی کانپور سے سند یا خبر لے آتا اور عید کرلی جاتی، اس سال بھی ایسا ہی ہوا تو فقیر نے افطار نہیں کیا، کیونکہ ایک شخص غیر داڑھی بے نمازی سند قاضی شہر سے لایا تھا، فقیر کی لعن طعن ہوئی تو میں نے فتاوی فیض الرسول شریف مجلد اول صفحہ ۵۲۴-۵۲۵ کا حوالہ دیا جو ماخوذ فتاوی رضویہ ہے تو اور چند لوگوں نے بھی افطار نہیں کیا، اب معلوم کرنا اس امر کا ہے کہ مستقبل میں اگر پھر ایسا موقع آئے تو کیا کرنا چاہیے، کیونکہ ہمارے یہاں جو چند لوگ نمازی ہیں وہ بھی عادل ومتقی نہیں ہیں، لہذا غیر عادل لوگ اگر سند لائیں تو کس طرح سے اور کتنے لوگ ساتھ جاکر لائیں جو

قابل قبول ولائق عمل ہو یا فقط تیس روزے پورے کر کے عید کریں، اگرچہ شہر میں انتیس کے بعد عید ہو جائے، برائے کرم حضرت مفتی صاحب قبلہ فتاویٰ مذکورہ وصورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی آسان صورت بیان فرمائیں تاکہ گناہ سے بچیں۔

المستفتی محمد جمیل اختر رضوی غفرلہ، گرام و پوسٹ بارا ضلع کانپور

الجواب

کتاب القاضی الی القاضی کے لیے دو عادل گواہ کافی ہیں، اگر آپ کے قصبہ بارہ میں ایسے دو آدمی دستیاب نہ ہوں تو آپ کانپور سے دو ایسے آدمی فراہم کرلیں جو عادل ہوں اور انھیں اصولوں کے تحت جو فتاویٰ رضویہ میں مذکور ہیں قاضی شہر کانپور کا خط لاکر آپ کے وہاں پیش کریں، آپ حضرات ان کی آمد و رفت کے کرایہ کا انتظام کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

(۱۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

یہاں عید کی نماز کچھ لوگوں نے سوموار کو پڑھی، انتیس کے حساب سے اور ہم لوگوں نے پورا تیس روزہ کر کے منگل کے روز پڑھی، اس لیے یہاں کافی جھگڑا کھڑا ہو گیا ہے، جن لوگوں نے انتیس کے حساب سے پڑھی ریڈیو، ٹیوی کی خبر ہے۔ فقط۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے ریڈیو کی خبر پر بھروسہ کر کے نماز پڑھی وہ گنہگار ہوئے، اور جن لوگوں نے انتیس کی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے تیس دن پورے کر کے نماز پڑھی درست وٹھیک کیا اور شرع کے موافق عمل درآمد ہوا، اب اگر گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ انتیس کو چاند کی رویت ہوئی تھی تو ایک روزہ قضا کرلیں اور بس، یہ سب باتیں فتاویٰ رضویہ میں لکھی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۶ شوال المکرم ۱۴۱۴ھ

(۱۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں کچھ کھرے حضرات نے بہت سے لوگوں کا آخری روزہ یہ کہہ کر تڑوا دیا کہ چاند ہو گیا ہے، لیکن گیارہ گھنٹے کے بعد قدرت نے فیصلہ کردیا کہ چاند انتیس کا دیکھا گیا اور دشمن اسلام کا منہ کالا کردیا، اب یہ عقیدے اور ایمان کے کچھ لوگ اپنے بارے میں پوچھتے پھر رہے ہیں کہ کیا ہمیں آخری روزے کا کفارہ ادا کرنا ہوگا، یا قضا یا کچھ بھی نہیں اب آپ ہی ارشاد فرمادیں کہ ایسے

لوگوں کو کیا کرنا ہوگا؟ فقط والسلام

المستفتی محمد ابو الکلام قریشی، نوری ہاؤس اوپر کولہی، پوسٹ جھریا، ضلع دھنباد (بہار)

الجواب

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ روزہ تڑوانے کا مطلب یہ ہے کہ صبح سے ہی روزہ رکھنے نہ دیا کہ آج یوم عید ہے، ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنے والوں پر صرف قضا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صفحہ ۶۰۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۹ شوال المکرم ۱۴۱۴ھ

(۱۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ملک سعودیہ عربیہ میں ہندوستان سے ایک روز پہلے عید کرتے ہیں اور ہندوستان میں چاند دیکھ کر عید کرتے ہیں، سعودیہ میں بھی چاند دیکھ کر ہی عید کرتے ہیں تو ایسا کیوں ہے، جب دن وہی رہتا ہے اور انگریزی تاریخ وہی رہتی ہے۔ مثلا سعودیہ عربیہ میں مارچ کی انتیس تاریخ اور دن جمعہ ہے تو یہی تاریخ اور دن ہندوستان میں ہے تو روزہ کیوں ایک دن آگے پیچھے ہوتا ہے، کیا چاند ایک دن پہلے سعودیہ عرب میں نکل آتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ہندوستان اور عرب میں چاند نظر آنے میں ایک دن کا فرق پڑ سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اور عرب میں دن ڈوبنے میں ڈھائی تین گھنٹہ کا فرق ہے، ہندوستان میں پہلے سورج ڈوبتا ہے اور رات ہو جاتی ہے اور عرب میں بعد میں اس لیے عین ممکن ہے کہ چاند کی ۲۹ تاریخ کو جب کہ یہاں تین گھنٹہ پہلے ہی سورج ڈوب گیا اور اندھیرا ہو گیا اور چاند ابھی اس جگہ نہ پہونچا تھا کہ نظر آتا اس لیے چاند نظر نہ آیا اور دوسرے روز وہی مہینہ رہا اور اس کی ۳۰ تاریخ جب کہ عرب میں تین گھنٹہ بعد تک سورج رہا اتنی دیر میں چاند اس جگہ پہونچ گیا ہو کہ نظر آجائے تو عرب میں ۲۹ کو ہی دیکھ لیا گیا اور مہینہ ختم ہو گیا تو دوسرے دن دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ ہوگی، اس طرح ایک تاریخ کا فرق پڑ سکتا ہے، لیکن عربی حکومت تو خاص طور سے حج کے مہینہ میں تین دن کے فرق سے حج کرا دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

(۱۸) **مسئلہ:** رمضان المبارک کا مہینہ ہے، شام کا وقت ہے مغربی افق پر گھرے بادل چھائے ہیں، جس کے سبب سورج کو غروب ہوتے دیکھنا محال ہے، لیکن یہ کوئی پریشانی اور الجھن کی بات نہیں گھر میں لگے ہوئے افطار سحر کے جدول سے افطار کا وقت معلوم کیا اور گھڑی دیکھ کر وقت پر بلا کسی ہچکچاہٹ

اور پس وپیش کے روزہ افطار کرلیا، سوچنے کی بات یہ ہے کہ سحر وافطار کے جدول جسے ہم سب معتبر سمجھتے ہیں فلکیات کے علم کی بنیاد پر تیار کیے جاتے ہیں، جب اسی علم کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ عید کا چاند فلاں روز طلوع ہوگا تو ہم اس بات پر یقین کیوں نہیں کرتے؟۔

جس ریڈیو یا ٹیلیویژن پر اعلان کیے گئے، صحیح وقت سے ہم ہر رمضان میں اپنی اپنی گھڑیاں ملاتے ہیں تاکہ صحیح وقت پر سحر وافطار کرسکیں، پھر جب اسی پر کسی مفتی یا عالم کے اعلان کی بنیاد پر عید کی چاند کے طلوع ہونے کی خبر دیتے ہی ہم میں سے کچھ لوگ اس کو صحیح مان لیتے ہیں، کیوں ہوتا ہے ایسا ہمارے مسئلے میں انھیں تضاد کا ایک نتیجہ ہے کہ ہر سال رویت ہلال کا جھگڑا کھڑا ہوتا ہے اور ایک ہی شہر قصبہ یا گاؤں میں دو عید اور کبھی تو تین عیدین تک منائی جاتی ہیں۔ کاش ہم اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام لینا سیکھتے اور کم از کم ایک ہی بستی میں ایک ہی عید مناتے۔ اس دعا کے ساتھ کہ امسال رویت ہلال کا تنازعہ نہ کھڑا ہو اور کم از کم ایک جگہ کے مسلمان ایک ہی دن عید منائیں، ہم اپنے قارئین کو ادارہ تہذیب الاخلاق کی جانب سے اور خود اپنی جانب سے عید الفطر کی دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اسرار احمد

محترم جناب مفتی صاحب........ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایجوکیشنل کانفرنس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایک رسالہ ماہنامہ بنام "تہذیب الاخلاق" شائع ہوتا ہے، اس میں یونیورسٹی کے ایک استاذ اسرار احمد صاحب کی جانب سے بعنوان عید مبارک چند سطور شائع کی گئی ہیں، جس میں ثبوت ہلال کے لیے ریڈیو ٹیلی ویژن سے کسی عالم کے اعلان یا کسی ماہر نجوم کے حساب کی بنیاد پر ثبوت ہلال کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، مہربانی فرما کر اس فرق کی وضاحت فرمائیں کہ اوقات صلوۃ وافطار وسحری میں علم نجوم کا حساب کیوں معتبر ہے اور ثبوت ہلال کے لیے کیوں نہیں۔ اسرار احمد صاحب کے مضمون کی فوٹو اسٹیٹ کاپی پر مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ والسلام

آپ کا ندیم احمد زیدی دودھ پور علی گڑھ

الجواب

مکرمی جناب سید صاحب زید مجدہ........... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) آپ نے اپنے سوال میں جس چند سطری مضمون کا حوالہ دیا ہے، وہ تہ در تہ غلط فہمیوں کا مجموعہ ہے، مثلاً یہ تاثر دینا کی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبروں کو چھوڑ کر چاند پر اعتماد کرنے کی وجہ سے ہر گاوں میں چند عیدوں کا جھگڑا پیدا ہوتا ہے، یہ غلط ہے اور تاریخ اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔

میں اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ آج سے پچاس سال قبل بھی ہمارے قصبہ مبارکپور کی آبادی ۲۰ ہزار سے زائد ہی رہی ہوگی اور یہاں بہت دنوں سے ٹاؤن ایریا قائم تھی مگر نئی ایجاد کی کم یابی کا یہ عالم تھا کہ مبارکپور میں سب سے پہلے جب فونوگراف آیا، تو ایک وسیع میدان میں لگ بھگ پانچ سو آدمیوں نے جمع ہوکر پورے انہماک وحیرت واستعجاب ومکمل سناٹے کے ساتھ اس کو سنا اور پروگرام ختم ہونے کے بعد ایک ایک آدمی نے قریب سے اس آلہ کو دیکھا، اس کے بعد پورے قصبہ میں کئی مہینوں اسی طرح اس کی نمائش ہوئی، یہاں سب سے پہلے لاؤڈ اسپیکر دیوبندی مکتبہ فکر کی ایک کانفرنس میں استعمال ہوا، اس عجیب وغریب چیز کے دیکھنے اور سننے کے لیے ضلع سے بیسوں ہزار کا مجمع اکٹھا ہوا، مطلب یہ ہے کہ اسوقت یہ آلات بے حد کم یاب تھے، اس کے بہت دنوں بعد ان اطراف میں کہیں کہیں ریڈیو کا ذکر سنا جانے لگا ٹیلویژن تو بالکل حال کی بات ہے۔

اس وقت ہمارے جیسے قصبات اور دیہات کے سارے ہی لوگ چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے اور چاند دیکھ کر افطار کرتے تھے، یہ آلات اس وقت موجود ہی نہ تھے کہ ان پر اعتماد کرنے اور نہ کرنے کا سوال اٹھے بل کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت ان اطراف کے لوگ ان آلات پر اعتماد کرتے ہی نہ تھے اور کہیں سے بھی دو عید ہونے کی خبر نہیں آتی تھی، ہر جگہ ایک ہی دن عید ہوتی تھی تو ثابت ہوا کہ جب تک لوگ صرف چاند پر اعتماد کرتے تھے، ان آلات کی طرف کوئی توجہ نہ تھی، اس وقت تک یہ اختلاف تھا ہی نہیں، اختلاف تو اس وقت سے پیدا ہوا جب سے کچھ لوگوں نے چاند چھوڑ کر ان آلات پر اعتماد کرنا شروع کیا ہے۔ پس اختلاف کی ذمہ داری ان آلات پر اعتماد نہ کرنے والوں کے سر ڈالنا زیادتی ہے، جب کہ اس کی ساری ذمہ داری اعتماد کرنے والوں پر جاتی ہے۔

(۲) لوگوں کو نقشہ سحر وافطار پر عمل کرتے دیکھ کر یہ طے کرلینا کہ شریعت نے واقعی طلوع وغروب کو جو افطار وسحر کا مدار قرار دیا ہے، لوگوں نے اس کے بجائے اس نقشہ پر مکمل اعتماد کرلیا ہے" غلط ہے۔

اس کا تجربہ یوں ہوسکتا ہے کہ اگر کسی روز نقشہ سحر وافطار کو دیکھ کر لوگ روزہ افطار کریں اور سورج نہ ڈوبا ہو تو ایسا نہیں کہ لوگ اپنی آنکھ کے مشاہد کو چھوڑ کر کہیں کہ ہمارا روزہ صحیح ہوگیا، ہمارا روزہ حقیقی غروب کے موافق گو نہ ہوا ہو، لیکن چونکہ ہم نے نقشہ کے مطابق افطار کیا ہے، اس لیے ہمارا روزہ صحیح ہوگیا۔

جیسے بدلی کے ایام میں اس قیاس پر کہ سورج ڈوب گیا ہوگا، لوگوں نے افطار کرلیا ہو، لیکن بعد میں بادل چھٹ گیا ہو اور دھوپ نکل آئی ہو تو لوگ اس روزہ کی قضا کرتے ہیں، یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ دراصل اعتماد تو واقعی طلوع وغروب پر ہے، نقشہ سحر وافطار کو اسی کی مطابقت کے طور پر مانا جاتا ہے۔

رہ گیا یہ سوال کہ ایسا ہی معاملہ رویت ہلال میں علمائے علم ہیت کے اعلان کے ساتھ کیوں نہیں کیا

جاتا ہے کہ جہاں چاند نہ دیکھا جاسکتا ہو، وہاں علمائے فلکیات کے اعلان پر ہی بھروسہ کرلیا جائے کہ فلاں روز رویت ہوگی، اس کا جواب ہم اگلے نمبر میں دے رہے ہیں۔

(۳) یہ سوچنا کہ جب افطار اور سحر میں طلوع وغروب کے لیے علمائے ہیئت کے اعلان کا اعتبار کیا جاتا ہے تو ایسا ہی رویت ہلال کے مسئلہ میں بھی ہونا چاہیے اور ایسا نہ کرنے والوں کو تضاد کا شکار قرار دینا ہی غلط ہے۔

اتنا تو سب جانتے ہیں کہ طلوع وغروب کا مدار سورج کی یومیہ رفتار پر ہے، جس سے رات دن کا پتہ چلتا ہے اور رویت ہلال کا دارومدار چاند کی رفتار پر ہے، جس سے مہینہ کا پتہ چلتا ہے، جب ان دونوں کا تعلق دو سیاروں کی رفتار سے ہو، اور ان دونوں کی رفتار بھی یکساں نہیں تو یہ سوال کہاں پیدا ہوتا ہے کہ دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہیے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا چاہیے۔

اب دونوں کی رفتاروں کا فرق ملاحظہ ہو، علمائے ہیئت کے بیان کے مطابق سورج کی رفتار کی تحقیق ہو چکی ہے اور اس کے ہر دن کی مقدار کا تجربہ ہو چکا ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً امسال یکم مارچ کو سورج دن میں بھی آسمان کی جتنی مسافت طے کریگا ٹھیک اتنی ہی مقدار آئندہ بھی اسی تاریخ میں طے کرے گا، تحقیق رفتار شمس کی ابتداء سے آج تک کا یہی تجربہ ہے کہ منٹ اور سکنڈ کا بھی کبھی فرق نہیں پڑا، برخلاف اس کے، چاند کی رفتار کے بارے میں علم فلکیات کے تحقیق کرنے والوں نے یہ اعلان کیا کہ اس کا کوئی ضابطہ ہی مقرر نہیں ہوسکا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب ''امام اہل سنت'' علم فلکیات اور توقیت میں امامت کا درجہ رکھتے تھے، اپنے رسالہ ''البدور الاجلہ'' میں فرماتے ہیں:

''حکمائے یونان جوان قواعد کو وضع کر چکے، خود بھی ان پر مطمئن نہیں، تصریح کرتے ہیں کہ احوال قمر کا آج تک انضباط نہ ہوا، پھر ایسے شاك وشاك فی انه شاك کا کیا اعتبار''

(فتاویٰ رضویہ چہارم صفحہ ۵۷۵)

اور اتنی بات تو معمولی سدھ بدھ رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ سال کے ۳۶۵ دن میں ہر دن کے بارے میں ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اتنے گھنٹہ اتنے منٹ اور اتنے سکنڈ کا ہوگا، جب کہ قمری سال کے صرف بارہ مہینوں کے بارے میں ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ کتنے مہینے انتیس کے ہونگے اور کتنے تیس کے اور مسلسل ہونگے یا ایک ۲۹ اور ایک ۳۰ کا وغیرہ وغیرہ، ان سب باتوں کی تفصیل امام اہل سنت کی اسی کتاب میں ہے۔ میرے ایک محبّ برطانیہ میں رہتے ہیں، ان سے ذکر آیا تو کہنے لگے کہ نہیں صاحب

ایسی بات نہیں ہے مسلسل پچاسوں سال سے اس محکمہ کی پیشن گوئیاں صحیح ثابت ہوئی ہیں اس کا ریکارڈ موجود ہے، میں نے ان سے عرض کیا تب تو آپ کے لیے بہت آسان ہے، آپ اسی تحقیقات کی پچاس سالہ رپورٹ کی نقل ہم کو بھجوادیں ہم اس مسئلہ پر غور کریں گے، اس واقعہ کو کئی سال ہو چکے ہیں، آج تک تو انہوں نے وہ رپورٹ بھجوائی نہیں، اگر آپ کی یونیورسٹی کے وہ استاد صاحب بھی ہماری یہ مدد کریں تو ہم شکر گذار ہوں گے۔ پھر ایسے مسئلہ میں ایک کو دوسرے پر قیاس نہ کرنے کا فیصلہ دراصل انھیں علمائے فلکیات کے اس اعلان کی روشنی میں ہے کہ احوال مذکورہ کا آج تک انضباط نہ ہوسکا، یہ کسی علمی یا عملی تضاد کا نتیجہ نہیں ہے، جس کو حقیقت حال نہ معلوم ہوا سے ہم اس امر کو تضاد قرار دینے میں معذور سمجھتے ہیں۔

(۴) اور بالفرض اب تحقیق مکمل ہو چکی ہے اور ہر ہر مہینہ کے دنوں کی قطعی تعین ممکن ہو چکی ہو تب بھی رفتار شمس وقمر دونوں کی خبروں کا حکم یکساں نہ ہونے کی وجہ اور بھی ہے۔

قیاس کرنے کے سلسلہ میں اس مختصر مضمون میں دو مثالیں دی گئی ہیں۔ ایک تو یہی کہ جب رفتار شمس کے بارے میں علم فلکیات کے ماہرین کی بات کا اعتبار ہے تو رفتار قمر کے بارے میں انکا اعتبار کیوں نہیں، دوسرے یہ کہ جب گھڑی ملانے کے لیے ریڈیو کی خبر کا اعتبار ہے تو رویت ہلال کے بارے میں کسی عالم کی طرف سے کئے گئے اعلان کا کیوں اعتبار نہیں کرتے۔

وجہ فرق یہ ہے کہ شریعت نے خبر کو بھی علم کا ذریعہ ضرور قرار دیا ہے، مگر عام طور سے خبروں کا جو حال ہے سب پر واضح ہے، کسی عام آدمی کی بات نہیں بڑی بڑی حکومتوں کے وزرا آج کچھ کہتے ہیں اور کہہ کر اس سے مکر جاتے ہیں، اخبارات لمبی لمبی شاہ سرخیوں سے آج ایک خبر شائع کرتے ہیں اور کل اس کی تردید ہو جاتی ہے، نشر واشاعت کے محکمے منصوبہ بند طریقہ سے غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں اور تحقیق کے نام پر نئی نئی تاریخیں تیار کرلی جاتی ہے، اس لیے اسلام نے جہاں خبر کو علم کا ذریعہ قرار دیا، وہیں یہ اصول بھی بتائے کہ کون سی خبر قابل قبول ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[الحجرات:٦] فاسق کی باتوں پر عمل سے پہلے تحقیق کرلیا کرو۔ عام طور پر فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں میں یہ تفصیل ہے کہ دنیاوی معاملات میں غیر مسلم کی خبر بھی مقبول ہے جب کہ دیانات وعبادات میں ان کی خبر پر اعتماد نہیں، یونہی یہ ضابطہ بھی مقرر کیا گیا کہ کس معاملہ میں کون سی خبر معتبر ہوگی اور کون سا معاملہ کس قسم کی خبر سے ثابت ہوگا۔ قرآن عظیم میں کئی مقام پر فرمایا گیا: ﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾[الطلاق :٢] اس معاملہ پر دو عادل گواہ حاضر کرو۔ ہم کو یہاں قبول اور عدم قبول خبر کا پورا ضابطہ بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ صرف یہ واضح کرنا تھا کہ شریعت میں بعض معاملات کا ثبوت صرف خبر

سے بھی ہو جاتا ہے اور بعض کیلیے شہادت اور گواہی کے بغیر چارہ نہیں اور یہ تفریق کچھ بعید از عقل بھی نہیں، ساری دنیا کے لوگ مذہب سے قطع نظر دنیاوی زندگی کہ معاملات میں بھی اس کا لحاظ کرتے ہیں، چنانچہ اہل دنیا اپنے کاروبار میں تو مطلقا خبروں پر بھروسہ کرتے ہیں، تار، خط، ٹیلیفون اور ٹیلیویزن پر اعتماد کرتے ہیں، لیکن یہی لوگ جب کوئی خبر کسی مقدمہ کی سلسلہ میں پاتے ہیں تو اثبات مدعیٰ کیلیے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے اور گواہوں کا بنفس نفیس کچہری میں حاکم کے سامنے قول وقسم کہ بعد گواہی دینا ضروری قرار دیتے ہیں حالانکہ وہاں بھی یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب سارے معاملات میں صرف خبر پر بھروسا کیا جاتا ہے تو کچہری میں تو اثبات دعویٰ کیلیے صرف زبانی خبر یا تار، خط، ٹیلیفون اور ٹیلیویزن کے ذریعہ کیوں گواہی قبول نہیں کی جاتی ہے، گواہ کا خود حاضر ہو کر یہاں گواہی دینا کیوں ضروری قرار دیا جاتا ہے، یہ تو بڑا تضاد ہے یہی وہ فرق ہے جس کا اعتبار شریعت اسلامیہ نے رویت ہلال کے مسئلہ میں کیا ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے: "صوموا لرویته وافطروا لرویته فان غم علیکم الهلال فاکملوا العدة ثلثین یوما"
چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو اور چاند نظر نہ آئے تو مہینہ کی مدت تیس دن پوری کرو۔
دوسری حدیث میں ہے: "ان الله امده لرویته" اللہ تعالیٰ نے مہینہ کو رویت تک دراز رکھا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثبوت ہلال کو اصل میں رویت پر موقوف رکھا اور ہلال نظر نہ آئے تو مہینہ کے تیس دن مکمل کرنے کا حکم دیا۔ اور چونکہ ہر مسلمان کا فردا فردا چاند دیکھنا عادۃ ناممکن ہے، اس لیے کم از کم دو عادل آدمیوں کی رویت ضروری قرار دی اور رویت کے ثبوت کے لیے ان کی گواہی لابدی گردانی ہے۔

درمختار میں ہے۔ وشرط للفطر مع العلة العدالة ونصاب الشهادة ولفظ اشهد۔ (مبحث فی یوم شك: ۳/۳۱۵) عید کے لیے ابر ہونے کی صورت میں عادل شاہدوں کی نصاب (دو گواہ) اور لفظ اشہد شرط ہے۔ بس معلوم ہوا کہ ہلال عید کے لیے رویت عام نہ ہو تو دو عادل گواہوں کی شہادت اور وہ بھی فراہم نہ ہو تو مہینہ کی تعداد پوری کرنے کا شرعا حکم ہے اور یہ مذہبی معاملات کی اس قسم میں داخل ہے جس کے لیے خبر چاہے جیسی بھی ہو کافی نہیں۔ اس کے لیے شہادت ضروری ہے۔
بخلاف اس کے طلوع وغروب ہے کہ ابر ہونے کی وجہ سے اگر مشاہدہ ممکن نہ ہو تو اس کا ثبوت فراہم کرنے کی نہ تو خبر کی ضرورت ہیا ور نہ اصول شہادت کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہر آدمی کو اس کے غلبہ ظن کا پابند کیا گیا ہے کہ جب یہ غالب گمان ہو جائے کہ سورج غروب ہو گیا ہو تو افطار صوم کر لو۔ اور جب یہ گمان غالب ہو جائے کہ صبح صادق طلوع کرنے والی ہے اسی وقت سے سحری ختم۔ ظاہر ہے کہ تحری اور اندازہ سے جو غلبہ ظن حاصل ہوگا یہ بے حد معمولی درجہ کا ہوگا جو آدمی کے خود اپنے لیے قابل عمل ہے۔ اور علمائے فلکیات کے

تجربہ سے جو غلبہ ظن حاصل ہوگا اگر شہادت اور گواہی سے ہونے والے علم کا درجہ نہیں رکھتا مگر تحری والے علم سے ضرور افضل علم ہے۔
تو جہاں تحری والا علم کافی ہوتا ہے وہاں تو تجربہ والے علم کی روشنی میں مرتب نقشہ سحر وافطار سے طلوع وغروب کے علم کا کام چل سکتا ہے۔ لیکن جہاں من جانب شرع خاص رویت یا شہادت ضروری ہو (جیسے مسئلہ رویت ہلال) وہاں تجربیات (علم فلکیات) کے ظنی علم سے کس طرح کام چلے گا بالخصوص اس صورت میں کہ عدم رویت وشہادت کی صورت میں شرع کی طرف سے ایک متبادل انتظام (دنوں کی تعداد مکمل کرنا) موجود ہے۔ پس دونوں مسئلے دو قسم کے ہو گئے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔
یہی بات گھڑی سے ٹائم ملانے اور رویت ہلال کے مسئلہ کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے اور اسی قسم کا فرق ٹیلی ویژن سے کسی عالم کے اعلان میں ہے کہ کہ وہ لاکھ فقیہ معتبر ہوں ان کا اعلان ایک خبر ہی ہوگا جب کہ رویت ہلال کے ثبوت کے لیے صرف خبر کی ہی نہیں بلکہ دو عادل گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲؍شوال ۱۱ھ

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
۲۹؍شعبان یا ۲۹؍رمضان کو چاند نہ دیکھا اور نہ ہی شرعی شہادت ملی ایسی صورت میں ریڈیو، تار ٹیلیفون ٹیلیویژن کی خبر پر روزہ رکھ سکتے ہیں، عید کر سکتے ہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی اے۔ ایچ۔ ثناء اللہ کافی پلانٹر مڈگیرہ چک منگور

الجواب

ہمارے نزدیک تار، خط، ریڈیو، ٹیلیفون وغیرہ کی خبروں پر اعتبار کر کے نہ روزہ رکھا جا سکتا ہے نہ عید کی جا سکتی ہے۔ تفصیلی دلائل کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوی بالخصوص فتاوی رضویہ جلد سوم کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۱؍شوال ۱۴۰۵ھ

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید ایک متعین عیدین کے امام ہیں۔ ۲۹؍رمضان کو ریڈیو کی خبر پر تراویح کی نماز چھوڑا اور تیس رمضان کا روزہ بھی چھوڑا تو ایسے امام کی اقتداء میں عیدین کی نماز یا دیگر نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عبداللطیف اشرفی، ساکن سری پٹول، ضلع کٹیہار

الجواب

ریڈیو کی خبر پر بھروسہ کر کے عید کرنا اور روزہ چھوڑنا حرام ہے۔ زید نے اس کا ارتکاب کیا تو گنہگار اور فاسق ہوا۔ اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور ۲۹ر تاریخ کا چاند شرعی شہادتوں سے ثابت نہ ہوا ہو تو ایک روزہ کی قضا اور لازم۔ اگر زید مسئلہ جان کر بھی توبہ نہ کرے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

حلبی کبیر اور شامی میں ہے: ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم۔

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو، ۱۵ر جمادی الاخری ۱۴۱۸ھ

(۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

رمضان کی چاند کی انتیس تاریخ ہے، مثلاً منگل کے دن جانے کی رات کو رمضان کا چاند نظر آیا، اور بدھ کو سب لوگوں نے روزہ رکھا اور پھر آخری بدھ یعنی رمضان کے انتیس تاریخ گذر جانے کے بعد جمعرات کو عید کا چاند نظر میں نہیں آیا۔ یہاں تک کہ ہر جگہ لوگوں سے دریافت بھی کیا گیا، لیکن کسی نے بھی چاند دیکھنے کی خبر نہیں دی ہے یہاں تک کہ پورے شہر کے آدمی سے خبر لیا گیا ہے مگر کسی شخص کی زبان سے یہ خبر نہیں ملی کہ میں نے دیکھا ہے۔ ہر آدمی کی زبان پر یہی خبر ہے کہ چاند نہیں دیکھا گیا ہے مگر کلکتہ کے ریڈیو سے یہ خبر ملی ہے کہ ناخدا مسجد کے امام نے چاند دیکھا، اور پاکستان کے ریڈیو سے بھی یہی خبریں ہیں کہ چاند دیکھا گیا ہے اور جگہ سے ریڈیو سے بھی یہی خبر کہ چاند دیکھا گیا ہے۔ تو کیا اس ریڈیو کی خبر سن کر عید کی نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟۔ دلیل کے ساتھ مع حوالہ دے کر جلد سے جلد شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

آپ کا خادم خاکسار: محمد شجاع الدین، ساکن احتلہ غازی باڑہ

الجواب

چاند کا ثبوت رویت یا خبر قاطع (شہادت) پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته" اور ریڈیو، ٹیلی فون کی خبریں شہادت نہیں ہیں۔ اس لیے اس کے اطلاع پر عید کرنا جائز نہیں۔ تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوی رضویہ (جلد چہارم) کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲ر ذوالقعدہ ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ، الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۲۲-۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ۲۹ر کو چاند نظر نہ آئے اور شہادت بھی نہ ہو تو کیا بارہویں شریف، گیارہویں شریف، شب

قدر، شب برأت، عیدین، اسلامی تقریبات کلنڈر کے اعتبار سے منائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ تیس دن پورے ہونے کے بعد یہ تمام تقریبات اسی اعتبار سے منائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

(۲) ۲۹ر کے لحاظ سے عوام کسی تقریب کو کلنڈر کے اعتبار سے مناتے ہوں تو ان کا ساتھ دیا جائے گا یا چاند کے سلسلہ میں شریعت کا جو مسئلہ ہے کہ ۲۹ر کو چاند نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی پوری کر واس پر عمل کیا جائے گا؟

(۳) "انفقوا" کی جگہ سہوا "لا تنفقوا" پڑھ دیا اور اسے دوبارہ صحیح نہ پڑھا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

بینوا توجروا   فقط والسلام: سلیمان خاں کان کیر

الجواب

(۱-۲) چاند کے ثبوت کے لیے شریعت نے جو قاعدہ جس مہینہ کے لیے مقرر کر دیا ہے وہی رہے گا۔ کلنڈر اور جنتری کا بالکل اعتبار نہیں۔ جو تقریبات دن کے ساتھ مخصوص ہیں کہ بغیر اس تاریخ کے ہوتی ہی نہیں، ان میں تو شرع کا لحاظ ہونا ضروری ہے۔ بقیہ تقریبات جیسے بارہویں کی میلاد یا گیارہویں کی فاتحہ یا شب قدر کی عبادت وغیرہ تو تاریخ شرعی ثبوت کے لحاظ سے ہی مانی جائے گی۔ لیکن میلاد و فاتحہ عبادت نافلہ تو جس دن کرو ہو جائے گی۔

(۳) نماز فاسد ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۵-۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

اس سال جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عید کا چاند ۳۰ر رمضان کو دیکھا گیا ہے۔ ہمارے اطراف میں بھی ایسا ہوا لیکن:

(۱) کچھ لوگوں نے ریڈیو کی خبر سے "آج کراچی میں عید ہو رہی ہے" روزہ توڑ دیا اور نماز عید پڑھ لی

(۲) کچھ لوگوں نے روزہ تو توڑ دیا لیکن نماز عید نہیں پڑھی۔

(۳) اور بعض لوگوں نے روزہ نہیں توڑا لیکن بہ نیت نفل نماز پڑھی۔

مذکورہ بالا لوگوں کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟، اس روزہ کی قضا ان کے ذمہ ہے یا نہیں؟ نیز چاند کے بارے میں بیرون ہند ممالک کی خبر بذریعہ ریڈیو، تار، ٹیلی فون، معتبر ہے یا نہیں؟ ان ذرائع کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟

محمد عباس

الجواب

تار، خط، ٹیلی فون وغیرہ کی خبر سے چاند ثابت نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے اس خبر پر عمل کرتے ہوئے روزہ توڑا، ان پر قضا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۶؍ذوالقعدہ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ لوگوں نے نماز تراویح باجماعت پڑھ لی دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں تو تنہا تنہا پڑھیں یا جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

والسلام: علی مسعود، بلاسپور، مدھیہ پردیس

الجواب

تنہا تنہا پڑھیں۔ جماعت سے نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ متعدد کتب فقہ میں منصوص ہے۔ عالم گیری میں ہے: "لو صلی التراویح ثم ارادوا ان یصلوایصلون فرادی" (۱/۱۴۵)

بدائع الصنائع میں ہے: "انها سنة كفاية اذا قام بعض اهل المسجد بجماعة سقط عن الباقين" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک دفعہ پڑھ لی گئی تو دوبارہ نہیں پڑھ سکتے ہیں، اسی طرح تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ کسی مسجد میں اگر کچھ لوگ پڑھ لیں تو دوبارہ اسی میں جماعت نہیں ہوسکتی ہے۔ اسی میں تصریح ہے: "اذا صلوا التراويح ثم ارادوا ان يصلوها ثانيا يصلون فرادى لا بجماعة لان الثانية تطوع مطلق و التطوع المطلق بجماعة مكروه" واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۶؍ذوالقعدہ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۹) **مسئلہ:** زید ایک عالم دین نے اپنے گاؤں میں منادی کرادی کہ شعبان کا چاند ۲۹؍رجب کو اجمیر شریف میں نظر آیا اور میں نے خود دیکھا ہے۔ لہذا تمام مسلمان شب قدر اسی حساب سے بروز اتوار کو منائیں۔ لہذا کچھ مسلمانوں نے اسی حساب سے شب قدر اور شب برأت منائی۔ اب تحقیق سے معلوم ہوا کہ اجمیر شریف میں چاند ۲۹؍رجب کو نظر نہیں آیا تھا اور وہاں لوگوں نے اتوار کے بجائے سوموار کو شب قدر اور شب برأت منائی۔ عالم پر کیا حد قائم کی جاسکتی ہے؟ ایسے عالم کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز ہے؟ جب کہ انہوں نے اپنے کسی خاص مقصد کے تحت غلط منادی کرادی اور مسلمانوں کو شب قدر کے فضائل

سے محروم کرادیا۔ احقر عبد اللطیف خاں، آدن مئو

الجواب

سوال میں زید کی بات اور بعد کی عبارت میں ہم کو کوئی اختلاف نظر نہیں آتا، کیونکہ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ اجمیر میں میں نے چاند دیکھا، یہ نہیں کہا کہ تمام اجمیر والوں نے بھی دیکھا ہے اور اسی حساب سے شب قدر اور شب برأت منانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ ممکن ہے کہ اس نے دیکھا ہو، یا اس کو دھوکا ہوا ہو، اس لیے ہم زید کو اس عدم اختلاف کا فائدہ دیتے ہوئے جھوٹا نہیں کہہ سکتے، ہاں اس کو اپنی رویت پر بھروسہ کر کے اعلان نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۶؍صفر ۸۷ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

شہر برہان پور کی شاہی جامع مسجد کے شاہی امام نے ۲۹؍رمضان المبارک کو ریڈیو کی خبر پر پونے بارہ بجے رات کو جمعہ کے دن نماز عید پڑھنے کا اعلان کیا چاند کی رویت کے متعلق، ان سے دریافت کرنے کے بعد انہوں نے بتایا کہ شرعی شہادت کوئی موجود نہیں ہے بلکہ کثرت کی بنا پر ہم نے اعلان کیا ہے، ان کے اعلان کے مطابق شہر کے تمام مساجد کے اماموں کو مجبوراً نماز عید جمعہ کے روز پڑھانا پڑی حتی کہ شہر سے متصل ایک بستی کے امام نے نماز عید جمعہ کے دن کوئی شرعی شہادت نہ ملنے کی وجہ سے پڑھانے سے انکار کیا اور مسجد کے ذمہ دار حضرات سے کہہ دیا کہ غیر شرعی ثبوت پر میں نماز عید نہیں پڑھاؤں گا، یہاں تک کہ نماز پڑھانے سے انکار کرنے والا امام جمعہ کے روز روزے سے تھا، لیکن کمیٹی کے اصرار پر اپنے روزے کو ناقص کر کے نماز مجبوراً پڑھایا۔ اب روزہ ناقص کی نماز پڑھانے والے امام پر از روئے شرع کیا حکم نافذ ہوتا ہے، اور اس کے روزے کا کیا حکم ہے؟ نیز شاہی امام پر کیا حکم ہے؟۔ روزہ ناقص کردینے کے بعد کیا امام امامت کے لائق رہا کہ نہیں؟۔ نیز امام سے بار بار پوچھنے پر امام نے غصہ میں بھر کر کہہ دیا کہ میں روزہ سے ہوں میری عید کل ہے تو بہ استغفار کریں یا نہیں؟ المستفتی: محمد نظام الدین

الجواب

چاند کا ثبوت تار، خط، ریڈیو اور ٹیلیفون سے نہیں ہوتا۔ فتاوی رضویہ

اس لیے جس امام نے اس کی خبر پر بھروسہ کر کے دوسرے دن یعنی جمعہ کو نماز عید پڑھائی یا پڑھنے کا حکم دیا گناہ گار اور فاسق ہوا، اور اس روزے کا وبال اس کی گردن پر ہے، جن لوگوں نے مسئلہ جانتے

ہوئے اس پر عمل کیا وہ بھی گنہگار ہوئے۔ اس میں یہ امام بھی شامل ہیں جس نے روزہ رکھ کر کمیٹی کے کہنے سے روزہ توڑ دیا اور نماز پڑھا دی اس پر تو کفارہ ساٹھ روزے رکھنا واجب ہے، اور جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے، آدمی کو اپنے تمام گناہوں سے توبہ صادقہ کرنا چاہیے توبہ کر لینے کے بعد اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب کمن لاذنب له"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۸؍ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

(۳۱۔۳۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

امسال ۲۹؍شعبان کو رمضان المبارک کا چاند نظر نہ آنے کے باوجود بہت سی جگہوں پر کچھ لوگوں نے محض ریڈیو کی خبر پر ۲۹؍ کے حساب سے روزہ رکھا، پھر ان جگہوں پر معتبر شہادت کے ذریعہ ۲۹؍ کے چاند کی تصدیق ہوگئی، اب چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) ۲۹؍ کے حساب سے ریڈیو کی خبر پر بلا شہادت روزہ رکھنے والوں کے روزہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) ۲۹؍ کے چاند کی تصدیق ہونے کے بعد ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھنے والوں کا یہ کہنا کہ ریڈیو کی خبر پر ہمارا روزہ رکھنا درست تھا کیا ان کا یہ کہنا شرعا درست ہے؟

(۳) کیا ۲۹؍ کے چاند کی تصدیق ہونے کے بعد ریڈیو کی خبر پر بلا شہادت رکھا ہوا روزہ کافی ہے یا ان پر بھی ایک روزہ کی قضا واجب ہے؟ المستفتی: عبدالکریم، متولی جامع مسجد تسٹر، ضلع، بلیا

الجواب

شریعت میں خط، تار، ٹیلیفون اور ریڈیو کا اعتبار نہیں اگرچہ چاند حقیقت میں ۲۹ کا ہی رہا ہو، ان لوگوں نے ریڈیو کا اعتبار کر کے اللہ و رسول جل جلالہ ﷺ کی نافرمانی کی اور گنہگار ہوئے کہ ایک شرعا غیر معتبر پر اعتبار کیا اور اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔ اب ان کا یہ کہنا کہ ہمارا ریڈیو کی خبر پر بھروسہ کرنا صحیح تھا۔ مزید سرکشی اور گنہگاری ہے۔ لیکن چونکہ اب تصدیق ہوگئی کہ فی الحقیقت اس دن روزہ تھا اس لیے ان پر مزید کسی روزہ کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۵۲۲ میں دیکھی جائے۔ رویت حلال کے سلسلے میں اصل حضور ﷺ کا فرمان یہ ہے: "صوموا لرویته وافطروا لرویته"

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔

رمضان کا مہینہ روزہ کا مہینہ ہے تو اس مہینہ کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور شوال کا مہینہ افطار کا ہے تو اس مہینہ کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا بند کرو، اور ظاہر ہے کہ ہر جگہ کے ہر آدمی پر چاند دیکھنا ضروری نہیں کہ جب تک چاند اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لے اس وقت تک روزہ نہ رکھے بلکہ چاند دیکھنے والوں کی شہادت سے

نہ دیکھنے والوں کے لیے بھی چاند کا ثبوت ہو جائے گا۔ کیونکہ اسلام میں خود اپنے آنکھ سے واقعہ نہ دیکھنے والوں کے لیے اس کے ثبوت کا ذریعہ شہادت ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى﴾ [البقرۃ: ۲۸۲] اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ مقرر کرو اور اگر دو مرد نہ ملیں تو ایک مرد اور دو عورتیں جو گواہی کے لائق ہوں۔

پس اس آیت مبارکہ سے اور مذکورہ بالا حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دیگر حوادث کی طرح رویت ہلال کا ثبوت مشاہدہ اور شہادت پر موقوف ہے اور ادائے شہادت کے لیے دینی و دنیاوی دونوں ہی کچہریوں کا دستور ہے کہ گواہوں کا حاکم کے پاس ہونا ضروری ہے۔ تار، خط، ٹیلیفون، ریڈیو اور ٹیلیویزن اور خبر رسانی کے دوسرے ذرائع کہیں بھی ادائے شہادت کے لیے معتبر نہیں۔ اس لیے جو لوگ ثبوت ہلال کیلیے صرف ان چیزوں کو کافی سمجھتے ہیں، غلطی پر ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالہ "طرق اثبات ہلال" میں خبر مستفیض کو بھی ثبوت ہلال کے لیے دلیل شرعی مانا ہے مگر اس کے لیے بھی مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر یہ بیان دینا کہ فلاں شہر میں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی۔ ضروری قرار دیا گیا ہے، تو چاند کے لیے ریڈیو، تار اور فیکس وغیرہ کی خبر، خبر مستفیض نہیں ہو سکتی ہے جب کہ ان میں سے ہر ایک بذات خود خبر واحد ہی ہے، جماعت کی خبر نہیں۔ پس کوشش میں ہوں کہ اشرفیہ فقہی سیمینار میں علمائے اہل سنت اس موضوع پر غور کریں، جیسا کچھ ہوگا آپ کو خبر کرونگا۔

کچھ لوگ سیاروں کی چال اور گردش سے بھی اوقات طلوع و غروب اور رویت ہلال اور عدم رویت کا حساب لگاتے ہیں، جنہیں منجم کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے رویت ہلال کے لیے کسی حساب و کتاب پر مدار نہیں رکھا، بلکہ صاف صاف فرمادیا: "نحن امة امية لانكتب ولا نحسب انما الشهر هكذا وهكذا"

اور فرمایا: "فان غم عليكم الهلال فاكملوا العدة ثلثين يوما" (مشکاۃ: ۱/۳۶۳)

ہماری قوم میں حساب و کتاب کا رواج نہیں، مہینہ کبھی ۲۹؍ اور کبھی ۳۰؍ دن کا ہوتا ہے۔ ۲۹؍ کو چاند نہ دکھائی دے تو ۳۰؍ دن کی میعاد پوری کرو۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ رویت ہلال کے سلسلے میں نجومیوں کے حساب و کتاب کا شریعت

میں اعتبار نہیں، کاش ہم لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ان صاف صریح احکام پر عمل کرتے اور فتنہ وفساد سے پرہیز کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۳۴_۳۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

عید کے چاند کی تصدیق ہندوستان کہ کسی بھی خطے میں ہوجانے پر جہاں سے اعلان کیا گیا ہو وہیں کہ لوگ عید کی نماز ادا کرسکتے ہیں یا ہندوستان کے بسنے والے سبھی جگہوں کے لوگوں پر لازم ہوگا کہ تصدیق اعلان کے مطابق ہر جگہ ایک ساتھ عید کی نماز ادا کی جائے، امسال عید کی نماز ۲ روز ادا کی گئی ہے کچھ لوگوں نے سنیچر کو کچھ لوگوں نے اتوار کو ادا کی اور ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک پر چلنے والے ہیں اس کے علاوہ بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک پر چلنے والے علماؤں نے ہی ہم لوگوں کو سنیچر کے بجائے اتوار کو عید کی نماز ادا کرنے کی اجازت دی، بریلی شریف ہم لوگوں کا صدر دینی ادارہ ہے وہاں پر سنیچر کو ہی عید کی نماز ادا کی گئی ہے، اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

(۲) ایک شخص نے قربانی کی نیت سے ایک گائے خریدی، اچانک عید کے ۲ روز قبل صبح میں گائے گم ہوگئی، تلاش کرنے پر شام کو مل بھی گئی مگر وہ شخص کسی اور کے ساتھ حصہ میں شریک ہوکر ایک نام قربانی کروائے باقی سے انکار ہے، اس لیے میں جاننا چاہتا ہوں کہ سات نام کی نیت تھی تو ایک نام قربانی کرانے سے ساتوں نام ادا ہوجائیں گے، اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

(۳) قربانی کا کچا گوشت پڑوس یا کسی ہندو کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ساتھ میں اپنے گھر دعوت دے کر قربانی کا پکا ہوا گوشت کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

آپ کا نیاز مند محمد اختر، تنکیا آسام، بتاریخ ۲۱/ مارچ ۲۰۰۰ء

الجواب

(۱) رمضان شریف اور عید کے چاند کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ" چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔

جو لوگ خود چاند نہ دیکھیں تو ان کے لیے دیکھنے والوں کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوگا۔ مثلاً بمبئی میں لوگوں نے ۲۹/ تاریخ کو چاند دیکھا اور چاند دیکھنے والوں میں سے دو عادل دیندار آدمی آسام کے شہر میں ہوائی جہاز سے پہونچ گئے اور انہوں نے گواہی دی کہ ہم لوگوں نے چاند دیکھا اور اس کی گواہی دی تو

جہاں جہاں اس قسم کی گواہی فراہم ہوئی وہاں والے اگر تام ہو تو ۲۹/ کے اعتبار سے روزے کی ابتدا کریں گے اور عید کی نماز پڑھیں گے اور جہاں جہاں شہادت فراہم نہ ہوسکی وہ لوگ تیس کے اعتبار سے روزہ رمضان اور نماز عید کریں گے۔

حدیث شریف میں ہے: "فان غم علیکم الهلال فاکملوا العدة ثلثین یوما"

اگر ۲۹/ تاریخ کو چاند نظر نہ آیا تو ۳۰/ دن پورے کرکے عید یا رمضان مناؤ۔

ہر جگہ ایک ہی روز شرعاً عید ہونا کچھ ضروری نہیں۔ رہ گیا ریڈیو، ٹیلی ویژن، تار، ٹیلیفون اور خط وغیرہ کی خبر ان پر روزہ یا عید منانا جائز نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں اگر خود آپ لوگوں نے چاند ۲۹/ کا دیکھا تو آپ کو اسی کے حساب سے عید کی نماز پڑھنی چاہیے تھی اور اگر آپ لوگوں نے ۲۹/ کو چاند نہیں دیکھا ہو تو دوسری جگہ کے ریڈیو یا فون کا کوئی اعتبار نہیں اور ریڈیو وغیرہ خبروں کا اعتبار کرکے جن لوگوں نے ۲۹/ کے اعتبار سے نماز عید کا اعلان کیا، ان کا بھی کچھ اعتبار نہیں، آپ کو حدیث کے حکم کے مطابق رویت یا شہادت نہ ملنے کی صورت میں ۳۰/ کے اعتبار سے ہی عید منانا چاہیے تھا تو اگر آپ یا آپ کے علماء نے رویت یا شہادت نہ ملنے کی صورت میں اتوار کو ہی نماز ادا کی تو کچھ غلطی نہیں کی اور جن لوگوں نے رویت اور شہادت کے بغیر ریڈیو وغیرہ کے اعلان پر سنیچر کو عید منائی انہوں نے غلط اور گناہ کیا۔ یہی حکم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے۔

(۲) جس شخص نے قربانی کی نیت سے گائے خریدی تھی وہ مالدار تھا (جس پر قربانی واجب ہوتی ہے) یا فقیر جس پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔ اگر مالدار ہو تو ان دونوں میں سے جو کرے گا قربانی ہوجائے گی۔ مگر صرف ایک حصہ کرنا مکروہ ہوگا اور فقیر ہو تو دونوں کی قربانی کرے۔

فتاوی رضویہ میں درمختار سے: "وضلت او سرقت فشری اخری فظهرت فعلی الغنی احدهما وعلی الفقیر کلاهما"

اگر قربانی کا جانور گم ہوگیا یا چوری گیا اور دوسرا خریدا تو مالدار ہو تو ان میں سے ایک کو جس کو چاہے اس کی قربانی کرے اور فقیر ہو تو دونوں کی قربانی کرے۔

رہ گیا یہ سوال کہ ایک حصہ سات حصہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں تو اگر پوری گائے اپنے ہی نام سے کرنا چاہتا تھا اور اب ایک ہی حصہ کرنا چاہتا ہے تو قربانی تو اس طرح ہوجائے گی کہ واجب ایک حصہ تھا، مگر صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ جتنی رقم پوری گائے میں لگتی اب اس میں کم کررہا ہے تو یہ کمی ممنوع ہے۔ پہلی والی رقم میں کمی نہیں کرنی چاہیے، اتنی رقم صدقہ کرے اور یہ دوسروں کے نام کرنا چاہتا تھا اور وہ اس

سے راضی تھے کہ ان کے نام سے کی جائے اور یہ دوسرے مالک نصاب نہ تھے تو وہ لوگ اس گائے کو اپنی طرف سے کریں۔

(۳) غیر مسلموں کو قربانی کا نہ کچا گوشت دینا چاہیے نہ پکا کر اور مسلمانوں کو دونوں طرح کا دے سکتے ہیں اور کھلا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۹ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

فضائل رمضان کا بیان

(۱-۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد سلام معلوم ہوا کہ میں یہاں پر خیریت سے ہوں، امید کہ آپ سبھی دار العلوم حضرات خیریت سے ہونگے، دیگر ضروری تحریر یہ ہے کہ میں تین سوال لکھ کر روانہ کر رہا ہوں مجھے جلد از جلد ان کے جوابات روانہ کرنے کی مہربانی فرمائیں، سوال نیچے لکھے ہیں۔

(۱) حدیث شریف میں ہے جو رمضان میں روزے ایمان کے ساتھ رکھے، اس کے تمام گناہ بخش دیے جائینگے، رمضان کی فضیلت پر دو مختصر حدیثیں بتایئے؟۔

(۲) قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور معجزہ بھی ہے۔ خود کفار اور مشرکوں نے گواہی دی ہے یہ انسان کا کلام نہیں ہوسکتا ہے پھر بھی اگر کوئی اس جیسا دوسرا قرآن لے آئے تو وہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ حدیث بتائیں۔

(۳) قرآن کریم میں وحی کا لفظ انبیاء کے علاوہ کسی کے لیے استعمال ہوا ہے؟ اگر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر شخصیت کے لیے ہوا ہے تو آپ ایسی آیتیں بتایئے جس میں غیر انبیاء کے لیے وحی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور کیا عرض کروں اس سال رمضان ختم ہو چکے، مگر آپ کے یہاں سے کوئی آدمی نہیں آیا کیا وجہ ہے مجھے خط کا جواب دینے کی مہربانی کریں۔

ناچیز: محمد قتیل قریشی، پسر محمد عمر قریشی، بزریا زومنڈی کی مسجد، پوسٹ وضلع، دموہ، ایم پی

الجواب

(۱) فضیلت رمضان پر دو حدیثیں:

(۱) عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه۔ (صحيح بخاری: ۱/۱۹۲)

جو شخص رمضان شریف کا روزہ ایمان کے ساتھ طلب ثواب کی غرض سے رکھے، اس کے گذشتہ گناہ معاف کردئے جائیں گے۔

(۲) عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ: كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبع مائة ضعف۔ قال الله تعالیٰ: الا الصوم فانه لی وانا اجزی به۔ يدع شهوته وطعامه من اجلی۔ للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه۔ (صحيح بخاری: ۴/۱۱۸)

حضور ﷺ نے فرمایا آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے علاوہ۔ اس لیے کہ وہ میرے لیے ہے تو میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندے نے اپنی شہوت اور کھانا میرے لیے چھوڑ رکھا ہے، روزہ دار کو دوہری خوشی ہے ایک روزہ کھولتے وقت اور ایک جب وہ خدا سے ملے گا۔

(۲) قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور معجزہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے کافروں کو للکارا اگر وہ قرآن کا جواب نہیں لاسکے۔

﴿وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ [البقرة: ۲۳]

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے اس خاص بندے پر اتارا۔ تو اس جیسی ایک صورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے کل حمایتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

قال وليد ابن المغيرة والله مافيكم رجل اعلم منی بالشعر ولا برجزة ولا بقصيدته ولا باشعار الجن والله مايشبه الذی يقول شيئا من هذا والله ان لقوله الذی يقول حلاوة وان عليه لطلاوة وانه لمثمر اعلاه مغدق اسفله وانه ليعلو ولا يعلى عليه وانه ليحطم ماتحته۔ (الاتقان)

ولید بن مغیرہ نے ابو جہل سے کہا تم میں کوئی آدمی بھی شعر کا مجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں، قصیدہ ہو کہ رجز اور جنون کے اشعار بھی میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ قسم خدا کی ان میں کوئی بھی قرآن کے مثل نہیں۔ بے شک اللہ کے کلام میں مٹھاس ہے اور اس کلام میں رونق ہے، اس کلام کا اوپر حصہ بار آور ہے اور زیریں حصہ سیراب ہے، قرآن غالب ہونے کے لیے ہے مغلوب نہیں ہوگا، جو اس کے نیچے پڑے اس کو توڑ ڈالے گا۔

(۳) لغت میں لفظ وحی کے کئی معنی آئے ہیں۔ جہاں ایسا موقع ہے وہاں قرآن میں لفظ وحی دوسروں کے لیے آیا ہے۔ جہاں اللہ کا کلام مراد ہے وہاں صرف انبیاء کے لیے یہ لفظ آیا ہے، اس کی دو

ایک مثال سنئے وحی کے معنی اشارہ کرنا۔

﴿فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا﴾[مریم:۱۱]

حضرت زکریا نے اپنے شاگردوں کو وحی (اشارہ) سے بتایا کہ رات دن اللہ کا ذکر کر۔ کیونکہ اس وقت وہ بول نہیں سکتے تھے۔

وحی کے معنی دل میں ڈالنا، مثال۔ ﴿وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتاً وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ﴾[النحل:۶۸]

تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں وحی کی (یہ بات ڈالدی)

مگر ان سب باتوں پر آگاہی عربی جاننے والے ماہرین کلام کو ہوگی کہ کہاں وحی سے کلام الٰہی مراد ہے اور کہاں دوسرے معنی۔ بے پڑھے لکھے جاہل، انگریزی پڑھے ہوئے عربی داں، اور جاہل بطور خود سمجھنے کی کوشش کریں گے، وہ بھی اس مبہم طریقے پر جو آپ نے اختیار کیا ہے تو بھٹک سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۸؍شوال ۱۴۰۶ھ

روزہ اور افطار کے احکام

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک حافظ صاحب نفث الدم میں مبتلا رہتے ہیں، جب کوئی گرم چیز کھاتے ہیں تو خون آجاتا ہے۔ فاقہ رہتے ہیں تو فتق کا عارضہ ہوجاتا ہے۔ تو ایسی حالت میں روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟۔ اور ایسی حالت میں تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔ تجربہ ہے کہ روزہ رکھ کر تراویح پڑھا تو منہ سے خون آگیا اور فتق نے زور پکڑا اور جب رزہ نہ رکھا نہ خون آیا نہ فتق نے زور پکڑا۔ ایسی حالت میں حافظ صاحب کے متعلق کیا فتوی ہے؟۔ فقط شمس الحق قریشی، اورنگ آباد (بہار)

الجواب

بحکم ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾[البقرة:۱۸۷] روزہ فرض ہے۔ اور تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "کان رسول اللہ ﷺ یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یأمرہم فیه بعزیمة" درمختار میں ہے: "التراویح سنة موکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین۔ والختم مرة سنة" (صلاة التراویح:۲/۳۲۹) اور ظاہر ہے کہ سنت موکدہ کے لیے فرض نہیں چھوڑا جا سکتا، اگر روزہ رکھ کر تراویح نہ پڑھا سکتے ہوں تراویح نہ پڑھائیں۔ اسی میں ہے: "فلو صام وعجز عن

القیام صام وصلی قاعدا" ہاں اگر وہ ماہ رمضان میں مسلسل روزہ نہ رکھ سکتے ہوں تو البتہ انہیں روزہ قضا کرنے کی اجازت ہوگی۔ قرآن عظیم میں ہے:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾[البقرة:۱۸۵]

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بات یہ ہے کہ ہمیں مدرسہ شمس العلوم کے نام کسی نامعلوم شخص کا ایک رقعہ موصول ہوا جس میں ہے کہ ہمارے افطار کے پرچے کو ناکامیاب بنانے کے لیے ایک ناکام کوشش کی گئی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ حدیث شریف میں ہے۔ لیکن کون سی حدیث شریف؟ ندارد۔ تاریخ بھی نہیں ہے اور نہ ہی صاف طور پر اپنا نام و پتہ بھی درج کیا ہے، مان لیا افطار کے سلسلہ میں اذان کا کہیں ذکر نہیں آیا ہے، لیکن یہ کہاں لکھا گیا ہے کہ اذان کے وقت میں کھانا پینا شروع رکھو اور یہ اب تک صحیح ہے جب کہ ہمیں حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ مغرب کی نماز سے پیشتر اور مغرب کی نماز میں کھڑے ہونے سے پہلے افطار کرتے تھے۔ ہم نے اسی چٹھی کے ساتھ رقعہ کی ایک کاپی اور ایک پرچی پر افطار رکھا ہے ہمیں پوری امید ہے کہ ہمیں اس کا جواب ضرور دیا جائے گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ انتظار کرتے ہیں۔

المستفتی: محمد یوسف، حاجی قاسم، مومن کاروار (۵۸۱۳۰)

اس کی ایک کاپی مفتی صاحب قبلہ دار الافتاء الجامعة الاشرفیہ کو روانہ کی گئی ہے۔

الجواب

اس سوال کے ساتھ جو پرچہ منسلک ہے، میرا لکھا ہوا ہے اور میری ہی دستخط اس پر ہیں اور اب بھی میں اسی کو ٹھیک سمجھتا ہوں، آپ کا مرسلہ رسالہ بھی میں نے پڑھا، مجھے افسوس ہوا، اللہ رسول کا فرمان عربی زبان میں اور جن صاحب نے رسالہ لکھا وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ میں کوئی عالم نہیں، نہ کسی کالج یا دار العلوم کا تعلیم یافتہ ہوں تو احادیث کریمہ کیسے سمجھیں گے اور فقہ کی کتابیں جو عربی میں ہیں اس سے مسئلہ کیسے اخذ کریں گے۔ جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تبلیغی نصاب ایسی جماعت کی کتاب ہے جو گمراہ اور گمراہ کن ہے۔

بہر حال ہماری تحریر پر یہ اعتراض ہے کہ اس کا حوالہ تحریر نہیں تو پہلے ہم اپنی لکھی ہوئی حدیثوں کا حوالہ پیش کرتے ہیں، اس کے بعد حدیث شریف سے ہی یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح روزہ افطار کرتے تھے۔

(۱) اذا اقبل الليل من هنا و ادبر النهار من هنا و غربت الشمس فقد افطر الصائم

(بخاری جلد اول ص ۲۶۲)

جب رات پورب کی طرف سے آئے اور دن پچھم کی طرف سے پشت پھیرے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کرلیا۔

(۲) لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر ۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۳)

لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔

(۳) افطر ابو سعيد الخدری حين غاب قرص الشمس

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورج کی ٹکیہ غائب ہوتے ہی روزہ افطار کیا۔

(٤) عن سهل بن سعد صحابی رضی الله تعالیٰ عنه كان رسول الله ﷺ اذا كان صائما امر رجلا فاوفی علی شیٔ فاذا قال غابت الشمس افطر ۔

(رواہ الحاکم فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۶۵۵) ۔

حاکم نے روایت کیا کہ سہل بن سعد صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ روزہ دار ہوتے تو ایک آدمی کو حکم دیتے وہ کسی بلند چیز پر چڑھ جاتا اور جیسے ہی سورج غروب ہوتا وہ کہتا سورج ڈوب گیا، آپ روزہ کھول دیتے۔

(۵) عن ابی الدرداء امر رجلا يقوم علی شرف من الارض فاذا قال وجبت الشمس افطر ۔ (الطبرانی الکبیر فتاوی رضویہ ص ۶۵۵)

طبرانی نے روایت کیا کہ حضرت ابو درداء صحابی رسول ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو حکم دیا، وہ اونچی زمین پر کھڑا ہو جاتا اور جب کہتا کہ سورج ڈوبا تو آپ روزہ کھول لیتے۔

(٦) عن عائشة الصديقة رضی الله تعالیٰ عنها تقول رأيت رسول الله وهو صائم يترصد غروب الشمس بتمرة فلما توارت القاها فی فيه (الشعرانی فی كشف الغمة)

(فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۶۶۵)

حضور ﷺ کی پاک بی بی فرماتی ہیں: حضور جب روزہ رکھتے تو ایک چھوہارہ لے کر سورج کے ڈوبنے کا انتظار کرتے جیسے ہی سورج ڈوبتا چھوہارا منھ میں ڈال لیتے۔

ان حدیثوں کو بار بار پڑھئے اور دیکھئے کہ اس میں وہی بات ہے یا نہیں جو ہم نے اپنے پرچہ میں

لکھی ہے۔ جن جن کتابوں کا ہم نے حوالہ دیا ہے وہ سب اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں اور ہم ہر وقت اس کو اصل کتاب میں دکھا سکتے ہیں۔ حدیث شریف کی اس وضاحت کے بعد اس امر کی کہاں گنجائش ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد اذان کہی جائے اس کے بعد دعا پڑھی جائے پھر افطار کیا جائے۔

اب ہم اس رسالہ کے مندرجات پر نظر ڈالتے ہیں۔ اس کا دعویٰ تو یہی ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد پہلے اذان پھر دعا پھر افطار۔ ملاحظہ ہو رسالہ کا ص ۴ سطر ۴ تا ۸، دعویٰ یہ ہے کہ یہ طریقہ قرآن کے مطابق اور اسلامی کتب میں بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہے۔ لیکن یہ بات انہیں الفاظ میں کہ پہلے اذان پھر افطار اسی ترتیب کے ساتھ نہ تو قرآن کی کوئی آیت اس طرح کی پیش کر سکے نہ کوئی حدیث نہ فقہ کی کوئی عبارت اور پیش بھی کیسے کر سکتے، ہم تو یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈوبتے ہی اپنے دہان مبارک میں چھوہارا ڈالتے تھے اور افطار فرماتے تھے۔

اس لیے انہوں نے اپنی دلیل اس طرح ترتیب دی۔

(۱) مغرب کی نماز کے اول وقت اذان دینا ہم پر لازم آتا ہے۔ اس کے حوالہ کے لیے عالم گیری اور در مختار کا صرف صفحہ تحریر کیا عبارت نہیں لکھی گئی حالانکہ ضرورت اسی کی تھی۔ اس سے مطلب یہ نکالنا چاہیے کہ جب اول وقت میں اذان دینا چاہیے تو افطار لازماً اذان کے بعد ہوگا۔ لیکن ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ تو یک طرفہ فیصلہ ہوا۔ جس طرح اذان کیلیے حکم ہے کہ اول وقت ہونی چاہیے، اسی طرح اوپر حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ افطار بھی سورج ڈوبتے ہی ہونا چاہیے۔ بھلائی اسی میں ہے کہ افطار میں جلدی کرنی چاہیے۔ تو اسلامی کتب میں دونوں کے لیے ہی اول وقت کرنے کا حکم آیا ہے۔ کیا آپ کی خاطر سے افطار والی حدیثوں پر عمل نہ کیا جائے، صرف اذان کی حدیثوں پر ہی عمل ہوا۔ لیکن یہ وہ کر سکتا ہے جو عالم نہ ہو، اپنی عقل اور رائے سے حدیثوں کا مطلب بیان کرتا ہو۔ ہم تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سمجھنے کے لیے انہیں سے مدد مانگیں گے۔ تو ہم نے دیکھا کہ ایک جگہ اور رسول اللہ ﷺ نے دو چیزوں کے لیے شروع میں کرنے کا حکم دیا۔

ارشاد نبوی ہے: "کل امر ذی بال لم یبدأ بحمدالله فهو ابتر" (کنز العمال: ۲۰۱۱)

جو کام بغیر الحمد للہ پڑھے شروع کیا جائے وہ نا مکمل ہے۔

معلوم ہوا ہر کام کے شروع میں الحمد للہ پڑھنے کا حکم ہے۔

دوسری حدیث ہے: "کل امر ذی بال لم یبدأ بیسم الله الرحمن الرحیم فهو اقطع"

(اتحاف السادۃ المتقین: ۳/۴۶۶)

جو کام بسم اللہ سے نہ شروع کیا جائے وہ دم بریدہ ہے۔ یعنی نا مکمل ہے،

دیکھئے یہاں بھی ٹھیک وہی صورت ہے کہ بسم اللہ پہلے ہو کہ الحمد للہ جیسے وہاں کہ افطار پہلے ہو کہ اذان، یہاں قرآن نے فیصلہ کردیا کہ پہلے بسم اللہ اور اس کے فوراً بعد الحمد للہ، اسی طرح وہاں حدیث رسول نے فیصلہ کردیا کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈوبتے ہی افطار کرتے۔ ظاہر ہے کہ اذان اس کے بعد ہی ہوتی تھی۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک دو منٹ کی تاخیر کوئی تاخیر نہیں اس بات کا اقرار خود رسالہ کے مصنف کو ہے وہ صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں کہ پانچ منٹ کا وقت افطار کرنے میں دیری میں شمار نہیں ہوتا۔ تو گویا وہ بھی یہی تسلیم کرتے ہیں کہ پانچ منٹ کی تاخیر کوئی تاخیر نہیں۔ پس فرق صرف یہ ہے کہ ہم اذان میں اس تاخیر کو تاخیر نہیں سمجھتے اور وہ افطار میں اس تاخیر کو تاخیر نہیں سمجھتے ہم تو اس لیے مجبور ہیں کہ حدیث شریف کی تصریح گذر چکی کہ سورج ڈوبتے ہی افطار حضور کا طریقہ تھا، نہ معلوم خاں صاحب کو کیا مجبوری ہے۔

(۲) دوسرا مقدمہ رسالہ کی دلیل کا یہ ہے کہ اذان کے دوران حرکت نہ کریں سکون رکھیں اور خاموشی کے ساتھ اذان کے آداب بجالائیں (افطار ۶) اس کے حوالہ کے لیے ۱۲ کتابوں کا نام اور درج کیا گیا، یہاں بھی معلوم نہیں کس مصلحت سے عبارت نہیں لکھی۔ اس مقدمہ سے صاحب رسالہ اس شبہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ اس میں کیا برائی ہے کہ مؤذن اذان دیتا رہے اور افطار کرنے والے افطار کرتے رہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ جب بالکل سائلنٹ ہو کر آداب بجالانے کا حکم ہے تو کھائیں گے کیسے؟ اس لیے پہلی کوشش تو یہ تھی کہ غروب ہوتے ہی اذان شروع ہوجائے اور جب شروع ہوگئی تو آداب کی بجاآوری لازم ہے پھر کھانا کیسے کیونکہ یہ تو اذان کی بے ادبی ہوگی۔

یہ تو صاحب رسالہ افطار کی مصلحت جانے کہ انہوں نے اس موقع پر آداب کی جو تفصیل کتابوں میں لکھی تھی اس کو کیوں تحریر نہیں کیا۔ لیکن ہم ان عبارتوں کو نقل کرکے ترجمہ تحریر کرتے ہیں۔

" ويجب وجوبا قال الحلوانی ندبا والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا لا حائضا ونفساء وسامع خطبة وفی صلوة الجنازة وجماع واستراح واكل وتعليم وتعلم بخلاف تلاوة القرآن" ۔ (درمختار جلد اول ص ۱۱۱)

جو شخص اذان سنے تو وہ اذان کا جواب دے، حیض والی اور نفاس والی عورت نہ دے، خطبہ سننے والا جواب نہ دے، نماز جنازہ پڑھتے ہوئے اذان سنے تو جواب نہ دے، بیوی کے ساتھ مصروف ہو تو جواب نہ دے، پاخانے میں ہو تو جواب نہ دے، کھا رہا ہو تو جواب نہ دے، پڑھ پڑھا رہا ہو تو جواب نہ دے، ہاں قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہو تو چپ ہو کر جواب دے۔

"واذا سمع المسنون منه أمسك حتى عن التلاوة ـ واذا سمعه وهو يمشي فالاولىٰ ان يقف ويجيب ولا يجيب في الصلوة وجنازة وخطبة وسماعها وتعلم العلم وتعليمه والاكل والجماع وقضاء الحاجة" ۔ (مراقی الفلاح ص ۱۱)

جب مسنون طریقہ پر اذان ہو رہی ہو تو رک کر اس کا جواب دیں، قرآن شریف کی تلاوت کرنے والا بھی تلاوت سے رک کر جواب دے۔ چلنے والا سنے تو رک کر جواب دے، نماز پڑھنے والا چاہے نماز جنازہ ہی کیوں نہ پڑھتا ہو جواب نہ دے، وعظ سننے والا جواب نہ دے، پڑھنے پڑھانے والا جواب نہ دے اور کھانے والا کھاتے وقت جواب نہ دے، بیوی کے ساتھ مصروف اور پیشاب پخانہ کرنے والا بھی جواب نہ دے۔ غور فرمائیے اس سارے مقدمے کی ہوا افطار کرنے والے کے بارے میں نکل گئی کہ کھانے والا جواب نہ دے تو اذان ہو رہی ہو اور وہ افطار کرسکتا ہے تو افطار کرنے کے وقت اس پر اذان کا جواب واجب نہیں۔

(۳) تیسرا مقدمہ جو گویا صاحب کتاب کی نگاہ میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ مغرب کی اذان: اور افطار کے لیے بھی پہلا رکن اذان ہے۔ (رسالہ افطار ص ۷) اس موقع سے رکن کا لفظ بولنا صحیح نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ جب روزہ افطار کرنے کے لیے اذان ضروری ہے تو بغیر اس کے روزہ افطار ہی نہیں ہوسکتا تو افطار اذان سے پہلے کیسے ہوسکتا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ صاحب رسالہ کا یہی مقدمہ سب سے بے بنیاد ہے اور خود مصنف نے بھی اس بات کے ثبوت میں نہ تو کسی کتاب کا نام لکھا نہ ص کا حوالہ دیا۔ عبارت لکھنے کی تو خیر آپ کی عادت ہی نہیں۔

حدیث شریف میں آپ پڑھ چکے کہ رسول اللہ ﷺ غروب آفتاب کے مطالعہ کے لیے بلند جگہ پر ایک آدمی کو مقرر فرماتے تھے۔ اور جب وہ کہتا کہ سورج ڈوبا تو وہ افطار کردیتے۔ حالانکہ بلال اور دیگر مؤذن حضرات نماز مغرب کے لیے اذان دیتے ہی تھے، پھر الگ سے آپ ایک آدمی کو کیوں مقرر فرماتے

قرآن عظیم میں ہے: ﴿ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ [البقرة:۱۸۷]

روزہ رات تک پورا کرو۔ یہاں بھی اذان کا ذکر نہیں۔

شامی جلد ۲ ص ۱۰۶ پر ہے: "ولا يفطر مالم يغلب على ظنه الغروب وان أذن المؤذن"

جب تک آدمی کو اطمینان نہ ہوجائے کہ سورج ڈوب گیا اس وقت تک افطار نہ کرے چاہے مؤذن اذان ہی کیوں نہ دے دے تو اذان افطار کا رکن اول کیسے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آدمی کو بات پالنے کے مرض سے بچائے۔ ہاں یہ بات اس حد تک ضرور صحیح ہے کہ

مساجد میں گھڑی اور وقت افطار کا اہتمام رہتا ہے، اس لیے محلّہ کے ایسے لوگوں کو جو افطار کے وقت کا ایسا علم نہیں، وہ موذنوں کی اذان پر بھروسہ کر کے اپنا روزہ کھول سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب کہ وہ اذان سن کر رکے رہیں پھر اذان کا جواب دیں تب روزہ افطار کریں۔ یا مسجد میں موجودہ حضرات بھی اس کی پابندی کریں، اس کی تائید قرآن وحدیث یا فقہ اسلامی سے نہیں ہوتی کہ یہ افضل اور محمود طریقہ ہے، اس کے علاوہ جو کچھ اس رسالے میں ہے مصنف کی ذاتی رائے ہے جس کی ہمارے اوپر تو کیا کسی مسلمان کے اوپر پابندی ضروری نہیں، اسی طرح گولہ وغیرہ داغنے کو ناشائستہ بدعت کہنا بھی مصنف کتاب کا ہی حوصلہ ہے۔ درمختار جس کا بار بار حوالہ کتاب میں دیا ہے اس میں حاشیہ جلد دوم ص ۱۰۶ پر تحریر ہے:

"قد يقال ان المدافع فى زماننا يفيد غلبة الظن وان كان ضاربه فاسقا"

تو ان علمائے اعلام کے زمانے میں اس کا رواج تھا اور اس پر اعتبار کرنے کو کہتے ہیں۔ اور ہمارے مصلح مشفق اس کو ناشائستہ بدعت کہتے ہیں۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

افطار کے بارے میں یہ میری تحقیق ہے جو میں نے اس سے قبل بھی تحریر کی تھی اور پورے شمالی ہند میں اسی پر عمل درآمد ہے، مصنف بہار شریعت حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت مبارک میں رمضان المبارک میں دس یوم رہا وہ بھی اسی پر عمل کرتے تھے، [illegible] نے اڑیسہ میں مجاہد ملت کے یہاں ان کی موجودگی میں دیکھا وہاں بھی میں لگ بھگ رمضان المبارک میں دس یوم رہا، بریلی شریف میں بھی میں نے یہی معمول دیکھا، خود شمو گہ میں کئی سال رمضان المبارک میں رہا وہاں بھی میرا عمل درآمد اسی پر رہا اور حضرت درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے قیام وطعام کی دیکھ بھال کرتے رہے اور وہاں [illegible] نے اس قسم کا کوئی اختلاف نہیں دیکھا نہ سنا، پھر بھی میری گزارش یہی ہے کہ یہ کوئی ایسا اہم معاملہ نہیں [illegible] طرفین سے اس پر رسالہ بازی ہو اور مسلمانوں میں باہم فتنہ وفساد اٹھے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾[البقرة:۱۹۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۶ / ذی القعدہ ۱۴۰۷ھ

(۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید امام مرض گیس ومرض شکم میں مبتلا ہونے کے باعث دو چار روزہ نہ رکھ پایا اور پورے رمضان امامت کی اور نماز تراویح بھی پڑھائی تو کیا ایسے امام کی امامت جائز ہے یا نہیں؟۔

جب کہ صحت یابی کے بعد روزہ رکھنے کا مکمل ارادہ ہے۔ بکر مفتی بن کر زید امام کو روزہ نہ رکھنے کی

بنا پر تجدید ایمان وتجدید نکاح کروایا۔ کفارہ کے طور پر ۵۰۰ روپیہ جرمانہ لیا تو ایسے مفتی پر کیا شرعی حکم ہے؟۔

المستفتی: محمد عابد حسین، مورخہ ۹ / اپریل ۱۹۹۳ء معرفت امام نوری مسجد اوپر کلی، جھریا، دھنباد بہار

الجواب

کسی مرض کی وجہ سے اگر زید روزہ نہ رکھ سکا تو یہ کوئی جرم نہیں صحت ہوتے ہی اسے روزہ قضا کرنا چاہیے۔ ﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضاً أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾[البقرة:۱۸۴]

جو مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے اور مرض وسفر کے بعد اسے قضا کرے۔

بکر نے توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کا جو حکم دیا وہ غلط ہے اور یہ حکم دے کر بکر گنہگار ہوا۔ اس کو خود غلط فتویٰ دینے پر توبہ کرنا چاہیے اور اسی جرمانہ وصول کرنا تو ہر حال میں حرام ہے، ان کو فوراً زید کو واپس کیا جائے۔ بصورت مسئولہ زید کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۸ / شوال المکرم ۱۴۱۳ھ

نفلی روزہ کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کھر گڈیہا چوک پر ماہ شعبان کے روزہ کے بارے میں اختلاف ہوا، خطیب مسجد کھر گڈیہا نے اعلان کیا کہ ماہ شعبان میں فقط ایک روزہ ہے اور دلیل میں حدیث پاک پیش کی۔

حدیث: "من صام يوم الخامس عشر من شعبان لن تمسه النار"

کہ حدیث مذکورہ سے صرف پندرہ شعبان کا روزہ ثابت ہوتا ہے، کسی شخص نے خطیب مسجد براموں تک یہ خبر پہونچائی، اس نے جواب دیا کہ ایک روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ قانون شریعت میں یہ بات موجود ہے: مسئلہ: سنت ونفل روزے کا تنہا رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

حضور والا سے گذارش ہے کہ حدیث مذکورہ سے تعداد ثابت ہے، آیا فضیلت براہ کرم صورت نزاعیہ کو دفع فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام عبد القیوم نوری، کھر گڈیہا، ضلع گریڈیہہ، جھارکھنڈ، ۱۰ / جنوری ۲۰۰۱

الجواب

اگر کھر گڈیہا کے امام کے اعلان کا مطلب یہ تھا کہ پورے ماہ شعبان میں ایک روزہ ہی رکھا جا سکتا ہے دوسرا نہیں تو یہ امام صاحب کی لاعلمی ہے ان کو یہ حدیث یاد نہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کو میں نے شعبان سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ اگر شعبان میں ایک

سے زیادہ روزہ رکھنا منع ہے تو حضور ﷺ رمضان کے علاوہ سب مہینوں سے زیادہ شعبان میں کیسے روزہ رکھتے تھے۔ امام صاحب یہ حدیث بھی بھول گئے۔ بخاری، مسلم، نسائی میں ابو ہریرہ اور ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک یہ ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھو۔ تیرہ، چودہ، پندرہ کو۔ یہ حدیث بھی انہیں یاد نہ رہی۔ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ پیر اور جمعرات کو اعمال دربار الٰہی میں پیش ہوتے ہیں اور مجھے پسند ہے کہ میں ان دنوں میں روزہ رکھوں۔

اگر انہیں حدیثوں کا حساب لگایا جائے تو شعبان مہینہ میں گیارہ روزے ہو گئے۔ اور کبر گنڈیا کے امام صاحب کو صرف ایک روزہ پورے ماہ میں رکھنا یاد رہا۔ بے علموں کو اسی لیے شرعاً وعظ و تقریر سے منع کیا گیا ہے۔ یہ روزے اور اس کے علاوہ دسویں محرم اور نویں ذی الحجہ کے روزہ کی بات بھی احادیث میں آگئی اور خاص شعبان کی پندرہویں تاریخ کا روزہ بھی حدیثوں میں مذکور ہوا مگر یہ سارے روزے نفلی ہیں جس کا جی چاہے سب رکھے، ثواب ہوگا اور اجر پائے گا۔ اور جو نہ رکھے گا اس کی باز پرس نہ ہوگی۔ مگر یہ خبر جب براموں کے امام و خطیب کو معلوم ہوئی تو شاید انہوں نے یہ سوچا کہ یہ گولڈن چانس کبر گنڈیا کے امام کو نیچا دکھانے کا ملا ہے اور انہوں نے تنازعہ کھڑا کر دیا خدانا خواستہ امام براموں نے اس نیت سے یہ حرکت کی تو یہ کس درجہ گھناونا کام کیا۔ استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه ۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قانون شریعت میں تو سنت اور نفل کے روزہ کو اکیلا رکھنے کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اور اس کی مثال بھی تحریر فرمائی ہے۔

سنت و نفل کے روزہ کو اکیلا رکھنا مکروہ تنزیہی ہے جیسے دسویں محرم کا روزہ سنت ہے، لیکن اکیلا روزہ مکروہ ہے اس کے ساتھ ایک اور ملا لیا جائے یعنی نویں و دسویں رکھیں اور دسویں اور گیارہویں رکھنے میں بھی حرج نہیں۔ (قانون شریعت فرید بک اسٹال ص ۱۹۷)

اور امام صاحب براموں نے مطلقاً مکروہ لکھا اور مثال کا حصہ بھی رہنے دیا حالانکہ مکروہ تنزیہی نہ گناہ ہے نہ حرام صرف خلاف اولیٰ ہے۔ بہار شریعت دوم ص ۹ میں ہے: مکروہ تنزیہی جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید و عذاب فرمائے یہ سنت غیر موکدہ کے مقابل ہے۔ تو اگر انہیں کبر گنڈیا کے امام سے بڑی خیر خواہی تھی تو چپکے سے ان سے کہہ دیتے کہ دو روزہ رکھنا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۹ر شوال ۱۴۲۱ھ

مفسدات صوم کا بیان

(۱۔۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) روزہ کی حالت میں قصداً کان میں تیل ڈالنا اور اگر بتی اور لوبان جلا کر اس کی خوشبو سونگھنا کیسا ہے؟۔

(۲) قاتل ابو جہل کا نام "مُعَوَّذ" ہے یا "مُعَوِّذ"؟۔

(۳) حضرت فاروق اعظم مشرف بہ اسلام ہونے کے لیے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں خود حاضر ہوئے یا لوگ زبردستی ان کو لے کر گئے؟۔

(۴) زید نے سلام پڑھتے وقت یا رسول اللہ آفتاب قیامت کے بدل ہو تم 'کہا' کیا مذکورہ جملہ کفر ہے یا منزل کفر میں ہے؟۔

(۵) زید مسجد کا امام ہوتے ہوئے بھی اپنی لڑکی کو دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے لیے کالج بھیجتا ہے جہاں بے پردگی کا عام رواج ہے، نیز تعلیم بھی غیر محرم مرد سے حاصل کرتی ہے، جب کہ زید کو پورا اختیار ہے باوجودیکہ نہیں روکتا تو ایسے امام کی اقتداء کیسی ہے۔ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی، بشیر احمد، دھارواڑ (کرناٹک)

الجواب

(۱) سوال میں ذکر کی ہوئی صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائیگا۔ درمختار میں ہے "ولو ادخل الدخان ای دخان کان ولو عوداو غیرہ افطر لو ذاکرا" (کتاب الصوم: ۳/۳۲۷) اگر اگربتی وغیرہ کی خوشبو سلگتی تھی اسے منہ کے قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا روزہ جاتا رہا (بہار شریعت حصہ پنجم) اسی میں ہے کان میں تیل ٹپکایا ان سب صورتوں میں قضا لازم ہے۔ شامی میں ہے: "الحاصل الاتفاق علی الفطر بصب الدهن۔

(۲) معوذ کے والد کا نام حارث اور والدہ کا نام عفراء ہے، اس کا صحیح تلفظ واؤ کی تشدید کے ساتھ ہے۔ اسماء الرجال میں ہے "معوذ بضم المیم وفتح العین و کسرالواو المشددة وبالذال المعجمة" یہ قاتلین ابو جہل میں ہیں، بعض میں ہے کہ یہ اور معاذ بن جبل ابن جموح اور بعض میں ہے کہ معاذ ابن عمر ابن جموح اور معوذ ابن حارث۔

(۳) سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر

نے کے ارادہ سے تلوار لے کر گھر سے نکلے، راستہ میں ان کی ملاقات نعیم ابن عبداللہ سے ہوئی، انہوں نے حضرت فاروق سے کہا پہلے اپنے گھر کو سنبھالیے آپ کے بہنوی اور آپ کی بہن مسلمان ہو چکے ہیں، وہاں جا کر دونوں کو مارا پیٹا اور زجر و توبیخ کی پھر ان سے قرآن شریف دیکھنے کی فرمائش کی، لیت و لعل کے بعد انہوں نے دیا، سورہ طٰہٰ شریف پڑھ کر حضرت عمر کے دل کی دنیا بدل گئی اور حضور کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے، اس روایت میں زبردستی پکڑ کر لے جانے کی بات کہیں نہیں ہے۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۱/۲۴)

(۴) اس مصرعہ میں کفر یا گمراہی کی کوئی بات نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہ قیامت کے دن جب آفتاب سوا نیزے پر ہوگا تو ہمارے لیے اس کی گرمی کے بجائے آپ کی ذات اور آپ کی رحمت کی چھاؤں ہوگی۔

(۵) صورت مسئولہ میں جب کہ زید اپنی لڑکی کو غیر محرموں کے سامنے ہونے سے منع نہیں کرتا تو فاسق ہوا اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ علم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

(۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ روزہ کی حالت میں گل منجن اور کالگیٹ وغیرہ ٹوتھ پیسٹ کا شرعی حکم مع دلائل روانہ فرمائیں۔

الجواب

بہار شریعت میں منجن کا ذکر نہیں ملا۔ ص ۵/۱۱۵ پر یہ مسئلہ ہے: حقہ، سگار، چرٹ، سگریٹ، پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے اگرچہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں نہ پہنچاتا ہو، بلکہ پان یا صرف تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا اگرچہ پیک تھوک دی ہو کہ اس کے باریک اجزاء ضرور حلق تک پہونچتے ہیں۔ اسی میں ص ۱۱۴ پر ہے: مکھی یا دھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور قصدا دھواں پہونچایا تو فاسد ہو گیا، خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی طرح پہونچایا ہو۔ یہاں تک کہ اگربتی وغیرہ سلگتی تھی اور اس نے منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا، روزہ جاتا رہا۔

فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۵۹۶/۵۹۷ میں ہے: روزہ دار خوشبو سونگھ سکتا ہے سونگھنے سے جن کے اجزاء دماغ پر نہ چڑھیں بخلاف اگربتی، لوبان کے دھوئیں کے کہ اسے سونگھ کر دماغ کو چڑھ جائے تو روزہ جاتا رہے گا روزہ دار کو ناس لینا حرام ہے۔ اس کا کوئی ذرہ دماغ کو پہونچا تو روزہ جاتا رہے گا۔ منجن روزہ میں نہیں لینا چاہیے۔ (ص ۶۱۴) اور منجن ناجائز و حرام نہیں جب کہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز

حلق میں نہیں جائیگا مگر بے ضرورت صحیحہ مکروہ ضرور ہے۔ درمختار میں ہے: "کرہ ذوق شیء"۔

ردالمحتار جلد دوم ص ۹۷ میں ہے:

دخل غبار حلقه او ذباب او دخان لو ذاكرا (لا يفطر) استحسانا و فى القياس يفسد أى بدخول الذباب لوصول المفطر الى جوف و ان كان لا يتغذى به كالتراب والحصلة (شامى) لعدم امكان التحرز عنه و مفاده (اى قوله دخل بنفسه بلا صنع) انه لو ادخل حلقه دخان اى دخان كان و لو عودا او غيرا يفسد (لامكان التحرز عنه)

اور ص ۱۰۱ میں ہے: او ذاق شيئا بفمه و ان كره لم يفطر"

اور صفحہ ۱۰۴ میں ہے: او ابتلع حصاة و نحوه مما لا يأكله الانسان او يعافه او يستقذره فيجب القضاء لوجود صورة الفطر و عدم وجود معنى الافطار و هو ايصال ما فيه صلاح البدن سواء كان مما يتغذىٰ به او يتداوى۔

اور ص ۱۱۲ میں ہے: وكره ذوق الشى ومضغه بلا عذر ككون زوجها سيء الخلق فى الاول و فى الثانى لا تجد من يمضغ لها۔ وكره مضغ العلك الابيض الملتئم والا فيفطر (لان الاسود وغير الممضوغ وغير الملتئم يصل منه شيء الى الجوف"۔

ان جزئیات اور ان کی توجیہات سے مندرجہ ذیل اصول سمجھ میں آئے۔

(۱) چیز جوہر نہ ہو عرض ہو اور منفذ کے ذریعہ جوف دماغ میں یا جوف شکم میں پہونچے۔ قصداً پہونچائے یا بلا قصد پہونچ جائے روزہ نہیں جائے گا جیسے خوشبو۔

(۲) جوہر ہی کیوں نہ ہو مگر مسام کے ذریعہ اندر پہونچ جائے، یا پہونچائے روزہ نہیں جائے گا۔ جیسے روزہ کی حالت میں مالش کے ذریعہ تیل جسم میں جذب کیا، یا آنکھ کا آنسو، سرمہ کا رنگ حلق میں پہنچا تو چونکہ آنکھ میں کوئی راستہ نہیں اور بلغم میں جو سرمہ کی سیاہی نظر آتی ہے وہ رنگ اور عرض ہے جس نے بلغم کو رنگین کر دیا ہے جو مسامات کے ذریعہ حلق میں پہنچا، سرمہ کا کوئی جز نہیں پہونچا اس لیے یہ بھی مفطر نہیں۔

(۳) وہ چیزیں جو اجزا والی ہیں مگر وہ چیزیں جز و بدن نہیں بنتیں اگر از خود جوف بدن میں داخل ہو جائیں جیسے غبار، دھواں، مکھی وغیرہ تو چونکہ ان سے پرہیز مشکل ہے اس لیے از خود حلق میں چلی گئیں روزہ نہیں جائے گا۔

(۴) اور قصداً حلق کے نیچے اتارا جیسے اگربتی کا دھواں، لوبان اور عود کا دھواں خوشبو کے لیے ناک سے سونگھا، یا آلت کی چیزیں جیسے، بیڑی، سگریٹ، چرٹ، حقہ، سگار، پیا، یا لکڑی، کنکری وغیرہ اشیا

چبا کرنگلا روزہ ٹوٹ گیا۔ یا ایسے ہی نگل گیا روزہ ٹوٹ گیا۔

(۵) غذا بہ عذر چکھی یا چبایا جیسے مالک بدمزاج ہے تو نمک کا پتہ چلانے کے لیے زبان پر رکھ لیا، یا بچہ چھوٹا ہے اسے کھلانے کے لیے کوئی ملائم یا رقیق چیز نہیں اور کوئی بے روزہ دار بھی نہیں کہ روٹی چبادے، تو ماں روٹی چبا کر کھلادے۔ اس صورت میں روزہ نہیں جائے گا۔ حضور صدرالشریعہ فرماتے ہیں: چکھنے کا مطلب وہ نہیں جو عام طور پر آج کل محاورہ ہے کہ چیز کا مزہ دریافت کرنے کے لیے تھوڑا سا کھالینا کہ یوں تو کراہت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا، بلکہ چکھنے سے یہ مراد ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کرلیں اور فوراً اسے تھوک دیں، حلق میں کچھ نہ جانے پائے اس طرح چبانے میں بھی احتیاط ضروری ہے کہ حلق میں کچھ نہ جائے۔

(۶) ایسی چیزیں جو بطور عادت کے لوگ استعمال کرتے ہیں جیسے پان، چھالیا، تمباکو، ہم اسی کے ساتھ گل اور گڑاکو اور دوہرے کو بھی شمار کرتے ہیں کہ ان کے چبانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اگرچہ استعمال کرنیوالا اپنے خیال میں یہ سمجھے کہ حلق کے نیچے کچھ نہیں گیا کہ حسب تشریح بہار شریعت باریک اجزاء ضرور حلق میں اتر جاتے ہیں، انسان اسے حلق میں جانے سے روکنے کی لاکھ کوشش کرے، ان چیزوں کی چونکہ شدید خواہش ہوتی ہے، اس لیے منھ اور حلق کے عضلات اضطراراً بھی اسے نگل لیتے ہیں۔

(۷) منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کے باریک اجزا حلق سے اتر گئے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور نہ اترے تو نہ ٹوٹے گا البتہ ایسی چیزوں کو منہ میں رکھنا روزہ کو مکروہ کردیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۲/صفر ۱۴۱۸ھ

(۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

رمضان المبارک کے ایام میں روزے کی حالت میں کوئی شخص گل کرسکتا ہے یا نہیں اور اگر گل کرلیا تو روزے میں کیا خرابی لازم آئے گی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد علی حسین مقام: بھاگلپور، مرشدآباد

الجواب

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں (ص ۵۸۷) تمباکو کو جسے کھینی کہا جاتا ہے منھ میں رکھنے کو روزہ توڑنے والا بتایا ہے، گل بھی اسی قسم کی ہے، کھینی کی طرح اس کا بھی لوگ استعمال کرتے ہیں اسلیے اس کا استعمال بھی مفسد صوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو، ۵/ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

کتاب الحج

فضائل حج کا بیان

(۱) **مسئلہ**: زید کی ماں کا عرصہ ہوا انتقال ہو گیا، والد کا سن قریب ۸۵ سال کا ہے۔ زید اپنے والد سے الگ رہ کر اطاعت سے روگردان ہے، زید امسال حج کے لیے بیت اللہ شریف گیا ہے۔ شہرت یہ ہے کہ اس حج کے صلہ میں والد کی نافرمانی کے جرم سے زید بری ہو جاوے گا۔ درحقیقت زید کے لیے شریعت کا حکم کیا ہے۔ بحوالہ حدیث پاک حکم سے معزز فرمائے۔

السائل محمد حسین انصاری از جائس ضلع رائے بریلی

الجواب

حدیث شریف میں حج کی فضیلت میں وارد ہوا۔ "من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه" (شرح السنة: ۷/۴۰) جس نے اخلاص کے ساتھ اللہ کے واسطے حج کیا اور فسق و فجور سے بری رہا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا کہ گویا اسی دن ماں کے شکم سے پیدا ہوا۔

اس لیے بعض علماء کا کہنا ہے کہ حج کے بعد آدمی تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اشعۃ اللمعات میں ہے: "وکفارہ از کبائر مخصوص بحج است۔" لیکن ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: الكبير لا يكفرها الصلوة و الصوم و كذا الحج انما يكفرها التوبة الصحيحة نقل ابن عبد البر الاجماع عليه وقال القاضی عياض وهو منهب اهل السنة " اور والدین کی نافرمانی تو حقوق عباد میں سے ہے تو بغیر والدین کے معاف کئے کسی بھی عمل خیر سے معاف نہیں ہو سکتے اسی لیے والدین سے معافی اور آئندہ اطاعت شعاری ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، مبارکپور، اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہٗ ۸؍صفر ۸۳ھ

ارادۂ حج کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید حج کے ارادے سے اپنی زندگی میں روپیہ بینک میں جمع کرنا شروع کیا اور بہ مقدار فرض حج ہونے سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو گیا، اس صورت میں خالد کا کہنا ہے کہ زید حج کا ثواب پائے گا، اس لیے کہ حج کے ارادے سے روپیہ جمع کرنا شروع کیا تھا۔ بکر کا کہنا ہے کہ زید اگرچہ جمع کرنا شروع کیا تھا

لیکن حج کے فرض ہونے سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہوگیا تو اس پر حج فرض ہونے کی کوئی صورت نہیں اور جب حج فرض ہونے کی کوئی صورت نہیں تو اس میں ثواب بھی نہیں۔

لہذا حضور والا سے گزارش ہے کہ زید کو حج کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔ المستفتی: مولوی محمد نظام الدین، مقام و پوسٹ چوبے، ضلع ہزاری باغ، بہار

الجواب

زید کو ضرور حج کا ثواب ملے گا۔ حدیث شریف میں ہے: "نية المؤمن خير من عمله" (المعجم الکبیر: ۶/۲۲۸) نیت صادقہ پر ثواب ملتا ہے۔

اور یہاں تو زید نے حتی المقدور اس کی تیاری بھی شروع کردی تھی اور ثواب ملنے کیلیے یہ بھی ضروری نہیں کہ حج فرض ہو، نفلی حج تو آدمی کبھی بھی کرسکتا ہے۔ تو بکر کی دلیل کے موافق اس کا ثواب تو ملنا چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۱/جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ

احکام حج کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، مگر اس کے خاوند کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کے کوئی بھی نہیں ہیں۔ تو اب ہندہ کس کے ساتھ حج ادا کرے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد خورشید عالم، مقام بیدولی کلاں پوسٹ بھرساڑ بڑہرگنج ضلع گورکھپور یوپی

الجواب

عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گنہگار ہوگی۔ عورت کے نہ شوہر ہے نہ محرم تو اس پر واجب نہیں کہ حج پر جانے کے لیے نکاح کرے۔ لیکن جب اس کا محرم نہیں تو اب چارہ کار یہی ہے کہ نکاح کرے اور یہ شرط لگادے کہ تو اگر اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن اور جائے تو جب بعد حج واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فورا مجھ پر طلاق بائن ہو۔

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

(۲) **مسئلہ:** ایک خاتون حج کو جانا چاہتی ہے۔ لیکن خاتون بیوہ ہے، اس کا ایک لڑکا پردیس میں ہے جس نے ماں کر حج کا روپیہ بھیجا ہے کہ خالہ کے داماد حج کو جارہے ہیں، انھیں کے ساتھ تم بھی حج کرنے چلی جاؤ۔ تو کیا وہ خاتون اپنے بہن کے داماد کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟ عبد الرزاق

الجواب

عورت کا سفر بے محرم کے ناجائز ہے اور سوال میں جس شخص کا ذکر ہے وہ محرم نہیں، اس لیے وہ اس کے ساتھ سفر حج کو نہیں جاسکتی۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ — الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۳۔۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

بیوہ عورت ہے، بیوہ عورت کے چار فرزند ہیں، چھوٹا لڑکا جس کی عمر انیس سال کی ہے۔ ابھی پڑھ رہا ہے لڑکے کی دو بہنیں ہیں۔ مسماۃ اس سال اپنے بہن اور بہنوئی کے ساتھ حج بیت اللہ شریف جانا چاہتی ہے۔ بہن کی عمر ساٹھ سال۔ بہنوئی کی ۷۰ سال کی اور مسماۃ کی عمر ۶۵ سال کی ہے، مسماۃ حج کرنے جاسکتی ہے یا نہیں کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ غیر محرم کے ساتھ نہیں جاسکتی ہے تو محرم میں کون لوگ آسکتے ہیں مسماۃ خوشحال ہے۔

(۲) زید کی شادی زبیدہ خاتون سے ہوئی تھی۔ زید کے بطن سے ایک لڑکا ہے۔ جس کا نام اسلم ہے زبیدہ کے انتقال کے بعد شاکرہ سے شادی کرکے شاکرہ خاتون کی ایک بیس سالہ لڑکی کی اسلم سے شادی کرنا چاہتا ہے یہ شادی جائز ہے یا نہیں؟ جلد مطلع فرمائیں۔

الجواب

(۱) بیوہ اپنے بہنوئی کے ساتھ حج نہیں کرسکتی، بھائی، باپ، لڑکا، پوتا، داماد وغیرہ محارم میں ان کے ساتھ جاسکتی ہے۔

(۲) یہ شادی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ

الجواب صحیح:۔ عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۔۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) میری والدہ محترمہ اکیاسی سال کی ہیں پھر بھی پارسال روزے بھی رکھے تھے امسال بھی امید ہے کہ روزے رکھیں گی، تو روزے کے زمانہ میں کچھ قوت کی دوا کھلائی گئی تھی آنکھوں کی بصارت میں البتہ کمی آئی لیکن وہ کمی ان کے کام سے خارج نہیں ہے، وہ اپنا کل کام ماشاء اللہ اپنے ہاتھوں کرلیتی ہیں، بظاہر بیماری میں نہیں ہیں ضعیف بھی نہیں عمر کے حساب سے جو کمزوری ہونی چاہیے وہ کمزوری ہے۔ اب آپ بتائیں

کہ ایسے حالات میں حج بدل ہوسکتا ہے کیا یہ حالات معذوری عاجزی کے زمرہ میں آجاتی ہیں، ایک صاحب تیار بھی ہیں، یہ قوت کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ راستہ کا سفر آسانی کے ساتھ کرسکیں گی کہ نہیں۔

(۲) کتابوں کے دیکھنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ مدینہ منورہ کی حاضری اس وقت ضروری ہے جب کہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں پڑ جائے ویسے حاضری حج کے واپسی پر ہونی چاہئے۔ ہم لوگوں کا ارادہ ہے کہ پہلے مدینہ منورہ حاضری دی جائے اس کے بعد مکہ مکرمہ۔ آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

(۱) آپ نے والدہ محترمہ کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے اس سے وہ معذور نہیں معلوم ہوتیں اور حج بدل کے لیے عذر شرط ہے۔ عالم گیری میں ہے:" ویجوز النیابة فی الحج بشرائط. منها ان یکون الحاج عاجزا عن الاداء بنفسه "(کتاب المناسک:۱/ ۲۲۹) جب خود ارکان حج ادا کرنے سے عاجز ہو تب حج بدل کے لیے کسی کو بھیج سکتا ہے اور آپ نے ادا نہ کرسکنے کا جو امکان ذکر کیا ہے تو حکم امکان پر نہیں ہوتا ہے۔

(۲) جو شخص حج فرض ادا کر رہا ہو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ حاضری بارگاہ بیکس پناہ بعد از حج ہو۔ عالم گیری میں ہے: "والحج ان کان فرضا فالاحسن ان یبدأ به" اس سے واضح ہو گیا کہ اگر کسی نے زیارت پہلے ہی کرلی تو زیادہ سے زیادہ خلاف اولی ہوا، نہ تو اس سے حج میں نقص آئے گا نہ کوئی شرعی جرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ ۳؍شعبان ۸۵ھ

الجواب صحیح:۔ عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ممانی کے ساتھ فریضہ حج ادا کرسکتا ہے کہ نہیں؟

محمد یعقوب، مبارکپوری ۷؍رجب ۸۷ھ

الجواب

زید چونکہ اپنی ممانی کا محرم نہیں اس لیے زید کا اس کے ساتھ سفر کرنا ناجائز وگناہ ہے۔ عالم گیری میں ہے:" اما شرط وجوبه فمنها المحرم للمرأة شابة کانت او عجوزا اذا کانت بینها وبین مکة مسیرة ثلاثة ایام "(کتاب المناسک:۱/ ۲۷۹) عورت پر حج واجب ہونے کے شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ محرم ہو، ایسا آدمی کہ جس کا نکاح اس عورت کے ساتھ حرام ہو۔ اور یہ حکم

اس وقت تک ہے جب کہ وہ عورت مکہ سے مدت سفر کی دوری پر ہو۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۸؍رجب ۸۷ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۸۔۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) بغیر مالک بنائے ہوئے اپنے روپیوں سے بیوی کو حج کے لیے لے جانا مثلاً شوہر نے بمبئی ہی میں اپنے ساتھ بیوی کا بھی حج کا فارم بھر دیا۔ حج کے روپیوں کو اس کے قبضہ میں نہ دیا اس طرح حج کرنے سے اس کا حج فرض ہوگا یا نفل؟۔

(۲) مسجد کے متولی صاحب صدر وٹرسٹ کو مسجد کے پیسے سے محراب ومنبر دیوار وغیرہ پر رنگ، نقش نگار کروانا کیسا ہے؟ جب کہ مسجد کے روپئے بینک میں جمع رہتے ہیں چوری ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔

(۳) حج کے روپئے پاس میں موجود ہیں ابھی حج کمیٹی میں صرف جہاز کا کرایہ پانچ ہزار روپئے کا ڈرافٹ جمع کروایا ہے کرنسی وغیرہ کے روپئے نقد موجود ہیں کیا سال تمام پر اس کی بھی زکاۃ ادا کرنی ہوگی حالانکہ یہ رقم حج کی نیت سے ہی رکھی ہوئی ہے اور نہ معلوم کرنسی بھرنے کا کب حج کمیٹی مطالبہ کرے۔

(۴) بچوں کے نام دوست واحباب عزیز واقارب جو پیسے دس بیس یا روپئے دو روپئے دیتے ہیں اور کھانے کی چیز میں مثلاً گولی چاکلیٹ بسکٹ وغیرہ بھیجتے ہیں کیا والدین کو ان پیسوں اور مذکورہ اشیاء کا استعمال جائز ہے؟ حالانکہ والدین محتاج بھی نہیں ہیں۔

(۵) نابالغ طلبہ وطالبات کے والدین اساتذہ کو اجازت دیں کہ آپ ہمارے بچوں سے اپنے لیے یا مدرسہ کے لیے ہینڈ پیپ کنواں تالاب وغیرہ سے پانی بھروا سکتے ہو۔ تو اس وقت ان کا بھرا ہوا پانی اساتذہ کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ دلائل شرعیہ تحریر فرماکر کرم نوازش فرمائیں۔

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں وہ عورت فقیر ہوگی جس پر حج واجب ہی نہیں ہوتا یا مالدار ہوگی جس پر حج واجب ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں ظاہر ہے کہ شوہر اپنی مرضی سے عورت کو اپنے ساتھ سفر حج میں لیجا رہا ہے تو اصولاً اس سفر کے سارے اخراجات اسی کو ادا کرنے ہونگے کہ سفر وحضر میں عورت جہاں بھی ساتھ رہے شوہر پر نفقہ وسکنی کی ذمہ داری شرعاً ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ﴾[الطلاق:٦]

اور اس کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[البقرة:٢٣٣]

پس ان مصارف کے روپے کا عورت کو مالک بنانے کی کیا ضرورت ہے جب یہ اخراجات شوہر کے ذمے میں ہیں تو اسی کی طرف سے ہونا چاہیے رہ گیا یہ سوال عورت کا حج نفل ہوگا یا فرض اس کا جواب یہ ہے کہ جس کا وہ احرام باندھے گی وہی حج ادا ہوگا۔

بحرالرائق جلد دوم ص۳۱۲ میں ہے: فاذا تحملوا وقع عن الحج الاسلام کالفقیر اذا حج

منحۃ الخالق میں ہے: فانه يسقط عنه الفرض فلاتحب عليه ان يحج۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

معذور اگر مشقت کرکے حج کرلیں تو ان کا حج حج اسلام ہوگا۔ جیسے فقیر حج کرلے تو حج اسلام ہی ہوگا۔ نفل ہونے کے بارے میں منحۃ الخالق میں ہے:

لو حج الفقير نفلا يجب عليه ان يحج ثانيا۔ (جلد ثالث ص۷۰)

فقیر نفل حج کی نیت کرے تو اس پر دوبارہ فرض کی نیت سے حج کرنا واجب ہے، بلکہ ایسے لوگوں کو نفلی نیت کرنا مکروہ ہے، قصہ اصل یہ ہے کہ میقات تک غریب آدمی پہونچ جائے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ تو فرض چھوڑ کر نفل پڑھنا مکروہ ہوگا۔ اور اگر مالدار ہوگی تو اس پر اس کے وطن میں ہی حج فرض ہوگیا۔ وہ یا تو اپنے اس سفر کو جائز کرنے کے لیے شوہر کو ساتھ لے جائے گی یا شوہر از خود اس کے ساتھ جائے گا۔ بہر صورت شوہر اپنی طرف سے عورت کے مصارف میں جو رقم صرف کرے گا وہ عورت پر شوہر کا تبرع اور احسان ہوگا۔ میاں بیوی میں ایسا انبساط ہو تو دونوں کی رقم ایک ہی مانی جاتی ہے اور ہر ایک دوسرے کے لیے اس طرح حسن سلوک کرتا ہے۔ فتاوی رضویہ حصہ ہفتم ص۳۲۹ میں ہے: من انفق في امر غيره بغير امره ولا مضطراً اليه فانه يعد متبرعا فلايرجع بشیء۔ جو شخص کسی دوسرے پر اس کے امر کے بغیر اور کسی مجبوری کے بغیر خرچ کرے وہ تبرع قرار دیا جاتا ہے اور اس کو اخراجات کا معاوضہ وصول کرنے کا حق نہیں۔ تبرع کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ پہلے اس کو رقم کا مالک بنا دے پھر اس کی طرف سے خرچ کرے۔ اور باہمی انبساط کی وجہ سے میاں بیوی دونوں کو عرفاً ایک دوسرے کے مال کے خرچ کرنے کی اجازت بھی ہے اس لیے تملیک یا پیشگی اجازت کی ضرورت نہیں، ہاں جس کے ساتھ حسن سلوک ہوا، وہ چاہے اسے قبول کرنے سے انکار کردے اور اس کا معاوضہ اپنے پاس سے دے دے۔ بحرالرائق میں ہے: لانه شبهة لقضاء الدين، ومن تبرع بقضاء دين رجل ان شاء قبل ان شاء لم يقبل وكذا في باب الحج۔

حضور ﷺ نے فقیر ماں باپ کی طرف سے حج ادا کرنے کو فرض ادا کرنے کے مشابہ قرار دیا تو جو کسی کی طرف سے فرض ادا کرنے کا احسان کرے تو اس کی مرضی چاہے قبول کرے چاہے قبول نہ کرے تو حج کے معاملہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ تو یہاں بھی عورت شوہر کا یہ احسان قبول کرلے چاہے رد کردے اور

تک کا مال اپنے نجی مال سے دے دے۔ واللہ تعالی اعلم

(۲) فتاوی رضویہ جلد ششم ص۴۴۴ میں ہے: محراب مسجد اور دیوار قبلہ میں نقش مکروہ کہ باعث شغل قلب نمازیاں ہے مگر واقف نے کہا ہے تو ویسا ہی کیا جائے گا اور نیت تعظیم مسجد کرنا ہوگی۔

(۳) فتاوی رضویہ جلد چہارم ص۴۱۴ پر ایک ایسے سوال کے جواب میں ہے: اس پر زکاۃ فرض ہے اور صدقہ فطر و قربانی واجب۔

(۴) قرائن سے معلوم ہو کہ خاص اس بچہ کو ہی دینا مقصود نہیں تو کھا سکتے ہیں جہاں اس کے خلاف پر قرینہ ہو وہاں والدین وغیرہ کے لیے جائز نہیں۔ اس کے علاوہ چیزیں بھی والدین بلا ضرورت اپنے کام میں نہیں لا سکتے۔ تفصیل بہار شریعت حصہ ۱۴ ص۶۶ میں دیکھی جائے۔

(۵) ناجائز ہے۔ دلیل کی تفصیل فتاوی رضویہ جلد اول ص۶۸۰ پر ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کے بیان میں ایک رسالہ "عطاء النبی لحکم ماء الصبی" ہے جو پاکستانی جلد اول ص۴۵۵ سے شروع ہوتا ہے واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۵ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

(۱۳۔۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) اگر عورت میں سفر کرنے کا امتیاز ہو تو تنہا حج کرنے جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر جا سکتی ہے تو دو ایک دو عورتوں کو ساتھ لے جا سکتی ہے؟، جب کہ وہ مجبور ہے کہ محرم کوئی نہیں مل رہا ہے۔

(۲) بچہ اگر کمزور ہو تو دو سال سے زیادہ ماں کا دودھ پی سکتا ہے یا نہیں جب کہ یہ احتمال ہے کہ اس کا دودھ چھوٹنے پر مر جائے گا۔

(۳) کیا عورتوں کو باریک دوپٹا اوڑھنا منع ہے کیونکہ آج کل لیلون کا دوپٹہ استعمال ہو رہا ہے۔

(۴) کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ تبرک کا کھانا کھانا چاہیے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نیاز کر کے فقیر کو دے دیا جائے تو مثلاً دیگ بڑے پیر صاحب اور بزرگان دین کی ہوتی ہے تو کل دیگ کیسے دی جا سکتی ہے، ہاں یہ ہوتا ہے کہ پوری دیگ نیاز کر کے فقیر امیر بھی کھاتے ہیں، لہذا گذارش ہے کہ مناسب حال لکھیں۔

(۵) بھینس یا پاڑہ سات بچوں کے نام سے عقیقہ اگر کیا جائے تو ٹھیک ہوگا یا نہیں؟

فقط والسلام: خاکسار نجم الحسین موضع پوسٹ کمن پور غازی پور

الجواب

(۱) عورت کو محرم نہ ملے تو اس پر حج فرض ہی نہیں اگر بغیر محرم جائے گی چاہے سو عورتوں کے ساتھ گنہگار ہوگی۔ (۲) مسئلہ احتمال پر نہیں چلتا ہے، اس کے لیے یقین و ظن غالب ضروری ہے۔ اس لیے کوئی

دوسرا حیلہ تلاش کیجئے۔(۳) اجنبیوں کے سامنے وہ دوپٹا اوڑھ کر آنا حرام ہے۔ضروری ہے کہ ایسے باریک کپڑے نہ پہنے جائیں۔(۴) جس کھانے کا ایصال ثواب بزرگوں کو کیا جائے اس کو غریب امیر بھی کھا سکتے ہیں، عام مردوں کے فاتحہ کا کھانا غریبوں ہی کو کھلایا جائے، ایک دیگ ہو یا دس دیگ، بجر کہ ہو یا کم۔واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے پانچواں رکن حج ہے جو ہر مستطیع پر زندگی میں ایک بار فرض ہے، اگر اس پر اس طرح پابندی عائد کی جائے کہ ملک کے مثلاً چالیس ہزار مستطیع مسلمان حج کو جانا چاہتے ہیں اور حکومت کہتی ہے کہ پندرہ ہزار سے زیادہ نہیں جا سکتے ہیں تو کیا مسلمانوں کو اس پر قناعت کرنی چاہیے۔ اس مسئلہ میں حل طلب بات یہ ہے کہ کیا حکومت کی بیان کردہ مصلحت اور (زرمبادلہ) کی کمی اس قابل ہے کہ دنیا کے اس رکن پر پابندی کو گوارہ کرلیں اس پابندی کو مداخلت فی الدین کہا جا سکتا ہے۔اس اہم فیصلہ میں آپ کی رہنمائی درکار ہے امید ہے کہ جواب سے مشرف فرمائیں گے۔

الجواب

جی ہرگز قناعت نہ کرنی چاہیے اور ہر ممکن آئینی طریقے سے اس بندش کو دور کرانے کی کوشش کرنی چاہیے۔واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۵ر ذوالقعدہ ۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۱۹۔۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

میرے یہاں ایک شخص حج کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ایک دن مسجد میں ان کے بارے میں بات چیت ہو رہی تھی کہ ایک حافظ صاحب جو اکثر ہمارے یہاں آیا کرتے ہیں، اس گفتگو کو سن کر انہوں نے کہا کہ حج کرنا قطعی منع ہے، کیونکہ فوٹو کھنچوانا پڑتا ہے اور فوٹو کھنچوانا حرام ہے۔اس بات کو سن کر بہت بک جھک ہوئی، ایک سرکاری ملازم صاحب بھی تھے انہوں نے کہا کہ تمام علماء مثلاً کچھوچھہ کے محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ، کانپور کے مولانا محبوب صاحب اشرفی، وغیرہ حج کو جاتے ہیں، کیا ان سب حضرات نے خدانخواستہ گناہ کیا، اس پر حافظ جی نے بگڑ کر کہا کہ بڑے بڑے علماء کا فتوی ہے کہ حج نہ کرنا چاہیے جو جاتا ہے غلطی کرتا ہے۔ چونکہ میں اکثر ماہنامہ پاسبان دیکھا کرتا ہوں اور اس کتاب سے حضور کا تعارف حاصل ہوا۔اس رسالہ میں ابھی تک میری نظر سے ایسا مسئلہ نہ گذرا۔لہذا اس واقعہ کی روشنی میں نیچے

سوالات کے جوابات جلد سے جلد حضور والا عطا فرمائیں تا کہ جانے والے صاحب کا ویسا ہی انتظام ہو نیز ہم لوگ ہدایت پائیں اور کوئی فتنہ وفساد پیدا نہ ہو۔(۱) حافظ صاحب مذکور کا بیان کس حد تک صحیح ہے؟ (۲) جو علمائے کرام حج کو گئے ان پر شرعاً کیا حکم ہے؟ (۳) جو شخص ان حضرات علمائے کرام کو غلطی پر مانے اس پر کیا حکم ہے؟ (۴) اگر حافظ صاحب مذکور کا بیان کردہ مسئلہ صحیح ہے تو عام طور پر لوگوں کو منع کیوں نہیں کیا جاتا جب کہ ہر سال لاکھوں مسلمان حج کو جاتے ہیں؟ (۵) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کس رسالہ میں ایسا حکم فرمایا ہے؟ سائل: واجد علی، موضع رسول پور جوگیا ضلع بستی، ۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

الجواب

تصویر بنوانا، فوٹو کھینچنا، کھنچوانا، قطعاً حرام ہے۔اس سے بچنا لازمی وضروری ہے اور حج بھی صاحب استطاعت پر فرض ہے اس کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔مگر عمر بھر حج کا وقت ہے جب حج کرے گا ادا ہی ہوگا قضا نہیں ہوگا۔لہذا فوٹو کے جرم سے بچنے کے لیے حج ملتوی کرنا راجح ہے۔اگر قانون میں تبدیلی ہو جائے اور فوٹو کی شرط ختم کردی جائے تو حج کرے۔فوٹو کی شرط باقی رہے اور حج نہ کر سکے تو وصیت کرے۔

جن علمائے کرام نے فرض ادا کرنے کے لیے فوٹو کے جواز کا فتوی دیا ہے انہوں نے فریضۂ حج کے اہم فرض کا لحاظ کیا ہے، کیونکہ فوٹو کے باوجود بھی جب ارکان حج ادا کردیگا تو حج ادا ہو جائے گا۔اور یہ شخص فریضہ حج سے سبکدوش ہو جائے گا۔اسی لیے مسلمانوں کو حج سے نہیں روکا جاتا۔اسی سے آپ کے سوالوں کا جواب ہو گیا۔واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم، دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۴۔۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) اعمال حج میں سے کچھ چھوٹ جانے کی وجہ سے دم واجب ہوا۔اب جب کہ حاجی صاحب اپنے وطن واپس آگئے اس صورت میں دم کی ادائیگی کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔جب کہ ایک کتاب مسمی بہ "سوئے حرم" میں تحریر ہے کہ دم وصدقہ کی ادائیگی حدود حرم میں ہی ہوگی حدود حرم سے باہر نہ ہوگی۔حاجی صاحب کو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ واضح فرمائیں۔

(۲) معترض کا اعتراض ہے کہ احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کا نزول بذریعہ وحی رفتہ رفتہ ہوا، پس اس آیت کریمہ کا کیا جواب ہوگا۔﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾[البقرة:۱۸۵]

کیا مذکورہ آیت مقدسہ میں کوئی ایک آیت مراد ہے یا مکمل قرآن پاک؟ واضح فرمائیں۔

(۳) زید نے اپنی بیوی کو ۲ طلاق دی، بعد طلاق زید اپنی بیوی سے مسلسل پورے ایک سال تک

دور رہا۔ اس صورت میں ان کے باہم نکاح کا کیا حکم ہے؟۔

(۴) نکیرین مرقد میں پوچھیں گے بتا تو کس کا ہے   ادب سے سر جھکا کر نام لوں گا احمد رضا خان کا

مذکورہ بالا شعر کیا کسی سنی شاعر کا ہے، اگر ہے تو کہنا کہ مرقد میں احمد رضا خاں کا نام لوں گا کس حد تک درست ہے؟، واضح فرمائیں۔

المستفتی: غلام غوث حسین، مٹروان راجہ پٹی کوٹھی گوپال گنج بہار ۳ر ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

الجواب

(۱) ایسی صورت میں حاجی صاحب کسی مکہ جانے والے کے ہاتھ ایک بکری کی قیمت بھیج دیں کہ وہ بکری خرید کر حرم شریف کے علاقہ میں ذبح کر کے فقیروں میں تقسیم کردے۔ عالم گیری میں ہے: "فعلیه شاة فلو رجع الی اهله اجزأهٗ ان لایعود ویبعث بشاة کذا فی الهدایة" (کتاب المناسك: ۱/۳۱۳)

(۲) پورا قرآن شریف لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک لیلۃ القدر میں اترا، اس لیے فرمایا گیا:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾[القدر:۱]

اور وہاں سے تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت ۲۳ رسال میں پیغمبر خدا پر اترا اس لیے روایتوں میں آیا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے اترا۔ نور الانوار میں ہے: "لان القرآن نزل دفعة واحدة من اللوح المحفوظ الی السماء الدنیا اولا ثم نزل نجما نجما وآیة آیة بحسب المصالح والحوائج الیه علیه السلام"

(۳) اس دو طلاق کے علاوہ اگر پہلے کوئی طلاق نہ دی ہو تو صورت مسئولہ میں ان دونوں کے درمیان نکاح ہو سکے گا۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[البقرۃ:۲۲۹] دو بار تک طلاق رجعی ہے۔

(۴) آپ نے شعر صحیح نہیں لکھا دراصل شعر اس طرح ہے:

نکیرین آ کے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے ☆☆ ادب سے سر جھکا کر نام لوں احمد رضا خاں کا

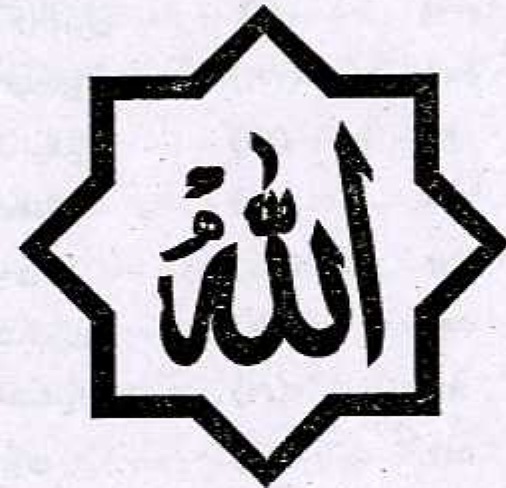
یہ شعر کسی سنی کا ہی ہے لیکن اولا: تو ہر سنی جو کہے ہم اس کے جواب دہ نہیں۔ کسی ذمہ دار سنی عالم کا قول ہو تو تامل وغور ہوگا۔ ثانیا:- یہ پکارنا مدد کے لیے ہوگا کہ احمد رضا آیئے اور آ کر مدد فرمایئے، منکر ونکیر کے سوالوں کا جواب بتایئے اور اس طرح پکارنا کوئی عیب نہیں۔ اس بچارے سنی نے تو قبر کے اندر ہی پکارا ہے، مولوی محمود حسین دیوبندی تو میدان حشر میں قبر سے اٹھ کر ایسی صدا لگائیں گے۔

قبر سے اٹھ کے پکاروں جو رشید و قاسم ☆☆☆ بوسہ دیں لب کو میرے مالک ورضوان دونوں

واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم، گھوسی اعظم گڑھ ۱۳ر ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

کتاب النکاح



نکاح کے مسائل

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

غلام شہباز نے عمر کی لڑکی عفت سے کہا اور اپنے بیان کو تحریر میں بھی لکھ کر دیا کہ میں چار گواہوں کے سامنے حلفیہ قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے سوا میں اپنے خاندان یا دنیا کی کسی بھی لڑکی سے جب جب نکاح کروں تو فوراً اسی وقت میری طرف سے اس لڑکی کو تین طلاق۔ تحریر کی فوٹو کاپی بھی منسلک ہے۔

لہذا قابل دریافت امر یہ ہے کہ غلام شہباز اگر عفت کے سوا کسی دوسری لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو کیا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ کیونکہ غلام شہباز کسی دوسری لڑکی سے نکاح کرنا چاہ رہا ہے۔ نکاح فضولی کے ذریعہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ مستفتی: ابوالقیس ابریم پور بھاگلپور

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص شہباز سے کہے اور اس کو اطلاع دیئے بغیر اپنی طرف سے اس کی شادی کسی دوسری عورت سے کردے اور وہ اطلاع پاکر اپنی زبان سے اس نکاح پر رضامندی ظاہر نہ کرے بلکہ اپنے عمل کے ذریعہ اسے جائز کردے مثلاً: اس لڑکی کو اس کے گھر لائے اس نے زبان سے کچھ کہے بغیر گھر میں رکھ لیا اور اسے ازدواجی تعلق قائم کیا تو نکاح ہو جائے گا۔

عالم گیری میں ہے: "اذا قال کل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق فزوجہ فضولی و اجاز بالفعل بان ساق الیہ المھر و نحوہ لا تطلق" (کتاب الطلاق: ۱/۵۲۱)

مگر یہ بات واضح رہے کہ اگر شہباز نے صورت مسئولہ سے آگاہ ہو کر عفت کو دھوکہ میں رکھا تو عنداللہ دھوکہ دہی کا مجرم ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۶ رشعبان ۱۴۲۲ھ

(۲۔۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک لڑکا ایک لڑکی کو اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہے۔ لڑکی کے ماں باپ کا پسندیدہ اور حقیقی نام تسلیم ہے۔ اور لڑکے کا کہنا ہے کہ تسلیم کے بجائے تسلیمہ رکھا جائے اور اسی پر نکاح ہو۔ مگر لڑکی والوں کی طرف سے اس معاملہ کو لے کر ایک بڑی الجھن پیدا ہوگئی ہے۔ لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ اگر نام میں ردو بدل کی گئی تو نکاح جائز نہ ہوگا۔ لہذا علمائے کرام ومفتیان شرع متین سے التماس ہے کہ مسئلہ مذکورہ کا

جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

(۲) ایک حافظ قرآن نے رمضان المبارک کے موقعہ پر نماز تراویح پڑھانے سے قبل مقتدیوں میں اعلانیہ طور پر کہا کہ آپ لوگ ایک ساتھ بیس رکعت کی نیت کرلیں۔ کیا یہ طریقہ شریعت مطہرہ میں درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

(۳) وضو کرنے کے بعد آنکھ سے پانی نکل جاتا ہے خواہ وہ عادۃ ہو یا نہیں، کیا وہ ناقص وضو ہے؟ اگر ہے تو کیوں اور اگر نہیں ہے تو کیوں؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

آپکا نیاز مند: محمد سراج علی تین سکیہ آسام ۲۷/نومبر ۲۰۰۱ء

الجواب

(۱) جہالت اور لاعلمی ایسی بیماری ہے جس سے قسم قسم کی الجھنیں بلکہ جھگڑے اور فساد تک پیدا ہوتے ہیں۔ صورت مسئولہ میں طرفین کی بے خبری نے یہ بگاڑ پیدا کیا کہ نکاح میں ہی بگاڑ پیدا ہوگیا۔ شوہر کی یعنی جس لڑکے سے نکاح ہونے والا ہے، اتنی بات صحیح ہے۔ تسلیم اگر کسی لڑکی کے بجائے کسی لڑکے کا نام ہوتا تو عربی گرامر کے لحاظ سے صحیح ہوتا۔ لڑکی کا نام تسلیمہ ہونا چاہیے۔

مگر یہ تو بول چال اور زبان کی غلطی ہے۔ بہار و بنگال میں اکثر مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر کہتے ہیں اور بولتے رہتے ہیں۔ لیکن اس غلطی کو نکاح کے صحیح ہونے اور صحیح نہ ہونے میں کوئی دخل نہیں۔ بہار شریعت میں ہے: یہ امر بھی ضروری ہے کہ منکوحہ گواہوں کو معلوم ہوجائے یعنی یہ فلانی عورت سے نکاح ہوتا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اگر وہ عورت مجلس عقد میں موجود ہے تو اس کی طرف نکاح پڑھانے والا اشارہ کرکے کہے کہ میں نے اس عورت کو تیرے نکاح میں دیا، اگرچہ اس عورت کے منہ پر نقاب پڑا ہو بس اشارہ کافی ہے۔ اور اس صورت میں اس کے باپ دادا کے نام میں غلطی ہوجائے تو کوئی حرج نہیں کہ اشارہ کے بعد اب کسی نام وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

پس جب عورت مجلس نکاح میں موجود ہو تو اس کی طرف اشارہ کافی ہے۔ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ تو لڑکی کے والدین کو کیوں ضد ہے کہ نکاح پڑھاتے وقت لڑکی کا نام تسلیم ہی لیا جائے۔ اور لڑکا کیوں بضد ہے کہ لڑکی کا نام بدلا جائے۔ اس طرح لڑکے کی ضد بھی پوری ہوگی کہ تسلیم نام سے نکاح نہیں ہوا اور لڑکی کے والد کی بات بھی پوری ہوگی کہ تسلیمہ نام سے نکاح نہیں ہوا۔ اور شریعت کے نزدیک نکاح صحیح ہو بھی گیا۔

اور اگر لڑکی مجلس نکاح میں نہ آئے تو بھی اس کا نام لیے بغیر اس کا نکاح صحیح ہونے کی صورت

ہے۔ نکاح ان الفاظ میں پڑھایا جائے۔ میں نے فلاں (باپ کا نام لے کر) کی پہلی یا دوسری یا تیسری یا چوتھی وغیرہ لڑکی (پیدائش کے) اعتبار سے جس نمبر کی لڑکی کی شادی کرنی ہو اس کا ذکر کیا جائے۔ تمہارے نکاح میں دی۔

بہار شریعت حصہ ہفتم ص/۱۳، میں بے نام لیے نکاح پڑھانے کا یہ دوسرا طریقہ لکھا ہے۔ اس دوسرے طریقہ میں یہ آسانی ہے نہ لڑکی کا نام لینا پڑا نہ اس کو مجمع میں آنا پڑا۔

(۲) بہار شریعت حصہ چہارم ص/۳۳، پر ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ جب دو رکعت پر سلام پھیرے تو ہر دو رکعت پر الگ الگ نیت کرے۔ اور اگر ایک ساتھ بیسوں رکعت کی نیت کرلی تب بھی جائز ہے۔

(۳) آنکھ سے اگر کسی بیماری کی وجہ سے پانی نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور رونے کے وقت جو آنسو نکلتا ہے اس سے نہیں ٹوٹے گا۔ (بہار شریعت حصہ دوم ص/۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۶/شوال ۱۴۲۱ھ

(۵-۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہندہ کا نام بچپن ہی سے لاڈلی ہے۔ اور (ہندہ) کا نکاح بھی اسی لاڈلی کے نام سے ہوا تو کیا نکاح کے بعد اس کا نام تبدیل کرنے سے نکاح میں کوئی خلل واقع ہوگا یا نہیں؟

(۲) اور لاڈلی کے نام پر آیا نکاح درست ہے یا نہیں؟

مستفتی: محمد انعام رضا بمقام امواپوسٹ اودیگوہ ضلع پلاموں جھارکھنڈ (الہند)

الجواب

نکاح پڑھانے کے وقت بھی نام کی کوئی بنیادی اہمیت نہیں۔ نام اس لیے لیا جاتا ہے کہ گواہوں کو معلوم ہوجائے کہ اس شخص کا نکاح فلانی عورت سے ہوا ہے۔ بہار شریعت میں ہے: عورت مجلس عقد میں موجود ہے۔ نکاح پڑھانے والا اس کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ میں نے اس عورت کو تیرے نکاح میں دیا۔ اگرچہ عورت کے منہ پر نقاب پڑا ہو اشارہ کافی ہے (نکاح ہوگیا)۔ چند سطر بعد میں فرماتے ہیں:

ہماری غرض نام لینے سے یہ نہیں کہ ضرور اس کا نام ہی لیا جائے۔ بلکہ مقصود اینکہ (عورت) کا تعین ہوجائے خواہ نام کے ذریعہ ہو یوں ہی کہ فلاں ابن فلاں کی لڑکی اور اگر اس آدمی کی چند لڑکیاں ہوں تو یوں ہی کی فلاں کی بڑی یا بجھلی یا سنجھلی یا چھوٹی لڑکی۔

پس صورت مسئولہ میں ہندہ بچپن سے جس نام کے ساتھ پکاری جاتی تھی اسی نام کو لے کر جب اس کا نکاح ہوا تو اس کی بیوی ہوگئی۔ اب نام بدلنے سے نکاح پر کوئی اثر نہ پڑیگا وہ بدستور اس کی بیوی

رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم   عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۶؍ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک مسجد کا پیش امام ہونے کے باوجود نکاح خوانی کے موقع پر آخر میں دعا کے ساتھ الفاتحہ کہا سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد وغیرہ بغیر پڑھے ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾ [الاحزاب: ۵٦] بعد درود شریف کے ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الصافات: ۱۸۰. ۱۸۱. ۱۸۲] پڑھ کر نکاح کی کاروائی ختم کردی۔ الفاتحہ کے بعد سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ کے نہ پڑھنے سے سنی لوگوں میں گڑبڑ مچ گئی اور مذکورہ پیش امام صاحب سے اسی وقت سورہ فاتحہ وغیرہ نہ پڑھنے کا باعث پوچھا گیا۔ توانہوں نے کہا کہ الفاتحہ میں سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس پر حدیث پیش کرنے کا وعدہ کیا مگر کوئی حدیث آج تک پیش نہ کی۔

اب ہم سنیوں میں سوال پیدا ہوا کہ الفاتحہ کہنے کے بعد سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھنے کی ضرورت ہے؟

(۲) اگر پڑھنا ضروری ہے تو جو پیش امام صاحب نے ترک کیا ہے ان پیش امام صاحب پر شرعی حکم کیا صادر ہوتا ہے؟

(۳) اگر الفاتحہ وغیرہ کہنے کے بعد سورہ فاتحہ وغیرہ ترک کرنے کا حکم ہے تو مسجدوں اور محفلوں میں اور ہر نماز کے بعد آخر میں الفاتحہ کہہ کر سورہ فاتحہ وغیرہ کیوں پڑھتے ہیں؟۔

(۴) زید کچھ چار ماہ سے ایک سنی مسجد میں پیش امام کا کام انجام دے رہا ہے مگر اس کی تعلیم کا اتا پتہ نہیں؟

(۵) ہری دستار باندھنے کے بارے میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

آپ کا ممنون: سید پیر صاحب سید عبدالکریم

الجواب

نکاح کے لیے ایجاب وقبول اور دو عادل گواہوں کی حاضری ضروری ہے اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا یعنی دو عادل گواہوں کے سامنے میاں بیوی ہونے والے ایجاب وقبول کریں مثلاً عورت یہ کہے میں نے اتنے روپے کے عوض اپنی ذات کو تیرے نکاح میں دیا، یہ ایجاب ہوا۔ اور مرد یہ کہے کہ میں نے تجھ کو اتنے مہر کے بدلہ میں قبول کیا، یہ قبول ہوا۔ بس نکاح ہو گیا اور دونوں میاں بیوی ہو گئے، مزید کسی اور بات کی ضرورت نہیں۔ ہدایہ میں ہے: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبر بهما عن الماضی بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین۔ (ملخصاً ص ۲۸٦)

مگر حضور ﷺ کی سنت یہ ہے کہ ہر نیک اور اہم کام کے شروع میں خطبہ مسنونہ پڑھا جائے حدیث شریف میں ہے: کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد الله فهو اقطع (مشکوۃ شریف: ۵۷۰)

جو اہم کام بغیر بسم اللہ شروع کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ اسی لیے فقہ حنفی کی مشہور کتاب بہار شریعت میں ہے۔ "نکاح کا مجمع میں ہونا اور اس سے پہلے خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔

(بہار شریعت ج ۷ ص ۵)

مگر ابتدائے اسلام سے یہ بات خلاف تہذیب سمجھی گئی کہ کنواری یا غیر کنواری عورت خود مجمع میں آکر ایجاب وقبول کرے۔ اس لیے عورت کا ولی یا وکیل دلہن سے اجازت لے کر دولہا کے پاس آکر خطبہ پڑھ کر ایجاب وقبول کرا دیتا ہے۔ اس کے بعد میاں بیوی دونوں کے لیے دعائے خیر وبرکت کرتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ان النبی ﷺ کان اذا رفأ الانسان اذا تزوج قال بارك الله لك وبارك عليكما و جمع بينكما فی خير۔

نئے دولہا دلہن کے لیے رسول اللہ ﷺ دعا کرتے اللہ تجھ پر برکت اتارے بلکہ تم دونوں پر اور تمہارے درمیان خیر خوبی سے اتفاق قائم رکھے۔ (مشکوۃ شریف ۲۱۵)

اور درود شریف قبولیت دعا کے لیے اکسیر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: دعائكم معلقة بين السماء والارض حتى تصلوا على نبيكم۔ جب تک تم اپنے نبی پر درود نہ پڑھو گے تمہاری دعا آسمان وزمین کے بیچ میں معلق رہے گی۔ اسی لیے تمام مسلمان دعا کے اول وآخر میں درود شریف پڑھتے ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر علاقوں میں اور بیرون ہند میں بھی جہاں کہیں سنی مسلمان ہیں دعا کے اختتام پر درود شریف پہلے یا درود شریف کے بعد الفاتحہ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ کم از کم سورہ فاتحہ پڑھ کر اور جو قل ہو اللہ پڑھ سکے وہ اس کو بھی پڑھ لیں اور اس کا ثواب جملہ انبیا اور مرسلین اور مرحومین صلحاء ومومنین کے لیے ایصال کریں۔ یہاں تک ہم نے نکاح میں ہونے والے تمام امور کی شرعی حیثیت بیان کردی کہ نکاح میں کیا ضروری ہے اور کیا سنت ہے اور کیا مستحب۔ جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ صورت مسئولہ میں امام کی اس حرکت سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا، نکاح صحیح ہو گیا۔ رہ گیا امام کا حکم تو اس کے لیے اس بارے میں تحقیق کی ضرورت ہے، کیونکہ فاتحہ اور ایصال ثواب کے بارے میں ہندوستان میں اہل سنت وجماعت اور وہابیہ دیوبندیہ اور غیر مقلدوں میں اختلاف ہے۔ تو امام اگر سنی صحیح العقیدہ ہو اور اپنی جہالت یا جلد بازی کی وجہ سے سورہ فاتحہ پڑھنے کے لیے کہہ کر بھی سورہ

فاتحہ نہ پڑھی اور ایصال ثواب نہ کیا تو قابل معافی ہے۔ اور اسے تنبیہ کردی جائے کہ آئندہ ایسا نہ کرے اور دیوبندی یا غیر مقلد ثابت ہو تو اس کو امامت سے علیحدہ کردیا جائے، اور اپنی نماز کی حفاظت کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۳؍جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ

(۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی ہندہ سے سگائی ہوئی اس نے ایک مرد اور دو عورت عاقل وبالغ کی موجودگی میں ہندہ سے کہا کہ میں نے تم سے نکاح کیا ہندہ نے کہا قبول ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے اگر دل سے ایسا کہا نکاح کی نیت سے، یا مذاق کے طور پر ہندہ نے ایسے کیا اور ہندہ نے قبول کرلیا، تو دونوں صورت میں نکاح ہوا یا نہیں؟ از روئے شرع بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں، فقط والسلام

المستفتی: نوشاد عالم نہرا، پونہ، مہاراشٹر

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ زید وہندہ نے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کیا تو نکاح نافذ ہوگیا اور دونوں میاں بیوی ہوگئے اور چونکہ ایجاب وقبول کے وقت مہر کا ذکر نہیں ہوا تھا اس لیے زید پر مہر مثل بھی لازم ہوگا۔ ان دونوں نے ایجاب وقبول کے الفاظ نکاح کرنے کے ارادہ سے کہا ہو چاہے مذاق کے طور پر کہا ہو۔ فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۷؍ پر ہے: ان النکاح یستوی فیہ الھزل والجد فلا یحتاج الی قصد ونیة حتی لو تکلما الایجاب والقبول ھازلین او مکرھین ینعقد۔

اور الاشباہ والنظائر ص ۴۲؍ پر ہے: قالوا یصح النکاح مع الھزل لکن قالوا لو عقد بلفظ لا یعرف معناہ ففیہ خلاف والفتوی علی صحتہ علم الشھود اولا۔

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح ان عقود سے ہے جس میں قصد وارادہ اور مذاق دونوں برابر ہیں تو بے قصد وارادہ ایجاب وقبول کرنے سے عقد نکاح منعقد ہوجائے گا اور مذاقا ایجاب وقبول کیا تب بھی، فتوی اسی پر ہے کہ مذاق کی صورت میں بھی نکاح ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۸؍محرم ۱۴۲۵ھ

(۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

دو سگی بہنیں جن میں سے بڑی کی شادی ممتاز سے ہوئی اور تقریبا ایک سال تک مہر النسا اس کے یہاں رہی، اس بیچ میں ممتاز نے اسی کی سگی چھوٹی بہن قمر النسا (جو کہ بالغہ تھی) ممتاز کے ہمراہ چلی گئی اور قمر النسا سے کہیں پر نکاح پڑھوالیا۔ ایک ماہ بعد مہر النسا بڑی والی کو طلاق دے دیا۔ یہ عدت گذار کر دوسری

شادی کرلی، مہر النسا اور قمر النسا کے ہمراہ چار سال تک میاں بیوی کی طرح دونوں رہے۔ بعدہ کسی رنجش کے باعث قمر النسا کو تین طلاق دے دیا۔ اب دوبارہ اسے لے جانا چاہتا ہے۔ اب اس کی کوئی صورت بن سکتی ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد حسین کنواں مسجد اوری

الجواب

کسی نے دو سگی بہنوں سے آگے پیچھے نکاح کیا۔ تو اخیر والی کا نکاح حرام اور فاسد ہوا۔ اور دوسری سے صحبت کرنا زنا کے مثل ہے۔ اس شخص پر لازم ہے کہ دوسری والی کو فوراً علیحدہ کرے۔ جس کو عربی زبان میں متارکہ کہا جاتا ہے۔ دوسری والی کو صحبت کئے بغیر علیحدہ کیا تو کچھ نہیں بگڑا۔ اور اس سے بھی صحبت کرلیا تو پہلی والی بھی اس پر حرام ہوگئی۔ جب تک دوسری والی کو نہ چھوڑے اور اس کی عدت بھی نہ گذر جائے۔

عالم گیری میں ہے: وان تزوجھما فی عقد تین فنکاح الاخیرة فاسدة ویجب علیه ان یفارقھا، فان فارقھا قبل الدخول لا یثبت شیء من الاحکام و ان فارقھا بعد الدخول فلھا المھر و علیھا العدة، ویعتزل عن امرأته حتی تنقضی عدة اختھا۔

(باب فی بیان المحرمات: ۱/۳۵۶)

مگر صورت مسئولہ میں مسمی ممتاز نے الٹا کیا۔ جس کو چھوڑنا چاہیے تھا اس کو پکڑے رہا اور جس کو پکڑنا چاہیے تھا اس کو طلاق دے دی۔ اس دوران اگر اس نے دونوں کو استعمال میں رکھا تو دونوں سے حرام کاری کرتا رہا کہ دونوں ہی اس پر حرام ہوگئی تھیں۔ پہلی کو طلاق دینے کے بعد اور اس کی عدت پوری ہوجانے کے بعد اگر اس دوسری (قمر النسا) سے قطع تعلق کرکے اس سے باقاعدہ دوبارہ نکاح پڑھاتا تو یہ دوسری (قمر النسا) اس پر حلال ہوتی۔ لیکن اس ممتاز بے خرد نے پہلے والے حرام نکاح پر بھروسہ کرکے مسلسل چار سال تک اسی حرامکاری میں مبتلا رہا۔ ایسے لوگوں کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے اور جوابدہی کا شاید ڈر نہیں۔ چار سال کے بعد ہوش آیا یا بے ہوشی اور بڑھی کہ دوسری (قمر النسا) کو بھی طلاق دیدیا۔ اس چار سال میں پیہم اس پر اللہ تعالیٰ کا یہی حکم متوجہ رہا کہ اس کو چھوڑو، اس سے علیحدہ ہوجاؤ۔ اور اس سے متارکہ کرلو۔ مگر اس نے اس بار بھی شریعت کے حکم کے خلاف کیا متارکہ کرنے کے بجائے طلاق دیا۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں: جس نے عورت سے نکاح فاسد کیا اس کے لیے متارکہ کا حکم ہے۔ طلاق کتنی ہی مرتبہ دو اس پر پڑتی ہی نہیں کہ وہ شرعا تمہاری عورت ہے ہی نہیں۔ چنانچہ حضرت امام خیر الدین رملی فرماتے ہیں: ان الطلاق لا یتحقق فی النکاح الفاسد۔

پس موجودہ صورت میں اگر طرفین راضی ہوں تو قمر النسا کے ساتھ اس کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے

حلالہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۸؍ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

(۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی لڑکی کی شادی خالد سے کی۔ کچھ روز کے بعد لڑکی کے باپ زید کا انتقال ہو گیا۔ بعد گزرنے عدت کے لڑکے کے والد نے لڑکی کی ماں یعنی اپنی سمدھن سے نکاح کر لیا۔ تو یہ نکاح شرع سے جائز ہے یا ناجائز؟ پورے دلائل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

مولوی فخر الدین محلہ کرن سرائے۔ سہسرام ضلع شاہ آباد

الجواب

سمدھن محرمات سے نہیں۔ لہٰذا یہ نکاح جائز ہے۔ قرآن شریف میں محرمات کے بیان کے بعد فرمایا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾[النساء:۲۴] محرمات کے علاوہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ کتبہ عبد العزیز عفی عنہ

(۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

مسمی ننگانہ کی دختر مسماۃ میمونہ کا نکاح نابالغی میں حقیقی چچا کی اجازت سے باپ کی غیبت منقطعہ میں ہوا، اب مسماۃ میمونہ بالغ ہو گئی ہے وہ سسرال جانا نہیں چاہتی نہ سسرال گئی ہے، باپ ابتدا ہی سے راضی نہیں تھا۔ مسماۃ فہیمہ زوجہ ننگا ڈسٹرک اعظم گڑھ ۱۳۸۰ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ مسماۃ میمونہ کا باپ برابر اس نکاح سے انکار کرتا رہا تو اس کے چچا کا کیا ہوا نکاح ہوا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:"کل تصرف صدر منه كبيع وتزويج وله مجيز حال العقد انعقد موقوفا" اور یہاں چچا تو باپ کے ہوتے ہوئے فضولی ہے اس کے کیے ہوئے نکاح کو باپ جو حقیقی ولی ہے قبل از نکاح ہی برابر انکار کر رہا ہے اس لیے میمونہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ۱۹؍ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

محمد مبین کی عمر نو ماہ کی تھی تو محمد مصطفیٰ نے محمد مبین کی والدہ کا دودھ پی لیا۔ محمد مبین سے چھوٹی مجیدن ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کا بھائی مختار احمد ہے تو مختار کی شادی مجیدن سے ہو سکتی ہے یا نہیں۔ مختار احمد کی عمر لگ بھگ بیس برس اور مجیدن کی عمر لگ بھگ ۱۳ ؍برس کی ہے۔ المستفتی مختار احمد ولد محمد حبیب محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئلہ میں محمد مصطفیٰ کے چھوٹے بھائی مختار احمد کا نکاح مجیدن سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں میں کوئی ایسا رشتہ نہیں جس سے دونوں کا نکاح حرام ہو۔ نہ نسب کی جہت سے نہ رضاعت کی جہت سے۔ درمختار میں ہے: "وتحل اخت اخيه رضاعا" نسبی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد المنان اعظمی الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۱۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک شادی لاعلمی میں ایسی ہوئی کہ لڑکا نہایت آوارہ اور بدچلن اور جوے کی لت میں گرفتار ہے۔ لڑکی پانچ سال سے میکے میں ہے اور لڑکا پاکستانی ہو گیا ہے اور لڑکی کے نان ونفقہ کی خبر نہیں لیتا۔ کیا شرع محمدی سے لڑکی کی دوسری شادی جائز ہے؟۔

الجواب

صورت مسئولہ میں شوہر جب تک طلاق نہ دے عقد ثانی جائز نہیں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[البقرة:۲۳۷]

نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ شوہر سے کسی نہ کسی طرح طلاق لینا ضروری ہے۔ خواہ زبردستی ہی طلاق حاصل کی گئی ہو۔ "طلاق المكره واقع" (هداية:۳/۴۶۹) جس شخص سے زبردستی طلاق لی گئی وہ طلاق واقع ہے۔

عبد المنان اعظمی ۲۸؍ربیع الاول ۸۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۱۴۔۱۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید ہندہ کی رخصتی کے لیے برابر مطالبہ کرتا رہا لیکن ہندہ نے زید پر طلاق کا الزام لگا کر مبارکپور اور فرنگی محل سے فتوی منگایا اور اسی کے موافق ہندہ نے اپنی شادی دوسری جگہ کر لی۔ ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) ایسا نکاح کرنے کرانے والے والدین کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔؟

(۳) اس سلسلہ میں زید سے قسم لینا جائز ہے یا نہیں۔؟ زید بحلف قسم کھانے کے بعد طلاق سے انکار کرتا ہے تو زید پر کیا حکم ہے؟۔ مبارک علی فضل الرحمٰن نیا بازار تلسی پور گونڈہ

الجواب

اگر سائل کا سوال صحیح ہے کہ ہندہ نے زید پر طلاق کا الزام غلط لگایا ہے اور اس کے ثبوت میں دو عادل گواہ پیش نہ کرسکی۔ تو اس کا دوسرا نکاح ہوا ہی نہیں۔ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ۔ (کتاب النکاح: ۱/۳۵۸) شادی شدہ عورت سے دوسرے مرد کا نکاح جائز نہیں ہندہ اور اس دوسرے شخص پر لازم ہے کہ فوراً علیحدہ ہو جائیں۔

(۲) ہندہ کے والدین سخت مجرم اور گنہ گار ہوئے۔ انہیں اس گناہ سے توبہ لازم ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ ہندہ کو دوسرے شخص سے الگ کریں۔

(۳) شوہر کے انکار کی صورت میں عورت پر عادل گواہوں کی شہادت پیش کرنا ضروری تھا، اگر گواہ نہ پیش کرسکی تو شوہر سے قسم کھلانا چاہئے اس پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ بیان دینا تھا کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے، شوہر قسم کھالے تو ہندہ اس کی بیوی ہے اور قسم سے انکار کرے تو بھی ہندہ اس کی بیوی ہے، حدیث شریف میں ہے:" البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔ یہ معاملہ دوسرے نکاح کے پہلے بھی ہوسکتا ہے اور بعد میں بھی فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی دو لڑکیاں تھیں صغری اور کبری زید احمد آباد تھا۔ سب نے اس سے بذریعہ خط صغری کے نکاح کی اجازت چاہی، زید نے صغری کے نکاح کی اجازت عمر کو دے دی، عمر نے اپنے اختیار سے صغری کے نکاح کے ساتھ ہی کبری کی شادی بھی کردی بلا اجازت، زید نے اطلاع کے بعد کبری کے نکاح کو رد کردیا اور بالغ ہوکر کبری نے اپنا نکاح خالد سے کرلیا اولادیں ہوئیں۔ اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

عبدالاحد کریم الدین پورگھوسی ضلع اعظم گڑھ

الجواب

عمر نے جو کبری کا نکاح زید کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے کردیا نکاح فضولی ہوا اور زید نے جب رد کردیا تو رد ہو گیا۔ درمختار میں ہے:" کل تصرف صدر منه (ای من الفضولی) وله مجیز حال العقد انعقد موقوفا۔ اور عمر کے کبری کا حقیقی دادا ہونے کی صورت میں بھی نکاح فضولی ہی ہوگا۔

ولو تزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته۔ (در مختار: کتاب النکاح. ۴/۱۴۴)

یہ دوسرا نکاح جو بلوغ کے بعد خالد سے ہوا صحیح ہوا اور اس سے جو اولاد پیدا ہوئی صحیح النسب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید عرصہ ۱۶ سال سے پاکستان رہتا ہے نہ کبھی گھر آتا ہے نہ عورت کی خبر گیری کرتا ہے نہ خرچہ بھیجتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کی کیا سبیل کی جائے؟

ولی محمد انصاری، مئیہ نگر اعظم گڑھ

الجواب

زید کی عورت ایک مصیبت زدہ عورت ہے، پاس پڑوس کے مسلمانوں کو اسلامی بھائی چارگی کے تحت اس کی خبر گیری اور قیام وطعام کا انتظام کرنا چاہئے۔ دوسری شادی اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ زید اسے طلاق نہ دے دے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾[البقرة:۲۳۷] نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ اور اسی میں ہے کہ شوہر والی عورت سے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے زید کے بھائی عمر نے شادی کرلیا ہے حالانکہ اس شادی پر زید کی بیوی راضی نہیں ہے بلکہ دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے، لیکن محلّہ والوں نے زبردستی اس کا نکاح پڑھا دیا ہے تو کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور زید کی بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب بحوالہ قرآن وحدیث سے تحریر فرمائیں۔

المستفتی محمد اشراق عثمانی مہراج گنج گورکھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ محلّہ والوں نے نکاح پڑھا دیا اور عورت راضی نہ تھی اور وہ بوقت نکاح انکار ہی کررہی تھی تو اس کا نکاح ہوا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:" لا تجبر البالغة علی النکاح لانفساخ الولایة۔ اور اگر زبردستی ہی سہی نکاح کے وقت اس سے اجازت مانگی اور اس نے اجازت دی تو اب بغیر شوہر کے طلاق دیئے وہ دوسرا نکاح نہ کرسکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی ۳۰ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۲۰-۲۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) یہاں کے لوگ سنی دیوبندی کے گھر اور دیوبندی سنی کے گھر شادی بیاہ کرنے میں کوئی حرج نہیں جانتے، لہٰذا اب ایسی حالت میں سنی العقیدہ کیا کرے کیا حکم ہے؟۔ جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(۲) قبرستان کی آمدنی مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں اور مسجد بھی اسی قبرستان میں ہے اور آمدنی کے ذرائع گھاس اور پھل وغیرہ ہیں۔ امید ہے کہ دونوں مسئلوں کا جواب جلد از جلد عنایت فرمائیں گے۔

فقط والسلام اختر الاسلام رضوی مدرس مدرسہ جس پور نینی تال

الجواب

(ا) سنی قاضی کو ایسا نکاح جان بوجھ کر نہیں پڑھانا چاہئے "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق"

(ب) سوال میں ذکر کی ہوئی صورت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں وقف یکجائی ہے اگر ایسی شکل ہو تو آمدنی سے مسجد کی مرمت میں کوئی حرج نہیں ورنہ منع ہے۔ درمختار میں ہے: "اتحد الواقف والجهة و قل مرسوم لبعض الموقوف عليه جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه والا لا"۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ۲۱ رذی الحجہ ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید جو پہلے مذہب سنی پر اعتقاد رکھتا تھا اس وقت ہمارے اور اس کے درمیان اچھی خاصی محبت تھی، اس درمیان اس کے بیٹے کی منگنی ہماری بیٹی سے ہوئی کچھ عرصہ بعد زید اپنا عقیدہ سنی مذہب سے ہٹا کر وہابی مذہب اختیار کرلیا، اس درمیان میرے بیٹے کی شادی اس کی بیٹی سے ہوئی، اس وقت زید کے گھر اس کی بیوی ماں اور تمام گھر والے مذہب وہابیہ کے مخالف تھے، اس وقت یہ معلوم ہوا کہ زید کے گھر والے وہابیہ مذہب کے حامل ہوگئے ہیں، ایسی صورت میں یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔ میری لڑکی بالغ کی عمر کو پہونچ رہی ہے، زید کی لڑکی میرے بیٹے کے گھر میں تین سال سے رہ رہی ہے، زید کی لڑکی کو ایک لڑکی بھی پیدا ہوگئی، میری لڑکی کی خواہش ہے کہ یہ رشتہ قائم رہے تو ان سے میری زبان کی پابندی نہیں رہتی، لہذا اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس کا اظہار کرکے ممنون فرمائیں۔ المستفتی غلام رسول بمبئی

الجواب

وہابیہ کے وہاں شادی ناجائز و گناہ خود خرابی اور دوسری خرابیوں کا مجموعہ، اس کی تفصیل دیکھنی ہے تو فتاوی رضویہ ملاحظہ کریں، اس لیے آپ کا وعدہ پورا کرنا اب کئی گناہوں کو مستلزم ہوگا، اس کا پورا کرنا شرعاً ضروری نہیں بلکہ اس کو رد کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۱ رذی القعدہ ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۳_۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(ا) علی محمد میاں نے اپنا نکاح دور کے رشتے کی خالہ سے کیا جس کی تشریح حسب ذیل ہے، یہ دونوں اپنے بھائی یا چچازاد بھائی ہیں چھین میاں، شاہ میاں۔ دریافت طلب امر یہ کہ اس رشتے کی خالہ سے یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔

(۲) بیوی رہتے ہوئے سالی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو نکاح پڑھانے والے پر یا جو لوگ جائز بتاتے ہیں ان لوگوں پر شرعی حکم کیا ہے۔ رحم وکرم فرما کر جلد جواب دیں احسان ہوگا۔ فقط

والسلام محمد معین الدین ۲۴ فروری ۶۶ء

الجواب

(ا) صورت مسئولہ میں نکاح جائز ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾ [النساء: ۲٤]

(۲) بیوی یا اس کی عدت میں سالی سے نکاح حرام قطعی ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ [النساء: ۲۳]

اس کو جائز بتانے والے نکاح میں کسی قسم کا حصہ لینے، مددگار، مشیر وغیرہ سب گنہگار، سب پر توبہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲ رذی القعدہ ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا جس میں کافی عرصہ تک بسلسلہ مہر تو تو میں میں ہوا جس کی وجہ سے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ایک نئے پیسے پر پڑھا گیا، اس صورت میں زید کا نکاح ہندہ کیساتھ ہوا یا نہیں؟ برائے کرم جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط عبدالحمید موضع تیر پوسٹ پکڑی دوبے ضلع گورکھپور۔

الجواب

صورت مسئولہ مین زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوگیا۔ مہر میں تین بھر ڈیڑھ ماشہ چاندی یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے۔ ہدایہ میں ہے: "ولو سمى اقل من عشرة فلها العشرة" (الثانی: ۳۰٤) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۶ ربیع الثانی ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

محمد تقی کا لڑکا جس کا نام دوست محمد ہے اور ماں مرچکی ہے رمضان کی دو بیویاں ہیں دونوں سے ایک ایک لڑکی ہے، رمضان کی پہلی بیوی سے جو لڑکی ہے اس سے محمد تقی کا نکاح ہو چکا ہے، دوسری بیوی سے جو لڑکی ہے اس سے دوست محمد کا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

محمد تقی

الجواب

جائز ہے ان میں حرمت کا کوئی رشتہ نہیں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾[النساء:٢٤]

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ۲۹ر ربیع الاول ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نابالغہ کی شادی ہندوستان میں ہو چکی تھی اور شادی کرنے والے اس کے باپ تھے بعد میں اس کے والد اور گھر والے پاکستان چلے گئے اور پھر اس کے والد نے اپنی نابالغہ کی شادی وہاں کردی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوسری شادی ہوئی یا نہیں؟ فقط السلام سائل عبدالوحید نعیمی

الجواب

صورت مسئولہ میں دوسرا نکاح ناجائز ہوگا۔ عالمگیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره"، (۱/۳۵۸)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید سنی صحیح العقیدہ ہے اور بکر غیر مقلد ہے اور زید کا لڑکا عمرو بالغ ہو چکا ہے اور بکر کی لڑکی ہندہ جو نابالغہ ہے ایسی صورت میں عمر اور ہندہ سے شادی ہوئی تو اس صورت میں نکاح تجدید کی ضرورت پڑے گی کہ نہیں جیسا ہو ویسا جواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی شبیر حسن خان گونڈوی ۱۰ر ستمبر ۱۹۶۶ء

الجواب

اگر ہوشیار ہونے کے بعد اس کے عقیدہ میں کوئی خرابی نہ معلوم ہو تو نکاح صحیح ہوگا لیکن تجربہ یہ ہے کہ عام طور سے گمراہوں سے شادی بیاہ دینی حیثیت سے نقصان دہ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۸ر جمادی الاولیٰ ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میاں جان کا ایک لڑکا تھا اس کا انتقال ہو گیا ہے اس کی بیوی نے اور میاں جان کا چھوٹا لڑکا بھی عبدالوحید ہے کیا اس کی عورت کا نکاح عبدالوحید کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تفسیر کیساتھ دیکھ کر جلد سے جلد جواب سے مطلع فرمائیں مہر بھی ہونا ضروری ہے، یہاں پر جھگڑا ہو گیا ہے اس کے متعلق رائے پیش کیجئے، کوئی کہتا ہے جائز ہے اور کوئی کہتا ہے ناجائز ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اس کا فتوی منگانے کی ضرورت پڑی ہے۔ فقط والسلام

فقیر محمد یوسف انصاری عزیز احمد مدرس انٹر ہائی ڈاکخانہ خاص ضلع مرادآباد

الجواب

چونکہ ان دونوں میں نسب کا کوئی رشتہ نہیں لہٰذا یہ نکاح جائز ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾[النساء:٢٤]

اور مہر کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۸ر جمادی الاولیٰ ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ادریس ولد بکس ضلع بستی تھانہ خلیل آباد کی شادی گھورے کی لڑکی خاتون ولد گھورے کے ساتھ ہوئی لیکن گزر بسر نہ ہونے کی وجہ سے ادریس ولد بکس نے بخوشی ورضامندی کے طلاق دے دیا، کاغذات اس لیے لکھ دیا کہ وقت ضرورت پر کام آسکے، مورخہ ۱۱ر اپریل ۸۶ء نشانی انگوٹھا ادریس گواہان عباس علی، امان شکر رفیق احمد کے طلاق نامہ کے تحت عدت پوری ہونے کے بعد خاتون نے نکاح کرلیا ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔ مولوی عبدالحی ساکن مگھر پوسٹ شیر پور ضلع بستی

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی واقعہ اگر ادریس نے طلاق نامہ لکھا یا لکھوایا تو عدت کے بعد خاتون کا عقد ثانی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ۲۰ر ربیع الثانی ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۳۱-۳۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی شادی کی، لیکن قاضی نے زید سے صرف کلمہ پڑھوایا زید کے والد نے ایجاب وقبول کروایا جب کہ زید کی عمر ستائیس سال کی ہے اور اس عورت کو زید رکھے ہوئے ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ جائز رہا یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہو تو جائز کی کیا صورت ہے؟ شرع نے قاضی کے اوپر کیا حکم رکھا ہے، قاضی حافظ وقاری بھی ہے مع حوالہ جواب مرحمت فرمائیں عین مہربانی ہوگی۔

(۲) ایک چھوٹی سی بستی ہے وہاں مسجد بھی نہیں ہے عاقل وبالغ تقریبا ۱۵ر آدمی ہیں، وہ لوگ اپنی بستی میں قریب ایک سال سے جمعہ قائم کئے ہیں، اس میں پانچوں وقت کی نماز پڑھنے والے صرف تین ہیں باقی سب غیر نمازی ہیں، ایک مسجد دور پر ہے وہ بھی بستی ہے وہاں بھی قدیم زمانہ سے جمعہ قائم ہے، اس صورت میں پہلی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ جواب مدلل فرمائیں۔

(۳) ہندہ کے شوہر کو سفر کرتے پندرہ ماہ ہوگئے، ہندہ کو بعد تحقیق پتہ چلا کہ ہندہ کو بکر کا نطفہ ہے ہندہ اقرار کرتی ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ جس کی یہ حرکت ہے وہ خود رکھے، اب رہا یہ کہ کیسے رکھے اس صورت میں کیا کرنا چاہئے جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط والسلام:

محمد شہاب الدین انصاری موضع بیورا پوسٹ کھریا بازار سہسرام ضلع شاہ آباد بہار

الجواب

(۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کو مسئلہ معلوم نہ تھا، یہ نکاح زید کی رضامندی سے ہوا، اس لیے صحیح ہوگیا۔ ہدایہ میں ہے: "کل عقد صدر عن فضولی ولہ مجیز وقت العقد انعقد موقوفا"

(۲) حنفی مذہب میں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، اور جہاں پرانے دور سے ہوتا آرہا ہو وہاں منع نہ کرنا چاہئے، لیکن ساتھ ہی ظہر کے چار فرض جماعت کیساتھ پڑھنا فرض ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) پہلے آپ لوگ شوہر کو بلائیے اگر اس عالم میں بھی وہ رکھنے کو تیار ہے تو ہندہ اسی کی عورت ہے اور اگر وہ طلاق دے دے یا لعان کرے تو ہندہ دوسری شادی کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۵ر جمادی الاولی ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۳۴-۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک صاحب نے تقریبا سیکڑوں آدمیوں کے سامنے اپنی لڑکی کا نکاح پڑھوایا، لیکن ایجاب و قبول کراتے وقت نان ونفقہ اور سکنہ کا تذکرہ نہیں کیا اور خطبہ نکاح بھی بیٹھ کر پڑھا تو قوم میں انتشار ہوگیا کہ نکاح ٹھیک نہیں ہوا۔ سوال یہ ہے کہ خطبہ بیٹھ کر پڑھا تو نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے دوران نان ونفقہ وسکنہ کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟ اور بغیر اس کے تذکرہ کے نکاح ہوگا کہ نہیں؟۔

(۳) ایجاب وقبول میں تین مرتبہ کرانا اور گواہان کا نام لینا ضروری ہے کہ نہیں؟ اگر نام نہ لیا گیا تو کیا یہ نکاح ہوگا یا نہیں؟

(۴) خطبہ نکاح ایجاب وقبول کے پہلے پڑھا جائے یا بعد میں، زیادہ بہتر کون ہے؟ بینوا توجروا

(۵) ان لفظوں سے نکاح ہوتا ہے کہ نہیں۔ کسی نے گواہان کے روبرو کہا کہ میں نے اپنی ملکہ لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا آیا نکاح منعقد ہوا کہ نہیں؟ جو صورت ہو از روئے شریعت جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام جمیل احمد ارنڈا اسٹیشن راورکیلا

الجواب

(۱) سوال میں ذکر کیے ہوئے نکاح درست ہیں، عقد سے پہلے خطبہ پڑھنا مستحب ہے، لیکن اگر خطبہ نہ پڑھا جائے تو بھی نکاح درست ہوجائے گا کہ مستحب کا حکم یہی ہے، اسی طرح ایجاب وقبول کے وقت نفقہ اور سکنہ کا تذکرہ بھی ضروری نہیں، بلکہ مہر کا بھی ذکر نہ کیا جائے تب بھی نکاح ہوجائے گا، اور مہر مثل واجب ہوگا۔ ایک مرتبہ ایجاب وقبول ہوگیا نکاح ہوگیا، کئی دفعہ کہنے کا رسم پڑ گیا ہے ورنہ ایک ہی دفعہ کافی ہے۔ یونہی گواہوں کا نام لینا بھی ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۵ر جمادی الاولی ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

سماۃ عاصمہ بی بی بنت عبدالرشید میں اور میرے خاندان میں سب اہل سنت وجماعت ہیں لہذا ناواقفیت میں میرا نکاح شیعہ کے لڑکے سے کردیا گیا، لہذا جب میں گئی تو مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ شیعہ ہیں اور میرے ساتھ ناجائز کرنا چاہتے ہیں، تو میں عرصہ ڈیڑھ سال سے میکے میں بیٹھی ہوں اور اب

دوسری شادی کرلیا ہے اور وہاں رہنا نہیں چاہتی۔شرع کا کیا حکم ہے؟۔

(۳۹) **الجواب**

اس وقت کے رافضی علی العموم مرتد اور کافر ہیں، ان سے سنیہ کا نکاح صحیح نہیں، اس لیے مسماۃ عاصمہ کا نکاح اس شیعہ کے ساتھ نہیں ہوا، وہ جہاں چاہے دوسری شادی کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے جب تک جی چاہتا ہے نہایت خموشی کے ساتھ حرام وحلال ہضم کرتے ہیں اور جب کوئی زحمت میں پڑجاتے ہیں اور شریعت میں گنجائش پاتے ہیں تو فتوی پوچھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۱ رجب ۸۶ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسماۃ رحمت بی بنت عثمان غنی کا نکاح اس کے والد کے کسی دوست نے اس کے والد کی اجازت کے بغیر نکاح پڑھادیا۔اس وقت مسماۃ رحمت بی بی صرف بیس گھنٹہ کی تھی۔ مسماۃ رحمت بی بی کے والد کو اس نکاح کا علم نہ تھا نہ انھوں نے اپنے دوست کو نکاح کی وکالت کا حکم دیا تھا، مسماۃ رحمت بی بی کو جب کچھ شعور پیدا ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کا نکاح فلاں لڑکے سے ہوچکا ہے، چنانچہ اس وقت اس نے اس نکاح سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور سن بلوغ کو پہنچتے ہی اس نے اس نکاح سے انکار کردیا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسماۃ رحمت بی کے والد نے یہ نکاح نہ اپنی ولایت سے کیا تھا نہ انھوں نے اس نکاح کی وکالت کسی کو دی تھی اور نہ ہی نکاح سے قبل ان کو اس نکاح کا کوئی علم تھا، اس صورت میں مسماۃ رحمت بی بالغ ہوکر خیار البلوغ استعمال کرلے اور اس نکاح سے انکار کردے تو اس نکاح کو فسخ کرنے کی شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟ جواب باصواب ازروئے شرع شریف مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

رحمت بی عثمان غنی، کمرہ ۳۷ دوسرا منزلہ جمعہ شرب بلڈنگ دوسری پیرخان اسٹریٹ بمبئی ۸

الجواب

ایسے عقد کو اصطلاح شرع شریف میں نکاح فضولی کہا جاتا ہے۔ جب تک رحمت بی بالغ نہ تھی باپ کی اجازت پر موقوف تھا رد کریں تو رد ہوجاتا باقی رکھتے مکمل ہوجاتا۔ اگر انھوں نے اپنا یہ حق استعمال نہ کیا تو رحمت بی بی بالغ ہوکر ضرور اس حق کو استعمال کرسکتی ہے:" کل عقد صدر من الفضولی وله محیز وقت العقد انعقد موقوفاً علی الاجازة "۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲ رجب المرجب ۸۶ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اگر مرد اہل سنت وجماعت ہو اور عورت وہابی ہو یا مرد وہابی ہو اور عورت اہل سنت وجماعت ہو ایسی حالت میں شادی جائز وصحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ یا ناجائز مطلق۔بینوا توجروا۔

المستفتی محمد قاسم چشتی غفرلہ قتیل خانقاہ آستانہ چشتیہ نظامیہ شاہ گنج داناپور پٹنہ یکم رجب المرجب ۸۶ھ

الجواب

اگر وہابی کی گمراہی حد کفر کو پہونچ گئی ہو تو اس کے ساتھ نکاح حرام خواہ مرد کا نکاح خواہ عورت کا۔ عالمگیری میں ہے:" لا یجوز للمرتد ان یتزوج امرأة مسلمة " اور اگر اس کی گمراہی حد کفر کو نہ پہونچی ہو تب بھی مسلمہ کا نکاح وہابی کے ساتھ نہیں ہوگا۔ تفصیل کیلیے اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کا رسالہ "ازالة العار" ملاحظہ فرمائیں۔واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۰ رجب المرجب ۸۶ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

حمیدہ بالغہ وعاقلہ ہے۔اس کے والد کی موجودگی ہی میں اس کے چچا سے علیحدگی ہوچکی تھی اور والد کے انتقال کے بعد حمیدہ کے چچا اور اس کے ننہال کے تعلقات کچھ ناخوشگوار بھی ہوگئے تھے، حمیدہ کے بالغ ہونے کے باوجود اس کا چچا اس کی شادی سے غفلت شعاری یا اپنے کو قاصر پاتا تھا، حمیدہ کی نسبت کی اطلاع اور حصول اجازت کیلیے حمیدہ کا ماموں زاد بھائی دو آدمیوں کے ساتھ حمیدہ کے چچا کے یہاں آیا، ان تینوں آدمیوں کے سامنے اس کے چچا نے اجازت دی، نیز حمیدہ کو جہیز میں دینے کے لیے کچھ ظروف بھی دیے جس کو اس کا ماموں زاد بھائی لایا۔

حمیدہ کا نکاح ننہال میں ہوا، رسم کے مطابق حمیدہ رخصت ہوکر حامد کے گھر آئی پھر حمیدہ کا چچا سسرال والوں سے بات کرکے اسے اپنے گھر لایا، اب تک حمیدہ کے چچا نے ناپسندیدگی یا نکاح ناجائز کا کوئی اظہار نہیں کیا تھا، کہلوایا کہ حمیدہ کی رخصتی ہوگی اسے یہاں پہنچادو، اس نے کہا کہ حمیدہ کی شادی آپ کے یہاں سے ہوئی ہے رخصتی میرے یہاں سے ہوگی، اس کی اطلاع حامد کو دی گئی کہ رخصتی چچا کے یہاں سے ہوگی، آپ وہاں جاکر رخصتی کی تاریخ حاصل کریں، حامد کا والد بغرض حصول تاریخ رخصتی رسم کے مطابق مٹھائی لے کر حمیدہ کے چچا کے یہاں آیا، مٹھائی لی گئی، سنا گیا کہ وہ مٹھائی عزیز واقارب میں

تقسیم بھی ہوئی، بایں ہمہ وجوہ صاف ظاہر ہے کہ حمیدہ کے چچا کو اس کے نکاح میں کوئی عذر وانکار نہیں تھا، مگر خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس جذبہ انتقام کے ماتحت حامد کے والد کو یہ جواب دیا کہ حمیدہ کی شادی میں اذن نہیں ہے، اس لیے یہ نکاح ناجائز نادرست ہے۔ کیا تین آدمیوں کے سامنے اذن دینے کی شہادت، شادی کے موقع پر جہیز میں حمیدہ کو ظروف دینا، حامد کی رخصتی والی مٹھائی کا قبول کرنا حمیدہ کے چچا کی پسندیدگی اور اجازت کے لیے کافی نہیں ہیں؟ کیا مندرجہ بالا صورت میں نکاح جائز ہے؟

العبد ظہیر احمد ساکن مہراج گنج ضلع اعظم گڑھ

الجواب

آزاد عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر خود اس کی رضامندی سے جائز ہے۔

حدیث شریف میں ہے:" الایم احق بنفسها من ولیها" (صحیح مسلم: کتاب النکاح: ۲/ ۱۰۳۷)

درمختار میں ہے:" فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضاء ولی ،، (باب الولی ۴/ ۱۱۵)

صورت مسئولہ میں حمیدہ کی رضامندی تو بالکل ظاہر ہے اس لیے نکاح کی صحت میں کوئی شبہ نہیں مزید برآں سوال کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ خود ولی چچا نے بھی نکاح کی اجازت دی ہے تو اس کا نکاح جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور بر تقدیر صدق مستفتی حمیدہ کا مذکورہ چچا سخت مجرم اور گنہگار ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۹ رشعبان المعظم ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

باپ جس عورت سے وطی کر چکا ہے اس عورت سے لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لڑکے کا نکاح کر دیا گیا اور وطی بھی کیا تو اب وہ عورت دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے دوسرے آدمی سے تو اس عورت پر واجب ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ اس لڑکے کو پچیس برس ہو گیا باہر نکلے خرچ وغیرہ بھی بالکل ہی نہیں دیتا، اب عورت بالکل ہی مجبور ہے کوئی ذریعہ معاش نہیں جس سے وہ اپنی پرورش کر سکے۔

حاجی محمد مبین منڈی اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ عورت یہ اعلان کرے کی میں نے وہ حرام نکاح چھوڑا، اس کے بعد عدت گزارے پھر دوسری شادی کر سکتی ہے۔ بحر الرائق میں ہے:" رجحنا فی باب المهر انها تکون من المرأة ایضامن صورها ان تقول فارقتك" درمختار میں ہے: "لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر

محضر من صاحبه دخل بها اولا "۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۳ رذی القعدہ ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور، الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

(۴۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ کا عقد نکاح زید سے ہوا، نفس کی شامت کہ بغیر طلاق کے ہندہ نے بکر کی معیت اختیار کر لی، بکر کی صحبت سے ہندہ کو بچہ بھی تولد ہوا ہنوز ہندہ کا بکر سے رشتہ زوجیت نہ قائم ہو سکا، اہل خانہ ہندہ اور بکر کے مابین از روئے شرع نباہ چاہتے ہیں، لیکن دشواری یہ ہے کہ زید کسی طرح بھی ہندہ کو طلاق دینے کے لیے راضی نہیں ہوتا ہے، ہندہ اور ہندہ کے گھر والے چھٹکارہ کے متلاشی ہیں لہذا شرعی احکام ارقام فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی محمد بسم اللہ انصاری مورخہ ۲۷ رشوال المکرم ۸۶ھ

الجواب

زید جب تک طلاق نہ دیدے بکر کے ساتھ شادی کا کوئی امکان نہیں۔

قرآن عظیم میں ہے:" ﴿ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾[البقرة:۲۳۷] واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ اور خالدہ یہ دونوں حقیقی بہن ہیں۔ دونوں کی ماں دو ہیں باپ ایک ہے ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی، خالدہ کی شادی حامد کے ساتھ ہوئی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد خالدہ کا انتقال ہو گیا، بکر اور ہندہ اپنی لڑکی شاہرہ کے ساتھ کرانا چاہتی ہے۔ یعنی شاہرہ کی شادی حقیقی خالو سے ہو رہی ہے کچھ لوگوں کی رائے ہے ہوئی کہ خالو کے ساتھ نکاح صحیح نہیں ہے۔ لیکن دو چار مولوی صاحبان فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ہے؟ اب جناب والا سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ تحریر فرما کر فریقین کو مطمئن فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی نصیب اللہ بکولی پوسٹ دھنکا ضلع بستی

الجواب

صورت مسئولہ میں شاہرہ کا نکاح حامد کے ساتھ جائز ہے کہ ان دونوں کے بیچ کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جس سے ان کی باہم شادی حرام ہو۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۹ رشعبان المعظم ۸۶ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زبیدہ بیوہ ہوگئی تھی اور کئی سال تک اس کی شادی نہیں ہوئی مگر کئی روز ہوئے کہ اپنے دیور سے تعلق کرلیا اور حمل ہوگیا، اب دریافت طلب یہ ہے کہ اسی دیور سے حالت حمل میں نکاح کرنا چاہتی ہے اب نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔

الجواب

نکاح جائز ہے۔ ہدایہ اولین میں ہے:"

وان تزوج حبلی من زناء جاز النکاح" (۲۹۲) ۔واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲ صفر ۸۶ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

فاطمہ بی بی کے والد کا انتقال ہوچکا ہے، فاطمہ بی بی کی بیوہ ماں موجود ہے، اس کا بھائی نابالغ بھی موجود ہے، ان تینوں کی دیکھ بھال اور کفالت فاطمہ بی بی کے حقیقی چچا محمد زبیر خاں کرتے ہیں اور کر رہے ہیں، زبیر خاں کا ذریعہ معاش بمبئی میں ہے اور یہ چھوٹا سا کنبہ یوپی کے ضلع جونپور کا رہنے والا ہے۔ دوسرا کنبہ جس لڑکے کے ساتھ فاطمہ بی بی کا نکاح کیا گیا ہے وہ بھی یوپی کے ضلع جونپور کے رہنے والے ہیں، وقتی طور سے بمبئی میں موجود ہیں، لڑکی فاطمہ بی بی جونپور میں موجود ہے، محمد زبیر بمبئی میں موجود ہیں، انھوں نے فاطمہ بی بی اور اس کی ماں کی رضامندی کیلیے جب کہ وہ بالغ ہے تحریری اجازت نامہ فاطمہ بی بی اور اس کی ماں کا حاصل کر کے بمبئی میں ولی بنکر ایک اچھے خاندان کے لڑکے کے ساتھ کردیا، لڑکا بالغ اور اس کے ماں باپ بھی راضی ہیں اور مسئلہ مسجد کے کئی امام صاحبان سے دریافت کر کے کہ لڑکی گاؤں میں موجود ہے اجازت نامہ تحریری حاصل سے نکاح ہوجائے گا یا نہیں؟ مسجد کے ایک امام صاحب نے نکاح کے فرائض انجام دئے اور اجازت نامہ بھی پڑھکر سب کو سنایا گیا، جس دن بمبئی میں فاطمہ بی بی کا نکاح عمل آیا اسی تاریخ وقت مقرر پر گاؤں پر بھی فاطمہ بی بی کی ماں نے رسم نکاح کو دعوت مدارات کیا تاکہ گاؤں کے لوگ یہ جان لیں کہ فاطمہ کا نکاح بمبئی میں ہوگیا ہے، لیکن گاؤں والے کہتے ہیں کہ یہ نکاح نہیں مذاق ہوا، اب کسی طرح جائز نہیں، طرح بے طرح کی بے عقلی کی باتیں کرتے ہیں، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ایسا آج تک نہیں ہوا۔ برائے کرم شرعی عدالت سے حکم دیجئے، یہ نکاح امام صاحب نے پڑھایا ہے جو حکم ہے یا کوئی

شرعی عذر باقی رہ جاتا ہے تاکہ وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں انھیں پڑھکر سمجھایا جائے۔

فقط والسلام نظام الدین بمبئی

الجواب

سوال میں جس قسم کے نکاح کا ذکر ہوا شرعاً اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، لڑکی کا نکاح کی مجلس میں موجود ہونا بالکل ضروری نہیں، صرف اس کی اجازت کافی ہے اور یہاں تو نکاح لڑکی کا ولی ہی پڑھا رہا ہے، اس لیے نکاح شرعاً بالکل درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۱ محرم ۸۷ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

خدمت اقدس محترم ومکرم قبلہ جناب مولانا مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بکمال ادب عرض التماس ہے کہ صدیق میاں ودین علی دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ صدیق میاں اپنے بڑے بھائی دین میاں کے پوتے سے اپنی لڑکی کا عقد کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا قرآن شریف وحدیث شریف سے یہ رشتہ جائز ہوگا یا ناجائز؟ جواب بحوالہ قرآن وحدیث مرحمت فرمائیں۔ والسلام

پتہ روز علی پوسٹ ومقام کپرواضلع دیوریا

الجواب

صدیق صاحب کی لڑکی کا عقد ان کے بڑے بھائی کے پوتے سے جائز ہے۔ قرآن وحدیث کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۴ ربیع الثانی ۸۷ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۴۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ازطرف علمائے کرام صاحب السلام علیکم بعدہ گذارش یہ ہے کہ غلام محمد موضع کٹہرہ کے رہنے والے حضور بات یہ ہے کہ ہماری لڑکی تھی جس کی شادی وہابی کے ساتھ بھول کر ہوگئی، چند عرصہ میں دو تین مرتبہ آئی گئی اس کے بعد اس کا شوہر بمبئی چلا گیا، اب اس کے پیٹ پردہ کی کھوج خبر نہیں لیتا، سات سال سے میں اپنے یہاں رکھا ہوں، حضور میں غریب آدمی ہوں کیونکر خرچ چلاسکتا ہوں، اس کے باوجود وہ خط بار بار روانہ کرتا ہے کہ میں دس سال میں آوں گا اور کبھی کہتا ہے کہ پندرہ سال میں آوں گا، حضور نہ اس کا

جواب دیرہا ہے اور نہ اس کو لیجار ہا ہے، ہم لوگوں کو بہت سخت پریشان کررہا ہے، اب بتائیں اس حال میں آپ لوگ کیا فرماتے ہیں اور زیادہ کیا لکھوں جیسا ہو آپ خط میں تحریر فرمادیجئے۔

غلام محمد عرف بھیکیو موضع کرسکہ پور پوسٹ بدھر ضلع گورکھپور

الجواب

یہ بات بالکل غلط اور گنہگاری کی ہے کہ جب تک وہ کھوج خبر لیتا رہا تب تک آپ غافل رہے اور لڑکی وہاں آتی جاتی رہی آپ بھیجتے رہے اور اب وہ پریشان کررہا ہے تو آپ کو اس کی وہابیت یاد آئی، بہر حال اگر وہ اتنا گمراہ وہابی ہے کہ اس کی وہابیت حد کفر کو پہونچ گئی ہے تو آپ کی سنی لڑکی کا نکاح اسی سے ہوا ہی نہیں، اور جان بوجھ کر جو لوگ اس کو وہابی کے پاس بھیجتے رہے گناہ کرتے رہے، وہ جہاں چاہے شادی کرسکتی ہے، اور اگر اس حد تک گمراہ نہیں ہے تو شوہر کے طلاق دیئے بغیر دوسری شادی نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالی اعلم۔ عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ۲۴ ربیع الثانی ۸۷ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۵۰-۵۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک لڑکے کی عمر دس سال ہے اور لڑکی کی عمر تقریبا چھ سال ہے، اس لڑکی نے بذات خود اذن نہیں دیا بلکہ اس کے باپ نے اذن دیا ہے، لڑکے کی طرف سے لڑکے کے باپ نے قبول نہیں کیا ہے صرف لڑکے نے ایجاب وقبول کیا ہے، مگر رخصتی عمل میں نہیں آئی ہے۔ ایسی حالت میں یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ اب اس لڑکی کا نکاح بغیر طلاق کے کسی دوسرے سے کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ فقط

(۲) ایک لڑکے اور ایک لڑکی کے نکاح میں صرف لڑکی کا باپ اذن دیتا ہے اور لڑکے کا باپ قبول نہیں کرتا ہے۔ صرف لڑکا ایجاب وقبول کرلیتا ہے اور رخصتی عمل میں نہیں آئی اپنا دوسرا نکاح لڑکا کرے تو ایسی صورت میں لڑکی اپنے نان ونفقہ ومہر نکاح کا دعوی کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور لڑکی اپنے مذکورہ بالا نکاح کو فسخ کرسکتی ہے یا نہیں اگر فسخ کرسکتی ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ فقط

المستفتی نور محمد ہیڈ کانسٹبل موضع سیسٹ پوری ڈاکخانہ باز پور نینی تال

الجواب

(۱) واقعۃً رواج ایسا ہے کہ لڑکا بالغ یا نابالغ ایجاب وقبول وہی کرتا ہے لیکن جب عقد کے سارے انتظامات باپ نے کئے ہوں اور مجلس عقد میں موجود رہکر اس نے نکاح پڑھوایا تو یہ باپ کا قبول کرنا ہوا، اس لیے نکاح منعقد ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اب بغیر طلاق اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ نہیں

کیا جاسکتا۔

(۲) لڑکی اپنے نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی جو اس کے باپ یا دادا نے کیا۔ "فان زوجها الاب والجد فلاخيار لهما بعد بلوغهما" (الفتاوی الهندیه: ۱/۳۶۵) ہاں نان ونفقہ ومہر کا دعوی ضرور کرسکتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یکم رجب ۸۳ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

(۵۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مرد نے دو عورتیں رکھ لی ہیں، وہ یہ کہ حمیدہ دو بہن ہیں، ایک مرد کے ساتھ ہیں، ایک نکاح شدہ ہے اور ایک بغیر نکاح کے ہے، اور دونوں کے بطن سے لڑکے پیدا ہوتے ہیں، اب دوسرا آدمی اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے جو کہ حرام نطفے سے ہے، جائز ہو یا ناجائز ہو، صاف صاف تحریر کریں۔ اگر ناجائز ہو تو کوئی صورت بتائیں اور صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ اکبر میاں صاحب

الجواب

حرامی لڑکے یا لڑکی سے شادی جو شخص کرنا چاہے ہو جائے گی، اس کی ممانعت نہیں کہ جرم جو کچھ ہے والدین کا ہے۔ مستحق عذاب وملامت والدین ہیں۔ ناجائز اولاد کا اس میں کیا قصور۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص ایک مقام پر نکاح پڑھانے کے واسطے گیا لڑکے کے یہاں خطبہ پڑھا، اور جب لڑکی کے یہاں نکاح پڑھانے گیا تو خطبہ نہ پڑھا، اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ خطبہ کیوں نہیں پڑھا؟ نکاح پڑھانے والے نے کہا کہ لڑکی کے یہاں خطبہ ضروری نہیں، دوسرا شخص کہتا ہے کہ تم نہیں جانتے، تم کو معلوم نہیں، لھذا اس کا نتیجہ مسئلہ کے مطابق تحریر فرمائیں لڑکی کے یہاں خطبہ ضروری ہے یا نہیں؟ فقط

والسلام شیخ بخش محلہ اونچاں پوسٹ نظام آباد اعظم گڑھ

الجواب

لڑکا یا لڑکی کسی کے وہاں خطبہ پڑھنا ضروری نہیں، اگر خطبہ نہ پڑھا تب بھی نکاح ہو جائے گا۔

النكاح ينعقد بالايجاب والقبول " ہاں خطبہ پڑھنا سنت ہے، نکاح میں پہلے لڑکی سے اجازت لی

جاتی ہے، اس کے بعد جس مجلس میں نکاح ہونا ہوتا ہے وہیں آکر لڑکے سے ایجاب وقبول ہوتا ہے۔ ایجاب وقبول سے پہلے نکاح کی مجلس میں خطبہ سنت ہے، اس کے علاوہ حضور سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے کسی کی لڑکی کو پال لیا، اس لڑکی کے شادی کے وقت قاضی رجسٹر میں خانہ ولایت میں باپ کا نام تحریر کیا جائے؟ یا جو پالا ہے اس کا نام لکھا جائے؟ سید احسان علی جے پور کندرہ کٹک ۲۴/۳/۲۳

الجواب

نام اس کے حقیقی والد ہی کا لکھا جانا چاہئے جس نے پالا ہے اس کا نہیں۔ ہاں اگر غلطی سے اس کا نام بھی درج ہو گیا تو اس غلط اندراج سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۶/ذوالقعدہ ۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میری ماں کے خاص ماموں جن کی لڑکی سے میرا نکاح ہوا ہے جائز ہے یا نہیں؟ جواب مختصر مع تفسیر حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ محمد فاروق انصاری مصرپور پوسٹ مہراج گنج اعظم گڑھ

الجواب

جائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِكُم﴾ [النساء:۲۴] واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷/ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے والد ہندہ کے نانا دونوں حقیقی بھائی ہیں یعنی سگے بھائی ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندہ سے نکاح زید کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی صورت حال کیا ہوگی۔ برائے کرم حدیث وقرآن کا حوالہ دیتے ہوئے جواب تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام علیکم

الجواب

یہ شادی جائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوا

بِاَمْوَالِكُم﴾ [النساء:۲۴] قرآن میں جن رشتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ سے نکاح جائز ہے اور آپ نے جو رشتہ ذکر کیا ہے وہ ان رشتوں کے علاوہ ہے جس کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷/ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ زید کے تعلقات ہندہ کی ماں سے بھی ہیں اور ہندہ کی ماں کا کہنا ہے کہ میرا تعلق زید سے ہندہ کے ساتھ زید کے نکاح ہونے سے چار ماہ قبل ہی قائم ہو چکے تھے، اب سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ منعقد ہوا یا نہیں؟

خادم عبدالحق گھوسی قصبہ خاص

الجواب

فی الحقیقت تعلقات نکاح کے قبل سے تھے تو نکاح ہوا ہی نہیں، اس لیے الفاظ طلاق کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ عالمگیری میں ہے: "اذا اضاف ذلك الى ما قبل النكاح بان قال لامرأته كنت جامعت امك قبل نكاحك يؤاخذ به ويفرق بينهما"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۱/ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنی سوتیلی ماں کی حقیقی بہن کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے کتابوں کے حوالہ اور علمائے کرام کے دستخط کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔ حمید اللہ

الجواب

کر سکتا ہے۔ بہن تو پھر بھی بہن ہے سوتیلی ماں کی لڑکی جو دوسرے سے ہو اس سے بھی نکاح جائز ہے۔ شامی میں امام خیر الدین رملی کے حوالہ سے ہے: "لا تحرم بنت زوج الام ولا امه ولا ام زوجة الاب ولا بنتها" (فصل فی المحرمات: ۴/۸۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵/ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۹) **مسئلہ** : کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنی لڑکی ہندہ کو بکر کے لڑکے محمد عمر کے ساتھ کرنا چاہتا ہے، حال یہ ہے کہ محمد عمر گونگا و بہرا ہے، حتی کہ کسی سے کلام تک نہیں کرسکتا ہے اور دونوں بالغ ہیں۔تو اس صورت میں ایجاب وقبول کس طرح سے کرایا جائے گا۔خوب وضاحت کے ساتھ مع دلائل تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی عظمت علی مقام نہرن سن ۱۱رمحرم الحرام ۸۴ھ

الجواب

گونگا اس طرح صاف اشارہ کرے کہ واضح ہوجائے کہ نکاح کو سمجھ کر قبول کر رہا ہے تو اشارہ سے نکاح ہوجائے گا۔شامی میں ہے:" ینعقد نکاح الاخرس اذا کانت له اشارة معلومة"(۸۵/۴)

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۰) **مسئلہ** : کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص قوم کا انصاری ہے جس کا نام زید ہے۔زید نے بلا طلاق ایک عورت کو رکھ لیا، اس عورت کو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام خالد ہے۔جب بلوغ کو پہنچا تو اس کا ایک شریف عورت سے نکاح ہوا۔تو کچھ مدت کے بعد خالد کو ایک لڑکی پیدا ہوئی تو اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔آپ کا بہت ہی شکر گذار ہوں گا۔فقط والسلام

العبد شمس الدین انصاری اعظمی

الجواب

صورت مسئولہ میں خالد کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔قرآن عظیم میں ہے:﴿ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم ﴾[النساء:۲۴]

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲ر ربیع الاول ۸۴ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۱-۶۲) **مسئلہ** : کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) خالدہ کے بھائی اور باپ دونوں موجود ہیں اور یہ نابالغ ہے۔باپ اور بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی ماں نے شادی کردیا، اب اس کے باپ اور بھائی آئے مگر راضی نہ ہوئے ایک عرصہ کے بعد لڑکی بالغ ہوئی دوسری جگہ شادی کرسکتے ہیں یا نہیں؟۔لیکن باپ اور بھائی دو مہینہ کے بعد جب آئے تو

لڑکے کے گھر والوں کو اطلاع نہیں دی تھی۔

(۲) ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی اور وہ شوہر زید کے پاس گئی، کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف ہوگیا قریب دو سال ہندہ میکے میں رہی، اس دوران خالد سے تعلق ہوگیا۔زید کے طلاق کے بعد اسی خالد سے بعد عدت شادی ہوئی اور چھ مہینہ بعد بچہ ہوگیا۔یہ شادی درست ہے یا نہیں؟

احقر منصور علی مقام کھرولی دھساپور ضلع گورکھپور

الجواب

اگر باپ اور بھائی کی غیبت غیبت منقطعہ نہ تھی تو یہ شادی ان کی اجازت پر موقوف تھی جب ان لوگوں نے آکر رد کردیا تو اب اس کی شادی دوسری جگہ ہوسکتی ہے۔درمختار میں ہے:" فلو زوج الابعد حال قیام الا قرب توقف علی اجازته"(کتاب النکاح:۴/۱۴۴)

(۲) یہ شادی ہوگئی ظاہر یہی ہے کہ یہ حمل خالد کے ساتھ شادی ہونے کے بعد قائم ہوا اور حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینہ ہے۔ہدایہ میں ہے: واقله ستة اشهر "(باب ثبوت النسب:۴☆۳۲۵)

واللہ تعالی اعلم عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۷ر ربیع الاول ۸۴ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۳) **مسئلہ** : کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

لڑکی کی عمر چھ سال ہے اور لڑکے کی عمر تقریبا دس سال ہے۔ان دونوں کے نکاح میں اس لڑکے کے باپ نے اذن دیا اور مجلس عقد میں اس لڑکی کے باپ نے پہلے قبول کرنے سے انکار کیا بعد میں اس کی خاموشی پر نکاح پڑھا دیا گیا، لیکن بعد نکاح اس لڑکے یا اس کے باپ کی طرف سے اذن اور قبولیت عمل میں نہیں آئی، اور نہ آج تک کوئی حق دستور ہی ادا ہوا ہے۔عرصہ تیرہ سال ہوگیا ہے ایسی حالت میں نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

(۲) اب بلا طلاق واطلاع کے لڑکی مذکورہ بالا کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اس لڑکی یا اس کے باپ کے واسطے کب اور کیا حق وحکم ہوسکتا ہے؟ مہربانی فرما کر عام فہم جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔فقط والسلام

المستفتی محمد صدر الدین عیدگاہ والی ضلع نینی تال ۱۰رفروری ۶۴ء

الجواب

صورت مسئولہ میں جب تک لڑکا بالغ نہ ہوا تھا وہ نکاح اس کے باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔

درمختار وغیرہ میں ہے:" کل تصرف صدر من فضولی وله مجیز حال العقد انعقد مو

قو فا "(فصل فی الفضولی:۷/۲۳۳) اور لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت پر موقوف ہو
گا اگر اس نے جائز کر دیا نکاح ہو جائے گا، اور اگر رد کر دے تو رد ہو جائے گا، اس لیے لڑکے سے علم حاصل
کرنا ضروری ہے کہ صورت حال کیا ہے، اس کے بغیر اس لڑکی کا دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵ر رجب ۸۴ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
باپ اپنی ایک لڑکی کی شادی ایک دوسرے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے جب کہ لڑکی بالغہ ہے، شادی
کے وقت بالغہ لڑکی نے اپنے باپ سے اس بات کی کوشش کی کہ باپ جان ابھی شادی مت کریں کہ لڑکے
کو سال چھ مہینہ دیکھ لیا جائے، لڑکی نے باپ سے بہت عاجزی کی لیکن باپ نے لڑکی کی ایک بات بھی نہ
سنی اور اس لڑکے کے ساتھ آخر شادی کر ہی دی، جب کہ لڑکا لڑکی کے باپ کا سگا بھتیجہ ہے، بالغہ لڑکی کا
نکاح اس لڑکے کے ساتھ ہوا یا نہیں؟ بتانے کی زحمت گوارہ کریں اور از وقت نکاح تا ہنوز لڑکی راضی نہیں۔

حاجی محمد یونس مدلا کلاں پوسٹ لہرن بازار ضلع بستی

الجواب

بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر زبردستی اس کا نکاح نہیں ہو سکتا چاہے باپ کرے یا کوئی اور۔ ہدایہ
میں ہے: " ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح " (الهدایه:۳/۲۰۱) پس اگر
صورت حال یہی ہے کہ لڑکی نکاح کے وقت سے اب تک انکار کر رہی ہے تو نکاح پر رضامند نہ تھی تو یہ نکاح
ہوا ہی نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲ر ربیع الاول ۸۴ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
عبد العزیز کی بیوی مساۃ کا انتقال ہو گیا، اس کے بطن سے ایک لڑکا علاء الدین اور ایک لڑکی
بلقیس ہے جو عبد العزیز سے پیدا ہوئی ہے۔
(۲) وجاہت حسین کا انتقال ہو گیا ہے ان کے تین لڑکے ہیں۔ اطاعت حسین دوسرا شجاعت
حسین اور ایک لڑکی جو وجاہت حسین کی بیوی کے بطن سے ہیں۔
(۳) زبیدہ بیگم نے عبد العزیز سے عقد شرعی کر لیا ہے۔ کیا زبیدہ بیگم کے لڑکے جو وجاہت حسین

سے پیدا ہوئے اور عبد العزیز کے نواسی کا سلسلہ مناکحت کیا جا سکتا ہے؟ شریعت کے مطابق فتوی صادر
فرمایا جائے۔ سائل عبد العزیز خاں ورس مستری آئی، او۔ این، ای، ریلوے ڈاکخانہ آنند نگر گورکھپور

الجواب

سوال میں جس نکاح کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ جائز ہے۔ قرآن عظیم میں محرمات کا بیان
ہے، اس کے بعد فرمایا گیا کہ ان کے علاوہ عورتوں سے شادی جائز ہے، سوال میں ذکر کیا ہوا رشتہ محرمات
کے علاوہ ہے اس لیے جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۸ر جمادی الاولی ۸۴ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
مداری قوم کے ایک غیر مسلم میاں بیوی اپنے باطل مذہب سے توبہ کر کے اسلام پر ایمان لائے
ایمان لانے کے بعد اسلامی طریقہ سے جدید نکاح کر لیں یا سابقہ طریقہ ہی کافی مانا جائے گا؟

الجواب

کافر جب اپنے طریقے سے ہی شادی کرے اور محارم کے ساتھ شادی نہ ہو تو اگر ایک ساتھ
ایمان لائے تو جدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ در مختار میں ہے: " کل نکاح صحیح بین المسلمین
فهو صحیح بین اهل الکفر و کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطه یجوز فی حقهم اذا
اعتقدوه ویقرون علیه بعد الاسلام "(در مختار:۴/۲۶۱) واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳ر رمضان ۸۴ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید اپنی نادانی سے ایک ڈومن سے غلط ساتھ کر لیا اور اس کو دو چار مہینہ اپنے ساتھ رکھا، زید نے
جب ڈومن سے مسلمان ہونے اور نکاح کرنے کو کہا تو ڈومن نے انکار کر دیا، تب زید نے اس ڈومن کو
اپنے پاس رکھنے سے ہٹا دیا اب زید پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ چونکہ برادری والے زید کی شادی کرنے کو تھے،
مسلم لڑکی سے اصرار کرتے ہیں اور فتوی چاہتے ہیں۔ خادم محمد فتح شوز مرچنٹ برج بازار ضلع دیوریا

الجواب

صورت مسئولہ میں زید پر سچی توبہ اور آئندہ ایسی حرام کاریوں سے بچنے سے سچا عزم ضروری

ہے،شادی اس کی دوسری مسلمان لڑکی سے جائز ہے۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۷رذی الحجہ ۸۴ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۸) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ کی ماں نے ہندہ کو زید کے حوالے کردیا، اس نیت سے کہ اپنا نکاح اس کے ساتھ کرلے، اور ہندہ کے ساتھ اس کی ماں نے اس کے بڑے بھائی کو بھی کردیا، لیکن ہندہ شام کے وقت گئی اور صبح چار بجے ہی اس کے گھر سے فرار ہوکر اپنی ماں کے پاس چلی آئی، اور جب اس کی ماں نے دریافت کیا تو کہنے لگی کہ وہ لوگ ہماری برادری کے نہیں ہیں، ان لوگوں کے گھر میں شادی نہیں کروں گی۔ دریافت کے بعد یہ بھی ہندہ کے زبانی معلوم ہوا کہ نکاح نہیں ہوا ہے، اور نہ کوئی ملاقات مگر جب ہندہ کا بھائی واپس آیا تو وہ کہتا ہے کہ کچھ لوگ آئے تھے مگر نکاح ہوا کہ نہیں ہمکو خبر نہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حال میں ہندہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

السائل محمد عیدو میاں آؤپور مسجد جنگلاں

الجواب

صورت مسؤلہ میں نکاح کے لیے لڑکی کی اجازت ضروری تھی، پس اگر لڑکی نے اجازت دے دی ہو اور زید اس کے امر کا مدعی ہو تو نکاح ہوگیا تو اب بلا طلاق دوسری جگہ شادی نہیں ہوسکتی، جب کہ زید نکاح کے گواہ بھی پیش کرتا ہو۔ اور اگر لڑکی نے اجازت نہ دی ہو نکاح نہ ہوا تو دوسری شادی ہوسکتی ہے، الغرض اس کی تحقیق ضروری ہے صرف ان دونوں بھائی بہن کے بیان پر فیصلہ نہ کیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۶رربیع الثانی ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۹) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید وبکر دو سگے بھائی ہیں، زید کی بیوی نے بکر کو دودھ پلایا ہے، اس صورت میں بکر کی لڑکی کا نکاح زید کے لڑکے کے ساتھ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مسؤلہ میں نکاح جائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم ﴾[النساء: ۲٤] واللہ تعالی اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳رربیع الثانی ۶۵ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷۰) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عمرو نامی شخص نے ایک عورت سے ناجائز تعلق قائم کرلیا، اس عورت کے بطن سے جولڑکا پیدا ہوا اس کی شادی عمرو نے شرعی رو سے کی، اب ان دونوں سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان کے بچوں کی شادی اب اچھے خاندان میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟ عمرو کے پوتا پوتی کی شادی اچھے خاندان میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

خادم محمد مسیح الدین الہ آبادی

الجواب

ولدالزنا کے وہ بچے جو نکاح شرعی سے پیدا ہوئے شرعاً جائز ہیں اگر ان بچوں سے شادی کرنا اچھے خاندان والے پسند کریں تو قباحت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲رجمادی الاولی ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷۱) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

محمد یوسف کا نکاح محمد جمیل نے اپنی لڑکی مہر النساء کے ساتھ اس کے پاگل پن کی حالت میں کردیا کیا یہ نکاح شریعت مطہرہ کی رو سے منعقد ہوا یا نہیں؟ فقط

محمد اسماعیل بھولاپور فیض آباد

الجواب

اگر اس نکاح کو اس نے قبول کیا ہو تو نکاح نہ ہوا اور اگر خود ایجاب وقبول نہ کیا ہو اس کے ولی نے کیا ہو تو نکاح ہوگیا۔ ہدایہ میں ہے: " الصبی والمجنون لایصح عقود هما ولا اقرار هما ولا یقع طلاقهما" پاگل اور بچہ کا عقد مثلاً نکاح وغیرہ صحیح نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۱رجمادی الاولی ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷۲) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے والد نے صفیہ کے والد سے شادی کی نسبت بات چیت کی اور نسبت طے ہوگئی، زید کے والد کپڑا وغیرہ صفیہ کے لیے صفیہ کے والد کو دے آئے، بعد ازاں صفیہ کے والد صفیہ کو لے کر صفیہ کے گھر آئے، دو چار آدمیوں کے ساتھ زید کا نکاح پڑھایا گیا، صفیہ جب کہ بالغ ہے اس سے کسی قسم کی اجازت

نہیں لی گئی اور صرف صفیہ کے والد پر ہی اکتفا کیا گیا تو یہ نکاح ہوا کہ نہیں۔ لہٰذا آپ شریعت محمدیہ سے مطلع فرمائیں۔

محمد اسمٰعیل مہاراج گنج اعظم گڑھ ۳/۱۰/۸۵

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ صفیہ کو اس کے والد کے کئے ہوئے نکاح کی اطلاع ملی اس وقت اگر اس نے انکار کر دیا یا کوئی ایسا کام کیا جس سے انکار ثابت ہے۔ تو یہ نکاح نہ ہوا۔ اور اگر ایسا نہ کیا بلکہ چپ رہی یا مسکرا دیا، بے آواز روئی تو نکاح ہو گیا اور اس کو اجازت سمجھا جائے گا۔ درمختار میں ہے:"

لاتجبر البالغة البكر على النكاح فان استاذنها هو او وكيله او رسوله او زوجها وليها واخبرها رسوله او فضولي عدل فسكتت او ضحكت غير مستهزئة او تبسمت او بكت بلا صوت فهو اذن "(باب الولی:٤/١١٩) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵/ رجمادی الآخر ۸۳ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

سوال میں بحلف بیان کرتا ہوں کہ میرے مکان پر حافظ عبد اللطیف و دیگر منتظمین مسجد کچھ اشخاص کو اپنے ہمراہ لے کر آئے۔ سب لوگ آکر خاموش کھڑے ہو گئے۔ میں نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ السلام علیکم بھائیو! میں اس وقت آپ کی کوئی خاطر مدارات نہیں کر سکوں گا، اس کی معافی چاہتا ہوں۔ کیونکہ ضروری کام میں مشغول ہوں، فرمائیں میرے لیے کیا حکم ہے۔ یہ سن کر سب لوگ خاموش کھڑے رہے اور ایک دوسرے کا منہ تاکنے لگے۔ تب حافظ عبد اللطیف صاحب نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا، اب کوئی نہیں بول سکتا، پیچھے ہم کو پریشان کرتے ہو۔ ہمیں سامنے کر کے نشانہ بناتے ہو۔ اب سب کے منہ بند ہیں، کسی کی زبان نہیں کھلتی، یہ سن کر ان لوگوں میں سے ایک صاحب بولے ہم کو تو یہاں یہ کہہ کر لایا گیا ہے کہ حافظ عبد الحمید نے مسجد کی زمین اپنی نو تعمیرات سے بھر لی ہے۔ اور وہ مسجد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہاں تو ایسا نہیں ہے۔ جو تعمیرات ہو رہی ہے مسجد کی زمین سے علیحدہ ہے اور درمیان میں جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ مسجد کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا ہے۔ اس پر حافظ عبد اللطیف بولے جس وقت ہم مسجد کی موجودہ شمالی دیوار توڑ کر نالی علیحدہ کر کے مزید زمین بھر کر دوبارہ دیوار بنا رہے تھے تو حافظ عبد الحمید وغیرہ نے ہمیں دیوار توڑنے اور نئی بنانے نہیں دی تھی۔ اب یہ اپنا مکان بنا رہے ہیں ہم نہیں بنانے دیں گے۔ کیونکہ یہاں پر سب محلہ والوں کا حق ہے۔ حافظ عبد اللطیف صاحب میرے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور دو

سرے رشتہ سے میرے بہنوئی کے چھوٹے بھائی لگتے ہیں۔ اس طرح ان سے میری قریبی رشتہ داری ہے۔ اس لیے ان کی زبان سے یہ مخالفانہ گفتگو سن کر مجھے دلی صدمہ ہوا۔ اور غصہ کی حالت میں میں نے کہا کہ آپ کی باتوں کا یہ مطلب ہے کہ میں خارج اسلام ہوں، مجھے کیا آپ خارج اسلام سمجھتے ہیں؟ میں بھی مسلمان ہوں، آپ بھی قبروں کا احترام مانتے ہیں، میری ملکیت ہے میرا ٹین پوش پڑا ہوا تھا۔ اپنی ملکیت پر میں تعمیر کر رہا ہوں، محلہ میں بہت سے ایسے مکانات ہیں جن میں قبریں ظاہر ہیں۔ آپ نے وہاں قبروں کا کوئی تحفظ نہیں کیا، میری گفتگو جاری تھی کہ درمیان میں حاجی محمد توفیق نے مجھے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ حافظ صاحب آپ ایسا نہ کہئے بھلا آپ کی شان میں کون ایسا کہہ سکتا ہے۔ ماشاء اللہ آپ لوگ خدا پرست آدمی ہیں، ان کے کہنے پر نہ جائیے۔ چنانچہ لوگ منتشر ہو کر میرے مکان سے چلے گئے، مسجد مذکورہ کی تنظیم کمیٹی میں چند آدمی ایسے ہیں جن سے میری دیرینہ رنجش چلی آتی ہے۔ وہی خاموش نہ بیٹھ سکے وہ میری تعمیرات کو بنتی دیکھ کر حسد کی آگ میں جلنے لگے اور دوسرے لوگوں کو بھی بھڑکانا شروع کر دیا، ان لوگوں کا خیال بھی تھا کہ میرے مکان کے سامنے خالی زمین پر سڑک کے کنارے دو کانیں تعمیر کرا دیں۔ لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ میرا راستہ بند ہو جائے۔ کہ قدیمی ہے۔ لہٰذا مجھ سے ناجائز طور پر روپیہ حاصل کرنے یا مجھے پریشان کرنے کی غرض سے دوسرے یا تیسرے دن صبح کے وقت مسجد میں میٹنگ ہو رہی تھی، میرے معلوم ہونے پر میں بغیر بلائے مسجد میں پہونچ گیا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا بھائیو! میں بھی آپ لوگوں میں سے ہوں مجھے نقصان پہنچا کر آپ کیا نفع پائیں گے۔ بیشک میں نے مسجد کی تعمیر نہیں ہونے دی تھی اس کا سبب یہ تھا کہ اس دیوار کی تعمیر سے میرے گھر کی قدیم نالی ٹوٹ جاتی میں نے آپ لوگوں سے کہا تھا۔ میری نالی دیوار بننے کے بعد پھر سے بنا دیئے گا تحریری وعدہ کرو۔ تو مجھے دیوار کی تعمیر ہونے میں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن آپ لوگ اس بات پر راضی نہیں ہوئے۔ اور اتنی سی بات پر مجھے ناحق پریشان کرنا چاہتے ہیں مجھے پھر وہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ کیا مجھے خارج اسلام سمجھتے ہو۔ آپ لوگ اللہ کے واسطے مجھ پر رحم کرو اور مجھے نقصان نہ پہنچائیں، آخر آپ لوگوں کا منشا کیا ہے۔ تب حاجی عبد الشکور، حافظ عبد اللطیف اور محمد یٰسین وغیرہ نے ایک مشورہ کر کے مجھے بتایا کہ آپ مسجد کی دیوار اپنی نو تعمیر دیوار کے کونے سے ملا کر سڑک تک سیدھی تعمیر کرا دیں۔ اور مسجد کا غسل خانہ، دروازہ، وزینہ معہ چھت وغیرہ اپنے صرفہ سے تعمیر کرا دیں تب ہمارا اور آپ کا فیصلہ ہے۔ میں یہ کہہ کر چلا آیا کہ مشورہ کر لوں اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ دیرینہ مخالفین کے ورغلانے سے سب لوگوں نے خواہ مخواہ پریشان کیا اور غلط مقدمہ بازی شروع کرا دی، مفت میں طرفین کا وقت اور پیسہ برباد ہوگا۔ اور ہمیشہ کے لیے رنجش پختہ ہو جائے گی۔ میں نے جواب دیا کہ میں آپ لوگوں کے فیصلہ

پر تیار ہوں مگر مسجد کے فنڈ سے بھی آپ لوگ مدد کریں۔ ان لوگوں نے یہ بھی تسلیم نہ کیا۔ تو میں نے ان لوگوں کی پیش کش جوں کی توں منظور کر لی۔ اس پر ان لوگوں نے وعدہ کیا کہ اب اگر آپ کے خلاف کوئی غلط کارروائی کرے گا تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ ان تمام واقعات کے بعد بھی منتظمہ کمیٹی کے چند آدمی میرے خلاف کام کر رہے ہیں۔ البتہ بجائے مسجد کے درگاہ عبداللہ شاہ کی طرف سے اور اب مسجد کمیٹی کے بقیہ لوگ بھی اپنے وعدہ سے پھر گئے۔ اب مندرجہ ذیل صورت حال ہے کہ میں نے دوران کلام ان لوگوں سے کہا تھا کہ کیا آپ لوگ مجھے خارج اسلام سمجھتے ہیں۔ اس پر ان لوگوں نے غلط فتویٰ حاصل کیا کہ میں خارج اسلام ہو گیا، اور اس کی غلط تشہیر کر رہے ہیں، تو شرعاً کیا حکم ہے۔ حافظ عبدالحمید

الجواب

اگر صورت مسئولہ میں سائل کا بیان صحیح ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ وہی لوگ گنہگار اور مستحق عذاب ہو رہے ہیں، جو ایک مسلمان کی حق بات کو کفر بنا کر پریشان کرتے اور اس کو مسلمان کی جماعت سے علیحدہ کرتے ہیں، ان پر ضروری ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور سائل سے معافی مانگیں۔ بالفرض سائل نے کفر کیا بھی ہو، اور شرعی عادل گواہوں سے اس کا کفر ثابت بھی ہو گیا ہو تو اب اس سے صاف صاف انکار کر رہا ہے۔ تو اس کا یہ انکار ہی اس کی توبہ کے قائم مقام ہو گیا۔ ہاں اس کے اعمال البتہ اکارت جائیں گے اور عورت سے دوبارہ شادی کرنی ہوگی۔ درمختار میں ہے: " شهدوا على مسلم بالردة وهو منكر لا يتعرض له ۔ لا لتكذب الشهود العدول بل لان انكاره توبة ورجوع يعني فيمتنع القتل فقط وتثبت بقية احكام المرتد كحبط عمل و بطلان وقف و بينونة زوجة لو فيما تقبل توبته "(كتاب الجهاد: ۲۹۷/۶) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲؍ جمادی الاول ۷۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شادی شدہ لڑکی سے زید کو محبت ہو گئی۔ اور اس کو لے کر کہیں چلا گیا اور باہر ہی اس کو ایک ناجائز لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے اس لڑکی کے شوہر سے کسی طریقہ سے طلاق دلوایا۔ اور زید نے بعد طلاق عدت پوری ہونے کے قبل ہی نکاح کر لیا۔ اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ نکاح درست نہیں اور زید کو کھانا بھی دینا ہوگا۔ غرضیکہ مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

محمد سمیع اللہ انصاری متصل جامع مسجد ٹھاکردوارہ ضلع بستی۔

الجواب

عدت کے اندر نکاح فاسد ہو گیا۔ عالمگیری میں ہے: " لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره كذالك المعتدة " (۳۵۸/۱) ان دونوں پر واجب ہے کہ فوراً علیحدہ ہو جائیں، عدت پوری ہونے کے بعد چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں۔ ان دونوں نے ناجائز تعلق پیدا کر کے گناہ کیا ہے کہ توبہ صادقہ یا جہنم کی آگ اس کو دھو سکتی ہے، جرمانہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷۵-۸۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مدرسہ انوار العلوم نام کا مسلمانوں نے قائم کیا جس میں بچوں کی دینی تعلیم ہو رہی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد چند منتظمین نے اس کا نام آفتاب العلوم اس بنا پر تبدیل کر دیا کہ ایک شخص اس نام پر ایک اچھی رقم مدرسہ کو دیں گے۔ اس شخص نے ایک پارسی عورت سے سول میرج کیا ہے۔ عورت اپنے مذہب پر قائم ہے۔ اسی سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شیراز عرف آفتاب احمد رکھا۔ تو اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ (۱) یہ شادی اسلامی اصول سے کیا حکم رکھتی ہے؟ (۲) شخص مذکورہ پر زنا کا حکم ہو گیا یا نہیں۔؟ جب کہ وہ خود کو مسلمان کہتا ہے۔ (۳) آفتاب احمد پر ولد الزنا کا حکم ہو گیا یا نہیں۔؟ (۴) آفتاب العلوم قواعد کی رو سے صحیح ہے یا نہیں؟ (۵) ایسے لڑکے کے نام پر کسی اسلامی مدرسہ کا نام رکھنا کہاں تک درست ہے؟ (۶) ان واقعات کو جانتے ہوئے بھی جو شخص شخص مذکور کی حمایت کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

عبدالشکور سلامت اللہ، محمد خلیل وغیرہ، کھیلا بھائی اسٹریٹ قاضی کی چال پیلا روم

۴۳ مدنپورہ بمبئی ۱۲؍ نومبر ۵۸ھ

الجواب

جس شادی کا سوال میں ذکر ہے وہ ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: " سنوا بهم سنة اهل الكتاب غير ناكحى نسائهم و آكلى ذبائحهم ۔ " (المصنف لعبد الرزاق: ۵۵/۶)

(۲) ضرور زنا کا حکم ہوگا۔ (۳) بچہ ولد الزنا ہوگا۔

(۴) آفتاب العلوم غلط ہے۔ کہ فارسی لفظ آفتاب کی اضافت عربی جائز نہیں۔

(۵) ایسے لڑکے کی طرف مدرسہ کا انتساب جائز ہے۔ لیکن یہ چیز عام مسلمانوں میں نفرت پیدا کرنے والی ہے۔ اس لیے اس سے احتراز بہتر ہے۔ دینی مدارس کا نام بزرگوں کے نام پر رکھا جاتا ہے۔

(٦) شخص مذکور اپنے اس فعل کی وجہ سے سخت فاسق وفاجر ہوا۔ اس کا احترام اور اس کی بیجا حمایت
ناجائز اور یہی حکم ہر شخص کا ہے جو کسی قسم کے گناہ میں مبتلا ہو۔ مثلاً نماز چھوڑنے والا، یا علی الاعلان داڑھی
منڈانے والا وغیرہ۔ واللہ تعالی اعلم عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۸۱) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
مسماۃ ہندہ سے زید نے نکاح کیا۔ ہندہ گیارہ سال زید کے ساتھ رہی، مگر نامردی کی وجہ سے زید
کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اور علاج ومعالجہ سے بھی کچھ نہ ہوا۔ ہندہ نے طلاق لے کر دوسری جگہ شادی کی اور
صاحب اولاد ہوئی۔ زید نے ایک دوسری عورت مسماۃ سائرہ صاحب اولاد سے شادی کی۔ کچھ دنوں بعد
اس کو بھی چھوڑ کر فرار ہو گیا، اس کا کچھ پتہ نہیں۔ مسماۃ سائرہ نے مجبور ہو کر دوسرے شخص مسمی اکبر سے
شادی کر لی۔ سائرہ بھی زید کو نامرد اور بہرا بتاتی ہے۔ ایسی صورت میں مسماۃ سائرہ کا دوسرا نکاح مسمی اکبر
سے ہوا، جب کہ زید سے مفقود الخبر ہونے کی وجہ سے طلاق حاصل نہ کی گئی۔ درست ہے یا نہیں؟ اور اب
کیا کرنا چاہئے؟
بشیر الدین، نیا بازار دھیناؤ۔ ۲۸ رجمادی الاولی ۸۷ھ

الجواب

عورت نے لاعلمی میں نامرد سے نکاح کیا ہو تو علاحدگی کی صورت ہے۔ لیکن عورت نے جان
بوجھ کر نامرد سے شادی کی ہو تو اس کو علیحدگی کا حق نہیں۔ "او المراۃ الاخری بحالہ لا خیار لھا علی
المذھب المفتیٰ بہ" پس صورت مسئولہ میں کہ زید سے طلاق حاصل کئے بغیر سائرہ نے اکبر سے نکاح
کیا وہ نکاح فاسد ہوا اور دونوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونا ضروری ہے۔
قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾[النساء:٢٤] ہاں زید اگر واقعۃً
مفقود الخبر ہو تو اس کی عورت قاضی کے یہاں اپنا معاملہ پیش کرے اور وہ زید کی یوم پیدائش سے ستر سال
بعد اس کی موت کا حکم کرے۔ اور سائرہ عدت وفات گذار کر دوسری شادی کر سکے گی۔ یہ امام اعظم کا
مذہب ہوا، اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے وہاں معاملہ پیش ہونے پر قاضی مزید چار سال انتظار و
تلاش کی مہلت دیگا۔ پھر بھی زید کا پتہ نہ چلے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے گا۔ پھر سائرہ عدت
گذار کر دوسری شادی کر سکے گی۔ واللہ تعالی اعلم
عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ رجمادی الآخری ۸۷ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۸۲) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
آج سے تقریباً تیرہ سال قبل ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی۔ اس وقت ہندہ بالغ اور زید اس
قدر چھوٹا ہے کہ اسے ہوش وحواس نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی طرف سے اس کے باپ نے قبول کیا، رخصتی
نہ ہوئی۔ اب اس کو دوسرے شخص نے رکھ لیا ہے۔ زید سے طلاق کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ انکار کرتا ہے کہ
اس جلسہ میں جو کچھ بھی ایجاب وقبول ہوا، باپ نے کیا، اس لیے انہیں سے کہو درآنحالانکہ والد اس کے مر
چکے ہیں۔ تفریق کی کوئی صورت ہو تو مطلع فرمائیں۔
منشی عبد الحئی، بشنپور رٹنڈواں بیچپڑوا ضلع گونڈہ ۲۹ راپریل ۶۰ھ

الجواب

ہندہ زید کی بیوی ہے اور جب اس کے والد نے نابالغی میں اس کی طرف سے ایجاب وقبول کیا تو
یہ اس کا ایجاب قبول ہوا۔ درمختار میں ہے:
"للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ ولزم النکاح" (باب الولی: ٤/١٢٧)
اب زید پر واجب ہے کہ یا تو خوش اسلوبی سے اس کو رکھے یا طلاق دے۔ قرآن عظیم میں ہے:
﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[البقرۃ:٢٢٩] اور اگر ایسا نہیں کرتا
تو سخت گنہگار و مجرم ہے۔ لیکن جب تک وہ طلاق نہیں دیتا ہندہ کے دوسرے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔
قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[البقرۃ:٢٣٧] ہاں اگر زبردستی بھی زید سے طلاق
حاصل کر لی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ "طلاق المکرہ واقع" (ہدایہ) واللہ تعالی اعلم۔
عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۵ رصفر ۸۰ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۸۳) **مسئلہ** : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید سے ہندہ کی شادی ہوئی ہندہ رخصت ہو کر جب زید کی گھر گئی تو معلوم ہوا کہ زید کے گھر
والے ایک طرف مسلمان ہیں تو دوسری طرف گھر کے اندر ایک مخصوص جگہ پر جھنڈی اور ترشول گاڑ کر اس
کی پوجا کرتے ہیں اور اس کے سامنے ناچتے ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خود ہندہ سے بھی یہ فعل بد
کرایا گیا جس کی وجہ سے ہندہ کچھ کھوئی کھوئی سی رہتی ہے، موقع پا کر ہندہ میکے چلی گئی اس پر ایک زمانہ گذر
گیا، بعد میں یہ معلوم ہوا کہ زید نے دوسری شادی بھی کر لی ہے، اب حضور سے یہ دریافت کرنا ہے کہ ہندہ
کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ہندہ اب دوسری شادی کرنے پر مختار ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی

میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد الیاس پلاموی۔ متعلم دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی مئو۔ (یوپی)

الجواب

غیر خدا کی پوجا شرک وکفر ہے، یہ مسئلہ فتاوی رضویہ میں ہے، پس صورت مسئلہ میں ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی ہی نہیں، اس لیے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں، ہندہ دوسری شادی کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

(۸۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ احمد کے ساتھ نکاح پڑھنے کی لڑکی سے اجازت محمود لے کر آئے اور محفل میں حاضر کو نکاح پڑھانے کی اجازت دیئے، اس درمیان کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، نکاح کے بعد جب مجلس برخاست ہوگئی تو خالد نے کہا کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا، پھر دوبارہ نکاح پڑھایا جائے گا، کیا خالد کا کہنا درست ہے، پھر دوبارہ نکاح پڑھا جائے گا؟ قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: وحید الرحمن قادری۔ ایسوا پور چھپرہ (سارن)

الجواب

اس مسئلہ پر تفصیلی بحث اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتاب "ماحی الضلالہ" میں ہے، جو ان کی کتاب فتاوی رضویہ کے جلد پنجم صفحہ ۱۲۱ پر ہے، تفصیل اسی میں دیکھی جائے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ایسا نکاح جس میں دلہن اجازت کسی اور کو نکاح پڑھانے کی دیتی ہے اور وہ کسی اور سے پڑھوا دیتا ہے۔ ایسا نکاح ہوتو جاتا ہے، مگر دلہن کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، یعنی دلہن اگر یہ کہہ دے کہ میں نے اس دوسرے شخص کا کیا ہوا نکاح جائز کیا، یا کوئی ایسا کام کرے جس سے رضامندی ظاہر ہو تو نکاح ہوجائے گا، اور اسی مجلس میں جب اسے خبر ملی اور رد کردیا کہ میں اس نکاح کو نامنظور کرتی ہوں تو نکاح رد ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

(۸۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے ہندہ خاتون کا عقد خالد کے ساتھ کیا تو ایجاب وقبول اس طرح کرایا کہ ہندہ خاتون ابن بکر کو آپ کے عقد میں دی جاتی ہے۔ بنت بکر کی جگہ ابن بکر کہہ دینے سے عقد صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور ایجاب وقبول کا صحیح طریقہ کیا ہے، فقط۔ بینوا توجروا:

محبوب احمد مصباحی، مدرسہ معین الاسلام قصبہ رتسر بلیا

الجواب

ایسا نکاح ہوگیا۔ بحر الرائق میں ہے "ولم یشترط تمیز الرجل من المرأۃ وقت العقد لما فی النوازل صغیر بن قال ابوا حدھما زوجت بنتی ھذہ من ابنک ھذا وقیل ثم ظھر الجاریۃ غلاماً والغلام جاریۃ جاز" اور اسی میں ہے۔ لو قال امر نی بنت صحیح التی فی وجھھا خال طالق ولم یکن لھا خال طلقت لانہ عرف امرأتہ بالنسبۃ ووصفھا بصفۃ فصحت التعریف ولغت الصفۃ" صورت مسئولہ میں بھی ناکح نے عورت کا نام اور نسبت صحیح بیان کیا، صرف وصف میں غلطی کی کہ لڑکی کے بجائے لڑکا کہہ دیا تو یہ صفت لغو ہوجائے گی اور نام اور نسبت کی صحت کی وجہ سے نکاح منعقد ہوجائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان، اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

(۸۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ جو دیوبندی کی لڑکی ہے، گویا ہندہ بھی اپنے باپ ہی کے مسلک پر ہوگی، زید سنی صحیح العقیدہ ہے، ہندہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ از روئے شرع مع حوالہ تحریر فرمائیں کہ اگر زید ہندہ سے نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا؟ اگر نہیں کوئی حیلہ تحریر فرمائیں تاکہ زوجین کا رشتہ مابین قائم ہوسکے۔ فقط والسلام۔ بینوا توجروا

المستفتی: صابر علی، گورکھپوری۔ ۷ دسمبر ۱۹۹۳ء

الجواب

ہندہ سے نکاح کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہندہ کو اس کے دیوبندی مذہب سے توبہ کرا کے اور سنی بنا کے اسے نکاح پڑھائیں، آخر سنی مرد کے ساتھ رہ کر اسے سنیت اختیار کرنا ہی پڑے گی جیسا کہ عام طور پر دیکھا گیا ہے تو نکاح سے قبل ہی سنی ہوجانے میں کیا حرج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۴ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

(۸۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

حضور ﷺ کا دین اور ان کی شریعت آنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین اور ان کی شریعت منسوخ ہوگئی۔

تو ایسی صورت میں اگر کوئی کلمہ گو مسلمان کسی عیسائی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو نکاح کرنے سے پہلے اس کو کلمہ پڑھانا ہوگا۔ یا بغیر کلمہ پڑھائے اس سے نکاح کرنا جائز ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبد الشکور ساکن ریوری ڈیہہ پوسٹ بھپورا ضلع مئو۔

الجواب

جو عیسائی عورت اپنے مذہب پر ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ بھی مانتی ہو، مسلمان کا نکاح اس سے جائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے:﴿اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ﴾[المائدۃ:۵]

آج تم پر پاک چیزیں حلال کی گئی اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال اور تمہارا کھانا انہیں بھی حلال ہے اور پاک مومن بیبیاں اور پاک اہل کتاب بی بیاں حلال ہیں۔

بچنا بہتر ہے، حدیث شریف میں ہے:" المرأ علی دین خلیله فلینظر من یخالل " فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۴ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

(۸۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ اور بکر کی شادی ہوئی، بوقت نکاح کچھ ایسی باتیں ہوئیں کہ قاضی صاحب نے ہندہ سے اجازت پانچ ہزار اکیاون روپیہ پر لیا۔ اور بکر کو پانچ سو اکیاون روپیہ قبول کرایا تو کیا ایجاب وقبول صحیح ہوا، اگر صحیح نہیں ہوا تو قاضی صاحب پر کوئی بار آسکتا ہے؟ اور اس کی کیا صورت ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: محمد مبارک حسین رضوی حنفی، مقام مہارے ڈیہہ پوسٹ مانک بار ضلع گریڈیہہ

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح موقوف ہوا۔ سوال یہ ہے کہ میاں بیوی میں ملاپ ہوا ہے یا نہیں، ملاپ نہ ہوا ہو اور عورت شوہر کے پاس رخصت ہو کر نہ گئی ہو تو اس کو اختیار ہے، جی چاہے پانچ سو اکیاون پر یہ نکاح قبول کرلے اور جی چاہے تو اس نکاح کو رد کردے اور اس کو مہر کے نام سے کچھ نہ ملے گا۔ اور میاں بیوی میں جدائی ہوجائے گی۔

اور عورت شوہر کے پاس جاچکی ہو اور خلوت صحیح ہو چکی ہو تب بھی عورت کو اختیار ہے، جی چاہے اسی پانچ سو اکیاون روپیہ مہر پر راضی ہو اور جی چاہے نکاح کو رد کر کے الگ ہو جائے، مگر اس صورت میں عورت کو مہر مثل ملے گا۔

فتح القدیر جلد سوم صفحہ ۳۰۴ میں ہے:" ولو کانت هی موکلة وسمت الفاً مثلاً فزوجها الوکیل ثم قال الزوج تزوجت بدینار فصدقه الوکیل فهی بالخیار ان شاءت اجازت

النکاح بدینار وان شاءت ردته ولها مهر مثل "

یہاں سب کو تسلیم ہے کہ عورت نے پانچ ہزار اکیاون پر اجازت دی اور وکیل نے پانچ سو اکیاون پر نکاح پڑھا تو حکم یہی ہوگا کہ وہ عورت چاہے تو پانچ سو اکیاون پر راضی ہوجائے اور چاہے تو نکاح کو رد کردے، دخول سے پہلے رد کرے گی تو کچھ نہ ملے گا اور دخول کے بعد رد کرے گی تو مہر مثل ملے گا۔ مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے خاندان میں اس جیسی عورت کا عام طور سے جیسا مہر باندھا جاتا ہے وہی دیا جائے گا۔ معاملہ کی درستگی کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عورت نکاح کو جائز کردے اور شوہر مہر میں اضافہ کردے، مہر میں طرفین کی رضا سے اضافہ ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۷ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

(۸۹-۹۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

(۱) بکر کا کہنا ہے کہ آج کل وہابی پر کفر کا فتویٰ ہے، اس نے سنی مسلمان کا نکاح پڑھایا تو جائز ہے؟ اس کے برخلاف زید کا کہنا کہ جائز نہیں ہے، کیونکہ جب مسلمان شاہد کا ہونا ضروری ہے، وکیل اصل کا فرع ہے اور فرع اصل سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ مہربانی کر کے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) ایک شخص نے بکر کی لڑکی سے شادی کیا اور اس سے خلوت صحیحہ بھی ہو چکی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ اس خلوت سے حمل ہوا یا نہیں ہوا بعد میں اس شخص کے بھائی نے اس کی منکوحہ بی بی سے وطی کیا، پھر حمل کا ظہور ہوا اور بچہ پیدا ہوا تو بچہ حرام کا ہے یا نہیں؟ اور وہ بچہ اس شخص کا ہوگا یا اس کے بھائی کا۔ قرآن وحدیث کی رشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد سلطان رضا مقام برواڈیہہ پوسٹ کیشواری ضلع گریڈیہہ بہار

الجواب

فتاویٰ رضویہ میں ہے: مرتد سے نکاح پڑھوانا ہرگز نہ چاہیے کہ مرتد کے پاس بیٹھنا تک شرعاً معیوب ہے، اگر شریعت اسلامیہ نافذ ہوتی اور بھائی شادی شدہ ہوتا تو زنا کے جرم میں سنگسار کیا جاتا اور کنوارا ہوتا تو سو کوڑے مارے جاتے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۴ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

(۹۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

غرض تحریر یہ ہے کہ اس علاقہ میں ایک بارات بے لڑکی لیے واپس آگئی، لڑکا کم سنتا ہے، لڑکے

(نوشاہ) سے ایجاب وقبول کرایا گیا، خطبہ پڑھایا گیا، لڑکے نے اثبات میں تین بار گردن ہلائی اور ہاں کہا نکاح کے بعد لوگ بضد ہو گئے کہ کلمہ پڑھو وہ کلمہ نہ پڑھ سکا، لہٰذا لڑکی والے نے لڑکی دینے سے انکار کردیا، جب کہ ایک دن قبل بکر کو بتایا گیا تھا کہ گونگے بہرے کا نکاح اشارے سے ہوگا۔ اس پر بکر نے یہ دلیل دی کہ گھر میں گانا گاتا ہے، والدین سے بولتا ہے اور کلمہ نہیں پڑھتا، مولوی بولا کہ بغیر کلمہ پڑھے نکاح ہو جائے گا، صرف گونگے کا اشارہ سے۔ دیگر لوگوں کے لیے کلمہ پڑھے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا، دلیل یہ دیا کہ ہمارے باپ دادا کو کلمہ کیوں پڑھایا گیا؟

جب کہ زید کا کہنا ہے کہ نکاح ہو گیا، نکاح میں کلمہ پڑھنا فرض وواجب نہیں، فرض ہوتا تو گونگے کو بھی کلمہ پڑھنا پڑتا، بغیر کلمہ کے نکاح ہرگز جائز نہیں ہوتا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا عقد نکاح میں بھی کلمہ نہ پڑھایا گیا۔

قرآن شریف میں بھی نکاح کے وقت کلمہ پڑھانے کا کوئی صریح حکم نہیں آیا ہے اور بہار شریعت اور دیگر فقہ کی کتابوں میں بھی کلمہ پڑھانے کے متعلق کوئی خبر نہیں۔ صرف ایجاب وقبول، دین مہر گواہوں اور خطبہ کا ذکر ہے اور گونگے بہرے کے نکاح کے لیے اشارے سے پڑھانے کا تذکرہ ہے۔ ان تمام دلائل کے باوجود دوبارہ کلمہ پڑھا کر نکاح پڑھانا فقہائے کرام کے فرمان کو بالائے طاق رکھ دینا اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی قائم کرنا کیسا ہے؟ کہ کلمہ تو کافر کو پڑھایا جاتا ہے، مؤمن کا کام صبح شام کلمہ پڑھنا، کیا صرف نکاح کے وقت ہی کلمہ پڑھایا جائے، بقیہ زندگی میں کلمہ نہ پڑھے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اس کا نکاح ہوا کہ نہیں علاقہ میں اس کی وجہ سے کشیدگی بڑھ رہی ہے! اکثر بارات بھی واپس ہو رہی ہے۔

المستفتی: محمد مسلم انصاری، چرچا کالری سرگوجہ

الجواب

اس مسئلہ میں دونوں طرف سے بے جا ضد اور ہٹ معلوم ہوتی ہے، دولہا والے ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ کہ گونگے کا نکاح اشارہ سے ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ اس نے زبان سے ہاں کہا تو گونگا کیسے ہوا؟ لڑکی والے کہتے ہیں کہ گھر میں گانا گاتا ہے اور ماں باپ سے بولتا ہے تو گونگا کیسے ہوا۔؟ اسی طرح سے لڑکی والوں کا نکاح کے بعد یہ کہنا کہ کلمہ پڑھو ورنہ نکاح نہیں ہوگا، بے جا جہالت ہے مسئلہ یہ ہے کہ دولہا کا اسلام ثابت ہو تو نکاح سے قبل کلمہ پڑھوانا ضروری نہیں۔ بے کلمہ پڑھائے ایجاب قبول سے بھی نکاح ہو گیا اور کلمہ پڑھا لیا گیا تب بھی کچھ غلط نہ ہوا بلکہ بہتر ہوا، فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۲ میں ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، بہتر ہونے میں کیا کلام کہ ذکر خدا اور رسول

جل جلالہ و ﷺ خیر محض ہے، خصوصاً تجدید ایمان کہ ایسے بھی حدیث شریف میں اس کا حکم ہے۔

اس لیے آپ کا لڑکا واقعۃً گونگا ہو اور الفاظ اس کے منہ سے نہ نکلتے ہوں تب تو کلمہ کا اقرار بھی وہ اشارہ ہی سے کریگا۔ اور نکاح کو بھی اشارہ سے قبول کرے گا۔ اور اگر وہ بول سکتا ہے اور اب تک آپ نے اسے کلمہ نہیں سکھایا تو اب سکھا دیجئے اور جس طرح اس نے ہاں کہہ کر قبول کیا، اسی طرح وہ کلمہ بھی ادا کرے۔ ایک مسلمان کے لیے یہ بہت بری بات ہے کہ اسے کلمہ بھی نہ آتا ہو۔ یہ صحیح ہے کہ نکاح کے لیے کلمہ ضروری نہیں، لیکن مسلمان ہونے کے لیے تو ضروری ہے تو اگر لڑکی والے جہالت سے ضد کر رہے ہیں تو آپ جب مسئلہ جاننے والے ہیں تو آپ کو تو ضد اور ہٹ دھرمی نہیں کرنا چاہیے۔ دولھا کو کلمہ سکھا کر کہلا دینا چاہیے، کلمہ پڑھوانا کوئی برا کام نہیں۔ آپ نے ابھی فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے سنا کہ بہتر ہے تو بہتر کام کرنے سے کیا انکار؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۱۶ ذی القعدہ ۱۴۱۵ھ

(۹۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ زید نے ایک نکاح پڑھایا اور اس طریقہ سے پڑھایا کہ پہلے دین مہر طے ہونے کے بعد زید نے دو گواہوں کو لڑکی کے پاس ایجاب وقبول کے لیے بھیجا، دونوں گواہ لڑکی کے پاس آئے زید کو بتایا کہ لڑکی قبول لی ہے، تب زید نے نکاح کا خطبہ پڑھا پھر لڑکا سے ایجاب وقبول کرایا۔ صورت مسئولہ میں کہ زید خود لڑکی کے پاس ایجاب وقبول کرانے نہیں گیا بلکہ دونوں گواہ کو بھیج کر ایجاب وقبول کرایا، اس صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟

المستفتی: محمد ذاکر، مکان نمبر A27/67 عالم پورہ بنارس پن کوڈ 221001

الجواب

نکاح پڑھانے والے کا خود عورت کے پاس جانا اجازت کے لیے ضروری نہیں، اگر دوسرے لوگوں نے زید کے نام سے اجازت لی کہ زید تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ اتنے مہر پر پڑھائے اور عورت نے اجازت دے دی، اس کے بعد زید نے نکاح پڑھا دیا تو نکاح صحیح ہو گیا اور اگر ان دونوں گواہوں نے لڑکی سے نکاح پڑھانے کی اجازت تو لی، لیکن خاص زید کے لیے نہیں تو اب زید نے نکاح پڑھایا ہو تو نکاح فضولی ہوا، جو لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا تو نکاح ہونے کے بعد اگر لڑکی نے نکاح ہو جانے کی خبر پا کر نکاح سے انکار نہ کیا، بلکہ اس پر راضی رہی تو اب یہ نکاح ہو گیا۔ کذا فی عامۃ الکتب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۸/۶/۱۴۱۶ھ

(۹۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ ہم انیس احمد ولد عبد السلام ہنکٹ اعظم گڈھ کے باشندہ ہیں علیم احمد ولد عباس اپنی بدچلن لڑکی کا عیب چھپانے کے لیے رات ۱۲ بجے، ۲۵/۳۰ آدمیوں سے مجھ کو پکڑوا کر لاٹھی ڈنڈے سے لیس ہو کر میرا نکاح کرا دیا، میرے دل کا اللہ گواہ ہے، میں نے دل سے نکاح نہیں قبول کیا بلکہ خوف وڈر کی وجہ سے قبول کیا۔ المستفتی: انیس احمد ولد عبد السلام ہنکٹ، اعظم گڈھ یوپی ۱۹۹۵ء ۱۰-۲

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح تو ہوگیا، اگر وہ عورت کو رکھنا نہیں چاہتا تو طلاق دے دے، اگر لڑکی رخصت نہ ہوئی ہو یعنی دونوں میں یکجائی نہ ہوئی ہو تو نصف مہر واجب ہوگا جس کو انیس احمد، علیم احمد سے وصول کرنے کا حق دار ہوگا۔

درمختار میں ہے: "وصح نكاحه وطلاقه وعتقه لو بالقول لا بالفعل ورجع بقيمة العبد ونصف المسمى ان لم يطاء" (كتاب الاكراه: ۹/۱٦٤) مجبور کر کے نکاح کیا یا طلاق دلوائی تو نکاح ہوگیا اور طلاق بھی واقع ہوگئی اور عورت سے صحبت نہ کی ہو اور طلاق دی تو آدھا مہر دینا ہوگا جسے وہ زبردستی کرنے والوں سے لینے کا حقدار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۹۴-۹۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کیا فرماتے ہیں مندرجہ ذیل کے اندر

(۱) جناب سکندر صاحب کا لڑکا جناب محمد صابر صاحب اور غنی صاحب کی لڑکی نسیمہ بی بی ان دونوں میں شادی ہوئی، اس کے بعد ایک سال تک اس بیچ میں لڑکی کے والد صاحب میاں بیوی کے ساتھ رہے، اس کے بعد شوہر غائب ہوگیا، لگ بھگ چھ سال تک اس بیچ میں لڑکی کے والد صاحب نے لڑکے کے والد سے کہا کہ آپ اب دوسرے لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیں، لڑکے کے والد نے انکار کیا، لیکن لڑکی کے والد نے دوسرے لڑکے سے نکاح کر دیا، اس کے بعد جو پہلے والا شوہر تھا وہ اپنے کام پر سے واپس آیا، نکاح کے چھ ماہ کے بعد، اور وہ جب آیا تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھنا شروع کر دیا کہ یہ ہماری بیوی ہے تو آپ فرمائیں کہ جو دوسری شادی ہوئی، اس میں کیا ہونا ضروری ہے؟

(۲) لڑکے کے ساتھ کیا ہو اور لڑکی کے ساتھ کیا ہونا ضروری ہے۔

(۳) قاضی کے ساتھ کیا ہونا ضروری ہے، آپ صاف صاف فرمائیں اس میں لڑکے کا والد اور لڑکی کے والد کا کہنا ہے کہ شریعت جو کہتی ہے اس کو ہم دونوں مانگے۔

المستفتی: خلیل احمد مقام گرہا پوسٹ پلاموبہار

الجواب

صورت مسئولہ میں دوسرا نکاح حرام ہوا، لڑکی اس کا باپ اور اس نکاح میں برضا ورغبت شریک ہونے والے سب گنہگار ہوئے، سب پر توبہ واستغفار واجب، وہ اپنے اس گناہ سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا عزم بالجزم ضروری ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ [البقرة: ۲۲۰] اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، کون سچی توبہ کرتا ہے اور کون جھوٹی۔ عورت پر پہلے شوہر نے قبضہ کر لیا یہ درست ہوا۔ شامی میں ہے "غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولادا ثم جاء الزوج الأول فالمرأة ترد الى الزوج الأول" دوسرے شوہر نے عورت سے جماع کیا ہو تو اس عورت کو اس نکاح کا مہر بھی دلایا جائیگا جو مہر مثل سے زیادہ نہ ہو، اور پہلے جائز نکاح کا مہر تو اس کو پہلے شوہر سے ملے گا دوسرے شخص سے اولاد اس دوسرے کو دی جائے گی۔ وهكذا في الفتاوى الرضوية واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۱ر شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

(۹۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے ایک بڑے بھائی ہیں، ان کی ایک لڑکی ہے جو کہ زید کی بھتیجی ہے، زید کی بھتیجی کے بطن سے ایک لڑکی ہے اور زید کا ایک لڑکا ہے تو زید اپنے بڑے بھائی کی لڑکی کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ یعنی زید اپنی بھتیجی کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا چاہتا ہے، کیسا ہے؟ حضور والا سے گذارش ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں مدلل اور مفصل جواب تحریری فرمائیں عین نوازش وکرم ہوگا۔ فقط والسلام

المستفتی: حافظ محمد علی اشرفی

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح جائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾ [النساء: ۲٤] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی۔ شمس العلوم گھوسی

(۹۸) **مسئلہ**: دریافت مسئلہ اینکہ ایک شخص کی شادی ہوئی اور لوگ پہلے لڑکے کو دیکھنے کی غرض سے آئے، لڑکا پسند ہوگیا اور فوراً گھنٹہ بھر کے درمیان نکاح پڑھایا گیا اور جب بارات گئی تو قاضی گواہ لے کر لڑکی سے یہ کہا کہ تمہاری بغیر اجازت سے نکاح پڑھایا ہوں، کیا تم ان کو قبول کرتی ہو؟ اور لڑکی نے اجازت بھی دے دیا اور اب لڑکی سے دریافت کرنے گئے تو گواہ اول نہیں، بلکہ صرف گواہ ثانی تھے، اول کی جگہ دوسرے شخص کو لے لیا گیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں شرع کی رو سے ہمیں جانکاری دیں اور اگر نہیں ہوا تو اس کی بھی وضاحت بتائیں؟ فقط المستفتی: مولوی محمد نوشاد عالم ربانی، چھپرہ (بہار)

الجواب

صورت مسئولہ میں جب لڑکی اطلاع کے بعد اس نکاح سے راضی ہوگئی تو نکاح ہو گیا، اگرچہ اجازت کے وقت گواہ بدل گئے بلکہ سرے سے گواہ نہ ہوں تب بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے گواہ کا ایجاب وقبول کے وقت ہونا ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی یکم ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(۹۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید وہندہ کے درمیان سالہا سال سے محبت تھی، بعدہ ھندہ نے زید سے کہا کہ آپ مجھ سے شادی کر لیجئے تو زید نے اپنے والدین سے چھپ کر کورٹ میرج کر لیا، دو مسلم گواہوں کے سامنے۔ یہ نکاح از سر نو شرعاً ہوا یا نہیں؟ المستفتی: محمد افضال راہی، مدرسہ عربیہ کنز العلوم مادو دنگھ اتر محلہ اورائی وارانسی

الجواب

زید وہندہ مسلمان تھے تو صورت مسئولہ میں جب کہ شوہر کے وکیل اور ہندہ میں دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوا ہو تو نکاح شرعاً صحیح ہو گیا کہ نکاح کا رکن ایجاب وقبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۱۰۰-۱۰۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) شریعت مطہرہ کے مطابق ایک نکاح منعقد ہو گیا، مگر کوئی اسے ناجائز سمجھے اور پھر سے نکاح پڑھائے تو ایسے دوبارہ نکاح کا حکم دینے والے اور دوبارہ پڑھانے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) ایک شخص نے کافرہ عورت کو پیغام نکاح دیا (اور اس نے اسلام لانے کا وعدہ بھی لیا) اس نے پیام قبول کر لیا اس نے، اس کے گھر جا کر یوں ہی نکاح کر لیا اور اسے اپنے گھر لے کر واپس ہوا تو صرف کلمۂ اسلام پڑھایا اور دوبارہ نکاح کیا تو اس کافرہ کا کلمہ ایمان معتبر ہو گا یا نہیں، نیز ایسے پیغام دینے والے شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) کیا اس زمانے کے جاہل ان پڑھ دیوبندی عوام جو اپنے کفریہ عقائد سے بالکل ناآشنا ہیں، ان پر بھی کفر کا فتویٰ عائد ہو گا یا صرف جانکار لوگوں پر؟

(۴) اگر کوئی دیوبندی عالم دو سنی مسلمان گواہوں کی موجودگی میں کسی کافرہ عورت کو کلمہ اسلام پڑھائے اور وہ صدق دل سے پڑھے تو کیا وہ مسلمان ہو گی؟

(۵) ایک سنی مسلمان نے دو سنی مسلمان گواہوں کی موجودگی میں کافرہ عورت سے نکاح کیا تو کیا اس کافرہ عورت کو ایمان پیش کرنے کے ساتھ دوبارہ نکاح پڑھانے کی ضرورت پڑے گی یا صرف اس کا ایمان لانا نکاح اول کی بقاء کے لیے کافی ہوگا؟ المستفتی، محمد امتیاز عالم، گیریڈی، بہار

الجواب

(۱) بے علم مسئلہ بتانا اور فتویٰ دینا حرام ہے۔ اس لیے جس نے جائز نکاح کو ناجائز بتایا گناہ گار ہوا۔ البتہ دوبارہ نکاح پڑھانے میں کوئی شرعی قباحت نہیں، فقہ کی کتابوں میں جاہلوں کو ہر دن تجدید ایمان اور ہر مہینے میں تجدید نکاح کا حکم ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "والاحتیاط ان یجدد الجاھل ایمانه کل یوم ویجدد النکاح عند شاھدین فی کل شھر مرة اومرتین"۔

(۲) کافرہ عورت کو پیغام نکاح دے کر ایجاب وقبول کیا اور اس طرح اس کو تصرف میں لایا تو از ابتدا تا انتہا اس کی حرکت معصیت وگناہ ہوئی اور وہ فاسق اور معصیت کار رہا اور اس سلسلے میں کسی کفر کا ارتکاب کیا تو کافر بھی ہو گیا اور اگر ہر معصیت سے بچتے ہوئے اس ارادے سے اس نے پیغام دیا اور اس سے عقد کیا کہ پھر مسلمان بنا کر اسلامی طریقے سے اسے اپنے نکاح میں لاویگا اور اسی کے موافق عمل در آمد بھی کیا تو جرم وگناہ کا مرتکب نہ ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: "انما الاعمال بالنیات" اسلام لانے کے لیے کفر سے توبہ وبرأت ضروری ہے، برات کا اظہار کبھی یوں بھی ہوتا ہے، جیسے یہاں کا کوئی ھندو کہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، مجھے مسلمان کر لیا جائے تو کلمہ پڑھانا کافی ہے۔ شامی میں ہے: "فان کان من صنف الاول والثانی فقال لا اله الا الله یحکم باسلامه لان هو لاء یمنعون عن الشهادت فاذا اقر وابها کان ذلك دلیل ایمانهم" اور اگر خاص کفر بکا تھا یا کلمہ پڑھتے وقت یہ سمجھ نہ سکے کہ میں مسلمان ہو رہی ہوں، یوں ہی یہ سمجھے کہ مجھے کلمہ شہادت پڑھوایا اور اس نے پڑھ دیا تو مسلمان نہ ہوئی، اسی میں ہے: "ولو اتی بهما علی وجه العادة لم ینفعه مالم یتبرأ"۔

(۳) یہ صحیح ہے کہ جو جاہل مسلمان اہل دیوبند کے کفر پر مطلع نہ ہوا اور لاعلمی میں انہیں مسلمان سمجھ رہا ہے، اس پر کفر کا فتویٰ نہیں ہوگا، لیکن یہ لاعلمی ہوئی مستقل عذر نہیں، ایسے لوگوں کو جب ان کے کفر سے آگاہ کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ فلاں فلاں علمائے دیوبند پر ان کی فلاں فلاں بات کی وجہ سے علمائے عرب وعجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے تو اب اس پر لازم ہے کہ وہ اس غلط مذہب سے برأت ظاہر کرے اور ان سے الگ ہو کر سنیوں میں شامل ہو، اگر ایسا نہیں کرتا ہے اور انہیں اب بھی مسلمان ہی سمجھتا ہے تو انہیں کے ساتھ یہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

(۴) اسلام لانے کے لیے کلمہ تلقین کرنے والے کا ہونا کوئی شرط ضروری نہیں ہے، اس لیے کسی سے بھی سیکھ کر جو دل سے اس کی تصدیق کرے اور زبان سے اس کا اقرار کرے، ہم اس کو مسلمان تسلیم کریں گے، البتہ اسلام قبول کرنے والوں کو کسی مسلمان کا کلمہ تلقین کرانا ایک سنت متوارثہ ہے تو کلمہ تلقین کرنے کا حق مسلمان کو ہوگا، نہ کہ وہ شخص جو خود دائرۂ اسلام سے خارج ہو۔

(۵) کافرہ اہل کتاب نہ ہو تو اس کا نکاح مسلمان کے ساتھ صحیح نہیں اور مرتدہ ہو تو اس کا نکاح کافر یا مسلمان کسی کے ساتھ صحیح نہیں، اسلام لانے کے بعد اس کا نکاح دوبارہ پڑھانا ضروری ہے۔ فقط والسلام

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۵ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

(۱۰۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

محمد اکرم اپنی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رشتہ میں بھانجی ہے، اس لیے شادی کرنا ٹھیک نہیں، محمد اکرم کا کہنا ہے کہ جب پھوپھی کی لڑکی سے شادی ہو سکتی ہے اور یہ تو پھوپھی کی لڑکی کی لڑکی ہے تو اس سے کیوں نہیں ہو سکتی۔ اس لیے آپ شرع کی روشنی میں فرمائیں۔

المستفتی، محمد اکرم انصاری

الجواب

قرآن شریف میں حقیقی یا ماں جائی یا باپ ایک ہو ایسی بہنوں سے اور ان کی لڑکیوں سے شادی حرام ہے، چچیری یا پھوپی زاد اور خالہ زاد بہنوں سے جائز ہے۔

ارشاد الٰہی ہے ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾ [النساء: ۲۴] اس لیے یہ شادی جائز ہے۔ محمد اکرم ٹھیک کہہ رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

(۱۰۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ساس بہو میں کسی بات پر جھگڑا ہوا، جھگڑے کے بعد بہو گھر سے نکل کر میکے جا رہی تھی کہ راستہ میں اس کے شوہر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ کہنے لگی کہ اگر تم مجھے اپنے گھر لے جاؤ گے تو تم میرے باپ ہو گے اور اگر نہیں لے جاؤ گے تو سر لگو گے۔ شوہر بیوی کو پکڑ کر اپنے گھر لایا۔ پھر اپنے شوہر کے گھر رہنے لگی۔ اس سے اولاد بھی پیدا ہوئیں اس صورت میں کیا بیوی شوہر کے حق میں رہ جائے گی؟ نیز اولاد کے لیے کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی، تنویر اشرف رضوی پورنوی

الجواب

سوال میں ذکر کیے ہوئے الفاظ عورت کی بکواس ہیں۔ اس کا کوئی اثر نہ ہوگا، البتہ آخرت میں کہ اس پر اس کو سزا ملے گی، دنیا میں عورت کے ان جملوں سے اس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑیگا کہ نکاح ختم کرنے کا اختیار شریعت میں صرف شوہر کو دیا گیا ہے۔

قرآن شریف میں ہے ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة: ۲۳۷] نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے، وہ بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے اور اس کے لڑکے لڑکیاں شوہر کی جائز اولاد ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۴ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

(۱۰۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حبیب میاں نے اپنی بیوی اور سالی دونوں کو اپنے نکاح میں رکھا ہے اور دونوں سے اولاد بھی پیدا ہو چکی ہیں۔ اب گناہوں سے بچنے کا کون سا راستہ ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب سے اطلاع فرمائیں۔

حبیب میاں اپنی منکوحہ بیوی سکینہ خاتون کی موجودگی میں اپنی سالی سے نکاح کر لیا، کیونکہ ان کی سالی جس کا نام مدینہ خاتون ہے، کی فطری غلطیوں کی بنا پر ایسا ماحول بن گیا تھا کہ اسے سوائے طوائف بننے کے کوئی چارہ نہیں تھا، ساتھ ہی ساتھ حبیب میاں ایک جاہل شخص ہے جو قرآن وحدیث کی جانکاری سے بے بہرہ ہے۔ اور اسے اتنا بھی معلوم نہیں تھا کہ سالی سے نکاح حرام ہے۔ یہاں تک کہ وہ جس ماحول میں رہتے ہیں وہاں پر بھی لوگوں میں دین کی تعلیم نہیں۔ اور ان کا نکاح سالی سے کرا دیا گیا۔ اس معاملہ کو گذرے آج کوئی بارہ سال ہو گیا ہے، ابھی ان کے پاس اپنی بیوی سے سات اولادیں ہیں اور سالی بھی تین اولاد ہے۔ اب جب ان کے گاؤں کے کچھ لوگ دین کی جانکاری حاصل کیے ہیں تو لوگوں نے ان پر زور ڈالنا شروع کیا ہے کہ آپ اپنے پاس سالی کو نہیں رکھ سکتے یہ حرام ہے۔ جب کہ ان کی سالی مدینہ خاتون کی عمر اب ڈھل چکی ہے۔ اور ایسے ماحول میں اس کا دوسرا نکاح ہونا بھی مشکل ہے۔ بڑی مہربانی ہوگی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں، کیا حبیب میاں اپنی بیوی کے ساتھ اپنی سالی جس کے ساتھ ایک زمانہ سے رہتے آئے ہیں ایک ساتھ نکاح میں رکھ سکتے ہیں؟

المستفتی، محمد لیسین خاں قادری۔ پانڈو گوہاٹی آسام

الجواب

صورت مسئولہ میں حبیب میاں کی سالی کا حبیب میاں کے ساتھ نکاح ہوا ہی نہیں، جتنے دنوں

انھوں نے اس کو اپنے ساتھ رکھا، حرام کاری کی۔ اور جو بچے پیدا ہوئے ناجائز ہوئے۔ حبیب میاں اور ان کی سالی پر واجب ہے کہ لاعلمی میں جو کچھ کیا اس سے خدا سے توبہ و استغفار کریں اور اب جب مسئلہ معلوم ہو گیا۔ تو فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ طلاق کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں چونکہ حبیب میاں نے اس کو ناجائز طور پر اپنے تصرف میں رکھا، اس لیے وہ عدت گذارے۔ اور اس کے بعد کسی دوسرے مرد سے شادی کرے۔ ایسے نکاح کو قرآن عظیم میں حرام فرمایا ہے۔ ﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ [النساء:۲۳] دونوں بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی کوئی سبیل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۶ ذوالقعدہ ۱۴۱۱ھ

(۱۰۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ زید نے بکر کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کی ۱۹۹۱ء-۷-۱۰ کو، بعد شادی کے پتہ چلا کہ لڑکی حاملہ تھی، کیونکہ شادی کے بیس دن کے بعد لڑکی کا حمل اسقاط کرایا گیا، بعد اسقاط حمل کے لڑکی کے پستان سے دودھ بھی آتا رہا، ایسی صورت میں نکاح جو ہوا تھا وہ قائم ہے کہ نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ المستفتی: محمد کلیم خان، ندا، سرائے ضلع مئو

الجواب

سائل سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکی غیر شادی شدہ بلکہ باکرہ تھی، ایسی صورت میں اگر بالیقین یہ معلوم ہوا کہ اس کے حمل تھا تو یہ حمل زنا کا ہوگا اور جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح ہو جاتا ہے۔ ہدایہ میں ہے "وان تزوج حبلی من الزناء جاز النکاح ولا یطائها حتی تضع حملها" (هدایه اولین: کتاب النکاح:۲۹۲) جس نے زنا سے حاملہ عورت سے نکاح کیا تو نکاح جائز ہے البتہ شوہر اس وقت تک اس سے صحبت نہ کرے کہ حمل پیدا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۴ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

(۱۰۹-۱۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) کہ ہندہ کو پہلے والے شوہر نے طلاق ابھی نہیں دیا اور ہندہ چاہتی ہے کہ دوسرا نکاح کروں یہ ازروئے شرع میں فرمائیں کہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) حضور آپ یہ فرمائیں کہ ایک لڑکی ابھی عدت کے اندر ہے، ابھی تک عدت گذار رہی تھی کہ لڑکی کے گھر والوں نے اس لڑکی کا نکاح دوسرے کے ساتھ کروا دیا تو کچھ لوگوں کا اختلاف ہوا کہ قاضی اور تمام حاضرین مجلس جو شادی شدہ ہیں، سبھوں کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ شرع کی روشنی میں بیان فرمائیں

عین کرم ہوگا۔ المستفتی، حافظ محمد جلال الدین صاحب، مقام کیپلو پوسٹ رویائے ڈیہ ضلع گریڈیہ (بہار)

الجواب

صورت مسئولہ میں آپ کے دونوں سوالوں کے جواب یہ ہیں کہ ایسا نکاح جائز نہیں ہوا اور جس کا نکاح پڑھا دیا ان دونوں پر لازم ہے کہ فوراً علیحدہ ہو جائیں، اور جن لوگوں نے مسئلہ کے لاعلمی میں یہ نکاح پڑھا دیا اور اس میں شریک رہے توبہ استغفار کریں، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره و کذلك المعتدة" (۱/۳۵۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۴ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

(۱۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید جو کہ اپنے کو سنی ظاہر کرتا ہے، لیکن شبہ کی بنا پر ایک سنی صحیح العقیدہ عالم نے اسے عقائد باطلہ سے توبہ کرا کے اور کلمہ پڑھا کر اس کا نکاح سنی لڑکی سے پڑھا دیا، ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا حکم اس عالم پر کیا نافذ ہوتا ہے جواب سے مدلل تحریر فرمائیں۔ المستفتی، مشہود احمد اعظمی بربل گنج گورکھپور

الجواب

شبہ دور کرنے کے لیے تحقیق کرنے کا حکم قرآن شریف میں ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ [الحجرات:۶] اور توبہ استغفار بھی ان امور میں ہے جن کا شرع میں بار بار حکم آیا ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا﴾ [نوح:۱۰] تو مولانا نے توبہ کرا کے کلمہ پڑھا کے نکاح پڑھایا تو شرعاً کوئی جرم نہیں بلکہ یہ اچھا کام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

(۱۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اجمل کا نکاح صدر النساء سے ہونا تھا، مگر غلطی سے اس کی چھوٹی نابالغہ بہن بدر النساء سے نکاح پڑھا دیا گیا، صدر النساء اجمل کے گھر آ گئی ہے، اب اس کے نکاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور صدر النساء نے ولی اور دو گواہوں کے سامنے اجمل کے ساتھ نکاح پڑھانے کی اجازت دی تھی اور بدر النساء کی مہر کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد مصطفیٰ ولد الٰہی بخش مقام و پوسٹ پرسو پور ضلع اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں اجمل کا نکاح بدر النساء کے ساتھ ہو گیا اگر اجمل صدر النساء کو رکھنا چاہتا ہے تو

وہ بدرالنساء کو طلاق دے دے اور اس کا آدھا مہر اس پر واجب ہے جس کو کوئی دوسرا معاف نہیں کر سکتا، بالغ ہو کر بدرالنساء مہر کو معاف کر سکتی ہے، بدرالنساء کو طلاق دینے کے بعد صدرالنساء سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۱۳-۱۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) قومی جماعت کا طلاق دینے والے پر پانچ سال کے لیے طالق پر نکاح کی پابندی لگانا اور ایک سال کے لیے پوری بستی کا اس سے سلام وکلام لینا، دینا بند اور اس کے ذوی الارحام مثلاً والدین وغیرہ کو بھی ان باتوں کا اپنے ساتھ پابند کرنا اور عدم پابندی پر ان کا بھی اسی طرح طالق کے ساتھ بائیکاٹ کرنا کیسا ہے؟۔

(۲) ستر فی صد حلال روزی اور تیس فی صد نا جائز مثلاً ۷۰ فی صد اصلی دودھ اس میں ۳۰ فی صد پاؤڈر کا دودھ ملا کر اصلی کہہ کر بیچنے والے کا صدقہ قبول کرنا یا اس کے پاس لینے کے لیے جانا اور ایسے آدمی کا اس صدقہ کی رقم پر ثواب کی امید رکھنا جائز ہے یا حرام؟۔

الجواب

(۱) ہر حال میں طلاق دینے والے کا بائیکاٹ کرنا شرعاً جائز نہیں کیونکہ بعض صورتوں میں طلاق دینا شرعاً مباح ہے۔ بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۵ میں ہے:

وجہ شرعی ہو تو مباح ہے۔ اسی کو فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۴۰۱ میں لکھا، اگر حاجتے باشد مباح است۔ اور مباح پر نہ عذاب ہے نہ ثواب۔ تو دنیا میں ایسے آدمی کا بائیکاٹ کرنا یا نکاح ثانی سے روکنا کیسے جائز ہوگا؟ اور بعض صورتوں میں طلاق دینا مستحب اور باعث اجر وثواب ہے۔

فتاوی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا میں درمختار سے ہے: بل یستحب لو موذیۃ او تارکۃ صلوۃ۔

(کتاب الطلاق: ٤/٣١٥)

بہار شریعت میں اسی کو اردو زبان میں کہا: بعض صورتوں میں مستحب ہے، مثلاً عورت شوہر کو یا اوروں کو ایذا دیتی ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو تو شریعت تو ایسی عورت کو طلاق دینے والے کو اجر وثواب دے اور مسلمان اس کو سزا دیں یہ کیسے جائز ہوگا؟

اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہوتا ہے۔ اسی موقع پر بہار شریعت میں ہے۔

مثلاً شوہر نامرد یا ہجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے کہ وہ جماع کرنے پر قادر نہیں۔ ایسی صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچاتا ہے تو ایسے طلاق دینے والے کا بائیکاٹ کرنا خود موجب سزا

ہوگا۔ ہاں بے ضرورت طلاق دینا ضرور ممنوع وگناہ ہے۔

فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۴۰۶ میں ہے: ہاں بے حاجت وبلا وجہ شرعی طلاق دینا مکروہ وممنوع ہے اس کا مرتکب گنہگار ہوتا ہے۔ ایسے آدمی کے لیے پنچایت ضرور سزا مقرر کر سکتی ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو طلاق دے کر بھی عورت کو اذیت دینے کے لیے انکار کرتے ہیں کہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی ہے تاکہ دوسری جگہ اس کا نکاح نہ ہو سکے۔ مہر نہیں دیتے جہیز کا سامان نہیں لوٹاتے یا بے طلاق دیئے ہوئے بھی عورت کو طرح طرح کی تکلیف دیتے ہیں، ان سب کے اور ان کی حمایت کرنے والوں پر جماعت اور برادری کے لوگ سخت برتاؤ کر سکتے ہیں۔ ہاں کوئی قانون بناتے وقت خیال رکھنا چاہیے کہ یہ احکام شرع کے متصادم نہ ہو۔

(۲) ایسے شخص کا صدقہ اور چندہ قبول کرنا جائز ہے۔

فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۱۶ میں ہے: جب تک ہم کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ خاص روپیہ جو ہمیں دے رہا ہے، وجہ حرام سے ہے۔ اس کا لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، کچھ حرج نہیں۔

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد

اور لینے والا محتاج ہو تو وہ تو خاص حرام مال بھی بطور صدقہ قبول کر سکتا ہے۔ مال حرام کا مصرف یہی ہے کہ جس سے لیا اس کو یا اس کے وارث کو لوٹائے اور وہ نہ ہوں تو مسکینوں کو دے۔

البتہ جو لوگ ایسے حرام پیسوں میں بدنام ہوں، ان کے پاس مانگنے کے لیے جانا غیرت اسلامی کے خلاف ہے۔

اسی فتاوی رضویہ ص ۴۶۹ میں ہے: بازاری عورتوں کے عطیات سے بچنا ہی اولیٰ ہے۔

رہ گئی اس رقم پر امید ثواب رکھنے کی بات جس کا تعلق حرام کمانے والے سے ہے، اس نے اگر یہ نیت کی کہ یہ صدقہ اس ۲۵ فی صد سے دے رہا ہوں جو حرام ذریعہ سے کمایا اور اس پر ثواب کی نیت کی تو اسے تو یہ حکم تھا کہ حرام رقم کو لوٹا دے یا فقراء کو دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۸ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

(۱۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید اپنی برادری والے کو سمیلن میں شریک ہو کر شادی کرنے کو کہتا ہے اور ایک عرصہ سے یہ رسم ورواج چلا بھی آرہا ہے۔ سمیلن کا مطلب یہ ہے کہ چند گاؤں یا شہر یا قصبہ والے ایک متعینہ جگہ پر جمع ہو کر تیس تیس و چالیس لڑکے ولڑکیوں کی شادی رچاتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کو اپنی

برادری والوں کو اس کی دعوت دے کر برانگیختہ کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد شہاب الدین شمسی راجستھان

الجواب

اگر سمیلن کا مطلب صرف یہ ہے کہ شادی کرنے والے طرفین کے لوگ ایک مجلس اور ایک جگہ اور ایک ہی وقت جمع ہو کر باری باری پچاسوں جوڑوں کا عقد نکاح میں منسلک کرتے ہیں اور کسی قسم کی خلاف شرع حرکت اس مجلس میں نہیں ہوتی تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، جو کام انفراداً جائز ہے، وہ اجتماعی طور پر الگ ایک جگہ یا ایک وقت میں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ قرآن شریف میں ہے:

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ [النساء: ۳]

مطلق ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ انفرادی اور اجتماعی دونوں طریقوں سے ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۷ر جمادی الاخری ۷اھ

(۱۱۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

نکاح خواں بھری محفل میں دولہا کے سامنے بذریعہ وکیل ایجاب کے الفاظ کہلوائے تو دولہا نے قبول کے الفاظ یوں ادا کئے۔ انشاء اللہ میں نے قبول کیا، بعدہ محفل نکاح برخاست ہوئی۔

دریافت یہ ہے کہ نکاح کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ کسی آئندہ زمانہ کی طرف نسبت نہ کی ہو، نہ کسی شرط نا معلوم پر معلق کیا ہو۔ اور لفظ انشاء اللہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ مذکورہ صورت میں انشاء ماضی کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اور قرینہ بھری محفل نکاح کے منعقد ہونے پر دلالت کرتا ہے تو کیا اس صورت میں نکاح صحیح ہوا کہ نہیں؟ اگر نہیں تو کیا کاروائی کی جائے اور اب تک جو زندگی زوجین نے گذاری اس پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

(۲) اگر کسی فرد کی فرض نمازیں قضا ہوگئیں اور وہ دنیا سے چل بسا اور وہ زندگی میں نوافل کی کثرت کیا کرتا تھا تو کیا کل قیامت میں حساب کے وقت قضا نمازوں کی کمی کے وقت نوافل کو فرض کے مماثل قرار دے کر حساب کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں انشاء اللہ کا اثر عقد پر خود پڑے گا اور عقد نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اور جتنے دنوں تک وہ اس حالت میں میاں بیوی کی طرح رہے، فعل حرام میں مبتلا رہے۔

(فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۶۵۱)

ان دونوں پر لازم ہے کہ علم کے بعد علیحدہ ہو جائیں، پھر باہم عقد صحیح کریں۔ اور چونکہ ان دونوں نے معاملات زنا لاعلمی میں کیا، اس لیے ان پر کوئی الزام نہیں۔ اسی میں ہے: لاعلمی میں معتدہ غیر سے نکاح کیا تو اس پر نہ الزام نہ گناہ۔ مگر اب علم کے بعد متارکہ اور نکاح صحیح ضروری ہے۔

(۲) ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۷۰ میں ہے: جب تک فرض ذمہ ہے، نفل قبول نہیں کیا جاتا، تو نوافل ایسی صورت میں مقبول ہی نہیں، تو ان کو فرض کے بدلہ میں قبول کرنے کا کیا سوال؟ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع ۸ر رمضان ۷اھ

(۱۱۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مسماۃ قمر النساء ساکن دھانے پور کی شادی تقریباً سولہ سال کی عمر میں مسمی محمد رفیق بن ریاست علی سے ہوئی تھی تقریباً پانچ سال کا عرصہ ہوا اب تک رخصتی نہیں ہوئی، رخصتی کا پیہم پیغام دینے کے باوجود قمر النساء کے والد بھیجنے کو تیار نہیں ہیں۔ اب قمر النساء کی طرف سے حکومت میں یہ دعوی دائر ہوا ہے کہ میری شادی نابالغی میں میرے ماموں اور ماں نے کر دی ہے۔ اگرچہ اس وقت نکاح لڑکی کے والد کی ولایت میں ہوا ہے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد میں اس شوہر سے راضی نہیں ہوں، اس لیے یہ نکاح فسخ کر دیا جائے حالانکہ وہ خود بالغہ تھی اور اس کے والد بھی موجود تھے۔ نیز اس نے ایجاب وقبول کیا تھا، مذکورہ سطور میں چند باتیں حل طلب ہیں۔

(۱) لڑکی کے بلوغ کی حد کیا ہے؟ (۲) آثار بلوغ کیا کیا ہیں؟

(۳) عند الشرع بالغہ خود اپنے ایجاب وقبول وغیرہ کی مختار ہے کہ نہیں؟

(۴) بالغہ ہو کر اپنے والد کی ولایت میں ہے یا نہیں؟

(۵) اگر ہے تو اس حالت میں والدین نکاح باطل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۶) اگر کچہری نے نکاح باطل ٹھہرا دیا تو کیا عند الشرع بھی نکاح باطل ہو جائے گا اور دوسری جگہ مسماۃ قمر النساء کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۷) اگر والدین کے ایماء سے دوسری جگہ نکاح ہو جائے تو کیا جرم ہوگا اور فقہ شرع کے نزدیک ایسوں سے کیا سلوک ہونا چاہیے؟ مذکورہ باتوں کے تحت شوہر مسمی رفیق خاں اگر شرعاً کسی جرم میں ماخوذ ہوں تو بھی رقم فرمائیں۔ اور اب مسمی محمد رفیق کو کیا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا

احقر: منشی ریاست علی موضع نگوان ساکن جلاپورہ ڈاکخانہ مہدیاں اسٹیٹ ضلع گونڈہ

الجواب

لڑکی کو احتلام ہو یا حیض آوے یا حاملہ ہو جائے بالغ ہو جانے کا حکم لگایا جاویگا۔ اگر یہ سب نہ

ہوں تو پندرہ سال کی عمر میں بالغ سمجھی جائے گی۔ "والجارية بالاحتلام و الحيض و الحمل و اذليس ذلك يحكم ببلوغ الغلام و الجارية اذا اتى عليه خمس عشر سنة" اگر بالغہ نے اپنا نکاح کفو میں کیا تو چاہے ولی کی اجازت نہ ہو، نکاح ہو گیا۔ ہدایہ میں ہے: "و ينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها و ان لم يعقد عليها ولى بكرا كانت اوثيبا" (باب فی الاولیاء: ۲۹۳)
پس جب کہ مساۃ قمر النساء کا نکاح حالت بلوغ میں اس کی اجازت سے ہوا تھا تو فسخ نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۳؍ذوالقعدہ ۸۳

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۱۸-۱۲۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) نکاح فاسد و باطل میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو دونوں کی جامع ومانع تعریف کیا ہے؟
(۲) نکاح بزوجہ مفقود الخبر بعد انتظار شدید و نکاح باخت زوجہ موجودہ فاسد ہے یا باطل؟
(۳) نکاح باطل میں اگر بعد دعوی تفریق یا متارکہ ہو تو عدت واجب ہے یا نہیں؟
(۴) نکاح فاسد میں اگر مرد متارکہ پر راضی نہ ہو تو عورت کی خلاصی کی کیا صورت ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نثار احمد، بازار مہراج گنج پوسٹ جوت چاند پارا ضلع بہرائچ شریف

الجواب

(۱) نکاح فاسد و باطل کے فرق کے سلسلہ میں کوئی قول فیصل نہیں ملا۔ صاحب فتح القدیر نے فرق کا انکار کیا ہے اور صاحب بحر نے فرق بیان فرمایا ہے۔ علامہ شامی نے دونوں قول نقل کیے ہیں لیکن کوئی فیصلہ ان کی عبارت سے بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ آپ شامی کے باب المہر و باب العدۃ میں تفصیل دیکھیں۔

(۲) انتظار شدید کی آپ نے کوئی مدت نہ بیان کی ہے۔ اگر مطلب یہ ہے کہ حنفی مذہب پر مدت نہ ختم ہوئی تھی، دیگر مذاہب پر ہوئی تھی تو ظاہر ہے کہ فاسد ہے۔ شامی میں ہے: "كل نكاح اختلف العلماء فى جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه موجب للعدة فعلى هذا يفرق بين الفاسد و الباطل فى العدة" (کتاب الطلاق: ۱۵۷/۵) اور نکاح باخت زوجہ موجودہ باطل ہے۔ اسی میں ہے: "اذلو تاخر احدهما عن الاخر فالمتاخر باطل قطعا" (فصل فی المحرمات: ۹۳/۴)

(۳) باطل سے مراد اگر باطل محض ہے تو اس میں تفریق ہے نہ متارکہ، وہ تو سرے سے نکاح ہوتا ہی نہیں۔ دخول اس میں زنا ہے اور زانی پر حد ہے۔

(۴) تفریق قاضی اور وہ نہ ہو تو تفریق اعلم علمائے بلد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۵؍شعبان ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس اشرفیہ مبارک پور   الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ

(۱۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید سنی ہے اور بکر دیوبندی، زید کی شادی بکر کی لڑکی سے ہوئی۔ اور اس نکاح کو سنی آدمی نے پڑھایا، اب لڑکی جب زید کے گھر میں آئی۔ تو پوچھنے پر بولی کہ اب میں سنی ہو گئی تو اب وہی نکاح جو دیوبندی ہونے کے حالت میں ہوا تھا کافی ہوگا۔ یا دوسرا پڑھنا پڑے گا؟ اور اگر نکاح ثانی کی ضرورت ہے تو نکاح ثانی سے پہلے ان دونوں کے باہم وطی کا کیا حکم ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبد الستار مقام اختیار پور ضلع چھپرہ بہار

الجواب

دیوبندی ہونے کی حالت میں جو نکاح ہو وہ کافی نہیں، نکاح کا قاضی سنی ہو یا غیر سنی، اس عورت کے دیوبندی مذہب سے توبہ واستغفار کے بعد دوسرے نکاح پڑھانا ہوگا۔ اس نکاح سے قبل دونوں میں جو وطی ہوئی وہ قطعی حرام ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۲۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

زید نے نکاح پڑھایا یا نکاح پڑھاتے وقت کلمہ شریف نہیں پڑھایا، بکر کہتا ہے کہ جب تک پانچوں کلمہ نہیں پڑھایا جائے گا، اس وقت تک نکاح نہیں ہوگا۔ نکاح پڑھانے میں کلمہ پڑھانا ضروری ہے، زید کہتا ہے کہ کلمہ شریف پڑھانا ضروری نہیں ہے، بلکہ کلمہ شریف پڑھایا جاتا ہے باعث برکت کے لیے، لیکن بکر بار بار کہتا ہے کہ جب تک کلمہ شریف نہیں پڑھایا جائے گا نکاح نہیں ہوگا۔ لہذا بکر نے عمر سے ایجاب وقبول خطبہ ہو جانے کے بعد کلمہ پڑھایا، لیکن پھر ایجاب وقبول نہیں کرایا، اب علمائے دین جواب دیں کہ نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟ پھر بکر کہتا ہے کہ اگر زید فلاں فلاں مقام پر ہوتا تو اس کا گھونگھا میں گلا پکڑ کر کاٹ کر پھینک دیتا اور بہت ہی برابر الفظ استعمال کرنا شروع کیا، زید خاموشی سے سنتا رہا، زید محلہ کے قاضی اور امام ہیں۔ علمائے دین سے اپیل ہے کہ زید عمر بکر کے بارے میں جو شریعت کا حکم نافذ کریں۔ بینوا تو جروا

المستفتی: سراج الدین، دار العلوم قادریہ جائی پور ضلع گورکھپور

الجواب

شریعت میں نکاح گواہوں کی موجودگی ایجاب وقبول کر دینے کا نام ہے، خطبہ بھی ضروری نہیں،

کلمہ شریف کی کیا بات۔ ہاں خطبہ سنت اور کلمہ شریف مسلمانوں میں پڑھانے کا رواج پڑ گیا ہے، زید نے اگر ایجاب وقبول سے پہلے کلمہ نہیں پڑھایا نکاح ہوگیا۔ اس میں کوئی خلل نہیں۔

ہدایہ میں ہے: "النکاح ینعقد بالایجاب والقبول" (کتاب النکاح:۲۸۵)

نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے، بکر یا کوئی بھی جو اس شدت سے اصرار کررہا ہے کہ بغیر کلمہ پڑھائے نکاح ہوتا ہی نہیں، شریعت پر افتراء کررہا ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے اور زید کو سخت سست کہہ کے جو تکلیف پہنچائی ہے اس سے معافی مانگے، اور یہ اعلان کرے کہ بھائیو جو میں نے غلط مسئلہ بتایا تھا اس سے رجوع کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۸؍شوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۱۲۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی دو لڑکیوں کی ایک ساتھ شادی ہوئی اتفاق سے شب زفاف میں لڑکی بدل گئی صبح لڑکی کی ماں کو پتہ چلا۔ المستفتی محمد امام اختر جامعہ حبیبیہ سلطانپور

الجواب

صورت مسئولہ میں کتب فقہ میں دو صورتیں لکھی ہیں۔ یہ وطی بالشبہ ہے، اس میں نہ عورت پر کوئی جرم ہے نہ مرد پر، ہاں چونکہ ان دونوں نے ایک دوسرے کی بیوی سے انجانے میں صحبت کی ہے، اس لیے دونوں اپنی اپنی موطوءہ کو مہر مثل ادا کریں۔ اور دونوں عورتیں عدت گزاریں، پھر بعد عدت دونوں اپنی اپنی اصل بیویوں کو جن سے ان کا نکاح ہوا ہے، رخصت کرا کر لیجائیں۔

درمختار میں ہے: ولایحد بوطء اجنبیة زفت الیه وقیل هی عرسك وعلیه مهرها بذلك قضی عمر وعلیه العدة۔

اور ایک دوسرا فیصلہ جو زیادہ خوشگوار ہے، یہ ہے کہ دونوں شوہر اپنی اپنی عورتوں کو ایک ایک طلاق دے دیں اور اسی عورت سے نکاح پڑھالیں جس کے ساتھ شب زفاف منائی ہے۔

عالم گیری میں ہے:

قال لکل واحد منهما طلق امرأتك تطليقة فطلقها ثم زوج من كل واحدمنهما الامرأة التي دخل بها وقال: قوماالی اهلك علی بركة الله. فقال سفيان رحمه الله تعالیٰ ماهذا الذي صنعت؟ فقال احسن الوجوه واقربها الی الالفة وابعدها عن العداوة، اما كان يبقی فی قلب كل واحد منهما شیء بدخول اخيه بزوجته ولكنی أمرت كل واحد منهما

حتی یطلق زوجته ولم یکن بینه وبین زوجته دخول ولا خلوة ولا عدة علیها من الطلاق، ثم زوجت كل امرأة ممن وطئها وهی معتدة منه وعدته لا تمنع نكاحه وقام كل واحد منهما مع زوجته وليس في قلب كل واحد منهما شیء۔ (كتاب الحيل،فصل فی النكاح:۶/۴۹۹) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۸؍ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

(۱۲۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کا کہنا ہے کہ میرا نکاح خالد کے ساتھ گھر والوں نے زبردستی سے اقرار کروایا۔ ہندہ سسرال میں صرف دوروز تھی، اس کے بعد میکے چلی آئی، اختر علی ہندہ کو پانچ مہینے کے بعد لے کر بھاگ گیا، حالانکہ خالد ابھی تک طلاق نہیں دیا۔ ہندہ کا دوسرا نکاح اختر علی کے ساتھ مورخہ ۱۹؍مئی ۱۹۹۸ء کو ہوا، اس صورت حال میں ہندہ کا نکاح اختر علی سے جائز ہوا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ:- ہندہ کا بیان ان لوگوں کی موجودگی میں ہوا۔ (۱) محمد الیاس (۲) علاء الدین (۳) محمد اسلام (۴) محمد غلام جیلانی (۵) عبدالجلیل۔ المستفتی: محمد اسلام مقام علی نگر ضلع مئو

الجواب

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے شریعت کے خلاف کام کرتے ہیں، اور دنیا بھر کی مصیبتیں مول لیتے ہیں، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ:

"لایجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح" (هداية:۴۹۴)

بالغہ عورت کے اولیاء کو زبردستی کرکے کسی کے ساتھ بیاہنا جائز نہیں، اب زبردستی بیاہ دیا تو اس کی سزا بھی بھگتیں، لڑکی علی اختر کے ساتھ راضی تھی، وہ کفو تھا تو اس کے لیے کردیتے۔ لیکن زبردستی ہی سہی اگر جبرا بھی اس سے خالد کے ساتھ نکاح کے لیے کہلایا گیا۔ اور اسی اجازت پر خالد کے ساتھ نکاح پڑھادیا گیا تو وہ خالد کی عورت ہوگئی۔ اب وہ کسی دوسرے کے لیے بغیر خالد سے طلاق لیے حلال نہیں۔ جتنے دن اختر علی کے ساتھ رہی حرامکاری کی اور زندگی بھر اسی طرح رہی تو حرامکاری کرتی رہے گی، اب صرف دو صورت ہے۔ خالد اس کو رکھنا چاہتا ہو۔ اور ہندہ بھی اس کے ساتھ رہنے پر تیار ہو تو وہ اس کی عورت ہے، وہ اسے لاکر اپنے ساتھ رکھے اور خالد اسے رکھنا نہ چاہتا ہو، لیکن سزا دینے کے لیے لٹکائے رکھنا چاہے تو یہ بھی نہایت بڑا گناہ ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا

فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماً﴾[النساء:۱۲۹] عورت کو ہرگز ہرگز لٹکا کر نہ رکھو۔

اسی میں ہے:﴿وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلّاً مِّن سَعَتِهِ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعاً حَكِيماً﴾[النساء:۱۳۰]

اگر میاں بیوی علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کردے گا۔

تو دوسری صورت یہ ہے کہ خالد ہندہ کو مہر کے بدلہ میں طلاق دے دے اور ہندہ اس کو قبول کرلے پھر ہندہ عدت گزار کر جس سے چاہے شادی کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۲ رشوال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۱۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

پھول محمد کی شادی شاہجہاں سے ہوئی، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ اس کو پستان نہیں ہے۔ اور پستان کا راستہ ہے لیکن خون وغیرہ نہیں آتا ہے۔ اس سے صحبت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی نہیں ہے۔ بلکہ ہجڑا ہے۔ اور اس کو کچھ لطف حاصل نہیں ہوا۔ شادی شاہ جہاں سے ہوئی یا نہیں؟ جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی محمد شریف، مقام چھپی حضر پور ضلع بلیا، مورخہ ۲۵؍۱۰؍۱۹۹۹ء

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح تو ہوگیا۔ اور شوہر طلاق دے تو اس کو مہر بھی دینا پڑے گا۔ فتاوی رضویہ پنجم ص ۴۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی مئو، ۲۷؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

(۱۲۷۔۱۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ

امیر الدین علاقہ کا چوکیدار تھا، اس کے پاس چند لڑکے تھے بڑے لڑکے کا نام شمیم الدین اور دوسرے کا نام امین الدین، باپ نے اپنے بعد چوکیداری کرنا امین الدین کے نام سے تھانہ میں درج کرایا تھا۔ امیر الدین اپنے بڑے لڑکے شمیم الدین کی شادی کرا کر انتقال کرگیا۔ ابھی امین الدین نابالغ تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد امیر الدین اس کام کو کرنے گیا۔ اب جب کہ امین الدین ہوشمند ہوا شمیم الدین اپنے کو امین الدین ثابت کرنے کی جتن اور کوشش کرنے لگا، کچھ دن قبل شمیم الدین نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دیا۔ پھر حلالہ کرکے دوسرا نکاح قاضی نے اس طرح پڑھایا کہ پہلے امین الدین کہا اور عرف میں شمیم الدین۔ اب قرآن وحدیث کی روشنی میں نکاح ثانی پر شوہر کا نام بدل کر اصلی، عرفی بتانا کہاں تک درست ہے؟ آیا ایسی صورت میں نکاح ہوا یا نہیں؟ اثبات یا نفی پر مدلل جواب قرآن وحدیث سے عنایت کریں نفی کی صورت میں گواہان وقاضی پر شرعی حکم کیا ہے، جب کہ قاضی بھی گاؤں ہی کا ہے۔

(۲) ایک ایسا حافظ قرآن جو رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں تین جگہ ایک ہی تاریخ میں

تراویح سنانے کی جدا جدا گفتگو کرکے کسی جگہ تراویح نہ سنایا، تینوں جگہوں کے مقتدیوں کو دھوکہ دیا ایسے حافظ کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت تو نہیں ہے۔

(۳) ایک عالم دین مسلک اعلیٰ حضرت سے منسلک سلسلہ رضویہ میں سرکار مفتی اعظم ہند سے بیعت ہیں عید کی نماز ریڈیو کی خبر پر پڑھایا، پوچھنے پر جواب دیا کہ ماحول سے مجبور تھا۔ اس پر شرعی کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: اعجاز احمد رضوی قصبہ پورنیہ

الجواب

(۱) عام رواج یہی ہے۔ نکاح کی محفل میں دولہا خود موجود رہتا ہے اور عقد نکاح کو وہ خود ہی ''میں نے قبول کیا کہہ کر'' قبول کرتا ہے تو نام کی غلطی کا نکاح پر اثر اس وقت پڑتا ہے جب کہ منکوحہ یا ناکح خود مجلس میں نہ ہوں۔ جن کا نکاح پڑھایا جارہا ہے وہ خود محفل میں موجود ہو تو نام کی غلطی سے کوئی اثر نہیں پڑتا نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔

شامی حاشیہ درمختار میں ہے:"فانها لو كانت مشارا اليها وغلط في اسم ابيها او اسمها لايضر لان تعريف الاشارة الحسية اقوىٰ من التسمية"

(كتاب النكاح: مطلب في عطف الخاص على العام: ۷۸/۴)

جس عورت کا نکاح پڑھایا جائے اگر وہ خود نکاح کی مجلس میں موجود ہو تو خود اس عورت یا اس کے باپ کا غلط نام لینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، یعنی نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔

صورت مسئولہ میں اولاً تو نام لینے میں ایسی غلطی نہیں پائی گئی جس سے نکاح پر اثر پڑے، کیونکہ نکاح خواں نے اصلی نام اور نقلی نام دونوں کا ذکر کرلیا۔

عالمگیری میں ہے:"جارية سميت في صغرها باسم فلما كبرت سميت باسم آخر. قال: تزوج باسمها الآخر اذا صارت معروفة باسمها الاخر والاصح عندي ان يجمع بين الاسمين" (۳۴۶/۱)

لڑکی کا بچپن میں دوسرا نام تھا اور بڑے ہوکر دوسرا نام ہوا تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ نکاح دونوں نام سے کیا جائے۔ ثانیاً: بالفرض نام لینے میں غلطی ہوئی تو یہ غلطی نکاح خواں کی ہے، شوہر تو وہاں موجود ہے اور اپنی طرف سے خود قبول کررہا ہے کہ میں نے قبول کیا۔ اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ زوجین میں کوئی خود موجود ہوکر ایجاب وقبول کرے نکاح صحیح ہوگیا۔ نام لینا بھی ضروری نہیں ہوتا۔

(۲۔۳) دونوں صورتوں میں اپنے اس حرام فعل سے توبہ استغفار ضروری ہے توبہ صادقہ کریں

تب انہیں امام بنایا جائے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی مئو، ۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(۱۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نکاح اول اور نکاح ثانی میں فرق کیا ہے؟۔

الجواب

کوئی فرق نہیں، شرعاً نکاح کے بعد میاں بیوی پر یکساں حقوق عائد ہوتے ہیں۔

(۱۳۱) **مسئلہ**: نکاح کم عمر والی عورت کے سارے حقوق زیادہ عمر والے مرد ہونے والے میں یا یوں ہی زیادہ عمر والی عورت کم عمر والے مرد سے ہونے پر کیا کراہت ہے۔

الجواب

اگر شوہر عورت کے سارے حقوق ادا کرتا ہے تو کوئی کراہت نہیں ہے اور ادائے حقوق پر قادر نہیں اور بے جوڑ شادی کر لیا۔ تو طلاق دے۔

(۱۳۲) **مسئلہ**: زید نے ایک ایسی بیوہ عورت سے نکاح کیا مذکور عورت کے تین بچے ہیں مگر عمر ۱۴، ۱۲، ۱۰، والے ہیں مگر ان بچوں کی پرورش زید اپنے ذمہ قبول نہیں کرتا صرف بیوی کا نان ونفقہ وہ بھی نفقہ کی تعداد کے طور پر یعنی ہر ماہ تین سو روپیہ دیتا رہوں گا۔ کیا بچوں کی پرورش زید کے ذمہ لازم نہیں ہوگی؟ زید نفقہ تعداد کے ساتھ دے سکتا ہے؟

الجواب

ان میں جو بچے نابالغ اور کمانے کے لائق نہیں ہیں ان کا نفقہ زید پر نہیں ان بچوں کے باپ پر ہے، اور وہ نہ ہو تو ان کے رشتہ داروں پر بحساب وراثت، بیوی کا نفقہ ضرور زید پر ہے، جس کو چند عادل دیندار مسلمان عورت اور مرد اور زمانہ کی حالت دیکھتے ہوئے مقرر کریں گے، اس کے لیے ہر ماہ رقم مقرر کی جا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۱۳۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے کسی غیر مطلقہ عورت کو نکاح انجانے میں پڑھا دیا، کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ اسکا شوہر موجود ہے اور طلاق بھی نہیں دی ہے، ایسی حالت میں زید پر شرعاً کیا حکم ہوگا۔ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: مولانا محمد ذاکر حسین چھاپ مظفر پور

الجواب

زید توبہ واستغفار کرے اور آئندہ بے تحقیق نکاح نہ پڑھائے۔ اور جن کا نکاح غلط پڑھایا، ان سے جا کے کہے کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا، تم دونوں علیحدہ ہو جاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

(۱۳۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی منکوحہ ہندہ نے بغیر طلاق کے عمر سے شادی کر لی۔ دریافت یہ امر ہے کہ ہندہ کو کیا کرنا چاہیے کہ وہ حدود شرع میں رہ کر اپنی زندگی گذارے یعنی جس کے ساتھ اس نے بعد میں شادی کی ہے اس کے ساتھ رہنا بھی چاہتی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں ہندہ کو کیا کرنا چاہیے ؟

عبدالغفور، مبارک پور پورہ خضر، اعظم گڈھ

الجواب

ہندہ کا اپنے شوہر سے طلاق لیے بغیر عمر کے ساتھ شادی کر لینا ناجائز وحرام ہے۔ قران عظیم میں ہے: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاء﴾[النساء:۲۴] شوہر والی عورتوں سے شادی حرام ہے، ان دونوں پر لازم تھا کہ فوراً علحدہ ہو جائیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور ہندہ زید سے طلاق حاصل کر لے تو اس کی شادی عدت گذارنے کے بعد عمر سے ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی

(۱۳۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک چھتری نے ایک شادی شدہ مسلمان عورت سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا۔ لڑکی حاملہ ہو گئی تو لوگوں کو پتہ چلا۔ ہندو مسلمانوں کی پنچایت ہوئی۔ لڑکا مسلمان ہونے پر راضی ہو گیا۔ وہاں کے عام لوگوں کی رائے کچہری نے بھی ان دونوں کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔ وہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کچھ دئے بغیر یہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حمل پانچ ماہ کا ہو گیا۔ ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

شمس الدین کوثن جا گاؤں چوک بھوخمن ضلع سنگھ بھوم

الجواب

آپ کی تحریر صاف نہیں پڑھی گئی۔ جیسا سمجھ میں آیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندو کی آشنائی ایک مسلمان عورت شادی شدہ سے ہوئی۔ لڑکی حاملہ ہو گئی تو لوگوں کو معلوم ہوا۔ پنچایت میں دونوں نے اس کا اعتراف کیا اور ہندو نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ جس کی تصدیق کچہری و پنچایت دونوں نے کر دیا۔ اب جب کہ وہ شخص اپنے اسلام پر قائم ہے۔ تو اس کے مسلمان ہونے کے ناجائز ہونیکی کوئی وجہ نہیں۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾[النساء:۹۴] جو اپنے اسلام کا اقرار کرے اس کے اسلام سے تم انکار نہ کرو۔ ہاں لڑکی چونکہ شادی شدہ ہے۔ اس لیے اس کو نومسلم سے علیحدہ کر لینا چاہیے۔ جب تک اس کا شوہر طلاق نہ دے اور عدت گزر نہ جائے وہ لڑکی کسی کے لیے حلال نہیں۔ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ" اسی طرح قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾[النساء:۲۴] واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۳۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مفیدالنساء کی شادی نابالغی میں عبدالباری سے ہوئی۔ عرصہ بیس سال کا ہوا، اس دوران مفیدالنسا تین چار بار شوہر کے یہاں گئی۔ سات سال ہوئے عبدالباری پوربی پاکستان چلا گیا کبھی کبھی مکان پر آتا ہے مگر بیوی سے کوئی تعلق نہیں۔ سات سال کے بعد مفیدالنساء نے شوہر کے رویہ اور اپنی روزی سے تنگ آ کر اپنی دوسری شادی کر لی۔ یہ دوسرا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ فقط۔

فریدالدین کریسنی پوسٹ روناپور ضلع اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ عبدالباری زندہ ہے اور پاکستان سے یہاں آتا جاتا ہے تو جب تک وہ طلاق نہیں دیتا مفیدالنساء کی شادی دوسرے کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾[النساء:۲۴]۔ عالمگیری میں ہے۔ لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذلک المعتدہ۔ اس لیے مفیدالنساء اور جس نے اس سے دوسری شادی کی دونوں پر لازم ہے کہ فوراً علیحدہ ہو جائیں۔ ہاں عبدالباری جب یہاں آئے اس وقت اسے سمجھا بجھا کر یا کچھ دے دلا کر یا زبردستی ہی اس سے طلاق لے کر یا پاکستان ہی سے وہ طلاق بھیج دے، تب مفیدالنساء کی شادی کسی دوسرے سے ہو سکتی ہے اور یہ جو عبدالباری نے اس کو معلق لٹکا رکھا ہے یہ اس کا بہت بڑا ظلم وگناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔   عبدالمنان اعظمی ۲۹ رذوالحجہ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۳۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنا نکاح ہندہ کے ساتھ کیا، نکاح کے دو مہینہ بعد ہندہ کے کچھ خصائل کے بموجب زید

نے اپنے نکاح سے نکال دیا اور نہ ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے اور نہ ہی طلاق دے رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں قیامت تک طلاق نہیں دے سکتا اور اگر ایک ہزار روپیہ مجھ کو ملے تو میں طلاق دے دونگا اور ہندہ اپنا نکاح بکر سے کرنا چاہتی ہے اور بکر ایک ہزار روپیہ پر قادر نہیں ہے، کیا ایسی حالت میں ہندہ بغیر طلاق کے اپنا نکاح بکر سے کر سکتی ہے مسئلہ سے باخبر فرمائیں۔

صغیر احمد قادری ٹھوٹھی باڑی گورکھپور

الجواب

زید کا یہ طرز عمل ہندہ کے ساتھ بالکل غیر اسلامی ہے اور ظلم صریح ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا کَالْمُعَلَّقَةِ﴾[النساء:۱۲۹] اس کو اپنے اس طرز عمل سے توبہ کرنا چاہیے اور سخت عذاب میں بھی گرفتار ہے، لیکن جب تک وہ ہندہ کو طلاق نہیں دیتا اس کی شادی بکر یا کسی شخص سے نہیں ہو سکتی۔ عالم گیری میں: "لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۱ رذوالحجہ ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۳۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی شادی ہندہ سے ہوگئی، ہندہ کسی وجہ سے زید کے یہاں سے چلی گئی اور بکر سے بلا طلاق شادی کر لی اور بکر سے حمل بھی ہوا۔

سوال یہ ہے کہ ہندہ کا دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں۔ اور بکر وہندہ کا یہ فعل کیسا ہے۔ اب تقریباً چار ماہ ہوئے کہ بکر نے ہندہ کو طلاق دے دی اب بکر کب نکاح کر سکتا ہے؟

المستفتی: محمد جمن موضع سنی پوسٹ سٹھیاں ضلع اعظم گڑھ

الجواب

ہندہ کی شادی جو دوسرے شخص سے ہوئی اگر اس نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ عورت شادی شدہ ہے، اور اپنے شوہر اول سے طلاق حاصل نہیں کی ہے، اس سے نکاح کیا تو یہ نکاح ہوا ہی نہیں۔ دونوں سخت مجرم اور گنہگار ہوئے۔ اور جس نے اس میں شرکت کی اور مدد پہنچائی اور بے توبہ کیے مرے تو عذاب الٰہی کے مستحق ہوئے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان لوگوں کو عبرت ناک سزا دی جاتی۔

ہدایہ میں ہے: "ومن تزوج امراۃ لایحل لہ نکاحھا فوطیھا لا یجب علیہ الحد عند ابی حنیفۃ لکنہ یوجع عقوبۃ اذا کان علم بذلک وقال ابو یوسف ومحمد والشافعی علیہ الحد" (اولین:۴۹۶) جس نے جان بوجھ کر کسی عورت سے شادی کی جو اس کے لیے حلال نہ تھی اور اس

سے صحبت کی تو امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں سخت سزا دینی چاہئے۔ اور امام شافعی اور قاضی ابو یوسف رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ان پر حد ہے یعنی ان کو سنگسار کر دیا جائے۔

لیکن موجودہ حکومت میں جب اس کا امکان نہیں تو اب دونوں پر لازم ہے کہ دونوں فوراً علاحدہ ہو جائیں اور صدق دل سے اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو بکر اس سے شادی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۶ر رجب ۸۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۳۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید پہلے سے ناچ گانے میں مشغول تھا، زید کی شادی کم سن لڑکی سے ہوئی، جب زید کی بیوی بالغہ ہوئی اور اس کے گھر میں رہنے لگی تو زید کو ان کی بیوی نے بارہا اس حرکت سے روکا مگر وہ اس سے باز نہیں آیا۔ تب زید کی بیوی اپنے ماں باپ کے یہاں چلی گئی اور ماں باپ سے کہا کہ ہم کو اس سے چھوڑائیں تو ہندہ کے ماں باپ نے زید سے چھاپ انگوٹھا اور اقرار نامہ لیا اور اس اقرار نامہ میں شرائط بھی لکھے گئے ہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں، کہ زید نے اقرار نامہ لیا کہ ہم دیگر ایسی حرکت کریں تو اس کو آپ لوگ طلاق نامہ سمجھیں گے اور آپ لوگوں کی جو مرضی ہو وہ کریں گے۔ زید کے گھر اس اقرار نامہ کے بعد ہندہ گئی، پھر زید نے پہلی حرکت شروع کر دیا، اس حرکت کو دیکھ کر پھر ہندہ اپنے ماں باپ کے وہاں چلی گئی، اس کے بعد ہندہ کے ماں باپ اور بستی والے اسی اقرار نامہ پر دوسرے سے ہندہ کی شادی دلائی اور ہندہ سے ایک لڑکا پیدا بھی ہوا، پھر زید کسی جگہ سے آرہا تھا، ہندہ سے اثناء راہ میں ملاقات ہوگئی اور ہندہ شوہر اول زید کے ساتھ چلی آئی، جب ہندہ کو اپنے گھر لایا تو گاؤں والوں نے اس چیز کی پکڑ کی تو زید ایک عالم سے استفتاء طلب کیا، اس عالم نے یہ جواب دیا کہ زید شوہر اول کا نکاح صحیح ہے اور وہ توبہ کرے، اسی دن سے ہندہ شوہر اول کے گھر رہتی ہے اور ہندہ سے چار بچے ہوئے ہیں جس میں ایک انتقال کر چکے ہیں اور باقی تین موجود ہیں، پھر زید اپنی پرانی حرکت میں آگیا ہے، حالانکہ ہندہ ایک سیدھی سادھی لڑکی ہے اس سے ہندہ کو تکلیف گزرتی ہے اور ہندہ کی شادی دوسرے سے ہوئی یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اب صورت مسئولہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ باتوں کی تحقیق کر کے اور زید شوہر اول پر کیا حکم صادر ہوتا ہے اور ہندہ کا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جمیل اختر موضع کڑھا مدرسہ رضا دار العلوم کڑھا ضلع پورنیہ مورخہ ۶ راگست ۶۹ء

الجواب

اللہ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے خوب پیٹ بھر کر حرام کاری کرتے رہتے ہیں اور جب جی اکتا جاتا ہے تو فتوی پوچھتے ہیں، صورت مسئولہ میں حکم صرف زید شوہر اول پر ہی نہیں لگے گا، ہندہ پر بھی لگے گا، اور ان سب لوگوں پر بھی جو اتنے دنوں تک خاموش تماشائی بنے رہے اور ان عالم صاحب پر بھی جنہوں نے نکاح صحیح ہونے کا فتوی دیا، بھلا نکاح صحیح تھا تو توبہ کس چیز کی کرائی؟ صورت مسئولہ میں زید پر واجب ہے کہ فوراً ہندہ کو چھوڑ دے۔ عالم گیری میں ہے "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ" جب زید نے ہندہ کو اقرار نامہ لکھ کر طلاق دی اور اس نے دوسری شادی کر لی تو اب وہ زید کی عورت ہی نہیں، اس لیے زید اس کو اپنے پاس رکھ کر حرام کاری کرتا رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۷ر ذو القعدہ ۸۹ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ نابالغی میں ہوئی، پانچ سال کے بعد رخصتی ہوئی، ایک رات اپنے شوہر کے یہاں رہی، پھر اپنے میکے چلی آئی اور زید دو مہینہ کے بعد لاپتہ ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد ہندہ کا باپ معلوم کرنے گیا تو زید کے باپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ کچھ پتہ نہیں ہے، خدا جانے زندہ ہے یا مر گیا ہے اور یہ بھی کہا کہ جاؤ اپنی لڑکی کا عقد کہیں دوسری جگہ کر دو، اس کو لاپتہ ہوئے چار سال ہوگئے، جب اس مسئلہ کو ایک آدمی سے پوچھا تو اس نے ہندہ کے باپ سے کہا کہ جاؤ زید کو بلالو وہ خود یہاں کہدیں کہ اس کا انتقال ہوگیا، پھر اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ سے کر دو، تین مرتبہ ہندہ کا باپ گیا، مگر آنے سے اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ تم لوگوں کے سامنے کیسے منھ دکھاؤں گا مگر اچانک کسی ضرورت سے آیا تھا، راستے میں ملا تو اس نے کہا کہ میرا لڑکا زندہ ہے اور خط بھی دیتا اور فلاں تاریخ تک آئے گا تو اس سے کہا کہ اچھا جس تاریخ تک تم کہتے ہو اس تاریخ تک تمہارا لڑکا نہیں آئے تو تم یہاں چلے آنا اور ہندہ کے باپ سے کرایہ لے کر چلے جانا اور زید کو لے آؤ مگر دو مہینہ ہوگیا آج تک نہیں آیا ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ زید کے باپ نے کہا ہے کہ ہندہ کا نکاح کہیں دوسری جگہ کر دو، جب زید آئے گا تو طلاق دلوا دوں گا۔ اس صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: فیض اللہ رسول آباد بکھرا بستی

الجواب

زید جب زندہ ہے اور اس کا خط آیا ہے تو بغیر طلاق حاصل کئے ہندہ کی شادی دوسری جگہ نہیں

ہو سکتی۔ عالم گیری میں ہے:" لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ "واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۹۱ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ازطرف عبد الرزاق۔ لڑکی آٹھ سال کی تھی، [illegible] ماں باپ نے کردیا، گیارہ سال کی عمر ہوئی، اس کا گونا ہوا وہاں ایک ہفتہ رہی تھی، پھر چھ ماہ کے بعد [illegible] گئی، قریب پندرہ روز تک وہاں رہی، لڑکا کم عقل ہے اس کی نظر سے ثابت ہوا کہ جب ہی سے [illegible] وہاں جانا نہیں چاہتی ہے، پھر جب سے دو مرتبہ [illegible] جبرا کچھ دنوں تک وہاں رہی، اب بالکل وہاں جانا نہیں چاہتی، لڑکی [illegible] اس کے بارے میں کیا ہونا چاہئے۔ نشانی انگوٹھا حبیب النساء چریاکوٹ موضع مان پورا اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں بلا طلاق حاصل کئے لڑکی کی شادی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی۔

عالم گیری میں ہے:﴿ طلاق المکرہ واقع ﴾(اولین:۳۳۸)

اورطلاق دینا شوہر ہی کا کام ہے۔عالم گیری میں ہے:

﴿لا یجوز للرجل ان یتزوج زو[illegible] ﴾ [illegible] اللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۹/ ذوالقعدہ ۹۱ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی شادی ہندہ کیساتھ ہوئی تھی، زید بیمار پڑ گیا اور وہ اس قابل نہیں رہا کہ حقوق زوجین تو در کنار نان ونفقہ بھی ادا کر سکے۔ زید کی مسلسل بیماری نے اسے اس قابل بنادیا کہ زندگی کا سہارا اس کو بالکل نہیں، ایسی حالت میں جب اس کو ہر طرف مجبوری نظر آئی تو اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو بلا کر حمیدہ کو سونپ دیا، اور زبان سے کہدیا کہ ہر طرح حمیدہ کی گذر اوقات کے لیے میرا چھوٹا بھائی بکر مالک ہے، بکر تیار ہو گیا اور ہر امکانی کوشش کرنے لگا کہ حمیدہ جائز یا ناجائز کسی طرح بھی یہ رشتہ قبول کرے، حمیدہ دوران علالت زید کی بات ٹالتی رہی اور زید کی تیمارداری میں مصروف رہی، زید اچھا ہو گیا، زید و بکر میں لڑائی چھڑ گئی، حمیدہ کو یہ بات بری لگی اور اس کو اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوا، اور یہ بات حمیدہ کے والدین کو بھی بری لگی اور یہ اپنے گھر لے آیا، اور ایک دوسرے آدمی کے ساتھ منکوح کرنا چاہتے تھے، یہ اس آدمی کے گھر

رہتی ہے میرا خیال ہے کہ حقوق زوجین کی ادائے گی میں بھی کوئی کسر نہیں ہے لیکن حمیدہ کا نکاح اب تک نہیں ہو پایا، اس لیے دست بستہ التماس ہے کہ آپ ازراہ شرع لکھنے کی زحمت کریں۔ زید کا زبانی کہنا طلاق ہو گیا کہ زید اچھا ہونے کے بعد یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے بوجہ مجبوری میں کہا تھا بکر بھی کہتا ہے کہ مجھ کو زید نے سونپا تھا اور میں نے دونوں کا بار دوران علالت اٹھایا تھا، ادھر حمیدہ کے والدین نے یہ تماشہ دیکھ کر تیسرے کو ہاتھ پکڑا دیا۔ اب حمیدہ کے لیے کیا چارہ از راہ شرع بتانے کی زحمت فرمایئے کہ اس کی زندگی گھری ہوئی ہے۔ احقر ریاض احمد موضع لارنگر پوسٹ انزولہ ضلع اعظم گڑھ

الجواب

اگر سوال میں واقعہ بالکل صحیح صحیح بیان کیا گیا ہے اور زید کے الفاظ بے کم وکاست بیان کردئے گئے ہیں تو اس صورت مسئولہ میں حمیدہ بدستور زید کی بیوی ہے، اس نے کوئی ایسا لفظ کہا بھی نہیں کہ حمیدہ پر طلاق پڑے اور جب تک طلاق نہ دے حمیدہ کی شادی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی۔ عالمگیری میں ہے:

" لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ "(۳۵۸/۱)واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵/ ذوالحجہ ۹۱ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

وحید احمد کا نکاح کل زرینہ خاتون ولد وکیل احمد سے ہوا، بڑھل گنج ضلع گورکھپور جب کہ زرینہ خاتون کا نکاح پہلے اناہل احمد ولد جلیل احمد بڑھل گنج گورکھپور سے نکاح ہوا ہے جو ابھی طلاق نہیں ہوا ہے،

المستفتی، وحید احمد والد کا نام سعید احمد گرام کریم الدین پور بکھی بولت گھوسی ضلع مئو یوپی

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں اگر زرینہ خاتون کا نکاح اول شرعاً صحیح ہوا ہو اور اس کے شوہر نے طلاق نہ دی ہو تو اس کا یہ دوسرا نکاح جو کہ وحید احمد کے ساتھ ہوا۔ صحیح نہیں۔ عالم گیری میں ہے

" لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ "۔ اور اگر پہلا والا نکاح صحیح نہ ہوا ہو یا شوہر نے طلاق دیدی ہو تو حکم دوسرا ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۶/ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۱۴۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بلا طلاق حاصل کئے والدین نے اپنی بیٹی کی شادی دوسری جگہ کردی، اس غیر شرعی طریقہ سے

لوگوں نے لڑکی کے والد کو آگاہ کر دیا۔ تو وہ بضد تھے کہ طلاق ہوئی ہے۔ جو بھی گواہ پیش کرتے تھے زبانی اور غیر شرعی۔ علامہ قمر الزماں خاں صاحب نے پہلے شوہر کے والد سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ طلاق نہیں ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں علامہ نے فرمایا کہ آپ اپنے لڑکے سے طلاق دلوادیں۔ اور لڑکی والے کو مشورہ دیا کہ آپ پہلے شوہر سے طلاق حاصل کریں پھر لڑکی کا نکاح کریں۔ مگر عرصہ ڈیڑھ سال گذر رہا ہے درمیان میں لڑکی کو ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ لڑکی کے والد نے طلاق حاصل نہیں کیا ہے۔ صورت مسئولہ میں لڑکی اور اس کے والد پر شرعی حکم کیا نافذ ہوتا ہے برادر اور عام مسلمانوں کیلیے کیا حکم نافذ ہوتا ایسے شخص کی خوشی اور غمی میں شرکت کرنی چاہیے یا نہیں۔ المستفتی: محمد اسماعیل موہانہ مرزاپور

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی، صورت مسئولہ میں لڑکی اور دوسرے نکاح پڑھوانے والے شوہر پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور متعلقین انھیں علحدگی پر مجبور کریں۔ اگر وہ دونوں ایسا نہیں کریں تو وہاں کے تمام مسلمان مل کر دونوں کا بائیکاٹ کریں تا آنکہ وہ اپنی حرکت سے باز آجائیں۔ پھر پہلے شوہر سے طلاق حاصل کر کے عدت گزار کر چاہیں تو انکا نکاح پڑھا لیں۔ اور پہلے شوہر کی زیادتی ہو اور طلاق نہ دے تو اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۱۶ شوال المکرم ۱۴۱۰ھ

(۱۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید گونگا ہے اس نے ہندہ سے شادی کر لی ہندہ نے ایک بچہ جنا۔ ابھی زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دیا، کہ بکر نے ہندہ سے شادی کر لی۔ بکر سے شادی کرنے کے ایک سال بعد ہندہ کو بچہ پیدا ہوا۔ تو آیا یہ ہندہ کا دوسرا بچہ کیسا ہے۔ اور اس کی شادی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا المستفتی: فیاض احمد اعظمی

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ نے بکر سے جو شادی کی وہ نہیں ہوئی۔

عالمگیری میں ہے: لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ۔

اور دوسرے بچہ کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت نہیں ہوگا۔ اور اس نے ہندہ کو جتنے دن تصرف میں رکھا یا اسی صورت میں مزید رکھے گا نا جائز و حرام ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش وللعاہر الحجر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۳۶-۱۴۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) فقیر و خاں بنجارا سوجت روڈ والے نے اپنی لڑکی کی شادی بگڑی نگر بنجارا رسوجتن کے لڑکے کے ساتھ کر دی، آپسی ان بن کی وجہ سے ان کی نہیں بنی، راضی خوشی سے طلاق ہوگئی، دوبارہ اس لڑکے کا نکاح پالی کے پاس پورا انکے قوم ہی میں کرادیا، کچھ دن یا مہینہ شامل رہے، اس کے بعد سوجت روڈ کا ایک سپاہی بیجا مصروف کا لڑکا اسے لے کر کپڑے زیور کچھ نقدی لے کر فرار ہو گیا، اس بات کو قریب پانچ یا چھ سال ہوئے ادھر ادھر مارے مارے پھرے، چھ مہینہ ہونے آئے اس کا بڑا بھائی لڑکے کا پالی میں رہتا ہے وہ چپ کے سے آدھی رات کے وقت ایک مولانا صاحب جو مقیم امام ہیں ان کو بلوایا اڑوس پڑوس سے ایک دو ملنے والوں کو شامل کر کے مولانا صاحب کو کہا کہ یہ لڑکی کنواری ہے چار پانچ سال سے ادھر ادھر پھرتی ہے اس کا نکاح پڑھوا دو، مولانا صاحب نے دو چار آدمی کے شہادت پر نکاح پڑھا دیا، یہ بھی معلوم نہیں کیا کہ پانچ سات سال میں کہیں نکاح ہوا یا نہیں؟ اس کے ماں باپ زندہ ہیں یا نہیں؟ اس کے رشتہ دار بھائی بہن بھی ہیں یا نہیں اس کا خاوند آج بھی بیجا پور میں زندہ ہے، بھاگنے کے بعد نہ طلاق دی اور نہ کوئی کاروائی کی، لوگوں میں یہ بات عام ہو رہی ہے کہ نکاح پڑھانے والا اور جتنے شامل ہیں ان کا نکاح ٹوٹ گیا، دوبارہ ان سب کو نکاح لوٹانا پڑے گا، ورنہ امام نماز پڑھائے گا تو نماز نہیں ہوگی دوبارہ لوٹانی پڑے گی، یہیں پال کے پاس مان پورہ بستی میں ایک بغیر طلاق کا نکاح پڑھا دیا تھا، نکاح میں دس آدمی شامل تھے، بوڑھے بھی نوجوان بھی، حماد اس سے مولوی کو بلا کر سب کو لائی پھر دوبارہ نکاح پڑھا نمازی انکے پیچھے نماز پڑھنے سے کنارہ اختیار کرنے لگے، آپ حدیث شریف کے مطابق حوالات حدیث کا دیتے ہوئے خلاصہ جواب عنایت فرمائیں یا مولینا کے ساتھ والوں کو دوبارہ نکاح پڑھوائیں، اور جو نکاح پڑایا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ جواب ڈاک سے ہی روانہ فرمائیں۔

(۲) ایک عالم دین مقیم امام حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے، طواف کعبہ کرتے وقت ان کے پاؤں کے نیچے ایک سونے کی چیز مل گئی، انہوں نے اپنی جیب میں رکھ لیا، ان کے ہمراہ جو ساتھ تھے ان کو معلوم ہو گیا لوگ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب کو وہ بیت المال میں جمع کر دینا چاہیے تھا، یا مالک پر اعلان کروا دینا چاہیے تھا اس کا مالک آکر وہ چیز حاصل کر لیتا، مگر امام صاحب نے یہاں لا کر ایک تیسرے کے ہاتھ وہ چیز فروخت کروا دی جس کا روپیہ چار یا ساڑھے چار ہزار روپیہ نقد ملا، وہ رقم مولانا صاحب کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ کسی یتیم بیوہ کمزور کو دے دینا چاہیے تھا یا مولینا اپنے کام میں خرچ کرے؟ حدیث طیبہ سے جواب حوالہ دیتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی محمد حسین مکان نمبر ۳۹ پالی راجستھان

الجواب

(۱) برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں اس عورت کا یہ دوسرا نکاح نہیں ہوا عورت اور مرد دونوں پر لازم ہے کہ وہ فوراً علیحدہ ہوجائیں ورنہ اللہ تعالی کے سخت عذاب میں گرفتار ہونگے اور معصوم خاں کے لڑکے کا بڑا بھائی اور جو حقیقۃ جانتے ہوئے ان کے ساتھ ہوئے یا جھوٹی گواہی دی وہ سب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے سب پر توبہ اور استغفار ضروری ہے، امام صاحب نے لاعلمی میں ان لوگوں کے بیان پر اعتبار کرکے اگر نکاح پڑھادیا تو ان پر کوئی ظلم عائد نہیں، ہاں انہیں لازم ہے کہ وہ اعلان کریں کہ میں نے انجانے میں جو نکاح پڑھادیا تھا وہ ہوا ہی نہیں، مرد وعورت دونوں علیحدہ ہوجائیں اور اپنی گناہوں سے توبہ کریں، ہاں اگر امام صاحب غلط اڑجائیں کہ طلاق نہیں ہوئی تو کیا ہوا میں نے جو نکاح پڑھادیا وہ صحیح ہوا تو ضرور ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، انہیں توبہ واستغفار تجدید ایمان ونکاح سب کرنا پڑے گا۔

(۲) امام صاحب نے اگر بدنیتی سے وہ زیور اپنی جیب میں رکھا تو وہ ایک لاکھ گناہ کے مجرم ہوئے اور اگر نیت اعلان کرنے کی ہی تھی اور مکہ میں کچھ لوگوں کو بتایا بھی مگر لینے والا نہیں آیا تو اب اگر امام صاحب فقیر محتاج ہوں تو وہ روپیہ اپنے مصرف میں خرچ کرسکتے ہیں مگر مالک جب آئے گا تو انہیں دینا پڑے گا اور محتاج نہ ہوں تو فقیروں پر خرچ کریں، اپنے اوپر خرچ نہیں کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۷/ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(۱۴۸-۱۵۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دیا، اور ہندہ نے اپنے باپ بکر کی مرضی سے دوسری شادی خالد کے ساتھ کرلی تو کیا یہ دوسری شادی کرنا ہندہ کے حق میں کہاں تک جائز ہے اور کہاں تک ناجائز؟ مہربانی فرماکر قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق نہیں دی اور ہندہ کے والد بکر نے بغیر سوچے سمجھے ہندہ کی دوسری شادی خالد کے ساتھ کرادی تو کیا یہ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید سے بغیر طلاق کروائے ہندہ کے والد بکر نے ہندہ کی شادی خالد کے ساتھ کروادی تو ہندہ کے باپ بکر کا نکاح ٹوٹ گیا یا باقی ہے؟

(۴) کیا عدت کے اندر یا بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کروانے والے کا یا نکاح پڑھانے والے قاضی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ اور کیا حلالہ بھی کرانا پڑتا ہے؟ مہربانی کرکے جملہ سوالات کے جوابات قرآن وحدیث سے عنایت فرمائیں۔ السائل: مولانا عبدالوحید فیضی

الجواب

شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر عورت کو کسی دوسرے کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره۔

پس برتقدیر صدق مستفتی ہندہ کی دوسری شادی حرام حرام سخت حرام، ئی اور دوسرے شخص (مسمی خالد) کا اس کے ساتھ تعلقات زناشوئی قائم کرنا، ناجائز اور گناہ شدید۔ ہندہ اور [خالد] پر لازم ہے کہ دونوں علیحدہ ہوجائیں۔ ایسے عقد کو جان بوجھ کر پڑھانے والے، پڑھنے والے، [اس میں] شریک ہونے والے سب گناہگار، خطاشعار اور مستحق عذاب نار ہوئے۔ ان سب پر توبہ واستغفار ضروری البتہ گناہ کا ان کے نکاح پر کوئی اثر نہیں اور ان کا نکاح ٹوٹا نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۲/رجمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

(۱۵۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں ایک مسئلہ درپیش ہے جس کے بارے میں جناب سے گذارش ہے کہ قرآن [و] حدیث وفقہ کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عبدالغنی کی بیوی صدر الدین کے ساتھ کسی وقت چلی گئی اور صدر الدین مہینوں اس کو ادھر ادھر پھراتا رہا، پھر اپنے مکان میں لے کر رہنے لگا اور کوشش کی کہ عبدالغنی طلاق دے دے، مگر عبدالغنی نے طلاق نہیں دی، بعدہ دو تین ناجائز بچے پیدا ہوئے اور اب تک اپنے مکان میں رکھے ہوئے ہے۔

سوال: اگر عبدالغنی طلاق دے دے اور صدر الدین سے نکاح کردیا جائے تو نکاح درست ہوگا کہ نہیں؟ اور نکاح کے بعد صدر الدین کی جائز بیوی ہوگی یا نہیں؟ اور جو بچے پیدا ہوں گے جائز ہوں گے یا نہیں؟ والسلام

عبدالشکور بنکٹ ضلع اعظم گڑھ

الجواب

صدر الدین اور عبدالغنی کی بیوی دونوں اتنے بڑے گناہ میں مبتلا ہوئے ہیں کہ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کو سنگسار کردیا جاتا اور اب بھی اگر وہ بے توبہ مرجائیں تو عذاب الہی میں گرفتار ہوں گے، صدر الدین پر واجب ہے کہ وہ تو فوراً اس عورت سے علیحدہ ہوجائے۔ عبدالغنی اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو عدت کے بعد اس کا نکاح جس طرح دوسرے مردوں سے ہوسکتا ہے صدر الدین سے بھی ہوجائے گا۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾ [النساء: ۲۴] الخ

صحیح کے بعد جو بچے پیدا ہوں گے ضرور صحیح النسب ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: "الولد للفراش"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳ر صفر ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس اشرفیہ مبارک پور — الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ،

(۱۵۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا، فاطمہ کچھ دنوں زید کے ساتھ گزر بسر کرتی رہی۔ پھر اس نے زید کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا اور بغیر طلاق لیے ہی بکر کے ساتھ چلی گئی۔ اور کوٹ میرج کرالی سال بھر کے بعد فاطمہ کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا، اس صورت میں بچہ حلالی ہے یا حرامی؟ اگر کسی نے بکر کا نکاح فاطمہ کے ساتھ پڑھا دیا۔ تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ شریعت میں کوٹ میرج کا اعتبار کیا جاتا ہے یا نہیں۔ بکر اور فاطمہ پر شریعت کی جانب سے کیا سزا ہے، نیز یہ بھی بتائیں کہ اس صورت میں فاطمہ اور بکر کے یہاں کھانا کھانا اور ان سے کلام کرنا اس کے گھر شادی وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کسی بھی صورت میں فاطمہ کو طلاق دینے پر تیار نہیں ہے۔ حدیث وقرآن کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: واجد علی قادری، مقام وپوسٹ چوک بازار گورکھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کا بغیر طلاق لیے ہوئے نکاح ثانی کرنا محض باطل ہوگا اور زوج ثانی سے وطی نری زنا ہوگی اور جس نے نکاح پڑھایا اگر وہ اس حال سے آگاہ تھا اس کے باوجود اس نے نکاح پڑھایا تو یہ سخت گنہگار ہوئے اور مستحق عذاب نار۔ فتاوی رضویہ جلد پنجم

جب شوہر اول نے طلاق نہیں دی تو لاکھ کوٹ میرج کرائے نہ ہوگا، اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اس نکاح ثانی سے جتنی اولادیں پیدا ہوئیں سب ولد زنا ہوئے لیکن ثابت النسب، اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ اور شریعت میں زنا کی حد یہ ہے کہ اگر غیر شادی شدہ زنا کرے تو سو کوڑے مارے جائیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿الزانی والزانية فاجلدوا كل واحدة منهما مائة جلدة﴾ [النور: ۲] اگر شادی شدہ ہے تو اس کے لیے رجم ہے۔ لیکن آج ہندوستان میں اسلامی حکومت نہ رہنے کی وجہ سے کون یہ سزا دے، ان کے لیے معاشرتی بائیکاٹ ہی کافی ہے۔ یعنی ان کے ساتھ کھانا پینا سلام وکلام میل وجول نشست وبرخاست سب ترک کر دیں۔ زید کے ساتھ اگر ہندہ نہیں رہنا چاہتی ہے تو اسے طلاق دے دینا چاہیے۔ حدیث شریف میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ:

"ان بنت الجون لما ادخلت على رسول الله ﷺ ودنا منها قالت اعوذ بالله منك فقال لها لقد عذت، الحقى باهلك"۔ (بخاری شریف جلد ثانی) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم

(۱۵۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

ہندہ شادی شدہ ہے اور اس کا شوہر باہر رہتا ہے اس کے بغیر طلاق دیئے ہوئے ہندہ کا نکاح اس کے والد نے دوسرے سے کر دیا اس کے بعد قاضی کے اوپر گاؤں والوں نے سو (۱۰۰) روپیہ اور گواہوں کے اوپر پچاس پچاس روپیہ جرمانہ رکھا اس کو گاؤں والوں نے لیا۔ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل طور سے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: منیر احمد، مقام وپوسٹ اوسری خورد اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کا نکاح دوسرے شخص سے نہیں ہوا۔ وہ اپنے پہلے منکوحہ کی شرعی بیوی ہے۔ عالم گیری میں ہے: "لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره"

جن لوگوں نے اس نکاح کے لیے کوشش کی یا گواہی دی یا نکاح پڑھایا سب سخت گناہ گار ہوئے اور بے توبہ مرے تو مستحق عذاب الہی ہوئے، ہندہ اور اس دوسرے شخص پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں، چونکہ شریعت میں مالی جرمانہ وصول کرنا جائز نہیں اس لیے پنچوں پر واجب ہے کہ جتنا جتنا روپیہ لیا لوگوں کو واپس کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۲۵ر شوال المکرم ۱۴۰۸ھ

تعدد ازدواج کا بیان

(۱-۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید وصالحہ باہم محبت کرتے ہیں۔ صالحہ کہتی ہے کہ اگر ہماری شادی زید سے نہیں ہوئی تو خودکشی کر لوں گی، زید شادی شدہ ہے زید کی بیوی صالحہ سے شادی کرنے پر راضی نہیں ہے۔ گاؤں کے رشتہ سے صالحہ بھتیجی بھی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ

(۱) ان دونوں کے مابین شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) بیوی کے عدم رضامندی اور گاؤں کے رشتہ میں چچا بھتیجی ہونے کے باوجود زید اگر کورٹ میرج کر لے تو شرعاً اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل تحریر

استفتاء کے پیڈ پر عنایت فرمائیں۔ المستفتی: سراج احمد رضوی

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کی موجودہ بیوی کے اقرار یا انکار سے صالحہ کے ساتھ نکاح صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ زید کا نکاح صالحہ سے ہوسکتا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾[النساء:۳] ۔ایک مسلمان چار شادیاں کرسکتا ہے۔

ہدایہ میں ہے: لانها من المحللات فی جمیع الحالات ۔ بہر حال مسلمان کے لیے چار شادیاں جائز ہیں۔ اسی طرح صالحہ کے گاؤں کے رشتہ سے بھتیجی ہونے کا بھی کچھ اثر نہ پڑیگا۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾[النساء:۲۳] حقیقی بھائی بہن کی لڑکیاں مرد پر حرام ہیں۔

گاؤں میں تو ہر بڑا چچا اور باپ ہوتا ہے اور ہر چھوٹا بھتیجا اور بھتیجی تو صالحہ زید کی حقیقی بھتیجی ہو تو اس کا نکاح زید کے ساتھ حرام ہوگا، ورنہ جائز ہوگا۔ لیکن خود زید صاحب کو چند باتیں سوچنے کی ہیں۔ قرآن عظیم نے بیک وقت کئی عورتیں اپنی زوجیت میں رکھنے کے لیے سب بیویوں کے درمیان عدل اور برابری کی کڑی شرط لگائی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾[النساء:۳]

اگر یہ خوف ہو کہ سب بیویوں سے انصاف نہ کرسکے گا تو ایک سے ہی بیاہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم عورتوں کے درمیان انصاف نہیں کرسکتے۔ اور حدیث شریف میں ہے: جس کی دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ آدھا دھڑ فالج زدہ ہوگا۔ یعنی حساب کتاب تو بعد میں ہوگا قیامت میں حاضری ہی اس کی اس طرح ہوگی کہ آدھا دھڑ فالج زدہ ہوگا۔ تو جب کم لوگ ہی ایسے ہوں گے جو دو عورتوں کے درمیان انصاف کے ترازو پر پورے اتریں گے اور ظالموں اور بے انصافوں کے لیے آخرت کی یہ خواری اور عذاب ہے اور دنیا میں زحمت شدیدہ ہے کہ اگر زید کی پہلی عورت اس سے جنگ پر آمادہ ہوگئی تو آج کی گورنمنٹ پوری طرح عورت کا ساتھ دیتی ہے اور عورت کے اخراجات اتنے مقرر کرتی ہے کہ مرد کی زندگی عذاب ہوجاتی ہے۔ یہ دنیا کا عذاب ہے۔ جس میں آج کل دو شادی کرنے والے اکثر مبتلا رہتے ہیں۔

اور اگر زید اور صالحہ کی عمروں میں زیادہ تفاوت ہو تو تھوڑے ہی دنوں میں جب محبت کا نشہ اتر جائے گا۔ تو طرفین ایک بار پھر خودکشی کو سوچ سکتے ہیں۔ اور بقول ذوق:

اب تو گھبرا کے کہتے ہیں کہ مرجائیں گے   مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

کا حال ہوجائے گا۔ الغرض ہم نے سوال میں ذکر کی ہوئی شادی کا شرعی حکم اور ایسی شادیوں کا

نشیب وفراز سب واضح کردیا۔ ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾[البقرۃ:۲۲۰] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۷ر جمادی الاخری ۱۴۲۲ھ

نکاح خنثیٰ کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ کی شادی تقریباً آٹھ سال قبل زید کے ساتھ ہوئی تھی، ہندہ دیکھنے میں شکل وصورت ہاتھ پیر اور آواز وغیرہ میں عورت ہی کی طرح ہے۔ ظاہری اعتبار سے بالکلیہ عورت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن شادی کے بعد زید کو معلوم ہوا کہ دیکھنے میں تو عورت ہے لیکن حقیقتاً عورت نہیں ہے نا قابل جماع ہے۔ صرف پیشاب کرنے کے لیے ایک سوراخ ہے شرم گاہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں لوگوں نے ہندہ کو طلاق دلائے بغیر ہندہ کی بہن خالدہ سے زید کا نکاح کرادیا۔ تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہوا تو نکاح پڑھانے والے، گواہان اور ناکح ومنکوحہ پر کیا حکم ہے؟ اور اس سے جو بچے پیدا ہوں گے وہ حلالی ہوں گے یا حرامی؟ نوٹ: بالفرض اگر پہلی لڑکی کی طلاق ہوجاتی ہے تو وہ دو چار دن کے لیے بھی کبھی اپنی بہن کے یہاں آجاسکتی ہے یا نہیں؟ برائے کرم شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد حمید اللہ معرف سخاوت حسین، محلہ چھتر ولی پوسٹ گھاٹی بازار، ضلع دیوریا

الجواب

فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۳۵ر میں ہے: "زید کی بیوی میں کوئی علامت مردی وزنانی کی نہیں ہے۔ صرف ایک سوراخ ہے جس سے پیشاب آتا ہے مگر پستان اس کے مثل عورتوں کے ہیں، اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید طلاق دے تو اس پر لازم ہے یا نہیں؟ یہ صورت بعینہ وہی صورت ہے جو سوال مذکور میں زید وہندہ کی ہے۔ کیونکہ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ہندہ کا سینہ سپاٹ اور برابر نہیں ہے۔ اس کے سینہ پر عورتوں کی طرح کے ابھار بھی ہیں۔ مذکورہ بالا سوال کا جواب صاحب فتاوی رضویہ نے یہ دیا ہے: وہ عورت بلوغ سے پہلے مرد اور عورت کسی کی علامت نہ ہونے کی وجہ سے خنثیٰ تھی۔ مگر جب بعد بلوغ اس کی پستان عورتوں کی جیسی ظاہر ہوئی (اگرچہ چھوٹی چھوٹی اور اگرچہ اس میں دودھ نہ ہو) تو اب اس کا عورت ہونا ظاہر ہوگیا، اور بلا شبہ اس کا نکاح صحیح ہوا۔ پس صورت مسئولہ میں ہم سے پوچھے گئے زید اور ہندہ کا نکاح بھی صحیح ہوا۔ اور جب آٹھ سال تک زید اور ہندہ ایک ساتھ تنہائی اور لوگوں کے درمیان مرد اور عورت کی طرح رہے، اس طویل مدت میں ایک بار بھی زید نے ہندہ سے ہم بستری کی ہو، اور دخول پر قادر

ہوا تو ہندہ کا پورا مہر زید پر واجب ہوگا۔ اور ہم بستر نہ ہوا ہو، اور دخول نہ کیا ہو تو نصف مہر لازم آئے گا۔

اور ایسی صورت میں زید نے ہندہ کو طلاق دیئے بغیر اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کرلیا تو ضرور یہ نکاح درست نہیں ہوا۔ اور نکاح کرانے والے اور نکاح پڑھانے والے سب مجرم گنہگار ہوئے۔ سب پر توبہ استغفار لازم ہے۔ اور اس سے نجات حاصل کرنے کی صورت وہی ہے جو ہمارے عزیزی مولوی عبد الحنان صاحب نے تحریر کیا ہے:

سب سے پہلے زید پر لازم ہے کہ ہندہ کی چھوٹی بہن کو اپنے سے علیحدہ کرے۔ پھر نکاح پڑھنے والے میاں سخاوت حسین اور زید اور اس کے والدین اور جو لوگ اس کام میں ان کے شریک رہے ہوں۔ سب ملکر پورے گاؤں کے مسلمانوں کو جمع کریں اور ان کے سامنے اللہ تعالی سے فریاد کریں۔ یا اللہ ہم اپنے گناہ پر سخت نادم ہیں تیرے دربار میں توبہ کرتے ہیں، اور ہم سب تجھ سے اپنے اس گناہ کی معافی چاہتے ہیں۔ یا اللہ ہم عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی بھی ایسا گناہ نہیں کریں گے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اگر یہ لوگ ایسا کرتے ہیں تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا بائیکاٹ ختم کردیں، امام صاحب کو نماز پڑھانے دیں اور سبھی لوگوں سے سلام کلام جاری کریں، تعلقات بحال کریں۔ اللہ تعالی نے توبہ قبول کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں، دونوں کی تعریف کی ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ [الشوری: ۲۵] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے: "من اتاہ اخوہ معتذرا فلیقبل ذلک منہ محقا او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض" جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وہ حق پر ہو، یا ناحق پر۔ اگر عذر قبول نہ کیا تو قیامت میں میرے پاس حوض پر نہ آسکے گا۔ اور دیہاتوں میں ایسے موقعوں پر مجرموں سے برادری والوں کی دعوت یا نقد رقم وصول کی جاتی ہے یہ سب ناجائز وحرام ہے۔ درمختار میں ہے: "و لا یجوز التعزیز بالمال"۔

اس کے بعد اگر زید اور اس کے گھر والے چاہیں تو ہندہ کو زید طلاق دے دے اور اس کی عدت ختم ہوجانے پر اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کرلے۔ ہندہ کی عدت تین مہینہ ہوگی۔ طلاق کے بعد ہندہ زید کے لیے اجنبی ہوجائے گی۔ اس لیے ان دونوں میں کوئی راہ ورسم نہیں ہونی چاہیے۔ اور اس کے اپنی بہن کے پاس مہمانی میں آنے جانے کی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی خادم شمس العلوم گھوسی ۲۷ / جمادی الاخری ۱۴۲۱ھ

فسخ نکاح کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی، اور ہندہ رخصت ہوکر شوہر کے گھر گئی لیکن شوہر کے قربت میں اس کی تسکین حاصل نہیں ہوئی، ہندہ کا کہنا ہے کہ (زید) شوہر کے اندر مردانیت نہیں ہے، جس کی وجہ سے دوبارہ وہ جانے کے لیے راضی نہیں ہے، اور کچھ عرصہ بعد کچھ لوگ ہندہ کے شوہر (زید) کے گھر گئے اور اس کی ڈاکٹری کرانے کے لیے کہا۔ لیکن وہ ڈاکٹری کرانے سے کترا رہا ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ کے والدین زید سے طلاق کے خواستگار ہیں، لہذا طلاق کی کون سی صورت پیدا کی جائے؟، چونکہ لڑکی نے بالکل جانے سے انکار کردیا اور زید طلاق بھی نہیں دیرہا ہے۔ ہندہ کی عمر ۲۲ رسال کے لگ بھگ ہے۔

بایں صورت قرآن وحدیث کی روشنی اور اقوال فقہا کے رو سے تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

فقط والسلام — محمد سبحان اللہ دھریاپار، ائمہ گورکھپور

الجواب

اسلام کے ہر قانون کی بنیاد انصاف اور نیک نیتی پر ہے۔ مثلا یہی مسئلہ نامردی ہے، اس کے بارے میں فتوی رضویہ جلد پنجم ص ۴۱۲ پر تحریر ہے:

جب مرد عورت کو شرعی طریقہ پر نہ رکھ سکے مثلا نامرد ہو تو اس پر شرعا طلاق دینی لازم ہوجاتی ہے، قال اللہ تعالی: ﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾ [الطلاق: ۲] عورتوں کو اچھی طرح سے رکھو اور ان کے حقوق ادا نہ کرسکو تو خوبصورتی سے انہیں رہا کردو۔ (طلاق دیدو)

اور آپ تحریر کرتے ہیں کہ شوہر طلاق بھی نہیں دے رہا ہے، تو جب تک وہ طلاق نہیں دیگا۔ اللہ تعالی اور بیوی دونوں کے حق میں گرفتار اور سخت عذاب کا مستحق ہوگا، مگر آج کل لوگوں کو خدا کے عذاب سے بے خوفی ہوگئی ہے، ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ [الشعراء: ۲۲۷] ظالموں کو جلدی پتہ چل جائے گا کہ کیسے سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لڑکی قاضی کے یہاں اپنا دعوی ثابت کرکے نکاح توڑ ڈالے، آج کل نہ اسلامی حکومت، نہ اسلامی قاضی اس کا حل علما نے یہ پیش کیا: اذا خلا الزمان عن السلطان فالعلماء ولاۃ الاحکام، (حدیقہ ندیہ) جہاں قاضی نہ ہو وہاں علاقہ کا سب سے بڑا سُنی عالم یہ کام کرسکتا ہے، اور وہ بھی نہ ہو تو وہاں کے دیندار خدا سے ڈرنے والے انصاف پسند مسلمان یہ کام کرسکتے ہیں، لیکن جہاں

ثبوت اور گواہی کا معاملہ درمیان میں آئے تو معاملہ کتنا لمبا ہو جاتا ہے، یہ سب کو معلوم ہے۔ غور فرمائے علمائے کرام یا مسلمان یہ فیصلہ تو کر سکتے ہیں، لیکن جو شخص ڈاکٹری معاینہ سے بھاگ گیا، وہ پنچایت کے پاس کب آئیگا پنچایت کے پاس کوئی پولیس اور فوج تو ہے نہیں۔

اچھا چلیے لوگ اس کو پنچایت میں پکڑ لائے، اب کاروائی یوں چلے کہ ''بہار شریعت اٹھارہویں جلد میں تحریر فرماتے ہیں: اگر عورت کے دعوی نامردی پر شوہر کہے کہ میں نے اس سے صحبت کی ہے اور عورت ثیبہ ہے (یعنی وہ اس سے پہلے شادی شدہ تھی اور پہلے شوہر سے ملاپ ہو چکا ہے) تو شوہر اگر قسم کھا کر کہہ دے کہ خدا کی قسم میں نے اس سے صحبت (جماع) کیا ہے تو عورت کا حق جاتا رہا اور قسم کھانے پر تیار نہ ہو تو قاضی یہ حکم دے کہ میں نے ہندہ کو زید سے الگ کر دیا یعنی (نکاح ختم کر دیا) اس کے بعد عورت عدت گذار کر دوسرا نکاح کر سکے گی۔

اور اگر عورت کنواری ہو تو مسلمان ڈاکٹر عورتیں اس کا معاینہ کریں، کنواری ثابت ہو تو قاضی علاج کے لیے ایک سال کی مدت مقرر کرے جس میں عورت اس کے ساتھ رہے، سال بھر بعد میں اگر شوہر جماع نہ کر سکا تو عورت ڈاکٹری معائنہ کے ذریعہ اب پھر اپنا باکرہ (کنواری) ہونا ثابت کرے اور قاضی عورت کے مطالبہ پر ان دونوں میں تفریق کر دے اور عورت عدت گذار کر کسی دوسرے سے نکاح کرے۔ اس طریقہ میں عورت کی طرف سے بار بار رخنہ پڑے گا جب وہ زید کے پاس جانے سے ہی انکار کر رہی ہے تو مکمل ایک سال تک اس کے ساتھ کیسے رہے گی، اس لیے بصورت موجودہ اس سے طلاق حاصل کرنا ہی اسلم طریقہ ہے۔ اپنی خوشی سے طلاق دے۔ کچھ روپیہ لے کر طلاق دے، زور اور زبردی سے بھی اس سے طلاق کے الفاظ دو عادل گواہوں کے سامنے کہلائے جائیں، اس طرح کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور عورت عدت کے بعد دوسری جگہ شادی کر سکے گی۔

ہدایہ میں ہے: طلاق المکرہ واقع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲ر ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے بیوی کی بدچلنی کی وجہ سے اس کی شکایت اس کے والد سے کیا مگر اس کی بدچلنی نہ گئی، بلکہ وہ دوسرے اجنبی آدمی کے ساتھ ہو گئی اور ڈیڑھ ماہ تلاش کر کے کلکتہ میں ایسی حالت میں ملی کہ وہ اس کی عصمت خراب کر چکا تھا زید کو پورا یقین ہے۔ زید کا نکاح قائم رہا کہ فسخ ہو گیا؟

عبد القیوم کیراف محمد سعید جلجیون پور

الجواب

عورت کی بدچلنی کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا، نکاح کا ختم کرنا شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾[البقرۃ:۲۳۷] ہاں اگر اس صورت میں میاں بیوی لعان کر لیں تو قاضی نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، ۲ر ۱۲ر رجب ۸۴ھ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے ایک لڑکے کے ساتھ کر دیا، لڑکا پاکستان چلا گیا اور لڑکے نے پاکستان کی لڑکی سے نکاح کر لیا ہے، اس نکاح کی اطلاع لڑکے کے والدین نے لڑکی کے والدین کو دی ہے، لڑکی اس وقت سن بلوغ کو پہونچ چکی ہے اور اپنے والدین کے پاس رہ رہی ہے، لڑکے نے آج تک اپنی زوجہ کو نہیں بلوایا اور نہ نان ونفقہ دیا ہے اور نا ہی آئندہ بلوانے کی امید ہے، ایسی صورت میں لڑکی کی زندگی تلخ ہو گئی ہے (۱) کیا لڑکی کو طلاق ہو گیا ہے اور وہ نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۲) کس طرح لڑکی طلاق حاصل کر کے نکاح کر سکتی ہے؟

(۳) عدالت طلاق دلوا دیتی ہے کیا وہ شرع کے نزدیک جائز ہے؟ (۴) برائے کرم مفصل سے مع حوالہ کتب جواب دیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی عبد الرحمن محلہ ہاران جونپور ماورڈن چوک

الجواب

صورت مسئولہ میں طلاق نہ ہوئی اور نہ عدالت کے نکاح فسخ کرنے سے فسخ ہوگا۔ قران عظیم میں ہے: ﴿ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾[البقرۃ:۲۳۷] اس لیے کسی صورت سے شوہر سے طلاق حاصل کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ار جمادلا آخری ۸۶ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مباک پور اعظم گڑھ

(۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

فریق اول مجیب النساء کی شادی فریق دوم عبد الجبار کے ساتھ لاعلمی میں ہوئی فریق دوم نہایت آوارہ بدچلن چور ہے۔ فریق اول فریق دوم کے پاس گئی۔ فریق دوم زیورات وغیرہ چرا کر بھاگ گیا۔ پانچ سال ہوا اس کے گھر والے فریق اول کو میکہ پہنچا گئے۔ پانچ سال سے نہ تو خبر گیری کی، نہ کھانے کپڑے کا کوئی انتظام کیا اور نہ اس کی نیت گذارہ وغیرہ دینے کی ہے وہ فریق اول کی زندگی تباہ وبرباد کرنا

چاہتا ہے اور فریق اول نتیجۃً آج نان شبینہ کو محتاج ہو رہی ہے۔ آخر مجبور ہو کر فریق اول نے ۱۶؍اگست ۱۹۶۰ء کو بعدالت منصفی فسخ نکاح کی درخواست دی، سٹی منصف نے جواب دہی کے لیے یکم اکتوبر ۶۰ء کو پاکستان شہر کراچی وحیدر آباد گوالیار اکبری مسجد کے پتہ پر سمن ثمنی میں فریق دوم کے روانہ کیا پاکستان کے ملازم نے فریق دوم کے دستخط کرا کے اور اپنی بھی دستخط کر کے سٹی منصف بارانسی کو روانہ کیا ۱۰؍اکتوبر کو جواب نہ آنے پر ۱۷؍اکتوبر تک انتظار کیا۔ ۱۷؍اکتوبر کو جواب نہ آنے پر ۵؍نومبر تک انتظار کیا۔ ۵؍نومبر کو جواب نہ آنے پر ۷؍نومبر کو انتظار کیا۔ ۷؍نومبر کو جواب نہ آنے پر ۲۱؍نومبر کو قطعی تاریخ مقرر کر کے فریق اول کا نکاح فسخ کر دیا۔ اب دوسری شادی کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہندوستان کی موجودہ کچہریاں نہ تو شرعی دار القضا ہیں، نہ انکے حاکم شرعی قاضی۔ اس لیے ان کا فسخ کیا ہوا نکاح شرعاً فسخ نہ ہوگا جب تک کہ شوہر طلاق نہ دے دے، یہ بدستور اس کی بیوی رہے گی۔ شوہر سے طلاق لینا ضروری ہے جس طرح بھی ممکن ہو۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[البقرة:۲۳۷] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، مبارکپور اعظم گڑھ

(۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

محلہ رسول پور سے لڑکی بسلسلہ علاج رخصت ہو کر ولید پور میاں جی برکت اللہ صاحب کے یہاں گئی، لڑکی اپنے باپ کے پاس پہنچ گئی تو اس کے والد نے عدالت منصفی میں خلع کا دعوی کیا، منصفی سے یہ فیصلہ ہوا کہ اگر لڑکی راضی ہو تو اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہے، ورنہ اس پر عدالت کا دباؤ نہیں دیا جا سکتا، جج کی عدالت سے بھی یہی فیصلہ ہوا کہ لڑکی اگر راضی ہو تو جا سکتی ہے ورنہ وہ دوسری شادی کر سکتی ہے وکیلوں کی بحث کے بعد وکیل مدعی نے جج سے درخواست کی کہ شوہر سے طلاق لے لو، جج نے کہا میں کس قانون سے طلاق لوں میں تو مدعی اور مدعا علیہ کے بیان پر فیصلہ کروں گا۔ شوہر نے نہ تو ابتک طلاق دی ہے اور نہ جدائی کے الفاظ زبان سے کہے نہ لکھا۔ اس کے بعد عورت کی طرف سے عدت و مہر کا دعویٰ ہوا ایک سو پچپن روپیہ عدت و مہر دینے کا عدالت نے فیصلہ کیا، لیکن شوہر نے ابھی مہر ادا نہیں کیا، طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شبراتی محمد آباد گوہنہ ۲۵؍ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

الجواب

موجودہ کچہریاں چونکہ شرعی دار القضا نہیں نہ ان کے حاکم شرعی قاضی ہیں اس لیے ان کے نکاح توڑنے سے نکاح نہ ٹوٹے گا جب تک شوہر طلاق نہ دے دے، کوئی سبیل ہی نہیں ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ

النِّكَاحِ﴾[البقرة:۲۳۷] شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ شوہر کے طلاق دینے کے بعد ہی عورت دوسری شادی کر سکتی ہے چاہے رضا و رغبت سے طلاق دے، چاہے جبر و اکراہ سے۔ ہدایہ میں ہے: "طلاق المکرہ واقع" زبردستی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، ۱۶؍محرم ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبد الرؤف عفی عنہ، مدرس اشرفیہ

(۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید و بکر دونوں آدمی ایک ہی گاؤں کے رہنے والے تھے کچھ سال کے بعد زید منع کچھاری چلا گیا اور وہاں رہنے لگا، کچھ زمانے بعد وہ پھر آیا اصلی جگہ پر رہنے لگا، معلوم ہوا کہ اس کے لڑکے اور گھر والوں کے اندر تمام فسق و فجور کفری باتیں موجود ہیں تو بکر نے اس کے لڑکے اور گھر والوں کو توبہ اور تجدید ایمان کرا کے پھر اپنی لڑکی کا عقد اس شرط پر ادا کیا کہ آپ کو یہیں رہنا ہوگا، انہوں نے منظور کر لیا، عقد ہونے کے بعد بکر نے اپنی لڑکی کو چار دنوں کے لیے بھیج دیا، پھر لڑکی کو اپنے گھر لے آئے زید اور اس کا لڑکا اپنے گھروں پر کچھ دنوں تک رہے بعد میں ضلع کچھار اس کا لڑکا چلا گیا اب وہاں تفتیش کرنے کے بعد پتہ چلا کہ ان لوگوں نے پھر اپنی روش اختیار کر لی ہے، وہاں بکر کو اپنی لڑکی کے کفر اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور وہ یعنی زید کا لڑکا یہاں آنے سے انکار کرتا ہے، بکر نے اس کے پاس کئی خطوط بھیجے اور آدمی بھی گئے، لیکن وہ یہاں آنے سے انکار ہی کرتا ہے۔ زید کا لڑکا جاہل ہے پابند شرع بھی نہیں اور لڑکی بالکل پختہ صحیح العقیدہ سنیہ ہے، حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ العالی جواب بہت جلد روانہ فرما کر مہربانی فرمائیں۔

احمد حسین، ساکن بھاؤپور پوسٹ اٹوا بازار ضلع بستی ۸؍نومبر ۸۷ء

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی اگر واقعۃً زید کا لڑکا کفر میں مبتلا ہو گیا ہے تو لڑکی کا نکاح ٹوٹ گیا۔ درمختار میں ہے: "ما یکون کفرا اتفاقا یبطل عمل النکاح" پس وہ دوسری جگہ اپنی شادی کر سکتی ہے، لیکن اس کی تصدیق مکمل طور پر کی جائے سنی یا سنائی باتوں پر اعتبار نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۳؍شعبان ۸۵ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

(۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں کہ سامعہ خاتون بنت حبیب اللہ ساکن دوست پور کی شادی نابالغہ عمر تخمیناً سات آٹھ سال کی

ایک ناکارہ بد اخلاق بدکردار لڑکے سے اس وقت کی گئی جب کہ میرے والد محترم کا انتقال ہو چکا تھا اور عزیزان وطن نے والدہ کو اپنی رائے قائم کر کے میری شادی اس لڑکے سے کرادی لیکن اب جب کہ میں بالغ ہوش میں آئی تو اس لڑکے کے حالات سے آگاہ ہوئی اور چاہتی ہوں کہ علمائے دین سے اجازت لے کر دوسری شادی کروں۔ (نوٹ) اس وقت میں بالکل یتیم ہوں، میرے والد اور والدہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور میں اپنے بڑے والد کے زیر پرورش ہوں، انہیں بھی یہ رشتہ قطعی گوارہ نہیں ہے اور ابھی میرا گونہ نہیں ہوا ہے یعنی میں ابھی تک سسرال نہیں گئی ہوں، اس صورت میں کیا حکم ہے۔ آج تک جہاں سے میری شادی ہوئی ہے، کوئی رشتہ نہیں رہا اور نہ کوئی واسطہ قائم رہا ہے۔

جلیل ٹیلر ماسٹر ساکن دوست پور ضلع فیض آباد یوپی

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر سائلہ خاتون نے بالغ ہوتے ہی اپنے نکاح سے انکار کر دیا ہو تو یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ عالم گیری میں ہے: "وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ،" (۱/۳۶۵) اگر اسی وقت انکار نہ کیا تو اب بعد میں انکار کرنے سے کچھ نہ ہوگا، طلاق کی ضرورت ہوگی۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بيده عقدة النكاح﴾ ۔ واللہ تعالی اعلم عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ۲۲ر شوال ۸۵ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

لڑکی بالغہ ہے اور لڑکا بالغ ہے، لڑکی کا باپ باہر گیا تھا، ماں نے اپنی اجازت سے چچا کو وارث بنا کر نکاح کر دیا اور لڑکی اپنے گھر رخصت ہو گئی مگر باپ کے باہر سے آنے پر اعتراض ہو گیا اور باپ نکاح کو درست نہیں مانتا، ایسی حالت میں نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ لڑکی اس وقت اپنے ماں باپ کے پاس ہے اور بالغ ہو گئی ہے۔ عبد الغنی موضع ٹھیاؤں تھانہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب

اگر باپ اتنی دور تھا کہ اس کی اجازت لینے میں دیر ہو جانے کا خطرہ ہو جس سے شادی میں دقت ہو تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا اور گھر آ کر اس نے نکاح رد کر دیا تو نکاح ختم ہو گیا۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی لڑکی بکر کے ساتھ بیاہی تھی، کچھ دنوں تک بکر کے ساتھ بسر اوقات ہوتی رہی، بعد میں زید اپنی لڑکی کو لینے گیا، بکر نے انکار کر دیا کہ میں نہیں بھیجوں گا زید موقع پا کر اپنی لڑکی کو بھگا کر اپنے گھر لے آیا بکر بار بار لینے جاتا کہ میری بیوی کو بھیج دو ہر دفعہ انکار ہی کرتے چلے آئے، برادریوں نے بہت سمجھایا کہ لڑکی کو اس کے گھر روانہ کر دو۔ جواب دیتا ہے کہ میں نہیں بھیجوں گا اور اس کی دوسری شادی کروں گا، بکر کہتا ہے کہ عدالت سے نکاح فسخ ہو گیا۔ ایسی صورت میں زید اور بکر کیلیے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ جو حکم ہو صاف لکھا جائے۔ چھکو جولاہ ساکن لال پور ڈاکخانہ متھرا بازار ضلع گونڈہ

الجواب

عدالت کا فسخ کیا ہوا نکاح شرعاً فسخ نہیں ہوتا، شوہر کے طلاق دیئے بغیر عورت نکاح سے نہ نکلے گی۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة:۲۳۷] یہ اور بات ہے کہ جب عورت نہیں رہنا چاہتی اور شوہر زبردستی رکھنا چاہتا ہے تو اس سے قسم قسم کی الجھنوں میں مبتلا ہونا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۱ر جمادی الاولی ۸۶ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

لڑکی کا نکاح ہوا تھا تو لڑکی نابالغ تھی، اس کے باپ باہر تھے، لیکن پتہ معلوم تھا کہ فلاں جگہ ہیں باپ کی اجازت نہیں تھی، ماں نے لڑکی کے چچا کو وارث بنا کر شادی کر دی، نابالغی میں دو مرتبہ لڑکی شوہر کے گھر آئی۔ ایک مرتبہ بالغ ہونے کے بعد بھی آئی، باپ کی رضامندی شروع سے نہیں تھی نکاح کے وقت لڑکا نابالغ تھا، ایام بلوغیت میں لڑکا اور لڑکی ایک ساتھ "۸" مہینہ رہ چکے ہیں، لڑکی اس وقت اپنے باپ جان کے ساتھ ہے، جواب دیا جائے۔

عبد الغنی، موضع ٹھیاؤں تھانہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۳ر اکتوبر ۶۶ء

الجواب

باپ کے نکاح سے انکار کرنے سے قبل لڑکی اگر بلوغ کی حالت میں شوہر کے ساتھ رہی تو نکاح مکمل ہو گیا اور اگر بلوغ کی حالت سے پہلے ہی لڑکی کے والد نے نکاح کی اطلاع پا کر اس سے انکار کر دیا تو نکاح رد ہو گیا، اس کی بنیاد یہ ہے، ہدایہ میں ہے: "كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز انعقد موقوفا على الاجازة" (اولین: باب في الاولياء: ۳۰۲) پس یہ نکاح جو چچا نے باپ کے ہوتے

ہوئے کیا، باپ کی اجازت پر موقوف تھا جب تک لڑکی بالغ نہ ہوا اور اس دوران میں باپ نے نکاح
کا اذن دیا ہوتو ہو گیا اور اگر باپ نے نہ دیا تو لڑکی نے بالغ ہو کر اس کو اپنے پر قابو دے کر جائز کر دیا تو اب
اس کو اس کا اختیار نہ رہا۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۵؍شعبان ۸۶ھ
الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
کہ ہندہ نابالغہ جس کی عمر صرف بیس ۲۰؍گھنٹہ کی تھی کہ اس کا نکاح زید سے ہوا، ہندہ کی طرف
سے ہندہ کے باپ کے دوست نے ایجاب قبول کیا کہ باپ نے سکوت اختیار کیا، اب جب ہندہ بالغ
ہوئی، آثار بلوغیت ظاہر ہوئے، اس نے اس نکاح سے انکار کر دیا، اس لیے لڑکی پہلے ہی سے زید سے
ناراض وناخوش تھی، اسی میں لڑکی کا نکاح ٹوٹ گیا کہ نہیں ہندہ کسی بھی حالت میں جانے کو تیار نہیں ہے۔
بینوا توجروا

عثمان غنی اسحاق شریف بلڈنگ دوسرا بالا مکان نمبر ۳۷۔ دوسری پر خان اسٹیریڈ بنانا گیارہ بستی ۸۔

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی اگر سوال کی عبارت من وعن تعبیر ہے تو ظاہر ہے کہ بالغ ہوتے ہی ہندہ کو فسخ
نکاح کا اختیار ہے، لیکن یہ اختیار قاضی کی اجازت کے بعد ثابت ہوگا اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں عالم باعمل
صحیح العقیدہ فسخ نکاح کی تصدیق کر سکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۱ صفر ۸۷ھ
الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۲-۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
زید نے اپنی دختر ہندہ کی شادی عمرو کے ساتھ کی، عمرو کے زیورات جو تقریباً آٹھ تولہ تک کی
مالیت اس زمانہ کے لحاظ سے تھے، زید اپنے تحت میں لایا تھا، بعدازاں ہندہ کو اپنے یہاں روک لیا اور
کچہری میں فسخ نکاح کرا دیا اور ہندہ کو غیر مقلد بکر کے حوالے کر دیا، بکر نے ہندہ کے ساتھ دوسرے روز
اپنے مذہب کے مطابق نکاح پڑھایا تو سوال یہ ہے کہ زید جو اپنے کو سنی ظاہر کرتا ہے اور اس کا یہ فعل کیسا
ہے؟
(۱) کیا یہ نکاح شرعاً فسخ مانا جائے گا؟

(۲) عمرو کا کہنا ہے کہ زید اگر ہمارے سامان یا اس کی قیمت دے دے تو ہم طلاق دے دیں گے
ایسی حالت میں مجرم کون ہے؟
(۳) زید نے بغیر نکاح ہندہ کو عمرو مجرم کے حوالہ کیا، یہ جرم کیسا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟
(۴) کیا ہندہ کا نکاح غیر مقلد مرد کے ساتھ جائز ہوا؟
(۵) زید کیساتھ اہل سنت کو کیا کرنا چاہئے؟ صاف صاف اور مدلل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ما
جور ہوں۔ فقط
المستفتی حکیم شمس الحق لاوابی بازار پھولپور دونسی ٹی

الجواب

(۱) موجودہ کچہریاں دار القضاء نہیں، یہاں کے حاکم اسلامی نہیں، قاضی ان کے نکاح توڑنے
سے شرعاً نکاح نہیں ٹوٹتا، صورت مسئولہ میں طلاق کی ضرورت ہے: ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرۃ:۲۳۷]
نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔
(۲) جو سامان عمر نے ہندہ کو برتنے کیلیے دیا تھا، اس کے مطالبہ میں عمرو پر شرعاً کوئی الزام نہیں۔
(۳) اگر زید نے ایسا کیا تو سخت برا کیا، اس پر توبہ صادقہ لازم ہے۔
(۴) جو صورت سوال میں ہے، اس صورت میں تو غیر مقلد یا مقلد کسی کے ساتھ ہندہ کا نکاح
جائز ہی نہیں۔ عالمگیری میں ہے: "لا یحوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ"، ویسے عقیہ کا نکاح
غیر مقلد کے ساتھ مطلقاً منع ہے، تفصیل کیلیے اعلحضرت کا رسالہ ملاحظہ فرمائیں۔
(۵) دشمنی سادھنے کی نیت نہ ہو، بلکہ امید اصلاح ہو تو اصلاح کی نیت سے مسلمان زید کا
مقاطعہ کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۲؍صفر ۸۷ھ
الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید نے اپنی بیوی کو ایک سال یا پانچ سال تک نہ کپڑا دیا اور نہ کھانا اور نہ تو کچھ خبر گیری کی تو کیا
ایسی حالت میں زید کا نکاح فسخ ہو گا یا نہیں؟ فقط والسلام آپ کا خادم حافظ محمد ابو الکوثر لھودوا

الجواب

صورت مسئولہ میں بغیر طلاق دیئے زید کا نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهٖ
عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة:۲۳۷] لیکن عورت کو اس قسم کی اذیت دے کر زید سخت گنہگار ہوگا اور اس پر

واجب ہے کہ خبر گیری کرے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۴؍ربیع الثانی ۸۷ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ کا نکاح نابالغی کے زمانے میں مسمیٰ دین محمد نابالغ لڑکے کے ساتھ ہوا تھا۔ اب دونوں بالغ ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک روز دین محمد کے والد مسمیٰ مشکے نے اپنے مکان پر برادری کے پانچ آدمیوں کو بلا کر کہا کہ اب اپنے لڑکے مسمیٰ دین محمد کی جس کی شادی مسماۃ دختر تجمل سے ہوئی تھی، اپنے یہاں نہ لاؤں گا چاہے میراثی کی لڑکی لے آؤں، مگر آپ لوگ تجمل کو اس بات سے باخبر کردیں اور اگر آپ لوگ نہ کہیں تو حشر میں آپ لوگوں کا دامن پکڑلوں گا اور لڑکی ان سب واقعات کے ہوتے ہوئے اپنے شوہر کے پاس جانے کے لیے رضامند نہیں ہوتی اور یہی بتایا جاتا ہے کہ جن لڑکے اور لڑکیوں کا نکاح نابالغی میں ہوجاتا ہے اور جب وہ جوان ہوں، اس وقت ان کو اختیار ہے کہ اس نکاح کو قائم رکھنا چاہیں تو قائم رکھیں اور اگر فسخ کرنا چاہیں تو فسخ کردیں، شریعت میں ان کی کہاں تک چھوٹ ہے۔ امید ہے کہ جواب تحریر کردیں گے، مسماۃ ہندہ اپنے نکاح کو فسخ کرنا چاہے تو کیا صورت ہے بروئے شرع مطلع فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا

تجمل حسین قصبہ بلرامپور محلہ جھجرہ مورخہ ۷؍مئی ۹۳ھ

الجواب

اگر باپ، دادا کے علاوہ نے نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کیا ہے تب بالغ ہونے کے ساتھ ہی ان کو فسخ نکاح کرنے کا اختیار رہتا ہے: عالم گیری میں ہے: "وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ" (۳۶۵/۱)

لیکن اگر عورت فسخ کرنے میں کچھ بھی تاخیر کرے تو فسخ جاتا رہے گا اور اگر باپ دادا نے کیا ہے تو فسخ نہیں کرسکتی۔ وللولی انکاح الصغير والصغيرة ولزم النكاح" پس اگر ہندہ کا نکاح اس کے باپ دادا نے کیا تو اب بغیر طلاق کے کوئی چارہ کار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ نے زید سے شادی کی کم وبیش ایک سال بعد زید پاگل ہوگیا اور چار سال تک پاگل رہا، اس

درمیان میں ہندہ نے عدالت سے اپنی مفلسی کا اظہار کرکے خلع کرالیا، پھر زید ٹھیک ہوگیا اور وہ اب اپنی بیوی ہندہ کو لانا چاہتا ہے اور ہندہ بھی زید کے ساتھ جانا چاہتی ہے، از روئے شرع اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ فقط

ولی پوسٹ ومقام بھیڈور ضلع فیض آباد

الجواب

موجودہ کچہریاں نہ دارالقضا ہیں نہ ان کے حاکم شرعی قاضی، اس لیے ان کا فسخ کیا ہوا، نکاح شرعاً فسخ نہیں ہوتا، صورت مسئولہ میں ہندہ بدستور زید کی بیوی ہے، لیکن ہندہ کو اپنی اس غیر شرعی حرکت سے صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے جس کا ارتکاب خلع کراکے اس نے کیا، خدا مسلمانوں کو اسلام پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یکم ذوالقعدہ ۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں عمر آٹھ سال میں ہوا، لڑکی کی پرورش چونکہ ننہال میں ہوئی تھی، اس لیے لڑکی کے دادا وغیرہ سے پوچھے بغیر نکاح ہوگیا، لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے انکار کردیا۔ ایسی صورت میں نکاح درست ہے یا نہیں؟

منتظر جواب ایک خادم جائسی

الجواب

اگر صورت حال یہی ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے تو لڑکی کو انکار کردینے کا حق ہے اور نکاح فسخ ہوگیا ہے۔ عالم گیری میں ہے: "وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ" (۳۶۵/۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۴؍ذی الحجہ ۸۴ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسماۃ احمدی بیگم نو مسلمہ ہے، حلقہ اسلام میں آنے کے بعد ایک مسلم کے نکاح میں آئی، میرے ساتھ پہلے شوہر غیر مسلم سے ایک لڑکی ایک سال کی بھی تھی، اس لڑکی کی عمر قریب جب آٹھ سال ہوئی تو ہمارے شوہر نے ہماری مرضی کے بغیر جبراً دباؤ دے کر اپنی مرضی سے طوائف کے لڑکے سے عقد کردیا، وہ ماحول نہ تو مجھے پسند ہے اور نہ تو میری لڑکی کو، لڑکی نے برابر پڑھے لکھے لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ لڑکی

بالغ ہوتے ہی فوراً بلا دیر کئے ہوئے، محلے کے چند معتبر لوگوں کے سامنے اپنے اس نکاح سے انکار کردے تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ ایک مرد کے روبرو جو کہ پڑوس کے رہنے والے ہیں، کردیا ہے، جواب عند المطلب یہ ہے کہ کیا ہمارے شوہر ثانی ہماری اس لڑکی کے نکاح پر اس درجہ قادر ہیں؟ دیگر کیا لڑکی کو نکاح فسخ کردینے کا حق ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں تا کہ لڑکی کا دوسرا عقد کردیا جائے مہربانی ہوگی۔

یہ واقعہ شاہ گنج مرزا پور کا ہے۔ موقع پر رہنے والے مرد شیخ بچن علی۔ موقع پر رہنے والی عورتیں نشانی انگوٹھا، زیب النساء، احمدی بیگم نو مسلمہ راقم مولوی ابو المنیر امام جامع مسجد کربٹیا بازار مرزا پور

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ لڑکی اپنا معاملہ کسی عالم دین سنی کے پاس پیش کرے کہ میرا نکاح نابالغی میں ولی کی اجازت کے بغیر ہوا تھا، میں نے بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے انکار کردیا وہ عالم گواہوں کا بیان لے کر حکم لگائے کہ میں نے نکاح توڑ دیا، اب وہ لڑکی جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ عالم گیری میں ہے: "وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ "،(۱/۳٦٥) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۴ر محرم ۸۴ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی بیوی کے والد مستقل پاکستان کے باشندے ہیں، اور والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ وہ فی الوقت اپنے نانا عیاش خاں کے پاس ہے۔ زید اس کو ہمہ دم اپنے پاس ہی رکھنا چاہتا ہے۔ ہندہ کا نانا اس پر کسی طرح آمادہ نہیں۔ وہ زید کو خانہ داماد کی طرح اپنے گھر میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اور دھمکی دیتے ہیں کہ ورنہ میں ہندہ کا دوسرا نکاح کردوں گا۔ تو کیا نانا کو اس کا حق ہے۔ جواب بالصواب بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔ فقط محمد لقمان گیاوی محمد ریاض الدین۔ ایم قیصر کلکتہ۔ ایم غلام رسول مظفر پوری۔ محمود الحق، محمد حفیظ وغیرہ۔ لور پرائمری اردو مکتب موضع گونٹھا بانکے پور ضلع گیا۔

الجواب

شوہر زید اگر ہندہ کے تمام حقوق ادا کرنے کے لیے آمادہ ہے تو عیاش خان اس کی بیوی کو روک کر سخت ظلم کر رہا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾[النساء:٢٤] فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۵ر صفر ۸۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسماۃ ہندہ کی طلاق کا مقدمہ عدالت میں دائر تھا۔ ہندہ کا شوہر طلاق نہیں دیتا تھا۔ دوران مقدمہ میں کلٹر صاحب کی اجازت پر ہندہ نے زید سے نکاح ثانی کرلیا۔ بعدہ کچھ عرصہ کے ہندہ کو اس کے پہلے شوہر کو دے دیا۔ مگر زید سے ہندہ کو اس سے پہلے ہی استقرار حمل ہو گیا تھا۔ آیا نکاح ثانی درست ہے یا نہیں؟ کیا ہندہ عدت گذار کر نکاح ثانی کرسکتی ہے؟۔ فقط اقبال احمد موضع سہی ۵ر رجب ۱۳۷۸ء

الجواب

موجودہ کچہریاں چونکہ شرعی عدالت نہیں۔ اس لیے زوج اول سے طلاق حاصل کئے بغیر موجودہ کچہریوں کے حاکموں کی اجازت لے کر نکاح ثانی جائز نہیں۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[البقرة:٢٣٧] اس لیے نکاح ثانی کی وجہ سے ہندہ اور زید اور جس جس نے اس میں شرکت اور امداد کی سب سخت گنہگار ہوئے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[المائدة:٢] ان دونوں پر توبہ لازم اور ان دونوں پر جدائی ضروری ہے۔ ہاں جب ہندہ کو اس کے شوہر اول نے طلاق دے دی ہو تو وضع حمل کے بعد وہ مکرر نکاح ثانی کرسکتی ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾[الطلاق:٤] واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

صوبا بہار کے اندر کچھ دنوں سے جابجا دفتر دار القضاء جس کا مرکز امارت شرعیہ پھلواری شریف یا مونگیر شریف ہے، قائم ہو چکا ہے۔ اور دفتر دار القضاء سے خصوصاً فسخ نکاح کا حکم مدعیہ مدعی علیہ کے سامنے بغیر طلاق دلوائے ہوئے نافذ کردیا جاتا ہے۔ اور مدعیہ کو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نفوذ شرعی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟

سائل: عبد السبحان عفی عنہ، موضع سیتل پور ڈاکخانہ دیوی گنج مالدہ مغربی بنگال ۲۰ر ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

الجواب

امارت شرعیہ بد مذہبوں کا ایک ادارہ ہے جس کے ذریعہ وہ اندھا دھند جلب منفعت وکسب زر وحصول اقتدار کر رہے ہیں۔ اس مسئلہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ حالت اضطرار میں مجبور کو دیگر ائمہ

کے مسئلہ پر عمل کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر علمائے اہل سنت نے پٹنہ میں ادارہ شرعیہ کا قیام کردیا ہے، تاکہ صحیح خطوط پر عوام کی رہنمائی ہو۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ　۲۵؍شوال ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ　الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

شادی کے دو سال بعد شوہر برائیوں کا عادی ہوگیا۔ اور عورت سے لاپرواہ۔ بلکہ عورت کا زیور کپڑا وغیرہ مار پیٹ کر چھین لیا۔ اور زناکاری میخواری جوئے وغیرہ فواحش میں صرف کردیا، اور عورت کو گھر سے نکال دیا۔ اور کہا کہ آج کی تاریخ سے مجھ سے اور تم سے کوئی واسطہ نہیں، سروکار نہیں ہے۔ اب عورت اس کے یہاں جانے کو تیار نہیں۔ اور ضلع مجسٹریٹ کے یہاں درخواست دے کر نکاح فسخ کرلیا ہے۔

پھول محمد چریاکوٹ ضلع اعظم گڑھ

الجواب

تم سے اور مجھ سے کوئی واسطہ اور سروکار نہیں۔ یہ الفاظ طلاق میں سے نہیں۔ اور موجودہ کچہریوں کا فسخ کیا ہوا نکاح بھی فسخ نہیں ہوتا۔ اس لیے صورت مسئولہ میں طلاق حاصل کئے بغیر چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۴؍جمادی الاول ۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ　الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی لڑکی ہندہ کی شادی سگے ماموں کے لڑکے کے ساتھ ہوئی، مگر یہ معلوم نہ تھا کہ مرگی کا مریض ہے، شادی بچپن میں ہوئی تھی، سن بلوغ پر لڑکی کی رخصتی ہوئی، بعدہ لڑکی سسرال سے واپس آنے پر معلوم ہوا کہ لڑکا مریض ہے، اس کی مردانگی بھی زائل ہوچکی ہے تو میں نے لڑکی کے خسر سے کہا تو انہوں نے کہا کہ میں علاج کروں گا، ایک سال کے بعد پھر میں نے کہا تو انہوں نے کہا کہ اب لڑکا ٹھیک ہے، میں لڑکی لے جاؤں گا، میں نے لڑکی کو رخصت کردیا، لڑکی دوبارہ سسرال رہی پہلی والی بات کی شکایت ہے پھر میں نے دوبارہ کہا تو انہوں نے کہا کہ میں پھر علاج کروں گا، تیسری بار آٹھ نو ماہ کے بعد پھر لڑکی کو رخصت کرا کے لے گئے اس بار میں لڑکی ڈیڑھ ماہ رہی مگر وہ کمزوری سابق نہیں گئی تو میں نے لڑکی کے خسر سے کہا کہ اب کیا ہوگا تو انہوں نے کہا کہ اب مجبوری ہے، میں لڑکے سے طلاق دلوائے دیتا ہوں، اس کے بعد میں چار آدمیوں کے ہمراہ لڑکی کے خسر کی خدمت میں گیا تو انہوں نے طلاق دلانے سے انکار کردیا تین مرتبہ پنچایت کی گئی مگر انکار ہی انکار رہا۔ لہذا از روئے شریعت اسلامی طریقہ سے کیسے لڑکی کا چھٹکارا ہو سکتا ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

العبد علی رضا، موضع سیتھوا فیض آباد　۲۵؍مارچ ۷۰ء

الجواب

ہندہ اپنا معاملہ کسی دیندار عالم کے سامنے رکھے، وہ شوہر کو مزید ایک سال کی مہلت دے اگر ایک سال میں وہ ٹھیک ہوجائے تو خیر ورنہ شوہر طلاق دے۔ شوہر طلاق نہ دے تو وہ عالم ہندہ کا نکاح فسخ کر دے اور اگر خلوت ہوچکی ہو تو عدت کے بعد ورنہ فسخ کے بعد دوسرا نکاح کرے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ　الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

شادی بیاہ کے سلسلہ میں ایک زمانہ سے بعض مقامات پر یہ دستور ہے کہ جانبین میں والدین صرف حسب ونسب معلوم کرکے اپنے بچوں کا عقد نکاح نابالغیت میں ہی کردیتے ہیں اور بالغ ہونے کے بعد رسم رخصتی ادا کرتے ہیں کہ جانبین کو اطمینان رہے، چنانچہ شمشیر خاتون بنت محمد مسلم کا عقد نکاح مسمی ریاض الحق بن عبد الغنی کے ساتھ اسی طرح ہوا کہ جانبین کے والدین نے ہر دو جوڑے کی بھولی بھالی صورت دیکھ کر بچپن ہی میں عقد نکاح کردیا اور ساتھ ہی محمد مسلم صاحب نے اپنے داماد مسمی ریاض الحق کو اپنی مستقبل کی زندگی سنوارنے اور تابناک بنانے کے لیے ایک صد روپیہ نقد بھی دیا اور مزید موقع بموقع دیتے بھی رہے، لیکن افسوس کہ جیسے میاں ریاض الحق کی عمر بڑھتی گئی، بری صحبتوں کا خوگر اور فسق وفجور میں مبتلا ہوتا گیا اور بالغ ہونے کے بعد تو فخریہ تمام منہیات کبیرہ کا مرتکب ہوگیا، آوارگی، فحش، شراب نوشی، چوری اور زنا وغیرہ سب ہی مذموم باتیں اس میں جمع ہوگئیں۔ نہ شریعت کے مکروہ حرام وحلال کا پاس، نہ خاندانی شرافت کا احساس، اور نہ اپنی منکوحہ بیوی کا خیال۔ ادھر لڑکی بالغ ہوئی اور برعکس صوم وصلوۃ کی پابند، نیک سیرت اپنے شوہر کے برے اطوار وعادات کو سن کر نالاں ومتنفر کہ صاف لفظوں میں گویا ہوئی کہ ایسے فاسق وفاجر کے ساتھ میرا نباہ مشکل ہے اس لیے طلاق ہی لیا جائے، ادھر لڑکی کے والدین ودیگر متعلقین یگانہ و بیگانہ سب سے اس صورت حال پر لڑکے کو سمجھانے کی کوشش کی حتی کہ پنچایت وغیرہ کرکے نشیب وفراز بھی سامنے رکھا جس پر ریاض الحق کے والد محترم عبد الغنی صاحب نے اپنے لڑکے سے تنفر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ طلاق دے کر خوشی خوشی رشتہ ختم کردیا جائے، چنانچہ عبد الغنی

صاحب نے طلاق کی تائید میں اپنے کسی عزیز کو خط بھی لکھا جس کی نقل منسلک ہے، پھر بھی ریاض الحق نے فسق وفجور کی وجہ سے کسی کی بھی بات نہ سنی اور نہ مانی، مزید یہ کہ ان منہیات میں مدہوش ہی رہا۔ اب تک نہ تو رخصتی ہو سکی ہے اور نہ ہی طلاق دیا جا سکا ہے۔ رفتار زمانہ اور ریاض الحق کے فسق وفجور میں انہماک پر اب خود شمسہ بی بی کا اصرار اور اس کے والدین ودیگر خاندانی متعلقین حسب ہی کا خیال ہے کہ خلع یا طلاق کے ذریعہ یہ رشتہ ختم کر دیا جائے۔ صورت مسئولہ میں ریاض الحق فاسق وفاجر سے طلاق خلع کی کیا صورت ہوگی؟ کیا بذریعہ کورٹ کچہری سے بھی خلع کے ذریعہ طلاق ہو سکتی ہے، اور پنچایت کے ذریعہ بھی بالتفصیل حوالہ سے مطلع کیا جائے۔

المستفتی: محمد مسلم بذریعہ عبد الرؤف صاحب پوسٹل اسٹاف پارک اسٹریٹ پوسٹ اور حسن کلکتہ

الجواب

خلع کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ عورت مال دے اور شوہر طلاق۔ اس کے لیے نہ پنچایت کی ضرورت نہ کچہری کی موجودگی۔ کچہری میں تو یہ ہوتا ہے کہ عورت درخواست دیتی ہے اور تحقیق وتفتیش کے بعد عدالت اس کا نکاح یا تو فسخ کر دیتی ہے۔ یا اس کو اپنا نکاح ختم کرنے کی اجازت دیتی ہے، لیکن یہ کچہریاں نہ شرعی دار القضاء ہیں، نہ ان کے حاکم شرعی قاضی نہ ان کو فسخ شرعی کا حکم۔ نہ شوہر کے علاوہ کسی کو یہ اختیار کہ صورت مسئولہ میں وہ نکاح ختم کر دے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[البقرة:۲۳۷] اس لیے اب شرعاً صرف یہی صورت ہے کہ شوہر سے طلاق لی جائے، راضی سے چاہے روپیہ پیسہ دے کر، چاہے زبردستی اس سے طلاق کے الفاظ کہلائے جائیں، ہر طرح طلاق پڑ جائے گی۔ ہدایہ میں ہے: "طلاق المکرہ واقع" زبردستی مجبور کر کے طلاق دلوائی جائے تو اس کی طلاق پڑ جائے گی اور صورت مسئولہ میں جب کہ شوہر کے والد عبد الغنی بھی تیار ہیں تو وہ لڑکے کو اتنا مجبور کریں کہ وہ طلاق دے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۵ رشوال ۹۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح عمر کے ساتھ فاطمہ کے نانا نے اپنی اجازت سے کر دیا جس کی عمر آٹھ سال تھی، والدہ نے اصرار بھی کیا کہ ابھی شادی کرنے کی کیا ضرورت؟ زید اس وقت اپنی ملازمت پر باہر تھا، زید کو نکاح کا علم نہ تھا، جب زید چار روز کے بعد اپنے مکان پر آیا تو معلوم ہوا کہ فاطمہ کا نکاح اس کے نانا نے کر دیا زید نے کہا بغیر میرے دیکھے ہوئے اور بغیر میری اجازت کے آپ نے عقد کر دیا، فاطمہ

سن بلوغیت کو جب پہنچی عمر کے گھر جانے سے انکار کر دیا ہے، مسئلہ مذکورہ کی صورت میں فاطمہ کا نکاح کیسا ہوا دلیل وبراہین سے واضح فرمائیں۔   فقط والسلام المستفتی شبیر احمد، مہراج گنج اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں فاطمہ نے اگر بالغ ہوتے ہی نکاح کا انکار کر دیا ہو یا نابالغی کے وقت سے بالغ ہونے تک برابر انکار کرتی رہی ہو تو اس کو فسخ کا حق ہوگا، ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے: "فلو زوجهما غير الاب وابيه لهما خيار الفسخ بالبلوغ" واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں ایک لڑکی خالدہ جو کہ میرا نکاح عمرو کے ساتھ ہوا اور اپنے شوہر کے ساتھ بھی عرصہ دو سال رہی، پھر بعد میں تین سال گذرا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ جنسی خواہشات یعنی کمزوری خاص (نامردی) کی بنا پر میں مجبور تھی اور ان کو تین سال کا وقت علاج کے لیے دیا اور انتظار کرنے کے بعد ہی حالت یعنی کمزوری ٹھیک نہ ہوئی۔ لہٰذا میں اس سے علیحدگی چاہتی ہوں تو وہ میرے سر پر کچھ غلط طریقہ سے زیور کا الزام رکھ، یعنی چار تھان چاندی کی جگہ نو تھان سونے کا اور چاندی کا اور مہر کا وہ مجھ سے مبلغ ۵۵۱روپیہ مانگتا ہے جب کہ مہر صرف ۵۱روپیہ تھا وہ بھی میں نے معاف کر دیا تھا۔ مثال عجیب رہی۔ الٹے چور کوتوال کو ڈانٹے اور میری معاشی حالت انتہائی کمزور ہے کہ میں کچھ دے سکوں اور اپنا معاملہ صاف کروں۔ لہٰذا میری زندگی کی سنبھال اور عزت کی حفاظت کی دوسری شکل کیا ہو سکتی ہے کہ میں اس مجبوری اور بے بسی کی حالت میں نکاح ثانی کر لوں۔

نوٹ:۔ قانوناً ہم نے اپنی صورت نکالی ہے، مگر عند اللہ اصلی مواخذہ کا مجرم نہ رہوں۔

سائل:۔ محمد انعام اللہ موضع تریانوں خاص ڈاکخانہ لکھنڈیہ اعظم گڑھ یوپی

الجواب

مسماۃ خالدہ نے اگر نکاح کے بعد کبھی اس کی نامردی پر مطلع ہو کر زبانی رضامندی ظاہر نہ کی ہو کہ نامردی ہی میں اس کے ساتھ رہوں گی تو اس کو تفریق کا حق حاصل ہے۔ صورت اس کی یہی ہے کہ خالدہ اپنا معاملہ مقامی سنی عالم دیندار کے پاس پیش کرے وہ معاملہ سن کر شوہر کے لیے ایک سال کی مدت مقرر کرے اگر اس مدت میں شوہر اس سے صحبت پر قادر نہ ہو تو وہ سنی عالم اس کا نکاح فسخ کر دے اور عدت

کے بعد خالدہ دوسری شادی کر سکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲رشوال ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسماۃ سلمیٰ اور مسمی ہاشم کا نکاح سن بلوغت میں ہوا، چند دن شوہر کے پاس رہنے پر سلمیٰ کو ایک تلخ تجربہ ہوا کہ اس کے ہونے والے شوہر ہاشم میں مردی کمزور ہے۔ جس کی وجہ سے ہاشم سے فطرۃً نفرت سی ہو گئی مگر اس نے شوہر کے گھر والوں اور شوہر سے اس بات کا اظہار نہیں کیا، جب وہ رخصت ہو کر اپنے میکے میں آئی تو ہمیشہ اداس اور رنجیدہ رہتی تھی، سلمیٰ کے ماں باپ بہت پریشان رہا کرتے تھے کہ کیا بات ہے، لیکن سلمیٰ سوائے خاموش رہنے کے اور کچھ نہیں کہتی تھی، کچھ دنوں بعد ہاشم رخصت کرانے کے لیے سلمیٰ کے گھر آئے لیکن سلمیٰ نے اپنی سسرال جانے سے صاف انکار کر دیا، اس پر سلمیٰ کے گھر والوں نے بہت اصرار کیا کہ کیا بات ہے؟ تب سلمیٰ نے اس پوشیدہ راز کو ڈرتے ڈرتے اپنی ماں سے کہا، پھر ماں نے اپنے کچھ خاص رشتہ داروں سے ہاشم کی نامردی کے بارے میں تذکرہ کیا جس پر سلمیٰ کی نندوں نے کھل کر کہا کہ یہ بات بالکل صحیح ہے یہ تو ہم سب لوگ جانتے ہیں، آپ لوگوں کو بڑا دھوکہ دیا گیا ہے ہاشم سلمیٰ کی والدہ نے کہا کہ سلمیٰ نہیں جانا چاہتی ہے ایسی صورت میں تم کو چاہئے کہ سلمیٰ کو طلاق دیدو یا خلع لے لو جس پر ہاشم رضامند نہیں ہوئے اور بھاگ کر آسام چلے گئے۔ جس کو پانچ سال کا زمانہ ہو گیا اب کسی قسم کی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ ایسی صورت میں سلمیٰ کے لیے شرعاً کیا حکم ہے۔

(معرفت نائب تحصیل دار صاحب صدر) محلہ پہاڑ پور اعظم گڑھ ۳۰ر۳۔۱۹۶۸ء

الجواب

اگر ہاشم یہاں موجود ہوتا تو نامردی کی بنیاد پر فسخ نکاح کی سبیل تھی، لیکن وہ موجود نہیں ہے تو اب کوئی صورت نہیں۔ ہاں خط و کتابت اور دوسرے کسی ذریعہ سے اس سے طلاق حاصل کر لی جائے تو سلمیٰ کا نکاح ہو سکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

۲رمحرم الحرام ۱۳۸۸ھ وکیم راپریل ۱۹۶۸ء

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳۱۔۳۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حسینہ خاتون بنت محمد سلطان ساکن موضع صدل پور مسٹری مظفر پور کا عقد بعمر آٹھ سال نا

بالغیت بولایت پدر حقیقی چار سال پہلے ہوا تھا۔ حسینہ خاتون عقد کے بعد اب تک سسرال نہیں گئی۔ اور نہ سسرال والوں نے اب تک رخصتی کا مطالبہ کیا۔

(۲) منکوحہ حسینہ خاتون کے والدین نے رخصتی کی انجام دہی کی تاریخ متعین کرنے کا پیغام بھیجا تو منکوح محمود کے والدین نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ اگر رخصتی کرا کے لے جائیں گے بھی تو منکوحہ حسینہ کو بطور دائی یعنی نوکرانی رکھیں گے اور منکوح محمد محمود کی دوسری بیوی کو ایک بیوی کی طرح رکھیں گے۔

(۳) منکوح محمد محمود کے والدین نے مزید یہ کہا کہ ابھی چار سال تک رخصتی نہیں کرائیں گے۔

(۴) اس کے بعد تفتیش وتحقیقات واستفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ اگر جبراً رخصتی کیا گیا تو محمود کے والدین اور دیگر عزیز و اقارب حسینہ خاتون منکوحہ کو سزا دیں دے اور زندگی دوبھر کر دیں گے، ان سب معلومات وگفتگو سے جو معتبر ذرائع سے حاصل ہوئے، حسینہ خاتون کی جان وعفت وزندگی کے لیے خطرہ شدید ہے۔

(۵) مہر کی رقم مبلغ پانچ سو روپے محمد محمود یا والدین مذکور نے تا ہنوز ادا نہیں کیا ہے۔

(۶) محمد محمود اور حسینہ خاتون مرد وزن نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا ہے اور نہ آج تک دونوں یکجا ہوئے ہیں۔

(۷) متذکرہ بالا حالات کو سننے اور معلوم ہونے کے بعد حسینہ خاتون اپنے شوہر محمود سے متنفر ہے اور کسی قیمت پر وہ بھی اپنے شوہر کے پاس جانا نہیں چاہتی ہے، اس لیے دریافت طلب یہ ہے کہ مندرجہ بالا حالات کے پیش نظر۔

الف۔ رقم مہر نفقہ کا مطالبہ کرنا از روئے شریعت درست ہوگا یا نہیں؟

ب۔ نکاح فسخ کے لیے باضابطہ عدالت سرکاری میں مقدمہ دائر کر کے قانون حکومت کا سہارا لینا ہوگا یا امارت شرعیہ اور اڑیسہ کے دار القضاۃ میں بعدالت شریعت مقدمہ دائر کر کے قانون شرعی کے مطابق ہدایت حاصل کرنا ہوگا۔ یا خلع کے لیے عدالت مذکورہ بالا میں مقدمہ باضابطہ دائر کرنا ہوگا۔؟ بینوا توجروا

المستفتی: احقر الرحمٰن حاجی محمد عزیز الحق انصاری، سدپور مظفر پور

الجواب

مسماۃ حسینہ کا نکاح باپ کی ولایت میں ہوا، یہ نکاح لازم ہے اس سے چھٹکارے کی سبیل خلع ہے یا طلاق ہے۔ خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت کچھ مال دے دے اور شوہر اس کے بدلے میں طلاق دے دے۔ خلع میں شوہر کا مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ طلاق کا مشہور ومعروف طریقہ ہے کہ اگر زبردستی بھی شو

ہر سے طلاق کے الفاظ کہلائے جائیں، طلاق واقع ہو جائے گی۔ بقیہ عدالت سے فسخ یا امارت شرعیہ سے اس قسم کا معاملہ غیر شرعی اور مذہب امام اعظم علیہ الرحمہ کے خلاف۔ عورت مہر کا مطالبہ ضرور کر سکتی ہے اگر مہر معجل ہے تو، نان ونفقہ اس وقت ہے کہ شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہ کرے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آج سے سات برس پہلے ایک لڑکی کی شادی ہوئی، بارات رخصت ہوگئی مگر لڑکی رخصت نہ ہوئی اور اب تک میاں بیوی میں ملاقات نہیں ہوئی ہے، شادی کے دو تین مہینے بعد لڑکے نے یہ اعلان کیا کہ میں لڑکی کے لائق نہیں ہوں، اس کے اندر شاید نامردی کی شکایت پیدا ہوگئی ہے اور اس وقت سے اس کا علاج ہو رہا ہے یہ صحیح پتہ نہیں کہ لڑکے کی اس وقت صحیح حالت کیا ہے؟ اس لڑکی کی شادی دوسری جگہ کس طرح ہو سکتی ہے؟ جب کہ لڑکا طلاق دینا نہیں چاہتا۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

محمد اسمٰعیل، ساکن مہرولہ پوسٹ مہرولہ ضلع دیوریا

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ عورت اپنا معاملہ کسی سنی صحیح العقیدہ عالم باعمل کے سامنے پیش کرے، وہ نہ ہو تو وہاں کی دین دار سنی پنچایت میں یہ معاملہ رکھا جائے، وہ شوہر کو بلا کر جواب دہی طلب کرے اگر وہ عورت کے قابل نہ ہو تو مزید ایک سال علاج کے لیے مہلت دیں، ایک سال کے بعد بھی وہ اس قابل نہ ہو سکے تو یہ پنچ نکاح توڑ دیں اور عورت دوسری شادی کرے۔ دوسرا ذریعہ طلاق ہے، کچھ دے کر برضا خوشی یا جبر واکراہ۔ جس طرح بھی لڑکے سے طلاق کے الفاظ کہلائے جائیں گے، طلاق ہو جائے گی۔ واللہ تعالی اعلم عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی نابالغ لڑکی کا نکاح زید کے چچا زاد بھائی نے ولی بن کر بکر کے ساتھ کر دیا اور ہنوز لڑکی مذکورہ نابالغ ہی ہے۔ زید تفریق چاہتا ہے۔ سبب تفریق آنکہ زید کی منکوحہ جو بکر کی خوش دامن ہوتی ہے۔ بکر کے حقیقی بھائی بکر کی مذکورہ خوش دامن (ساس) سے ناپاک تعلق کر کے اغوا کر لے گیا اور اسی گھر میں اس کو لے کر رہتا سہتا ہے، جس گھر میں بکر اور اس کے والدین رہتے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ بایں صورت مذمومہ نا

بالغ زید کی لڑکی کی تفریق عند الشرع شریف کس شکل میں ممکن ہے؟

المستفتی: ماسٹر فخر الدین احمد کلکتوی

الجواب

اگر زید نے بھائی کے کئے ہوئے نکاح پر رضا مندی ظاہر کر دی ہو تو اب فسخ نکاح کی صرف یہی صورت ہے کہ بکر بالغ ہو تو طلاق دے دے اگر نابالغ ہو تو اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[البقرة:۲۳۷] نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے، وہی کھولے تو کھلے۔ ہاں اگر زید نے اپنی رضا مندی ظاہر نہ کی ہو اور اب ناراض ہو تو اس کے رد کرنے سے رد ہو جائے گا۔

شامی وغیرہ میں ہے: "کل عقد صدر من الفضولی ولہ مجیز حال العقد ینعقد موقوفاً علی الاجازة" (ھدایہ اولین: باب فی الاولیاء: ۳۰۲) واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور ۲۴ رجمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۴۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص ہے جو کہ اپنی شادی کیا ہے، اس کی عورت اس کو نہیں چاہتی ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ شخص مردانی کی قابلیت نہیں رکھتا ہے یعنی کمزور ہے، اس عورت نے اپنے والد صاحب سے یہ کہا ہے کہ شوہر ہمارے قابل نہیں مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا، اس عورت نے ایک غیر مرد کے ساتھ دوستی کر لی، اس کے شوہر نے حرکت دیکھ کر اس کو کئی بار کہا کہ تم ہمارے گھر سے چلی جاؤ اور عورت نے اپنے شوہر سے کئی بار کہا کہ تم ہمارا راستہ صاف کر دو، مگر اس کا شوہر نہیں سنتا ہے، وہ اپنی جوانی میں مدہوش ہے، اس کا شوہر کہتا ہے کہ ہم اس طرح تم کو رکھیں گے۔ اگر تمہاری طبیعت ہے تو رنڈی کا پیشہ اختیار کر لو اسی وجہ سے یہ راستہ اختیار کر لیا تو شوہر نے ان دونوں کو اپنے مکان میں پکڑا تو دس بیس آدمی کے سامنے اس کا ہاتھ پکڑا دیا کہ تم دونوں آدمی یہاں سے چلے جاؤ۔ وہ لے کر چلا گیا، اس کو لاکر رکھا ہے، بلا طلاق۔ تو آپ اس معاملہ میں کیا فرماتے ہیں؟ اس کو صاف صاف تحریر کریں ہم چار پنچ مل کر اس کو دریافت کرتے ہیں؟

خاکسار عبد المجید۔ محمد یعقوب۔ محمد حنیف۔ مصطفی ہاشن

الجواب

پنچوں کو چاہیے کہ سب سے پہلے عورت اور اس کے آشنا کو علیحدہ کریں اور اگر سمجھانے سے نہ

مانیں تو ان کا بائکاٹ کریں۔ انہوں نے اتنا بڑا گناہ کیا ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو عورت اور مرد اگر شادی شدہ ہوں تو اس کو پتھر مار کر ختم کر دیا جاتا۔ اس کے بعد شوہر کو سمجھائیں کہ جب تو نامرد ہے اور عورت نہیں رہنا چاہتی تو کیوں گناہ کا بوجھ اپنے سر لے رہا ہے، اس پر بھی وہ طلاق نہ دے تو کسی سنی دیندار عالم کے پاس عورت کا معاملہ پیش کریں اور وہ شوہر کو سال بھر کی مہلت دے اگر سال بھر کے بعد بھی وہ ٹھیک نہ ہو سکے نامرد ہی رہے تو وہ عالم یہ کہے کہ میں نے فلاں فلاں کا نکاح توڑ دیا، اس کے بعد عورت عدت گذار کر دوسری شادی کر سکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۴۱-۴۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک صاحب نے اپنی لڑکی مسماۃ احمدی عبد القیوم ساکن بھیڑی خاں ضلع مراد آباد کا نکاح حافظ علی یار موضع خیائیڈ ضلع مراد آباد کے ساتھ عرصہ قریب تیرہ سال کا ہوا، کیا تھا۔ لڑکی کے آنے جانے پر معلوم ہوا کہ لڑکا آج تک بالکل ہی نا قابل رہا، علاج بھی کیا، لیکن ابھی وہ اس قابل نہیں ہوا، اس کے متعلق آپ تحریر فرمائیں کہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ہم پریشان ہیں کہ کیا کریں اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیں یا نہ کریں وہ اس حالت میں فارختی دینے کو تیار نہیں لہٰذا اس شخص سے طلاق لینا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص جنم سے ہی نامرد ہے، وہ امامت کر رہا ہے۔ مقتدیوں کی نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟
عبد القیوم موضع خیائیڈ ڈاکخانہ خاص ضلع مراد آباد۔ ۷/۳_۹۷ء

الجواب

عورت اپنے یہاں کے سنی عالم کے یہاں اپنا معاملہ پیش کرے وہ شوہر کو بلائے اور ایک سال کی مہلت لے، اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے ایک سال کے بعد بھی اگر شوہر جماع کے قابل نہ ہو تو وہ عالم یہ فیصلہ کرے کہ میں نے احمدی اور حافظ علی یار میں تفریق کر دی۔ پھر وہ عورت عدت گذار کر دوسری جگہ شادی کر سکتی۔

(۲) درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳ر صفر المظفر ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۴۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک لڑکی جس کی شادی ہوئے چند سال ہوئے۔ شوہر کا انتظار ہوا۔ والدین نے دوسرے شخص سے شادی کر دی۔ لڑکی ایک ماہ کے بعد فرار ہو کر میکے چلی آئی اور بتایا کہ شوہر نامرد ہے۔ آٹھ دس برس کا عرصہ گزرا شوہر نہ تو نان ونفقہ کا انتظام کرتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، پنچایت میں اولاً شریک نہیں ہوتا اور شریک ہوتا ہے تو کہتا ہے۔ ایک رات کے لیے چلو میں طلاق دیدوں گا، پنچوں نے کاغذ پر دستخط کرنے کو کہا تو انکار کر کے چلا گیا جس کی وجہ سے جان سے مار ڈالنے کا بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

راقم مولوی انیس گورکھپور

الجواب

اگر وہاں کوئی دیندار عالم ہو تو اس کے سامنے اور وہ نہ ہو تو وہاں کے دیندار مسلمانوں کو جمع کر کے عورت ان کے سامنے اپنے معاملہ پیش کرے۔ اور وہ شوہر کو بلا کر تصدیق کریں، اگر وہ اپنی نامردی کا اقرار کرے تو وہ عالم یا پنچایت شوہر کو علاج کی سال بھر کی مہلت دیں، اس کے بعد بھی وہ درست نہ ہو تو وہ عالم اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں وہ پنچایت دونوں میں جدائی کا حکم دے۔ اور وہ عورت دوسری شادی کرے، اور اگر شوہر اپنے مرد ہونے کا دعویٰ کرے تو اس سے قسم کھلائیں قسم کھالے تو عورت کو تفریق کا حق نہیں پہنچتا۔ اور قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو ایک سال کی مہلت دیں۔ اس کے بعد ہی اس کی وہی حالت ہو تو تفرق بین الزوجین کر دیا جائے، اس کے بعد عورت دوسری شادی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۹ر صفر ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۴۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی بیوی ہندہ اپنے مابین کسی جھگڑا کے بعد شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اور زید طلاق دینا نہیں چاہتا ہے، مگر ہندہ کو طلاق نہ ملنے کی صوررت میں کورٹ سے طلاق لینا چاہتی ہے، اگر طلاق ہو جائے تو کیا یہ طلاق معتبر ہوگی؟ شریعت مطہرہ مسئلہ کے بارے میں کیا حکم نافذ کرتی ہے؟ برائے کرم جواب عنایت کریں کرم ہوگا۔

المستفتی، محمد امجد علی ٹیابرج کلکتہ

الجواب

آج کل غیر اسلامی کچہریوں کا فسخ کیا ہوا نکاح شرعاً فسخ نہیں ہوتا، لیکن یہ بات آپ کے لیے کچھ خوش آئندہ نہیں ہے، کیونکہ جب وہ آپ کے وہاں رہنا نہیں چاہتی اور طلاق چاہتی ہے تو حکم شرعی یہ

ہے کہ اس کو طلاق دے کر اپنے سے علیحدہ کر دیا جائے۔ قرآن عظیم میں ہے۔

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾[البقرة:۲۲۹]

اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انھیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں، اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

مشکوۃ شریف میں ہے "عن ابن عباس ان امراۃ ثابت ابن قیس اتت النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ثابت ابن قیس ما اعتب علیہ فی خلق ولا دین ولکنی اکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ ﷺ اتردین علیہ حدیقتہ قالت: نعم قال رسول اللہ ﷺ اقبل حدیقۃ وطلقھا تطلیقۃ" (رواہ البخاری: ۲۸۳)

حضرت ثابت ابن قیس کی بیوی حضور کی خدمت میں آئیں عرض کی یا رسول اللہ میں ثابت ابن قیس کو دین اور اخلاق میں عیب نہیں لگاتی، لیکن میں اسلام میں ناشکری کو پسند نہیں کرتی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم ثابت کا باغ انھیں واپس کر دوگی ثابت کی بیوی نے کہا کہ ہاں! حضور نے حضرت ثابت کو حکم دیا کہ باغ قبول کر لو اور انھیں ایک طلاق بائن دیدو،

دیکھئے یہ ہیں اللہ و رسول کے مقرر کردہ حدود کہ بیوی اگر شوہر کو ناپسند کرتی ہے اور نباہ کی صورت نہیں ہے تو بیوی مہر وصول کر چکی ہو تو اسے واپس کرے اور وصول نہ کیا ہو باقی ہو تو اسے معاف کرے اور شوہر اس کے بدلے میں طلاق دے دے تو اللہ نے یہ حکم فرمایا ہے، اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ عورت کے خواہش کے باجود اسے طلاق نہ دیں اور وہ کورٹ سے طلاق حاصل کر کے کہیں اپنا رشتہ کرنا چاہے تو آپ مفتی صاحب کو یہ فتوی دکھائیں کہ شریعت کے نزدیک یہ میری بیوی ہے یعنی اس کو لٹکائیں رکھیں حالاں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾[النساء:۱۲۹] یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ اور دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو، پس آپ کے لیے اللہ و رسول کا حکم یہی ہے کہ وہ آپ کے وہاں رہنا نہیں چاہتی تو آپ اس سے خلع کر لیں اور اگر آپ نے اسے یوں ہی لٹکائے رکھا تو عند اللہ مجرم ہونگے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ

(۴۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید کی زوجہ لڑائی جھگڑا کے بعد اپنے مائیکہ میں رہنے لگی، وہاں کچھ دن رہنے کے بعد اس نے امارت شرعیہ میں مقدمہ فسخ نکاح کیا ہے، امارت شرعیہ نے مقدمہ درج کرنے کے بعد زید کو تحریری نوٹس بھی دیا جس کا جواب زید نے بھی تحریری طور پر امارت شرعیہ کو دیتے ہوئے لکھا کہ میں اپنی زوجہ کو ہر طرح کے حقوق دیتا آرہا ہوں اور دیتا رہوں گا جس کے بہت سارے ثبوت میرے پاس موجود ہیں اس نے جو بھی الزامات مجھ پر لگائے ہیں اس سے بری ہوں۔ لیکن امارت شرعیہ نے اس کے خلاف فیصلہ ایک طرفہ طور پر کر دیا کہ زید کی زوجہ کا نکاح فسخ کر دیا اور تمام اشیاء مجہوزہ وغیرہ مع دین مہر وغیرہ واپس کرنے کا حکم دیا۔ جب کہ زید اب تک یہی کہتا آرہا ہے کہ میں اپنی اہلیہ کو نہیں چھوڑوں گا چونکہ اس سے میری ایک اولاد بھی ہے۔ کیا امارت شرعیہ کو حق حاصل ہے کہ زید سے زبردستی نکاح فسخ کرادے؟ کیا فسخ نکاح کے بعد زید کی زوجہ اپنے دین مہر اشیاء مجہوزہ پانے کی حقدار ہے؟ شرعی حل فرما شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی، غلام مصطفے عزیزی محلہ چھاوی شکاری گیا

الجواب

امارت شرعیہ صحیح اسلامی عدالت نہیں، نہ اس کے حکام شرعی قاضی، اس لیے ان کا فسخ کیا ہوا نکاح فسخ نہ ہوگا۔ اور حسب بیان سائل کا فیصلہ بھی ایک طرفہ اور ناحق ہے۔ عورت سے جب صحبت ہو چکی تو اس کا مہر ضرور واجب الادا ہوگا اور جہیز کی مالک بھی وہی زید کی زوجہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان، اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۲۷ شوال المکرم ۱۴۱۴ھ

(۴۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

خالدہ کی شادی ایک نہایت ہی خفیف العقل آدمی سے ہوئی، مگر بوقت شادی خالدہ اس عیب سے واقف نہ تھی اور نہ اس کے گھر والے، اب تقریباً چار ماہ تک خالدہ کی آمد و رفت ہوتی رہی مگر ہمبستری نہیں ہوئی، اور چھ ماہ کے بعد موصوف کی پاگل پنی میں اضافہ ہو گیا، خالدہ نے خود اپنی سعی سے علاج کروایا مگر ٹھیک ہونے کے بجائے موصوف کی پاگل پنی بڑھتی گئی، آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ موصوف اس لائق نہیں ہے کہ اس سے طلاق یا خلع کا مطالبہ کیا جائے کیا ایسی صورت میں خالدہ دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے۔ از روئے شرع حکم سے مطلع فرمائیں۔

(نوٹ) بوقت شادی خالدہ اٹھارہ سال کی تھی اب اس کی عمر انتیس سال ہے۔

محتاج دعاء محمد سراج الحق رضوی خادم مدرسہ جامع العلوم برن پور بردوان بنگال انڈیا۔

الجواب

پاگل آدمی کی عورت کے چھٹکارے کی حنفی مذہب میں کوئی سبیل نہیں، اس لیے ایسی صورت میں نہ تو کوئی حنفی اس نکاح کے فسخ کا فتوی دے سکتا ہے نہ کوئی عالم اس نکاح کو فسخ کرسکتا ہے، ہاں جو عورت اس مصیبت میں مبتلا ہے اس کو اگر زنا میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہو تو وہ بحالت ضرورت ان کا معاملہ کسی شافعی عالم کے سامنے پیش کرسکتی ہے اور وہ اسے اپنے مذہب کے مطابق فسخ کردیگا تو ایسا نکاح فسخ ہوجائیگا اور عورت کسی بھی دوسرے مرد سے نکاح کرسکے گی۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۸۶)

واللہ تعالی اعلم — عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۶ جمادی الاخری ۱۴۱۵ھ

(۴۷-۵۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ہندہ کی شادی زید سے ہوئی کچھ دنوں کے بعد زید لاپتہ ہوگیا اور زید کو گم ہوئے تقریباً چھ سال ہوگئے، اب ہندہ کے میکے والے ہندہ کی شادی دوسری جگہ دوسرے لڑکے سے کرنا چاہتے ہیں، لہذا شریعت مطہرہ نے گم شدہ شوہر کے انتظار کی کیا مدت مقرر فرمائی ہے، اور ہندہ کی شادی کی صورت کیا ہوسکتی ہے مفصل بیان فرمائیں؟

(۲) اگر کسی نے ہندہ کا نکاح مدت وانتظار وتلاش کے درمیان دوسرے شخص سے کردیا تو نکاح پڑھانے والے پر شریعت مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے بیان کریں؟

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ایک لڑکے کا نام محمد حنیفہ ہے تو ان کی والدہ کا نام کیا ہے؟ اور ان کے نانا کا کیا نام ہے اور کس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شادی کب اور کیسے ہوئی تھی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت حنیفہ کی والدہ انسان کی جنس سے نہیں تھیں، حق کیا ہے واضح فرمائیں۔

(۴) مسجد کی چٹائی عیدگاہ میں استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ واضح دلائل سے ثابت کریں، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جائز ہے۔

المستفتی، احقر العباد المسلمین محمد اشرف رضا
دارالعلوم اہل سنت، بحرالعلوم چھوٹی مسجد مرزاپور چیٹ بڑا گاؤں بلیا یوپی

الجواب

(۱) کیا میں ایک دارالقضاء قائم ہے، آپ اپنے معاملات کو وہاں پیش کریں، وہ آپ لوگوں کا بیان لے کر چار سال کی مدت مقرر کریں گے، اگر اس مدت کے دوران شوہر نہ آئے تو قاضی صاحب نکاح فسخ کردیں گے تب بعد عدت آپ کسی سے اس کا نکاح کرسکیں گے، بغیر ان مراحل سے گذرے اگر

کسی دوسرے سے شادی کردی تو عورت زنا کی مجرم ہوگی اور جتنے لوگ اس میں شریک ہونگے سب زنا کے دلال ہونگے۔

(۳) جی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ان صاحبزادے کا نام حنیفہ نہیں، ان کا نام محمد بن علی رضی اللہ تعالی عنہ ہے، البتہ ان کی والدہ قبیلہ بنوحنیفہ سے تھیں، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے دوسرے لڑکوں سے ممتاز کرنے کے لیے محمد بن حنیفہ کہہ دیا جاتا ہے، والدہ کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس قبیلہ بنوحنیفہ کی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ میں ان سے شادی کی تھی، شیعہ ان کے بارے میں اول فول بکتے ہیں، جنی ہونے کا قصہ بھی انھوں نے تراشا ہوگا۔ یہ تفصیلات ہم نے تہذیب التہذیب لابن حجر جلد تاسع صفحہ ۱۵ سے نقل کی ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی — ۱۵ جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ

(۵۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مسعودہ کی شادی آج سے تقریباً تین سال پہلے ہوئی تھی مسعودہ ایک بار رخصت ہوکر اپنے شوہر کے گھر بھی گئی۔ بارہ دن اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر تھی۔ مگر اس مدت میں خلوت صحیحہ یا زن وشوہر کے جو خاص تعلق ہیں ایک روز بھی حاصل نہیں ہوئے۔ اب لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر ہے اپنے شوہر کے گھر جانے کو تیار نہیں ہے۔ بڑی مشکل سے لڑکی نے بتایا کہ وہ ایک دم ناکارہ ہے، عورت سے جماع کی اس میں طاقت ہی نہیں۔ لہذا صورت مسؤلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے صادر فرمائیں کہ مستفتی کیا کرے؟ ایک لڑکی کی زندگی کا سوال ہے، علاوہ ازیں اس لڑکے کی دو شادیاں اور ہوچکی ہیں، ان دونوں لڑکیوں کو سعید مذکور کو طلاق دینا پڑا ہے۔ فقط بینوا توجروا

محمد شبلی اعظمی ۲؍مئی ۱۹۵۹ء

الجواب

مسعودہ اپنے معاملہ کو گاؤں کے نیک مومن اور مسائل سے آگاہ لوگوں کے سامنے رکھے۔ اور وہ اس کو سال بھر کی مہلت دیں، اگر اس کے درمیان ٹھیک ہوجائے تو بہتر، ورنہ سال بھر کے بعد میاں بیوی میں تفریق کردیں اور مسعودہ عدت گذار کر دوسری شادی کرلے۔ یہ ہم نے ایک شکل بیان کی ہے ورنہ عنین کے مسئلہ میں حسب ذیل تفصیل ہے۔ عالمگیری میں ہے: "اذا رفعت المرأة زوجها الی القاضی وادعت انه عنین و طلبت الفرقة فان القاضی یسئله هل وصل الیها او لم یصل فان اقر انه لم یصل اجله سنة سواء کانت المرأة ثیبا فالقول قوله مع یمینه و ان حلف بطل حقها و ان نکل یؤجل سنة وان قالت انا بکر نظر الیها النساء فان کان بکرا فالقول قولها واجل.

القاضی سنة "الخ۔(کتاب الطلاق: باب فی العنین: ۱/ ۶۲۸) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۵۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے ہندہ سے شادی کی، لیکن جس وقت ان کی شادی ہوئی تھی ہندہ نابالغہ تھی، اس وقت رخصتی نہیں ہوئی تھی، ایک سال بعد رخصتی ہوئی اس وقت بھی ہندہ نابالغہ تھی۔ رخصتی کے بعد زید نے ایک کابین نامہ لکھ دیا جس میں متعدد شرط تھی یہ بھی تھی کہ مسافرت میں جاؤں یا چار سال لاپتہ رہوں یا پیسہ کے ساتھ رہوں اور بیوی کا نان ونفقہ نہ ادا کروں تو مسافرت کی تاریخ سے چار سال تین مہینہ تیرہ دن گزرنے کے بعد یہ عقد بیوی کے اختیار میں رہے گا، چاہے نکاح برقرار رکھے یا فسخ کردے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اب لاپتہ ہوکر کسی وجہ سے پاکستان میں ہے اور ہندوستان نہیں آسکتا ہے اور پاکستان گئے چار سال چار مہینہ کے قریب گذر گئے، اب کابین نامہ کی شرط پر کسی عالم نے پچپن روپیہ لے کر ہندہ کا نکاح کرادیا اس کا کیا فیصلہ ہے؟

المستفتی: فائز علی ساکن کلاباڑی کچھ پوسٹ واشرپارہ ضلع مغربی بنگال دیناج پور

الجواب

صورت مسؤلہ میں کابین نامہ میں لکھی ہوئی شرط کے مطابق چار سال تین مہینہ تیرہ دن کے بعد عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنا نکاح ختم کردے اور وہ جب اپنا نکاح ختم کردے تو اگر جس وقت اپنے شوہر کے پاس گئی تھی، اتنی چھوٹی تھی کہ اس سے صحبت نہیں ہوسکتی، تو اب اس پر عدت نہیں، ورنہ تین حیض رک کر عدت گذارے پھر دوسرا نکاح کرے اگر ان شرائط کی پابندی کرکے نکاح پڑھایا ہے تو نکاح ہوگا، ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۳/ رجب ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

نکاح مرتد کا بیان

(۵۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے اپنی لڑکی کی شادی ایک تبلیغی جماعت سے عقیدہ رکھنے والے کے لڑکے کے ساتھ

کردی، جب کہ وہ لڑکا جس کے ساتھ عقد کیا گیا ہے وہ نیاز وفاتحہ کی چیز کھانا ناجائز وحرام قرار دیتا ہے۔ کیا ایک سنی عقیدہ والے کے لیے یہ جائز ہے؟

(۲) اگر جائز ہے تو زید کی کوئی بات نہیں، اگر ناجائز ہے تو زید کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے گا؟ دینی تعلقات زید کے ساتھ جاری رکھا جائے کہ نہیں، اور اگر زید کے ساتھ سنی ساتھ دیں تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو چند آدمی امام کو اور زید کو لے کر ایک پارٹی بنانے پر آمادہ ہوجائے کہ زید نے حق کیا ہے تو کیا وہ پارٹی سنی عقیدہ کو ماننے والی ثابت ہوگی یا نہیں؟ کیا ویسی پارٹی کے ساتھ شرعاً تعلق رکھا جائے۔ جیسے کھان پان، رسم ورواج وغیرہ۔ علمائے دین سے گذارش ہے کہ تفسیر اور حوالہ کے ساتھ اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں تاکہ ہم غریب سنیوں کو سنیت پر قائم رہنے کا حق حاصل ہوسکے، کیونکہ اب یہ جال دن بدن بچھتا جارہا ہے۔ جس کہ وجہ سے کم عقل سنیوں میں کھلبلی مچ رہی ہے۔ فقط غلطی معاف!

خاکسار ڈاکٹر خرم علی رشیدی، مقام وپوسٹ پٹنا ضلع دیوریا (بہار)

الجواب

(۱) تبلیغی جماعت میں جو لوگ اصل اور کرتا دھرتا ہیں، وہ تو پکے وہابی اور دیوبندی ہوتے ہیں جن پر علمائے حرمین شریفین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اگر آپ کا مسئولہ تبلیغی لڑکا بھی اسی درجہ پر پہنچ گیا ہو تو اس کے ساتھ کسی سنی عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ عالم گیری میں ہے: "ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة" مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا۔

اور اگر اس درجہ پر نہ پہونچا ہو اور ان کی ظاہری چمک دمک اور حیلہ نماز دیکھ کر اتنا ہی متاثر ہو کہ فرعی امور مثلاً قیام وسلام نیاز وفاتحہ وغیرہ کو ہی بدعات اور ناجائز وحرام کہتا ہے تو یہ گمراہ اور فاسق ہے، اس کا اور اس کے حمایتی امام صاحب کا حکم یہ ہے کہ ان سے سلام وکلام، کھانا پان، دان میل جول، ختم کردیا جائے، ایسے لوگوں کے لیے حدیث شریف میں فرمایا ہے: "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" ان کو اپنے سے دور رکھو اور اپنے کو ان سے علیحدہ رکھو، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں، اس قسم کے جتنے لوگ بھی ہوتے جائیں، گروہ بنادیں چاہے متفرق ہوں، سب کا یہی حکم ہے۔

خاص امام صاحب کے لیے مزید یہ حکم ہے کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھ لی تو دہراؤ، ان کو امام بنانا گناہ امام بن گئے ہوں تو بشرط استطاعت امامت سے علیحدہ کرنا واجب۔ شامی میں ہے

"ومشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم" (باب الامامة: ۲/ ۲۵۵)

فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔ آجکل شکاری نئے نئے جال لے کر باہر آرہے ہیں ، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت فرمائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۵ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید سنی صحیح العقیدہ اپنی سعیہ لڑکی ہندہ کا عقد ایک دیوبندی سے کیا۔ اور دیوبندی عالم نے ہی نکاح پڑھایا۔ علاقے کے سنی علمائے کرام اور عوام کو معلوم ہوا تو اس رشتے سے ناپسندگی کا اظہار کیا اور علما نے شریعت کا حکم سنایا۔ فتاوی فیض الرسول ص ۴۰۹ سے ۴۱۵ تک پڑھ کر سنایا گیا اور خود اس نے بھی پڑھا۔ اس کے باوجود اس نکاح کو باقی رکھا، علمائے اہل سنت کو گالی دینے لگا اور کہنے لگا کہ کسی سنی بریلوی کا فتوی نہیں مانتا ہوں۔ اور یہ بھی کہا کہ سنی علما ایک کہاوت یاد رکھے ہیں کہ "شیطان نے ہزاروں برس نمازیں پڑھا پھر بھی وہ مردود ہوا"۔

تو عرض یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً ہوا کہ نہیں؟ نیز زید کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ زید کے تین لڑکے ہیں اس کا بڑا لڑکا ایک سنی مدرسہ کا ناظم ہے۔ کیا اس کو سنی مدرسے کا ناظم رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ اور اسی کے کہنے پر سب کچھ ہوا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، نیز دیوبندیوں وہابیوں پر حکم شرع کیا ہے؟ اس کے ساتھ کھانا پینا، میل جول، سلام وکلام درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد نذیر احمد کشمیری، مقام وپوسٹ: بھوراباری ضلع گورکھپور یوپی

الجواب

اگر دیوبندی کی وہابیت حد کفر کو پہونچی ہوئی ہے۔ یعنی علمائے دیوبند کے کفریات پر مطلع ہو کر انہیں عالم دین یا مسلمان سمجھتا ہے، تو وہ مرتد ہے۔ اور اس کا نکاح کسی عورت کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة و لا مسلمة ولا کافرة اصلية و كذلك لا يجوز نكاح المرتد مع احد۔

مرتد آدمی کا نکاح نہ کسی مرتد عورت سے جائز ہے، نہ مسلمان عورت سے، نہ کافرہ سے جو شروع ہی سے کافر ہو۔ یہ حکم تو اس نکاح کا ہوا کہ زید کی لڑکی کا نکاح اس دیوبندی کے ساتھ ہوا ہی نہیں۔ اور زید اور اس نکاح میں زید کے ساتھ شریک ہونے والوں نے اگر اس دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر نکاح کیا یا نکاح میں شریک ہوئے تو یہ خود بھی اسی کے ساتھ دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے۔ ان پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید

نکاح ضروری ہے۔ درمختار جلد ۳ ص ۲۹۹ میں ہے: ما يكون كفرا اتفاقا تبطل العمل والنكاح و اولاده اولاد الزنا، و مافيه خلاف تومر بالتوبة والاستغفار و تجديد النكاح۔

اور اگر اس دیوبندی کو کافر سمجھتے ہوئے، اس کے ساتھ نکاح کر دیا جیسے اور بہت سے مسلمان جوا، شراب خوری، زنا کاری کو حرام سمجھتے ہوئے نکاح پڑھا دیا تو یہ سخت گناہ اور فسق ایسے لوگوں سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام: ٦٨] زید نے علمائے اہل سنت کے شرعی احکام پر گالی دیا۔ اور شرعی فتاوی کا انکار کیا۔ اور علمائے دین کو دینی مسئلہ کی وجہ سے گالی دینا اور احکام کا انکار یہ بھی کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

من قال للعالم العویلم قاصدا للاستخفاف کفر و من اهان الشريعة و المعاني التي لا بد منها يكفر۔ (مجمع الانہر جلد اول ص ۶۹۵)

اور اس کے جس لڑکے کے رائے ومشورے سے یہ شادی ہوئی، اس کو مدرسہ اہلسنت کی نظامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ درمختار میں ہے: و ينزع وجوبا لو الواقف فغيره بالاولى غير مامون او عاجزا و ظهر به فسق۔ متولی ونگراں واقف ہی کیوں نہ ہوں، انتظام سے الگ کر دیا جائے گا اور الگ کرنا واجب ہے جب کہ امانت دار نہ ہو عاجز ہو یا فاسق ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ لوگ اگر اپنی روش نہ چھوڑیں تو عام وخاص مسلمانوں کو ان سے الگ ہو جانا چاہیے اور مقاطعہ کرنا چاہیے۔ جب تک کہ توبہ کر کے اپنی حالت درست نہ کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۷ر جمادی الاخری ۱۴۲۵ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔

کہ عتاب الدین نے اپنی لڑکی بی بی سکینہ خاتون کی شادی لاعلمی کی بنا پر ایک وہابی لڑکے سے کردی اب جب کہ ایک سال شادی کے گزر گئے تو آپس میں کچھ نا اتفاقی پیدا ہوگئی اور معلوم ہوا کہ یہ لڑکا خاندانی وہابی ہے، اب اس کو مکمل چھ برس گزر گئے لڑکی اپنے باپ کے گھر گذارا کر رہی ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بی بی سکینہ خاتون اپنا نکاح ثانی بغیر طلاق کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح جو ہوا تھا صحیح تھا کہ نہیں؟ از راہ کرم جواب باصواب بہت جلد مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں کہ وہابی سنی کا نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ شرعی دلیل کیا ہے؟ فقط سائل محمد عتاب الدین کیراف جگومیاں گلی نمبر ۱۶ر ضلع ۲۴ر گڑھ

الجواب

اگر اس لڑکے کی وہابیت حد کفر تک پہونچتی ہو تو یہ نکاح ہوا ہی نہیں۔ عالمگیری میں ہے: "لا

یحوز للمرتد ان یتزوج امراۃ مسلمۃ " عورت یہ کہہ کر نکاح ختم کر سکتی ہے کہ میں نے تعلقات ختم کر دئے۔ اب جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے اور اگر اس کی وہابیت حد کفر تک نہ پہونچتی ہو تو بغیر طلاق چارہ کار نہیں۔ قرآن عظیم میں ہے:﴿ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾[البقرۃ:۲۳۷]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲؍صفر ۸۷ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

لاعلمی میں کسی اہل سنت والجماعت کی لڑکی کی شادی کسی رافضی کے لڑکے کے ساتھ ہو جائے تو وہ نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

جلیل احمد، مہراج گنج اعظم گڑھ یوپی

الجواب

آج کل رافضی عموماً تبرائی اور قاذف ہوتے ہیں، اس لیے سنیہ کا نکاح ان سے جائز نہیں۔ عالم گیری میں ہے:" لا یجوز للمرتد ان یتزوج مسلمۃ ولا کافرۃ "واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی لڑکی کی شادی عمرو کے ساتھ کی تھی، اس وقت عمرو سنی صحیح العقیدہ تھا بعد میں عمرو ملعون لوگوں کے عقائد کی تائید کرنے لگا، جو یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اور سیدی سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو فاتح۔ اور حضور ﷺ کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں لھذا عمرو کے اس گندے عقیدہ کی بناء پر اس کی بیوی اپنے میکے چلی آئی۔ اس کی وجہ سے عمر سے طلاق حاصل کئے بغیر ایک دوسرے شخص سے نکاح کر دیا، آیا یہ نکاح ثانی جو عمرو سے طلاق لیے بغیر دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا گیا ہے جائز ہے یا نہیں؟ نیز جو شخص ایسے گندے عقائد والوں کی تائید کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ شرع شریف کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سوال میں جن عقائد کا ذکر کیا گیا ہے وہ گندے ضرور ہیں، لیکن ان کے ماننے والے کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ آج کل جو گمراہ ہیں ان عقائد کو انہیں ظاہری شکل میں تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کی تاویل کرتے ہیں مثلاً ہم لوگ علم غیب کے منکر نہیں ہیں یا ہم علم کے منکر نہیں، لیکن بتا دینے کے بعد علم غیب نہیں

رہ جاتا یا ہم تعظیم رسول کو شرک نہیں کہتے۔ یا رسول اللہ کے نعرے کو یا نبی سلام علیک قیام کی حالت میں پڑھنے کو، وغیرہ وغیرہ، پس ایسی صورت میں عمر سے طلاق حاصل کئے بغیر دوسری شادی ناجائز ہوگی، ہاں اگر کوئی بدبخت ایسا ہے جو مطلقاً علم غیب کا منکر ہے یا مطلقاً حضور ﷺ کی تعظیم کو شرک کہتا ہے، یا علمائے دیوبند کے کفر پر مطلع ہو کر بھی ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو وہ ضرور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اس کی عورت کو طلاق حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، بغیر طلاق بھی وہ اپنا نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۶؍ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک کم سنی ہے اور اس کا انتقال ہو چکا ہے، زید کی لڑکی عشرت کی پرورش اپنی پھوپھی کے یہاں ہوئی، بی، اے، تک تعلیم حاصل کی ہے کیونکہ عزیزوں میں کوئی دوسرا سرپرست نہیں ہے، اب وہ شادی کی عمر میں ہے، ایک شیعہ لڑکے کا رشتہ آیا ہے لڑکے کا صرف باپ ہے، چچا، پھوپھا الگ ہیں، صرف باپ بیٹے باہم شریک ہیں چونکہ تہذیب شیعہ کے باعث پس وپیش ہوتی ہے اور لڑکے کی طرف سے زوردار کوشش ہو رہی ہے، مگر محض مذہب اور اعتقاد کے فرق ہونے کے باعث ادھر لڑکی والے کی طرف سے کچھ نہیں کہا جاتا ہے اور لڑکا اتنا ضرور کہتا ہے کہ میں شیعہ مذہب کا پابند نہیں ہوں، میں ماتم وغیرہ نہیں کرتا ہوں گھر میں والد صاحب مجلس وغیرہ ضرور کرتے ہیں مگر میں نکل جاتا ہوں، واللہ اعلم یوں تو زبانی بہت کچھ یقین دلاتا ہے مگر آگے چل کر عقد ہونے کے بعد خدا جانے کیا ہو۔ لڑکے کا چال چلن اخلاق وغیرہ بہت اچھا ہے، شرافت سے نظر نیچے کر کے باتیں کرتا ہے، محض اکلوتا لڑکا ہے، اس لیے اس کے باپ اس کی مرضی کے مطابق اس کا عقد کرنا چاہتے ہیں، پس یہ صاف صاف وضاحت کے ساتھ معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ یہ رشتہ کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ عاقبت لڑکی کی تو نہ بربادی ہوگی۔ اگر کیا جائے تو کن شرائط کے ساتھ اس کو تبدیل عقائد کرنا ہوگا یا اب کیسے ایک یتیم بچی گناہوں سے بچ سکے؟ بالفرض اگر عقد ہونا طے ہو تو کن کن شرائط کے ساتھ اور پہلے کیا کیا کرنا ہوگا کہ وہ راستہ لڑکا اختیار کرے تب عقد کی بات چیت ہو؟ جتنے نقائص ہوں اسے تحریر فرمائیں اور اس کے درستگی کی تدبیر فرمایئے گا جلد تسکین بخش جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام

نثار احمد صدیقی، بلرامپور ضلع گونڈہ

الجواب

اگر لڑکا مذہب شیعہ سے اپنی برأت ظاہر کرے اور علی الاعلان توبہ کرے کہ میں شیعہ کے فاسد

عقیدوں سے صدق دل سے توبہ کرتا ہوں اور صدق دل سے سنی مسلمان ہوتا ہوں۔ اور چاروں خلفاء کو بر حق تسلیم کرتا ہوں۔ اور اس مضمون کی تحریر بھی حاصل کر لی جائے تو فی الحال اس سے شادی جائز ہوگی، لیکن چونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ کار ثواب ہے، اس لیے آئندہ کے لیے خوف ہے کہ کہیں لڑکی کی زندگی تباہ نہ ہو جائے اور اگر اس نے تقیہ کر لیا تو۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۶/ جمادی الاخری ۸۴ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کسی اہل سنت جماعت کی لڑکی کی شادی غلطی سے کسی دیوبندی یا اہل حدیث کے یہاں ہوگئی اور وہ طلاق نہیں دیتا ہے، تو کوئی ایسا مسئلہ ہے کہ جس سے نکاح ناجائز ہو جائے؟ اگر ہے تو آیت شریفہ سے اطلاع بخشیں تا کہ لڑکی کسی اہل سنت وجماعت سے شادی کر سکے، برائے مہربانی مطلع فرمائیں۔

مستفتی شیخ نور محمد چشمہ فروش گاندھی نگر ضلع بستی

الجواب

اگر دیوبندی یا اہل حدیث ایسا ہے کہ جس کی گمراہی حد کفر کو پہونچتی ہو تو سنیہ کا نکاح اس کے ساتھ ہوتا ہی نہیں۔ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ" اور وہ دوسری جگہ نکاح کر سکے گی، طلاق کی ضرورت نہیں اور اگر اس حد تک نہیں پہونچتی تو بغیر طلاق چارہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم عبدالمنان اعظمی دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳/ صفر ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے اپنی لڑکی کا عقد نابالغی کی حالت میں کر دیا اور اب لڑکی کچھ بالغ ہونے لگی ہے، شرط یہ ہے کہ جہاں اس نے لڑکی کی شادی کی تھی وہ پہلے سنی تھا اور اب اس کا عقیدہ وہابیت کا ہو گیا ہے، اب لڑکی کو وہاں بھیجنے کا ارادہ نہیں ہے، تو یہ بات شریعت کے لحاظ سے کیسی ہے، دوسری جگہ اس کی شادی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ جیسا ہو جواب دیجئے مہربانی ہوگی۔

ناظم علی محمد حنیف، مدرسہ معین الاسلام پریلا معافی ضلع گونڈہ

الجواب

اگر شوہر کے عقائد اس حد تک بدل گئے ہیں کہ اس پر کفر عائد ہوتا ہے تو نکاح ٹوٹ گیا، اور لڑکی

جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے، ورنہ طلاق کی ضرورت ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲/ محرم الحرام ۸۴ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۰-۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک سنی صحیح العقیدہ لڑکی کا نکاح جان بوجھ کر ایک غیر مقلد کے ساتھ کر دیا گیا، سال بھر کے بعد یہ راز کھلا کہ یہ شخص غیر مقلد ہے جس کے نطفے سے ایک بچی بھی منکوحہ سے ہے تو کیا یہ نکاح عقائد سنیہ کے رو سے جائز ہوا کہ نہیں؟ اور اس بچی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) وہی شخص آج ڈیڑھ سال سے منکوحہ کو اپنے گھر چھوڑ کر واپس چلا گیا، اب تک کوئی خبر نہیں ہے، منکوحہ اب اپنے میکے میں ہے، ایسی صورت میں منکوحہ پریشان ہے اور غربت کی زندگی بسر کر رہی ہے پھر کیا حکم ہے؟ اس لڑکی کو کہ اب وہ کیا کرے؟ آیا شوہر کا انتظار کرے یا کوئی نکاح کرے؟

خضر فتوی الیاس معرفت بکیل اتساہی بلرام پور گونڈہ

الجواب

غیر مقلد کافر بھی ہو سکتا ہے اور صرف گمراہ بھی، پس اگر اس کی گمراہی حد کفر تک پہونچتی ہے تو سنیہ کا نکاح اس سے باطل ہوا، اب تک جو کچھ ہوا نا جائز ہوا وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے اور اگر اس کی گمراہی حد کفر تک نہیں پہونچتی ہے تو بغیر طلاق دیئے دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ، ۱۷/ جمادی الاولی، ۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں کچھ لوگوں نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا ہے۔ مسلمان ان سے رشتہ قائم کریں کہ نہیں؟ تبدیلی مذہب کے بعد اس کی عورت نکاح میں رہی یا نکاح سے نکل گئی؟ ان سے برادرانہ سے تعلق رکھنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

قادیانی باتفاق علمائے عرب وعجم مرتدین ہیں ملاحظہ ہو کتاب حسام الحرمین۔ عام مسلمانوں سے ان کے رشتے ناطے ختم ہوگئے۔ حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" ان کی عورتوں سے نکاح باطل اور ان سے نیا رشتہ قائم کرنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے: "ما یکون کفرا

اتفاقا یبطل عمل النکاح واولادہ اولاد الزنا" اور جو لوگ ان کے کفر صریح پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان سمجھیں وہ خود کافر ہیں۔ شامی میں ہے: "من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۵ر صفر ۸۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید سنی ہے جس کا عقد ہندہ دیوبندی سے ہوا اور نکاح دیوبندی ہی نے پڑھایا، اب اس صورت میں نکاح درست ہوا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیوں نہیں اس کے بطن سے تین اولاد بھی ہیں پھر ان کا کیا حکم ہو گا؟

المستفتی، محمد کلیم الدین اشرفی مقام دھیر کا پورا اکبر پور امبیڈ کر نگر یوپی

الجواب

ہندہ کی بدعقیدگی اگر حد کفر کو پہونچی ہو تو زید کا نکاح اس کے ساتھ ہوا ہی نہیں۔ عالم گیری میں ہے: "لا یجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط" فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ ایسی عورت سے نکاح محض باطل ہے اور قربت گناہ۔ اور اولاد یقیناً ولد الزناء ہوگی۔ (جلد ۵ صفحہ ۱۵۳) نکاح پڑھانے والا کوئی بھی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم الجواب صحیح عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳۰/ ذی القعدہ ۱۴۱۶ھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آج سے تقریباً سال بھر قبل زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور ہندہ رخصت ہو کر شوہر کے گھر آئی دو تین روز رہ کر پھر اپنے میکہ چلی گئی اور آج اس کو گئے ہوئے سال بھر ہو گئے درمیان میں یہ بات عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ہندہ اہل سنت یعنی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ سے متفق ہے، جب کہ زید وہابی یعنی دیوبندی ہے، ہندہ کے والد یہ کہہ کر ہندہ کو روکے ہوئے ہیں کہ ہندہ کا نکاح ختم ہو گیا، اس لیے کہ لڑکا وہابی ہے، جب کہ زید اس قضیہ کو ماننے سے بالکل منکر ہے اور ہندہ کو اپنے گھر رکھنے پر مجبور کر رہا ہے، ایسی حالت میں ہم لوگوں کا سانس لینا دوبھر ہو گیا ہے۔

اس لیے آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ مہربانی کر کے بتائیں کی نکاح باقی ہے یا ختم ہو گیا؟ اگر باقی ہے تو ہندہ کے والد محترم کا روکنا کیسا ہے؟ اور اگر ختم ہو گیا تو پھر ہندہ دوسرا نکاح کر سکتی یا نہیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہابی کے گھر شادی کرنا کیسا ہے؟ اگر وہابی سے نکاح کیا جائے تو نکاح صحیح ہو گا کہ نہیں مدلل ومفسر جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی، عبد السمیع مقام ولید پور مئو

الجواب

دیوبندی بحکم علمائے حرمین شریفین اسلام سے خارج ہیں ان کے ساتھ سنیہ کا نکاح ہوتا ہی نہیں۔ عالم گیری میں ہے: "لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة" پس بر تقدیر صدق مستفتی، ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی ہی نہیں، وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۶ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

(۱۵-۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے ایک ہندو اور کافرہ عورت کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرنے کے بعد نکاح کیا، زید کی پہلی بیوی اور بچے موجود رہنے کے سبب دوسری بیوی سے نکاح کرنے کے بعد وہ زید کے مکان میں صرف چار سال تک رہی، خانگی جھگڑوں کے سبب چار سال کے بعد دوسری بیوی زید کے مکان سے بہت دور دوسرے ضلع اور دوسرے گاؤں میں سکونت اختیار کر کے محنت مزدوری کر کے اپنا اوقات کرتی رہی۔ زید کو شاید اسی نکاح کو تقریباً بیس سال ہوئے باقی سولہ سال وہ عورت زید سے علیحدہ رہتی تھی، زید مذکورہ سولہ سال تک اس کی دوسری بیوی کو نان نفقہ اور خوراک پوشاک کچھ نہیں دیا۔ مگر گزشتہ سولہ سال کے اندر کبھی کبھی وہ اپنی دوسری بیوی کے پاس آکر ایک دو دن گزار کر اس سے کچھ روپیہ زبردستی لے جاتا تھا۔ اس دوران گزشتہ دو تین مہینے کے اندر زید دوسری بیوی کے پاس ہماری بستی میں اس کے کرائے مکان پر آیا اور اس سے پانچسو (۵۰۰) روپیہ طلب کیا، اس کی بیوی نے روپیہ دینے سے انکار کر دیا مگر وہ اس سے زبردستی کر کے اس کے بکس کی چابی چھین کر تین دفعہ میں (۱۵۰۰) سو روپیہ لے گیا۔ تو بیوی نے کہا کہ میں تجھے عزت بیچ کر روپیہ دوں؟۔ تو اس نے کہا کہ تو جو کرتی ہے کر مگر مجھے تیرے روپیوں کی ضرورت ہے زید نے اس کی بیوی کے ساتھ جھگڑے کے دوران اللہ کا نام لیا مگر اس کی بیوی نے اللہ کو دشنام دینا شروع کیا یعنی کہنے لگی کہ اللہ میرا بال کرلے گا اور کفریہ کلمہ ہم بستی والوں کے روبرو ادا کرنے کے سبب مرتدہ ہوئی۔ اور زید سے عاجز آکر اس سے طلاق کی خواستگار ہوئی، مگر زید نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس پر زیادہ ظلم کرنے لگا، ہم بستی والے اس عورت کو کلمہ پڑھا کر اس کا تجدید ایمان کئے۔ اب زید کی دوسری بیوی زید کے علاوہ کسی غیر مسلمان مرد سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اور کسی بھی حالت میں وہ زید سے نکاح کرنے کو تیار نہیں اسلیے کہ زید نے اس پر بار بار ظلم کیا ہے اور زید کے ساتھ شوہر بیوی کا تعلق رکھنا نہیں چاہتی ہے، مذکورہ بالا حالات کے تحت کیا وہ عورت تجدید ایمان کے بعد زید کے طلاق لیے بغیر دوسرے کسی

مسلمان مرد سے نکاح کرسکتی ہے؟

(۲) کیا اس عورت کی مرضی کے خلاف زید سے اس کا نکاح ثانی ہوسکتا ہے؟ شریعت اسلام میں اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: زاہد الرحمٰن، ساکن وپوسٹ دھامنگ ضلع بالیسر اڑیسہ

الجواب

اب فتوی اسی پر ہے کہ عورت مرتد ہوکر پھر مسلمان ہو تو اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اپنے پہلے شوہر سے نکاح پڑھائے۔ درمختار میں ہے: لیس للمرتدة التزوج بغیر زوجها به یفتی۔

جو عورت مرتد ہوگئی وہ دوسرے شوہر سے شادی نہیں کرسکتی ہے۔

شامی میں ہے: حکموا بجبرها علی تجدید النکاح مع الزوج واختاره قاضیخان للفتوی۔ ملخصا۔ حکم یہ ہے کہ مرتدہ مسلمان ہو تو اپنے شوہر سے نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی۔ اس لیے شوہر سے علیحدگی حاصل کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ چاہے روپیہ لے کر وہ علیحدہ کرے، یا زور زبردستی سے ہر طرح طلاق ہوجائے گی۔ اور جب وہ ظالم اور جابر ہے تو اس سے زبردستی طلاق لینے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ہندہ کا نکاح ایک ایسے لڑکے سے اس کے ولی نے کردیا جو لڑکا دیوبندی ہے، درانحالیکہ ہندہ کے گھر والے دیوبندی وسنی کے مسائل میں بالکل کورے ہیں، لیکن جب کہ ہندہ نے نکاح کے وقت ہی اعتراض کیا تھا، لیکن ولی نے ہندہ کو ڈانٹ کر چپ کرادیا۔ جب کہ ہندہ اس وقت بالغ تھی، اب جب کہ ہندہ کو اس کے سسرال والے اس کی رخصتی کرانا چاہتے ہیں تو ہندہ اپنے دیوبندی شوہر کے گھر جانے سے انکار کررہی ہے۔

اولا: ہندہ کا وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

ثانیا: کیا ہندہ کسی سنی لڑکے سے نکاح کا جواز بغیر طلاق کے رکھ سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جلال الدین، ساکن بلبی کھور مہراجگنج یوپی

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی اگر وہ لڑکا جس سے ہندہ کا نکاح ہوا واقعی دیوبندی ہے تو اس سے ہندہ کا نکاح ہوا ہی نہیں۔ کہ علمائے دیوبند پر علمائے عرب وعجم نے کفر کا فتوی دیا ہے۔ اور جو ان کے کفر پر مطلع ہوکر انہیں مسلمان سمجھے تو وہ بھی کافر ہے۔ اس کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں ہوتا۔

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة و لا کافرة اصلیة۔

اس لیے وہ بے طلاق حاصل کئے، کسی سنی مرد سے شادی کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۷ رجمادی الاخری ۱۷ھ

(۱۸-۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہندہ اہل حدیث کی لڑکی ہے اور زید سنی صحیح العقیدہ ہے اور زید کے گھر والوں نے زید کا نکاح ہندہ سے کردیا، اور زید بھی رضامند ہے۔ زید اور اس کے گھر والے یہ چاہتے ہیں کہ اس لڑکی کو سنی صحیح العقیدہ بنالیں گے، اور ان دونوں کا نکاح کسی اہل حدیث ہی نے پڑھایا ہے تو کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے ہندہ سے نکاح کیا، کچھ دنوں کے بعد ہندہ زید کے گھر رہنے کے علاوہ برابر اپنے باپ کے گھر چلی جاتی ہے تو زید نے غصے کی حالت میں کہا کہ میں اس لڑکی کو ہرگز ہرگز نہیں رکھوں گا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد زید نے ہندہ کو رکھ لیا تو کیا لفظ ہرگز ہرگز کہنے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد صغیر احمد مقام وپوسٹ سرنڈا ضلع گریڈیہہ بہار

الجواب

(۱) ہندہ اگر غیر مقلدین کے عقائد کفریہ سے آگاہ اور ان کو صحیح مانتی ہو تو زید کا نکاح ہندہ سے ہوا ہی نہیں۔ نکاح چاہے سنی پڑھائے چاہے غیر مقلد۔ عالمگیری میں ہے: کذلك لا یجوز نکاح المرتد مع احد۔ اور اگر اس کی گمراہی حد کفر کو نہ پہونچی ہو تو نکاح ہوجائے گا۔ لیکن حدیث شریف میں ایسے خطرہ کے نکاح سے منع کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے نکاح سے پہلے دین ومذہب کی تحقیق کرنے کا حکم دیا ہے: فاظفروا بذات الدین، دیندار عورتوں سے نکاح کرو اور فرمایا: اتقوا خضراء الدین۔ گھورے کے ہریالی سے بچو، یعنی غلط عورت سے شادی نہ کرو۔

(۲) صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق واقع نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۸ رجمادی الاولی ۱۴۱۸ھ

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

لڑکی سنی عقیدہ کی ہے اور لڑکا دیوبندی ہے اور زید نے اس کا نکاح استغفار اور کلمہ پڑھانے کے بعد پڑھایا تو نکاح ہوا یا نہیں؟ اور ایسا نکاح پڑھانے پر زید کے اوپر شرعی کیا حکم ہوگا؟ اور دیوبندی لڑکے کا نکاح پڑھایا جائے یا نہیں؟ اور اگر پڑھایا جائے تو کیسے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: شیخ محمد مدرسہ ضیاء العلوم گونٹھا مئو

الجواب

میاں بیوی میں کوئی بھی کفری عقیدہ رکھتا ہو یا علمائے دیوبند کے کفریات پر مطلع ہو کر بھی انہیں مسلمان سمجھتا ہو تو اس کے ساتھ سنی کا نکاح جائز نہیں۔ عالم گیری میں ہے: لا یجوز للمرتد ان یتزوج مسلمة و کذلك لایجوز نکاح مرتدة مع احد۔ اور توبہ کیلیے صرف استغفار کافی نہیں بلکہ جس کفر میں مبتلا ہو اس کی تصریح اور اس سے ذکر برأت بھی ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۴؍۱۱ر رجب ۱۴۱۸ھ

(۲۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ریحانہ خاتون بنت محمد ظہیر احمد خان مرحوم کی شادی شمشاد علی بن شیخ محمد رفیع اللہ مقام ابھاؤں بلیا کے ساتھ ہوئی تھی شادی کو تقریباً پندرہ سال ہوگئے مگر شوہر شمشاد علی اپنی منکوحہ بیوی کو قطعی طور پر نہیں چاہتا۔ اگر ریحانہ خاتون سسرال جاتی ہے تو اس کی اتنی پٹائی کرتا ہے کہ وہ مجبور ہو کر میکے چلی آتی ہے۔ ہر ممکن جدوجہد اور کوشش کی گئی مگر شمشاد علی اپنی بیوی کو نہ رکھنا ہی چاہتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے۔ ریحانہ خاتون کے گھر والے روپے وغیرہ دے کر خلع کرنا چاہتے ہیں لیکن شمشاد علی اس پر بھی تیار نہیں اس کی وجہ سے پورے گھر والے پریشان ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ شب زفاف میں شمشاد علی نے حق زوجیت کو بھی ادا نہ کیا۔ ریحانہ خاتون کے بیان کے مطابق شب عروسی میں شمشاد علی روم میں داخل کیا گیا۔ شمشاد علی حجلہ عروسی میں داخل ہوتے ہی یہ جملہ تم مجھے پسند نہیں، اپنے برادران سے اتنی رقوم دلاتی ہو تو تم میری بدستور بیوی ہو، ورنہ تم سے میرا کوئی مطلب نہیں۔ کہہ کر فوراً باہر نکل گیا اور جہاں ریحانہ خاتون بیٹھی تھی وہاں تک اس نے قدم بھی نہیں بڑھایا۔ ریحانہ خاتون کا بیان ہے کہ ۱۵ر سال کے اس لمبی مدت کے اندر کئی بار سسرال گئی مگر کبھی قربت نہ لے پائی۔ نیز شمشاد علی اور اس کے سارے گھر کے افراد عقیدۃ دیوبندی ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب شمشاد علی سے چھٹکارا چاہتی ہے اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ لہذا چھٹکارے کی صورت قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد اقبال احمد خان مقام مٹوری ضلع بلیا یوپی

الجواب

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے۔ جو مسئلہ آج سے پندرہ سال قبل پوچھنا چاہیے تھا کہ زید اور اس کے گھر والے دیوبندی عقیدہ رکھتے ہیں تو اس سے سنی لڑکی کا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ تو اس وقت نہیں پوچھا۔ آج جب مسئلہ الجھ گیا ہے۔ اور شوہر نے لٹکا رکھا ہے تو مسئلہ پوچھ رہے ہیں کہ لڑکی کو اس سے چھٹکارا مل جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت پر عمل کرنا نہ تب مقصود تھا نہ اب، وہ اگر اسے نہ لٹکاتا اور بیوی بنا کر رکھتا تو لڑکی کے اعزہ واقربا اس کے حرام کاری پر راضی تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حقیقت یہی ہے کہ اگر شمشاد علی اور اس کے گھر والے واقعۃ دیوبندی ہیں، یعنی اہل دیوبند کے کفری عقائد کو جانتے ہیں اور اس کے موافق عمل کرتے ہیں۔ یا جن علمائے دیوبند پر عرب وعجم کے علماء نے کفر کا فتوی دیا ہے ان کے کفر پر مطلع ہو کر بھی ان کو مسلمان تسلیم کرتے ہیں تو یہ خود دین سے خارج ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ کسی سنی لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ فتاوی عالم گیری میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة۔

اور اگر نکاح کے وقت سنی صحیح العقیدہ تھا اور بعد میں دیوبندی ہوگیا تو مسماۃ ریحانہ اب اس کے نکاح سے نکل گئی، دوسرے، جس سنی مسلمان سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم) اس کے علاوہ جو تفصیل سائل نے تحریر کی سب بے کار اور بلاضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۷؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

(۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ سنی عقیدہ و مذہب پر برسوں پہلے ہوا اور اس کے بعد سے ایک عرصہ تک بکر سنی تھا۔ کچھ پہلے بکر کے والد نے اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اور لوگوں کے دریافت کرنے پر بکر بھی اپنے شیعہ ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا ہندہ بکر کی منکوحہ رہے گی یا نکاح فاسد ہوگیا۔ والسلام

المستفتی: امید اللہ

الجواب

آج کل کے شیعہ عموماً قاذف اور تبرائی ہوتے ہیں، اس لیے ان پر کفر کا فتویٰ ہے اس لیے شیعہ ہوجانے کے بعد ضرور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، ۲؍ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ

(۲۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

بکر شیعہ تھا، آج بھی اس کے خاندان کے افراد شیعہ مانے جاتے ہیں۔ مگر تقریباً ۱۸ر سال قبل

اپنے آپ سنی بن کر کسی سنی لڑکی سے شادی کرلیا ہے۔ جس کی اولادیں بھی ہیں۔ وہ آج بھی اپنے سنی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ نیاز و فاتحہ اور میلاد بھی کرتا ہے۔ مگر اس کے کارنامے سے اس کی سنیت کا اظہار نہیں ہوتا۔ وہ پڑھ لکھا بھی نہیں ہے۔

اب وہ چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کی شادی کسی سنی کے یہاں کرے۔ کیا یہ رشتہ ہوسکتا ہے کہ نہیں اور اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟۔ کیا بکر کے دعویٰ اور نیاز و فاتحہ وغیرہ سے اسے سنی تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ بکر کو اہل سنت و جماعت میں داخل کرنے کی کیا سبیل ہوسکتی ہے؟

المستفتی: محمد اسمعیل خاں پرتاب پور سرگوجہ مدھیہ پردیش ۲۷/۴/۱۹۹۲ھ

الجواب

بقول سائل بکر اٹھارہ سال سے اپنے سنی ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ اور سائل نے بھی اس کے خلاف شیعہ ہونے کا کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کیا کہ اس نے کوئی ایسا عقیدہ یا قول یا عمل ظاہر کیا ہو جو شیعیت کے اصول کفریہ میں سے ہے پس ایسی صورت میں صرف اس وجہ سے کہ پہلے وہ شیعہ تھا یا اس کے خاندان کے لوگ اب بھی اس کو شیعہ سمجھتے ہیں اس کے شیعہ ہونے کا کیسے حکم دیا جاسکتا ہے؟ ہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ تقیہ کر رہا ہو تو یہ شبہ دور کرنے کے لیے اس سے پھر یہ بیان لے لیا جائے کہ میں شیعہ مذہب کو غلط اور باطل سمجھتا ہوں۔ اور اعمال و عقائد سے اپنی برأت ظاہر کرتا ہوں۔ اور مذہب اہلسنت و جماعت کو حق و صحیح سمجھتا ہوں اور خلفائے راشدین و ازواج مطہرات و دیگر صحابہ کو اسلام کا راہنما مانتا ہوں اور ان کی محبت اور عظمت کو ایمان کی نشانی تصور کرتا ہوں، بلکہ لڑکی سے بھی یہ اقرار کرالیا جائے کہ رشتہ در اصل اسی کے ساتھ قائم کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی مئو ۲/ ذوالقعدہ ۱۲ھ

نکاح حاملہ کے احکام

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو بحالت حمل طلاق دے دی، زید کا چھوٹا بھائی اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

منجانب محمد صغیر مقام کوہریا پار پوسٹ کوہریا پار ضلع اعظم گڑھ ۱۳/ اگست ۱۹۸۶ء

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کا چھوٹا بھائی زید کی مطلقہ عورت سے بچہ پیدا ہونے کے بعد نکاح

کرسکتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق: ٤]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۶/ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے شادی کی مہر ڈھائی ہزار روپیہ کی طے پائی اور زید بی بی کو گھر لے آیا، قریب دو تین ماہ تک معلوم نہیں ہوا کہ زید کی بی بی کے حمل ہے، شادی کے چھ ماہ بعد لڑکا ہوا، زید کی بی بی کے۔ زید کی بیوی کے گھر والوں کو معلوم تھا کہ اس کے ناجائز حمل ہے، اور زید کو معلوم نہیں ہونے دیا۔ اور نکاح پڑھا دیا لڑکا ابھی زندہ ہے اور قریب نو ماہ کا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اوپر والی عبارت سے نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہوا تو مہر کیسے ادا کی جائے مہر دے یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہوا تو دوبارہ نکاح کیسے کرے؟ اس کا خلاصہ جواب فوراً ارشاد فرمائیں۔ مہر وغیرہ کی تصدیق کرکے روانہ فرمائیں۔

عزیز محمد ولد شہاب الدین جی جاورہ والد سلاوٹ واری اودے پور راجستھان

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کا نکاح صحیح ہو گیا، اس کو زنا حمل کا ہو تب بھی۔ ہدایہ میں ہے: "وان تزوج حبلی من الزناء جاز النكاح" (اولین: ٢٨٦) اور اگر نکاح کے چھ مہینہ بعد لڑکا ہوا اور شوہر کو اس سے انکار نہ ہو تو لڑکا ثابت النسب بھی ہوگا۔ کیونکہ چھ مہینہ میں بھی بچہ پیدا ہو سکتا ہے: "اقل مدة الحمل ستة اشهر واكثرها سنتان" (هدايه اولين: ٤١٣) اور جب اس کا نکاح صحیح ہو گیا تو اب دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۵/ ذوالقعدہ ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۳-۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص کی عورت کو شادی کے تین مہینے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا، اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ اور یہ عورت رشتہ میں اس کی بھتیجی تھی۔ (۲) حاملہ سے شادی کرنا کیسا ہے؟

(۳) جس نے نکاح پڑھایا اس کا کیا ہونا چاہئے؟

محمد علاء الدین، مقام روپن پٹی مظفر پور

الجواب

اس عورت کو اگر زنا کا حمل تھا تو اس حالت میں نکاح صحیح ہوگیا۔ ہدایہ میں ہے:" صح نکاح حبلی من الزنا " اور اگر وہ کسی کے نکاح میں تھی اور اس وقت حاملہ تھی اور اس نے حالت حمل میں نکاح کر لیا تو نکاح صحیح نہ ہوا کہ حمل صحیح النسب تھا۔ عالم گیری میں ہے:" لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره و لا معتدة الغیر " (۱/۳۰۸) اور رشتہ میں بھتیجی ہونا مانع نکاح نہیں ہے۔ حقیقی بھتیجی سے نکاح منع ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷/ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میمونہ خاتون کی شادی کے بعد ایک دو مرتبہ لڑکی سسرال گئی، جب ہی سے ان دونوں میں نا اتفاقی ہوگئی، یہاں تک کہ طلاق بھی ہوگیا، میمونہ خاتون کا تعلق کسی دوسرے لڑکے مبین نام سے ہوگیا، اور اس سے حمل قرار ہوگیا ہے، کیا اب حمل کی حالت میں میمونہ خاتون کا نکاح مبین کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے؟ یہاں پر چند لوگ کہتے ہیں بچے کی پیدائش کے بعد نکاح ہوگا یا یہ بھی جائز نہیں۔ المستفتی محمد ریاست حسین مقام پوسٹ بیجولیا تھانہ راتو ضلع رانچی (بہار)

الجواب

جس عورت کا حمل زنا سے ہو اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے "صح نکاح حبلی من الزناء " جس شخص کا حمل ہے اگر وہی نکاح کرے تو دوران حمل اس سے صحبت بھی کرسکتا ہے اور دوسرا کرے تو جب تک بچہ نہ پیدا ہوجائے صحبت سے پرہیز کرنا ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ

(۷-۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کہ ہندہ کی شادی زید سے اسی حال میں ہوئی کہ ہندہ دوسرے سے حاملہ تھی، شادی کے دوماہ بعد ہندہ کے حمل کے بارے میں گھر والوں کو علم ہوا کہ ہندہ دوسرے سے حاملہ ہے تو اب ہندہ سے پوچھا گیا کہ یہ حمل استقرار کس سے ہوا تو ہندہ نے بتایا کہ بکر سے، اور جب بکر سے پوچھا گیا تو بکر نے کہا ہاں میں اور ہندہ نے ایک بار جماع کیا ہے۔ تو اب مذکورہ صورتوں میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟

(۲) جب زید کو علم ہوا کہ ہندہ بکر سے حاملہ ہے تو اس نے یعنی زید نے کہا کہ میں ایسی عورت کو نہیں رکھوں گا، اور زید نے ہندہ کو طلاق دے دی تو یہ طلاق دینا صحیح ہوا۔

(۳) طلاق کے بعد زانی اور زانیہ دونوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ تو اب اس صورت میں زانی کا نکاح زانیہ کے وضع حمل کے بعد یا حالت حمل میں درست ہوگا، نیز جو اولاد زانیہ سے ہوگی تو وہ اولاد زانی کے لیے حرم ہوگی، یا ولد الزناء یا جائز؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں ہندہ کا نکاح زید سے ہوگیا۔ حدایہ میں ہے " وان تزوج حبلی من الزناء جاز النکاح "۔

(۲) صورت مسئولہ میں زید کی طلاق واقع ہوگئی۔

(۳) زید نے صحبت کے بغیر اس کو طلاق دی تو اب بکر اس سے حمل کی حالت میں بھی نکاح کر سکتا ہے۔ در مختار میں ہے " وصح نکاح حبلی من الزناء و لو نکحها الزانی حل له وطیها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة" (کتاب النکاح: ۴/۱۰۷) نکاح کے بعد چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب نہیں ہوگا اور چھ مہینہ کے بعد ہوا ہو تو ناکح سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔ شامی میں ہے:" والولد له ان جاء ت بعد النکاح لستة اشهر فلو لاقل ستة اشهر لا یثبت النسب"۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۱ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

(۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک لڑکی کی شادی ہوئی، رخصتی کے بعد پتہ چلا کہ لڑکی حاملہ ہے، پوچھنے پر یہ بات صحیح ثابت ہوئی لڑکی سسرال سے میکے آئی، میکے والوں نے سنا تو اس حمل کو دوا وغیرہ کے ذریعہ ساقط کرادیا، جس لڑکے سے لڑکی کی شادی ہوئی وہ لڑکا اپنی منکوحہ کو بعد اسقاط اپنے گھر رکھنا چاہتا ہے، شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔

اور لڑکی ولڑکا جس فعل قبیح کا مرتکب ہوئے، اس کے اور جن لوگوں نے اسقاط کرایا ان سبھوں کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب باصواب سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ المستفتی محمد نور الدین فور پرساں نگری گورکھپور

الجواب

ہدایہ میں ہے: وان تزوج حبلی من الزنا جاز النکاح ولا یطاها حتی تضع حملها۔

زنا سے حاملہ عورت سے اگر کسی نے نکاح کیا تو وہ نکاح صحیح ہے، اور نکاح کرنے والے کو صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے، اس وقت تک کہ جب تک کہ بچہ پیدا نہ ہو جائے، شوہر اگر اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو شرعاً اس میں کوئی جرم نہیں کہ بیوی تو وہ اسی کی ہے اور اس پر یہ ضروری نہیں کہ اس کو طلاق دے۔

درمختار شامی میں ہے: لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ۔

زنا کار عورت کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں، البتہ شوہر پر لازم ہے کہ ایسی عورت کی سخت نگرانی وتنبیہ کرے تاکہ یہ دوبارہ اس قسم کی گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

لڑکی اور اس کے میکے والے اور جو لوگ اسقاط میں شریک ہوئے سب قتل نفس کے مجرم اور گناہ گار ہوئے، اور بے توبہ مرے تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے، رہ گئی دنیاوی سزا تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ آج کل ہندوستان میں ایسے لوگوں کو جو سب سے بڑی سزا دی جاسکتی ہے۔ وہ قطع تعلق ہے پھر اگر اسقاط کرانے والے لوگ دل سے توبہ واستغفار کریں اور عہد کریں کہ آئندہ ہم یہ گناہ نہ کریں گے تو ان پر کوئی شرعی سزا نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له"

گناہ کر کے سچی توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہے۔

اور اگر توبہ نہ کرے اور سرکشی پر آمادہ ہو تو ان کا بائیکاٹ کیا جاسکتا ہے۔ تا آنکہ راستے پر آجائے اور یہ جو دیہات میں پنچایتوں کا رواج ہے کہ مالی جرمانہ کرتے ہیں اور برادری کو کھانا دینے کی شرط لگاتے ہیں، یہ سب ناجائز اور خلاف شرع ہے۔

درمختار میں ہے: ولا يجوز النفى بالمال.

مالی جرمانہ جائز نہیں اور اس معاملہ میں شوہر کا کوئی جرم نہیں، اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی روا نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم   عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۳ر محرم ۱۴۱۸ھ

نکاح زانیہ کا بیان

(۱۔۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید وبکر یہ دونوں دوست ہیں اور ان دونوں کے درمیان کافی دوستی تھی اور زید کی بیوی ہندہ ہے اور زید کا دوست بکر زید کے گھر ہمیشہ آتا تھا، ایک دن زید گھر پر موجود نہیں تھا اور بکر آیا اور زید کی بیوی ہندہ سے زنا کیا، ہندہ اقرار کرتی ہے اور بکر انکار کرتا ہے اور اب زید ہندہ کو رکھنا گوارہ نہیں کرتا لیکن لوگوں

کا دباؤ ہے رکھنا ہوگا تو زید کا کہنا ہے آخر رکھنے کی صورت کیا ہے، کفارہ دینا ہوگا یا توبہ کرنا ہوگا یا نکاح کرنا ہوگا یا کس طرح زید رکھے گا تفصیلی دلیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) خالد گاؤں کا امام تھا اور اب اس وقت خصی یعنی نس بندی کرالیا ہے اور ایسی صورت میں امامت جائز ہے یا نہیں، اور اگر کوئی دوسرا امام آجائے تو اس امام کو یا گاؤں کے لوگوں کو اس کے یہاں کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: عبدالحکیم خادم دارالعلوم اہلسنت مدرسہ محمدیہ عزیز العلوم ڈنڈیلا کلاں گڑھوا روڈ ہلا پلاموں بہار

الجواب

(۱) کسی شخص کی عورت کے ساتھ کسی اجنبی مرد کے زنا کرنے سے نکاح میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ نکاح بدستور باقی رہتا ہے۔ درمختار میں ہے: لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ۔

شوہر پر اپنی زنا کار عورت کو طلاق دینا ضروری نہیں ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے زنا کار عورت کا نکاح اپنے شوہر سے باقی رہتا ہے۔ تبھی تو فرماتے ہیں کہ اس کو طلاق دینا اس کو اپنے سے علیحدہ کرنا ضروری نہیں، البتہ یہ کوشش رکھنی چاہیے کہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرسکے جب شوہر عورت کے اس فعل پر راضی نہیں ہے تو نہ تو کفارہ دینے کی ضرورت ہے نہ زید پر توبہ واجب ہے کہ توبہ عورت کرے جس نے گناہ کیا مرد کا کون سا گناہ ہے، کہ وہ توبہ کرے گا اور جب عورت کی اس حرکت سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑا تو دوبارہ نکاح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں زید کا بکر کو اتنی ڈھیل دے دینا کہ وہ عورت اس سے پردہ نہ کرے اور وہ تنہائی میں بھی اس کے گھر آتا جاتا رہے یہ فعل ضرور زید سے ناجائز سرزد ہوا ہے، اس کو بھی اپنی اس کوتاہی سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ کڑی نگرانی رکھنی چاہیے کہ کبھی ایسا موقع نہ آنے پائے۔

(۲) نس بندی حرام وناجائز ہے، خالد نے اگر نسبندی اپنی رضامندی سے کرائی گنہگار ہوا، اب توبہ اور استغفار کرے اور اپنے فعل پر نادم ہو تو اسکے پیچھے نماز جائز ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے: جس نے سچی توبہ کرلی وہ گناہ سے ایسا پاک ہوگیا گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم   عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ   ۲۸ر صفر ۱۴۰۷ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص دوسرے کی عورت کو بنا طلاق دیئے ہوئے اپنے گھر بیوی بنا کر دو برس تک رکھا، دو برس کے درمیان میں ناجائز ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ دو برس کے بعد پہلے شوہر نے طلاق دے دیا، اب یہ شخص

دوسرا شوہر چاہتا ہے کہ میں اپنے ناجائز گناہوں کی توبہ کرکے نکاح پڑھوالوں۔ کیا دوسرا شخص جو عورت کو بنا نکاح کئے رکھا ہے وہ اپنے گناہوں کی کا توبہ کرکے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟۔ جواب دیں عین نوازش وکرم ہوگا۔

المستفتی فاطمہ بیگم

الجواب

بلاشبہ یہ دوسرا شوہر سخت گناہ گار ہوا، اور بے توبہ مرا تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا، توبہ صادقہ یہ ہے کہ فوراً اس عورت سے علحدہ ہوجائے۔ اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ پہلے شوہر کی عدت پوری ہوگئی ہے یا نہیں؟ اگر عدت کے ایام پورے ہوگئے ہوں تو وہ کسی سے شادی کرسکتی، اس زانی سے بھی کرسکتی ہے۔ جس کے ساتھ دوسال گناہ کرتی رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، دارالافتاء دارالعلوم شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۸رذوقعدہ ۱۴۰۷ھ

(۴۔۱۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک عورت کو زنا کا حمل ہے حاملہ کا نکاح کسی شخص سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ نکاح جائز ہے، چند اشخاص کہتے ہیں کہ نکاح جائز نہیں۔ مولوی صاحب بہار شریعت حصہ سات صفحہ نمبر ۱۱ کا حوالہ دیتے ہیں، بعدہ مولوی صاحب نکاح پڑھادیتے ہیں۔ مولوی صاحب کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو بہار شریعت کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ کیا اس عبارت سے ناجائز ثابت ہوتا ہے۔ عبارت کی تشریح فرمائیں۔ نوٹ:۔ نکاح نہ پڑھاتے ہیں تو خطرہ ہے کہ ناکح انکار کردے اور لڑکی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شوہر سے محروم ہوجائے۔

(۲) نکاح پڑھانے کے بعد مولوی صاحب مستحق ثواب ہونگے یا مستحق عذاب؟

(۳) کیا مولوی صاحب کو زانی کا پتہ معلوم کرنا تھا کہ نہیں اور زانی اور زانیہ کو غیر شرعی شخص خود فیصلہ کرکے شرعی سزادلواسکتا ہے یا نہیں۔ ہندوستان میں کسی عالم کو مجرم کو شرعی سزادلوانے کا اختیار ہے یا نہیں؟

(۴) غیر شرعی شخص زانیہ پر زبردستی تشدد کرکے زانی کا پتہ کرنا چاہتا ہے اور زانیہ کو خلاف شرع سزا دینا چاہتا ہے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ اور زانیہ پر تشدد بعد زانی کا پتہ معلوم ہوا لیکن کوئی شاہد نہیں ایسی صورت میں زانی کا کیا حکم ہے؟

(۵) فیصل جرمانے کی رقم اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ باوجود کہ سرمایہ دار ہو۔ اور جو شخص غیر شرعی فیصلہ کرتا ہو فیصلہ سے قبل یا بعد جرمانہ یا رشوت وصول کرتا ہو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

(۶) ایک شخص مسائل شرعیہ غلط بیان کرتا ہے اور اپنے غلط مسائل کو منوانے کے لیے بضد رہتا

ہے اگر اس کی بات نہ مانی جائے تو بری بری گالیاں بکتا ہے اور عالموں سے الجھتا رہتا ہے۔ غلط مسائل مثلاً عورتوں کا جلسہ گاہ میں آنا منع ہے، سورۃ فاتحہ ہر آیت پر وقف نہ کرنے سے نماز خراب ہوجاتی ہے۔ اس قسم کے غلط مسائل بیان کرنا شرعاً کیا حکم ہے۔

(۷) ایک شخص کہتا ہے کہ کلام الٰہی میں لکھا ہے کہ جو کام کرو لکھکر کرو کسی سے لوتو لکھلو دونوں لکھ لو یعنی ہر کام لکھ کر کرو۔ آیا یہ درست ہے یا نہیں اگر درست نہ ہو تو وہ شخص گنہگار رہوگا یا نہیں۔ اور گناہ کے درجے میں شمار کیا جائے گا؟

(۸) محض زانیہ حاملہ کا نکاح پڑھادینے کے سبب یا ذاتی بغض وعناد کے سبب چند اشخاص امام کو امامت سے الگ کردینا چاہتے ہیں لیکن امام کی امامت کو باقی رکھنے کے لیے بہتر سے بہتر اشخاص بضد ہیں، جولوگ خلاف امام ہیں اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں، امام کی موجودگی میں امامت کے لیے کوئی بھی تیار نہیں ہوا، جس سے بھی امامت کے لیے کہا گیا اس نے جواب دیا کہ ایک عالم کی موجودگی میں امامت نہیں کرسکتا جب کوئی بھی تیار نہیں ہوا تو چار پانچ اشخاص مخالف امام اٹھ کر مسجد سے چلے گئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب ان کو امامت کے لیے کہا گیا اور انہوں نے جو جواب دیا درست ہے یا نہیں؟ اور جولوگ مخالف امام ہیں ان کی مخالفت درست ہے یا نہیں؟ کثرت رائے کی پرواہ نہ کرنا اور نماز کی جماعت چھوڑ کر چلے جانا پھر واپس نہ آنا کیا حکم رکھتا ہے، صورت مسئولہ میں امام کو کیا کرنا چاہئے؟

دیہات میں فساد کے خوف سے جمعہ چھوڑ کر ظہر پڑھ سکتے ہیں یا کوئی دوسری صورت ہے۔ یا کسی دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے چلا جائے حالانکہ دوسری مسجد میں امام بھی غیر عالم اور تجوید سے ناواقف ہے۔

(۹) اگر جمعہ کا امام فاسق ہو لیکن عالم ہو، سنی ہو علم تجوید سے واقف ہو اور چند لوگ فاسق اور غیر عالم علم تجوید سے ناواقف یعنی کلام الٰہی سے حروف کو ادا کرنے کی صحیح تمیز نہیں، ان میں امامت کا حق کس کو ہے؟

(۱۰) مابجوز بہ الصلاۃ کی مقدار کیا ہے اور صحت صلوۃ کے لیے کتنی چیزیں ضروری ہیں؟ تمام مسائل مع دلائل شرعیہ بیان فرمائیں اور عندالشرع ماجور ہوں۔

المستفتی محمد جمیل اختر القادری مقام وڈاکخانہ گواگاون ضلع دیناج پور بنگال مورخہ ۲۰رجمادی الاول ۸۳ھ

الجواب

جس عورت کو زنا کا حمل ہوا اس عورت کا نکاح جائز ہے اور اگر زانی کے علاوہ دوسرے سے نکاح ہوا ہے تو وہ دوران حمل میں اس سے صحبت نہیں کرسکتا۔

ہدایہ میں ہے: "ان تزوج حبلی من الزنا جاز النکاح ولا یطأھا حتی تضع حملھا"

ثواب اور عدم ثواب کا مدار نیت پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "انما الاعمال بالنیات" اس لیے یہ نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب بھی اپنی نیت کے موافق ثواب پائیں گے۔

(۳،۴) موجودہ زمانہ میں شرعی حد نہیں قائم کی جاسکتی کیونکہ اس کے قیام کا حق سلطان اسلام یا اس کے نائب کو ہے۔ عالم گیری میں ہے "ورکنہ اقامۃ الامام او نائبہ" (کتاب الحدود: ۲/۱۸۷) ہاں ڈانٹ فٹکار یا ملکی مار یا مقاطعہ وغیرہ سب کو شرع اسلام میں تعزیر کیا جاتا ہے۔ اس کا اختیار شوہر کو بیوی پر آقا کو غلام پر ماں باپ کو اپنی اولاد پر اور استاذ کو شاگرد پر حاصل ہے (بہار شریعت) زنا کا اقرار زبردستی کرانے کا حق تو بادشاہ اور قاضی اسلام کو بھی نہیں۔ دوسروں کو اس کا حق کس طرح حاصل ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے: "ادرؤا الحدود من المسلمین مااستطعتم" (سنن الدارقطنی: ۳/۸۴) تو جس کی پردہ پوشی کا حکم دیا گیا ہے، اس کو زبردستی کیسے ظاہر کیا جاسکتا ہے اور زانیہ کا اقرار خود اس کے حق میں قابل قبول ہوگا لیکن اس کے اقرار سے زانی پر الزام نہ ہوگا۔

(۵) جرمانہ میں پیسہ وصول کرنا ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے: "لا یاخذ المال فی المذھب"

(۶) غلط مسائل بیان کرنے میں سخت عذاب الٰہی کا خطرہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ"

(سنن ابی داؤد: باب العلم)

(۷) قرآن شریف میں ہر کام کے بارے میں نہیں بیع وشراء وغیرہ کے بارے میں تحریر کا حکم آیا ہے اور حکم استحبابی ہے۔ جس نے کرلیا ٹھیک کیا اور اگر نہ کیا تو مجرم نہ ہوا، جو شخص اس کے خلاف بیان کرے اس کو سمجھایا جائے اگر اس پر وہ نہ مانے تو وہ مجرم ہوگا اور جرم انکار کے موافق ہوگا یعنی جس نوعیت کا انکار ویسا ہی جرم ہوگا۔

(۸) ذاتی عناد یا غیر شرعی عذر کی بنا پر امام کی مخالفت یا ترک جماعت ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے: "ولو ام قوما وھم لہ کارھون، ان الکراھۃ لفساد فیہ او لانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد: "لا یقبل اللہ صلاۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون، "وان ھو احق لا والکراھۃ علیھم" (کتاب الصلاۃ: باب الامامۃ. ۲/۲۵۴)

(۹) جب عالم اور غیر عالم دونوں فاسق ہیں تو کوئی بھی امامت کے لائق نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: "ویکرہ امامۃ عبد"

اعرابی وفاسق کے استحقاق میں ترجیح کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب امامت کے اہل ہوں

اور یہاں تو یہ حکم ہے کہ ایسے لوگ اگر امام ہوں تو بشرط استطاعت ان کو الگ کردینا چاہیے۔

(۱۰) آپ کے اس آخری سوال کے جواب میں ایک کتاب لکھنا ہوگی۔ مختصرا یہ عرض ہے کہ بہار شریعت کا دوسرا تیسرا اور چوتھا حصہ دیکھ لیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲ رجمادی الاخری ۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ کی شادی عمرو سے ہوئی، لیکن شوہر کے گھر جانے سے پہلے ہی حاملہ ہوگئی اور اس نے زنا زید کے سر لگایا، لیکن زید کا کہنا ہے کہ یہ حمل میرا نہیں ہے۔ اور اگر ہے تو لڑکی قرآن لے کر قسم کھائے کہ یہ بچہ میرا ہے تو میں مان لونگا اور اگر وہ قسم نہیں کھاتی ہے تو میں قرآن وحدیث لے کر قسم کھاتا ہوں کہ یہ حمل میرا نہیں لیکن گاؤں والوں نے قرآن وحدیث ماننے سے انکار کردیا اور زبردستی ہندہ کو زید کے ساتھ بلا نکاح کرکے گاؤں سے باہر کردیا۔ لہٰذا اس مسئلہ میں زید ہندہ اور گاؤں والوں پر کیا شرعی احکام نافذ ہوں گے۔

المستفتی منیر احمد مقام وپوسٹ اسری خورد ضلع اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کی شادی جب سے ہوئی تو وہ شرعا عمرو کی بیوی ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ شادی حالت حمل میں ہوئی ہے تب بھی نکاح صحیح ہوگا۔ ہدایہ وغیرہ میں ہے: "وصح نکاح حبلی من الزنا" اور جب تک عمرو اس کو طلاق نہ دے وہ عمرو کے نکاح سے الگ نہیں ہوسکتی، ویسے عورت زناکار ہو تو اس کو طلاق دینا ہی ضروری نہیں۔ شامی میں ہے: "ولایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ" اس لیے یا تو عمرو اس کو رکھے یا طلاق دے، رہ گیا زید کا معاملہ تو جب تک چار گواہوں کے ذریعہ زنا کی گواہی نہ گزرے گی اس پر زنا کی تہمت صرف ہندہ کے کہنے سے نہیں لگے گی، اگر ہندہ گواہ نہ پیش کرسکتی تو زید سے قسم کھلائی جائے، گاؤں کے لوگوں نے جو بغیر قسم کھلائے زید کو جو مجرم گردانا سخت گناہ کیا اور زبردستی ہندہ کو عمرو سے طلاق دلوائے بغیر زید کے ساتھ کردیا یہ دوسرا گناہ ہوا، اور گاؤں سے باہر کیا یہ تیسرا گناہ ہوا، ان پر توبہ اور متعلقہ افراد سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ اگر گاؤں والوں کو کچھ کرنا تھا تو اس کا شرعی طریقہ یہ تھا کہ ہندہ کو عمرو سے طلاق دلواتے اور زید سے ہندہ کا نکاح کردیتے، ہندہ جو گناہ کا اقرار کر رہی ہے اس پر یہاں شرعی حد جاری نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۸ رشوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۱۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں اور میں نے اس لڑکی سے کئی بار ہمبستری کر لی ہے۔ کچھ مہینوں بعد ہم نے نکاح بھی کر لیا اور اب ایک ساتھ زندگی گذار رہے ہیں، کچھ دنوں پہلے ایک حافظ صاحب سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا ہے کہ نکاح کے بعد بھی آپ زنا کر رہے ہیں۔ اور آپ کا نکاح نہیں ہوا۔ میں کچھ دنوں سے بہت پریشان ہوں۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کروں۔ اگر کوئی شرعی راستہ نکل جائے تو میں گناہ سے بچنا چاہتا ہوں۔

راجا خان معرفت زمان بھائی تاج کمپلیکس حیدری روڈ مومن پورہ ناگپور مہاراشٹر

الجواب

اگر آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو نکاح سے پہلے آپ نے اس لڑکی کے ساتھ جو کچھ کیا اس میں آپ سخت مجرم اور گناہگار ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں گرفتار ہیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہوں۔ اور اس سے توبہ واستغفار اور عہد کریں، یا اللہ میں آئندہ ایسا کبھی بھی نہیں کروں گا۔

باقی جب آپ نے اس سے نکاح کر لیا تو وہ عورت آپ کے لیے حلال ہوگئی، اور آپ کا وہ نکاح درست ہوا۔ ہزار ہا سال سے ائمہ احناف کا یہ فتویٰ فقہ وفتاویٰ کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے اور مسلمان اس پر عمل کر رہے ہیں۔ بلکہ یہی آیت قرآنی کا مفاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں سے نکاح حرام ہے قرآن پاک میں ان کی فہرست بیان کر دی۔ آپ قرآن شریف میں سورۃ نساء رکوع ۳ آیت ۲۱ سے رکوع چار آیت ۲۴ تک خود دیکھ لیجیے۔ اس میں کہیں نہیں ہے کہ زناکار عورت سے نکاح حرام ہے۔ اور اخیر میں فرمایا ان نوقسم کی عورتوں کے علاوہ جس عورت سے چاہو نکاح مہر کے بدلے کرو۔

تو جب قرآن عظیم نے حرام عورتوں کی فہرست میں زناکار عورت کا نام ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ محرمات میں سے نہیں۔ اور ان محرمات کے علاوہ جس سے مرضی ہو نکاح کرنے کی اجازت تو معلوم ہوا کہ جس عورت سے زنا کیا گیا اس سے نکاح جائز ہے۔

ہدایہ فقہ کی مشہور ومتداول کتاب ہے۔ اس میں ہے: "ان تزوج حبلیٰ من الزنا جاز النکاح

تنویر الابصار میں ہے: "وحرم الوطی حتی تضع حملها"

درمختار میں ہے: "لو نکح الزانی حل له وطیها"

اگر کسی عورت کو زنا سے حمل بھی ٹھہر گیا ہو تو اس سے بھی نکاح صحیح اور جائز ہے، اگر زنا کرنے

والے کے علاوہ کسی دوسرے نے نکاح کیا تو بچہ پیدا ہونے تک اس عورت سے ہم بستری سے پرہیز کرے۔ اور اگر خود زانی نے نکاح کیا تو نکاح کرتے ہی اس سے ہم بستری کرنا بھی حلال ہوگیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس عورت سے زنا کیا گیا اس سے تو نکاح جائز ہوگا ہی۔ اگر زنا سے حاملہ ہوگئی ہو۔ تب بھی اس کا نکاح زانی اور غیر زانی دونوں کے ساتھ جائز ہے۔ زانی کے لیے نکاح کے بعد کسی حال میں کوئی روک ٹوک نہیں۔ وہ تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ہاں زنا سے حاملہ عورت سے زانی کے علاوہ کسی نے شادی کی تو دوران حمل صحبت سے پرہیز کرے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد صحبت کرے اور آپ کا کیس تو یہ ہے کہ عورت حاملہ بھی نہیں ہے (اور خود زانی) یعنی آپ نے نکاح کیا ہے اور آپ کے لیے عورت سے نکاح کے بعد انتفاع اور ہم بستری سب جائز ہے، حافظ صاحب نے آپ کو غلط مسئلہ بتایا ہے، نکاح کے بعد کے لیے آپ بالکل پریشان نہ ہوں نکاح سے پہلے کے لیے ہی آپ اللہ پاک سے جو کچھ عاجزی اور گریہ وزاری یا فریاد کر سکتے ہوں کریں وہ بڑا رحیم گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔ ﴿إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [یوسف:۹۸]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۵ ؍ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ

ثبوت زنا کے احکام

(۱۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد طلاق عورت کو اپنے گھر میں رکھا اور اس نے یہ بھی کہا کہ ہم نے ناجائز تعلق کیا۔ علاوہ ازیں اس لڑکی کی طلاق ایک ماہ بعد ہوئی۔ اس لڑکی نے مدت عدت بھی ناجائز ہی طریقہ پر گزاری۔ اس شخص سے زنا ثابت ہوا کہ نہیں؟ اگر نہ ہوا تو اس کا تدارک کیا ہے؟ یہ بھی افواہ سنا گیا ہے کہ نکاح ہوگیا اور ضرور نکاح ہوگیا۔ آیا اس کا نکاح جائز ہے کہ نہیں؟

مہنگو میاں رمضان علی ڈاکخانہ دری کمر بند مرزا پور

الجواب

زنا کا ثبوت یا تو چار عینی گواہوں سے ہوتا ہے: "ویثبت بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحد بلفظ الزنا" یا زانی اور زانیہ کے اقرار سے: "ویثبت باقراره اربعافی مجالس اربعة،، پس صورت مسئولہ میں اگر چار لوگوں نے ان دونوں کو زنا کرتے دیکھا یا ان دونوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہم نے زنا کیا اور چار مرتبہ مختلف مجلسوں میں اس کا اقرار کیا تو زنا کا ثبوت ہوگیا۔ لیکن یہ جس کا ہم نے ذکر کیا کہ حد شرعی قائم کرنے کے لیے ہے۔ سوال میں درج کی ہوئی صورت میں اس مرد کے عذاب الٰہی

میں مبتلا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ اس نے ایک اجنبیہ سے خلا ملا کیا۔ چاہے اس سے شرعاً زنا ثابت ہو یا نہ ہو اس شخص پر ضروری ہے کہ اپنے اس فعل سے صدق دل سے توبہ کرے اور خدا سے اپنے گناہ کی معافی چاہے۔ ان دونوں کا نکاح اگر عدت گزرنے کے بعد ہوا ہے تو نکاح ہو گیا شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷ر شعبان ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی کو ایک تحریری طلاق دے دی جس کی اطلاع اس نے گھر والوں کو (زید کے گھر والوں کو دی) کہ اگر منکوحہ کے گھر والے آئیں تو یہ کہہ دیا جائے کہ میں طلاق دے چکا ہوں، اپنی لڑکی کا انتظام کہیں دوسری جگہ کر دیں۔ اب منکوحہ کو زید نے دوبارہ اپنے گھر بلا لیا ہے۔ اب جب اس سے پوچھا گیا تو کہتا ہے کہ ہم نے اس کو طلاق نہیں دی۔ حالانکہ جو خط اس نے اپنے گھر کو لکھا تھا اس خط کے پڑھنے والے موجود ہیں۔ زید کے باپ نے اکثر لوگوں سے کہا کہ میرا لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے۔ برائے کرم جلد سے جلد جواب بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

عبد الحمید انصاری ۱۳۶ر لی ٹی روڈ ستپوڑہ

الجواب

اگر گواہ موجود ہیں جو گواہی دیں کہ طلاق والا خط خود زید نے لکھوایا ہے یا خود شوہر ہی اقرار کرے کہ خط میرا ہے جب تو طلاق ثابت ہے، ورنہ شوہر کے انکار کی صورت میں دوسری سبیل نہیں قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ [الطلاق: ۲] اس خط کی بنا پر باپ کا لوگوں سے کہنا یا دوسرے لوگوں کا اس کاغذ کو دیکھنا جس پر طلاق لکھی تھی انکار کی صورت میں مفید نہ ہوگا۔ شوہر کو اپنی عورت کو دوبارہ رکھنے پر ممانعت نہیں عائد کی جا سکتی۔ لیکن اگر واقعی ایسا ہو کہ زید نے طلاق دی ہو اور صرف گواہوں کے موجود نہ ہونے سے طلاق کا ثبوت نہ ہو سکے تو اگر عدت کے اندر اس نے عورت کو بلا کر رکھ لیا ہے جب تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، یہی رجعت ہو جائے گی۔ کیونکہ ذکر صرف ایک رجعی طلاق کا ہے۔ رجعت قول وجماع دونوں سے ثابت ہوتی ہے۔ ہدایہ میں ہے: "الرجعة ان يقول رجعتك ويطأها او يقبلها او يلمسها بشهوة او ينظر الى فرجها بشهوة" (باب الرجعة: ۲/۳۷۵) اور عدت کے بعد اس نے عورت کو رکھا ہو فی الواقع طلاق مغلظہ دی ہو تو اس پر واجب ہے کہ اب آخرت سے بچنے کے

لیے خدا کا خوف کھائے اور بیوی سے فوراً جدا ہو جائے۔ انکار سے دنیا میں بچ سکتا ہے، لیکن خدا ہر ڈھکے چھپے کو جانتا ہے۔ اس کی پکڑ سخت اور عذاب بڑا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۳ر شوال ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی شادی ہوئے عرصہ ۱۶ر سال ہو گیا۔ عورت کو پردہ میں رکھتا ہے، زید پردیس میں رہتا ہے، چھٹی پر گھر جاتا ہے، گھر پر عورت زید کے والد کی سرپرستی میں رہتی ہے۔ کبھی شکایت کا موقع نہیں ملا دس ماہ ہوئے زید کے والد نے زید کے پاس خط لکھا کہ تمہاری عورت بدکار ہے، اس لیے میں نے زیور اور کپڑا لے لیا ہے۔ خط پڑھ کر میں گھر آیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک سید صاحب جو اپنے آپ کو قاری اور تعویذ کا عامل بتاتے ہیں، اکثر ہمارے گاؤں میں رہتے ہیں اور ہمارے گھر پر ہمارے والد صاحب لا کر رکھتے ہیں۔ محلہ میں کسی پڑوسی کو آسیب کی تکلیف ہوئی، قاری صاحب کو لوا آیا۔ اس کے یہاں رہنے کی جگہ نہ تھی والد صاحب نے اس کے کہنے پر قاری صاحب کو گھر میں رکھا۔ قاری صاحب نے رات کو والد صاحب سے کہا کہ آپ اپنا بستر دوسرے کمرہ میں لے جائیں کچھ موکل طلب کرنا ہیں۔ والد صاحب نے پہلے کمرہ میں ان کا بستر رہنے دیا۔ دوسرے کمرہ میں عورت رہتی ہے۔ خود عارضی طور پر اس کمرہ میں چلے گئے۔ نماز عشاء پڑھ کر قاری ہمارے گھر آیا۔ تو حسب دستور بچہ کو دعا کرنے کے لیے بلایا۔ دروازہ کھولا تو والد نے پوچھا دروازہ کیوں کھولا۔ لڑکے نے دعا کی بات کہی دعا کے بعد قاری نے اس کی ماں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کے سر میں درد ہے۔ تو قاری نے ان کو بھی دعاء کے لیے بلایا، عورت نے انکار کیا تو قاری نے کہا کہ رات کو اندھیرا ہے۔ آپ دوسری طرف منہ کر کے کھڑی ہو جائیں میں دعا کر دوں گا۔ بچہ بھی اصرار کرنے لگا تو عورت کمرہ میں گئی ابھی کمرہ میں برابر کھڑی بھی نہ تھی کہ قاری نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا۔ عورت گر پڑی تو قاری نے اس کے سینے پر ہاتھ لگایا۔ عورت پوری قوت کے ساتھ اٹھ کر بھاگی اور اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ بچہ یا والد کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ صبح والد نے عورت سے پوچھا کہ بچہ کے ساتھ تو بھی گئی تھی۔ تو عورت نے انکار کر دیا۔ بعدہ حسب معمول والد صاحب نماز بعدہ تلاوت اور اشراق میں مصروف ہو گئے۔ قاری بھی پڑھتا رہا۔ عورت ناشتہ بناتی رہی، اشراق کے بعد والد و قاری نے ناشتہ کیا اور باہر چلے گئے۔ گھنٹہ بھر کے بعد والد آئے اور عورت کے ہاتھ میں قرآن دے کر پوچھا سچ سچ بتاؤ رات کیا ہوا تھا، عورت نے رات والی تفصیل بتائی اس پر والد نے اس پر لعنت ملامت اور اس پر بدکاری کا الزام رکھا،

اور مجھ کو خط لکھا۔

گھر آ کر میں نے عورت سے پوچھا تو اس نے تفصیل بتائی اور زنا کے الزام سے انکار کیا، اور طرح طرح کی قسم کھائی زید کو عورت کی بات پر اعتماد ہوا، اور اس نے عورت کی غلطی معاف کر دی۔ اب والد صاحب زید کو بھی غدار اور جورو کا بندہ بتاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر عورت شرعاً بدکار ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے۔ اگر نہیں تو زانی کہنے والا کیسا ہے:۔ محمد مقبول الرحمٰن یتیم بمبئی

الجواب

صورت مسئولہ میں آپ کے والد نے عورت پر زنا کی بلا ثبوت تہمت لگا کر سخت زیادتی کی۔ انہیں آپ کی بیوی سے معافی مانگنا چاہئے، زنا کا ثبوت چار عینی گواہوں سے ہوتا ہے۔ اور یہاں تو صرف شبہ ہے، بلکہ بدگمانی ہے۔ جس سے قرآن میں منع فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات:۱۲]

اور اگر زنا ثابت ہو تب بھی زید پر عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔ در مختار میں ہے: "لا يجب تطليق الفاجرة" البتہ شوہر اور گھر والوں پر واجب تھا کہ ہر ممکن صورت سے عورت کو اس کی غلط حرکت سے باز رکھتے۔ لیکن یہاں ثبوت تو کسی چیز کا نہیں، صرف شبہ ہی شبہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

" البينة على المدعى واليمين على من انكر "(جامع الترمذى:١٣١٤)

اس لیے جب عورت نے قسم کھا کر براءت ظاہر کی تو اس کو مان لینا چاہئے۔

حقیقۃً صلاح وفلاح شریعت پر عمل کرنے میں ہے۔ اگر اس مسئلہ پر عمل کیا جاتا ہے کہ چاہے پیر ہو یا فقیر یا کوئی اور اگر اجنبی ہے تو اس سے قطعی پردہ کیا جائے۔ اور کسی قسم کے خلاملا سے باز رہا جائے۔ تو یہ نوبت ہی نہیں آتی۔ اس سے آئندہ سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲؍ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ کی شادی آج سے پانچ سال قبل ہوئی تھی، اپنے سسرال بھی کچھ دنوں رہ چکی ہے۔ اس کا شوہر بچھڑ گیا، اور یہ کئی سال سے اپنے میکے میں ہے۔ مگر زید اب تک اس سے نہیں ملا، آخر کار اس سے ناجائز حرکت ہو گئی غالباً سات یا آٹھ مہینہ کی مدت گزر گئی، ہندہ کے ماں باپ اور بستی کے لوگوں نے دریافت کیا تو محلہ کے ایک نوجوان کا نام بتاتی ہے، اور وہ نوجوان ہندہ کے بہنوئی کے بارے میں بتاتا ہے کہ یہ حمل میرا

نہیں خواہ میرے سر ڈالا جاتا ہے، چنانچہ لڑکی کو زدوکوب کیا گیا۔ تو اب وہ کسی دوسرے کا نام بتاتی ہے۔ چنانچہ اس مہم میں گھر کے کل لوگ پریشان ہیں، فی الحال جس کا نام بتاتی ہے وہ بھی اس کے بہنوئی کے بارے میں بتاتا ہے۔ کہ یہ حمل ہندہ کے بہنوئی کا ہے، اس لیے یہ معاملہ دور تک پہونچ چکا ہے۔ اس کی صحیح جانچ پڑتال کس طرح ہو سکتی ہے، غالباً ولادت کا وقت قریب ہے اس لیے اس مسئلہ کو صاف اور واضح بیان کر کے اس کی صحیح جانچ پڑتال کے بارے میں تحریر فرمائیں۔ سائل مشتاق احمد ہزاری باغ

الجواب

زنا کا ثبوت چار عینی گواہوں سے ہوتا ہے، یا خود زانی کے اقرار سے، اس لیے جب تک متعلق افراد اقرار نہ کریں، صرف عورت کے کہنے سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دنیا میں اس کا پتہ چلانے کے لیے کوئی شرعی صورت نہیں، قیامت کا عذاب ہی ایسے شخص کو رسوا کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲؍رجب ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید اپنی سسرال میں رہتا تھا اور زید کی بیوی کی بڑی بہن (زید کی سالی) کی طلاق ہو چکی تھی، سسرال ہی میں زید اپنی بڑی سالی جو طلاق یافتہ تھی اس سے زنا کر بیٹھا جس کی وجہ سے وہ حاملہ ہو گئی، دوا کے ذریعہ لڑکی کے گھر والوں نے زید کے حمل کو ساقط کروا دیا، جو زید کے زنا کی وجہ سے ہوا تھا، لہٰذا آنجناب سے گذارش ہے کہ یہ بتائیں کہ زید کی بیوی زید کے نکاح میں باقی ہے یا نہیں؟ جب کہ زید کا اپنی سالی سے زنا ثابت ہے، اگر نکاح باقی نہیں ہے تو پھر از سر نو نکاح کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور حلالہ کی ضرورت پیش ہوگی یا بغیر حلالہ کے ہی نکاح ہو جائے گا، مزید یہ کہ زید کی وہ سالی جس سے زید نے زنا کیا ہے اگر اس کا کہیں عقد کرنا ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ نیز زید کے سسرال والوں نے زید کی اس زنا والی گندی حرکت کے معلوم ہونے کے بعد بھی زید کو اپنے گھر میں رہنے دیا، اور اس کی بیوی اسی طریقے سے رہتی ہے جس طرح پہلے رہتی تھی، لہٰذا حضور والا سے گذارش ہے کہ زید اس کی بیوی اس کی سالی اور اس کے سسرال والوں کا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ نیز دوا وغیرہ سے حمل ساقط کروانا کیسا ہے از روئے شرع جواب صواب سے نوازیں۔ فقط والسلام

المستفتی، بدر النساء مقام وپوسٹ سورجپور مئو

الجواب

زید نے اپنی بڑی سالی سے زنا کر کے سخت گناہ اور حرام کیا، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اس کی سزا یہ ہوتی کہ پتھر مار مار کر اس کو ہلاک کر دیا جائے، زید کے سسرال والے جو اسقاط حمل کے جرم میں زید کے شریک ہیں سخت مجرم اور گناہ گار ہیں، ان پر لازم ہے کہ زید کو اپنے گھر سے الگ کر دیں یا بڑی بہن کی شادی کر کے اس کو سسرال رخصت کر دیں، اگر ایسا نہیں کرتے ہیں تو مسلمان ان سے مقاطعہ کر سکتے ہیں، تا آنکہ وہ کوئی ایسا انتظام کریں کہ زید کی سالی اور زید میں بالکل آمنا سامنا نہ ہو، البتہ بیوی کی بہن سے زنا کرنے کی وجہ سے زید کے نکاح میں جو اس نے دوسری بہن سے کیا تھا کوئی خلل نہ پڑے گا، وہ بدستور زید کی بیوی رہے گی، واللہ تعالی اعلم۔ عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو یوپی

(۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی بیوی مہر النساء کسی غیر مسلم قوم کے ساتھ بھاگ گئی حالانکہ زید نے اپنی زوج مہر النساء کو طلاق بھی نہیں دی ہے۔ پھر چار ماہ کے بعد از خود زید کے پاس آگئی اپنی غلطی پر نادم وشرمندہ ہو کر زید سے معافی مانگنے لگی۔ زید نے اپنی زوجہ مہر النساء سے کہا میں نے تجھے طلاق بھی نہیں دی ہے، میں تجھے رکھنے کے لیے تیار ہوں، بشرطیکہ شریعت میں گنجائش ہو۔ پوچھنا یہ ہے کہ زید کی بیوی مہر النساء داخل عقد ہے یا نہیں؟ اگر خارج عن النکاح نہیں ہے تو اس کی غلطی کی شریعت نے کیا سزا مقرر کی ہے؟ محمد حسین: جمبار

الجواب

مہر النساء نے اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ اگر شریعت اسلامیہ ہوتی تو اس کو اتنے پتھر مارے جاتے کہ وہ مرجاتی اس کو اپنے اس گناہ سے صحیح توبہ کرنا چاہیے، پاکدامنی سے رہنے کا عہد کرنا چاہیے، زید کو اس کی کڑی نگرانی اور بے راہ روی پر روک ٹوک رکھنی چاہیے، مگر اس کے اس فعل سے زید کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، وہ بدستور زید کی بیوی ہے نہ زید پر یہ لازم ہے کہ اس کو طلاق دے۔ شامی میں ہے:

"لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ" زانیہ عورت کو طلاق دینا ضروری نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۲-۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید کی لڑکی ہندہ جو غیر شادی شدہ ہے، اپنی شادی شدہ بہن کے یہاں گئی اور کچھ عرصہ تک رہ گئی۔ ہندہ کے دولہا بھائی نے اپنی سالی ہندہ کے ساتھ زنا کیا حمل قرار پاگیا۔ اسپتال میں گرایا گیا۔ اس

بات کی خبر اس کے گھر والوں کو کچھ ہی دن کے بعد معلوم ہوگئی۔

اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ ہندہ کس سزا کی مستحق ہے، اور دولہا بھائی کی کیا سزا ہے؟ ہندوستان میں اگر شرعی سزا نا ممکن ہے تو اس کا بدل کیا ہے؟۔

(۲) ہندہ کے لیے کفارہ کیا ہے۔ اس کے ہاتھ کا کھانا پینا کیسا ہے؟۔ اور ہندہ کی برأت کی کیا صورت ہے تا کہ عنداللہ ماخوذ نہ ہو۔

(۳) ہندہ کے والدین بھائی بہن وغیرہم کے لیے کیا حکم ہے؟۔ کیا ہندہ کی وجہ سے انہیں بھی لعن طعن کیا جائے گا یا صرف ہندہ کو۔

(۴) ہندہ کے گھر کا کھانا پینا کیسا ہے؟ یا اس کے یہاں رشتہ کرنا کیسا ہے؟ امید کہ شرعی دلائل کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں گے اور عنداللہ ماجور ہونگے۔

المستفتی شمس الدین صدیقی بڑا چوک سیدراجہ وارانسی

الجواب

شریعت اسلامیہ نے اسی لیے سالی اور دولہا بھائی اور بھاوج اور دیور میں پردہ کا حکم کیا ہے۔ جب اس کی نافرمانی کی جائے گی تو ایسی خرابیاں پیدا ہوں گی، موجودہ صورت میں ان دونوں پر توبہ واستغفار ضروری ہے، اب کبھی آئیں تو باہر ہی رکھے جائیں گھر کی عورتوں سے ان کا بالکل سامنا نہ ہو۔ ہندہ توبہ واستغفار کر لیتی ہے اور اس کی رہن سہن سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ توبہ پر قائم ہے تو اس کے لیے اور کوئی سزا نہیں ہے، اس کے ساتھ والے تو اس سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں، ان کا کوئی قصور نہیں۔ ہاں وہ بہن جس کے ساتھ یہ رہ کر اس نے یہ گناہ کیا ہے، اگر وہ ان کی ان حرکتوں پر راضی رہی ہو تو اسکے لیے بھی یہی توبہ واستغفار کا حکم ہے یہی ان کا کفارہ ہے۔ توبہ صادقہ کے بعد ان سے تعلقات کھان وان شادی بیاہ کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو، ۹ رجمادی الاولی ۱۴۱۳ھ

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ناجائز حمل قرار پایا، اور وہ ختم ہوگیا ہے، اس کے بارے میں فتوی دینے کی زحمت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی غلام رسول انصاری برئی پار گورکھپور۔ نومبر ۱۹۹۲ء

الجواب

صورت مسئولہ میں عورت پر زنا کا کفارہ ہے، اور مرد پر بھی جس نے اسکے ساتھ منھ کالا کیا سخت گنہگار ہے اور مجرم ہے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان کی سزا یا سنگسار کرنا ہوتی۔ یا سو کوڑے مارنا۔ مگر

موجودہ صورت میں ان دونوں پر واجب ہے، کہ سچی توبہ کریں۔ توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اپنے گناہ پر نادم ہوں۔ اور یہ عہد کریں کی آئندہ ہم اس گناہ میں مبتلا نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ یہ سب کر لیتے ہیں تو اب ان پر کوئی زیادتی نہیں ہوسکتی۔

حدیث شریف میں ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

جو گناہ سے توبہ کرے ایسا ہی ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔

پنچ اس جہالت سے جوان پر روپیہ پیسہ کا تاوان لگاتے ہیں۔ اور اسے وصول کرکے کھاتے پکاتے ہیں یہ سب ناجائز ہے۔ فقہ کی کتابوں میں ہے: لاتعزیر بالمال۔ مالی جرمانہ جائز نہیں۔

وہی توبہ واستغفار اور اس پر ثابت قدمی ان کا کفارہ اور جرمانہ ہے۔ ہاں اگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں اور وہی جرم کریں تو مسلمان ان کا بائیکاٹ کرسکتے ہیں، وہ بھی اسی وقت تک کی پھر توبہ نہ کرلیں۔ ہاں ایسے لوگوں کو کچھ دن تک یہ دیکھا جائے گا کہ انہوں نے اپنی زندگی سدھاری یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

ولایت کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عابدہ کا نکاح نابالغی میں باپ نے ولی کی حیثیت سے زید سے کردیا، دو برس کے بعد عابدہ اور زید کے گھر سے کافی دشمنی ہوگئی وجہ یہ تھی کہ زید کے گھر والے اپنی پرانی دشمنی کا بدلہ لینے کیوجہ سے نکاح کا پیغام دیا تھا۔ نکاح کے وقت ہی جہیز کی صورت میں سائیکل وسامان ونقد روپے زید نے لے لیا ہے، زید سے عابدہ ہر اعتبار سے بہتر ہے۔ زید صوم وصلوۃ کا پابند نہیں ہے اور نہ اس کے گھر میں دینی روشنی ہے، جب کہ عابدہ صوم وصلوۃ کی پابند ہے اور اس کے گھر میں دینی روشنی ہے، زید عابدہ کی بہ نسبت کمزور بھی ہے، زید لوگوں سے ذکر کرتا ہے، عابدہ کو تھوڑی رکھنا ہے اس لیے لڑکی والے سوچنے پر مجبور ہیں کہ لڑکا آگے چل کر میری لڑکی پر ظلم بھی کرسکتا ہے، اور پھر طلاق بھی دے سکتا ہے، اس لیے اس معاملہ پر کیا کیا جائے شرعی اصول سے آگاہ فرمائیں تاکہ ویسا ہی کام کیا جائے۔

الداعی، ڈاکٹر محمد شمشاد احمد بلیا یوپی ۲۴ فروری ۱۹۸۶ء

الجواب

باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہوجاتا ہے اس کو اب سوائے شوہر کے اور کوئی ختم نہیں کرسکتا۔

تنویر الابصار میں ہے: وللولی انکاح الصغیر والصغیرة ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو۔ اور قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة: ۲۳۷] واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، دارالعلوم شمس العلوم گھوسی

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ کی شادی نابالغی میں زید کے ساتھ ہوئی تھی، مگر جب بالغہ ہوئی تو ہندہ نے اقرار کیا کہ ہماری شادی زید سے نہیں ہوئی ہے۔ اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، اور زید بھی ناراض ہے اور راضی نہیں، ایسی صورت حال میں ہندہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ مکمل حوالہ کے ساتھ جواب دیں۔ فقط والسلام

جمال الدین شاہ رامپور مہراج گنج یوپی

الجواب

ہندہ کی شادی نابالغی میں اگر باپ یا دادا نے کی ہے تو نکاح لازم ہوگیا، اور ہندہ کے یہ کہنے سے کچھ نہیں ہوگا کہ میری شادی نہیں ہوئی ہے، اور اگر ان کے علاوہ کسی اور نے کیا ہے تو بالغ ہوتے ہی فسخ کا اختیار تھا لیکن بلوغ کی مجلس بدلنے کے بعد اختیار فسخ ختم ہوجاتا ہے، اس صورت میں بھی بغیر طلاق کے ہندہ دوسری شادی نہیں کرسکتی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے "وللولی انکاح الصغیر والصغیرة ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوان کان الولی ابا أو جدا وان کان المزوج غیرهما لهما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده وبطل خیار البکر بالسکوت عالمة بالنکاح ولا یمتد الی آخر المجلس" (باب الولی: ۴/ ۱۲۷) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیام شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے سے طے کیا۔ بارات آئی نکاح کے وقت مہر کے مسئلہ میں بکر اور ہندہ میں اختلاف ہوا۔ لڑکی کے ایک عزیز نے جو رشتہ میں ماموں ہوتا تھا نکاح جبراً پڑھا دیا اور معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ ہندہ نکاح سے قبل اور بعد برابر انکار کرتی رہی، اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے، اور برادری کے لوگ لڑکی کو جبراً رخصت کرنا چاہتے ہیں، ہندہ انکار کرتی ہے تو اس کو برادری سے الگ کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ صورت مسئولہ میں لڑکی کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ برادری کا یہ سلوک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

محمد یونس خیاط بڑھئی بازار ضلع بستی۔

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ نے جس کو غالبا ولایت کا حق پہونچتا تھا اپنی ناراضی اور انکار نکاح کا اعلان کردیا تو دور کے رشتہ کے ماموں کا کیا ہوا نکاح ہوا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے: "وكل تصرف صدر منه كبيع وتزويج وله مجيز حال وقوعه انعقد موقوفا" (كتاب البيوع: باب الفضولي: ۲۳۱/۷)۔ فضولی کے تمام تصرفات از قسم بیع ونکاح اگر عقد کے وقت اس کو جائز کرنے والا موجود ہو موقوف ہوگا۔ اور یہاں جب ماں سرے سے انکار کر رہی ہے تو انعقاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے برادری عورت کی مرضی کے خلاف اس پر جبر کرنے میں ظالم اور گنہگار ہے۔ اور اب جب لڑکی بالغ ہوگئی ہے تو وہ خود اس شخص یا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نابالغ حسینہ کا نکاح بالغ بھونوں کے ساتھ ہوا، کچھ دنوں کے بعد حسینہ جب سسرال گئی اور بھونوں کو دیکھا تو اسے سخت نفرت ہوئی اور موقع پاکر بھاگ نکلی، اپنے میکے آئی اور سسرال جانے سے انکار کرنے لگی، حسینہ کے والد سے بھونوں کے متعلقین نے بات چیت کی کوشش اور دباؤ دے کر ایک بار حسینہ کو پھر لے گئے اس وقت بھونوں بمبئی تھا اور حسینہ موقع پاکر پھر بھاگ آئی اور حاکم ضلع کو درخواست دے کر اپنی دوسری شادی کی اجازت لے لی اور حسینہ کے والد نے بھونوں سے طلاق دینے کے لیے کہا تو بھونوں نے کہا کہ ہمارا زیور دیجئے ہم طلاق دیدیں گے، لیکن حسینہ کے والد زیور نہیں دے سکے حسینہ عرصہ تین سال سے زید کے گھر رہنے لگی، اس وقت بھی وہیں ہے۔ زید کے یہاں پیغام آیا کہ ہمارا مطالبہ اگر آپ ہی پورا کر دیں تو ہم طلاق دے دیں گے اتفاق ایسا ہوا کہ بھونوں کا پردیس میں انتقال ہوگیا، اب تک حسینہ کا نکاح نہ ہوسکا تھا، بھونوں کے مطالبہ کی بات ہی چل رہی تھی اب بھونوں کے انتقال کے بعد نکاح کی باری آئی ہے۔ مندرجہ ذیل بالا واقعات پر دو سوال پیدا ہوئے۔

(۱) یہ کہ جب کہ حسینہ کو بھونوں پسند نہیں تھا اور حاکم ضلع سے دوسری شادی کی اجازت بھی حاصل کرلیا اور عرصہ تین سال سے زید کے گھر ہے تو عدت کی کیا ضرورت ہے، جب چاہے نکاح کرلے؟

(۲) بھونوں کے انتقال پر سوگ منانے کا کیا حکم ہے، جب کہ حسینہ کو بھونوں ہی سے نفرت تھی اور اس وقت حسینہ زید کے گھر رہتی ہے اور زید سے اپنا نکاح پڑھانا چاہتی ہے، دونوں باہم رضامند ہیں، یہ

نکاح شریعت محمدی کے خلاف تو نہیں ہوگا؟ جواب سے حتی الامکان جلد فرمائیں۔

نیاز مند ڈاکٹر پیر محمد قادری سلطان پور ضلع اعظم گڑھ ۲۲ مارچ ۱۹۶۵ء

الجواب

اگر یہ نکاح حسینہ کے والد نے کیا تھا تو وہ لازم ہوگیا۔ درمختار میں ہے: "وللولي انكاح الصغيرة والصغيرة جبرا" اب وہ نہ تو حسینہ کی ناپسندگی سے ٹوٹ سکتا ہے نہ موجودہ کچہریوں کے حاکم سے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة: ۲۳۷] پس جب بھونوں اس کا قانونی شوہر تھا تو اس کی موت کے بعد قانونا عدت وفات بھی اس کی عورت پر واجب ہے، ہم لوگوں کو قرآن کے حکم پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے۔ زید اور حسینہ اب تک جو کچھ کرتے رہے حرام کاری کرتے رہے، پھر کیا حرام کاروں کو یہ انعام دیا جائے کہ ان کی خاطر قانونی شوہر کے شرعی حقوق کالعدم قرار دئے جائیں۔ زید اور حسینہ پر واجب ہے کہ فورا علیحدہ ہوجائیں اور اپنے گناہوں سے صدق دل سے توبہ کریں اور عدت وفات پوری ہونے کے بعد وہ دونوں باہم شادی کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷ ذی القعدہ ۸۴ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵-۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنے نابالغ لڑکے بکر کا نکاح نابالغہ کے ساتھ کردیا، بعد بلوغ ہندہ نے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کردیا، اس کی وجہ قرینہ سے معلوم ہوتی ہے کہ ہندہ کا تعلق ایک دوسرے شخص کے ساتھ ہوگیا ہے، اسی دوسرے شخص کے ساتھ رہنے کو رضامند ہے۔ ہندہ کے باپ نے بکر سے طلاق کی کوشش کی لیکن وہ طلاق دینے پر تیار نہیں ہوا، ہندہ کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس کے باپ نے ساری بستی کے مشورے کے خلاف اس دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کردیا۔ اب ہندہ اسی کے یہاں رہتی ہے اور اپنے میکے بھی آتی جاتی ہے، اس پر مسلمانان بستی نے ہندہ کے باپ سے قطع تعلق کرلیا ہے جس کی وجہ سے اس کو تکلیف ہے، اب وہ یعنی ہندہ کا باپ یہ کہتا ہے کہ میں اپنی لڑکی ہندہ کو اپنے گھر نہیں لاؤں گا اور نہ کوئی اس سے تعلق رکھوں گا، اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ہندہ کا یہ دوسرا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ شوہر اول نے اب تک طلاق نہیں دی ہے، اس امر کا بھی صاف صاف پتہ نہیں چلتا کہ بعد بلوغ فورا

(۲) ہندہ کے باپ کے لیے اب کیا حکم شرع ہے؟ وہ کیونکر اپنے اس شرعی جرم سے بری ہوسکتا

ہے، اور مسلمانان بستی کس صورت میں اس سے تعلقات قائم کر سکتے ہیں؟

(۳) ہندہ کا شوہر اول اپنے یہاں ہندہ کو لے جانے کے لیے قطعی راضی نہیں اور نہ ہی طلاق دے رہا ہے، اس صورت میں جو حکم شرع ہو مطلع کیا جائے۔ فقط

مسلمانان موضع شکر پور ضلع بلیا

الجواب

(۱) باپ دادا کو ولایت اجبار حاصل ہے، پس اگر ہندہ کا نکاح اس کے باپ کی اجازت سے ہوا تو وہ بالغ ہو کر بھی اس کو فسخ نہیں کر سکتی، لاکھ اس کا انکار کیا۔ "وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ ولزم النکاح" اس لیے ہندہ کا دوسرا نکاح ناجائز ہوا، جب تک شوہر اول طلاق نہ دے دے ہندہ کا دوسرا نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔

(۲) باپ اگر اپنے سابقہ جرم سے توبہ کر لے اور لڑکی سے قطع تعلق کر لے تو برادری کے لوگ اس کی بندش ختم کر دیں۔ حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب کمن لاذنب له"

(۳) شوہر اول پر لازم ہے کہ یا تو ہندہ کو خیر خواہی سے رکھے یا طلاق دے دے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ [النساء: ۱۲۹]

اگر وہ رکھنا نہیں چاہتا تو طلاق دے دے، ورنہ برادری کے لوگ اس کو مجبور کریں کہ وہ طلاق دے دے، چاہے برادری سے الگ کر دیں چاہے کسی اور طریقہ سے طلاق کے الفاظ کہلوائیں جائیں تو طلاق ہو جائے گی۔ "طلاق المکرہ واقع" واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲ محرم ۸۵ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص کی شادی اس کے والد نے کی جب کہ وہ نابالغ اور کم عقل تھا۔ اور والد کے کہنے پر دہ مہر قبول کر لیا۔ میاں بیوی میں اب قریب چھ سالوں سے تفریق پڑ گئی۔ شوہر طلاق دینا چاہتا ہے، مگر مہر ادا کرنے کی وسعت سے مجبور ہے۔ اور وہ بیوی کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ آیا طلاق دے یا کیا کرے۔ اگر طلاق دے دے تو مہر دینا پڑے گا یا نہیں؟   المستفتی: سجاد حسین ولد سلیمان ساکن کریہٹہ ۸ جنوری ۵۹ء

الجواب

نابالغی میں والدین کا کیا ہوا نکاح کم یا زیادہ جس مہر پر وہ کریں لازم ہو جاتا ہے اور مہر دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اب بالغ ہو کر نکاح یا مہر سے انکار نہیں کر سکتا۔ درمختار میں ہے: "وللولی انکاح

الصغیر والصغیرة ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها وزیادة مهرها" پس صورت مسئولہ میں میاں بیوی میں اگر خلوت صحیحہ ہو گئی ہے۔ تو کل مہر ورنہ آدھا مہر بعد طلاق دینا ضروری ہے۔ ہاں عورت کل یا بعض معاف کر سکتی ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا﴾ [النساء: ٤] واللہ تعالی اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۷ رجب

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف، غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۹۔۱۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) امیر النساء بنت محمد اسلام کا نکاح محمد شریف سے ہوا، جب کہ امیر النساء نابالغ تھی اسلام نے اپنی ولایت میں نکاح کیا نکاح کے سال بھر بعد محمد شریف کو ٹی بی کی بیماری ہو گئی، اور وہ بیمار ہے اور صحت کی کوئی امید نظر نہیں آتی اور امیر النساء سن بلوغ کو پہونچ گئی ہے اور ابھی اپنے شوہر کے پاس کبھی نہیں گئی ہے، غیر مدخولہ ہے۔

(۲) ایسی صورت میں امیر النساء چاہتی ہے کہ محمد شریف اس کو طلاق دے دے تا کہ وہ دوسرے سے اپنا نکاح کر لے اور محمد شریف اس کا شوہر کہتا ہے کہ میں مر جاؤں گا مگر طلاق نہیں دوں گا ایسی صورت میں امیر النساء کیا کرے شرع کی رو سے جواب دیں کہ اس کا شوہر طلاق نہیں دیتا۔

(۳) کیا امیر النساء نکاح کر سکتی ہے کہ نہیں؟ اس لیے کہ جب نکاح ہوا تو وہ نابالغ تھی اور بالغ ہوتے ہی اس نے کہہ دیا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں ہے، وہ اپنے شوہر کے پاس کبھی گئی نہیں ہے۔

نوٹ: جواب جلد دیں اس لیے کہ اس کی شادی بھی کرنی ہے۔

(۴) زید نے اپنی عورت کو گھر سے نکال دیا اور کہتا ہے تم کو نہیں رکھوں گا اور زید نے یہ بھی کہا پڑھے لکھے آدمیوں سے کہ تم ہمارا طلاق نامہ لکھوا دو اور زید کی عورت نکل کر اس کے گھر سے چلی گئی، بغیر نکاح کے کسی کے ساتھ چار ماہ یا پانچ ماہ تک رہی پھر چھ ماہ کے بعد زید کے پاس آئی تو کیا بغیر حلالہ کے زید اس کو رکھ سکتا ہے، جب کہ چھ ماہ تک چھوڑ دیا تھا مگر مہر وغیرہ نہیں دیا تھا۔

(۵) خالد نے اپنی بیوی کا حلالہ کروایا بکر سے نکاح ہوا، بکر نے بغیر وطی طلاق دی، کیا یہ حلالہ صحیح ہوا۔

(۶) زید نے ایک عورت رکھ لی بغیر نکاح کے اور اسے تین چار لڑکے بھی ہیں اور اب چاہتا ہے کہ زید اپنا نکاح کر لے کیا یہ نکاح ہوگا اگر ہوگا تو درست ہوگا؟

(۷) کیا مسلمان کو نسبندی کرنا جائز ہے اگر نا جائز ہے تو کیوں؟ اور جو مسلمان نسبندی کروالیں

ان کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو ثبوت کا حوالہ دیں۔

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں جب کہ امیر النساء کا نکاح اس کے باپ نے اپنی ولایت میں کیا تھا تو نکاح لازم ہوگیا اور لڑکی بالغ ہو کر اس کو رد نہیں کر سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:" ولو زوجها الاب او ابيه لزم النكاح "اور سوائے طلاق حاصل کرنے کے دوسری شادی کی کوئی سبیل نہیں۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿ بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾[البقرة:۲۳۷] راضی خوشی طلاق دے روپیہ لے کر طلاق دے، زبردستی طلاق کے الفاظ کہلائے جائیں ہر طرح طلاق واقع ہوجائے گی۔ " طلاق المكره واقع "(ہدایہ)

(۴) سوال میں زید کی کوئی ایسی بات نہیں لکھی ہے جس سے اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو۔ تجھ کو نہیں رکھوں گا یہ ارادہ طلاق ہے اور حموی میں ہے: " الفعل لا يتم بمجرد النية "صرف نیت کرنے سے کوئی کام نہیں ہوتا تو طلاق بھی نہیں واقع ہوئی۔ طلاق لکھوانے کے لیے کہا تو یہ کہ میری طلاق لکھ دو، اگر ایسے کہا کہ میری عورت کو طلاق لکھ دو تو ایسے طلاق واقع ہو جاتی ہے، لیکن میری طلاق سے چونکہ اضافت صحیح نہیں طلاق واقع نہ ہوگی، اور دوبارہ رکھنے کے لیے حلالہ کی ضرورت نہیں، کہ "لا حرمة لماء الزاني "

(۵) حلالہ صحیح نہیں ہوا کہ حدیث شریف میں ہے " لاحتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك " (صحيح البخاري:۷/۷۳)

(۶) جتنے دن اس نے ناجائز طور پر رکھا سخت حرام کیا توبہ کئے بغیر مرا تو عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا، اور اب جب نکاح کر کے رکھ رہا ہے تو نکاح صحیح ہوگا۔

(۷) نس بندی ناجائز ہے، کرانے والا مجرم ہے، لیکن اس کی نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہوں گے، کہ اس کی موت کی اطلاع پائی اور جنازے کی نماز نہیں پڑھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۹ ربیع الآخر ۹۲ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کا نکاح بلوغیت کے حالت میں بغیر اس کی اجازت اس کے والد نے زید کے ساتھ کر دیا، اور ہندہ سے خلوت صحیحہ بھی نہیں ہوئی ہے اب ہندہ طلاق چاہتی ہے اور زید اس وجہ سے طلاق دینا نہیں چاہتا کہ رقم ودیگر سامان دینا پڑے گا، حالانکہ ہندہ نے تمام چیزوں کو معاف کر دیا ہے اس صورت

میں ہندہ کا نکاح ثانی کی کیا صورت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں فقط والسلام المستفتی محمد اسرائیل خان

الجواب

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ اصل یہ ہے کہ زن بالغہ پر کسی کی ولایت جبریہ نہیں، اور اس سے پیش از نکاح اجازت لینا مسنون ہے، اگر بے اذن لیے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح فضولی ہے کہ اجازت پر موقوف رہیگا اگر جائز رکھے جائز ہوجائے گا اور رد کرے تو باطل "وفي ردالمحتار عن البحر المحيط ان زوجها بغير استمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها" پس اگر بلوغ یا اطلاع پر فی الفور اس نے ناراضی ظاہر کی، تو اسے اجازت دی جائیگی کہ قاضی کے حضور دعویٰ کر کے نکاح فسخ کرائے اور اگر ایک لمحہ بھی بے عذر کے سکوت کیا یا کسی دوسرے کام یا کلام میں مشغول ہوئی تو اب وہ نکاح لازم ہوگیا، اس کے بعد ناراضی کچھ کارآمد نہیں۔ درمختار میں ہے:" وان كان من كفوء و بمهر المثل صح ولكن لهمااى الصغيرة وصغيرة خيار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده بشرط القضاء للفسخ" ۔(باب الولی:۴/۱۲۹)

پس صورت مسئولہ میں مسماۃ ہندہ نے نکاح کی اطلاع پاتے ہی فوراً نکاح کو رد کر دیا ہو، کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں تو اگر وہاں کوئی عالم دین ہوں تو انکے سامنے اپنا مسئلہ بیان کرے اور وہ تحقیق کرنے کے بعد ثابت ہوجائے کہ اس نے خبر پاتے ہی انکار کر دیا تو اس کا نکاح فسخ کر دیں اور اگر وہ خبر سننے کے بعد خاموش رہی اور سوال کی عبارت سے ظاہر یہی ہے کہ ایسا ہی ہوا تو شوہر کے طلاق دیئے بغیر نکاح ختم نہیں ہوگا، اور ہندہ نکاح ثانی نہیں کر سکے گی، طلاق زید سے سمجھا بجھا کر حاصل کی جائے مال دے کر حاصل کی جائے یا زبردستی اس سے طلاق کے الفاظ کہلوائے جائیں کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں سنت کے موافق دیں، ہر طرح طلاق پڑ جائے گی۔ حدایہ میں ہے:" طلاق المكره واقع " مجبور کر کے طلاق دلائی گئی تو طلاق ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۱۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زبیدہ خاتون کا وصال ہوگیا، اس نے اپنے پیچھے جوان لڑکا چھوڑا اور شوہر بھی موجود ہے اس صورت میں اس کے جنازہ کی نماز کا حکم کون دے گا، شوہر یا جوان لڑکا۔ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ المستفتی محمد ثاقب حسین مونگیری عفی عنہ

الجواب

صورت مسئولہ میں جوان لڑکا ولی ہے شوہر ولی نہیں ہے، اس کا حق اولیاء کے نہ ہونیکی صورت

میں ہے۔ بہار شریعت صفحہ ۱۵۲، بحوالہ درمختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۳ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

(۱۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی ایک سوتیلی بہن تھی (خالدہ) جو بالغ تھی، اور خالدہ کی ماں زندہ ہے، زید نے خالدہ کا نکاح ایک سن رسیدہ لڑکے سے کردیا، لڑکی سے ایجاب نکاح نہیں ہوا نہ ہی لڑکی کی ولی (یعنی خالدہ کی ماں) نے اجازت دیا تو اس صورت میں جب کہ نابالغ کے ایجاب وقبول سے نہ نکاح کا انعقاد ہوتا ہے نہ نابالغ کے حق میں بغیر ولی کے۔

تو مسئولہ صورت میں دونوں باتیں جمع ہیں، پھر زید کا کہنا ہے کہ نکاح ہوگیا صحیح ہے؟ جب کہ زید نہ تو ولی ہے نہ ان کو اجازت نکاح کرانے کی دی گئی ہے، اور یہ محض اس وجہ سے ہوا کہ بچہ کو گھر سے نکال دیں۔ لہذا صورت مسئلہ کو مفصل ومدلل اور واضح کرکے شریعت مطہرہ کا حکم سنائیں کرم ہوگا۔

المستفتی محمد شکر اللہ ابن باب اللہ مقام گھوسی محلہ قاضی پورہ اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر خالدہ کے باپ دادا، اور حقیقی بھائی موجود نہ تھے۔ تو زید جو سوتیلا بھائی ہے ولی ہوگیا۔ عالم گیری میں ہے: اقرب الاولیاء الی المرأة الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد وان علا ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب۔ (باب فی الاولیاء: ۱/۲۶۳)

اور ماں کا مرتبہ تو بہت بعد میں ہے:

فان لم یکن عصبة فالولایة للام۔ (درمختار: باب الولی۔ ۴/۱۱۴)

پس صورت مسئولہ میں خالدہ اگر نابالغ تھی تو اس کی اجازت کی ضرورت نہیں، اور سوتیلا بھائی اگر بالغ تھا تو وہ جائز ولی تھا تو اس کی اجازت سے نکاح منعقد ہوجانے میں شرعاً کوئی شبہ نہیں۔

اب صرف ایک صورت ہے۔ خالدہ نے بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے انکار کیا ہو۔ اور اس کے شرعی گواہ موجود ہوں۔ یا ابھی بالغ نہ ہوئی ہو تو بالغ ہوتے ہی بلا تاخیر شرعی گواہوں کے سامنے اپنا بالغ ہونا ظاہر کرے۔ اور کہے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو یہ نکاح فسخ ہوسکے گا۔ اور دوسری جگہ اس کی شادی ہوسکے گی۔ درمختار میں ہے: ولو کان المزوج غیرهما ای الاب وابیه لهما خیار الفسخ بالبلوغ لو العلم بالنکاح بعده۔ (باب الولی: ۴/۱۲۹)

اور اگر باپ دادا کے علاوہ کسی نے نکاح کیا تو نابالغوں کو بالغ ہوتے ہی یا نکاح کے بعد (حالت

بلوغ میں) علم ہوتے ہی فسخ کا حق حاصل رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲/۴/۵ھ

(۱۹-۲۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) خالدہ کے بھائی اور باپ دونوں موجود ہیں اور وہ نابالغ ہے۔ باپ اور بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی ماں نے شادی کردی، اب اس کے باپ اور بھائی آئے ہیں مگر راضی نہ ہوئے۔ ایک عرصہ کے بعد لڑکی بالغہ ہوئی، دوسری جگہ شادی کرسکتے ہیں یا نہیں؟ لیکن باپ اور بھائی دو مہینہ کے بعد جب آئے تو لڑکے کے گھر والوں کو اطلاع نہیں دی تھی۔

(۲) ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی۔ اور وہ متعدد مہینہ زید کے پاس گئی۔ کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف ہوگیا، قریب دو سال ہندہ میکے میں رہی۔ اسی دوران میں خالد سے تعلق ہوگیا۔ زید کی طلاق کے بعد اسی خالد سے بعد عدت شادی ہوئی ہے، اور چھ مہینہ بعد بچہ پیدا ہوا ہے یہ شادی درست ہے یا نہیں؟

احقر منصور علی مقام متھرولی دھنباد گورکھپور

الجواب

(۱) اگر باپ اور بھائی کی غیبت غیبت منقطعہ نہ تھی تو یہ شادی اس کی اجازت پر موقوف تھی۔ ان لوگوں نے آکر رد کردیا رد ہوگئی۔ اور لڑکی کی شادی دوسری جگہ ہوسکتی ہے۔ درمختار میں ہے "فلو زوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته" (مطلب لا یصح تولیة الصغیر: ۴/۱۴۴)

(۲) یہ شادی ہوگئی، ظاہر یہی ہے کہ حمل خالد کے ساتھ شادی ہونے کے بعد قائم ہوا۔ اور حمل کی مدت کم از کم چھ مہینہ ہے۔ ہدایہ میں ہے: "واقله ستة اشهر" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

جب ہندہ کا نکاح ہوا تھا تب وہ نابالغ تھی، اور بوقت نابالغ اس کے ولی دو بھائی ہیں، لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی تھی اور اس کی ماں موجود ہے اس نے اجازت دی تھی، اور وہ اس وقت بھی انکار نہیں کرتی ہے۔

فقط والسلام احقر: رضوان احمد محلہ پورہ حصر

الجواب

بھائیوں کی موجودگی میں ماں کو ولایت کا حق حاصل نہیں اس لیے اس کا کیا ہوا نکاح بھائیوں کی

رضاء پر موقوف ہوگا۔ درمختار میں ہے: "نکاح الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته" بھائی اگر اجازت دیں تو نکاح ہوگیا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۴ر صفر ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے لڑکے اور اس کی بہن نے کہا کہ ہم زید کو راضی کرلیں گے۔ زید کی تین سالہ نابالغہ لڑکی شمس النساء کا عقد بکر کے ساتھ ہوا، اجازت اس کی ماں نے دی۔ آج تک لڑکی بکر کے گھر نہیں گئی، لڑکی جس وقت بالغ ہوئی اس نے اپنی ماں سے کہا کہ میں بکر کے گھر نہیں جاؤں گی۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، لڑکی بکر کے یہاں جانے کو نہ پہلے راضی تھی نہ اب تیار ہے۔ ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟

سائل: محمد حنیف قصبہ نہال گڑھ ضلع سلطان پور

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی اگر صورت حال یہی ہے کہ شمس النساء کا عقد نابالغی میں اس کی ماں نے کیا اور بالغ ہوتے ہی لڑکی نے اس کا انکار کیا تو اسے اس کا حق حاصل تھا۔ درمختار میں ہے: "وان کان المزوج غیر الاب و ابیه فلهما خیار الفسخ بالبلوغ" نابالغ بچہ اور بچی کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی نے کیا تو انہیں فسخ کا اختیار بالغ ہوتے ہی حاصل ہوگا۔ اس انکار کے بعد شمس النساء اپنا معاملہ کسی دیندار عالم کے سامنے پیش کرے اور وہ اس کے فسخ کی توثیق کردے تو وہ عدت کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۳-۲۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید کے والد والدہ دونوں نے اپنی راضی وخوشی سے زید کی ساس کی لڑکی کو پالنے کے لیا دیتے وقت ایک معمولی کاغذ میں زید کی ساس نے یہ تحریر کردیا کہ اس لڑکی کو نگرانی کے طور پر پرورش وشادی بیاہ کردینے کی ذمہ داری زید کے والد کو دی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ معمولی کاغذ پر مندرجہ بالا تحریر زبانی کہہ دینا اسلامی قانون کے مطابق صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) لوگوں کا کہنا ہے کہ دلیل رجسٹری ہوتی ہے اور لڑکی ترکہ کی حقدار ہوئی کہ نہیں؟ براہ کرم صحیح حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔ فقط والسلام

سید احسان علی جے پور کندرا پاڑہ کٹک

الجواب

اسلام میں کسی امر میں زبان سے کہہ دینا کافی ہے تحریر ضروری نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "عدة المومن كالأخذ باليد" (اتحاف السادة: ۶/۲۶۳)

اس لیے مالک بنانے کے لیے رجسٹری کی ضرورت نہیں، زبان سے کہہ دیا مالک ہوگیا۔ البتہ شرعی حقوق جیسے نکاح کی ولایت یا حق وراثت وغیرہ بہر حال اس کو نہیں ملے گا۔ رہ گئے بقیہ تبرعات تو یہ حضور ﷺ کے فعل سے ثابت ہے کہ زندگی کی وہ تمام سہولتیں جو حضور ﷺ نے اپنے لیے حاصل فرمائیں، اپنے منہ بولے فرزند حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی اختیار فرمائیں۔ اور لڑکی ترکہ کی وارث نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

یہاں گاؤں میں ایک پرانی مسجد ہے جس کے متولی سابق جناب صوفی قربان علی ابن ولی محمد مرحوم تھے، انہوں نے اپنی تولیت بغیر گاؤں والوں سے مشورہ لیے اپنے چھوٹے بیٹے مولوی نورالحسن کو سونپ دی اور بذریعہ رجسٹری متولی مقرر کر گئے ابھی مسجد کے متولی یہی ہیں اب جب مسجد کی حالت بہت خستہ ہوگئی تھی تو گاؤں والوں نے میٹنگ کرکے متولی موجود کو تعمیر مسجد کا سکریٹری بنادیا مسجد کے نام پر چندہ وصول کرتے ہیں مگر خزانچی کے حوالے نہیں کرتے اور نہ ہی مسجد کی تعمیر میں بلاواسطہ خرچ کرتے ہیں گاؤں والوں نے بھی میٹنگ کرکے دوسرے سکریٹری کا انتخاب کیا اور تعمیری کام جاری رکھا مگر پھر جب گاؤں والوں نے دیکھا کہ سکریٹری سابق چندہ وصول کرنا بند نہیں کرتے۔ اور مسجد پر وصول کردہ سارا پیسہ اپنے ہی خرچ کرڈالتے ہیں۔ تو گاؤں والوں نے پھر میٹنگ کرکے طے کیا کہ ہم ایسے شخص کو امام نہیں رکھیں گے۔ جو مسجد کے لیے وصول کرکے حرام طریقے سے کھا جائے۔ اور ساتھ ہی دوسرے مولوی کو امام مقرر کردیا۔ موجودہ متولی اور سابق سکریٹری نے جب یہ سنا تو کہنے لگے مسجد کا متولی میں ہوں۔ میں جو چاہوں وہی ہوگا۔ امام میں بنوں گا اور جو میری امامت میں مداخلت کرے گا اس کا خون میں لے بھی سکتا ہوں، اور دے بھی سکتا ہوں۔ گاؤں والوں نے فساد کے خوف سے مسجد چھوڑ دی۔ اور عیدگاہ میں جمعہ قائم کردیا۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ۔

(۱) اول متولی کو بغیر گاؤں والوں سے رائے کیے متولی کو مقرر کرنا کیسا ہے؟

(۲) مسجد کے نام پر چندہ وصول کرے خود اپنے اور اپنی اولاد کے ذمہ خرچ کرنا کیسا ہے؟

(۳) متولی کو یہ کہنا میں متولی ہوں میری مسجد ہے میں جو چاہوں وہی ہوگا، یہ کہنا کیسا ہے؟

(۴) متولی کی مذکورہ باتوں کو سن کر گاؤں والوں کا الگ عیدگاہ میں جمعہ قائم کرنا کیسا ہے؟ وہاں جمعہ ہوگا یا نہیں؟

قرآن واحادیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی

المستفتی انتظامیہ کمیٹی نیاڈومری۔ پوسٹ مراچھی ضلع سیوان

الجواب

مستفتیوں کا پہلا سوال ہی بلاضرورت ہے، جب گاؤں والوں نے میٹنگ ومشورہ کر کے متولی مذکور کو تعمیرات مسجد کا سکریٹری بنادیا تو ان لوگوں نے بھی صوفی قربان علی کے فعل کی تائید کردی تو بالفرض متولی صوفی قربانی علی کا فعل قابل اعتراض بھی رہا ہو تو گاؤں والوں کی تائید کے بعد یہ لوگ بھی قربان علی صاحب کے اس فعل کے عذاب وثواب میں برابر کے شریک ہیں۔

ہاں اگر مستفتیوں کے گول مول بیان کا یہ مطلب ہو کہ متولی یا سکریٹری چندہ وصول کر کے مسجد کی تعمیر ومرمت میں خرچ کرنے کے بجائے اپنے گھر والوں پر صرف کرتا ہے۔ اور وہ اپنے اس بیان میں سچے ہوں۔

ہم نے گول مول بیان کی بات کی اس لیے کہی ہے سوال کی یہ عبارت خزانچی کے حوالہ نہیں کرتے اور نہ ہی مسجد کی تعمیر میں بلا واسطہ کرتے ہیں۔ نہایت مبہم ہے، متولی مذکور یا سکریٹری وصول کردہ رقم خزانچی کے پاس جمع نہ کرتے اور خود مسجد میں خرچ کردے تو یہ ایک بے اصولی ہوئی، لیکن خیانت اور بے ایمانی نہیں ہوئی، اسی طرح یہ جملہ کہ نہ مسجد کی تعمیر میں بے واسطہ خرچ کرتے ہیں تقریباً مہمل ہے خود چندہ کی رقم مسجد میں کہاں لگتی ہے، اس کا سامان خرید کر لگایا جاتا ہے اداروں کے متولی منتظم وسکریٹری خود ہی ہر چیز دوڑ دوڑ کر کہاں خریدتے ہیں، کسی آدمی ملازم یا مددگار کے ذریعہ ہی منگالیتے ہیں پھر بے واسطہ خرچ کرنے نہ کرنے کا کیا مطلب ہے، ایک جگہ اور یوں تحریر ہے وصول کردہ سارا پیسہ اپنے ذمہ ہی خرچ کرتے ہیں۔ یہ بھی وہی گول مول عبارت ہے اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چندہ وصول کر کے متولی کو دینے کے بجائے خود خرچ کرتے ہیں، لیکن اگر خود خرچ مسجد میں ہی کرتے ہیں تو خیانت یا بے ایمانی کہاں ہوئی، اسی لیے ہم نے اوپر خط کشیدہ عبارت لکھی کہ سائلوں کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے نام چندہ وصول کر کے خود اپنے ذاتی مصارف میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ ان کا یہ فعل شرعی گواہوں سے ثابت ہو۔ اور حساب وکتاب

سے ظاہر ہو تو وہ واقعۃً متولی ہوں تب بھی انہیں معزول کیا جائے گا۔ بلکہ خود واقف نے بے ایمانی کرے تو اس کو بھی وقف کے انتظام سے علیحدہ کردیا جائے گا۔

درمختار میں ہے: "وینزع وجوباً لو الواقف فغیره بالاولیٰ غیر مامون ۔ فاسق اور بے ایمان وبددیانت کو وقف کے انتظام سے علیحدہ کرنا واجب ہے۔ اور اگر علی الاعلان اس کی بددیانتی ثابت ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور قابل اعادہ ہوگی، اور اس کو امام بنانا گناہ۔ اور استطاعت ہو تو اس کو امامت سے علیحدہ کیا جائے۔ پس صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق مستفتیان اور مطلب مذکورہ بالا کی صورت میں گاؤں والوں کا ان کو تولیت اور تعمیر کے انتظام اور امامت سے علیحدہ کرنا جائز مذکورہ متولی اور امام کو خود چاہیے کہ وہ امام اور تولیت سے الگ ہوجائیں۔

حدیث شریف میں ہے: "لا یقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون"

(سنن ابی داؤد: حدیث: ۵۹۳)

اس شخص کی نماز مقبول نہیں جو اس حال میں امامت کرے کہ مقتدی اس کو شرعی وجہ سے ناپسند کریں۔ اگر آپ کا گاؤں شہر کی کسی تعریف پر صادق نہیں آتا تو وہاں جمعہ کی نئی جماعت قائم کرنا جائز نہیں

حدیث شریف میں ہے: "لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع"

جمعہ اور عیدین کی نماز شہر میں ہے دیہات اور گاؤں میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی مئو، ۲۵ر شوال ۱۴۲۰ھ

کفو کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی بیٹی ہندہ کا نکاح لاعلمی میں ایک غیر مقلد شخص کے ساتھ کردیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غیر مقلد ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نسبندی کرائے ہوئے ہے، ایسی صورت میں ہندہ کا نکاح اس غیر مقلد کے ساتھ درست ہوا یا نہیں؟ جواب سے نوازیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد نظام الدین لالن پور اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ نکاح ہوا ہی نہیں۔

درمختار میں ہے: یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه اصلا ۔(باب الولی: ۴/ ۱۱۵)

اور فتاوی رضویہ میں ہے یہاں رضائے ولی غیر کفو جان کر نہ تھی، بلکہ کفو سمجھ کر لہذا اصلا معتبر نہیں شرط انعقاد نہیں پائی گئی اور نکاح باطل محض ہوا۔ ہندہ پر فرض ہے کہ اس سے فوراً جدا ہو جائے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، دار العلوم شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۸/ ذو قعدہ ۱۴۰۷ھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہم کہ سراج احمد ابن حسن مقام میر بہار تھانہ پٹھیر وا ضلع کشی نگر کا رہنے والا ہوں، میں رخسانہ بنت عامل حسین مقام میر بہار تھانہ پٹھیر وا ضلع کشی نگر، بتاریخ: ۲۱-۱۲-۲۰۰۱ء کا نکاح کرادیا گیا اور بتاریخ ۴-۴-۲۰۰۲ء کو کورٹ میرج کرایا تھا، جو آج کل بتاریخ ۲۲-۱-۲۰۰۲ء کو حسب ذیل پنچوں کے سامنے ہم نے طلاق دی، یہ ہم نے اپنے پورے ہوش حواس کے ساتھ دی، اس میں کسی طرح کا دباؤ نہیں ہے، یہ طلاق قانونی طور سے اور مذہبی ہسٹری سے اسے منظور کیا، دونوں طرفوں کو اس متعلق مستقبل سے کسی طرح کا کسی پر ظلم یا دھمکی دینے سے منع کیا گیا، کوئی شخص مخالفت کرتا ہے تو وہ قانونی طور سے سزاوار قرار دیا جائے گا۔

دستخط لڑکا: سراج احمد لڑکی: رخسانہ خاتون۔ گواہان: نگینہ سنگھ، محبوب

حضرات مفتیان کرام اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ یوپی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام ورحمت معروضہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں پیرا کنک کشی نگر میں ایک حادثے کے پیش نظر بہت زیادہ خلفشار ہے، اس لیے برائے کرم اس استفتاء کا جواب بہت جلد مع دستخط ومہر عنایت فرمائیں تا کہ قوم کے اندر پیدا ہونے والے اختلاف کو دور کیا جاسکے فقط والسلام

المستفتی: محمد قریش پیرا کنک کشی نگر یوپی

مندرجہ ذیل صورت حال اور مسائل میں شرع متین کا کیا حکم ہے؟

زید حافظ وقاری شادی شدہ دو بچیوں کا باپ ہے، اپنے گھر ہندہ کو تعلیم دیا کرتا تھا، رفتہ رفتہ دونوں میں باہم محبت ہوگئی، جب کہ دونوں میں چچا بھتیجی کا دوری رشتہ ہے۔ اور دونوں کی برادری ایک ہے اور دونوں تقریبا ہم کفو بھی ہیں، دونوں میں محبت کا یہ سلسلہ عرصہ تک چلتا رہا اور ۴/ اپریل ۲۰۰۲ء کو چپکے چپکے دونوں میں بغیر ولی کے اجازت کے قاضی اور دو گواہوں کی موجودگی میں ۲۱/ دسمبر ۲۰۰۱ء کو نکاح اور کورٹ میرج ۴/ اپریل ۲۰۰۲ء کو کیا، اور دونوں کے درمیان میاں بیوی کے سارے تعلقات قائم رہے، ہندہ کی ماں سے زید کی کسی بات پر تکرار ہوگئی جس کی وجہ سے گذری حقیقت کھل کر سامنے آگئی، زید نے ہندہ کے گھر والوں سے رخصتی کے لیے کہا، چونکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زید اور ہندہ میں چچا بھتیجی کا دوری رشتہ ہے، اس لیے شادی نہیں ہوسکتی۔ اور ہندہ کے خاندان والوں کا کہنا ہے کہ اگر ہندہ کی رخصتی زید کے گھر

ہوئی تو ہم لوگ ہندہ کے گھر کھانا پینا چھوڑ دیں گے، اس لیے ہندہ کے گھر والے ہندہ کو زید کے گھر رخصت کرنے پر راضی نہیں ہیں۔ ہندہ کے گھر والوں نے طلاق پر زور دیا۔ لیکن زید اور ہندہ دونوں اپنے حتمی ارادے پر قائم تھے۔

ادھر ہندہ کے گھر والے زید کے طلاق نہ دینے کی صورت میں غیر مسلموں کا سہارا لے کر داڑھی تراشنے اور طرح طرح کے منصوبے بنا رہے تھے، نہ ہی ہندہ طلاق لینے پر راضی نہ ہی زید طلاق دینے پر راضی تھا، اور نہیں ہے۔ عاجز آکر ہندہ کے گھر والوں نے زید کو جان سے مارنے کی دھمکی دی، اور دوسری طرف تعاقب میں بدمعاشوں کو بھی لگایا، دوسری طرف تعویذ گنڈہ مار پیٹ کے ذریعہ ہندہ کو طلاق لینے پر مجبور کرتے رہے، لیکن کسی میں کامیابی نہیں ملی، مجبورا گاؤں کی پنچایت جس میں اکثر غیر مسلم شریک تھے کا سہارا لیا فیصلہ کے مطابق زید ایک مسلم دو غیر مسلموں کے ساتھ ہندہ کی رضا مندی کے دریافت کے لیے گیا۔ پنچایت کا فیصلہ یہ تھا کہ ہندہ اگر سابقہ نکاح پر راضی ہے تو رخصتی لازم ہے ورنہ نہیں، راضی نہ ہونے کی صورت میں زید کو طلاق دینی پڑے گی، اور طلاق نہ دینے کی صورت میں ہمارے شریعت کے ساتھ اور داڑھی کا مذاق اڑانے اور تراشنے کا پروگرام تھا، جیسا کہ زید کا بیان ہے زید نے لفظ طلاق) بلند آواز میں کہا اور لفظ دے دیں گے، پست آواز میں کسی نے تین بار اعادے کا حکم دیا، غیر مسلم جو کہ شرعی مسائل سے عاری ہوتے ہیں، کہا کہ ایک بار اور پچاس بار میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شور وغل کی وجہ سے زید کے الفاظ طلاق پر کسی نے غور نہیں کیا، اور ان لوگوں نے اپنے ہاتھ سے طلاق نامہ لکھا جس کی فوٹو کاپی موجود ہے۔

اس کے پہلے ہندہ کے گھر والوں میں ایک شخص جس نے داڑھی بھی رکھی ہے اور اذان دیتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے اور وقتاً فوقتاً نماز بھی پڑھاتا ہے، ایک غیر مسلم کے وہاں گیا اور ساری باتوں کو پیش کرتے ہوئے کہا ہم کو کسی طرح سے زید سے طلاق چاہیے۔ غیر مسلم نے کہا یہ تمہارے دھرم کی بات ہے کیوں کہ جس نے شادی کی ہے وہ بھی پڑھا ہے اور ۸۰/ پرسینٹ لوگ اسی کی طرف سے ہیں، غیر مسلم نے پہلے بھگا دیا۔ جانے کے بعد ہندہ کی ماں اور ہندہ کے باپ نے ۱۰/ ہزار روپیہ طلاق کے لیے بھیجا، غیر مسلم نے روپیہ کے بارے میں کہا تم مجھے روپیہ سے خریدنا چاہتے ہو، وہاں سے بھگاتے ہوئے کہا کہ تم اپنے ذات برادری میں جاؤ، ہندہ کے طرف جس شخص نے داڑھی رکھا ہے اذان دیتا ہے وقتاً فوقتاً نماز بھی پڑھاتا ہے، کہا کہ ہم اپنے ذات برادری میں نہیں جائیں گے۔ ہمارے لیے آپ ہی ہیں، وہیں سے واپس ہو گئے، نامعلوم روپیہ بعد میں لیا یا نہیں، زید نے بھی کہا مجھ سے بھی کوئی پانچ ہزار روپے لے لے مگر طلاق نہ دلوائے وہاں سے مقصد حاصل نہیں ہوا۔

دوسرے روز فجر کے بعد نمازیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ لوگوں کو ہی ہم مسلمان مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں، آپ لوگ جو کہیں گے وہ ہم مان لیں گے، یہ جملہ کہا جب امام کھڑا ہو جاتا ہے تو دعا: ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[الانعام:۷۹]، آیت پوری پڑھا، اور ترجمہ یہ کیا کہ جب یہ دعا پڑھ لیا جاتا ہے تو مقتدی کا دارو مدار امام پر ہوتا ہے، اور یہ سالا امام ہے۔ (زید کا بیان ہے کہ اس سال میں نے دو مرتبہ ہی نماز دو وقت کی پڑھایا ہے) سالا ہم لوگوں کو نماز پڑھایا ہے، ایسا امام ہوتا ہے، ایسے سالے سب امام ہیں ان سالے سب امام ماد ھر چودوں کو آکر پوچھنا نہیں چاہیے؟ اس گاؤں کی آبادی جب کہ ۶۰ر گھر سے زائد مسلمان ہیں اور اس کے نزدیک صرف پانچ ہی مسلمان سمجھ میں آئے، سننے والے نے جواب دیا کہ تم صرف انہیں لوگوں کو مسلمان مانتے ہو، اگر یہ لوگ جو فیصلہ کریں گے وہ مانو گے، نہیں مانو گے؟ تم کو جب مندہ نامی غیر مسلم نے کہا کہ تم اپنے ذات برادری میں جاؤ تو کیوں نہیں گئے، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ تم اگر سارے اماموں کو گالی دو گے تو ہم تمہاری زبان کھینچ لیں گے، زید کو چاہے جوتا سے مارو، یہ شخص وقتا فوقتا نماز بھی پڑھاتا ہے اور اذان دیتا ہے، اس شخص نے داڑھی کو خنزیر کا بال کہا جب کہ اس کے پاس بھی سنت رسول ہے۔ پنچایت میں ممتاز نامی مسلم نے کہا پنچایت ہمارے دھرم کے حساب سے ہونی چاہیے، اور شریعت کی روشنی میں ہونی چاہیے اس کو ڈانٹ کر بولا کہ تم پنچایت کے لائق نہیں ہو، ہم نہیں جانتے مذہب کیا چیز ہے۔ اور ہندہ کے خاندان والوں کا کہنا ہے کہ ہندہ کو ایسے ہی رکھا ہوتا شادی نہیں کیا ہوتا جب کہ اس شخص کے گھرانے کا یہی دستور رہا ہے، کچا حمل ساقط کرواتا، اور یہی ہوتا ہے۔ اور اب زید نماز بھی پڑھاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ جب کہ زید توبہ بھی کر چکا ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بغیر ولی کی اجازت کے نکاح پڑھوایا اس لیے نماز نہیں ہو سکتی۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بالغ زید اور بالغہ ہندہ کا نکاح بغیر ولی کے اجازت کے کورٹ میریج درست ہے یا نہیں؟

(۲) گاؤں کے پنچایت کا فیصلہ درست ہے یا نہیں؟ اس کی پیروی زید اور ہندہ پر لازم ہے یا نہیں؟

(۳) زید کے الفاظ ہم طلاق دے دیں گے، اور اپنے ہاتھوں سے طلاق نامہ لکھنا دستخط کروانا موجب طلاق ہے یا نہیں؟

(۴) ہندہ کے گھر والوں کے طرف سے جو سارے اماموں کو گالی بری بری دیا، اور صاف کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ مذہب کیا چیز ہے، ہم مذہب کے فیصلہ کو نہیں مانتے، کیا یہ مسلمان ہے یا

نہیں؟ اور اگر مسلمان نہیں ہے تو جب سے اذان دی ہے اس نے اس اذان سے نماز ہوئی یا نہیں؟ اور نماز بھی پڑھا اس کے پیچھے نماز ہوئی کہ نہیں؟ داڑھی کو خنزیر کا بال کہا کیا اس کو سماج سے نکالا جائے یا نہیں؟ اس کے گھر کا یہی دستور رہا ہے کہ کچا حمل ساقط کرواتا اور اس کے گھر کے اندر زنا عام ہے، اس کو سماج سے نکالا جائے یا نہیں؟ اور زید جب کہ توبہ کر چکا ہے، ہندہ کے گھر کے پاس ہی مسجد ہے زید کو مسجد میں آنے سے بھی منع کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ زید کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، یہاں تک بقرعید میں بقرہ کی کھال زید اتار دیا، نور حسن نامی کے گھر تو کہنے لگا اس کے ہاتھ کا کھال اور گوشت کھانا حرام ہے اور غیر مسلموں کا سہارا لے کر زید کو تنگ کیا ہے، یہ مقدمہ لکھنؤ کورٹ میں درج ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں، برائے کرم جلد از جلد اس استفتا کا جواب استفا کے پیڈ پر مہر و دستخط کے ساتھ عنایت فرما کر قوم پر احسان فرمائیں۔

المستفتی: محمد قریش پپر اکنک کشی نگر

الجواب

(۱) سائل نے اپنے سوال میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ پہلے زید (سراج احمد) اور ہندہ (رخسانہ خاتون) کا معاشقہ بہت دنوں تک چلتا رہا، پھر دو گواہوں کے سامنے زید نے ہندہ سے نکاح کرلیا تاریخ نکاح ۲۱ر دسمبر ۲۰۰۱ء، نکاح نامہ کی زیروکس کاپی بھی سوال کے ساتھ نتھی ہے۔ سائل یہ بھی لکھتا ہے کہ زید ہندہ کا کفو ہے۔ اور ان دونوں میں چچا بھتیجی کا رشتہ حقیقی نہیں ہے، دور کا رشتہ ہے اگر یہ سب صحیح ہے تو ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ شرعا صحیح ہو گیا، اب کورٹ میریج ہو یا نہ ہو اس کا کوئی اثر نہ پڑیگا۔

(۲) سائل نے اپنے سوال میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ رخصتی کے سوال پر زید اور ہندہ کے گھر والوں میں اختلاف اس قدر بڑھا کہ معاملہ طلاق تک پہنچا اور زید نے پنچایت میں آمادگی ظاہر کی، کہ میں طلاق دوں گا۔ اور ان لوگوں نے طلاق نامہ خود لکھا اور سراج احمد (زید) سے دستخط کرایا۔ اور اس نے طلاق نامہ پر دستخط کیا، اور وہی سرکاری ریکارڈ میں داخل ہوا۔ اگر سائل کا یہ بیان بھی صحیح اور سچا ہے تو اس صورت میں زید کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق واقع ہو گئی، قرآن عظیم میں ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[البقرة:۲۲۹]

دو طلاق تک رجعی ہے تو عدت کے اندر لوٹا نا یا بالکل چھوڑ دینا ہے۔

عدت طلاق کے بعد تین ماہواری ختم ہونے تک ہے جو عموما کچھ کم وبیش تین ماہ تک ہوتی ہے۔ طلاق کے چودہ ماہ کے بعد ہم سے سوال پوچھا جا رہا ہے جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ عدت کے اندر زید نے عورت سے رجعت نہیں کی، اگر واقعہ یہی ہے تو ہندہ زید کے نکاح سے نکل گئی، اور اس کا نکاح دوسرے

مردے ہوسکتا ہے۔

اگر کسی کو شبہ ہو کہ طلاق زور زبردستی سے ہوا ہے تو یہ غلط ہے، ہدایہ میں ہے: طلاق المکرہ واقع۔ زبردستی کی طلاق بھی واقع ہے۔

(۳) سائل نے ایک سوال یہ بھی اٹھایا ہے کہ زید نے (سراج احمد) توبہ بھی کرلیا ہے، مگر ہندہ کی طرف سے کسی نے اماموں کو گالی دیا، مذہب کو کچھ نہ سمجھنے کی بات کہی وغیرہ وغیرہ تو ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

بلاشبہ ایسے آدمی کا بائیکاٹ کرنا چاہیے جب تک کہ جن کو گالی دی ان سے معافی نہ مانگے اور گاؤں والوں کے سامنے علی الاعلان اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار نہ کرے۔ از سر نو کلمہ پڑھے اور ایمان لائے اور عورت رکھتا ہو تو اس سے نکاح بھی پھر سے پڑھوائے، اور یہ سب کرنے کے بعد بھی اس وقت تک اپنے سے الگ رکھیں کہ اب یہ اطمینان ہوجائے کہ اب اس کے حالات بالکل سدھر گئے ہیں۔

سائل محمد قریش صاحب نے زید کی طرف سے صفائی دی کہ اس نے توبہ کرلی اور وہ نماز پڑھانے لگا، اور مسجد ہندہ کے مکان کے پاس ہے جب زید مسجد جاتا ہے ہندہ کے گھر والے اس سے جھگڑا فساد کرتے ہیں، اور یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ زید اور ہندہ دونوں طلاق پر راضی نہیں، گویا دونوں طرف اب بھی عشق کا وہی زور ہے، ایسی صورت میں مسجد والوں نے زید کو امام رکھ کر فساد کے اضافہ میں مدد کی۔ زید کو ابھی امام نہیں رکھنا چاہیے تھا، وہ بھی تو حسب بیان سائل گناہ کا پلندہ ہے۔

(۱) ہندہ کو اپنے گھر میں بلا کر تعلیم دیتا تھا، مرد اور عورت کا ایک جا تنہائی میں ہونا حرام ہے۔

(۲) اس سے ہر قسم کی باتیں کرتا تھا، اجنبی مرد وعورت کا آپس میں باتیں کرنا مکروہ۔

(۳) اس کے بعد عشق بازی شروع کی، یہ بھی کئی حرام کا مجموعہ۔

(۴) وہ بھی مقدس وظیفہ تعلیم کے نام پر یہ دھوکہ ہے۔

(۵) اپنی اس ناجائز حرکت سے اپنی بیوی کو کتنی اذیت دی، یہ ظلم صریح، اور ایسے حرام کار اور بدکار آدمی سے توبہ کرا کرا سے مسجد میں امام رکھ لیا، اسے کس کس گناہ سے توبہ کرائی گئی۔ چند آدمیوں کے سامنے یا مجمع عام میں کم از کم اتنے دن کے لیے اس کا بائیکاٹ کرنا چاہیے تھا کہ لوگوں کو اطمینان ہوجاتا کہ اب اس کی اصلاح ہوگئی ہے، اگر پھر بچیوں کی تعلیم کی اسے چھوٹ دی گئی تو یہ معصیت کاری کے لیے اسے کھلی چھوٹ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی یکم رجب ۱۴۲۴ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

میرا نکاح شہر بانوں بنت وسیق احمد خان کے ساتھ ہوا، چونکہ شادی لڑکا اور لڑکی کی رضامندی پر

ہوا ہے، اپنے گھر سے نکل کر دوسری جگہ پر نکاح ہوا، اس میں لڑکی کے والدین رضامند نہ تھے، جب کہ لڑکی بالغہ ہے اور نکاح شرعی طور پر ہوا ہے اس میں قاضی صاحب نے نکاح پڑھایا ہے اور ساتھ میں دو گواہ بھی موجود ہیں۔ مگر لڑکی کے والد کا کہنا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا ہے، اس لیے کہ میری رضا اس لڑکی سے ہرگز نہیں ہے۔ ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے، بالتفصیل بیان فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: مسعود احمد منصور خان ولد محمد احمد مقام قاضی ٹولہ شہر مئو ناتھ بھنجن ضلع مئو یوپی

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی شہر بانوں نے اگر کفو کے ساتھ کیا ہے تو نکاح ہوگیا اور غیر کفو میں نکاح کیا تو نہ ہوا۔ درمختار میں ہے: فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضاء ولی و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا و ھو المختار للفتوی۔ (باب الولی: ۴/۱۱۵)

کفائت کا مطلب یہ ہے کہ شوہر دین، مذہب، مال روپیہ میں اور نسب میں عورت سے کم نہ ہو، اسی طرح سنیہ کا نکاح آج کل کے بدمذہبوں سے بھی نہیں ہوسکتا۔ المناکحۃ بین اھل السنۃ واھل الاعتزال لایجوز (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۱۴۴) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۲ / ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک گونگے، نحیف ولاغر، ولد الزنا لڑکے کے ساتھ اپنی ضد سے پڑھوا دیا، حالانکہ لڑکی بالکل واقف نہیں تھی، برابر انکار کرتی رہی، حتی کہ نکاح کے وقت کپڑا بھی نہیں پہنی۔ اور بعد نکاح وبلوغ برابر انکار ہی کرتی رہی نیز عدالت سے خلع بھی حاصل کرچکی ہے، اب وہ دوسری شادی کرنا چاہتی ہے، لہٰذا از روئے شرع کیا حکم ہے جواب عنایت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

واضح ہو کہ زید نکاح کے وقت فسق وفجور میں مستغرق رہتا تھا۔

المستفتی: محمد حسن خیرآباد ۱۵/ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

الجواب

اگر زید نے اپنی کسی اور لڑکی کا نکاح اسی طرح اس سے قبل کیا ہو تو اب اس کا کیا ہوا یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا، ورنہ ہوجائے گا۔ لڑکی کو بعد بلوغ انکار کا حق نہیں رہیگا۔

درمختار میں ہے: " و للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ و لزم النکاح و لو بغبن فاحش او زوجھا بغیر کفوء ان کان الولی ابا اوجدا ولم یعرف منھما سوء الاختیار مجانۃ و

فسقاً وان عرف لا یصح اتفاقا " (باب الولی:۴/۱۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۹ر محرالحرام ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عابدہ خاتون کی شادی ہو چکی تھی، اس سے ایک لڑکا بھی ہے، اب شوہر سے کشیدگی ہو گئی ہے اسی جھگڑے کے مابین طلاق ہو گیا، عابدہ عدت گزار کر اپنی مرضی وخوشی سے راور کیلا چلی آئی مورخہ ۶ر دسمبر ۶۶ کو راور کیلا آئی تھی اور مورخہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۶۶ء کو اپنی مرضی وخوشی کیساتھ حامد رسول خاں سے عقد کرلیا ہے۔جس کے اول گواہ جناب مولوی قطب الدین صاحب، مولوی نظام الدین صاحب، منظور علی شاہ، تکیہ دار قبرستان، کے علاوہ حاضرین مجلس کی موجودگی میں نکاح خانی ہوئی، نکاح کے بعد رمضان شریف تک میرے پاس عابدہ رہی، بعدہ میکے جاکر والدین کے بہکانے وڈرانے سے عابدہ خاتون کہتی ہے میرا نکاح حامد رسول خاں سے نہیں ہوا ہے، اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ قانون شریعت وقانون حکومت کے تحت آپ فیصلہ صادر فرمائیں؟ قاضی صاحب کی تحریر بھی میرے پاس موجود ہے اگر آپ کہیں گے تو ضرورت کے وقت قاضی کی شہادت اور تحریر پیش کرسکتا ہوں۔ گزارش ہے کہ جواب جلد عنایت فرمائیں اور تکلیف نہ ہو تو لڑکی کے والدین کے پاس اپنا فیصلہ روانہ فرمائیں تاکہ قانونی کروائی سے لڑکی رخصت ہو سکے۔فقط والسلام حامد رسول راول کیلا

یہ لڑکی کے والد کا پتہ ہے:

جناب مولوی ضمیر احمد خاں مقام وپوسٹ لاتے بازار اسٹیشن وایا لاتے بازار ضلع پلاموں بہار

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر حامد رسول خاں مسماۃ عابدہ خاتون کا کفو ہے تو یہ نکاح لازم ہو گیا، اس کا انکار کرنا آخرت کا عذاب مول لینا ہے، مسماۃ عابدہ اور اس کے والدین کو خدا کے عذاب سے ڈرنا چاہئے، اور عابدہ کو اپنے شوہر حامد رسول خاں کے پاس چلا جانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۸ر صفر ۸۷ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۶۔۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ہندہ کا پردادا اور خالد کا دادا یہ دونوں سگے بھائی تھے، اس سے قبل خالد کی لڑکی کا نکاح ہندہ

کے بھائی کے ساتھ ہوا ہے، کیا خالد کا بھائی زید ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اس سے قبل زید کے گھر میں ایک پروگرام ہوا۔اس پروگرام میں شرکت کرنے کے لیے ہندہ کے بھائی کو دعوت دیا گیا۔ ہندہ کے بھائی نے یہ تحریر زید کے گھر کے پاس لکھ کر بھیجا کہ آپ ہندہ کو اپنے اوپر ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیجئے، تب میں آپکے پروگرام میں شرکت کرونگا۔

کیا شریعت کے اعتبار سے ہندہ کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا جاسکتا ہے؟ جب کہ ابھی زید اور ہندہ کے درمیان کوئی ناجائز تعلق نہیں ہوا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں، اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیں کہ کیا ہندہ کے بھائی کے اوپر کوئی حکم نافذ ہوتا ہے۔فقط السلام

المستفتی، مولانا محمد منیر الدین مقام گڑھی پوسٹ نرینی

الجواب

(۱) اگر خالد ہندہ کا کفو ہو یعنی مال، دین، پیشہ وغیرہ میں ہندہ کا ہمسر ہو تو شرعاً اس کے نکاح میں کوئی قباحت نہیں۔قرآن عظیم میں ہے۔﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾[النسآء:۲۴] جو عورت محرم نہیں اس سے مہر کے بدلہ نکاح کرسکتے ہو۔

(۲) زید کے پروگرام میں ہندہ کے بھائی کو شریک ہونے نہ ہونے کا اختیار ہے، البتہ اگر پروگرام جائز ہو اور ہندہ کا بھائی خواہ مخواہ شریک نہ ہو تو یہ بداخلاقی ہے، اور ہندہ اور خالد اس رشتہ پر راضی ہوں تو ہندہ کے بھائی کو بلاوجہ اس سے روکنا بھی نہیں چاہئے۔اس قسم کے موقع پر قرآن عظیم میں فرمایا گیا ہے۔﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ﴾[البقرة:۲۳۲] اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو کوئی اپنے لیے ہمیشہ کے لیے حرام نہیں کرسکتا، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ قسم کھالے کی میں ہندہ سے شادی نہیں کرونگا، جب تک شادی نہ کرے نہ کرے مگر جب کرلے گا قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔سوال میں کچھ مذکور نہیں کہ ہندہ کا بھائی یہ رشتہ کیوں منع کررہا ہے۔اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، دارالعلوم شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو، ۸ر ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید جو راعی برادری سے تعلق رکھتا ہے، اس نے ہندہ سے نکاح صحیح کیا جو شیخ برادری سے تعلق رکھتی ہے، آیا یہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ ہندہ کو ذات پات کے نام پر چٹائی سے باہر کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے تحریر فرمائیں۔کرم ہوگا فقط

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر ہندہ کے اولیاء کو اس رشتہ پر اعتراض نہیں تھا اور وہ جان بوجھ کر اس نکاح پر راضی ہوئے تو نکاح صحیح ہوگیا، جو لوگ زید کو صرف اس نکاح کی وجہ سے چٹائی سے باہر کرتے ہیں، ظلم کرتے ہیں، ان لوگوں کو اس ظلم سے باز آنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۴۱۲ھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی بیوی عمر تقریباً پچاس سال کی ہے زید کی یہ دوسری شادی ہے یہ عورت غیر مرد کے ساتھ رہ کر زید کی بات نہیں مانتی ہے، غیر مرد کے حکم پر چلتی رہتی ہے، اس عورت سے جو چاہتا ہے وہی کرتی ہے۔

زید طلاق دینا چاہتا ہے، عورت اس پر بھی راضی نہیں اور سارا خرچ شوہر سے وصول کر رہی ہے اور شوہر کے پاس اتنے پر بھی راضی نہیں۔ آپ براہ مہربانی اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد ابراہیم مقام وپوسٹ نچلول بازار

الجواب

سائل نے اپنے معاملہ کا جو حل تجویز کیا ہے، ٹھیک یہی فیصلہ قرآن عظیم کا بھی ہے۔

﴿وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا . وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا﴾ [النساء: ۱۲۹-۱۳۰]

اگر میاں بیوی آپس میں صلح کرلیں اور تقوی وپرہیزگاری کی زندگی گزاریں گے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اگر علیحدگی اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے رحمت کے ذریعہ بے نیاز کرے گا، اللہ تعالیٰ وسعت دینے والا الحکیم ہے۔

مگر آج کل لوگوں کو خدا سے زیادہ اپنے اوپر بھروسہ ہے تو ہو یہ رہا ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے تو حکام خرچہ کے نام پر دوسری شادی تک کا معاوضہ دلاتے ہیں، اور یہاں معاملہ یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں ہی جب دوسرے مرد سے تعلق قائم کئے ہوئے ہے اور طلاق کے بعد بھی اس کو اپنے اسی شوہر سے ہی خرچہ ملے گا۔ تو اس کو دوسری شادی کرنے کی کیا ضرورت ہوگی۔ مگر وہ جو کسی نے کہا ہے کہ "خود کردہ را علاجے نیست" اگر سائل نے دوسری شادی کے وقت اپنی ہونے والی بیوی اور اپنی عمر کا فرق دیکھ لیا ہوتا تو شاید یہ نوبت نہ آتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ کی ماں ہندہ کی رضا یعنی اس کی خوشی کی بنیاد پر ہندہ کی شادی ایک پرہیزگار لڑکے زید سے کرنے پر راضی ہے اور ہندہ کا باپ اور اس کے گاؤں کے پورے لوگ ہندہ کی شادی زید سے کرنے پر راضی نہیں ہیں، وجہ یہ ہے کہ زید ہندوستانی ہے اور ہندہ نیپالی ہے تو اس کے بارے میں مذہب اسلام کا کیا قانون ہے، آپ حضور والا سے گزارش ہے کہ آپ احادیث پاک کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرما کر مجھ ناچیز کو اپنا مشکور بنائیں۔ والسلام

المستفتی آپ کا خاکسار یار محمد

الجواب

اگر لڑکی بالغ ہو تو نکاح تو ہوجائے گا، بشرطیکہ کفو میں نکاح ہو اور پورے مہر مثل پر نکاح ہو ورنہ ولی کو اعتراض کا حق رہے گا۔ شہریت کا اختلاف نکاح نہ کرنے کی وجہ نہیں بن سکتا۔

درمختار میں ہے: "ویثبت التزوج لابعد بعض الاقرب من کفو بمهر المثل"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۹ رشوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۱۱-۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید بکر عمرو تینوں عالم ہیں۔ زید وعمرو ہم وطن ہم سبق ہم مذہب ہیں اور دونوں ایک دینی ادارے کے مدرس ہیں، زید اپنے علاقہ میں (اہر) معروف ہے۔ بکر (گدی) معروف ہے، زید کے رشتہ کے بارے میں بکر نے عمرو سے خاندان چال چلن وغیرہا امور دریافت کیا تو عمرو نے بالتفصیل واضح کردیا کہ ہمارے علاقہ میں زید کا خاندان اہر مشہور ہے، بکر نے اقرار کیا کہ۔ اہر۔ گدی۔ چودھری، تینوں ایک ہی قبیلہ میں مختلف مقامات پر مختلف ناموں سے مشہور ومعروف ہیں، بکر نے مطمئن ہو کر اپنی لڑکی ہندہ کی نسبت زید سے طے کردی، تاریخ مقررہ پر عقد نکاح بھی ہوگیا، ہندہ اپنے شوہر زید کے ساتھ تقریباً ایک سال مختلف اوقات میں خوش وخرم رہی، طرفین (زوجین) میں ہرگز ہرگز کسی طرح کی کسی قسم کوئی شکررنجی یا معمولی تلخی پیدا نہ ہوئی اور نہ اب بھی زوجین میں کدورت ہے۔ لیکن بکر اب زید کے ساتھ ہندہ کو رخصت کرنے سے گریز کر رہا ہے اور بضد ہے کہ زید کسی طرح طلاق دے دے بکر کہہ رہا ہے کہ زید وعمرو نے ہم کو دھوکہ دیا کذب وحیلہ سے کام لیا اور اپنے اہر بتا کر مجھے زبردست دھوکہ دیا، کیونکہ زید اہر گدی نہیں بلکہ اہل ترک ہے، حالانکہ زید کی بعض رشتہ داریاں بکر کے رشتے داروں سے اور بکر کے بعض رشتہ داروں کی رشتہ داریاں زید کے بعض رشتہ داروں سے منسلک ہیں، اس کے باوجود زید کو اپنے خاندان اور برادری سے ماننے سے منکر ہے، دریافت طلب یہ ہیں کہ۔

(۱) زید وعمرو نے جب قبل نسبت واضح کردیا کہ یہ اہر معروف ہے اور بکر نے اپنے قبیلہ کا ہونا بھی تسلیم کرلیا تھا پھر بھی زید وعمرو کو دھوکہ باز فریب دہندہ کذاب وحیلہ ساز کہنا بحکم شریعت مطہر کیسا ہے؟

(۲) یہ کہ زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح شرعاً منعقد ہوا یا نہیں؟ جب کہ دونوں قبیلے ہم پلہ ہم رشتہ پہلے سے منسلک اور مشہور ہیں۔

(۳) زید جو کہ عالم۔حافظ،قاری ہے، بکر بھی عالم وفاضل ہے اور دینی ادارہ کا ایک اہم فرد رہ چکا ہے، کیا وہ ایک دوسرے کے نہیں ہوسکتے۔جب کہ دونوں پہلے ایک دوسرے میں پہلے سے منضم ومخلوط پائے جارہے ہیں۔

(۴) عالم خواہ کسی بھی قبائل سے معروف ہو وہ کس کس قبیلے کا کفو اور کس کس قبیلے کا غیر کفو ہوگا۔

المستفتی محمد بیت اللہ الجامعۃ الغوثیہ عربی کالج اترولہ ضلع گونڈہ ۲۲ر محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

الجواب

آپ کا سوال لگ بھگ دو ماہ قبل موصول ہوا، جواب میں تاخیر ہوئی لیکن میں اس عرصہ میں خاموش نہیں بیٹھا رہا، بلکہ خارجی طور پر بھی تفتیش میں مصروف رہا اور متون وشروح وفتاوی میں مسئلہ کا حکم تلاش کرتا رہا۔سوال کی عبارت سے یہ متبادر ہے کہ بکر کو رشتہ سے پہلے زید کا اہر ہونا تو معلوم تھا لیکن ”ترک“ ہونا معلوم نہ تھا اس لیے مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں یہ بحثیں قائم ہوتی ہیں۔

(۱) آیا اس طرف کے معاشرے میں ”اہر ترک“ اور اہر گدی دونوں برادریاں ہمسر اور ہم مرتبہ ہیں، یا ان میں اتنا فرق ہے کہ اہر گدی اہر ترک برادری میں اپنی لڑکی کی شادی عار سمجھتا ہے۔

میں نے اس سلسلہ میں ایک ثقہ عالم سے جو اسی قرب وجوار کے رہنے والے تھے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ہم کو کوئی تحقیق نہیں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تینوں ایک ہی ہیں، ان میں جو (مثلا) تجارت کرنے لگا گدی ہوگیا۔جو کاشتکار ہے، مثلاً وہ ترک ہوگیا اور جو فلاں کام کرتا رہا چودھری کہلایا، یہ بیان سوال کی اس عبارت کی تائید کرتا ہے کہ تینوں ایک ہی ہیں لیکن اولاً یہ بیان ایک شخص کا ہے اور یہ بھی کہ وہ اپنی لاعلمی کا پہلے اظہار کرتا ہے، ایک دوسرے مفتی صاحب نے یہ بیان دیا کہ ان دونوں برادریوں میں شادیاں کم ہی ہوتی ہیں، غالباً اس سے ان کا منشاء یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ باہم کفو نہیں، پس ضرورت اس بات کی ہے کہ اس علاقہ کا سروے کیا جائے اور جو بات کثرت رائے سے ثابت ہو وہی تسلیم کیا جائے، کتب فقہ میں کفائت کا مدار نہ تو ایک برادری ہونے پر رکھا نہ ایک دوسرے کے یہاں شادی ہونے پر، چنانچہ فقہ کی تمام کتابوں میں بزاز اور عطار کو دو معزز برادری تسلیم کیا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کا کفو بھی تسلیم

کیا ہے۔شامی جلد۲ص ۳۲۱ میں ہے: العطار کفوء للبزاز ۔(باب الکفائۃ:۱۵۵/۴)

اور آج کل عام طور سے فاسقوں کی شادی صالح عورت کے ساتھ ہوتی ہے، حالانکہ درمختار میں ہے: فلیس فاسق کفواً لصالحۃ ۔(۱۵۳/۴)

بلکہ اصل مدار اس بات پر ہے کہ شوہر معاشرے میں اتنا پست نہ ہو کہ عورت اور اس کے اولیاء کے لیے باعث عار ہو۔اسی میں فتح القدیر کے حوالہ سے ہے:

ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فید ورمعہ الحکم ۔(۱۵۵/۴)

یہی وجہ ہے کہ اگر کہیں کا عرف یہ ہو جائے کہ جو لوگ ایک جگہ کم رتبہ سمجھے جاتے ہیں، دوسری جگہ شرفاء کے ہمسر سمجھے جاتے ہوں تو وہاں وہ شرفاء کے کفو ہونگے۔

اسی میں فتح القدیر کے حوالہ سے ہی ہے: وعلیٰ ھذا ینبغی ان یکون الحائك کفواً للعطار بالاسکندریۃ لما ھناك من حسن اعتبار ھا۔(کتاب النکاح:باب الولی.۱۵۵/۴)

اور فی الوقت بنارس میں اس کا الٹا ہے، اہل مدن پورہ اور اہل پچی باغ دونوں ایک ہی برادری کے لوگ ہیں مگر مدنپورہ والے پچی باغ والوں کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے اور ان میں اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے، پس بات اسی مقام پر پہونچتی ہے کہ اس علاقہ میں تفتیش کیجائے اور جیسا کچھ ثابت ہو اسی کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے۔عالم کے صرافہ کے کفو ہونے کا مسئلہ بھی اسی بنا پر ہے کہ علم عرفی نقص کو زائل کردیتا ہے۔مگر اس کے لیے بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فان تعیرھم لا یزول بعلمھم الا اذا تقاوم العھد وتناساہ الناس وظھر الوقع فی القلوب ۔

تو علم وفضل کی بنیاد پر بھی کفو ہونے کے لیے خاص زید کے بارے میں تحقیق کرنی ہوگی کہ قدیم العہد عالم ہے یا نہیں؟ وہ بھی اتنا کہ لوگ اس کی پہلی حالت بھول کر اس کو معاشرہ میں معزز ومؤقر سمجھنے لگے ہیں یا نہیں؟ ان تحقیقات کے نتیجے میں ہمسری ثابت ہوگئی تو فیصلہ ظاہر ہے کہ بکر اور اس کی برادری کو حق اعتراض نہیں، اور ہمسر ثابت نہ ہوا یا اتنی مدت نہ گذری ہو کہ برادری کے عار کو زائل کردیا ہو تو دوسری تنقیح قائم ہوگی، یہ شادی اولیاء کی رضا سے ہوگی یا عدم رضا سے، ذیل میں ہم کتب فقہ سے رضا اور عدم رضا کی مختلف صورتیں تحریر کرتے ہیں اور صورت مسئولہ کو ان میں سے کسی ایک پر منطبق کرتے ہیں۔

(۱) ولی نے شوہر کو غیر کفو جان کر قبل نکاح بصراحت اجازت دے دی (۲) ولی نے شوہر کو غیر کفو جان کر قبل نکاح ہی بصراحت انکار کیا (۳) صورت حال من وعن وہی ہے جو نمبر دو میں ہے، مگر ولی چپ رہا نہ اجازت دی نہ انکار کیا (۴) ولی کو شوہر کے کفو رنہ ہونے کا علم نہیں، اس لیے نکاح سے راضی ہوا (۵)

شوہر وغیرہ کے بیان پر اعتبار کر کے ولی نے شادی کر دی، بعد میں معلوم ہوا کہ کفو نہیں غلط بیانی سے کام لیا تھا (۶) کفو ہونے نہ ہونے کا ولی کو علم نہ تھا مگر ولی نے شادی کے وقت شرط لگا دی کہ ہم کفو ہونے کی شرط پر شادی کرتے ہیں۔

ان صورتوں میں پہلی صورت میں نکاح صحیح ونافذ ہوا، بقیہ تمام صورتوں میں ولی کو حق اعتراض ہو گا۔ جب کہ فتوی یہ ہے کہ نکاح فاسد ہوگا۔ پہلی صورت اور چار صورتوں کا حوالہ "نفذ نکاح حرۃ مکلفہ بلا رضاء ولی ولہ الاعتراض فی غیر الکفوء فیفسخہ القاضی ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا لفساد الزمان فلاتحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفوء بلا رضاء ولی بعد معرفتہ ایاہ فیصدق بنفی الرضاء بعد المعرفۃ وبعدمہا وبوجود الرضا مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضا الولی بغیر الکفوء مع علمہ بانہ کذلک۔

درمختار شامی باب الولایۃ پانچویں صورت کا حوالہ۔ یہ بھی عدم رضا ہے۔

لانہ علی ظن انہ کفوء۔

فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۲۶۵ چھٹی صورت کا حوالہ۔

فلاخیار لواحد منہما وأما اذا شرط الکفاءۃ ثم ظہر انہ غیر کفوء کان لہم الخیار۔

(فتاوی ہندیہ: ۱/۳۷۵۔ فتاوی رضویہ پنجم)

صورت مسئولہ میں زید نے عمرو کے بیان سے یہ سمجھا کہ کفو ہے اور شادی کر دی، اب پتہ چلا کہ کفو نہیں ہے اور جب پہلی صورت کے علاوہ بقیہ تمام صورتوں کا یہی حکم ہے کہ نکاح فاسد ہے تو صورت مسئولہ میں بھی یہی حکم ہونا چاہیے، آپ کے سوال کے جواب میں یہی حکم لکھ دیا ہوتا۔ لیکن مجھے بحر الرائق کا ایک جزئیہ پریشان کئے ہوئے جس کو علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ولوالجیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے، صاحب درمختار نے بحر کے حوالہ سے نقل کیا شامی نے اس کی تعلیل بیان کر کے تائید کی۔ عالم گیری میں بھی وہ اسی طرح منقول ہے:

ان المرءۃ اذا زوجت نفسہا من رجل ولم تشترط الکفائۃ ولم تعلم انہ کفوء او غیر کفوء ثم علمت انہ غیر کفوء لاخیار لہا و کذلک الاولیاء اذا زوجوہا برضائہا ویعلموا عدم الکفائۃ ثم علموا لاخیار لہم۔ (باب فی الکفوء: ۱/ ۳۷۵)

اعلیٰ حضرت نے بھی یہ جزئیہ نقل کیا ہے، لیکن اس کی کوئی توضیح نہیں کی ہے۔ اس جزئیہ میں مسئلہ کی جو صورت بیان ہوئی ہے، ٹھیک وہی ہے جو اوپر پانچویں نمبر کی ہوئی مگر بیان حکم جواز کا ہے، جب کہ

اوپر فساد کا حکم دیا ہے، اب اگر اس جزئیہ کی روشنی میں صورت مسئولہ کو دیکھا جائے تو صورت حال یہی نہیں ہے کہ بکر کو زید کی برادری کا بنیادی وصف، ترک ہونا معلوم نہ تھا اور عمرو نے اس کو بتایا بھی نہیں تو بکر نے لاعلمی میں اپنی لڑکی کا نکاح زید سے کیا اور کفو ہونے کی شرط بھی نہیں لگائی تو نکاح صحیح ہونا چاہیے اور بکر کو حق اعتراض حاصل نہ ہونا چاہیے، الغرض ان بظاہر متضاد جزئیوں کا حل اب تک نہ نکل سکا۔

﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا﴾ [الطلاق: ۱]

اور پتہ نہیں کب تک نکلے اور کیا نکلے، اس لیے میری گذارش فریقین سے ہے کہ ماشاء اللہ آپ دونوں عالم فاضل ہم مذہب ہم مشرب وہم پیشہ اور ایک ساتھ رہنے والے ہیں دونوں کو ایک دوسرے کی مجبوری کا خیال کرنا چاہیے اور یہ بات بڑی غیرت کی ہے کہ ساری دنیا میں تو ہم یہ اعلان کرتے پھریں کہ اسلام انسان کی ساری الجھنوں کا حل پیش کرتا ہے اور خود اپنی ایک الجھن کا حل بھی اسلام کی روشنی میں نہ نکال سکے۔ جناب زید سے میری گذارش ہے کہ حادثہ مذکور نفس الامر میں دو حال سے خالی نہیں، یہ نکاح ناجائز ہو یا جائز، بر تقدیر اول خسر کے مطالبے کی کیا ضرورت ہے، آپ پر اس نکاح کا فسخ کرنا خود واجب ہوگا اور عورت سے قربت حرام اور بر تقدیر ثانی کہ نکاح واقع میں صحیح ہے، لیکن آپ اپنے خسر کو مطمئن نہ کر سکے یا وہ خود مطمئن نہ ہوئے تو آپ کو اپنے نکاح سے کیا حاصل ہوگا، عورت آپ کو ملے گی نہیں اور آئندہ مزید آویزش اور چپقلش اور خدا جانے کیا کیا افتاد پڑے۔ ادھر عام حالات میں بھی جب کہ نکاح بلا کسی اشتباہ کہ جائز وصحیح واقع ہو لیکن طرفین میں اختلاف وانشقاق ہو۔

قرآن عظیم فرماتا ہے: ﴿وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيمًا﴾ [النساء: ۱۳۰]

آپ لابدی مطالبہ کی صورت میں طلاق کے لیے آمادہ رہیں۔

تا کہ وہ عورت بے خرخشہ اپنی نئی زندگی شروع کر سکے اور آپ بھی اللہ تعالی کے انعام واکرام کی وسعت کا مطالعہ ومشاہدہ کریں، ہاں مطالبہ زوجہ کی طرف سے ہوگا، اس لیے آپ مہر کا مسئلہ درمیان میں لا سکتے ہیں، اسی طرح جناب بکر سے گذارش ہے اگر واقعۃً عند اللہ نکاح ہو گیا ہو اور بچی شوہر کے پاس خوش وخرم رہ رہی ہو تو جدائی پر اصرار دانشمندی کے خلاف ہے، آپ کو یہ بات سمجھانے کی نہیں کہ کفائت کا مسئلہ اسلام کا کوئی بنیادی مسئلہ نہیں، جس سے ایمان وعمل میں خلل پڑے، نہ کوئی قطعی مسئلہ ہے یہ تو سراسر ایک مجتہد فیہ مسئلہ ہے۔ وفی اعتبار الکفائۃ خلاف مالک والثوری والکرخی من مشائخنا۔ (شامی: باب الکفاءۃ: ۴/ ۱۵۰)

پس ایک عرفی مسئلہ کے لیے کہاں کی دانشمندی ہے کہ ﴿ان یفرق بین المرء وزوجہ﴾ کا ارتکاب کیا جائے اگر آپ تلاش کریں تو اسلام کی طویل تاریخ میں ایسے کروڑوں رشتے ملیں گے جو اسلام ومسلمان کے لیے باعث برکت ہوئے، حضرت زید اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال سامنے کی ہے، تب آپ کو ادھوری اطلاع تھی اب پوری اطلاع ہو چکی ہے، حوصلہ کر کے مولانا سے ہی نکاح کی تجدید کرا دیجئے تا کہ وہ بچی بے خرخشہ اسے اپنے پاس رکھ سکیں۔ آج کل کواری بچیوں کا مسئلہ ہی بے حد مشکل ہو گیا ہے، اس میں مزید بکی کا آپ ذریعہ نہ بنیں میں نے اس لیے فتوی دینے کے بجائے مسئلہ کی تحقیق اور اپنا مشورہ آپ لوگوں کے سامنے رکھدیا۔ ان ارید الا الاصلاح وماتوفیقی الا باللہ۔

رہ گیا یہ سوال کی دھوکہ بازی اور کذب کا الزام رکھنا کیسا ہے؟ تو اس موقع پر یہ سوال بے فائدہ ہے کہ کوتاہی دونوں ہی طرف سے ہوئی، اگر بکر نے صرف ابھر جانے پر اکتفاء کی اور مزید تحقیق کی ضرورت نہ سمجھ کر کوتاہی کی تو زید وعمر نے بھی تو پوری بات نہیں بتائی۔ اگر بتائے ہوتے اور اس کے بعد نکاح ہوتا تو آج یہ الجھن نہ پیدا ہوتی، اور بکر کا ہاتھ کٹ چکا ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۴ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ

زید از روئے نسب حسینی سید ہے۔ زید کی دختر سیدہ عابدہ بالغہ کا نکاح شیخ صدیقی، فاروقی، عثمانی وپٹھان ومیمن سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی حاجی سید قاسم

الجواب

حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۲۹۲ میں فرماتے ہیں:
سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہو سکتا ہے۔ خواہ علوی ہو، یا عباسی ہو، یا صدیقی، یا فاروقی، یا عثمانی، یا اموی اور غیر قریش، جیسے انصاری، مغل یا پٹھان (میمن بھی غیر قریشی لہذا اسی میں شامل) ان میں جو عالم دین ہو معظم مسلمین ہو، اس سے بھی مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر سیدانی بالغہ ہے اور اس غیر قریش کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ دادا نہیں تو نکاح باطل ہے۔ ایک صورت یہ بھی لکھی ہے کہ بالغ سیدانی جس کا کوئی ولی نہ ہو اپنی رضا سے غیر قریش سے نکاح کرے تو ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہ نکاح سے پہلے شوہر کی قومیت پر مطلع ہو کر لڑکی اور اولیاء نے رضامندی سے شادی کی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

(۱۶-۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ہمارے یہاں کے کچھ لوگ تو خان ہیں، مگر اپنی اولاد کی شادیاں خان میں بھی کرتے ہیں اور شیخ میں بھی اور بعض شیخ بھی ایسا ہی کرتے ہیں مگر جو لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں وہ بہت خراب سمجھتے ہیں تو جو لوگ خان ہو کر شیخ میں شادی کرتے ہیں یا شیخ ہو کر خان میں شادی کرتے ہیں، اس میں کوئی قباحت ہے کہ نہیں؟ تو ان لوگوں کو شادی نہیں کرنا چاہیے اور اگر نہیں ہے تو جو لوگ خراب سمجھتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ شریعت کی جانب سے تفصیل سے بیان کریں۔

(۲) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علیہ السلام کہنا درست ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی غلام نبی احمد مقام وپوسٹ خواص پور ضلع سیوان (بہار)

الجواب

(۱) سائل نے استفتاء میں سوال میں گڑبڑ کر دیا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے انسانوں کے سارے مصنوعی نشیب وفراز مٹا کر سب کو بھائی بھائی کر دیا۔ مسجد میں سب کو ایک صف میں لا کھڑا کیا۔ اور فضیلت اور بزرگی کا معیار تقوی اور پرہیزگاری پر رکھا۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم﴾ [الحجرات: ۱۳] اور تم کو مختلف قوموں میں اور مختلف خاندانوں میں بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا و شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے اپنے دائرے میں آنے والی مختلف قوموں اور برادریوں کے رسوم وعوائد واخلاق وعادات وامتیاز سے تعرض نہیں کیا، انہیں امور میں تغیر وانقلاب پیدا کیا جو اس کے اصول وقواعد سے ٹکرا رہے تھے۔ بقیہ وہ سارے رسم ورواج رہن سہن کے طریقے اکل وشرب اور پہننے اوڑھنے کے آداب، بات چیت اور معاملات کے انداز جو ماحول ومعاشرہ آب وہوا اور موسم محل کی پیداوار تھے اور اسلامی قوانین سے متصادم نہ تھے ان سے کوئی تصادم نہ کیا، بلکہ انہیں تعارف اور شناخت کی نشانی کے طور پر رکھا۔ البتہ شرافت اور بزرگی کا معیار قومیت وبرادری سے ہٹا کر تقوی اور پرہیزگاری کو قرار دیا۔

بیاہ شادی کے معاملہ میں بھی ذات برادری کو معیار نہیں قرار دیا۔ کہ فلاں فلاں برادری کی باہم شادی ہو سکتی ہے اور فلاں کی نہیں، بلکہ صرف نو قسم کی عورتوں کی ایک فہرست دے دی کہ ان عورتوں سے

نکاح ناجائز پھر حکم عام فرمایا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾ [النساء:۲۴]

ان کے علاوہ جن عورتوں سے بھی چاہو مہر کے بدلے شادی کر سکتے ہو۔

ایسی صورت میں میاں بیوی دونوں اگر ایک ہی برادری کے ہوں تو کسی قسم کی معاشرتی الجھن کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ہاں مختلف قوموں کے ہوں تو عورت کو زحمت ہو سکتی ہے۔کہ اسے اپنے ماحول سے نئے ماحول میں زندگی کی باقی مدت کاٹنی ہوگی۔اس لیے شریعت نے عورت اور اس کے اعزہ واقرباء کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ چاہیں تو اپنی لڑکی دوسری قوم کے ساتھ نہ کریں۔اور سب راضی ہیں تو نکاح نافذ ہو جائے گا۔شریعت کی اصطلاح میں اسی کو مسئلہ کفائت کہا جاتا ہے،ہاں لڑکی نے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا تو یہ نکاح نافذ ہی نہ ہوگا۔

شامی جلد دوم ص ۲۹۷ میں ہے:"نفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضی ولی وفی غیر الکفوء یفتی بعدم الجواز ولا بدلصحة العقد من الرضاء صریحا"

آزاد بالغ عورت نے اپنے کفو میں اولیاء کی مرضی کے بغیر بھی نکاح کرلیا تو نکاح شرعاً نافذ ہوگیا۔اور غیر کفو میں کیا تو نکاح ہوگا ہی نہیں۔ہاں اپنے اولیاء (اعزہ واقرباء) کی مرضی اور صریحی اجازت سے کیا تو نکاح نافذ ہوگیا شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔

پھر افتخار واعزاز کی یہ صورتیں چونکہ بنیادی نہیں ہیں،اس لیے ماحول اور حالات کی تبدیلی سے شرافت اور بزرگی کے پیمانے بھی بدلتے رہتے ہیں۔اس لیے شریعت میں اس کی بھی گنجائش لکھی گئی۔کہ اگر کسی جگہ حالات میں اتنی تبدیلی آگئی کہ پست افراد بلند اور بزرگوں کے ہمسر یا ان سے بہتر ہوگئے۔تو وہ اب ان پرانے شرفاء کے کفو ہوگئے اور ان کے ساتھ لڑکی بیاہنے میں نہ کوئی شرعی قباحت ہے اور نہ عرفی

شامی میں فتح القدیر کے حوالہ سے ہے:"ان الموجب ھو استنقاص ھو اھل العرف فیدور معه وعلی ھذا ینبغی ان یکون الحائك كفواً للعطار بالاسکندریة لماھنا من حسن اعتبارھا وعدم علھا نقصا۔(باب الکفوء:۴/۱۵۵)

شرافت میں کمی کا موجب اہل عرف ہیں۔تو حکم کا مدار عرف بدلنے سے بدل جائے گا۔اور اس بنیاد پر اسکندریہ (مصر) میں بنکر،عطر بیچنے والوں کا کفو ہو سکتا ہے،وہاں یہ پیشہ معزز سمجھا جاتا ہے اور اس کو نقص اور عیب نہیں قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں آپ اپنے سوالوں کی گتھیاں سلجھائیں۔

اولاً: ہمارے اس علاقہ میں شیخ اور پٹھان دونوں ہی اپنے کو شریف اور نجیب سمجھتے ہیں،ادھر دونوں کا بنیادی پیشہ زمینداری اور کاشتکاری ہے۔اور دونوں ہی برادریاں تعلیم حاصل کر کے نوکری اور تجارت پیشہ ہوگئی ہیں۔اور عرف عام میں دونوں ہی قریب قریب ہم پلہ شمار کئے جاتے ہیں۔

شامی باب الکفو میں بحر سے ہے:

"ولایلزم اتحادھما فی الحرفة بل التقارب کاف کعطار کفوء للبزار۔

میاں بیوی دونوں کا ہم پیشہ ہونا ضروری نہیں،ایک دوسرے کے قریب ہونا کفائت کے لیے کافی ہے تو عطر فروش کپڑا بیچنے والے کا کفو ہے۔

ایسی صورت میں سوال ہی بے سود ہے کہ ان دونوں کا باہم نکاح کرنا اچھا ہے یا برا،جب شریعت نے قریبی پیشہ والوں کو کفو قرار دیا ہے تو کسی اور کو بڑا قرار دینے کا کیا حق ہے۔

ثانیاً: اگر دونوں برادریوں میں ایک شریف اور ایک رذیل ہو۔یہ صرف عرف واصطلاح کی بات ہوئی،شریعت نے تو لڑکی کے شریف ہونے کی صورت میں بھی جب اس کے اولیاء اور وہ خود غیر شریف میں نکاح سے راضی ہو تو شرعاً نکاح جائز ونافذ ہوگیا تو کسی کو یہ حق کیسے پہونچتا ہے کہ شریعت نے جس کو جائز کہا وہ اسے برا کہے۔

﴿وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ۔ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ﴾ [المومنون:۹۸] اللہ تعالیٰ سب کو شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھے۔

(۲) صلوۃ کا صیغہ پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے مخصوص ہے اس کا بالاستقلال استعمال حضور ﷺ کے علاوہ کے لیے جائز نہیں۔"لایصلی احد علی احد الاعلی النبی ﷺ"

کوئی شخص حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور کو ﷺ نہ کہے۔

شامی کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:"المراد غیر الملائکة فمن صلی علی غیرھم اثم ویکرہ وھو الصحیح قال فی الغرائب والسلام یجزی عن الصلاة کما یقول علی النبی ﷺ" نبی ﷺ اور ملائکہ پر صلاۃ کا صیغہ بولا جا سکتا ہے،ان کے علاوہ صلاۃ کا لفظ بالاستقلال کسی دوسرے کے لیے بولنا گناہ اور مکروہ ہے،اور حضور ﷺ کو علیہ الصلوۃ کے بجائے علیہ السلام بھی کہہ دیا جائے تو یہ بھی کافی ہے۔ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"الا ان قول علی علیه السلام من شعار اھل البدعة فلایستحسن فی مقام المرام"۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علیہ السلام کہنا اہل بدعۃ (روافض) کا طریقہ ہے۔تو غیر انبیاء

کے لیے یہ لفظ بولنا شعار روافض کی وجہ سے منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۲؍محرم الحرام ۱۹۹۹ء

مہر کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہماری بی بی مرحومہ کی عین ذی الحجہ کے دن وفات ہوئی یعنی ۱۷؍اگست ۱۹۸۶ء مہر دین کے لیے ان سے معافی مانگی تھی، ان کی زندگی ہی میں اپنے گھر پر، لیکن انہوں نے مجھ کو کوئی جواب نہیں دیا میں دوبارہ پوچھنا بھول گیا اور ان کو علاج کے لیے رشتہ دار لے گئے تھے، مرنے کے وقت میں وہاں موجود نہیں تھا، میری غیر موجودگی میں وہ چل بسی لیکن میری لڑکی کا کہنا ہے کہ اماں کہہ رہی تھی کہ وہ اسپتال میں معافی مانگ چکے ہیں، لیکن یہ کوئی نہیں بتا رہا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے معاف کردیا ہے اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ معاف کردو یا جو تم چاہو کہو، میں دے دوں کوئی جواب نہیں ملا اب اس بارے میں مفتی اعظم کیا فرما رہے ہیں شریعت کے حکم سے ہم کو کیا کرنا چاہیے اور اس کی صورت کیا ہے؟ ہاں ایک بات اور ہے کہ ان کے حقیقی بھائی سے ہم نے کہا تھا کہ میرا مہر دین معاف کئے ہیں کہ نہیں تم کیا کہتے ہو؟ ان کے بھائی نے کہا یا اللہ میری بہن مہر دین معاف نہیں کئے ہوگی تو ان کا مہر دین میں اپنی بہن کی طرف سے معاف کرتا ہوں، یا اللہ اب معاف کردیجئے گا مفتی اعظم اس پر بھی خیال کریں۔ فقط مہر دین معاف کرنے نہ کرنے کا معاملہ ہے۔ دلجہان احمد انصاری موضع اندادری پوسٹ ساگر پالی ضلع بلیا ۸؍ستمبر ۱۹۸۶ء

الجواب

سوال میں جو تفصیل درج ہے، اس سے مہر کی معافی ثابت نہیں ہے، اس لیے مہر کی ادائے گی آپ پر واجب ہے۔ ہدایہ میں ہے: ومن سمی مهرا عشرة فما زادفعليه المسمى ان دخل بها او مات عنها ۔(باب المهر:۲/۳۰۴)

اور اب اس میں وراثت جاری ہوگی، پورے مہر کا چوتھائی حصہ آپ کے حصہ میں آئے گا بقیہ اور وارثوں کو ملے گا آپ نے وارثوں کی تفصیل نہ لکھی ورنہ اس کو بھی بتا دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۴؍محرم ۷ھ

(۲-۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) خدا کرے کہ مزاج عالی بخیر ہو۔ حضرت سے ایک استفتاء کا جواب مطلوب ہے جو حسب

ذیل ہے۔ زید نے ہندہ سے عقد مناکحت کی ہندہ ایک عرصہ تک زید کے حبالہ عقد میں رہی مہر کی رقم ۲۵۰۔ دوسو پچاس روپیہ متعین ہوئی، مشیت ایزدی کہ ہندہ کا انتقال ہوگیا اور زید مہر کی رقم ادا نہ کرسکا، بعدہ زید ہندہ کی سگی بہن سے شادی کرلی، اب سوال یہ ہے کہ زید ہندہ کے مہر کی رقم کس کو دے؟۔ جب کہ ہندہ کا نہ باپ ہے نہ دادا نہ بھائی ہے نہ بیٹا اور بیٹی نہ بھتیجا ہے نہ بھتیجی نہ بھانجہ ہے نہ بھانجی، البتہ ہندہ کی ایک سگی بہن ہے جس سے زید بعد انتقال ہندہ شادی کرلیا۔

(۲) زید نے ہندہ کے انتقال کے بعد اپنی جائداد میں سے کچھ رقبہ آراضی مخصوص کرلیا ہے کہ اس متعینہ رقبہ آراضی میں جس قدر غلہ ہوتا ہے، اس کا نصف ہندہ کے نام پر بطور صدقہ مسجد میں دے دیتا ہے، تاکہ ہندہ کی مہر ادا ہوجائے کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے اور اس سے ہندہ کے مہر کی ادائیگی ہوجائے گی۔

(۳) زید نے ہندہ سے دوسو پچاس ۲۵۰؍روپیہ مہر پر آج سے بیس سال قبل ہندہ سے شادی کی، آج اس کی قیمت ڈھائی سو سے بہت زیادہ ہوگی تو مہر کی ادائیگی موجودہ قیمت کے حساب سے ہوگی یا پرانی قیمت کے حساب سے؟

(۴) زید ہندہ کے حیات میں مہر ادا نہ کرسکا تو کیا زید عنداللہ ماخوذ ہوگا۔ مدلل جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾[التوبة:۱۲۰]

المستفتی شیخ مجیب اللہ پوکھریا ۱۷؍اکتوبر ۱۹۸۶ء

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں ہندہ کی مہر کے دو حقدار ہیں، آدھا مہر بطور میراث ہندہ کے شوہر کو ملے گا اور آدھا مہر اس کی سگی بہن کو، اس لیے سوا سو روپیہ اپنی دوسری بیوی ہندہ کی بہن کو دے دے تو مہر کے حق سے اداء ہوجائے گا اور شرعی مواخذہ نہ ہوگا۔

(۲) اس وقت بھی وہی ڈھائی سو روپیہ دینا ہوگا، اس کی قیمت دینا نہیں پڑے گی۔

(۳) عورت کے نام پر جتنا اللہ کی راہ میں دیا کار ثواب ہے مگر مہر کے لیے وہی صورت اختیار کرنی ہوگی جو ہم نے اوپر لکھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲؍ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

(۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی بیوی ہندہ کا کسی سے ناجائز تعلق ہوگیا، اس کے نتیجے میں اسے حمل ہے، زید کو اس کا علم ہوا تو اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دینا چاہ رہا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق دینے کی صورت میں مہر دین دینا

پڑے گا یا نہیں؟ زید کا نکاح مبلغ پانچ سو روپیہ اور دو اشرفی میں ہوا ایک اشرفی کی وزن شرع کے مطابق کیا ہونا چاہیے حضرت جواب جلد از جلد چونکہ تنازع میں ہے۔

المستفتی: عبدالسنان عفی لہ، مقام عمر گنج متصل شہر بلیا

الجواب

عورت اگرچہ زانیہ ہو طلاق دینے کی صورت میں ضرور مہر دینا پڑے گا۔ دینار شرعی کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے اور اشرفی کا دس ماشہ۔ معلوم نہیں مہر میں کیا متقرر کیا تھا، ہم نے دونوں لکھ دیا ہے جو مقرر کیا ہو ادا کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۸ رربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میرے رشتے دار نے میرے والد صاحب سے کہہ کر میری شادی طے کرائی اور لڑکی میرے والد صاحب کو دیکھایا اور کہا کہ عورتوں کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، مرد امردی دیکھا بھال ہو گیا اور شادی ہوئی لڑکی کے جسم پر سفید داغ ہے جس کو ان لوگوں نے چھپا کر شادی کی اور سفید داغ کو ہمارے اعتراف میں بہت بڑا عیب مانا جاتا ہے، یہاں تک کہ مرض مذکورہ کے گھرانے میں نہ کوئی لڑکی دیتا ہے اور نہ کوئی لڑکی لیجاتا ہے، اس مجبوری کی بنا پر اب رشتہ ختم کرنے کی نوبت آگئی ہے، ان لوگوں نے اتنی بڑی غلطی کی کہ پہلے ظاہر نہیں کیا، خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ ایسی صورت میں مہر دین کا شریعت میں کیا حکم ہے اور اشرفی کتنے کی ہوتی ہے یا اشرفی کا وزن کتنا ہے، وضاحت فرمائیں تاکہ ہم لوگ اس پر عمل کریں اور اس جھگڑے کو شریعت کی روشنی میں کیا جائے۔ المستفتی بسم اللہ ابن محمد مستقیم

الجواب

حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت پر تہمت لگائی، رسول اللہ ﷺ نے لعان کرا کے دونوں میں علیحدگی کر دی۔ شوہر مہر کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا:

"ان کنت صادقا فقد دخلت بها وان کنت کاذبا فهو ابعد منك"

(سنن النسائی: کتاب الطلاق)

تم اپنے الزام میں سچے ہو تب بھی، چونکہ تم اس سے صحبت کر چکے ہو، اس لیے مہر عورت کا حق ہو گیا۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾[النساء: ۲۴] جس عورت سے صحبت ہوئی اس کا پورا مہر دینا فرض ہے۔ اشرفی دس ماشہ وزن سونے کا سکہ

ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم   عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ   ۲۷ رجب ۱۴۰۹ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی کو بوجہ کچھ ناراض ہونے کے ایک سال سے میکے سے رخصت نہیں کرا رہا ہے، مگر چھوڑنے یا طلاق دینے کا کوئی ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا، زید کی بیوی نے ایک نوٹس زید کو جھوٹ اور غلط بھیجا جس میں تحریر کیا کہ چار سال قبل آپ زبانی طلاق مجھے دے چکے ہیں، اب تحریری طلاق بھی دیدیجئے تاکہ میں اپنا عقد دوسری جگہ کر سکوں نوٹس دے کر دو چار دن میں ہی ایک دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا اور اس کے گھر رہنے لگی، جب کہ زید نے ابھی طلاق نہیں دیا ہے۔ ایسی صورت میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟ شرع شریف کا کیا حکم ہے اور بیوی زید سے مہر لینے کی حقدار ہے یا نہیں؟ اور زید کی بیوی کے اس فعل میں مرتکب ہونے والوں اور مشورہ دینے والوں کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم جواب جلد از جلد عنایت فرمائیں۔   عبدالشہید اشرفی سکھانوں ڈاکخانہ اخاص ضلع بدایوں ۲۸ رفروری ۶۸ء

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں زید کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلی۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[البقرة: ۲۳۷] شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ طلاق دیگا تب طلاق ہوگی ورنہ نہیں، زید کی بیوی اور اس کے مشیر اور مددگار سب گنہگار ہوئے اور بے توبہ مرے تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے، زید کی بیوی اور اس شخص پر جس نے اس سے دوسرا نکاح پڑھایا اس پر واجب ہے کہ علیحدہ ہو جائیں اور زید پر بھی واجب ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی نہ کرے اس کے تمام حقوق ادا کرتا رہے اور نیک شوہروں کی طرح اس کو رکھے زید کی بیوی مہر لینے کی بہر حال حقدار ہے۔ عالمگیری میں ہے: "والمهر يتأكد باحد معان ثلثة الدخول حتى لا يسقط منه شيء"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۱ر شوال ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی منکوحہ بیوی کو غیر مرد کے ساتھ مبتلاء زنا پایا اور خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیا، اب زید کو اپنی منکوحہ سے حد درجہ نفرت ہو گئی ہے اور اس کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے، لہٰذا از روئے شرع زید کو کیا کرنا چاہئے اور یہ کہ طلاق دینے کی صورت میں دین مہر کی ادا لازمی ہوگی یا نہیں؟ ازراہ کرم جواب سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔   عین الحق محلہ رحمت نگر برہنپور ضلع بردوان

الجواب

ایسی فاحشہ عورت کا رکھنا ضروری نہیں ہے، زید طلاق دے سکتا ہے، لیکن طلاق دینے کی صورت میں مہر کی ادائے گی ضروری ہے۔ عالمگیری میں ہے: " والمھر یتاکد باحد معان ثلثة الدخول والخلوة الصحیحه و موت احد الزوجین " تین چیزوں میں سے کوئی ایک بھی پائی گئی تو مہر واجب ہو گیا، عورت سے صحبت کی، یا خلوت صحیحہ ہوئی یا دونوں میں سے کوئی مر گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۸/ ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے ایک عورت سے شادی کی جس کی آواز مردوں کے مشابہ اور پستان بھی چھوٹا ہے، مقام خاص بھی درست نہیں، یعنی ترچھا ہے اس سے مقاربت کرنے میں زید کو کافی تکلیف ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ رہنے میں زید کی صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ مثلاً پھنسی وغیرہ نکل آتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں بغیر طلاق کے بھی کوئی چارہ ہے یا نہیں؟ اگر طلاق دینے پر مہر ادا کرنی ہوگی تو کتنی یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

المستفتی عزیز الرحمٰن پورہ رانی مبارک پور ۸/ جنوری ۶۱ء

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ عورت زید کی بیوی ہے، اور جب تک زید اس کو طلاق نہیں دیتا بدستور زید کی بیوی رہے گی۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿ بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾[البقرة:۲۳۷] اس لیے بغیر طلاق کے کوئی چارہ کار نہیں اور چونکہ اس عورت سے زید صحبت کر چکا ہے، اس لیے اس کو پورا مہر بھی دینا پڑے گا اور طلاق کی صورت میں عدت کا خرچہ بھی دینا پڑیگا۔ درمختار میں ہے: "تجب عند وطئ او خلوة او موت احدهما۔ اور چونکہ نکاح میں خیار رویت کے قسم کی کوئی چیز نہیں اس لیے یہ عذر کوئی حقیقت نہیں رکھتا کہ شوہر کو نکاح کے وقت ان عیوب کا علم نہ تھا اور عورت کے والدین جان بوجھ کر شادی کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، مبارک پور اعظم گڑھ ۱۵/ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ

(۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص مسمی رمضان علی میاں کی شادی بچپنے میں قریب چھ سات برس کی عمر میں ہوئی، جب وہ بالغ ہوئے تو اپنی بیوی کو رخصتی کرا کے اپنے گھر لائے۔ لڑکی کیفیت رفتار گفتار سے معلوم ہوا کہ کچھ دماغ

میں فتور ہے، تھوڑے دن بعد وہ لڑکی بھاگ کر بغیر بتائے اپنے باپ کے گھر چلی گئی، رمضان میاں گئے اور رخصت کرا کر لائے۔ اسی طرح چار مرتبہ بغیر کسی سے کہے بھاگ گئی، پھر رمضان میاں گئے اور لے آئے پانچویں مرتبہ لڑکی کی ماں رمضان میاں کے یہاں آئی اور بغیر اجازت رمضان میاں کے لڑکی کو ساتھ لے کر چلی گئی، بعد چھ ماہ رمضان میاں نے کسی اپنے آدمی کو بھیجا تو لڑکی کی ماں نے جواب دیا کہ نہ تو ہم لڑکی کو جانے دیں گے نہ ہم اس کے یہاں جائیں گے، بعد تین برس رمضان میاں کو خیال ہوا کہ بغیر دوسرا نکاح کئے مجھ کو بہت حرج ہے تو رمضان میاں لڑکی کے گھر گئے اور لڑکی کی ماں سے کہا کہ فیصلہ کر لو یا جانے دو، لڑکی کی ماں بولی نہ فیصلہ کریں گے، نہ جانے دیں گے۔ مجبوراً رمضان میاں نے دوسری شادی کر لی، آج چودہ برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ لڑکی اور لڑکی کی ماں اور خویش و اقارب آکر رمضان میاں سے کہتے ہیں کہ اس لڑکی کو رکھو اگر نکاح ٹوٹ گیا ہے تو دین مہر دیدو ورنہ کیس کریں گے۔ جھگڑا کرتی ہے رات کے وقت آکر گواڑ میں دھکا مارتی ہے گالی گلوج کرتی ہے، اس لیے علمائے دین سے عرض یہ ہے کہ اتنے دنوں کے بعد جب کہ وہ خود نہیں آئی، شوہر کو مہر دین دینا ضروری ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط

المستفتی: رمضان میاں مقام کندواڑ ڈ نمبر ۴ ر پوسٹ کسندہ ضلع دھنباد

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر رمضان میاں اس عورت کو رکھنا نہیں چاہتے ہیں تو مہر دینا ضروری ہے یا اس سے مہر معاف کرالیں اس کے علاوہ چارہ کار نہیں۔

عالمگیری میں ہے: " والمھر یتاکد باحد معان ثلثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین حتی لا یسقط منه شيء بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق "(باب المهر: ۱/۳۸۷) ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳۰/ جمادی الاخری ۸۳ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے موضع بھر ولی کے ایک شخص نے قریب ایک سال کا عرصہ ہو رہا ہے، اس نے ایک بے طلاق عورت ہندہ کو کلکتہ سے لا کر رکھا ہے اور اس کے دو بچے پیدا ہو چکے ہیں، بعد میں جب گاؤں والوں کو پتہ چلا کہ زید ایک بے طلاق عورت کو لا کر رکھا ہے تو زید کے ساتھ کھانا پینا ہم مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے، کلکتہ سے زید ایک عالم کا فتویٰ لایا ہے مگر اس فتوے پر نہ تو پہلے شوہر نے دستخط کیا ہے اور نہ ہی اقرار کرتا ہے

کہ ہم نے طلاق دیا ہے۔ لیکن ہمارے گاؤں کے ایک عالم صاحب کا فتویٰ یہ ہے۔ ہم کلکتہ والے فتویٰ کو مانتے ہیں اس لیے زید کے یہاں ہمارے عالم صاحب نے کھانا پینا شروع کیا ہے اور کہتے ہیں کہ بالکل جائز ہے، ایک دوسرے عالم صاحب موضع سارم پور بکسر کے دو چار ماہ پہلے یہ کہتے تھے کہ ہندہ کو جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے گا ہندہ دوسری شادی نہیں کر سکتی، لیکن چند دنوں سے یہ بھی عالم صاحب نے زید کے یہاں تقریر اور کھانا پینا شروع کر دیا ہے، ان دونوں عالم صاحبان کے دیکھا دیکھی گاؤں کے لوگ زید کے ساتھ ہو جا رہے ہیں لیکن اب ہم مسلمانوں کے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اس مسئلہ میں شریعت کیا کہتی ہے، حضور بالا سے استدعا ہے کہ اس کے جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

عبد الجلیل و حافظ نظام الدین پیش امام پراتی بکسر شاہ آباد

الجواب

آپ نے یہ تحریر نہیں کیا کہ کلکتہ کے عالم صاحب نے اس فتویٰ پر کیا لکھا ہے، اس لیے ہم اس کے بارے میں کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اصل مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ اگر پہلے شوہر نے واقعۃً طلاق نہیں دی ہے اور زید نے اب تک اس کو بے طلاق ہی رکھا ہے تو وہ حرام کاری کر رہا ہے اور عام مسلمانوں نے جو اس سے قطع تعلق کیا ہے درست ہے، اس کے خلاف جو کرتا ہے اور کرنے کا فتویٰ دیتا ہے غلط کرتا ہے اور ایک گناہ پر مدد کر رہا ہے حالانکہ حکم یہ ہے ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ: ۲] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

(۱۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید کی شادی زوجہ ہندہ سے ہوئی، ہندہ کبھی زید کے یہاں نہیں آئی، زید نے طلاق دے دیا ایسی صورت میں زید کو مہر دین و سامان جہیز و خرچہ عدت نیز وہ رقم نقدی جو بروقت شادی از قسم سلامی ملی تھی کس قدر اور کتنا واپس دینا ہوگا۔ از روئے شرع مفصل تحریر فرمائیں۔

فقط محمد شرافت حسین ولد حافظ علی جان موضع و پوسٹ ادری اعظم گڑھ

الجواب

چونکہ ہندہ غیر مدخولہ ہے اس لیے آدھا مہر دینا ہوگا اور غیر مدخولہ کی عدت نہیں، اس لیے خرچ عدت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سامان جہیز پورا واپس کرنا ہوگا، شادی کے وقت دلہن کے آنگن میں عورتیں جو روپیہ دولہا کے نام سے دیتی ہیں، عرف و رواج یہی ہے کہ وہ دولہا کا ہوتا ہے اس لیے اس کو واپس نہیں

کرنا پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یکم محرم الحرام ۹۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زلیخا خاتون کے ساتھ اکرام الدین وارثی کا عقد ۲۶ رصفر ۱۳۸۹ھ کو ہوا، اس صبح کو لڑکی رخصت ہو کر اپنے میکے میں آ گئی، ۲۹ رنومبر ۱۹۶۹ء پندرہ رمضان، ۱۳۸۹ھ کو اس کے لڑکا پیدا ہوا اب اکرام الدین گھر جا کر کہتا ہے کہ لڑکا ناجائز ہوا، کیونکہ پورے نو ماہ نہیں ہوئے، شبہ سے خالی نہیں اکرام الدین آدمیوں کے سامنے اقرار بھی کرتا ہے کہ زلیخا سے تیسرے یوم رخصتی کے خلوت ہونا شروع ہوا، جتنے ایام اس کے گھر رہی خلوت کا سلسلہ جاری رہا تاہم اکرام الدین اس کے گھر میں ۱۰ رعید ۱۳۹۰ھ ۲۴ رنومبر ۱۹۷۱ء کو زلیخا کو طلاق دے دیا ان کا کہنا ہے کہ اس صورت میں دین مہر کا بھی لڑکی کو حق ابھی ادا نہیں کیا خرچ عورت و بچہ پرورش کون کرے، اب واضح کر دیا جائے کہ زلیخا کا لڑکا اکرام الدین کے پیدا کردہ ثابت ہوتا ہے کہ نہیں؟ دونوں حالت میں لڑکی اپنے شوہر پر دین مہر اس کی گھر سے خرچ اور عورت وغیرہ کا شرعی طور پر دعویٰ دائر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نیز بچے کی پرورش کے کتنے سال تک خرچ کا حقدار ہے، یہ کے بطن کا لڑکا میکے میں پیدا ہوا اور اب تک یہیں پر ماں بیٹا اپنا گزارا کرتی ہے عقد کے وقت اکرام الدین اور زلیخا دونوں بالغ تھے۔ لفافہ ہمراہ جواب کے لیے حاضر ہے، جواب دے کر تکلیف گوارا کریں۔ ۲/۱۲-۷۲ء

الجواب

حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینہ ہے۔ ہدایہ میں ہے: "واکثر مدة الحمل سنتان واقلہ ستة اشہر" (باب المہر: ۲/۲۹۲) اس لیے ظاہر یہی ہے کہ وہ بچہ اکرام الدین کا ہی ہے لیکن جب وہ اس سے انکار کرتا ہے تو اس کی نسبت اس کی طرف نہ کی جائے گی اور زلیخا خاتون اپنے مہر اور عدت کی ضرور مستحق ہے۔ عالم گیری میں ہے: "والمہر یتأکد بأحد ثلثة معان. الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین" اکرام الدین پر ضروری ہے کہ اسے ادا کرے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء: ٤] لڑکے سے جب وہ انکار کرتا ہے تو اس کا خرچہ اس سے طلب نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور رخصتی بھی ہوئی اور لڑکی اپنے سسرال آئی اور پھر جب لڑکی اپنے میکہ گئی تو ہندہ کے باپ نے لڑکی کو رخصت کرنے سے انکار کردیا اور بار بار طلاق کا مطالبہ کیا لڑکے نے مجبور ہوکر طلاق دے دیا، اس کے دو آدمی گواہ ہیں اور اس کے باپ نے کہا کہ لڑکی بھی جانے سے انکار کررہی ہے، ایسی صورت میں لڑکی کیا کیا پانے کی مستحق ہے۔

المستفتی، نعمان احمد کریم الدین پور گھوسی مئو

الجواب

سوال کی عبارت سے ظاہر ہے کہ عورت کے مطالبہ اور خسر کے دباؤ سے زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی خلع یا کسی شرط کا درمیان میں ذکر نہیں آیا ایسی صورت میں عورت اپنے تمام حقوق کی مستحق ہوگی، اس کو اس کی مہر کی رقم اور عدت کا خرچہ دونوں ہی شوہر کو ادا کرنا پڑے گا۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[النساء: ٤] واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۵ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

(۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

آج کل کے روپیہ کے اعتبار سے مہر کی مقدار کم سے کم کتنی ہونی چاہیے۔

زید کا کہنا ہے کہ مہر کی کم سے کم مقدار دس درھم چاندی ہے، لہٰذا اگر کسی نے دس درھم کی مقدار آج کل کے نوٹ سے مہر باندھا پھر چاندی کا دام بڑھ گیا تو مہر بھی بڑھ جائیگا۔ مثلاً دس درھم چاندی کا دام اگر پانچ سو روپے کے برابر ہے تو پانچسو روپیہ مہر باندھ دیا گیا پھر سال بھر بعد دس درھم چھ سو روپے کے برابر ہوگیا تو مہر چھ سو روپیہ ہوجائیگا۔ یونہی اگر چار سو مہر باندھا گیا جب بھی وہ پانچ سو روپے ہی مانا جائیگا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں حکم شرعی کیا ہے؟ اور زید کا قول کس حد تک درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی، عبدالقوی۔ نگراں مدرسہ عزیزیہ خیر العلوم بھیرہ سان بھیرہ۔ ولید پور۔ مئو۔ ۳-۴-۱۹۹۳ء

الجواب

مہر کی کم سے کم مقدار شریعت میں دس درم چاندی کا سکہ ہے جس کا وزن آج کل کہ کے حساب سے ساڑھے اکتیس ماشہ ہے۔ تنویر الابصار میں ہے "اقله عشرة دراهم مضروبة كانت اولا" (باب المهر: ٤/١٦٧) یعنی مہر کی کم سے کم مقدار دس درم ہے، چاہے سکہ ڈھلا ہوا ہو یا بے ڈھلا ہوا۔ تو بنیاد وزن ہوا اور وہ ساڑھے اکتیس ماشہ چاندی اگر مہر میں نکاح کے وقت درم کا نام لیا تو دس، بیس، پچاس، سو،

ہزار، جتنا درم کہا۔ اتنے کا وزن اوپر لکھے ہوئے حساب سے نکال لیا جائے اور اتنے ہی وزن چاندی ادا کی جائے اور چاندی کے بجائے کوئی دوسری چیز دینی ہو اتنی ہی چاندی کی قیمت کے برابر دیا جائے قیمت کم ہو چاہے زیادہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۳۲۸ میں لکھتے ہیں وزن کے اعتبار سے دس درم کے دو روپے ایک اٹھنی ایک چونی ۹-۳-۵/ پائی ہوئے۔ یعنی کچھ کم دو روپے نو آنے اور اگر چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز دینی ہو تو دو تولے ساڑھے سات ماشے (یعنی وہی ساڑھے اکتیس ماشے) کی قیمت مثلاً چاندی ۱۲ تولہ ہے تو ایک روپیہ ساڑھے پندرہ آنے کی قیمتی شی کافی ہے۔ یہ تو وہ صورت ہوئی کہ مہر میں درم کا نام لیا۔

لیکن بجائے درم کے کسی اور چیز کا نام لیا، مثلاً غلہ کپڑا نوٹ وغیرہ تو یہ دیکھا جائیگا کہ عقد نکاح کے وقت اس کا دام دس درم چاندی کے برابر ہے یا نہیں؟ اگر عقد کے وقت اس کا دام دس درم کے برابر ہے تو ٹھیک ہے اور بعد میں اس کا دام گھٹ کر دس درم سے کم ہوگیا تب بھی وہی چیز دی جائے دام کی کمی کا کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ بحر الرائق ص ۱۴۲ جلد ۳ میں ہے۔

"مراد المصنف ان اقله عشرة دراهم او ما يقوم مقامها بالقيمة وقت العقد فلو كانت قيمة وقت العقد عشرة وصارت يوم التسليم ثمانية فليس لها الا هو لان ما حل مهر لم يتغير انما التغير في رغبات الناس"

مصنف کا مطلب یہ ہے کہ دس درم یا جو اس کے قائم مقام ہو عقد نکاح کیوقت تو اگر کسی ایسی چیز کو مہر مقرر کیا جس کی قیمت نکاح کے وقت دس درم تھی بعد میں کم ہوکر آٹھ درم رہ گئی تو دو درم بڑھائے نہیں کیے جائیں گے، بلکہ جو چیز مہر میں مقرر ہے وہی دی جائیگی۔ تو جب مقدار مہر سے کم ہونیکا فرق میں اعتبار نہیں۔ تو اس صورت میں جب مہر چاندی سے مقرر نہ ہوئی، نوٹ یا سکہ وغیرہ سے مقرر ہوا چاندی کی قیمت یا زیادتی کا کیا اعتبار ہوگا، جیسا زید کا خیال ہے کہ پانچسو روپے مہر باندھا گیا تو مہر چھ سو روپیہ ہو جائیگا ایسا نہیں ہے، بلکہ وہی پانچ سو روپے دیے جائیں گے، نوٹ یا سکہ مہر مقرر ہو تو چاندی کے دام کی کمی بیشی کا لحاظ نہ ہوگا جس چیز کا نام لیا ہے اور جتنی مقدار بتائی ہے اتنا ہی دینا ہوگا، بشرطیکہ اس کی قیمت وقت نکاح دس درم سے کم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

(۱۷۔۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) دین مہر میں سکہ رائج الوقت کے علاوہ دینار یا سرخ دینار اشرفی رکھا جاتا ہے درست ہے یا نہیں؟ نیز دینار یا سرخ دینار کیا چیز ہے؟ اس وقت اس کی قیمت اور وزن کیا ہے؟

(۲) سرکار دو عالم ﷺ کے علاوہ دنیا میں اور کسی نبی کے لیے براق آیا ہے یا نہیں؟

سورہ ابراہیم ترجمہ اعلیٰ حضرت کے حاشیہ میں ابراہیم علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ براق پر سوار کر کے لے گئے۔

(۳) مسجد یا صحن مسجد میں افطار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ ہندوستان کے اکثر مسجدوں میں لوگ افطار کرتے ہیں، مفتی جلال الدین امجدی انوار الحدیث میں عالم گیری کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں افطار کرنا جائز ہے اور افطار کرنے والے تو نماز مغرب کی ادا کے لیے بالقصد آتے ہیں، اس صورت میں افطار کا کیا حکم؟ ایک مولوی مسجد میں کھانا پینا یعنی افطار کرنے کو نا جائز بتاتے ہیں، خلاصہ جواب دیں۔

(۴) ایک مسجد کی توسیع کی گئی ایک طرف زمین گہری تھی جس میں امام و مؤذن کا کمرہ بنایا گیا پھر مٹی جب ہموار کی گئی تو کمرہ کی چھت زمین کے برابر ہو گئی تو کمرہ کے چھت کو مسجد کے احاطہ میں لے لیا گیا، اب مکمل مسجد چھت کے ساتھ ہے، کیا کمرہ کو بھی مسجد مانا جائیگا؟ اور اس کی چھت کو بھی جب کمرہ کا دروازہ حدود مسجد سے باہر ہے مسجد کے اندر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کمرہ اور اس چھت کو کیا کیا جائے گا؟ حدود مسجد میں تو وضو خانہ غسل خانہ سب ہوتا ہے۔

(۵) کسی تاریخ اور سیرت میں یہ بات ملتی ہے کہ رسول پاک نے ایک دن میں چھ سو کفار کو قتل کیا اگر نہیں ہے تو کنز الایمان ترجمۃ القرآن تیسرا پارہ نواں رکوع العمران کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ جنگ بدر سے واپسی کے بعد سرکار نے کفار و مشرکین کو سمجھایا پھر لڑائی ہوئی اور چھ سو کفار کو قتل فرمایا، ہر جواب مدلل اور حوالہ کے ساتھ دیں، مطبوعہ قرآن حفیظ بک ڈپو تاج کمپنی و فرید ورلڈ اسلامک پبلیکیشنز دہلی

المستفتی: نیاز احمد واسع پور دھنباد (جھارکھنڈ)

الجواب

(۱) شریعت میں دینار سونے کا ایک سکہ ہوتا تھا، وزن ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے۔ اور اشرفی سونے کا سکہ ہے جسکو اشرف بادشاہ ایران نے جاری کیا۔ اس کا وزن دس ماشہ ہوتا ہے، آج کے بازار میں سونے کا جو بھاؤ ہے اسی سے اشرفی اور دینار دونوں کی قیمت کا حساب لگا لیجئے، نکاح میں مہر اشرفی یا دینار دونوں سے یا اور اموال کو بھی مہر مقرر کیا جا سکتا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ [النساء: ۲۴]

(۲) سیرۃ ابن ھشام میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "اتـــی

رسول الله ﷺ بالبراق وهی دابة اللتی كانت تحمل عليها الانبياء قبله " (جلد اول صفحہ ۲۴۳)

براق ایسا جانور ہے جس پر حضور ﷺ سے پہلے بھی انبیاء سوار ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے انبیاء کے لیے بھی براق کی سواری آئی، البتہ جو براق حضور ﷺ کے لیے آیا اچھوتا، اس پر کوئی سوار نہ ہوا تھا (روض الانف جلد اول ص/۲۴۵) میں ہے: " فما ركبك عبد الله قبل محمد ﷺ"۔

(۳) عالم گیری جلد پنجم صفحہ ۳۲۱ پر ہے" ويكره النوم والاكل فيه لغير المعتكف وان اراد ان يفعل ذلك ينبغى ان ينوى الاعتكاف فيد خل فيه ويذكر الله تعالىٰ بقدر مانوى ثم يفعل ماشاء"

مولوی جلال الدین صاحب امجدی نے اپنی کتاب انوار الحدیث صفحہ ۲۷۹ پر تحریر فرمایا ہے معتکف کے سوا دوسروں کو مسجد میں روزہ افطار کرنا جائز نہیں۔ دوسرے لوگ اگر مسجد میں افطار کرنا چاہتے ہیں تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائیں۔ اور کچھ ذکر یا درود شریف پڑھنے کے بعد اب کھا سکتے ہیں یہ تقریباً اسی عبارت کا ترجمہ ہے جو ہم نے اوپر عالمگیری سے نقل کیا، مگر انہوں نے عالم گیری کا حوالہ نہیں دیا ہے، درمختار اور فتاوئی رضویہ کا حوالہ دیا ہے، اس کے بعد بمبئی اور ہندوستان کے دیہاتوں کی مسجد میں افطار کے وقت کھانے پینے میں مسجد کی جو بھی بے حرمتی ہوتی ہے اس پر سخت تنبیہ کی ہے۔

آپ نے دو غلط بات کی، ایک تو ان کی عبارت کو عالمگیری کی طرف منسوب کر دیا، دوسرے لفظ اعتکاف کو عبادت بنا دیا۔ اگر آپ جانتے نہیں تھے تو اعتکاف کا مطلب پوچھ لیے ہوتے۔ مسجد میں اللہ کے لیے ٹھہرنے کی نیت کر کے ٹھہرنا اعتکاف ہے۔ یہ ٹھہرنا خود مستقلاً ایک عبادت ہے۔ اس عبادت کا یہ حکم ہے کہ جب اس نے نیت کر لی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اتنی دیر تک مسجد میں رکا رہوں گا باہر نہ نکلوں گا تو اس دوران جو کچھ کھانے پینے کا موقع آ گیا تو معتکف کھا پی سکتا ہے، دوسرا شخص جس نے اعتکاف کی نیت نہ کی وہ کھا پی نہیں سکتا، اگرچہ نماز پڑھنے ہی گیا ہو۔

اور آج کل جاہلوں نے جو حال بنا رکھا ہے کہ افطاری کا سامان مسجد میں گراتے پڑاتے ہیں اور مسجد کو گندہ کرتے ہیں یہ تو معتکف کے لیے بھی حلال نہیں ہے۔

(۴) اس گڈھے کو مسجد قرار دینے سے پہلے اگر امام و مؤذن کے لیے کمرہ بنالیا گیا۔ اور بعد میں اس کی چھت کو مسجد قرار دیا گیا تو یہ جائز ہے، اور اس جگہ کو مسجد قرار دے کر کمرہ بنایا گیا تو نا جائز ہے، درمختار میں ہے "واذا جعل تحته سردابا لمصالح المسجدجاز - اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق "

(كتاب الوقف: مطلب فی احكام المسجد. ٦/٤٢٨)

یہ حکم جو بیان کیا گیا اس جگہ کا ہے جو مسجد میں نماز کے لیے متعین ہوئی ہے، اگر سائل کا مطلب حدود مسجد سے وہ حصہ ہے جو فرش کے بعد دیگر ضروریات مثلاً غسل خانہ پیشاب یا جوتہ نکالنے کی جگہ اور دیگر لوازمات کے لیے ہوتی ہے۔ وہاں اس طرح کمرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور وہ احاطہ تمام احکام میں مسجد کے حکم میں داخل نہ ہوگا۔

(۵) یہ واقعہ غزوہ بنو قریظہ کے وقت پیش آیا۔ مدینہ شریف کے آس پاس بھی یہودیوں کی بستی تھی اور ان لوگوں نے حضور ﷺ سے صلح و امن کا معاہدہ کیا تھا۔ مگر غزوہ خندق میں کافروں کی کثرت دیکھ کر اپنے عہد و میثاق سے پھر گئے اور کافروں کے ساتھ ہو گئے، جب اس لڑائی میں کافر خائب و خاسر ہو کر لوٹ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے معاہدے توڑنے اور جنگ میں دشمن کی مدد کرنے کی وجہ سے بحکم خدا ان پر حملہ کیا۔ مسلسل ۲۵ روز تک رسول اللہ ﷺ ان کی بستی گھیرے رہے۔ تو عاجز آکر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر راضی ہوئے کہ آپ جو چاہیں ہمارے بارے میں فیصلہ کریں، انصاریوں کا قبیلہ اوس جو بنو قریظہ کا حلیف رہ چکا تھا، حضور کی خدمت میں سفارش کرنے لگا، آپ نے فرمایا میں تمہارے سردار سعد ابن معاذ کو ہی اس معاملہ میں فیصلہ کا اختیار دیتا ہوں۔ تو وہ لوگ خوش ہو گئے کہ حضرت سعد ابن معاذ ان کے بارے میں نرم فیصلہ کریں گے۔ مگر حضرت سعد آئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہود بنو قریظہ میں جو لوگ لڑنے کے لائق ہیں سب قتل کر دیے جائیں، اسی فیصلہ پر عمل در آمد ہوا، اور ایک دن میں چھ سو یا سات سو اور بروایت آخر آٹھ سو سے زائد اور نو سو سے کم یہودی قتل کیے گئے۔

یہ ساری تفصیل سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۹۴ سے صفحہ ۱۹۸ تک میں ہے۔ تاریخ کی دنیا بڑی وسیع ہے، آپ نے کون کون سی تاریخ کی کتابیں دیکھی ہیں، کہ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ کسی تاریخ اور سیرت کی کتاب میں یہ بات ملتی ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ نے چھ سو کافروں کو قتل کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۴ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

(۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے ہندہ سے لڑکی کی ماں، بہن بھائی کے سامنے مہر فاطمی پر ایجاب و قبول کیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ مہر فاطمی کیا ہے، اور اس کی مقدار بھی تحریر فرمائیں؟ بینوا و توجروا۔ فقط والسلام

السائل سید مشرف، لعل باغ فیض آباد۔ ۵ نومبر ۱۹۹۳ء

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو گیا۔ ہدایہ میں ہے "ینعقد بحضور رجل وامراتین" یہاں

بھی یہی صورت ہے کہ ماں اور بہن اور بھائی ایجاب و قبول کے وقت موجود ہیں۔ اسی میں ہے: "اذا زوج الاب ابنته البالغة بمحضر شاهد واحد ان كانت حاضرة جاز" (اولین: ۲/۲۸۷)

باپ نے صرف ایک گواہ کی موجودگی میں اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح کر دیا، اگر لڑکی اس مجلس میں موجود ہے تو نکاح ہو گیا کہ لڑکی کو ایجاب و قبول کرنے والی مان لیا جائے گا اور باپ گواہ ہو جائے گا۔ اور ایک گواہ تھا ہی، اس طرح نصاب شہادت مکمل ہو گیا۔ اور نکاح صحیح ہو جائیگا۔ ایسے ہی یہاں بھی اور یہاں تو کچھ ماننے کی ضرورت بھی نہیں، ایجاب و قبول لڑکی کرتی ہے اور بھائی، بہن اور ماں گواہ ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا۔ اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے آپ اسی کا حساب کسی سے لگوالیں کہ آج کل کے وزن سے چاندی کتنی ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۴ جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ

(۲۳-۲۵) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دیا، اب زید اپنا مہر ادا کرنا چاہتا ہے جو پانچ سو روپے دو دینار ہے، لیکن دینار اس زمانے میں نہیں پایا جاتا ہے، لہٰذا اس کی قیمت لگانا دشوار ہے، اور نہ ہی دینار کا وزن کوئی اس زمانے کا معلوم ہے، لہذا مذکورہ بالا صورت میں زید اپنی بیوی کے مہر کو کیسے چکائے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

(۲) عمر ایک حافظ قرآن ہے اور دیندار بھی ہے، لیکن اسے معلوم نہیں کہ دینار کا حقیقی وزن اس زمانے میں کیا ہے، لیکن اس کا دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں ادارہ شرعیہ پٹنہ سے دینار کے متعلق فتویٰ منگا چکا ہے، اس فتویٰ میں دینار کا وزن ۱ر۳ یعنی پونے بھر مطلق بتاتا ہے، اس میں سونے چاندی کا ذکر نہیں کرتا ہے اور مطالبہ کرنے پر وہ فتویٰ بھی نہیں دکھاتا، کہتا ہے کہ وہ کاغذ ہی گم ہو گیا ہے، پھر بھی وہ عوام کو دین مہر طے کرنے کے لیے دینار کا حکم دیتا ہے، اس صورت میں عمر کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جب کہ دوسرے مولوی کا دعویٰ ہے کہ دینار کا کوئی خاص وزن اس دور میں نہیں ہے اس لیے دینار کے بجائے نقد ہی رکھا جائے، مگر عمر کا قول اپنی جگہ مستقل و مستحکم احکام دینار ضروری رکھا جائے، اس صورت میں عمر کے لیے شریعت کا حکم مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

(۳) جب کسی دینار کا کوئی وزن کتاب و سنت سے نہ ملتا ہو تو دین مہر دینار کی قید لگا سکتے ہیں کہ نہیں؟ اگر پایا بھی جائے جب بھی تو صرف نقد روپیہ باندھنا درست ہے یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: محمد ریاض الدین احسانی صدر المدرسین مدرسہ حمیدیہ محمدیہ لوٹنگا کشن پور پلاموں (بہار)

الجواب

دینار کا شرعی وزن ساڑھے چار ماشہ سونا ہے اور درہم کا شرعی وزن تین ماشہ ۱/۵ سرخ چاندی ہے (فتاوی رضویہ) آپ کے حافظ صاحب فتوی منگا کر بھول گئے۔ اور درہم کا وزن دینار کے لیے بتاتے ہیں اور سونا چاندی کی تفصیل گول کرتے ہیں، اس سے یہ مسئلہ ہی معلوم ہو گیا کہ دینار کو مقرر کرنا جائز ہو گیا، لیکن یہ ضد کہ دینار کا ہونا ضروری ہے، غلط اور حکم قرآن کے خلاف ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾[النساء: ٢٤] محرمات کے علاوہ مال کے بدلے بیاہ سکتے ہیں تو جو مال ہو وہ مہر ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے شادی کی اس کی بیوی سے چار بچے بھی پیدا ہوئے، پھر اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا، لیکن نہ اس نے مہر ادا کیا اور نہ بیوی سے بخشنے کو کہا، ایسی صورت میں وہ مہر کس طرح ادا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نعیم الدین مقام وپوسٹ کھمر ضلع غازی پوریوپی

الجواب

اس مہر میں اگر صرف اتنے ہی وارث ہیں جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے تو کل مہر کا چوتھائی حصہ شوہر کا حق ہوا، اور بقیہ تین حصے بچوں پر تقسیم ہوں گے۔ سب لڑکے ہوں تو سب کا برابر حصہ ملے گا اور لڑکیاں بھی ہوں تو لڑکوں کا دوہرا حصہ اور لڑکیوں کا اکہرا حصہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۴ر محرام الحرام ۱۴۱۱ھ

(۲۷-۲۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) شادی بیاہ کے اندر جو مہر باندھی جاتی ہے اس کی مقدار اس دور میں کتنا ہونا چاہیے؟ شرعی اعتبار سے بالتفصیل بیان فرمائیں۔

(۲) گذشتہ ۳ر نومبر ۹۶ء کو ایک نکاح منعقد کیا گیا جس میں زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ پانچ سو انتیس روپے مہر کے بدلے میں پڑھا گیا، کیا یہ نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ اور خاص طور سے پانچ سو کچھ روپیہ پر باندھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے کہ نہیں؟ حالانکہ شریعت کا حکم ہے کہ کم سے کم دس درہم کا مہر ہونا چاہیے۔ تو کیا دس درہم کی قیمت اس دور میں پانچ سو کچھ روپے ہی ہو رہے ہیں یا اور ہوگا۔ پھر یہ بھی

بالتفصیل بیان فرمائیں کہ اس دور میں ایک درہم کے قیمت کتنے روپے بنیں گے۔ اور ایک درہم چاندی کا ایک سکہ کتنا وزن رکھتا ہے، کل ٹوٹل دس درہم کی قیمت اس دور میں کتنے روپے بنیں گے، اور مہر شریعت کے حساب سے کم سے کم کتنے کا ہونا چاہیے؟ اور مہر پانچ سو روپے باندھنے والوں کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ جواب پیش فرمائیں۔

المستفتی: محمد جبرئیل تنوری مدرسہ عربیہ حمایت العلوم پورہ محلہ قصبہ انولی بازار گورکھپور

الجواب

شریعت مطہرہ میں مہر کی مقدار کم سے کم دس درہم ہے جو آج کل کے حساب سے ساڑھے اکتیس ماشہ چاندی ہوئی، ساڑھے اکتیس ماشہ کا دام جو بازار میں ہو وہی کم سے کم شرعی مقدار مہر ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ پانچ سو پینتیس روپے مہر کے دوگنا کے قریب ہوگا۔ اس لیے اس نکاح کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ایک مسئلہ اور سنئے، نکاح جائز ہونے کے لیے نکاح کے وقت مہر کا ذکر ضروری نہیں، اگر بے مہر کے بھی نکاح ہو گیا تو نکاح صحیح ہو گیا اور عورت کو مہر مثل دے دیا جائے گا۔ مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس سن اور سال حسن وجمال والی عورتیں جو اس کے خاندان میں ہوں عام طور سے ان کا مہر جتنا ہوتا ہے شوہر سے عورت کو وہی دلایا جائے گا۔ (فتوی رضویہ حصہ پنجم ص ۳۳۳)

زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں، جتنے پر طرفین راضی ہوں قرآن شریف میں ہے:

﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾[النساء: ٢٠]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۳ رجب ۱۷ھ

(۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

علامہ عبد القدوس صاحب کی کتاب امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن صفحہ ۱۵۸، فاضل بریلوی کی فقاہت پر اعتراض بقرہ ۲/۲ رکوع پر اعتراض ہے "اور طلاق والیوں کے لیے مناسب نان ونفقہ ہے، یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر جس پر عدت واجب نہیں" تو پھر شرعی نان ونفقہ کیا؟

پوری بحث بہت عرصہ سے پڑھ رہا ہوں ۲۰، ۲۵ بار صرف پڑھا ہوں، عجیب الجھن میں ہوں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، قرآن کیا کہہ رہا ہے، فاضل بریلوی کے ترجمہ کے کیا معانی ہیں، اعتراض کیا ہے جواب کیا ہے؟

المستفتی: احقر سید محمد اشفاق

الجواب

میاں بیوی میں جدائی کی عام طور سے دو صورتیں اکثر واقع ہوتی ہیں:

(الف) طلاق کے ذریعہ جدائی، (ب) موت کے ذریعہ جدائی

طلاق والی عورتوں کی بھی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک وہ جس میں میاں بیوی میں ملاقات وملاپ سے پہلے ہی طلاق ہوئی ہو، دوسرے وہ کہ یکجائی اور ملاپ کے بعد طلاق ہوئی ہو۔ پھر ان کی بھی دو قسمیں ہیں: نکاح کے وقت مہر کی کوئی مقدار مقرر ہوئی ہو، یا مہر مقرر کئے بغیر ہی نکاح ہوا۔

سورہ بقر پارہ ۲، رکوع ۱۵، میں۔ عورتوں کے مختلف احکام بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پہلی آیت میں ایسی عورتوں کا حکم بیان کیا گیا جس کا مہر نکاح کے وقت مقرر نہیں کیا گیا۔ اور شوہر کے ساتھ اس کی یکجائی بھی نہیں ہوئی، آیت کا ترجمہ یہ ہے:

تم پر کچھ مطالبہ نہیں عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر نہ مقرر کر لیا ہو۔ ان کو کچھ برتنے کو دو، مقدور والے پر اس کے لائق، اور تنگ دست پر اس کے لائق حسب دستور برتنے کی چیز واجب ہے بھلائی والوں پر (ترجمہ رضویہ)

اس کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا مہر نہ مقرر کیا ہو، پھر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی تو مہر لازم نہیں، اور مدارک شریف میں ہے، مذکورہ بالا مطلقہ کو متعہ (ایک جوڑا کپڑا) دینا واجب ہے اور بقیہ مطلقہ عورتوں کے لیے مستحب۔ (مدارک جلد اول ص ۱۲۰)

تو اس پوری آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسی عورت جس کا مہر نہ مقرر ہوا ہو اور شوہر کے ساتھ اس کی یک جائی بھی نہ ہوئی ہو، اور شوہر نے اسے طلاق دے دی، تو شوہر پر کوئی مطالبہ نہیں، یعنی نہ اس کو مہر دینا پڑے گا نہ عدت کا خرچ کہ ایسی عورت پر عدت ہی نہیں تو شوہر سے اس کو خرچ دلانے کی کیا ضرورت؟ البتہ اس کو (متعہ) یعنی ایک جوڑا کپڑا شوہر سے دلا دیا جائے گا۔ اور یہ شوہر پر واجب ہے۔

اس آیت کے متصلا بعد دوسری آیت شروع ہوئی ہے جس میں ایسی عورت کے بارے میں احکام ہیں جس کا مہر تو مقرر ہو مگر شوہر کے ساتھ یکجائی سے پہلے ہی شوہر نے اسے طلاق دے دی ہو، آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

اگر تم نے عورت کو بے چھوئے طلاق دی اور اس کے لیے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر ٹھہرائے تھے اس کا آدھا دینا واجب ہے، مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ ہی زیادہ دے دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (یعنی شوہر) اے مردو تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ تم آپس میں ایک دوسرے پر احسان بھلا نہ دو۔ (ترجمہ رضویہ ص ۵۸)

اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ مہر مقرر ہو، اور میاں بیوی میں یکجائی نہ ہوئی ہو، اور شوہر نے طلاق دے دی تو مہر مقرر کا آدھا دینا شوہر پر واجب ہے۔ عورت آدھا بھی معاف کر دے تو ہو سکتا ہے اور شوہر آدھے پر بھی اضافہ کرے یہ بھی ٹھیک ہے یہ باہمی سلوک واحسان کی بات ہے۔ جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے طلاق کے بعد بھی فرمائی۔

اس کے متصلا بعد تیسری آیت میں نماز عصر کی تاکید اور خوف کی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:

میاں بیوی کے معاملات کے درمیان تاکید نماز کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ میاں بیوی اور اولاد کے معاملات کی بھیڑ میں آدمی نماز سے غافل نہ ہو اور ذکر الٰہی کو یاد رکھے۔ (بیضاوی ص۱۷۵)

مطلب یہ ہے کہ اس رکوع کی تیسری آیت بطور جملہ معترضہ درمیان میں آگئی جیسے بات روک کر درمیان میں کوئی غیر متعلق اہم بات بھی کہہ دی جاتی ہے۔

اس کے بعد چوتھی آیت میں پھر ایسی عورت کا بیان شروع ہو گیا جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

آیت کا ترجمہ ہے: اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی عورتوں کے لیے وصیت کر جائیں، سال بھر ان کا نفقہ دینے کے لیے بے نکالے۔ پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انہوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے، اس کی عدت ایک سال ہے اور اس دوران اس کا نفقہ اور سکنی (قیام) شوہر کے وارثوں کے ذمہ ہے۔ اس آیت کے متعلق تمام مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ حکم پہلے تھا، بعد میں اسی سورہ بقر میں دوسری آیت اتری تو یہ حکم منسوخ ہو گیا، اور متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار مہینہ دس دن ہو گئی۔ ناسخ آیت یہ ہے: اور جو لوگ تم میں وفات پا جائیں اور بیبیاں چھوڑ جائیں تو وہ چار مہینہ دس دن تک ٹھہری رہیں۔

اس کے بعد پانچویں آیت میں اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا عورتوں کے علاوہ مطلقہ عورتوں کا حکم بیان فرماتا ہے کہ ایسی عورتیں جو شوہروں کے ساتھ یکجا ہو چکی ہیں، یعنی جن سے جماع یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہے، اگر شوہروں نے انہیں طلاق دی تو یہ حکم ہے:

"اور طلاق والیوں کے لیے بھی مناسب نان ونفقہ ہے، اور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر"

تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں ان عورتوں کا بیان ہے، جن پر عدت واجب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عدت کا نان ونفقہ بھی شوہر پر واجب ہے۔

معترض علامہ عبد القدوس صاحب نے اپنی ناسمجھی سے یہ سمجھا کہ یہ پانچویں آیت بھی انہیں عورتوں کے بارے میں ہے جن کا ذکر پہلی اور دوسری آیت میں ہے۔ اور فوراً اعتراض کردیا کہ ان پر تو عدت نہیں نان ونفقہ کیسا؟ کس درجہ حیرتناک بات ہے کہ آدمی اپنی نادانی کا الزام دوسرے کے سر ڈالے، کہنے والے نے سچ کہا ہے:

وكم من عائب قولا صحيحا وآفته من الفهم السقيم

اس آیت کا جو ترجمہ اعلیٰ حضرت نے کیا یہی تمام حنفیوں نے کیا ہے۔ امام نسفی فرماتے ہیں:

وللمطلقات متاع ای نفقة العدة (مدارک جلد اول ص ۱۲۲)

اور مطلقات کے لیے متاع یعنی عدت کا نفقہ ہے۔

امام قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ جو شافعی المسلک ہیں مگر انصاف پسند ہیں فرماتے ہیں:

وقال قوم المراد بالمتاع نفقة العدة (بیضاوی ۱۵۸)

ایک قوم نے کہا متاع سے مراد عدت کا نفقہ ہے۔

صاحب تفسیر احمدی ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

هاتان الآيتان بيان نفقة المعتدات و سكنٰهن اما بيان آية الاولى ففى بيان نفقة معتدة الموت. اما الآية الثانية وهى قوله تعالى: ﴿وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾[البقرة: ۲۴۱] ففى بيان نفقة المطلقات والمتاع النفقة وهوالمختار لصاحب المدارك. معنى الآية ان المطلقة تجب نفقتها على الزوج ما دامت فى العدة سواء كانت مطلقة الرجعى او البائن او غير ذلك. (ملخصاً تفسیر احمدی ص ۱۱۳، ۱۱۴)

یہ دونوں آیتیں معتدہ عورت کے نفقہ اور رہائش کے بیان میں ہیں۔ پہلی آیت اس عورت کے نفقہ کے بیان میں ہے جو موت کی عدت میں ہے، اور دوسری آیت یہ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾[البقرة: ۲۴۱] ہے یہ ان عورتوں کے نفقہ کے بیان میں ہے جنہیں طلاق ہوئی۔ اور متاع سے مراد نفقہ ہے۔ یہی صاحب مدارک کا پسندیدہ ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ عدت گزارنے والی عورتوں کا نفقہ شوہر پر ہے، چاہے طلاق رجعی کی عدت میں ہو یا بائن یا اور کسی طلاق کی عدت میں۔

پس جب ائمہ احناف کے نزدیک یہ آیت مطلقات ممسوسہ کے نفقہ عدت کے بیان میں ہے تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا قصور کیا کہ حنفی ہونے کی وجہ سے انہوں نے متاع کا ترجمہ نفقہ کیا۔ جس طرح اس سے پہلی آیت عدت وفات میں سب نے متاع کا ترجمہ نفقہ ہی کیا ہے

، یہ معترض صاحب کی خوش فہمی ہے کہ انہوں نے اس پانچویں آیت کو بھی پہلی اور دوسری آیت سے متعلق کردیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے نافہموں کی ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۵ رشوال ۱۷ھ

(۳۰-۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی شخص کی شادی میں مہر فاطمی رکھی جائے تو سکہ رائج الوقت کے حساب سے اس کی قدر کیا ہے؟

(۲) کیا بعد طلاق مقرر کردہ مہر مہر مثل سے بدل ہوسکتا ہے؟ جواب کا منتظر: محبوب علی

الجواب

(۱) مہر فاطمی رائج الوقت وزن سے ۴۲ بھر ماشہ، چاندی تھی، اس وقت جو قیمت حساب لگائے۔

(۲) مہر مثل کی کوئی طے شدہ مقدار نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے خاندان میں حسن وجمال ودین وسال وغیرہ میں اس کی ہمعصر عورتوں کا جو مہر بندھا ہوا ہے وہی مہر اس کا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۹ رصفر ۸۷ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۳۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص نے اپنے لڑکے کا عقد کیا اور رسوم انجام نہیں دیئے گئے یعنی لڑکے کا اپنی زوجہ کے پاس آمد ورفت موقوف رہا۔ نکاح کے تقریباً ایک سال بعد تمام رسوم کے ساتھ شادی انجام پائی۔ شادی یعنی خلوت صحیحہ پائے جانے کے بعد، دو ماہ بعد لڑکے کی زوجہ کو لڑکا پیدا ہوا۔ چونکہ لڑکی دوسرے شخص سے تعلق رکھتی تھی۔ بریں بناء اب لڑکا بذات خود اور اس کے تمام لوگ والدین وغیرہ اس لڑکی کو رکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ لہذا برائے کرم یہ بتایا جائے کہ لڑکا طلاق دینے پر عند اللہ وعند الرسول مجرم قرار پائے گا یا نہیں؟ اس سوال کا مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: مولوی عبد المنان اصدقی سعدی پور چاکند ضلع گیا بہار المرقوم ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

الجواب

صورت مسؤلہ میں طلاق دینا جرم نہیں ہے، اور لڑکی بعد طلاق مہر کی حقدار ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے: "المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة. الدخول والخلوة الصحيحة و موت احد

الزوجین"۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۸؍ربیع الثانی ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۳۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ کی شادی تقریباً بالعمر چالیس سال کے عمر کے ساتھ ہوئی۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زر عمرو اگر ہندہ کو طلاق دے دے تو کیا وہ مہر اور نان ونفقہ پانے کی مستحق ہوگی؟۔بینوا توجروا

المستفتی کبیر اشرفی محلہ سلیم پورہ وارانسی

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کو عمرو طلاق دے تو ان پر رقم مہر واجب الادا ہوگی۔حدیث شریف میں ہے۔ایک صحابی نے اپنی عورت کو طلاق دی اور حضور ﷺ سے عرض کی: یارسول الله! مالی؟۔حضور میرا مال۔آپ نے فرمایا: لامال لك ان كنت صدقت عليها فهو بما استحللته من فرجها"

(شرح معانی الآثار: ۴/۱۵۵)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم کو مہر کا روپیہ نہیں ملے گا۔کیونکہ اگر تم اس پر الزام لگانے میں سچے ہو تب بھی یہ مہر اس کا معاوضہ ہے جو تم اس سے نفع اٹھا چکے ہو۔

ہاں عدت کا نفقہ شرعاً شوہر پر اس وقت واجب ہوتا ہے، جب وہ شوہر کے پاس عدت گزارے اور اگر عدت شوہر کے گھر گزارنے سے انکار کرے تو شوہر پر شرعاً عدت کا خرچ واجب نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۳۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

چھ سات برس پہلے شادی ہوئی تھی، اب طلاق ہوگئی، لڑکی کے مہر میں اختلاف پیدا ہو گیا لڑکی کے والد کا کہنا ہے کہ پانچسو روپیہ ایک اشرفی ہے لڑکا اور لڑکے کے والد کا کہنا ہے کہ پانچسو ایک روپیہ ہے جو لوگ نکاح کیوقت موجود تھے انہیں بھی یاد نہیں ہے۔اور کوئی معتبر گواہ بھی نہیں ہے اور دونوں فریق اپنے اپنے قول پر قسم کھانے کو تیار ہیں، ایسی صورت میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟ جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔

المستفتی محمد عثمان انصاری سہاں ضلع بلیا

الجواب

صورت مسئولہ میں یہ دیکھا جائے کہ اس عورت کا مہر مثل کتنا ہے، یعنی اس عورت کے خاندان کی

اس جیسی عورت کا مہر یعنی اس کی بہن پھوپھی، چچا کی بیٹی وغیرہ جو عمر، جمال اور مال وغیرہ میں اس کے مشابہ ہوں ان کا مہر دیکھا جائے گا۔اگر وہ پانچسو ایک اشرفی یا اس سے زائد ہو تو عورت سے قسم کھلائی جائے کہ خدا کی قسم میرا مہر پانچسو ایک روپیہ نہیں بندھا تھا۔قسم کھالیتی ہے تو اس کو پانچسو ایک اشرفی دلا دیا جائے۔اور مہر مثل اس سے کم ہو یعنی پانچسو ایک روپیہ سے کم ہو تو شوہر سے قسم کھلائی جائے کہ واللہ العظیم میں اس کو پانچسو ایک اشرفی میں اپنے نکاح میں نہ لایا۔شوہر قسم کھالے تو عورت کو پانچسو ایک روپیہ دلا دیا جائے گا اور اگر مہر مثل پانچسو ایک روپے سے زائد اور پانچسو ایک اشرفی سے کم ہو۔تو پہلے شوہر سے قسم کھلائی جائے۔وہ کھالے تو پھر عورت سے قسم کھلائی جائے قسم کے الفاظ اوپر مذکور ہوئے۔دونوں قسم کھالیں تو عورت کو مہر مثل دلایا جائے۔

تنویر ودرمختار اور ردالمحتار میں ہے: وان اختلفا فی قدره حال قیام النكاح و كذا بعد الطلاق فالقول ممن شهد له مهر المثل بیمینه۔(در مختار: ۴/۱۶۹) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی،، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۱؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۳۵-۳۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید کی بیوی ہندہ مرگئی اور زید نے اس کے مرنے سے قبل اس کا مہر ادا نہیں کیا تھا۔مگر ہندہ کے انتقال کے بعد اب وہ اس کا شوہر زید اس کا مہر ادا کرنا چاہتا ہے، نیز ہندہ کے والدین کا کہنا ہے کہ ہندہ کے صرف ایک ہی دو سالہ بچی ہے، لہٰذا اسی کے نام سے بینک میں اس ماں کا مہر جمع کر دو تاکہ اس کے آنے والی زندگی میں کام آئے تو کیا ایسا کرنا زید کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) (بہار) کے کچھ مختلف ضلعوں میں چند مسلم کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں، جن کمیٹیوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی جگہ کوئی مسلمان شادی کرنے کے بعد اپنی بیوی کو کسی بناء پر طلاق دے دے گا تو اس مرد مذکور کی دوبارہ شادی کسی مطلقہ عورت سے ہی کرنی ہوگی، کنواری لڑکی سے دوبارہ بیاہ نہیں کر سکتا، اور ایسا نہ کرنے پر ظلم وزیادتی سے کام لیا جاتا ہے، صورت مذکورہ میں ان کمیٹیوں کا ایسا فعل وجود میں لانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کے مطابق مسئلہ حل فرمائیں۔

المستفتی حافظ غلام ربانی رضوی گریدیہوں مدرسہ عربیہ ندائے رسول آمداری پوسا گرپالی ضلع بلیا

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں مہر کی کل رقم ہندہ کا ترکہ ہے جس میں ہندہ کے ماں باپ لڑکی اور شوہر سب حصہ دار ہیں، ماں باپ تو اس بات پر راضی ہیں کہ وہ رقم ہندہ کی بچی کے نام جمع کرادی جائے ہندہ کا

شوہر (زید) بھی اپنا حصہ جو چوتھائی ہوتا ہے ہندہ کی بچی کو دینا چاہے تو کل رقم اس کے نام بینک میں جمع کر سکتے ہیں، ورنہ زید اپنا حصہ وضع کر کے بقیہ رقم جمع کر دے مہر ادا ہو جائے گا۔

(۲) گول مول سوال کا جواب نہیں ہوتا، آج کل شوہر عموما عورتوں پر بہت زیادتی کرتے ہیں اس کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ اس کو معلقہ کی طرح ماں باپ کے یہاں چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کوئی خبر نہیں لیتے، طلاق دیتے نہیں تو خرچ اور مہر نہیں دیتے۔ جہیز کا سامان نہیں واپس کرتے وغیرہ وغیرہ، ایسے لوگوں کو ان کے ایسے ظلم سے باز رکھنے کے لیے اگر یہ کمیٹیاں ان کا معاشرتی بائیکاٹ کرتی ہیں جس میں دوسری شادی سے روکنا بھی شامل ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ـ

(مشكاة: باب الامر بالمعروف: ۲/ ۳۰۰)

ناجائز بات کو ہاتھ کی طاقت سے روکا جائے۔

اور شوہر کی طرف سے کوئی زیادتی نہ ہو۔ بلکہ عورت ہی بدمعاش ہو اور ناشزہ ہو تو شوہر کے ساتھ کس قسم کی زیادتی ناجائز و منع ہے، چاہے کوئی شخص کرے یا کوئی کمیٹی۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: ۲] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(۳۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا عمر، اور ہندہ انتقال کر گئی تو پھر زید فاطمہ سے نکاح کیا اور فاطمہ لڑکی عبد الستار کی اور عبد الستار میاں کا اپنا ایک سگا بھائی عبد الشکور میاں اپنی لڑکی کا نکاح زید کے اس لڑکے سے کر دیا جو ہندہ کے بطن سے ہے۔ ایسی صورت میں ایک مولوی خالد حسین صاحب کا کہنا ہے کہ رشتہ میں خالہ ہوئی لہذا نکاح درست نہیں تو حضور سے گذارش ہے کہ شریعت محمدیہ کا کیا قانون ہے تفصیلی قانون ذکر کریں۔

المستفتی علیم الدین خادم مدرسہ محمدیہ عزیز العلوم ڈنڈلیہ کلاں گرھوار ورضلع پلاموں بہار

الجواب

آپ کے مولوی صاحب بہت دور کی کوڑی لائے اور حلال کو حرام بنا دیا۔ صورت مسئولہ میں عمر پسر زید کی شادی عبد الشکور میاں کی لڑکی سے ہو گئی، شرعا اس میں کچھ حرج نہیں۔ اولا فاطمہ عمر کی سوتیلی ماں

ہے۔ سوتیلی ماں کا حکم حقیقی ماں کا نہیں۔ ثانیا عبد الشکور کی لڑکی فاطمہ کی حقیقی بہن نہیں۔ رشتہ کی بہن تو یہ عمر کی خالہ بھی نہیں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

سوتیلی ماں کی ماں اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۱۰۱)

الغرض نکاح مذکورہ فی السوال حلال ہے۔ اور جاہل آدمی کو بے علم کے فتوی دینا حرام ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم　　عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو　۱۰ ر ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

جہیز کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی ہندہ سے شادی ہوئی، اور ہندہ دو تین مرتبہ اپنے سسرال گئی پھر ہندہ اپنے میکے میں کچھ دنوں کے لیے سکونت پزیر تھی کہ اچانک میکے میں آگ سے جل کر وفات کر گئی۔ یا کسی میکے والے نے جلا ڈالا۔ یا خود ہی غصہ میں آگ لگا کر جل گئی۔ مسئلہ طلب یہ ہے کہ جو ہندہ کے میکے والے نے زید کی ہندہ سے شادی کے وقت جہیز دیا، وہ ہندہ کے میکے والے کو زید واپس کر دے یا نہیں؟ اور اس کے علاوہ جو میکے کے دیے ہوئے سامان میں اور ہندہ کا جو مہر تھا اسکو کس طرح ادا کریں، میکے والوں کو دے دیں یا ترکہ میں شامل کر کے ورثاء میں تقسیم کر دیں! اور زید نے اپنی بیوی (ہندہ) کو کچھ زیورات پہننے کے لیے دیا تھا اب چونکہ ہندہ مع زیورات کے میکے میں تھی اور حادثہ میں موت واقع ہونے کے سبب سسرال کے دیے ہوئے تمام سامان ہندہ کے میکے میں رہ گئی، لہذا اب بات یہ ہے کہ کیا زید اپنے دیے سامان وغیرہ کو سسرال سے حاصل کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی　محمد افضل کریم الدین گھوسی اعظم گڑھ　۱۱ ر شوال المکرم ۱۴۰۷ھ بروز پیر

الجواب

لڑکی کو جہیز میں والدین کی طرف سے جو کچھ دیا جاتا ہے اس کے بارے میں یہاں کا رواج یہی ہے کہ اس کی مالک لڑکی ہے اور اسی کے مطابق شریعت کا حکم بھی ہے۔ درمختار میں ہے:

ولو دفعت في تجهيزها لابنتها اشياء من امتعة الاب بحضرته وعلمه وكان ساكتا۔ زفت الى الزوج فليس للاب ان يسترد ذلك من ابنته لجريان العرف به ـ

(كتاب النكاح: مطلب في دعى الاب ان الجهاز عارية: ۴/ ۲۳۱)

ہاں والد نے جہیز دیتے وقت یہ تشریح کر دی ہو کہ میں اس کو عاریہ دیتا ہوں، تب لڑکی اس کی

مالک نہ ہوگی اور جس صورت میں لڑکی مالک ہو، اس کی وفات کے بعد مہر کی طرح جہیز کی چیزیں بھی میراث قرار دی جائیں گی اور حسب حساب وارثوں میں تقسیم ہوگی۔

شوہر جو زیور عورت کو پہننے کے لیے دیتا ہے، اس میں یہاں کا عرف یہی ہے کہ مالک نہیں بناتا ہے، صرف عاریۃ دیتا ہے تو شرعاً بھی اس کا یہی حکم ہوگا کہ شوہر کی ملک ہے اور عورت کے مرنے کے بعد اس میں وراثت جاری نہ ہوگی، وہ شوہر کا رہے گا۔ فتاوی رضویہ

والا ماصرح فیہ خلاف ذلك العرف ۔ ترجمہ: ہاں والوں نے اگر عام رواج کے خلاف تصریح کی کہ میں نے لڑکی کا یہ سامان عاریت دیا۔ اس میں وراثت جاری نہ ہوگی۔

زیور کے علاوہ دوسرے سامان جو عورت کے برتنے کے تھے وہ عورت کے قرار دیے جائیں گے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی ،، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۱ر شوال المکرم ۷ ۱۴۰ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے آج سے تقریباً چھ سال قبل اپنی دو بیٹی کی شادی کرائی۔ درانحالیکہ اس وقت اس کی تنخواہ ایک ہزار روپے تھی اور سامان ضروریات سستے تھے۔ اور اب زید پھر اپنی چھوٹی اور آخری بیٹی کی شادی کرا رہا ہے۔ تو ان دونوں کے بہ نسبت اس کو زندگی کے اکثر سامان مثلاً صوفہ، پلنگ، ڈرائنگ، ٹیبل، کرسی، کولر اور پنکھے سے رخصتی کر رہا ہے۔ جب کہ زید کی تنخواہ فی الوقت پندرہ سو روپے ہے اور سامان مہنگے ہیں۔ تو کیا اس طرح کی کمی اور زیادتی کرنا جائز ہے؟ جب کہ تینوں برابر کا درجہ رکھتی ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نہال الدین خان چھاونی رتن پورہ گھوسی مئو

الجواب

عالم گیری میں ہے: ولو وهب رجل شيأ لاولاده فی الصحة واراد تفضيل البعض على البعض فی ذلك ۔ روی عن ابی حنيفة رحمة الله تعالیٰ عليه انه لا باس به اذا كان التفضيل لزيادة فضل له فی الدين و ان كانا سواء يكره۔ روی المعلی عن ابی يوسف رحمة الله تعالیٰ عليه انه لا بأس به اذا لم يقصد به الا ضرار وان قصد به الاضرار سوی بينهم يعطی الابنة مثل ما يعطی للابن وعليه الفتوی، هكذا فی فتاوی قاضی خاں،

(عالم گیری جلد ۴، ص ۳۹۱)

کوئی آدمی اپنی صحت وتندرستی کے حالت میں اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرنا چاہتا ہے اور ارادہ یہ ہے کہ کسی کو کم دے اور کسی کو زائد۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اگر زیادہ دینے کی وجہ سے دینی

فضیلت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (یعنی جس کو زیادہ دے رہا ہے) وہ عالم دین ہے یا دیندار۔ اور احکام خدا اور رسول پر عمل کرنے والا یا والدین کا فرماں بردار خدمت گذار ہے تو اس کو زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر سب برابر ہوں تو کمی اور بیشی کی تفریق مکروہ ہے۔ حضرت قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں: جس کو کم دے رہا ہے اس کو ضرر پہنچانے کی نیت نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کسی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے کم دے رہا ہے۔ تو ایسا نہ کرے سب کو برابر دے۔ اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

دونوں صورتوں میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں۔ مقاصد اور معنی کے لحاظ سے دونوں قولوں کی مراد ایک ہی ہے۔ کیونکہ کم ملنے والے کو ضرر تو ہر حال میں پہونچے گا۔ نیت ضرر پہنچانے کی ہو یا نہیں۔ لیکن کمی وبیشی کے جائز ومکروہ ہونے کا دارومدار ضرر پر نہیں۔ ارادۂ اضرار پر ہے۔ تو جب کسی کے فضل دینی کے خیال سے اس کو زائد دیا۔

تو یہ واضح ہو گیا کہ اس صورت میں ارادۂ اضرار نہیں۔ تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ مسئلہ کا ایجابی پہلو ہے جس کا بیان امام اعظم کے قول میں ہے۔ اور امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسئلہ کا سلبی پہلو بیان کیا کہ ضرر پہنچانے کی نیت ہو تو کمی بیشی منع ہے اور سب کے ساتھ مساوات کا حکم ہے۔ اس طرح استاذ اور شاگرد دونوں نے باری باری ایک مسئلہ کے دونوں پہلو کو ذکر کیا۔

یہاں اس اعتراض کی جگہ نہیں کہ جب کم پانے والے کو دونوں صورت میں نقصان پہونچا۔ تو اس کا لحاظ نہ کرنا۔ اور ممانعت کے حکم کے لیے نقصان پہنچانے کے ارادہ کی شرط کہاں کا انصاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی صحت وزندگی میں اپنی مرضی کے موافق اپنے مال میں تصرف کا حق حاصل ہے۔ وہ جس کے ہاتھ چاہے اپنی جائداد فروخت کردے۔ کسی کے وارث کو اس سے روکنے کا حق نہیں۔ اور جس کو چاہے اپنی کل پونجی بلا معاوضہ بخش دے اور موہوب لہ اس پر قبضہ کرلے۔ تو وہ چیز موہوب لہ کی ہوگئی۔ اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔ انسان کے اس قبضہ واختیار وتصرف کو دیکھتے ہوئے اگر وہ اپنے دو بچوں میں کمی بیشی کا معاملہ کرلے۔ تو اسے ناجائز وممنوع نہیں ہونا چاہیے کہ اس نے وہی کیا جس کا اختیار کرنے کی اس کو قدرت حاصل ہے۔ البتہ اس نے تصرف کے ساتھ ساتھ کسی کو اپنے اس فعل سے ضرر پہنچانے کی نیت بھی کرلی۔ تو اس جائز فعل میں اس کی بُری نیت نے شامل ہو کر اسے برا کردیا۔ تو مدار کار نیت بد پر ہوا۔ پس صورت مسئولہ میں یہ دیکھنا ہے کہ پہلی دو لڑکیوں کو جہیز کم دینے میں والد کی نیت انہیں ضرر پہنچانے کی تھی یا نہیں؟ تو اس کا امکان اس صورت میں تھا کہ تینوں کی شادی ایک ساتھ کرتا اور دو کو کم اور ایک کو زیادہ جہیز دیتا، مگر موجودہ صورت میں جب کہ درمیان میں چھ سال کا فاصلہ ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ

اس وقت اتنے ہی جہیز کا رواج رہا ہوگا۔ اور اب دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی زیادہ جہیز کا رواج ہو گیا ہے یا وقت گذرنے کی وجہ سے چیزوں کے دام میں بھی کمی بیشی ہو گئی۔ اس میں والد کی بدنیتی کا کوئی دخل نہیں۔ والدین تو اپنی کسی بھی بچی کے جہیز میں بھرپور حوصلہ سے کام لیتے ہیں۔

آج کل جہیز کی تیاری میں کواپریٹیو سسٹم بھی چل گیا ہے۔ کہ کوئی رشتہ دار مثلاً صوفہ سیٹ کا ذمہ لے لیتا ہے، کوئی کولر کا، اور کوئی دوسری چیزوں کا، اس طرح ایک غریب لڑکی کا جہیز بھی امیروں کا سا ہو جاتا ہے۔ اگر صورت مسئولہ میں بھی اس قسم کی امداد باہمی کا مظاہرہ ہوا ہو تو باپ کا کیا قصور ہے؟

الختصر اس معاملہ میں باپ کو بھی سوچنا چاہیے اگر اس نے واقعۃً بلا دینی استحقاق کے صرف بڑی بچیوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ایسا کیا ہو تو حکم گذر چکا کہ اس کو پہلی بچیوں کو بھی ان کی کمی کے سلسلہ میں مطمئن کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو یکم صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید نے چند نا مساعد حالات اور ازدواجی زندگی کے ناخوشگواری اپنی بیوی کے غیر اخلاقی وغیر شرعی حرکتوں کی بنا پر دو طلاق دے دیا، مذکورہ بیوی ایک بچی کی ماں ہے اور اس بچی کی پیدائش زید کی سرال میں ہوئی ہے، اس کی عمر تقریباً گیارہ ماہ کی ہے، لہٰذا جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کے ذمہ مہر دین کے کے علاوہ مذکورہ بیوی کے کیا کیا حق شرعی ہوتے ہیں اور بچی کی پرورش اور اس کے باپ کے یہاں لانے کی مدت کے متعلق شرعی حکم کیا ہے۔

الجواب

جہیز کی تمام وکمال عورت مالک ہے، اس لیے طلاق کے بعد پورا کا پورا اسے واپس کرنا ہوگا۔

شامی میں ہے: کل احد یعلم ان الجہاز ملك المرأة و انه اذا طلقها تاخذه كله ،،

(۲۳۸/۱)

طلاق کی صورت میں مہر کے ساتھ ساتھ عورت کا خرچہ بھی شوہر پر واجب ہوتا ہے۔ قاضی خاں میں ہے۔ " لان المعتدة تستحق نفقة العدة،، ہاں عدت میں عورت کو شوہر کے گھر رہنا ہوگا اگر روکنے کے باوجود چلی گئی تو عدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

عالم گیری میں ہے ، ،المعتدة اذا كانت لا يلزم بيت العدة بل تسكن زمانا و تبرز زمانا لا تستحق النفقة ،، (فصل فی نفقة المعتدة: ۶۶۳/۱)

نفقہ کی مقدار زمانہ حال کے مطابق دین دار مسلمان پنچ مقرر کریں دونوں مالدار ہوں تو مالداروں جیسا اور کوئی ایک مالدار اور دوسرا غریب ہو تو متوسط قسم کا۔

شامی میں ہے " اتفقوا علی وجوب نفقة الموسرين اذا كانا موسرين واذا كان احدهما موسرا والآخر معسرا تجب نفقة الوسط،،(۲۲۶/۵)

بچی کا حق پرورش ماں کو اور ماں پرورش کی اہل نہ ہو تو نانی کرے۔ درمختار میں ہے "الحضانة تثبت للام و لام الام ،،(باب الحضانة:۲۰۳/۵)

لڑکی میں پرورش کی مدت نو سال ہے، اسی میں ہے " الام والجدة احق بها حتى تشتهى وقدر بتسع وبه يفتىٰ "(باب الحضانة:۲۱۶/۵)

پرورش کرنے والی عورت بچی کی پرورش کا معاوضہ اس کو دودھ پلانے کی اجرت اور بچی کا خرچہ خوراک اور لباس بھی وصول کر سکتی ہے، اسی میں ہے: ھی تستحق اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لابيه "

اور شامی میں ہے: يجب على الاب ثلثة اجرة .الرضاع واجرة الحضانة ونفقة الولد ۔ اور اس کے مقرر کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دیا ہے۔ ہندہ کی طرف سے دین مہر واخراجات عدت اور جہیز سامان کی واپسی کا مطالبہ ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اخراجات عدت کتنا دیا جائے اور سامان جہیز میں کچھ تو ہندہ نے اپنے ہاتھوں سے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا ہے، بقیہ گو کہ مصرف کی چیزیں موجود ہیں، زید کی طرف سے زیورات ہندہ کو چڑھائے گئے تھے یا ہندہ کے باپ نے جو نقد رقم سامان جہیز کے ساتھ دی تھی، اس کا کیا حکم ہے؟ از راہ کرم شرعی حکم سے نوازیں۔

المستفتی: عظمت اللہ ساکن اسلام پور گھوسی ضلع مئو۔ ۲۸/اکتوبر ۹۵ء

الجواب

جہیز میں جو نقد رقم دی ہو یا سامان واسباب کل کا کل عورت کی ملک ہے۔ طلاق کے بعد سب کی واپسی ضروری ہے۔ درمختار میں ہے:" كل احد يعلم ان الجهاز للمرأة تاخذه كله واذا ماتت يورث عنها" (باب النفقة:۲۳۸/۵) ہاں جو سامان عورت نے خود کسی کو دیدیا ہو یا استعمال کی وجہ سے

ضائع ہو گیا ہو اس کا تاوان شوہر پر نہیں، مہر جتنا مقرر ہوا تھا شوہر کو دینا لازم ہے۔ قرآن شریف میں ہے:
﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء: ٤] عورتوں کا مہر خوش دلی سے دو، عدت کے نفقہ کی مقدار متعین نہیں، زمانہ کے اختلاف سے اس میں کمی بیشی ہوگی، چند دیندار مسلمان زمانہ کے لحاظ سے جو خرچ مقرر کریں وہ ادا کیا جائے۔ شوہر کی طرف سے جو زیور دیا جاتا ہے، اس کے بارے میں عرف عام یہی ہے کہ وہ عاریۃً دیا جاتا ہے اگر زید نے بھی ایسا کیا ہو تو وہ زیور واپس لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ

(۵-۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید بن بکر کو اپنی بیوی زاہدہ خاتون بنت عثمان سے شادی کئے ہوئے چار سال کا وقفہ ہوا، زید تقریباً سال بھر اپنی بی بی کے حقوق کی وہی ذمہ داری سمجھا، پھر اس کے بعد ۲، ۳ سال سے اپنی بیوی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا ہے، خلوۃ صحیحہ کا اور زید اپنی بیوی سے اس کے چھوڑنے یعنی طلاق کا بھی ذکر کر چکا اور طلاق کے وقت زید کسی کے کہنے پر اپنی بیوی سے پوچھا کہ میں مہر کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اور مہر دین نہیں دے پاؤں گا، تو اس کی بی بی زاہدہ بنت عثمان نے تنگ آکر کہا کہ آدھی دیجئے گا، تو زید بن بکر نے طلاق دے دی تو زید کے ذمے پوری مہر دین وعدت کا خرچ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ صاف صاف تحریر فرمائیں۔

(۲) زید بن بکر کی بیوی زاہدہ خاتون کے باپ عثمان نے جہیز میں ایک گائے دیا اور چار سال میں گائے نے دو بچے بھی دیئے اب زاہدہ خاتون کے شوہر نے طلاق دے دیا تو زاہدہ بنت عثمان اپنی جہیز والی گائے اور دو بچوں کو ساتھ میکے لے جاسکتی یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

(۳) زید کے باپ نے اس کے خسر عثمان سے جہیز والی سائیکل وگھڑی کا روپیہ ۲۰۰۰ دو ہزار نقد شادی کے موقعہ پر اپنی سہولت کے لیے مانگا تھا تو زاہدہ کے طلاق کے بعد شوہر یا شوہر کے باپ سے سائیکل گھڑی کا نقد دو ہزار روپے لے سکتی ہے یا نہیں؟ صاف صاف تحریر فرمائیں۔

(۴) زید بن بکر نے اپنی بی بی زاہدہ خاتون بنت عثمان کو مجمع عام میں طلاق دے دیا اور مہر دین وعدت کا خرچ وجہیز نقدی والا روپیہ دینا پڑا تو زید اور بکر دونوں کہہ دیئے ہیں کہ طلاق تو زبردستی لیے ہیں تو زید یا اس کے باپ بکر کا یہ کہنا کیسا ہے؟ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ تحریر فرمائیں۔

(۵) زید بن بکر کو اپنی بی بی زاہدہ کے طلاق کے بعد جب مہر دین وعدت کا خرچ اور جہیز والا نقدی روپیہ دینا پڑا تو گاؤں کے کچھ آدمی سے ملا جو اس کے طلاق کے وقت موجود نہیں تھے، ان لوگوں نے جو طلاق کے وقت موجود تھے، ان سے بلا پوچھے سمجھے زید کے الٹا پلٹا کہنے پر زید کا ساتھ دے رہے ہیں کہ

زاہدہ بنت عثمان کو مہر دین وعدت کا خرچ ونقدی والا سائیکل وگھڑی کا روپیہ دو ہزار نہ دینا پڑے، ان سب کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔ المستفتی محمد عزیز انصاری سن بدھولی

الجواب

صورت مسئولہ میں زید نے جب اپنی عورت کو طلاق دے دی، خواہ زبردستی شوہر سے طلاق کے الفاظ کہلائے گئے ہوں، طلاق واقع ہوگئی۔ ہدایہ میں ہے: طلاق المکرہ واقع۔

اور سائل کے بیان سے یہ ظاہر ہے کہ عورت شوہر کے ادائے دین کی مجبوری ظاہر کرنے پر نصف مہر لینے پر ہی رضامند ہوگئی تھی، اس کو شوہر کی طرف سے جبر نہیں کہا جائے گا۔

پس صورت مسئولہ میں بعد طلاق شوہر پر عورت کا نصف مہر اور عدت کا خرچہ اور جہیز کا مکمل سامان (علاوہ اس کے جو استعمال اور برتنے میں ضائع ہو گیا) نقد دو ہزار روپئے اور گائے مع ان بچوں کے جس کا اضافہ زید کے یہاں ہوا۔ واجب ہے اگر شوہر یوں نہ دے تو زاہدہ خاتون کچہری میں نالش کر کے اسے وصول کر سکتی ہے اور جو لوگ زید کا ناجائز ساتھ دیں مجرم اور گنہگار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۳۰ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

آفتاب عالم محلہ فیروز پور موضع چیت بڑا گاؤں ضلع بلیا نے اپنی بہن کی شادی ایک غیر مقلد وہابی سے کردیا، یہ جانتے ہوئے کہ وہ ایک غیر مقلد وہابی ہے تو کیا آفتاب عالم کی بہن کا نکاح شرعاً درست ہوا؟۔ اور اس غیر مقلد وہابی نطفہ سے جو اولاد پیدا ہوگی اس سے متعلق احکام شرعی کیا ہوں گے؟

نیز آفتاب عالم پر کیا شرعی احکام نافذ ہوں گے اور ان کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کیا جائے گا؟ کیونکہ آفتاب عالم کا کہنا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہیں، لہٰذا نکاح بالکل ہو سکتا ہے۔ بالتفصیل شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ المستفتی: محمد شاہد حسین قادری، اعجاز بکڈپو نمبر ۱۰ ذکریا اسٹریٹ کلکتہ ۷۳

الجواب

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاوی رضویہ جلد پنجم میں ایک رسالہ ”ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار“ لکھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر مقلدین سے نکاح یا تو شرعاً باطل و زنا ہے۔ یا ممنوع و گناہ ہے، یہی اس کے تمام سوالات کا جواب ہے، تفصیل کے لیے آپ مذکورہ بالا کتاب ملاحظہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو یکم ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شادی کے موقع یا شادی کے بعد جو کپڑے یا اور کوئی سامان مثلاً گھڑی وغیرہ لڑکی والے لڑکے کو یا لڑکے والے لڑکی کو دیتے ہیں یا دلہن کی منہ دکھائی میں نقد روپے یا زیورات یا اور کوئی سامان دلہن کو دیتے ہیں یا وہ سامان جو لڑکی اور لڑکے دونوں کے استعمال کے لیے دیئے جاتے ہیں، جیسے پلنگ بستر وغیرہ بعد طلاق ایسے کپڑوں گھڑی انگوٹھی نقد روپے زیورات پلنگ وبستر وغیرہ کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے۔

المستفتی محمد معین قادری، مقام وپوسٹ ادری ضلع مئو یوپی مورخہ ۱۱راپریل ۱۹۹۳ء

الجواب

الفاظ بدل کر سوال کرنے سے مسئلہ نہیں بدلتا، ان امور میں حکم شرع کا مدار عرف پر ہے جیسا عرف ہو ملکیت کا فیصلہ اسی حساب سے ہوگا، شادی کے موقع پر لڑکی کے والدین جو کچھ دیتے ہیں، اس کو عرف عام میں جہیز کہتے ہیں اور اس کے بارے میں عرف یہی ہے کہ وہ لڑکی کی ملکیت ہے، طلاق ہو تو لڑکی کو واپس ملے گا اور لڑکی کا انتقال ہو تو میراث قرار دیا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں: وہ مال تمام وکمال خاص ملک عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ فی ردالمحتار: "کل احد یعلم ان الجهاز ملك المرأة وانه اذا طلقها تاخذه كله واذا ماتت يورث عنها"

ہاں برتنے اور استعمال کرنے میں جو چیز ضائع ہوگئی یا اس کا نقصان ہوا، اس کا کوئی تاوان نہیں یونہی لڑکے والے شادی کے موقع پر جو زیور کپڑا وغیرہ دیتے ہیں، وہ بھی بطور عاریت ہوتا ہے، لڑکی اس کی مالک نہیں ہوتی، ہاں جن خاص صورتوں میں طرفین میں سے کوئی تصریح کردے کہ میں نے اس کا مالک لڑکے یا لڑکی کو بنایا تو قبضہ کے بعد وہ اسی کا ہوگا اور جدائی کے وقت واپس نہیں ہوگا یا کہیں عرف ہی ایسا ہو جیسے بعض علاقوں میں سنا گیا کہ نکاح سے پہلے طرفین سے ایک دوسرے کو جو دیا جاتا ہے، بطور تملیک ہوتا ہے، واپس نہیں لیا جاتا تو اس کے بارے میں شرعی حکم بھی وہی ہوگا کہ جس کو دیا وہ مالک ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۸رذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

محرمات کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید وبکر دونوں سگے بھائی ہیں، زید بڑا اور بکر چھوٹا ہے، بکر کا انتقال ہوگیا اور زید کی بیوی کا بھی

انتقال ہوگیا۔ اب زید چاہتا ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی کی بیوی سے نکاح کرے تو کیا زید کا نکاح کرنا صورت مسئولہ میں جائز ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ فقط

المستفتی: مولوی عبد القادر، مقام کاروٹانڑ پوسٹ بلیا ضلع گریڈیہ بہار بمورخہ ۱۲رفروری ۱۹۸۶ء

الجواب

صورت مسئولہ میں زید اپنے چھوٹے بھائی کی بیوی سے عدت وفات گذرنے کے بعد ضرور نکاح کرسکتا ہے۔

قرآن پاک میں: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ [النساء: ۲۴] عدت وفات چار ماہ دس دن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۷رجمادی الاخری ۱۴۰۶ھ

(۲-۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ایک شخص رات میں اپنی بیوی کو جگانے کے لیے اٹھا اور غلطی سے اپنی لڑکی پر ہاتھ رکھ دیا، یا ساس پر اور بیوی سمجھ کر شہوت کے ساتھ اس پر ہاتھ رکھا تب وہ عورت جو اس کی بیوی ہے، وہ اس کے نکاح میں رہی یا نکاح سے نکل گئی؟

(۲) ایک شخص نے اپنی سوتیلی ماں پر بدنیتی سے ہاتھ رکھا تو اس صورت میں وہ عورت اپنے شوہر کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ فقط

المستفتی عبد الرب رضوی، مقام بروا ڈیہہ پوسٹ کیشواری ضلع گریڈیہ (بہار) ۲۵رفروری ۱۹۸۶ء

الجواب

دونوں مسئلوں میں وہ عورتیں اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں، اگر شہوت سے چھوتے وقت اتنا موٹا کپڑا حائل نہ رہا ہو جس سے گرمی نہ محسوس ہو، میاں بیوی دونوں پر واجب ہے کہ وہ نکاح فسخ کردیں یا شوہر کہے کہ میں نے عورت کو الگ کردیا، اس کے بغیر نکاح ختم نہ ہوگا، صحبت اس سے ضرور حرام رہے گی۔ درمختار میں ہے: بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح ولا يجوز لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة۔

حرمت مصاہرت سے نکاح خود بخود ختم نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ دونوں ختم نہ کریں، نکاح ختم کرنے کے بعد عورت کو عدت گذارنی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص بغیر نکاح کیے ہوئے۔ تین سال سے ایک عورت کو بیوی کی شکل میں رکھتا ہے، جس کے بطن سے دو بچے بھی ہوئے ہیں، عورت کی شادی پہلے کہیں ہوئی تھی پہلے والا شوہر طلاق نہیں دیا ہے اور نہ وہ طلاق دے رہا ہے۔ اور نہ وہ طلاق دے گا، ایسے حالات میں جس نے بغیر نکاح کیے ہوئے بیوی کو رکھا ہے، وہ شخص کے بارے میں مذہب اسلام کیا کہتا ہے اور وہ شخص کیا کرے، جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب

دوسرے کی بیوی کو طلاق کے بغیر نکاح کر کے رکھے یا بغیر نکاح کے ہر طرح حرام حرام سخت حرام ہے۔ عالم گیری میں ہے: لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ۔

جتنے بچے ہوئے ناجائز ہوئے شرعاً اس پر واجب ہے کہ فوراً اس کو علیحدہ کرے ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں، شوہر اول سے طلاق حاصل کیے بغیر اور کوئی سبیل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۷ر جمادی الاولی ۱۴۰۷ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنی سوتیلی ماں کی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے، جب کہ زید نے اپنی سوتیلی ماں کا دودھ بھی نہیں پیا ہے، عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: نیاز احمد چشتی، مدرسہ سراج العلوم لطیف نہال گڑھ جگدیشپور سلطانپور

الجواب

نکاح مذکور بیشک جائز ہے۔ قال اللہ عزوجل ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾[النساء:۲۴]

سوتیلی ماں کی بہن حلال ہے۔ علامہ خیر الدین فرماتے ہیں: "لاتحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتہا" (فصل فی المحرمات: ۴/۸۵) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۶-۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید کے والد کی پھوپھی کے پوتے کی بھگنی سے خود زید کی شادی جائز ہے یا نہیں؟ یعنی زید کی

خاص بھگنی نہیں ہے بلکہ زید کے بہنوئی کی بھگنی ہوئی، زید اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

(۲) نیز یہ بتائیں کہ خالد چاہتا ہے کہ اپنے چچا کی پوتی سے شادی کروں یہ خاص اپنے چچا نہیں ہیں بلکہ گاؤں کے چچیرے چچا ہوئے چند لوگوں کا کہنا ہے کہ شادی نہیں ہوسکتی۔

(۳) نیز کتابوں میں ہم نے پڑھا ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ کی اذان مسجد کے باہر ممبر کے سامنے دی جائے لیکن اگر ممبر کے سامنے دیوار حائل ہو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

(۴) نیز بتائیں کہ جمعہ کے دن فرض نماز کے وقت نام محمد ﷺ پہ انگوٹھا چوم سکتا ہے یا نہیں؟ پڑھا لکھا ایک شخص کہتا ہے کہ انگوٹھا نہیں چومنا چاہیے، میرا کہنا ہے کہ چومنا چاہیے، ہم سے بہت بحث ہوئی، لہٰذا مذکورہ بالا سوالات کے جوابات جلد ارسال فرمائیں گے کرم ہوگا۔

المستفتی: آپ کا کفش بردار خادم مدرسہ اسماعیلیہ نوریہ

الجواب

(۱) آپ نے سوال میں دو رشتوں کا ذکر کیا ہے، ان دونوں رشتوں والی لڑکی سے زید کا نکاح جائز ہے کہ وہ نہ تو براہ راست اس کی بھانجی ہے نہ بھتیجی۔

بہار شریعت میں ہے: بھتیجی اور بھانجی سے بھائی، بہن کی اولاد مراد ہیں اور یہ لڑکی نہ زید کے حقیقی بھائی کی اولاد ہے نہ اس کے بہن کی، لہٰذا زید کا نکاح اس سے جائز ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾[النساء:۲۴]

(۲) خود اپنے چچا کی لڑکی یا پوتی سے شادی ہوسکتی ہے۔ یہ تو آپ نے بہت دور کا رشتہ ذکر کیا یہ نکاح بھی جائز ہے۔

(۳) دیوار میں سوراخ کر کے جنگلہ لگا دیا جائے تا کہ اذان کے وقت اسے کھول دیا جائے اور خطیب کا سامنا ہو جائے۔

(۴) آپ کا یہ سوال بہت گنجلک ہے، فرض نماز کے وقت انگوٹھا چومنے کا اگر یہ مطلب ہے کہ نمازی نماز پڑھتے ہوئے حضور ﷺ کا نام سنے تو انگوٹھا چوم سکتا ہے یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ نہیں چوم سکتا اور اگر یہ مطلب ہے کہ جمعہ کے دن امام کے خطبہ پر بیٹھنے کے وقت جو اذان ہوتی ہے، اس میں حضور کا نام سن کر انگوٹھا چوم سکتا ہے یا نہیں تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ نہیں، اس وقت کوئی نماز تو پڑھ نہیں سکتا ہے، انگوٹھا چومنے کی بات تو الگ رہی، اس اذان کا جواب بھی نہیں دے سکتا، حکم ہے کہ

"اذا خرج الامام فلاصلوة ولا کلام "(الفتاوی الهندیة: کتاب الصلاة:۱/۱۸۵)

امام خطبہ کے لیے نکلے تو مصلیوں کا سلام کلام نماز سب بند ہوگئی، البتہ خطبہ ختم ہونے کے بعد اقامت کہی جائے تو اب اقامت کا جواب بھی دے سکتے ہیں اور انگوٹھا بھی چوم سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو کیم ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

(۱۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے ہندہ کو شہوت کی نظر دیکھا چھوا تو اب اس کی لڑکی سے زید کا نکاح کرنا صحیح ہوگا یا نہیں ۔براہ کرم مدلل ومفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی محمد رفیق وارث مقام وپوسٹ مہریوہ ضلع سہرسہ بہار

الجواب

بشہوت دیکھنے اور چھونے سے نکاح ناجائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کا داخلی حصہ شہوت کے ساتھ دیکھے، یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت کے چہرے کو بھی شہوت سے دیکھے تو اس کی لڑکی دیکھنے والے پر حرام ہوگی۔ یونہی چھونے سے مراد عورت کے کسی بھی حصہ جسم کو بے حجاب شہوت کے ساتھ چھونا ہے۔ یا اتنے باریک کپڑے کے اوپر سے چھونا کہ عورت کے جسم کی حرارت مرد کو محسوس ہو۔ موٹے کپڑے کے اوپر سے چھوا تو نہیں تو جس طرح دیکھنے اور چھونے سے حرمت مصاہرت قائم ہوتی ہے اگر زید نے اس طرح دیکھا یا چھوا تو ضرور ہندہ کی لڑکی زید پر حرام ہوجائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے ہندہ سے شادی کی، ہندہ حاملہ ہوگئی پھر زید نے ہندہ کی حقیقی بہن فاطمہ سے شادی کی، اور اب زید فاطمہ کو رکھنا چاہتا ہے، بتایا جائے کہ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ رہا یا ٹوٹ گیا؟ یا فاطمہ کے ساتھ زید کا نکاح کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

المستفتی محمد امتیاز احمد کینہاد

الجواب

صورت مسئولہ میں فاطمہ کا نکاح زید سے ہوا ہی نہیں اور اس نے اس سے جو کیا حرام کاری ہوئی قرآن عظیم میں ہے:﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾[النساء:۲۳] ولا یجمع بین الاختین نکاحا ولا بملك یمین وطیا:(هدایة اولین:۲/۲۸۸)

زید پر واجب ہوگا کہ فوراً فاطمہ سے علیحدہ ہوجائے، ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۷/رجب ۱۴۱۰ھ

(۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ زنا سے حاملہ ہوئی، والدین نے لاعلمی کے بنا پر ہندہ کی شادی زید سے کردی۔ بعدہ ہندہ کی سسرال والوں کو معلوم ہوا کہ ہندہ آٹھ ماہ سے حاملہ ہے تو زید نے ہندہ کو تین طلاقیں دے دیا۔ تو کیا اب بلاعدت ہندہ کا نکاح زانی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔ اور اس صورت میں عدت ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کا نکاح حالت حمل میں زید سے ہوا تھا کہ نہیں؟۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد یوسف رضوی

الجواب

جس عورت کو زنا سے حمل ہوا اس سے نکاح صحیح ہے۔ زانی نکاح کرے تو وہ عورت سے صحبت بھی کرسکتا ہے اور زانی کے علاوہ کوئی دوسرا نکاح کرے تو نکاح تو صحیح ہوگیا مگر شوہر کو ہاتھ لگانا منع ہے۔ درمختار میں ہے:"صح نکاح حبلی من الزنا لا حبلی من غیره وان حرم وطوها و دواعیه حتیٰ تضع ولو نکحها الزانی حل له وطوءها اتفاقا" (کتاب النکاح:۴/۱۰۶)

فتاوی رضویہ ص ر۱۴۴ میں اور بہار شریعت حصہ ہشتم ص ر۱۳۶، میں درمختار سے نقل ہے:"عورت حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے۔ حمل ثابت النسب ہو یا زنا کا مثلاً زانیہ حاملہ سے نکاح کیا اور شوہر نے وطی کے بعد طلاق دی تو عدت وضع حمل ہے"۔ پس صورت مسئولہ میں ہندہ کا زید سے نکاح صحیح ہوا، اور اس نے ہندہ سے صحبت کرکے اس کو طلاق دی ہو تو زانی کو ہندہ سے نکاح کرنے کے لیے بچہ کے پیدا ہونے کا انتظار کرنا پڑیگا۔

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۷/شعبان ۱۴۲۱ھ

(۱۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کا لڑکا اگر اپنی بھانجی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ اور اگر زید کا لڑکا بضد ہے کہ اسی لڑکی سے نکاح ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: شمس الدین، بڑا گاؤں تکیہ گھوسی ضلع مئو

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں سگی بھانجی سے نکاح ناجائز، حرام، حرام اور سخت حرام ہے۔ قرآن شریف میں ہے:﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ

وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ ﴾[النساء:۲۳]

حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری لڑکیاں، اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں اور تمہارے بھائی کی لڑکی اور تمہاری بہن کی لڑکی۔

اگر زید کا لڑکا اپنی سگی بھانجی سے نکاح کرے یا اس کو اپنے تصرف میں لائے تو تمام مسلمان اس کا اور اس کے تمام ساتھ دینے والوں کا بائیکاٹ کریں۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾[الانعام:۶۸] ظالم قوم کے ساتھ کبھی نہ بیٹھو۔ اور اسی میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[المائدة:۲] آدمی کا ساتھ نیکی میں دو، برائی اور حرام کاری میں بالکل ساتھ نہ دو۔ اور یہ بائیکاٹ اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آوے۔ جب اطمینان ہو جائے کہ اس نے سچی توبہ کرلی ہے اور اس کی حالت دین اسلام کے موافق صحیح ہوئی ہے تو بائیکاٹ ختم کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۰؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بکر نے اپنی بہو کا ہاتھ بدنیتی سے پکڑ کر مکان کے اندر لے گیا اور کسی قسم کی بدکاری نہ ہوئی اسے چھوڑ دیا۔ بہو مذکور کا والد یہ واقعہ سن کر اسے مکان سے لے گیا اور دوسری جگہ اس کا نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن بہو مذکور اپنے پہلے خاوند کیساتھ ہی رہنا چاہتی ہے کیا ایسا جائز ہے یا نہیں؟۔

معین الدین، پوسٹ دھانی پور بازار ضلع گونڈہ۔

الجواب

اگر شرعی طور پر یہ ثابت ہو گیا ہو کہ بکر نے اپنی بہو کا ہاتھ شہوت کے ساتھ پکڑا تو بہو بکر کے لڑکے پر حرام ہو گئی اور اس کا نکاح جاتا رہا۔ چند دین دار مسلمان دونوں میں جدائی کا حکم لگا دیں تو عدت کے بعد وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ درمختار میں ہے: "تزوج بكرا فوجدها ثيبا قالت ابوك فضنى، ان صدقها بانت بلامهر"(فصل فی المحرمات:۸۶/۴) کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تیرے باپ نے میرے ساتھ زنا کیا اگر یہ اس کو سچا سمجھتا ہے تو نکاح ٹوٹ گیا۔ عالمگیری میں ہے:" وكما تثبت هذه الحرمة بالوطى تثبت باللمس و التقبيل والنظر الى الفرج الداخل بالشهوة ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید کی بیوی ہندہ بعد وفات زید بکر کے نکاح میں رکھا اور کچھ دنوں کے بعد ہندہ کی وفات ہو گئی، اب زید کی لڑکی زینب سے "جو ہندہ کے بطن سے ہے" ہندہ کے بعد شادی کرنا چاہتا ہے اور شادی پر بکر اور زینب راضی ہیں، لہٰذا اس صورت میں بکر کا نکاح زینب سے درست ہو سکتا ہے یا نہیں؟ الجواب صورت مسئولہ میں درمیان بکر اور زینب رشتہ حقیقی نہیں بلکہ بکر مذکور زینب کا سوتیلا باپ ہے، اس لیے کہ زینب کی ماں اس کے نکاح میں آئی، وعلی ھذا القیاس بکر زید سے بھی کوئی رشتہ نہیں ہے وہ دونوں محض اجنبی ہیں اور آیت اصلی کا حکم یہ ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾[النساء:۲۴] میں داخل ہے پس بکر کا زینب سے نکاح کر لینا از روئے شرع شریف درست وصحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(ماخوذ از فتاویٰ نذیریہ جلد ثانی ۲۳۹)

مندرجہ بالا مسئلہ کی رو سے بکر کا نکاح ہو گیا، صرف ڈھائی سال ہو رہا ہے اور زینب سے ایک بچہ بھی پیدا ہو چکا ہے، ایک شخص کا اعتراض شروع سے ہے کہ بکر جماعت میں شامل ہو کر نماز ادا کرتا ہے تو بقیہ لوگوں کی نماز درست نہیں ہوتی یہ کہنا کہاں تک درست ہے از روئے شرع تحریر فرمائیں۔

(۲) مندرجہ مسئلہ بالا کو نہ ماننے والا شخص از روئے شرع کیسا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

ماسٹر محمد حکیم مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم دوہری کھاٹ اعظم گڑھ

الجواب

مذکورہ بالا فتویٰ دینے اور اس پر عمل کرنے والے سخت گناہ گار اور بے توبہ مرے تو عذاب الٰہی کے مستحق۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ﴾[النساء:۲۳] ۔ بکر پر فرض ہے کہ فوراً زینب سے الگ ہو جائے اور وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو تمام مسلمان اس سے تعلقات ختم کرلیں اگر وہ جماعت میں شریک ہوتا ہے تو اس سے دوسروں کی نماز میں خلل نہیں پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۷؍ذوالقعدہ ۱۳ھ

(۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عبدالغفار نے اپنی پہلی بیوی کے مرجانے کے بعد عقد ثانی ایک ایسی عورت سے کیا جس کا یہ عقد ثانی تھا اور وہ اپنے شوہر سے جنی ہوئی دو لڑکیاں ساتھ لے کر آئی تھی۔ عبدالغفار کے عقد میں آنے کے بعد ثانی بیوی سے بھی عبدالغفار کے چار بچے ہوئے۔ بعدہٗ دوسری بیوی بھی انتقال کر گئی۔ عبدالغفار کی ثانی

بیوی جو اپنے پہلے شوہر سے دو لڑکیاں لے کر آئی تھی ان میں سے ایک کے ساتھ عبد الغفار نے پھر عقد کر لیا اور یہ کہتے ہوئے کہ کیا یہ میری حقیقی لڑکی ہے؟ ایسی حالت میں عبد الغفار اور اس کے وکیل، گواہ پر شریعت کا کیا حکم لاگو ہوگا۔ قوم اس حادثہ سے حیران و پریشان ہے لہٰذا بلا تاخیر جواب عنایت فرمائیں۔

خاکسار محمد صدیق کلاتھ مرچنٹ کپتان گنج بازار ضلع اعظم گڑھ

الجواب

عبد الغفار کی شادی اپنی زوجہ کی لڑکی سے حرام حرام سخت حرام ہے۔ اور قرآن عظیم کی آیت کی سخت مخالفت ہے۔ عبد الغفار پر واجب ہے کہ فوراً اس سے دور ہو جائے اور صدق دل سے توبہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا ہے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اور اس سے کسی قسم کا علاقہ نہ رکھیں۔ قال اللہ تعالی ﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ﴾ [النساء: ۲۳] جتنے لوگ جان بوجھ کر اس کی شادی میں شریک ہوئے اور مدد کی سب پر توبہ واجب ہے۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۱ ربیع الاول ۸۴ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اور عمر دونوں حقیقی ماموں اور بھانجے ہیں زید بھانجا ہے اور عمر ماموں ہے، زید نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو زید کی شادی عمر کی لڑکی سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد یٰسین مبادے مورخہ ۲۰ ربیع الآخر ۸۴ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کی شادی عمر کی لڑکی سے نہیں ہو سکتی۔ حدیث شریف میں ہے: "یحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب" (بخاری شریف: باب الشهادات. ۲/۱۵۴) واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۵ رجب ۸۴ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کا نکاح نادانستگی میں ہندہ سے ہوا جو اس کی دودھ شریک بہن ہے کر دیا گیا، شرع شریف سے اس کی وضاحت کر دی جائے۔   بینوا توجروا   روزن علی موضع اوچھوا اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کا نکاح اس کی دودھ شریک بہن سے ناجائز ہے، اس پر واجب ہے اپنی رضاعی بہن سے علیحدگی اختیار کرے اور کہے کہ میں نے اسے جدا کیا اور اگر زید اس پر آمادہ نہ ہو تو یہ معاملہ ہندہ کسی سنی عالم کے پاس پیش کرے اور وہ گواہوں کا بیان سن کر دونوں میں علیحدگی کر دے پھر ہندہ بعد عدت دوسرا نکاح کرے، الغرض زید اپنی رضاعی بہن کو اپنے نکاح میں کسی طرح نہیں رکھ سکتا۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے دو سگی بہنوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھا ہے۔ عام لوگ اس سے کھان پین کرتے ہیں۔ امام بھی اس کے گھر کھاتا پیتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اور اس شخص سے تعلق نہیں رکھتے ان کا کیا حکم ہے۔

ایسے امام سے قربانی کرانا جائز ہے یا نہیں۔ ایسے نکاح سے جو اولاد ہو وہ حلالی ہے یا حرامی؟ نیز سگی چچی سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں۔ بشیر احمد اشرفی رودر پور دیوریا۔

الجواب

دو سگی بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرنا سخت حرام ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ [النساء: ۲۳] جو لوگ ایسے شخص سے مقاطعہ کئے ہوئے ہیں حق پر ہیں۔ اور جو لوگ ان سے تعلقات شادی بیاہ اور کھان دان رکھے ہوئے ہیں، خود مجرم اور جرم کی اعانت کرنے والے ہیں۔ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فتح القدیر میں ہے: "قال اصحابنا ینبغی ان لا یقتدی بالفاسق" فاسق کی اقتدا جائز نہیں۔ ذبیحہ قربانی اس کا جائز ہوگا۔ سگی چچی سے چچا کی وفات یا طلاق کے بعد نکاح جائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء: ۲۴] واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۳۰ رجمادی الآخری ۷۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ   الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی کی موجودگی میں اپنی سالی کو گھر میں ڈال رکھا ہے جس سے کئی بچے پیدا ہو چکے ہیں۔ اور منکوحہ سے بھی کئی بچے جوان العمر ہیں۔ برادری اور دیگر مسلمانوں کے دباؤ پر اب وہ اس بات پر

راضی ہوگئی ہے کہ منکوحہ کو طلاق دے کر ایک علاحدہ مکان اس کے بچوں کے ساتھ اس کو منتقل کردیا جائے۔اوران کے گذر بسر کے لیے ایک کھیت بھی الگ دے دیا جائے۔الغرض مطلقہ اور بچوں کا اس طرح انتظام کردوں گا کہ ان سے میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رہے گا۔

کیا مندرجہ بالا طریقہ کار سے برادری مطمئن ہوجائے۔

عبدالخالق خاں ہرمرن پور ڈاکخانہ جائس ضلع رائے بریلی

الجواب

سوال میں ذکر کی ہوئی صورت پر زید عمل کرلے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔یا سالی کو اپنے تصرف میں رکھنا چاہتا ہو تو منکوحہ کے طلاق کی عدت گذر جانے کے بعد اس سے نکاح کرے۔اگر زید اپنے عہد کے خلاف کچھ کرے یا سالی کو بغیر نکاح جدید اپنے تصرف میں رکھے تو مسلمان پھر سختی سے اس کا بائکاٹ کریں۔واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی،خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۵/صفر ۸۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ،مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید بنام جمال الدین اپنی بیوی کی سگی بہن کو بغیر نکاح کے رکھے ہوئے ہے اور اس کے بطن سے ایک ناجائز بچہ بھی پیدا ہوا ہے،جب کہ اس عورت کی شادی دوسرے جگہ ہوئی تھی پہلے والے شوہر نے طلاق بھی نہیں دیا ہے،وہ عورت جمال الدین کی بیوی کی سگی بہن ہے اور جمال الدین اس کو اپنی بیوی بنا کر بغیر نکاح کے رکھے ہوئے ہے۔ایسے حالات میں جمال الدین کو کیا کرنا چاہیے،مذہب اسلام جمال الدین کے بارے میں کیا راستہ بتلاتا ہے جواب دیں عین مہربانی ہوگی۔فقط المستفتی:فاطمہ بیگم دیوریا

الجواب

جمال الدین کی بیوی اگر زندہ ہے اور نکاح کر کے دوسری بہن رکھا ہوتا تو یہ بھی حرام ہوتا کہ یہ جمع بین اختین ہوتا موجودہ صورت میں تو حرام در حرام میں مبتلا ہے،اسپر لازم ہے کہ اپنی بیوی کی بہن کو فوراً اپنے سے علیحدہ کردے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں تا آنکہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائے وھو تعالی اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی،۷ اشوال المکرم ۱۴۱۰ھ

(۲۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی چار سال کا عرصہ ہوا،ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہندہ کے گھر والے

زید سے کہتے ہیں کہ تم دیوبندی ہو تم سے ہماری لڑکی کا نکاح ہوا ہی نہیں،ہم وداع نہیں کرینگے ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں رہے گی اس لیے تم طلاق دے دو،زید کہتا ہے کہ میں سنی حنفی ہوں،ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟فقط۔ المستفتی:عبدالمجید سون راج ضلع مئو یوپی

الجواب

صورت مسئولہ میں اصل ضرورت لڑکی کے گھر والوں کی ہے کہ وہ بتائیں کی زید پروہ کس وجہ سے دیوبندی ہونے کا الزام لگا رہے ہیں اور زید کو اس بات کا اقرار ہے یا نہیں؟صرف یہ کہنے سے کہ میں سنی حنفی ہوں نہ یہ ثابت کہ وہ دیوبندی نہیں ہے کیونکہ دیوبندی صاحبان بھی اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے ہیں۔نہ بلاوجہ معلوم ہم کسی کے دیوبندی ہونے کا فتویٰ دے سکتے ہیں،اصل میں علمائے دیوبند نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین آمیز الفاظ کہے جس کی بنیاد پر علمائے حرمین شریفین نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا جس کی تفصیل کتاب " حسام الحرمین " میں ہے،اگر زید ان پر مطلع ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا انکا ساتھ دینے والے کو مسلمان سمجھے تو یہ خود انھیں لوگوں کی طرح دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔اور ہندہ کے گھر والے کے قول کے مطابق اس کا نکاح نہ ہوا یا ختم ہوگیا اور اگر ایسا نہ ہو تو زید سنی رہے گا۔واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۰ شوال المکرم ۱۴۱۰ھ

(۲۳-۲۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱)زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اس کے دو بچے پیدا ہوئے اور ہندہ کی بہن رابعہ سے زید نے زنا بھی کرلیا تو کیا زید توبہ کر کے پھر اس کو نکاح میں لاسکتا ہے؟نیز خالد عالم ہے تو کیا زید کے گھر کا پکا ہوا کھانا یا کوئی چیز بھی خالد استعمال میں لاسکتا ہے؟اور اگر کھانا کھالیا یا کوئی چیز استعمال کرلی تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۲)عمر جامع مسجد کا امام ہے بکر اوجھوتی کراتا ہے اور عمر نے باخبر ہو کر بھی بکر کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھالیا یا کوئی چیز استعمال کرلی تو اس کا کیا حکم ہے؟نیز اگر عمر نے خالد سے بکر کے گھر کا کھانا زبردستی کھلوایا یا اور کوئی چیز استعمال کرائی تو اس صورت میں اگر توبہ کرنی پڑی تو خالد پہ بھی توبہ واجب ہوگی؟جو بھی صورت ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر کریں۔

المستفتی،عبداللطیف عظمت گڈھا اعظم گڈھ

الجواب

(۱)سالی سے زنا کرنے پر عورت نکاح سے خارج نہیں ہوتی،اور ہندہ جب تک زید کے نکاح میں ہے اس کی حقیقی بہن رابعہ سے زید کی شادی نہیں ہوسکتی۔قرآن عظیم میں ہے ﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

الْأُخْتَيْنِ ﴾[النساء:۲۳] زانی کے گھر کا کھانا حرام نہیں، سزا کے طور پر اس کا بائکاٹ کیا جاتا ہے کہ وہ گناہ سے باز آجائے اور توبہ کرے، عالم صاحب نے جانتے ہوئے یا لاعلمی میں اس کا کھانا کھایا تو کوئی حرام نہیں کیا اگر عام مسلمانوں نے اس کا بائیکاٹ نہ کیا ہو، ہاں اگر اس پر سزا نافذ کر دی ہو تو عالم صاحب کو بھی اس سے احتراز لازم ہے۔

(۲) بکر نے اگر اوجھتی کرانے میں کفر کا ارتکاب کیا ہو تو کسی مسلمان کا بھی اس سے کوئی معاشرتی تعلق رکھنا حرام ہے، کھانا بھی اسی میں داخل ہے "ھذا حکم المرتد" اور اگر حد کفر کو نہیں پہنچا ہے تو فاسق ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں یہ حکم ہے جو شخص اس کی بری صحبت سے متاثر نہیں ہو سکتا ہو، بلکہ اپنے تعلقات سے اس کو بھی نیک راہ پر لانے کی توقع رکھتا ہو تو وہ کھا سکتا ہے، ورنہ نہیں اور اگر عام مسلمانوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا ہو تو سبھی کو اس کی پیروی کرنی چاہیے، البتہ توبہ صادقہ کے بعد بائیکاٹ ختم کر دینا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

(۲۵-۲۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ۴۵ سال کی بیوی سے دوسری شادی کرنا جائز ہے یا نا جائز؟

(۲) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کا کیا مطلب ہے؟

(۳) حضور غوث پاک کی ملاقات خواجہ صاحب سے ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی، اے۔ کے خطیب ترس ضلع دھاڑوار

الجواب

(۱) نکاح ثانی حسب استطاعت شرعاً جائز ہے، آپ کے بچوں کو اس میں روک ٹوک نہیں کرنا چاہیے۔

(۲) امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سیدنا امام مہدی کی تشریف آوری تک تمام عالم کے غوث اور سب غوثوں کے غوث اور سب اولیاء کے سردار حضور محبوب سبحانی قطب ربانی محی الدین جیلانی ہیں (فتاویٰ رضویہ۔ متفرقات)

(۳) حضور سلطان الہند خواجہ اجمیری رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے (سیرت العارفین صفحہ ۵) وھو تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

(۲۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

احمد کا لڑکا محمود ہے اور زید کی بیٹی حسنہ، اور حسنہ کے علاوہ اس کی اور چار بہنیں ہیں، حسنہ کو محمود کی ماں نے اپنا دودھ پلایا ہے اب سوال یہ ہے کہ حسنہ کے علاوہ اس کی چار بہنوں میں سے کسی ایک کے ساتھ محمود کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں جلد روانہ فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی، عبدالقادر خان نیرہ ہٹی مال پور ضلع چھپرہ (بہار)

الجواب

ہو جائے گا۔ ہدایہ میں ہے: " ویجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیہ من الرضاعۃ " (کتاب الرضاع: ۲/۳۳۱) رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے تو جب رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے تو رضاعی بہن یعنی حسنہ کی بہن سے محمود کا نکاح کیوں جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

(۲۹) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے شادی کی تھی۔ لیکن اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ بیوی کے انتقال کے بعد زید نے اپنی شادی اپنی سالی کی لڑکی سے کر لی۔ جب کہ زید کی پہلی بیوی سے دو بچے بھی ہیں آیا صورت مذکورہ میں زید کی شادی اس کی سالی کی لڑکی سے درست ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں مشکور ہوں گا۔ فقط والسلام

المستفتی، حیات محمد غفی عنہ

الجواب

قرآن عظیم میں مندرجہ ذیل عورتیں حرام قرار دی گئی ہیں۔ (۱) باپ کی بیوی۔ (۲) ماں (۳) لڑکی (۴) بہن (۵) پھوپھی (۶) خالہ (۷) بھتیجی (۸) بھانجی (۹) رضائی ماں (۱۰) رضائی بہن (۱۱) ساس (۱۲) بیوی کی بیٹی (۱۳) بہویں (۱۴) دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا اس کے بعد فرمایا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾[النساء:۲۴]

ان کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں مال دے کر ان سے نکاح کر سکتے ہیں، سالی کی لڑکی محرمات میں سے نہیں ہے اس لیے اس سے شادی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۹ رشوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۳۰) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی بچپنے میں اسٹیشن سے غائب ہو گئے بالغ ہونے پر دونوں کا ایک ساتھ نکاح ہو گیا دونوں ہم بستر بھی ہو گئے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ وہی بھولے ہوئے دونوں زید کے

لڑکے ہیں ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۲) قربانی کا گوشت غیر مسلم کو کھلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی، جید احمد فاضل نگر

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں ان دونوں پر واجب ہے کہ فوراً علیحدہ ہوجائیں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾[النساء:۲۳]

اگر وہ دونوں علیحدہ نہ ہوں تو محلّہ اور پڑوس کے لوگ ان کو زبردستی علیحدہ کردیں۔

(فتاوی رضویہ)

(۲) نہیں کھلایا جاسکتا۔ بہار شریعت، واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، گھوسی اعظم گڑھ ۲۷ر ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

(۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ کی طلاق ۲۲ر ستمبر ۱۹۹۱ء کو ہوئی، پھر ہندہ نے دوسرے شوہر سے نکاح پڑھوایا۔ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۱ء کو دوسرا والا نکاح ہوا یا نہیں؟ جب کہ ہندہ کی عدت ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ بینوا توجروا

المستفتی: متین احمد جوگری محمد آباد

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کا نکاح اس دوسرے شخص سے صحیح نہیں ہوا۔ ان دونوں پر واجب ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں۔ اور ہندہ پر ایک عدت اور واجب ہوگی، اگر دوسرے شوہر نے بھی اس سے صحبت کی ہو۔ عالم گیری میں ہے: لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره و کذلك المعتدة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۹ر محرام الحرام ۱۴۱۳ھ

(۳۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

محمد شمیم ابن محمد ادریس لڈن ابن محمد ادریس دونوں سگے بھائی ہیں، تبعون النساء کی لڑکی کی شادی لڈن ابن محمد ادریس کے ہمراہ ہوئی تھی، تبعون النسا کے شوہر کا پہلے ہی انتقال ہوچکا تھا، تبعون النساء نے لڑکی کے شادی کے بعد خود اپنی بھی شادی محمد شمیم ابن محمد ادریس سے کرلی، بوقت نکاح عبد الروف عبد الوحید حافظ محمد ادریس جناب حاجی دری صاحبان موجود تھے، لہذا حضور والا سے گذارش ہے کہ سگی ماں

بیٹی کی شادی دو سگے بھائی سے ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد جمال الدین پلاموی بہار

الجواب

صورت مسئولہ میں دونوں شادیاں صحیح ہوئیں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم﴾[النساء:۲٤]

اور عالم گیری میں ہے: لاباس بان یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابنه ابنتها او امها۔

توجب باپ اور بیٹے کے لیے ایسا جائز ہے تو دو بھائیوں کے لیے کیوں جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو

(۳۴_۳۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) وہابیوں دیوبندیوں کے گھر اپنی لڑکیوں کی شادیاں کرنے اور ان کے گھر دعوت طعام میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

(۲) مزید جس نے نس بندی کروائی ہو اس کی اقتداء میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور اس کے جنازے کی نماز پڑھائی جائے گی کہ نہیں؟

ان دو مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی شیخ قمر الدین قادری

الجواب

(۱) وہابیوں اور دیوبندیوں میں جن کی گمراہی حد کفر کو پہونچی ہو، ان کے ساتھ لڑکی بیاہنا باطل ہے۔ یعنی ان سے نکاح ہوتا ہی نہیں۔ اور جن کی گمراہی حد کفر کو نہیں پہونچی ہو وہ سنی لڑکی کا کفو ہی نہیں، ان سے بیاہ کرنا گناہ ہے۔ اس لیے دونوں سے ہی بچنا چاہیے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ آفتاب حق بے حجاب متجلی ہوا۔ اور دلائل واضحہ سے نہ صرف وہابی بلکہ ہر بدمذہب کے ساتھ سنیہ کا نکاح کرنا باطل محض یا اقل درجہ ممنوع وگناہ ہونا ظاہر ہوگیا۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۱۵۰)

ان سے میل جول، کھان، دان، سلام وکلام منع ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ایاکم وایاهم لایضلونکم و لایفتنونکم۔ ان کو اپنے سے بچاؤ

اور خود ان سے دور رہو۔ کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

(۲) نس بندی شرعاً ناجائز وگناہ، اور اس کا مرتکب فاسق ہے۔ ہاں اس گناہ پر نادم ہو اور توبہ کرے کہ یا اللہ میں اپنے حرام فعل پر توبہ کرتا ہوں۔ اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ اس گناہ میں مبتلا نہیں ہونگا۔ اور نس بندی کی اصلاح ممکن ہو تو وہ بھی کرائے ورنہ معذوری ہے۔ ایسی صورت میں اس کی امامت جائز ہوگی۔ اور نماز جنازہ اس کی ہر حال میں پڑھی جائے گی جب تک وہ کفر نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو، ۲۷؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

(۳۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی لڑکی بڑی ہوئی تو اس نے اس کے ساتھ صحبت کیا، عمر نے اسے روکا تو اس نے فتوی یوں پوچھا۔ خالد نے ایک درخت لگایا اور درخت بڑا ہوا تو وہ اس کا پھل کھا سکتا ہے یا نہیں۔ تو جواب آیا کہ کھا سکتا ہے۔ جب کہ عمر کا کہنا ہے کہ دونوں الگ الگ نہیں، مگر وہ نہیں مانتا، لہذا آپ سے پر خلوص استدعا ہے کہ صحیح جواب سے نوازیں۔ المستفتی: احمد انصاری رجب پیر افاضل نگر پوریا

الجواب

قرآن عظیم میں صاف حکم ہے کہ آدمی پر اس کی ماں اور لڑکی حرام ہے۔ اس کے خلاف گھما پھرا کر مسئلہ پوچھا، سخت گمراہی بددینی ہے۔ جس مفتی سے زید نے درخت اور پھل کا نام لے کر فتوی پوچھا ہے۔ اس سے پھر مسئلہ پوچھے کہ پھل سے مراد اپنی لڑکی ہے۔ اور دیکھے کہ کیا جواب آتا ہے۔

الغرض زید سخت مجرم اور گنہگار ہے۔ اور بے توبہ صادقہ مرا تو عذاب جہنم کا مستحق ہے۔ اگر وہ اپنی اس حرکت ناشائستہ سے باز نہیں آتا۔ تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اور اس وقت تک بائیکاٹ جاری رکھیں کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۳؍ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کے احکام

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع مین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص دو سگی بہنیں اپنے نکاح میں رکھے ہوئے ہے، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ از روئے شرع آگاہ فرمائیں عین کرم ہوگا۔

(۲) ایک شخص جائز قرار دیتا ہے اسپر شریعت کا کیا حکم لاگو ہوگا جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی جمال میاں مورخہ ۲۱؍اکتوبر ۸۵ء

الجواب

صورت مسئولہ میں دو سگی بہنوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھنا حرام حرام ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ [النساء: ۲۳] ایسا کرنے والا اور اس کو جائز بتانے والا دونوں گنہگار، اور بے توبہ مرے تو مستحق عذاب الٰہی ہوں گے، ایسے شخص سے بھی اگر وہ توبہ نہیں کرتا ہے تو قطع تعلق کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۴؍ذی القعدہ ۸۵ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے نکاح کیا، کچھ دن بعد اولاد نہ پیدا ہونے کی وجہ سے اپنی بیوی کی خاص بہن سے دوسرا نکاح کیا اس کے بطن سے کئی اولادیں پیدا ہوئی، اب مسئلہ درکار ہے کہ وہ اولادیں حرامی ہیں یا حلالی۔ پھر زید نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے کر اس کی دوسری بہن سے نکاح کیا، اب مسئلہ درکار ہے کہ پہلی بیوی کو اپنی بہن کے وہاں رہنے کا کوئی جواز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے یہاں کسی تقریب میں شامل ہونا کیسا ہے جیسے میلاد شریف یا ختنہ شادی وغیرہ۔ المستفتی: فیروز احمد سریاں بازار دیوریا

الجواب

صورت مسئولہ میں دوسری والی بہن سے نکاح نہ ہوا، اور جب اس سے صحبت کرلی پہلی والی سے بھی صحبت حرام ہوگئی، اولاد ولد الحرام ہیں ولد الزنا نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۲۔ اگر مطلقہ سے زید کا پردہ اور علیحدگی اجنبیوں کی طرح ہو سکے تو رہ سکتی ہے، ورنہ نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

(۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی شادی جس لڑکی سے ہوئی ہے وہ دو بہن حقیقی ہیں، زید کی بیوی صاحب جائیداد ہے، زید کی بیوی کی صرف ماں زندہ ہے اب زید اور زید کی بیوی اور بیوی کی اماں جائیداد بچانے کے لیے یہ چاہتے ہیں کہ زید کی شادی ہندہ کی حقیقی بہن سے ہوجائے، تاکہ ہندہ کی جائیداد ایک ہی جگہ رہ جائے، اب از روئے شرع بتایا جائے کہ دونوں حقیقی بہن ایک ساتھ زید کے نکاح میں رہ سکتی ہیں یا نہیں؟

(۱) اگر کوئی مولوی زبردستی ہندہ کی حقیقی بہن کا بھی نکاح زید سے پڑھا دیا تو اس مولوی پر شرعا کیا

حکم ہے۔

(۲) اور جو صاحبان اس نکاح میں گواہ بنیں گے ان کے اوپر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

دو حقیقی بہنوں کو ایک ساتھ رکھنا حرام قطعی ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾[النساء:۲۳] دو بہنوں کا ایک ساتھ رکھنا حرام ہے کسی مولوی کے پڑھانے سے یہ نکاح نہیں ہوگا، اور دوسری بہن سے زید کی صحبت زنا کے خالص ہوگی جو ایسے نکاح میں شریک ہوا اور جو پڑھائے سب سخت گنہگار، اور بے توبہ کے مرے سخت عذاب الہی میں گرفتار ہوں گے۔ مسلمان ایسے لوگوں سے قطع تعلق کرلیں۔ اور ہرگز ایسا کرنے والوں کا ساتھ نہ دیں۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[المائدة:۲] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

رضاعت کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

بکر کی پیدائش کے بعد اس کی والدہ سے تین اولاد ہوئیں، چوتھا لڑکا محمود جس کی عمر چھ مہینہ کی ہے، اور اس کا جھوٹا دودھ ہندہ نے پیا جس کی عمر تین سال کی ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر جو محمود کا بڑا بھائی ہے وہ اس وقت ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے کہ نہیں؟ صورت مسئولہ کی جس شق کو اپنائیں از روئے قرآن واحادیث صحیحہ واضح فرما کر ایام رضاعت کے مفتی بہ قول کو بھی مع حوالہ کتب درج فرمائیں ،نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد قیصر عالم بنکولہ کومیری پوسٹ وکھڑا ضلع بردوان پچھمی بنگال۔ مورخہ ۲۲/۲/۸۶

الجواب

شریعت نے بچہ کو دودھ پلانے کی ایک مدت مقرر کی ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ڈھائی سال ہے۔ ہدایہ میں ہے: "مدة الرضاعة ثلثون شهرا عند ابی حنيفة"

(اولین: کتاب الرضاع: ۲/۳۲۰)

اور اس مدت کے بعد اگر کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پیئے تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

ہدایہ میں ہے: واذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم لقوله عليه السلام:

لا رضاع بعد الانفصال ۔(۲/۳۲۰)

جب دودھ پلانے کی مدت ختم ہوجائے اور بچہ اس کے بعد دودھ پیئے تو حرمت ثابت نہ ہوگی ،کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا دودھ چھڑانے کی مدت کے بعد دودھ پینے سے حرمت اور رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ پس صورت مسئولہ میں ہندہ نے چونکہ تین سال کی عمر میں دودھ پیا تو اس میں اور بکر میں حرمت رضاعت ثابت نہ ہوئی۔ اس لیے بکر کے ساتھ اس کے نکاح میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۳ ر جمادی الاخری ۱۴۰۶ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہندہ اور زید ایک خاندان کے ہیں اور پڑوسی بھی ہیں اور زید سے بہت بنتی تھی، ہندہ نے کوشش کر کے اپنی لڑکی کا عقد زید کے لڑکے سے کردیا، ایک سال سے زیادہ ہوتا ہے، اب ہندہ کی زید سے سخت دشمنی ہے یہاں تک کہ بول چال نہیں ہے اس وقت ہندہ اپنے سگے دیور کی طرف دار ہے، اب ہندہ یہ کہتی پھرتی ہے کہ زید کے لڑکے کو ہم نے دودھ پلایا ہے اس لیے عقد نہیں ہوا۔ حالانکہ ایک سال کا زمانہ گزرا کسی نے یہ الفاظ نہیں سنے۔ ہندہ اپنی لڑکی کا عقد دیور کے لڑکے سے کرنا چاہتی ہے۔ یہ عقد دوسرا ان کا صحیح ہوگا یا نہیں۔ اور یہ کہنا اب اس کا قابل اعتبار ہوگا کہ نہیں؟ کہ میں نے دودھ پلایا ہے۔ مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔ فقط والسلام، شکر یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں نابالغ ہیں۔

اسماعیل مجھوراڈا کخانہ ہرپور گورکھپور۔

الجواب

صورت مسئولہ میں ایک سال بعد نکاح ہندہ کے صرف اس دعوی سے کہ میں نے زید کے لڑکے کو دودھ پلایا ہے، نہ ٹوٹے گا۔ عالم گیری میں ہے: "لا يقبل فی الرضاع الاشهادة رجلين اورجل وامرأتين عدول" (کتاب الرضاع: ۱/۴۳۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یکم رجب ۸۳ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) تین عورتوں نے ظاہر کیا کہ رحمت بی بی مرحومہ نے صدر النساء کو دودھ پلایا تھا۔

(۲) مریم بی بی کہتی ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ رحمت بی بی نے صدر النساء کو دودھ پلایا ہے۔ صدر النساء خود کہتی ہے کہ رحمت بی بی مرحومہ کہتی تھیں کہ میں نے تجھ کو دودھ پلایا ہے، کوئی مرد اس شیر خوارگی کے

متعلق نہیں جانتا ہے۔ واقعہ مذکورہ کے بعد رحمت بی بی کے چند بچے ہیں۔ جن میں سب سے چھوٹا لڑکا طفیل ہے۔ عرصہ ڈیڑھ سال قبل صدر النساء بی بی کی لڑکی کا عقد طفیل احمد کے ساتھ ہو گیا۔ اور فریضۂ زوجیت ادا کرتے رہے ہیں۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ طفیل احمد اور طاہرہ بیوی کا نکاح شریعت کے مطابق جائز ہے کہ نہیں؟

مستفتی شیخ شہادت حسین کہنہ شہر گورکھپور ۲۱ر نومبر ۱۹۵۸ء

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ مرد گواہ نہیں تو شرعاً رضاعت کا ثبوت نہیں ہو سکتا، اور صرف عورتوں کی گواہی سے نکاح باطل نہیں ہوگا۔ قرآن عظیم میں ہے، دو مرد گواہ ہوں یا ایک مرد دو عورتیں لیکن موجودہ صورت حال میں جب کہ چار عورتیں اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ ہم نے رحمت کو یا اوروں کو کہتے سنا ہے کہ اس نے رحمت کا دودھ پیا ہے۔ تو میاں بیوی کو الگ ہو جانا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ایک ایسے ہی مرد (جس کی شادی کے بعد ایک عورت نے دودھ پلانے کی اطلاع دی تھی) کے بارے میں فرمایا: "کیف وقد قیل" بھلا اس کو کس طرح رکھو گے حالانکہ اس طرح کی اطلاع مل چکی ہے۔ عالم گیری میں ہے: "ولو تزوج امراة فقالت امرأة ارضعتكما فهو على اربعة اوجه :ان صدقاها فسد النكاح ولا مهر لها ان لم يدخل بها،وان كذبا فالنكاح بحاله لكن اذا كانت عدلة فالتنزه أن يفارقها" (كتاب الرضاع: ١/ ٤٤٠) شادی کے بعد کسی عورت نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ اگر دونوں اس کی بات پر یقین نہ کرتے ہوں تو نکاح فاسد نہ ہوگا۔ لیکن اگر عورت عادلہ ہے تو جدائی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء، اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۷ر جمادی الاول ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۴-۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) کہ زید نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو زید کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ زید کی بیوی حرام ہوگی یا نہیں بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہندہ کا شوہر تقریباً نو سال سے غائب ہے اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا ہے کہ زندہ یا مردہ ہے تو کیا ہندہ کسی اور سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ تفصیل سے تحریر فرما کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ السائل منظور عالم کٹیہاری مقام ہج گاچھی پوسٹ سالماری ضلع کٹیہار (بہار)

الجواب

(۱) بہار شریعت میں ہے: مرد نے اپنی عورت کی چھاتی چوسی تو نکاح میں کوئی نقصان نہیں اگرچہ دودھ منہ میں آ گیا بل کہ حلق سے اتر گیا البتہ عورت کا دودھ پینا حرام ہے۔

(۲) عورت اپنا معاملہ کسی سنی دار القضاء میں پیش کر کے اپنا نکاح فسخ کرائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ نے اپنی نواسی خالدہ کے منہ میں اپنی پستان دیا اور خالدہ نے اس کو چوسا اس کے چوسنے سے پانی نکل آیا اور خالدہ نے پی لیا اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ ہندہ نے خالدہ کو دودھ پلایا ہے، مگر جب ہندہ سے پوچھا گیا تو وہ کہتی ہے کہ وہ دودھ نہیں بل کہ پانی تھا، اور خالدہ جب اپنی نانی کی چھاتی منہ میں کی تھی اس کی عمر دو سال تین ماہ تھی اور اس کی نانی کی عمر ساٹھ سال تھی دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالہ زاد بھائی خالدہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

دودھ پینے والے بچے یا بچی کی مدت رضاعت ڈھائی سال ہے کہ اس کی اندر دودھ پیا تو رضاعت ثابت، اور اس کے بعد پیا تو رضاعت ثابت نہیں۔ عالم گیری میں ہے "وقت الرضاع في قول ابي حنيفة مقدر ثلاثين شهراً" (كتاب الرضاع: ١/ ٤٣٥) تو ہندہ نے اپنی نانی کا دودھ مدت رضاعت کے اندر پیا دودھ پلانے والے کے لیے اس کی عمر کا کوئی خاص حصہ مقرر نہیں، نو برس کی عمر کے بعد جب دودھ پلائے گی رضاعت ثابت ہوگی۔ عالم گیری میں ہے: "انما يتعين التحريم به اذا حصل من بنت تسع سنين فصاعداً" فتاوی رضویہ میں ہے: دودھ اترنے کی لیے کوئی مدت مقرر نہیں عورت کے مزاج کو اور خون کی کثرت پر ہے تو ساٹھ سال کی عمر میں اترنے والے دودھ سے رضاعت ثابت ہو سکتی ہے، رہ گیا یہ سوال کہ ہندہ اس کو پانی بتاتی ہے کیسے پانی کہتی ہے کیا اس نے اس کا مزا چکھا تھا یا صرف رنگ۔ رنگ کا کوئی اعتبار نہیں۔ عالم گیری میں ہے "دخل في فم الصبي من الثدي مائع لونه اصفر ثبتت حرمة الرضاع و لانه لبن تغير لونه" (كتاب الرضاع: ١/ ٤٣٦) الغرض یہ معاملہ عمر بھر کے حلال اور حرام اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے، بچی کے چوسنے سے عورت کی چھاتی سے رطوبت اتری ظاہر یہی ہے کہ وہ دودھ ہی تھا، بہت پتلا پانی کے رنگ کا ہو جس سے یہ ضروری نہیں کہ پانی ہو اس لیے کمل احتیاط کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۹ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے اپنی بیوی سے وطی کرتے وقت دودھ پی لیا، اور زید کے پاس ایک بچہ بھی ہے تو زید کے بارے میں کیا حکم ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب سے نوازیں، عین کرم ہوگا فقط والسلام۔

آپ کو قدم بوس، محمد محسن علی دار العلوم خیریہ فیض عام دراپور گھوسی ضلع مئو (یوپی)

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید کو اپنی بیوی کا دودھ پینا ناجائز ہے، لیکن اس سے نکاح میں کوئی خلل نہیں ہوگا۔ فتاوی امجدیہ میں ہے، عورت کا دودھ پینے کے لیۓ صرف زمانہ شیر خواری ہے، اس زمانے کے بعد ناجائز وحرام ہے، اگرچہ ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے۔ لہٰذا اپنی عورت کا دودھ پینا بھی ناجائز ہے، جب شوہر کی عمر ڈھائی برس سے زیادہ کی ہو اس دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، مگر گناہ وناجائز ہوگا۔ درمختار میں ہے " ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح "(كتاب الرضاع: ٤/ ٢٩٤) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۶/ ذوالحجہ/ ۱۴۱۶ھ

(۸۔۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کا دودھ پی لے یعنی حلق کے نیچے وہ دودھ چلا جائے ویسی صورت میں شوہر کے اوپر شریعت کا کیا حکم ہوگا نیز اگر حلق کے نیچے نہیں گیا پھر منہ کے اندر رکھ کر باہر پھینک دیا تب کیا ہوگا۔

(۲) کسی کا شوہر اپنی بیوی کے بجائے اپنی لڑکی کا دودھ پی لیا پھر حلق کے نیچے وہ دودھ نہیں گیا اور باہر پھینک دیا ایسی صورت میں کیا ہوگا۔

(۳) کیا بیوی کے اوپر یہ لازم ہے کہ کھانا بنا کر یا پکا کر اپنے شوہر کو کھلائے؟ اگر ایسا نہیں کرتی یعنی کھانا پکا کر کھلانا نہیں چاہتی ہے تو اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا۔

(۴) ایک شخص کا کہنا ہے کہ میرے ستر ہزار روپے مارکیٹ میں باقی ہیں، کیا اس کے اوپر بھی زکاۃ فرض ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حضور کا فرمان ہے کہ جس رقم کی زکاۃ ادا کردی جاتی ہے وہ حفاظت میں رہتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتی، لیکن میرے ساتھ ایسا بھی ہوا کہ زکاۃ ادا کرنے کے بعد بھی وہ روپیہ ڈوب گیا اوپر نہ ہوسکا آخر ایسا کیوں۔

(۵) ایک شخص کا کہنا ہے کہ کوئی آدمی غلط کام کر رہا ہو اور شریعت کے خلاف کام ہو اور کوئی اچھا

آدمی وہاں پر موجود ہے تو اس اچھے آدمی کو حق نہیں پہنچتا ہے کہ اس بدآدمی کو برے کام سے روکے ان کو دنیا سے کیا ضرورت ہے کوئی کچھ کر رہا ہے آپ کو اس سے کیا غرض ہے۔

(۶) ایک گاؤں میں مکتب ہے اور اس میں صرف گاؤں کے بچے پڑھتے ہیں، اور ایک مولوی صاحب پڑھاتے ہیں، کیا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ رمضان میں باہر جاکر زکاۃ وفطرے کی رقم وصول کر کے اس مکتب میں صرف کرے۔

(۷) مدرسہ میں یتیم نادار طالب علم پڑھتے ہیں دو چار معلم ہیں، اور یہ لوگ زکاۃ کی رقم ان میں صرف کرتے ہیں ان پر کون سا قانون عائد ہوگا۔

(۸) آج کل بعض امام کی عادت دیکھتا ہوں کہ محلے میں عوام کے ہر کام اور ناجائز جائز بات یا ناجائز وحرام کام میں ہاں ہاں کرتے رہتے ہیں تاکہ میں ہر دل عزیز رہوں عوام میں مقبول رہوں، کیا ان کے لیے یہ کام درست ہے، نیز کچھ ایسی عوام ہے جو فحش کلامی کو پسند کرتی ہے اور امام صاحب اس کو اپناتے ہوئے عوام کے ساتھ پیش آتے ہیں کیا یہ بھی ٹھیک ہے۔

(۹) کسی کے یہاں میت ہوتی ہے اور چالسواں کے موقع سے اپنے گاؤں اور رشتہ داروں کو دعوت دیتے ہیں اور تمام لوگ بھوج کی شکل میں کھاتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ جب کہ گھر والوں کی نیت ایصال ثواب کی نہیں ہے یونہی کھلاتے ہیں۔

(۱۰) کسی زندہ آدمی کے نام کے بعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟

انھیں مسائل مذکورہ کے بارے میں علمائے کرام ومفتیان عظام کیا فرماتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام

آپ کا کفش بردار، عبد المنان ضیائی خادم مدرسہ اسماعیلیہ سنگھارہ ضلع ویشالی

الجواب

(۱) شوہر کو عورت کا دودھ پینا حرام ہے، اس نے ایک حرام کام کیا، البتہ اس کے نکاح میں کوئی فرق نہ ہوا وہ بدستور اس کی بیوی ہے۔

(۲) اگر پستان منہ میں لیا ہو تو یہ شہوت ہی سے ہوگا، لڑکی تو اس پر حرام تھی ہی اس کی ماں اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، اس پر لازم ہے کہ اس کو ہمیشہ کے لیے اپنے سے علیحدہ کردے۔

(۳) شوہر کی خدمت کرنے کا حکم عورت کو ہے، مگر اس پر لازم نہیں ہے، عورت اگر کھانا پکانے سے انکار کرے تو شوہر شرعاً اس کو مجبور نہیں کرسکتا۔

(۴) اگر وہ قرض ڈوبا ہوا نہیں ہے یعنی وصول ہونے کی توقع ہے تو زکاۃ واجب ہے، ورنہ نہیں حضور کا فرمان صحیح ہے، آپ کے عمل ہی میں کوئی کوتاہی ہوگی جس کی وجہ سے وہ رقم ڈوبی۔

(۵) اس شخص نے جھوٹ کہا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾[آل عمران: ۱۱۰] تم لوگ بہترین امت ہو لوگوں کو بھلی بات کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔ معلوم ہوا برائی سے روکنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے حدیث شریف میں ہے "من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان "(السنن الکبری: ۲۹۷/۳) جو برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے اگر طاقت رکھتا ہو، ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو یعنی وہ لوگ بے حد ظالم ہوں کہ منع کرنے پر ایذا دینے لگیں تو دل سے اس کو برا سمجھے، اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کی بات بالکل من گھڑت ہے اور رسول ﷺ کے حکم سے اسے کوئی تعلق نہیں۔

(۶) زکاۃ کی رقم تنخواہ میں وصول نہیں کی جاسکتی، اگر پڑھانے والا محتاج و مسکین ہو تو اپنے لیے وصول کرسکتا ہے، یا پڑھنے والے بچے محتاج و مسکین ہوں تو ان کے مصرف میں لائی جاسکتی ہے۔

(۷) اس کا جواب نمبر ۶ سے معلوم ہوا۔

(۸) عوام کی خوشنودی کے لیے جھوٹی تعریف اور غلط بات کی تائید ناجائز ہے، جو امام ایسا کرتا ہے ناجائز و حرام کام کا مرتکب ہے، یونہی فحش اور گالی بکنا بھی حرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ﴾ [الحجرات: ۱۱]

(۹) چالیسواں کا کھانا مالداروں کو کھانا منع ہے، اور اس موقع پر عام دعوت حرام ہے، مسئلہ کی تفصیل اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے رسالہ " جلی الصوت " میں دیکھی جائے۔

(۱۰) لکھ سکتے ہیں مگر عرف یہ ہے کہ یہ کلمات بعد وفات کہے جاتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۲۳ شوال المکرم ۱۴۱۰ھ

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کو اس چچی نے دودھ پلایا، اور اس کی لڑکی سے زید کی شادی لاعلمی میں ہوگئی، ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ زید کی بیوی حاملہ ہے، بچہ ولد الزنا ہوگا یا حلال؟ بینوا توجروا

المستفتی محمد شمس الدین میر گنج ضلع گوپال گنج (بہار)

الجواب

الجواب: صورت مسئولہ میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ وہ دونوں فوراً علیحدہ ہوجائیں اور زید اس کا مہر مثل ادا کرے، اور بچہ کا نسب زید ہی سے ثابت ہوگا، اور وہ زید کا ایسا بچہ ہوگا جو حرام وطی سے پیدا ہوا یعنی اس کو ولد الزنا نہیں بلکہ ولد الحرام کہا جائے گا۔ شامی میں ہے " فی الخانیہ لو تزوج محرمۃ لاحد علیہ عندنا لامام ومہر مثلہا بالغاً ما بلغ " اسی میں ہے " الصحیح انہا شبیہ عقد فیثبت النسب " واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید اور ہندہ دونوں خالہ زاد بھائی بہن تھے، اور آج سے قریب تین سال پہلے ان دونوں کی شادی ہوئی تھی، اب ایک دن آپس میں چند لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ اسی درمیان بات آئی کہ زید تو اپنی نانی کا دودھ پیا تھا، جب کہ شادی کے وقت یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی اور نہ ہی کسی نے یہ بات یاد دلائی کہ زید نانی کا دودھ پیا ہے۔ جب کہ اس کی عمر ڈیڑھ مہینے کی تھی۔ اب لوگ رضاعت ثابت کرنے لگے ہیں تو فی الوقت زید اور ہندہ کو الگ الگ کردیا گیا ہے مگر لڑکی بہت پریشان ہے اور کہتی ہے کہ اگر ہم کو الگ کروگے تو میں خودکشی کرلونگی۔ اس صورت میں ان دونوں کے حق میں قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے؟ تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

آپ کا: عبد القیوم انصاری مولانا آزاد روڈ پر لیس مل کمپاؤنڈ روڈ نمبر ۲۱ سری بازار مدن پورہ ممبئی

الجواب

شریعت مطہرہ میں رضاعت کا ثبوت دو عادل گواہوں سے ہوتا ہے، اگر وہ فاسق ہوں تو اس کی گواہی سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ قاضی خان میں ہے: و لا تثبت الحرمۃ بخبر الواحد عندنا مالم یشہد رجلان او رجل و امرتان۔

احناف کے نزدیک خبر واحد سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ دو عادل مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی نہ دیں۔

مگر سوال میں ذکر کی ہوئی تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ زید کے اپنی نانی کا دودھ پینے کی چرچا شادی بیاہ ہونے کے تین سال بعد ہورہی ہے، حالانکہ ان لوگوں کو یہ گواہی نکاح کے وقت دینی چاہیے تھی تو اور کسی وجہ سے ان چرچا کرنے والوں پر فسق کا الزام نہ ہو تو اس تاخیر کی وجہ سے ان کا فسق ثابت ہے کہ تین سال زید اور ہندہ کو میاں بیوی کی طرح رہتے ہوئے دیکھا۔ حرام کاری ہوتی رہی اور یہ خاموش

رہے۔اشباہ ونظائر میں ہے:

شاهد الحسبة اذا أخر شها دته بغير عذر لا يقبل لفسقه كما فى القنية۔

جن معاملات کی گواہی دینا گواہ پر از خود واجب ہو اس میں گواہ نے جان بوجھ کر بلا ضرورت تاخیر کی تو اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی کہ اس بلا ضرورت تاخیر کی وجہ سے یہ گواہ فاسق ہو گئے۔

پس صورت مسئولہ میں گواہوں کے نااہل ہونے کی وجہ سے حرمت ثابت نہ ہوگی، ہاں اس صورت میں زید ہندہ دونوں یا صرف زید کو ہی دودھ پینے والی بات کا اعتبار ہو کہ زید واقعی اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ فاسد ہوا، اس پر لازم ہے کہ ہندہ کو اپنے سے علیحدہ کرے، اور زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے اس کو اپنے سے الگ کیا۔

اور ہندہ عدت گذار کر کسی دوسرے سے شادی کرے، خود کشی کرنا حرام اور آخرت کے سخت عذاب کا ذریعہ ہے، اور اگر خبر کی صداقت کا اعتبار نہ ہو تب بھی بہتر یہ ہے کہ زید ہندہ کو طلاق دے دے لیکن بے اعتباری کی صورت میں اگر زید ہندہ کو جدا نہ کرے اور دونوں ساتھ ساتھ رہیں تب بھی کوئی حرج نہیں، فتوی یہی ہے کہ وہ میاں بیوی ہیں۔بہار شریعت میں ہے:

کسی عورت سے نکاح کیا اور ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، اگر شوہر یا دونوں اس کو سچ سمجھتے ہوں تو ان کا نکاح فاسد ہے، اور اگر دونوں اس کی بات جھوٹی سمجھتے ہوں تو بہتر جدائی ہے، اور اگر عورت کو جدا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے: اس سے احتیاطا بچنا صرف مرتبہ استحباب میں ہے اور فعل غایت درجہ مکروہ تنزیہی ہے کہ نہ کرے تو بہتر اور کرے تو کچھ گناہ نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۴ / جمادی الاولی ۷۱ھ

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے کسی دوسری عورت کا دودھ پی لیا، وہ عورت رضاعی ماں اور اس کی منجھلی لڑکی جس کے ساتھ دودھ پیا زید کی رضاعی بہن ہوئی اس لڑکی سے زید کا نکاح درست نہیں ہوگا۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس رضاعی ماں کی بڑی لڑکی اور چھوٹی لڑکی سے زید کا نکاح درست ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔بینوا توجروا

محمد رضوان احمد مونگیر مدرسہ مصباح العلوم جھر کی ہزاری باغ مورخہ ۱۸/۶/۶۳ھ

الجواب

زید نے جس عورت کا دودھ پیا وہ زید کی رضاعی ماں ہے، اور اس عورت کی سب لڑکیاں زید کی رضاعی بہنیں ہیں، یہ بات نہیں کہ منجھلی لڑکی نے چونکہ زید کے ساتھ دودھ پیا اس لیے زید پر وہی حرام ہوئی بڑی اور چھوٹی بہن کے ساتھ زید نے دودھ نہیں پیا وہ رضاعی بہنیں نہیں ہوئیں، بلکہ چھوٹی ہو یا بڑی یا منجھلی اس عورت کی سبھی لڑکیاں زید پر حرام ہیں۔قرآن مجید میں ہے: ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾[النساء:۲۳] اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے وہ تم پر حرام ہیں اور تمہاری سب رضاعی بہنیں تم پر حرام ہیں۔فقط عبد العزیز عفی عنہ،

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ۲۰ / صفر المظفر ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح: عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ۶ / ربیع الثانی ۲۵ھ

حرمت مصاہرت کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنے لڑکے بکر کی بیوی کا ہاتھ بری نیت سے پکڑا بکر کی بیوی جھٹک کر ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئی، بستی والوں کو معلوم ہوا تو پنچایت کی، تو زید نے بیان دیا کہ میں نے ٹھیک بری نیت سے ہاتھ پکڑا تھا مگر برا فعل نہیں کر سکا، بکر کی بیوی نے بھی ہاتھ پکڑنے کی تصدیق کی بکر کو اس بیوی سے ایک اولاد بھی ہے بکر اپنی نوکری پر باہر رہتا ہے، اس پر بستی والوں نے کہا کہ یہ عورت بکر کے لیے حرام ہوگئی، بکر کے سسرال والے لڑکی کو اپنے یہاں لے گئے اور بکر کو خبر دے کر بلوایا تو بکر نے جواب دیا کہ اس کا فیصلہ کرونگا اس لیے دریافت طلب ہے کہ از روئے شرع اس کے متعلق کیا حکم ہے، آیا یہ بکر کے لیے حرام ہوگئی اور نکاح سے نکل گئی، اس کے متعلق حکم کے ساتھ حوالہ کتابوں کے صادر فرمائیں فقط اگر نکاح سے نکل جائے تو مہر لینے کا حق ہوگا کہ نہیں؟۔فقط

المستفتی محمد حبیب الرحمن موضع متھورڈا کخانہ تھور ضلع پورنیہ بہار تاریخ ۲۱-۲-۶۶ء

الجواب

بہو کا ہاتھ پکڑنے سے بہو اس کے لڑکے پر حرام ہوگئی، جب کہ ہاتھ پکڑنے کے وقت شہوت ہو، یعنی اگر خسر جوان ہو، اس کا آلہ منتشر ہو جائے اور پہلے سے منتشر ہو تو زیادہ انتشار ہو جائے، اور اگر بوڑھا ہے تو صرف دل کی رغبت اور اشتہاہی حرمت ثابت کرنے کیلیے کافی ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ کپڑا وغیرہ

حائل نہ ہو یعنی جسم کو براہ راست چھوا ہو تو اگر یہ صورتیں مانی گئیں جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو ضرور بکر کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے: "العبرة للشهوة عند اللمس والنظر لا بعد هما وحدها فيهما تحرك الالة اوزيادته اصل ممسوسة بشهوة ولو بشعر على الراس بحائل لا يمنع حرارة ولو كان مانعالا تثبت الحرمة "(فی المحرمات: ٤/٨٧) اور حرمت ثابت ہونے کے بعد عورت نکاح سے نکلتی نہیں، جب تک کہ شوہر یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو علیحدہ کیا یا قاضی تفریق کرے۔ شوہر کو شرعاً ایسی عورت کو علیحدہ کرنا ضروری ہے۔ اسی میں ہے: "بحرمة المصاهرة لا ترتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۴ر رجب ۸۲ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۔۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ہندہ کا نکاح زید سے ہوئے تقریباً تین سال ہوگئے اور زید کو سرعت انزال کی شدید شکایت تھی جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے وطی کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا۔ یہ لگ بھگ ایک سال پہلے کی بات ہے، اس کے بعد علاج ومعالجہ سے سرعت انزال کی شکایت دور ہوئی یا نہیں بہر حال ہندہ قریب چار مہینے سے حاملہ ہے، اور اس وقت اپنے میکے میں ہے ہندہ کی ساس نے اپنے شوہر بکر پر الزام لگایا کہ اس کا اپنی بہو ہندہ سے ناجائز تعلق ہے، اور ہندہ میرے شوہر بکر سے حاملہ ہوئی ہے۔ اور اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے ہندہ کی ساس حلف لینے کے لیے آمادہ ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ ساس کے حلف لے لینے سے بکر پر الزام لگایا ہوا شرعاً ثابت ہوگا یا نہیں؟ نیز الزام کے صحیح ثابت ہونے کی صورت میں ہندہ اپنے شوہر پر حرام ہوگی یا نہیں؟

(۲) حامد کی شادی جمیلہ سے ہوئی جمیلہ سے حامد کے کئی بچے بھی ہیں، ادھر کئی مہینوں سے جمیلہ کی سگی بہن شکیلہ سے حامد کے ناجائز تعلقات ہیں، کئی بار شکیلہ سے حامد کے زنا کرنے کی بھی خبر مشہور ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حامد کے شکیلہ سے زنا کرنے کی صورت میں حامد پر اس کی بیوی جمیلہ شرعاً حرام ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی ایوب الحسن ادری

الجواب

(۱) حرمت مصاہرت کا ثبوت صرف ساس کی قسم کھانے سے نہیں ہوگا۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ [الطلاق:۲]

اگر دو آدمی اس امر کے شرعی گواہ ہوں کہ ہندہ کو اس کے خسر نے شہوت سے چھوا یا اس سے زنا کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگی۔ یا ہندہ اور اس کے خسر اس بات کا اقرار کریں کہ حمل انہیں کا ہے، اور زید بھی اس کی تصدیق کرے۔ اب حرمت صادق ہوگی۔ اور عورت زید پر حرام ہوگی۔ ورنہ نہیں۔

درمختار میں ہے: تزوج بكرا فوجدها ثيبا قالت ابوك فضنى ان صدقها بانت بلامهر والا فلا۔ (فصل فی المحرمات: ٤/٨٦)

(۲) بیوی کی حقیقی بہن سے زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوگی۔ فتاوی رضویہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۳/۴/۵ھ

(۴۔۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) زید نے عابدہ سے ہم بستری کی، عابدہ اپنی لڑکی کی شادی زید سے کرنا چاہتی ہے، عابدہ کا شوہر بکر ہے، کیا عابدہ کی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ جائز ہے؟ اگر نہیں تو کوئی دوسری صورت ہے۔ عابدہ کی لڑکی کا نکاح زید سے کیا جا سکتا ہے؟ آپ تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

(۲) ایک عورت بیک وقت دو مرد بذریعہ نکاح رکھ سکتی ہے؟ جواب سے جلد مطمئن فرمائیں۔

المستفتی محمد اظہار عالم جیتا پورہ دیوریا

الجواب

(۱) صورت مسئولہ میں عابدہ کی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ زنا کرنے والے سے کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔ ہدایہ میں ہے: "ومن زنى بامرأة حرمت عليه امها وبنتها"

زانی پر زانیہ کی ماں اور بیٹی دونوں حرام ہیں۔

(۲) اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ﴾ [الاعراف:۲۸]

بیشک اللہ عزوجل بے حیائی پسند نہیں فرماتا۔

ایک عورت پر دو مردوں کا اجتماع صریح بے حیائی بلکہ دیوثی ہے جسے انسان تو انسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث ہے یعنی خنزیر وہی پسند کرتا ہے۔ حرمت زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے ورنہ پتہ نہ چلے گا کہ بچہ کس کا ہے، اگر عورت سے دو مردوں کا نکاح جائز ہو تو وہی قباحت جو زنا میں تھی عاید ہوگی معلوم نہ ہوگا کہ بچہ کس کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۹ر شوال المکرم ۱۴۰۸ھ

نفقہ کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

گزارش عرض یہ ہے کہ ایک سنی حنفی لڑکی کی شادی ۲۷ء میں مسلم شریعت کے مطابق کانپور میں ہوئی تھی۔ لڑکی رخصت ہوکر اپنی سسرال بدایوں گئی مگر ایک سال کے اندر ہی دونوں فریق میں اختلاف پیدا ہوگیا، اور دونوں الگ ہوگئے اور لڑکی اپنے مائیکہ کانپور واپس آگئی۔ قریب ۷۳ء میں لڑکی نے کانپور کی عدالت میں نان نفقہ کا ایک مقدمہ چلایا۔ لڑکی دوبار مقدمہ جیتی اور مقدمہ لڑکے کے خلاف ڈگری بھی ہوگیا مگر لڑکا کبھی بھی عدالت حاضر نہ آیا اور نہ ہی کانپور میں نظر آیا۔ حالانکہ وہ زندہ ہے۔ عدالت کے ذریعہ چلائی گئی تمام کاروائی کا لڑکے پر کوئی بھی اثر نہیں ہوا۔ لہذا لڑکی نے مجبوراً ۷ سال بعد ۸۲ء میں اپنا مقدمہ عدالت سے اٹھالیا۔ اور لڑکی اتنے لمبے عرصہ سے اپنے مائیکہ میں بیٹھی ہے۔ لڑکی بہت غریب ہے معمولی پڑھی لکھی ہے۔ اپنی بیوہ ماں کا سلائی وغیرہ میں ہاتھ بٹا کر پیٹ پالتی ہے۔ اس کے کوئی بچہ بھی نہیں ہے۔ اس کی دو بڑی بہنیں غیر شادی شدہ ہیں۔ لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکی شرعی طلاق کے بغیر دوسری شادی کرنے سے بہت ڈرتی ہے۔

ان حالات اور واقعات کی روشنی میں لڑکی کی اس کے شوہر سے شرعی علیحدگی اور لڑکی کی دوسری شادی کے بابت شریعت محمدی کیا حکم دیتی ہے۔

حضرت جواب کا منتظر ہوں۔ عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام — آپ کا نیاز مند محمد طاہر کانپور

الجواب

عدم ادائیگی نفقہ کی صورت میں فسخ نکاح کا حکم فقہ حنفی میں نہیں، مگر شدید ضرورت کی صورت میں علماء دوسرے ائمہ کے مسئلہ پر عمل کرنے کی اجازت دیتے ہیں، اور اسی کام کے لیے ہندوستان کے مختلف شہروں میں ادارہ شرعیہ کے نام سے شرعی عدالتیں قائم ہوگئیں ہیں۔ آپ کی موکلہ اگر مجبور ومضطر ہو جس کا فیصلہ مبتلا بہ خود اچھی طرح کرسکتی ہے تو ان شرعی عدالتوں میں سے کسی کی طرف رجوع کرکے اپنا نکاح فسخ کرالے۔ ایک عدالت کا پتہ میں بتائے دیتا ہوں۔ ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ۔

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ ۹ رشوال ۱۴۰۶ھ

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی صاحبزادی ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی تھی بکر نے ہندہ کو طلاق دے دیا، اور مہر کی رقم کے

ساتھ جہیز کی قیمت جوڑ کے واپس دے دیا اور عدت کا خرچ بھی جوڑ کر دیا اب ہندہ وہ سب سامان لے کر باپ کے گھر آئی، اور باپ ہی کے گھر میں عدت گزاری، ہندہ کا باپ اپنے بھائیوں کے ساتھ ہی رہتا ہے تھا اور ان لوگوں کی حالت ان دنوں کچھ تنگدست تھی جس کے سبب سے ہندہ کے روپے خرچ ہوگئے، اور اب ہندہ اور ہندہ کا باپ اپنے بھائی سے ان روپیوں کا مطالبہ کیا تو ہندہ کے چچا نے کہا کہ ہم مہر اور جہیز کے عوض ملنے والا روپیہ تو دیں گے مگر وہ روپیہ جو عدت گزارنے کے بدلے میں ملا ہے اسے نہیں دیں گے، اور ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ ہم عدت کا جو خرچ ملا ہے وہ بھی جوڑ کرلیں گے، وہ رقم کیوں خرچ کیا گیا؟ اگر وہ روپیہ کسی تجارت میں لگا ہوتا تو اس میں اضافہ ہوتا۔ کیا ہندہ کے چچا پر ہندہ کی عدت کا پیسہ بھی واپس کرنا ضروری ہے۔ جب کہ ہندہ نے چچا کے ساتھ رہ کر کھایا پیا کپڑا پہنا اور بیمار ہونے پر علاج بھی ہوا، شرعی کیا حکم ہے۔ واضح اور عام فہم میں جواب عطا فرمائیں۔

المستفتی — محمد منیر الدین موضع گڑھی ضلع گڑھ بہار

الجواب

یہ امر تو واضح ہے کہ وہ ساری رقم ہندہ کی تھی، اب تشریح طلب یہ امر ہے کہ خرچ کرتے وقت کیا صورت حال ہوئی، آیا وہ روپیہ ہندہ سے بطور قرض لیا گیا کہ جب تنگدستی دور ہوگی وہ روپیہ دے دیا جائے گا؟ اس کی تائید ہندہ کے چچا کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ہم مہر اور جہیز کے بدلہ والا روپیہ تو دیں گے اگر بطور قرض نہیں لیا تھا تو دینے پر آمادگی کیسی، یا یہ صورت ہوئی کہ ہندہ کا روپیہ خرچ کرتے وقت اس سے نہ قرض مانگا، نہ اجازت لی، یونہی اپنے اختیار سے اس کا روپیہ خرچ کرڈالا بغیر کسی معاملے کے (لوگوں کے عملدرآمد کو دیکھتے ہوئے اغلبی صورت یہی ہے) ان دونوں صورتوں میں ہندہ کا روپیہ اس کے باپ اور چچا کو ادا کرنا ہوگا کہ بالغہ لڑکی کے مال میں کسی دوسرے کو خواہ والد ہی کیوں نہ ہوں بے اجازت تصرف کا حق نہیں پہنچتا۔ ایسا تصرف غصب ہوگا۔ اور خرچ کرنے والوں کو تاوان دینا ہوگا۔ لڑکی کو جو کچھ کھلایا وہ تبرع اور احسان ہے۔ آخر لڑکی نے بھی تو اسی گھر میں رہ کر اس دوران میں محنت اور کام کاج میں حصہ بٹایا ہے اس کا معاوضہ بھی وہ طلب کرسکتی ہے۔ اور اگر لڑکی نے بطور خود وہ روپیہ خرچ کرنے کے لیے دیا یا باپ چچا وغیرہ نے اجازت لے لی اور اس وقت طرفین سے کسی معاوضہ قرض یا شرکت وغیرہ کا ذکر درمیان میں نہ آیا ہو۔ تو اب یہ لڑکی کی طرف سے تبرع ہوگا۔ اور اس کو کسی رقم کے مانگنے کا حق نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ — ۲۰ ر رجب ۱۴۰۹ھ

(۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید جس کی عمر قریب ۵۵ سال ہے عرصہ سے پینے کھانے میں برابر مشغول رہا کرتا ہے، اور ہر سال رمضان کے مہینے میں مکمل طور سے روزہ نماز پابندی سے ادا کرتا ہے، اسی کے لڑکے لڑکیاں شادی شدہ بھی ہوگئے ہیں، اس کے لڑکوں کی بھی اولاد ہے دن بھر کہیں بھی رہے شام کو گھر پر ہی آکر کھانا وغیرہ کھاتے ہیں، آج کے کچھ عرصہ پہلے نشہ کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس کی بیوی اپنے بھائی کے ساتھ جانے کو تیار ہوگئی، مگر اس کا لڑکا جانے نہ دیا اور حلالہ کے لیے اس کا شوہر تیار ہوگیا مگر بیوی تیار نہیں ہے اور ان کے لڑکے لڑکیاں مزدوری کرکے ماں باپ کا خرچ چلاتے ہیں، اسی مکان میں ان کا بستر وغیرہ سب رہتا ہے آپسی کوئی الگ کی بات نہیں ہے، ایک ہی گھر میں رہنا سہنا سب کچھ ہے اس حالت میں اسلام کیا حکم دیتا ہے جب کہ زید اپنے ناتی پوتا سب کو کھلاتا، اور ضرورت کے ہر سامان بازار سے خرید کر لاتا بھی ہے اس مکان میں میاں بیوی بال بچوں کا رہنا کیسا ہے؟ جب کہ گاؤں کا ماحول بگڑا ہوا ہے اس حالت میں ان کے ساتھ کیا حکم ہے؟ اور عوامی دعوت میں اس کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟ اس کے لڑکے کا کہنا ہے کہ شریعت کا جو حکم ہوگا وہ ہم مانیں گے اور کریں گے چاہے کچھ بھی دنیا کہے اللہ اور اس کے رسول سے ڈر ہے اس کے خلاف نہیں کریں گے۔ جواب بالتفصیل اور صاف تحریر فرمائیں۔ المستفتی محمد غلام مصطفیٰ انصاری چکمانوں عرف درگاہ ضلع مئو

الجواب

درگاہ سے ہی اس قسم کا ایک اور سوال آیا تھا جس میں غالبا یہ تحریر تھی کہ میاں بیوی اپنے بیٹوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر ان میں کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں، اس صورت میں جواب کچھ اور ہوگیا اس لیے اس کا جواب اس کے موافق دیا گیا۔ اب یہ سوال آیا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک کمرہ میں دونوں رہتے ہیں تو یہ صورت ناجائز وحرام طلاق کے بعد عورت اجنبی ہوجاتی ہے، اس کو بے پردہ دیکھنا بات کرنا سب حرام ہوجاتا ہے۔ جو شخص ایسا کرے فاسق معلن ہے اگر وہ منع کرنے سے نہ مانے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کرسکتے ہیں، لیکن یہ حکم ہر فاسق معلن کا ہے جو داڑھی منڈاتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ان کو اسی فعل سے روکا جائے اور نہ مانے تو بائیکاٹ کیا جائے کسی کو سادھنے کے لیے شریعت کے مسئلے کی آڑ لینا اچھا نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

نوٹ:- جب میرے پاس سائل یہ سوال لے کر آیا تو میں نے یہ کہا کہ سوال بدلنے کی صورت میں حکم بھی بدل جائے گا تو اس سے جھگڑا ختم نہیں ہوگا اس لیے بہتر یہ ہے کہ دونوں طرف کے لوگ متفق ہوکر سوال کریں اور دستخط کریں تو میں جواب لکھدوں اس پر اکبر علی کے دستخط کراکے سائل لایا اور یہ جواب

لکھا گیا۔

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے ہندہ کو طلاق دیا۔ زید کے بھائی عمرو نے ہندہ کو بلا کر اپنے پاس اس کو جگہ دے رکھا ہے جب کہ ہندہ سے زید کے دو لڑکے بھی ہیں۔ عمروان بچوں کو سکھاتا ہے کہ کہدو میں تو اس کو (ہندہ) یہیں رکھونگا۔ لہذا عمرو کہتا ہے کہ میں اپنے پاس رکھ کر کھانا پینا کرونگا۔

ایسی صورت میں ہندہ کا طلاق کے بعد بھی اس گھر میں آنا جائز ہے کہ نہیں؟ جب کہ زید اور ہندہ سے مقدمہ بھی بہت مدت سے چلتا ہے اور کہتے ہیں کہ عمروان بچوں کو سکھا کر کہہ دو کہ میں لاکر رکھونگا۔ سمجھانے پر جواب دیتا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں دکھاؤ اس کا آنا جائز ہے یا ناجائز؟ لہذا اس بات پر میں اصلاح چاہتا ہوں۔

المستفتی: شاہ ٹیلر سراج الدین مقام بجھگاواوں بازار۔ بانس گاؤں گورکھپور

الجواب

آدمی نے جس عورت کو طلاق دے دیا تو جب تک عورت عدت میں ہے شوہر کو حکم ہے کہ عورت کو اسی مکان میں رہنے دے۔ جس میں عورت شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ﴾[الطلاق:٦]

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں تم رہو اپنی طاقت بھر اور ان پر ضرر اور تنگی نہ کرو۔ اس بات کو فقہا نے یوں بیان کیا۔ شوہر کی موت یا اس سے فرقت کے وقت عورت جس مکان میں تھی اس میں عدت پوری کرے۔ گھر سے باہر نہیں جائے گی۔ (عالمگیری)

نہ عدت بھر شوہر اس کو گھر سے نکال سکتا ہے۔ البتہ طلاق بائن کی صورت میں شوہر اور عورت میں پردہ ہو۔ عورت اب اجنبیہ ہے اور اجنبیہ سے تنہائی جائز نہیں۔ اور اگر مکان میں تنگی ہو، اور اتنا نہ ہو کہ دونوں الگ الگ رہ سکیں تو شوہر اتنے دن تک مکان چھوڑ دے (درمختار) ظاہر ہے کہ یہ حکم صرف عدت تک کے لیے ہے۔ عدت ختم ہوجانے کے بعد نہ شوہر اس کو اپنے ساتھ گھر میں رکھ سکتا ہے نہ شوہر کے بھائی کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کو اپنے ساتھ رکھے۔ کہ وہ عورت اب دونوں کے لیے اجنبی ہے۔ اور غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنا ناجائز وحرام ہے۔ اس سلسلہ میں چند آیتیں اور حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

مسلمان مردوں سے فرمادو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور

مسلمان عورتوں کو حکم کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالیں۔ (قرآن پاک)

اے نبی اپنی ازواج اور صاجزادیوں اور مومنین کی عورتوں کو فرمادو۔ کہ اپنے اوپر اوڑھنیاں لٹکالیں (قرآن)

عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے۔ (حدیث شریف)

یعنی عورت کا سامنا اور اس کا واپس ہونا دونوں ہی فتنہ وآزمائش ہے۔

اجنبی عورتوں پر نگاہ پڑ جائے تو فوراً ہی اپنی نگاہ پھیر لو۔ (حدیث شریف)

عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانک کر دیکھتا ہے۔ (حدیث شریف) یعنی پرائی عورت کو دیکھنا شیطان کا کام ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ جب مرد غیر عورت کے ساتھ اکیلا ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ (حدیث شریف) حضور ﷺ نے غیر عورتوں کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔ ایک صاحب نے پوچھا دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دیور کو اپنی بھابھی کے ساتھ غلط کاری کے بہت زیادہ مواقع ہیں۔ اور سوال میں مذکور ہے کہ دیور اپنے بھائی کی مطلقہ کو بلا کر اپنے ساتھ رکھنے اور اس سے کھانا پینا کرنے کی بات کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنی سابقہ بھابھی اور حال اجنبیہ سے بات چیت بھی کرے گا۔ اس کو بار بار دیکھے گا بھی۔ اور اس کے ساتھ تنہائی میں بھی رہنا ہوگا۔ پس اگر بھائی کی ضد میں عمر اس غیر عورت کے ساتھ واقع ان ممنوعات شرعیہ اور معصیت کاری میں مبتلا رہتا ہے تو وہ کس درجہ گناہ کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ اپنے بھائی کو اذیت بھی دے رہا ہے کہ ایک ایسی عورت کو جو اس کے بھائی کو عرصہ سے مقدمہ میں پھنسا کر پریشان کر رہی ہے۔ اس کو گھر میں پناہ دے کر بھائی کو اذیت پہنچا رہا ہے۔

پس اگر وہ عورت اب بھی صحبت کے لائق ہو۔ تو اس کو بلا کر گھر میں رکھنا بلا شبہ ناجائز وحرام ہے۔ ہاں اگر میاں بیوی دونوں ناکارہ اور بوڑھے ہوں اور میاں بیوی میں فرقت ہوگئی۔ اور ان دونوں کی اولاد ہو جن کی جدائی انہیں گوارہ نہ ہو تو دونوں دو علیحدہ علیحدہ کمروں میں اجنبی بن کر رہ سکتے ہیں۔ میاں بیوی کی طرح نہیں۔ (درمختار)

مگر سوال کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ زید تو اس سے نفرت ہی کرتا ہے۔ لڑکوں کو بھی اس سے کوئی خاص رغبت نہیں۔ جبھی تو انہیں ورغلانے کی ضرورت پڑی کہ تم باپ کے خلاف کہو کہ ہم ماں کو اسی گھر

میں رکھیں گے۔ اگر یہی واقعہ ہو تو اس کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ عمر اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو ۱۰ ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

میرا لڑکا مقصود علی جس کی شادی ہم نے چودہ سال کی عمر میں کر دی تھی، وہ دہلی رہتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً گھر بھی آتا ہے۔ اس دوران اس کے دو بچے بھی ہوئے اور اس کی بیوی برابر سسرال میں رہتی رہی۔ ادھر پانچ سال وہ گھر نہیں آیا۔ دریافت سے پتہ چلا اس نے دلی ہی میں کسی دوسری عورت سے شادی کر لی ہے۔ اور اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دیا ہے۔ ہم نے اپنی بہو (مطلقہ مقصود علی) سے دوسری شادی کے لیے بہت اصرار کیا۔ کہ تم کب تک بیٹھی رہوگی۔ لیکن وہ دوسری شادی کے لیے تیار نہیں۔ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ ہمارے گھر ہی میں رہنا چاہتی ہے۔ ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ رہ سکتی ہے یا اس کو ہمارا گھر چھوڑنا ضروری ہے؟

رحمت علی گرام دھرم سنگھواں ضلع سنت کبیر نگر

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ عورت ضرور اپنے بچوں کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں البتہ گھر کے دیگر افراد کے لیے وہ بمنزلہ اجنبی ہے تو اس کا خیال اور احتیاط طرفین پر لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو ۲۵ ر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق دی اور مہر بھی ادا کر دیا ہے، مگر خرچہ عدت نہیں دیا ہے، اب لڑکی کے والدین تمام سامان کے طلبگار ہیں جو جہیز وغیرہ میں دیا تھا، نیز خرچہ عدت کے طالب ہیں اور زید کے والد نے جو لڑکی کو زیورات وکپڑے وغیرہ دئے تھے، وہ سب لڑکی کے پاس موجود ہے، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کے والدین کا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟ تحریر فرمایا جائے۔

المستفتی: محمد سلیم، مہر پور محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ

الجواب

جہیز جو لڑکی کا باپ دیتا ہے اور زیور وسامان جو شوہر کی طرف سے لڑکی کو ملتا ہے، اس کا دارومدار عرف پر ہے، کیونکہ دیتے وقت عام طور سے لوگ نہ تو اپنی مراد بیان کرتے ہیں، نہ اس پر گواہ قائم کرتے

یونہی دے دیتے ہیں اور لوگ رسم ورواج کے مطابق سمجھ لیتے ہیں، چنانچہ اس کالحاظ شرع نے بھی کیا، کتب فقہ میں اس قسم کے جھگڑوں میں بیوی اور میاں کے درمیان فیصلہ دیتے وقت مذکور ہوا۔" القول فیها قول المرأة لان المتعارف فی ذلك ان یرسله هدیة "دوسری جگہ ہے:"اقول : ینبغی ان یکون القول فی غیر النقود لها للعرف المستمر "۔اور ہمارے دیار کا عرف یہ ہے کہ جہیز میں کچھ چیزیں تو خاص دولہا کو دی جاتی ہیں، جیسے شادی کے وقت انگوٹھی برات کے وقت آنگن میں روپیہ وغیرہ وہ تو دولھا کا ہوگا لیکن سامان خانہ داری عورت کا ہے اور اسے ملنا چاہیے، اسی طرح شوہر کی طرف سے جو زیور عورت کو دیے جاتے ہیں وہ تو عاریۃ صرف پہننے کے لیے دیا جاتا ہے، پھر واپس لے لیا جاتا ہے، کسی بھی نزاع کے وقت ۔بقیہ کپڑا یہ بطور ملک دے دیا جاتا ہے پس شوہر کو زیور تو ضرور ملیگا مگر کپڑا وغیرہ نہیں۔عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو مالداروں جیسا اور دونوں غریب ہوں تو غریبوں جیسا اور ایک مالدار ہے، دوسرا غریب تو درمیانی درجہ کا۔درمختار میں ہے:"و یختلف ذلك یسارا و عسارا وحالا وبلدا "اور یہ بات تو جانبین کے پنچ باہم طے کرلیں کہ زمانہ کو دیکھتے ہوئے خرچہ کی مقدار کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم — عبد المنان اعظمی، مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵ صفر ۸۲ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ — الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ،

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسمی چھتروشاہ ولد جان علی شاہ ساکن موضع سرائے قاضی اعظم گڑھ نے یہاں آکر یہ بیان دیا۔ کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں، اب دوبارہ حلالہ کرکے میں اس کو رکھنا نہیں چاہتا۔لیکن میرے بچے کئی ایک ہیں چھوٹے بچوں کی نگہداشت مشکل ہے۔اس لیے میں اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ میں اس بیوی سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔نہ اس کا سامنا ہوگا۔نہ بات چیت بلکہ میں کبھی بھی گھر کے اندر نہیں جاؤں گا۔اگر شریعت کی طرف سے صرف یہ اجازت ہو کہ وہ گھر میں میرے بچوں کے ساتھ رہے۔میں جو کچھ جنس سامان لاؤں بچوں سے بھجوادوں اور اندر سے اس کا پکایا ہوا کھانا میں کھالوں۔اس کے علاوہ میرا اور اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

الجواب

اگر چھتروشاہ مذکور اپنی اس قسم اور قرار کے موافق کرے تو اس کی مطلقہ اس بچوں کیساتھ گھر میں رہ سکتی ہے اور یہ اس کا پکایا ہوا کھانا کھاسکتا ہے۔شرعا اس میں کوئی قباحت نہیں۔لیکن اس بات کی اس کو دوبارہ تاکید کی جاتی ہے کہ اس کو اپنے کیے ہوئے عہد پر حرفا حرفا عمل کرنا ضروری ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، ۵/صفر۔

عورت سے علیحدہ رہ کر اس کے ہاتھ کا کھانا کھاسکتا ہے۔جواب صحیح ہے۔عبد العزیز عفی عنہ،

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

عرصہ سات سال کا ہوتا ہے، مساۃ سہیم النساء کا نکاح مسمی مرتضی کے ساتھ ہوا، اب تقریبا ایک ماہ ہوتا ہے کہ مرتضی نے طلاق دے دی ہے۔اس وقت سہیم النساء حمل سے ہے۔سہیم النساء کا باپ رخصت کرانے گیا مگر مرتضی کے گھر والوں نے آنے نہیں دیا، وہ کہتے ہیں کہ یہیں پر عدت گزارے گی، سہیم النساء کا وہاں پر کوئی دوسرا عزیز اور رشتہ دار نہیں ہے آیا سہیم النساء اپنی سسرال میں عدت گزار سکتی ہے سہیم النساء اپنے باپ کے یہاں رہنا چاہتی ہے۔اور نان ونفقہ شوہر پر واجب ہوگا کہ نہیں؟ فقط

شہادت علی، ساکن پچسا ملنا پور محمد آباد گوہنہ اعظم گڑھ ۳/ربیع الاول ۸۰ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں عدت کا نفقہ ضرور شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔فتاوی قاضی خان میں ہے" المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا او بائنا او ثلاثا حاملا كانت المرأة او لم تكن۔(فصل فی نفقة المعتدة: ۱/ ۶۶۳) عدت طلاق گزارنے مکان اور خوراک دونوں کی مستحق ہے طلاق رجعی ہو یا بائن، یا مغلظہ ہو عورت پر ضروری ہے کہ عدت شوہر کے مکان پر ہی گزارے۔قرآن عظیم میں ہے:﴿ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ ﴾[الطلاق:۱] اے نبی لوگوں سے فرمادو کہ جب عورتوں کو طلاق دو تو عدت کیلیے طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔نہ تو عدت میں تم عورتوں کا ان کے رہنے کے گھروں سے نکالو نہ وہ خود نکلیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، دار العلوم اشرفیہ ۳/ربیع الاول ۸۰ھ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ — الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ

(۹-۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلوں کے بارے میں کہ

(۱) زید کی بیوی ہندہ ایک ہفتہ کی اجازت لیکے میکے گئی آج تقریبا ۵/ماہ ہوئے انتہائی کوششوں کے بعد نہیں آئی، مجبورا زید نے اسے طلاق مغلظہ دے دی ایسی صورت میں ہندہ عورت کا خرچہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

(۲) جہیز میں جو سامان لڑکی کا باپ اپنی طرف سے دیتا ہے، عموما یہی کہا جاتا ہے کہ لڑکے کو ملا

ہے حقیقۃً وشرعاً سامان لڑکے کا ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) عورت کا شوہر کیساتھ رہنے سے انکار اگر کسی شرعی عذر سے نہیں اور اسی وجہ سے شوہر نے اسے طلاق دی ہے تو ضرور وہ عورت عدت کا نفقہ نہیں پائے گی، ہاں اگر طلاق کے بعد شوہر کے گھر آکر رہے تو نفقہ کی مستحق ہوگی۔ عالمگیری میں ہے:"لا نفقة لها ما لو نشزت فطلقها ثم تركت النشوز فلها النفقة"

(۲) سامان جہیز کے بارے میں قدیم سے یہی رواج رہا ہے اور آج بھی یہی ہے کہ وہ لڑکی کا ہوتا ہے، شوہر کا اس میں کوئی حصہ نہیں لڑکی کا باپ بھی دے کر واپس لینا چاہے تو واپس نہیں لے سکتا۔

عالمگیری میں ہے:" جهز بنته و زوجها ثم زعم ان الذي دفعه اليها ماله و كان على وجه العارية عندها وقالت هو ملكي جهزتني به او قال الزوج ذلك بعد موتها فالقول قولهما دون الاب" (فصل فی جهاز البنت: ۱/ ۴۱۵) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی زندگی میں شوہر کو اس میں کوئی اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، دارالعلوم اشرفیہ۔

جو سامان جہیز میں لڑکی کو ملتا ہے، لڑکی اس کی مالک ہوتی ہے، شوہر اس کا مالک نہیں ہاں شوہر کو جو سامان ملے گا اس کا وہ مالک ہوگا۔ الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی منکوحہ مومنہ کو چار پانچ سال تک نان ونفقہ نہ دیا لڑکی کے والدین تنگ آکر طلاق طلب کیا طلاق کے بجائے زید نے اقرار نامہ لکھ دیا۔ کہ اب سے مومنہ کو کوئی تکلیف پہنچاؤں۔ یا ماروں یا گھر سے نکالوں۔ یا روٹی کپڑا نہ دوں۔ تو یہی تحریر اس کے حق میں تین طلاق تصور کیا جائے۔ ۱۹/۱۰ اکتوبر ۵۵ سے اب تک نان نفقہ بند کر رکھا ہے۔ لڑکی میکے میں ہے۔ گناہ واقع ہونے کا ڈر ہے۔ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور طلاق ہونے کی صورت میں عدت کب سے شمار ہوگی؟

تاج محمد مدرسہ انوار العلوم حسین پور اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ نان نفقہ نہ دینے پر زید نے تین طلاق معلق کیں اور نان نفقہ نہ دیا تو طلاق تین پڑ گئیں۔ اور نان نفقہ کا حساب چونکہ ماہانہ ہوتا ہے۔ اس خرچ کو روکنے کے ایک ماہ بعد سے

طلاق گنی جائے۔ اس کے بعد اگر تین حیض آگئے ہوں تو عدت بھی پوری ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، ۲۴ر شعبان ۷۸ء، الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۲-۱۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید عاقل بالغ کا نکاح خالدہ عاقلہ بالغہ سے ہو چکا ہے۔ زید بارہ سال سے خالدہ کی رخصتی چاہتا ہے اور نہ اس سے زن وشوہر کا تعلق ہی رکھتا ہے اور نہ ہی نان ونفقہ دیتا ہے، ہر چند اہل برادری اور چند دوسرے لوگوں نے زید کو سمجھایا، لیکن وہ کسی کی بھی نہیں سنتا ہے اور نہ طلاق ہی دیتا ہے اور لڑکی کو ہمہ وقت فتنہ وگناہ کبیرہ میں مبتلا ہوجانے کا قوی خطرہ ہے۔

(۲) خالد عاقل وبالغ کا نکاح زبیدہ عاقلہ وبالغہ سے ہوئے عرصہ چھ سال ہوگیا، یہ بھی ہے کہ نہ لڑکی پہنچانا چاہتے ہیں اور نہ نان ونفقہ دیتے ہیں اور نہ طلاق ہی دیتے ہیں، عورت بالغہ ہے کیا کیا جائے؟

المستفتی عبدالرشید، ہزاری باغ ۹/۵/۵۹ء

الجواب

زید وخالد اپنی اس غیر شرعی حرکت اور اپنی عورتوں پر ظلم کی وجہ سے سخت گنہگار ہوئے، ان پر لازم ہے کہ اپنی عورتوں کے تمام حقوق ادا کریں یا ان کو خوش اسلوبی سے طلاق دے دیں۔ قرآن عظیم میں ہے:﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[البقرة:۲۲۹] یا تو بھلائی کے ساتھ اپنی عورتوں کو رکھو یا خوبصورتی سے طلاق دیدو۔ دوسری جگہ فرمایا:﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾[النساء:۱۲۹] لیکن جب تک شوہر طلاق نہ دے عورت دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتی ہے، پنچوں اور اہل برادری کو چاہئے کہ ایسے ظالموں کا بائیکاٹ کریں اور ان پر اتنا دباؤ ڈالیں کہ وہ یا تو خوش اسلوبی کے ساتھ رکھیں یا طلاق دے دیں اگر زبردستی بھی ان سے طلاق دلوائی گئی، جب بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔ ہدایہ میں ہے:" طلاق المكره واقع "۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، مبارکپور اعظم گڑھ ۱۹ر ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

(۱۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید تین بھائی ہیں ایک بڑا جو نابینا ہے، ایک چھوٹا ہے، زید منجھلا ہے۔ زید کے والد نے بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی کو گھر سے نکال دیا۔ اور زید کو تاکید کیا کہ ان دونوں بھائیوں کو اگر گھر میں جگہ دیا تو ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں ہمارے خلاف ہیں اور زید کے نام مکان لکھ دیا ہے۔ لیکن زید اچھی طرح جانتا ہے کہ نابینا بھائی کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ والد صاحب کوئی غلط بات کہتے ہیں، تو وہ

دونوں بھائی جواب دے دیتے ہیں۔ چھوٹا بھائی تو دوسری جگہ چلا گیا ہے، اور نابینا بھائی دوسروں کے دروازہ پر ٹکروں کا محتاج ہے۔ زید چاہتا ہے کہ بھائی کو کچھ عنایت کرے تو باپ کے عتاب کا ڈر ہے۔ اور اس کی خواہش ہے کہ نابینا بھائی کو اس کا حق دے دیا جائے۔ معذور بھائی کی اگر میں پرورش کردوں تو شرعاً کوئی جرم نہیں اور ایسے باپ کا کیاں حکم ہے؟ محمد حفیظ الرحمٰن بمبئی

الجواب

صورت مسئولہ میں باپ کا نابینا بھائی کو الگ کردینا جائز نہیں۔ کہ معذور ہونے کی وجہ اس کا نان و نفقہ باپ کے ہی ذمہ ہے۔ درمختار میں ہے:" وكذا تجب لولده الكبير العاجزعن الكسب كانثیٰ مطلقا وزمن "(۵/۲۷۱) شامی میں ہے:" والمراد ههنا من به يمنعه عن الكسب كعمى وشلل "(۵/۲۷۱) اس لیے اگر زید اپنے نابینا بھائی کو اس کا حق دے دے تو شرعاً کوئی جرم نہیں۔ اور باپ کی نافرمانی نہ ہوگی کہ: " لا طاعة لمخلوق فی معصية الله " اور چھوٹا بھائی اگر خود کما سکتا ہے تو اس کا نفقہ باپ کے مال میں واجب نہیں۔ یوں تو اس کی اعانت بہرحال صلہ رحمی ہے۔ حدیث شریف میں ہے :"صل من قطعك واعف عمن ظلمك " اور جب باپ نے اپنا مکان زید کے نام لکھوادیا تو اس کو نابینا بھائی یا جس کو چاہے دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۶ ربیع الثانی ۸۱ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اور اس کی بیوی ہندہ میں کچھ نا اتفاقی ہوگئی بات جب زیادہ بڑھ گئی تو زید کی بیوی نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ یہاں کسی حال میں نہیں رہیں گے تم ہم کو طلاق دے دو، زید نے کہا یہ لفظ کیوں بولتی ہے چپ رہے مگر وہ نہ مانی، بضد ہوگئی تو زید غصہ میں آکر اس کے مجبور کرنے پر تین طلاق دے دیا، بعدہٗ وہ اپنے میکے میں چلی گئی، اب اس کے گھر والے دین مہر کے لیے پریشان کررہے ہیں، دریافت یہ کرنا ہے کہ زید نے طلاق اپنی مرضی سے نہیں دیا بلکہ بار بار ضد اور مجبور کرنے پر طلاق دیا۔ ایسی صورت میں زید پر دین مہر ادا کرنا لازم ہے کہ نہیں؟ دوسرے اس کے عدت کا خرچ بھی زید پر ہے کہ نہیں تیسرے ایک سال کا لڑکا ہے اس کا خرچ کس پر ہوگا سب باتوں کا جواب عنایت فرماکر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالوہاب ظہر الحسن کلکتہ

الجواب

صورت مسئولہ میں دین مہر عدت کا خرچہ اور لڑکے کی پرورش کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہوگا، یہ سب قرآن عظیم کا مضمون ہے:﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[النساء:٤] ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ﴾[البقرة:٢٣٣] اگر یہ زید کو نہ دینا تھا تو پہلے ہی عورت سے معاف کرالیتا یا اسی شرط پر طلاق دیتا کہ عورت سب معاف کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۹۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیا، اور طلاق کی تحریر قاضی سے لکھوا کر ہندہ کے پاس بھیجا، اور دوسری لڑکی سے زید کے والد نکاح کرنا چاہتے ہیں، اور قاضی کا کہنا ہے کہ جب تک زید کے والد ہندہ کا مہر نان ونفقہ ادا نہ کریں گے میں نکاح نہیں پڑھا سکتا۔ یہ قاضی کا کہنا درست ہے یا نہیں؟ اس کا خلاصہ تحریر کیا جائے۔ محمد اخلاق اعظمی

الجواب

بلاشبہ زید پر اپنی مطلقہ بیوی ہندہ کا مہر اور عدت کا خرچہ واجب ہے۔ قرآن عظیم میں ہے :﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[النساء:٤] اگر زید اسے نہ دے تو ہندہ اس کو ہر طرح وصول کرنے کی مجاز ہے، اور زید اس کو نہ دے کر گنہگار ہوگا، قاضی اگر مہر اور نفقہ دینے کے لیے کہتا ہے اچھا کرتا ہے، نکاح ثانی البتہ مہر کی ادائیگی پر موقوف نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۰؍جمادی الآخر ۹۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے محلہ کے ماسٹر جو کہ شادی شدہ تھے، اور ان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی اور بیوی بھی ہے۔ ان کے باوجود وہ ہمارے محلہ کی ایک لڑکی سے محبت ہوجانے کی وجہ سے لڑکی کی ماں و دیگر وارثاں نے ان کے ساتھ پنچایت میں بیٹھ کر شادی اور نکاح کردیا، اور وہ لوگ خوشی بخوشی میاں اور نئی بیوی دونوں کا دن ہمارے محلہ میں گذارا ایسے سال بھر گزر جانے کے بعد نان ونفقہ لے کر اختلاف پیدا ہوگیا جو کہ طلاق کا

معاملہ لے کر روانہ ہوا جو ذیل میں درج ہے، انگریزی تاریخ ۴؍۹؍۰۷ بستی کے پنچ اور ماسٹر یہ لوگ بیٹھ کر اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اسی موقع پر ماسٹر صاحب کی نئی بیوی اور انکے وارث آکر پنچایت سے فریاد کیا کہ ماسٹر سے ہی ہماری لڑکی کا نکاح کر دئے تھے لیکن وہ نان ونفقہ نہیں دینے کی وجہ اور اسی پریشانی میں ہماری مدد پر رہتی ہے تو ہم اور ہماری لڑکی دونوں چاہتے ہیں کہ ماسٹر سے پنچایت میں بیٹھ کر طلاق دلا دیں، لڑکی طلاق لینے کے واسطے برابر پنچایت سے زور لگا رہی ہے کہ میں شوہر سے یعنی ماسٹر سے طلاق لینا چاہتی ہوں مجھے میرا فیصلہ کر دو تب پنچایت نے غور وخوض کے بعد ماسٹر سے طلاق لینا چاہا، لیکن وہ طلاق دینے سے انکار کر دئے پھر پنچایت نے ماسٹر پر زور لگایا اور اسی موقع پر دھن کے بھائی ایک ڈنڈا لے کر ماسٹر کو پیٹنے اور اس کے وارث سب لے کر اس کو بار بار چھڑائے کہ تو ابھی طلاق دے ورنہ پٹائی کھائے گا تب ماسٹر خوف زدہ ہو کر پنچایت کے لوگ اور لڑکی کے وارثاء جیسے چاہے اپنی مرضی کے مطابق ماسٹر سے طلاق نامہ لکھا لیے اور زبان سے بھی اقرار تین مرتبہ کرا لیے، لیکن اس زبانی اقرار طلاق نامہ لکھ دینے کے واسطے ماسٹر کا بالکل خواہش نہیں تھا جو کہ ان سے طلاق لکھوایا اور اس کے کچھ دن بعد ماسٹر نے دیگر لوگ اور ان پنچایت کے روبرو بستی کے کچھ آدمی کے پاس فریادی ہونے کی وجہ وہ لوگ دوسری مرتبہ اس کے بارے میں پنچایت کئے جو کہ پہلی پنچایت کے روبرو لڑکی اور لڑکے سے پوچھنے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ لڑکی خود اپنی زبان سے کہے کہ میں بالکل اس کے پاس نہیں رہوں گی اور اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی ہوں مجھے طلاق دلوا دو، لیکن ماسٹر ناراض ہے میں طلاق نہیں دوں گا۔ اس پر علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

سوال:۔ (۱) طلاق جو کہ زبردستی لیا گیا ہوا کہ نہیں؟۔ (۲) لڑکی طلاق لینے کے واسطے زور لگاتی ہے اور لڑکا ناراض طلاق دینے کو تیار نہیں تو اس کا کیا حال ہوگا؟۔ (۳) اگر چہ طلاق ہو گیا تو دین مہر واجب ہے یا نہیں؟۔ (۴) ماسٹر کی طرف سے ایک لڑکا آٹھ ماہ کا ہے اس کا حال کیا ہوگا؟۔ (۵) لڑکی شوہر سے اخراجات پا سکتی ہے یا نہیں؟۔

ماسٹر شیخ تبارک اور لڑکی کے وارث جلال الدین بھائی۔

الجواب

جب ماسٹر صاحب سے زبردستی طلاق کے الفاظ کہلائے گئے تو طلاق ہو گئی۔ ہدایہ میں ہے:" طلاق المکرہ واقع'' عورت مہر بھی پائے گی اور عدت کا خرچ بھی۔ بچہ جب تک اپنے سے کھانے پینے اور پیشاب پاخانہ کے لائق نہ ہو جائے اس کی پرورش کا حق ماں کو رہے گا، اور ماسٹر صاحب سے لڑکے کی پرورش پر خرچہ وصول کرے گی۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء:۴]

ہدایہ میں ہے:'' اذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنیٰ فی عدتها "(۲/۴۲۳) نیز ہدایہ میں ہے:" اذا وقعت الفرقة فی الزوجین فالام احق بالولد والنفقة علی الاب "(باب حضانة الولد:۲/۴۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ — الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں جہاں آرا خاتون ولد شیخ فہیم اللہ موضع گنگاڈیہ پوسٹ ہلدی پوکھر ضلع سنگھ بھوم کی رہنے والی ایک بے سہارا اور بے مددگار عورت آپ سے چند سوالات کا فتویٰ چاہتی ہوں، آج سے قریب پانچ سال قبل میری شادی ایک ضعیف شخص جس کی عمر قریب پینسٹھ سال کی ہے ہوئی تھی، اس کی طرف سے دو بچے بھی ہیں، کس طرح سے زندگی گزر رہی تھی لیکن آج قریب ڈیڑھ سال عرصہ ہوا ہے کہ وہ میری طرف سے بدظن ہو کر گھر چھوڑ کر جمشید پور میں رہنے لگے ہیں اور میری دیکھ بھال کھانا خوراک کچھ بھی نہیں دیتے ہیں، اس گرانی کے دور میں بڑی مشکل سے میں اپنے دونوں بچوں کے ساتھ گزر بسر کر رہی ہوں، اس گاؤں کے پنچایت کے لوگوں نے چاہا تھا کہ کسی طرح معاملہ کو سلجھا دیا جائے، اور وہ یعنی میرا شوہر یہیں پر رہیں وہ رہنے کے لیے تیار بھی ہوئے اور تین روز تک یہاں رہے اس درمیان میں وہ مجھ سے ہمبستر ہونا چاہا تو میں نے قسم دلایا اگر تم ہم سے ہمبستر ہوگے تو اپنی لڑکی پر زنا کرو گے اور اگر ہم تم سے ہمبستر ہوں گے تو اپنے باپ سے زنا کریں گے؟ اس کے بعد وہ گھر چھوڑ کر چلے گئے، ایسی صورت میں بتائیں کہ میرا نکاح برقرار ہے کہ نہیں؟ پھر کیا میرا نکاح برقرار ہے اس کا کیا فتویٰ ہے، جلد از جلد جواب سے نوازیں۔ میں آپ کی احسان مند رہوں گی۔ فقط والسلام ایک بے کس وبے سہارا عورت جہاں آرا خاتون

الجواب

صورت مسئولہ میں سائلہ کا نکاح برقرار ہے، شوہر سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہوگا شوہر کو البتہ چاہیے کہ با قاعدہ اس کو رکھے، اور اس کا کھانا خرچہ دے یا پھر طلاق دے دے اس طرح چھوڑ رکھنا بڑا گناہ ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ [النساء:۱۲۹] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳۰ محرم ۹۱ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۹۔۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حضرت النساء اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں بلا اجازت اپنے میکے چلی گئی، اور اب تک وہیں ہے اس عرصہ میں شوہر نے بار بار کوشش کی وہ میرے پاس چلی آئے، لیکن وہ نہیں آئی، اس صورت میں کیا حضرت النساء اس زمانہ کے نان ونفقہ کی مستحق ہے۔

(۲) اگر اس حالت میں حضرت النساء کو اس کا شوہر طلاق دے دے تو کیا عدت کے دنوں کے اخراجات شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ بینوا توجروا۔ محمد فصیح الدین خاں مجورتال ضلع اعظم گڑھ

الجواب

(۱) برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں نفقہ کی مستحق نہیں۔ درمختار میں ہے:" ولا خارجة من بيته بغير حق "(۵/۲۲۷)

(۲) نہیں، ہاں اگر وہ عدت شوہر کے گھر میں آکر گزارے تو نفقہ واجب ہوگا۔ عالم گیری میں ہے:" وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله" (كتاب الطلاق: ۱/۶۵۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵ رشوال المکرم ۹۱ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ادریس نے اپنی بیوی زبیدہ کو حالت حمل میں طلاق دیا، مہر اور خرچہ دے دیا چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا، ادریس نے اپنے بچے کو تقریباً سال بھر کے بعد طلب کیا تو وہ لوگ اس بچہ کی پرورش کے عوض میں رقم کثیر طلب کر رہے ہیں۔ امر طلب یہ ہے کہ شرع کی روشنی میں اس بچہ کی پرورش میں لوگوں کو کتنا مال دیا جائے گا۔ المستفتی: نذیر احمد، چریاکوٹ پوسٹ چریاکوٹ اعظم گڑھ

الجواب

شریعت میں نفقہ کی کوئی میعاد مقرر نہیں ہے۔ بچہ کی ضرورتوں اور باپ کی حالت کو دیکھ کر چند دیانت دار حضرات جو مقدار مقرر کردیں وہی دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۲ رجب ۹۲ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۲۔۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیا، ہندہ بغیر عدت گذارے اپنے میکہ چلی گئی اور زید کے دو

لڑکے ہیں جس میں ایک کی عمر تقریباً ۵ رسال اور دوسرے کی تین سال ہے، زید نے چاہا کہ اپنے لڑکوں کو اپنے پاس رکھے لیکن لڑکا اپنی یا اپنی ماں کی مرضی سے اپنی ماں (ہندہ) کے ساتھ رہتا ہے، اب صورت بالا میں ہندہ کی عدت کا نان ونفقہ اور لڑکے کی پرورش کا کل خرچہ زید پر ہوگا یا نہیں؟ اور زید کے نہ دینے پر از روئے شرع مجبور کیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

(۲) زید کے رہتے ہوئے زید کے لڑکے اپنا حق طلب کریں تو کیا وہ زید کی موجودگی میں حق و وارث بن سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو نمازی مسجد میں پہلے آیا، اور پہلی صف میں جگہ لی تو اس کو ایک اونٹ کے برابر اور دوسرے کو گائے کے برابر علی ھذا القیاس۔ اگر مانا کہ صحیح ہیں تو وہ حدیث پاک کس طرح ہے۔ سائل میاں عبد الواحد عرف گاما موضع وپوسٹ نگر ضلع سارن چھپرہ

الجواب

(۱) چونکہ ہندہ عدت کے درمیان زید کے گھر سے چلی گئی اس لیے نان ونفقہ پانے کی مستحق نہیں ہے، ہندہ اگر دوسری شادی نہ کرے اور بچوں کی کما حقہ نگہداشت کرے تو سات سال کے ہونے تک اس کی پرورش کا حق ہندہ کو ہے، اور پرورش کا خرچ بھی زید سے لے سکتی ہے۔

(۲) ہرگز نہیں۔ وراثت اسی حق کا نام ہے جو مورث کے مرنے کے بعد ثابت ہوتا ہے۔

(۳) یہ حدیث شریف بخاری شریف میں ہے، کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور ترتیب وار سب کا نام لکھتے ہیں تو جو سب سے پہلے آیا اس کی مثال ایسی ہے جیسے اونٹ کا صدقہ کیا پھر جو اس کے بعد آیا گویا گائے قربان کیا پھر جو اس کے بعد آیا گویا دنبہ قربان کیا پھر جو اس کے بعد آیا گویا مرغ کا صدقہ کیا پھر اس کے بعد جیسے انڈا خدا کی راہ میں دیا، اور جب امام خطبہ پڑھنے لگتا ہے تو فرشتے پر سمیٹ کر خطبہ سننے لگتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۰ رجب ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا تو مہر کے علاوہ اس وقت گرانی کے زمانے میں شرعاً یا رواجاً عدت کتنی دینا چاہئے جس میں تین ماہ تیرا دن گذار سکے اور شادی کے پہلے یا شادی کے بعد جو زیور بیوی کو

دیا ہے بعد طلاق وہ زیور شوہر کا ہے یا کچھ بیوی کا بھی حق ہے؟ بینوا وتوجروا

عریضہ محمد یوسف، علی نگر مورخہ ۶ ذی القعدہ ۱۹۸۸ھ

الجواب

عدت کا خرچ مقرر کرنا مفتی کا کام نہیں، یہ تو میاں بیوی کے پاس پڑوس میں رہنے والے جانیں یہ خیر خواہ دین دار پنچوں کا کام ہے، کہ وہ دونوں کی حالت پر نظر رکھتے ہوئے کوئی ایسی رقم مقرر کریں جسے وہ عدت بھر صرف کر سکے۔ عدت تین حیض ہے مہینہ سے نہیں۔ اس اطراف میں جو زیور عورتوں کو دیتے ہیں صرف پہننے کے لیے مالک نہیں بناتے ہیں، پس طلاق کے بعد اسے شوہر ضرور واپس لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

غلام نبی اپنی بیوی شمس النساء کو اپنے مکان میں چھوڑ کر پردیس چلے گئے۔ اور شمس النساء اپنے میکے چلی گئی۔ پانچ ماہ بعد بچی پیدا ہوئی، اس کی دیکھ ریکھ شمس النساء کے والدین نے کیا۔ بچی دو ماہ کی ہوئی تو شوہر غلام نبی پردیس سے واپس آیا اور شمس النساء کو اپنے گھر لے گیا۔ اور دو سال کے بعد شمس النساء کو طلاق دے دی۔ اب غلام نبی کا کہنا ہے کہ میرا حصہ شمس النساء کے میکے کے زیور میں ہے۔ اور بیوی کا حصہ اس کے زیورات اور اس کی مہر میں ہے۔ سوال یہ ہے کہ شمس النساء کا قول صحیح ہے؟ اور بچی کی پیدائش میں والدین کا جو خرچ ہوا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟

جعفر بابو مبارک پور محلہ صوفی۔

الجواب

شمس النساء کے میکے کے زیور میں نہ تو غلام نبی کا کوئی حصہ ہے۔ نہ اس کی بچی کا کوئی حصہ ہے۔ ہاں شمس النساء کے انتقال کے بعد البتہ وہ بچی بھی ایک وارث ہوگی فی الحال غلام نبی کو پورا مہر اور عدت کا خرچہ دینا ہوگا۔ بچی کی پیدائش کے اخراجات اس پر نہیں ہیں جو دائی کو بلائے اس پر ہیں، مطلب یہ ہے کہ موجودہ صورت میں شوہر ذمہ دار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا پہلی بار زید ہندہ کو رخصت کرا کر لایا، ہندہ دس روز زید کے گھر رہی چونکہ پہلی بار آئی تھی جیسے بھی رہی گھر والوں نے کوئی دھیان نہ دیا ہندہ دس دن کے بعد اپنے میکہ چلی گئی پھر کچھ دنوں کے بعد اس کو رخصت کرا کر گھر لایا گیا (زید) باہر گیا دوسرے ہی دن سے اس نے رونا دھونا شروع کر دیا اور کچھ کہنا شروع کیا کہ ہم یہاں نہیں رہیں گے مجھے میرے ماں باپ کے یہاں پہنچا دو، گھر والے پریشان ہوئے اور جب یہ کہا کہ تمہارے ماں باپ کو یہاں بلا دیا جائے تو وہ اس پر راضی نہیں ہوئی اور یہی کہا کہ مجھے یہاں رہنا نہیں ہے، اور خالد (اپنے باپ) کے یہاں خط لکھوایا کہ اگر ہم کو آپ لوگ لے کر نہیں چلتے تو میں زہر کھا لوں گی، یہ سن کر اس کے میکہ والے آئے اور اس کو بہت سمجھایا مگر وہ کسی کی نہ مانی اور اس پر مصر رہی کہ میں یہاں نہیں رہوں گی، بار بار لوگوں نے پوچھا کہا اگر یہاں کوئی تکلیف ہے تو بتاؤ، مگر نہ تو اس کو کوئی تکلیف تھی اور نہ بتائی اور جب کہ اس کے میکہ والوں کو یہ یقین ہو گیا کہ اس کی اس حرکت سے یہاں جتنی لوگوں کی بے عزتی ہو رہی ہے اور وہ اس پر بضد ہے کہ میں یہاں نہیں رہوں گی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا یہاں سے طلاق ہو جائے تو ان لوگوں نے زید کے گھر والوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا ایسا ہوا تو ہم سب کو تباہ کروا دیں گے اور مقدمہ کر کے زندگی بھر لڑینگے۔

اور آخر کار وہ لوگ ہندہ کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور اب بھی برابر دھمکی دے رہے ہیں۔ اور ادھر جب اس کی حرکت زید کو معلوم ہوئی تو اس نے یہ طے کر لیا کہ اس کو کسی حالت پر نہیں لانا ہے، اور اپنے ماں باپ پر یہ زور ڈال رہا ہے کہا، گر آپ لوگوں نے ان حالات کے تحت شرعی طور پر یہ معلوم کریں کہ اگر ایسی حالت میں شرع مجھے اجازت دیتی ہے کہ ایسی عورت جو کہ اپنے شوہر اور ساس سسر کا کوئی خیال نہ کرے، اور سب کو بے عزت و رسوا کرے کیا شریعت یہ اجازت دیتی ہے کہ اس کے جملہ حقوق جو ہم پر عائد ہوئے ہیں دے کر اس سے چھٹکارا لے سکوں؟ ایسا کرنے میں شرعاً مجرم تو نہ ہوں گا؟ اگر میں ایسا کر لوں تو گھر واپس آ سکتا ہوں، ورنہ میں مر جانا پسند کرونگا مگر آپ لوگوں کو منہ نہ دکھاؤں گا۔

ہمیں امید ہے کہ آپ حالات کے مدنظر اس کا جو شرعاً جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے لڑکا اور اس کے گھر والے دیندار ہیں جب کہ لڑکی کو دین سے کوئی لگاؤ نہیں، غیروں میں رہ کر انہیں کے رہن سہن اور اور بات بیوہار کی عادی ہے اور عام طور پر دوسرں سے میل جول اس کا شیوہ ہے بصورت علحدگی شرعاً اس کے حقوق ہیں وہ بھی تحریر کر دیں کرم ہوگا۔

المستفتی، والدہ محمد احمد ساکن سہوا ضلع گورکھپور

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں زید طلاق دے دے تو شرعاً کوئی جرم نہیں "بل یستحب موذیة او تارکة الصلوة" (در مختار: کتاب الطلاق: ٤/ ٣١٥) اوراس سے بڑی ایذا کیا ہوگی کہ ہندہ زید کے پاس رہنے پر تیار نہیں اور اجنبیوں سے میل جول رکھتی ہے۔

اور ہندہ جتنے دن شوہر کے گھر نہ رہی اتنے دن کے نفقہ کی حقدار نہیں۔ بہار شریعت میں ہے عورت شوہر کے یہاں سے ناحق چلی گئی تو نفقہ نہیں پائیگی مہر کی ضرور مستحق ہے۔ مگر جب وہ اپنے سے خود انکار کرتی ہے تو حکم یہ ہے کہ مہر کے بدلے وہ شوہر سے طلاق لے لے، اور عدت کا خرچہ تب پائیگی کہ عدت شوہر کے یہاں گذارے، یہ بات اور ہے کہ اس دوران زید اور ہندہ میں کوئی تعلق نہیں رہے گا، عدت کے بعد وہ جہاں چاہے جاسکتی ہے، اس کے علاوہ عورت کے میکہ والے زور زبردستی اور مقدمہ بازی سے جو وصول کریں گے گنہگار ہونگے اور شرعاً ان کو لینا جرم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۹ شوال ۱۴۱۵ھ

(۲۸) **مسئلہ:** کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ابھی حال ہی میں سپریم کورٹ نے ایک مقدمہ شاہ بانو بنام محمد احمد میں فیصلہ دیا کہ ایک مطلقہ بیوی کو اپنے شوہر سے عدت کے ایام کے علاوہ ساری عمر یا اپنی دوسری شادی ہونے تک نان ونفقہ اور گزارہ پانے کا حق حاصل ہے، اس فیصلہ کے خلاف کافی شور برپا ہے۔ اور تحریک بھی جاری ہے کہ یہ فیصلہ شرع کے خلاف ہوا ہے۔ حضرت اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں، امید ہے کہ آپ مجھے ضرور جواب دیں گے۔ والسلام

آپ کا خیر اندیش محمد طاہر ایڈوکیٹ کانپور مکان نمبر ۱۴۰/۴۴ نئی سڑک کانپور ۲۰۸۰۰۱

الجواب

بے شک یہ فیصلہ شریعت اسلامی کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۳ ربیع الاول شریف ۱۴۱۶ھ

(۲۹) **مسئلہ:** کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی شادی ہوئی، سن بلوغ سے پہلے قریب عمر نو سال کی تھی، اور جس کے ساتھ شادی ہوئی اس لڑکی کی عمر قریب دو سال کی تھی، شیر خوار بچی، نیز شادی ہوئے قریب چھ سال کا عرصہ گذر گیا زید کی زوجہ زبیدہ خاتون بنت عبدالعزیز، سن بلوغ کو زید پہنچا تو اپنی زوجہ کو ناپسند کردیا اور دوسری شادی کرلی، نیز

زبیدہ مشتہاۃ بھی نہیں نیز اسوقت تک لڑکی کسی لائق نہ تھی جس سے زید اپنے وطن لاکر اپنی ضروریات پوری کرائے، اب قریب زید کی شادی اول گیارہ سال ہوگئی، اور شادی دوم دو یا تین سال ابھی تک زبیدہ اپنے شوہر کے گھر کی چوکھٹ نہ دیکھی، اور زید نے اپنی زوجہ کو اچھی طرح سے نہ دیکھا نہ ملنے کا موقع ملا نہ کبھی بات ہوئی ہے زید کہتا ہے کہ وہ لڑکی راضی وخوشی سے طلاق لے، اس لیے کہ وہ میرے لائق نہیں ہے، قد کے اعتبار سے زید بہت زیادہ کم ہے۔

زبیدہ کے والد عبدالعزیز صاحب کا کہنا ہے کہ جب سے شادی ہوئی اسی وقت سے لڑکی کا نان نفقہ تم سے لینا ہے، نیز مہر وعدت خرچ سب جوڑ کر لے لینا ہے، مسئلہ ھذا میں کیا شریعت کی رو سے اس کو پورا مہر دین اور عدت خرچ اور گیارہ سال کا نان نفقہ زید پر واجب ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

بکر کہتا ہے کہ فاسق کی اذان واجب الاعادہ ہے اس کی ادائیگی نہ ہوگی، جواب عنایت فرمائیں بغیر داڑھی والے کی اذان ہوگی یا نہیں؟ اس کی اذان پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز کہتا ہے کہ رومال باندھ کر نماز نہیں ہوگی جب تک کہ سر میں تین مرتبہ نہ لپیٹ لے کپڑا دستی رومال سے نماز نہ ہوگی سر میں باندھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد کلیم الدین شمسی

الجواب

(۱) جب تک شوہر کے لائق نہ ہو اس کا خرچہ شوہر پر واجب نہیں، بہار شریعت میں ہے عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو۔

(۲) طلاق دینے کی صورت میں مہر آدھا واجب ہوگا، کیونکہ میاں بیوی میں ملاپ نہیں ہوا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ [التوبة: ٢٢٧]

(۳) اور عدت کا خرچ بھی جب ہی ملے گا کہ طلاق کے بعد عدت سسرال میں گذارے، بہار شریعت میں ہے شوہر کے گھر میں سے چلی جانے والی عورت کو طلاق دیا تو عدت کا نفقہ نہیں پائیگی۔

(۴) بکر کی بات صحیح ہے بہار شریعت میں ہے مخنث وفاسق کی اذان مکروہ ہے ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔

(۵) تین پیچ سے کم رومال باندھ کر نماز مکروہ ہوگی، بکر کا یہ کہنا کہ ہوگی نہیں صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۹ شوال ۱۴۱۵ھ

(۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

ہندہ کی شادی اول ۱۹۵۵ء میں زید کے ساتھ ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد ہندہ نے الزام لگایا۔ کہ زید نامرد ہے، اور ۱۹۷۰ء میں طلاق لے لی، جس کی وجہ سے ہندہ کو مہر وعدت کے خرچ کے علاوہ جہیز کا سامان وغیرہ نہ مل سکا، پھر زید نے دوسری شادی کرلی جس سے کئی بچے ہیں۔ ہندہ نے دوسری شادی ۱۹۷۵ء میں بکر سے کرلی نوسال کی مدت میں ہندہ بکر کے پاس تقریبا ۶/ ماہ رہی۔ اب تقریبا چھ سال سے وہ اپنے میکے میں ہے۔ اور اس بار ہندہ نے اپنے بوڑھے خسر پر الزام تراشی کی، بکر ہندہ کو لوانے کے لیے گیا مگر ہندہ نے ہر بار بہانہ بازی سے کام لیا، آخر میں تنگ آکر بکر نے بھی ہندہ کو طلاق دے دیا۔

از راہ کرم تحریر فرمائیں کہ صورت مسئولہ میں بکر پر مہر وعدت اور جہیز کے سامان کی واپسی لازم ہے یا نہیں؟ چونکہ ہندہ کے پاس سونے کے زیورات تھے۔ جس کو فروخت کرکے بکر نے کاروبار میں لگادیا جس کی قیمت اس وقت ۳۱۰۰ اکتیس سو روپے تھے۔ اب موجودہ شرح کے مطابق ۱۳۲۰۰ سو روپے کا ہے، اور کچھ چاندی کے زیور ہندہ کی موجودگی میں چوری ہوگئے۔ جب کہ وہ بکر کے گھر ہی تھی۔ ایسی صورت میں زیورات کی رقم کس صورت میں واپس کرے۔ بینوا توجروا

المستفتی ولی محمد تیز پور آسام

الجواب

ہندہ جب عدت کے ایام میں بکر کے یہاں رہی نہیں۔ تو اس پر عدت کا خرچ واجب نہیں۔

عالم گیری میں ہے: وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله۔

اور جہیز کا سب سامان بھی عورت کو ملے گا۔ کہ اس کو باپ بھی واپس نہیں لے سکتا جس نے اسے دیا ہے۔ عالم گیری میں ہے: لو جهز ابنته وسلمه اليها ليس له في الاستحسان استرداده منها وعليه الفتوى۔

اور ظاہر یہی ہے کہ شوہر نے خود ہی طلاق دی ہے۔ خلع یا طلاق کے معاوضہ کا کوئی سوال درمیان میں نہ تھا۔ ورنہ سوال میں ضرور مذکور ہوتا تو مہر بھی واپس کرنا ہوگا۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء:٤]

عورتوں کا مہر خوش دلی سے ادا کرو۔ زیور عورت سے جیسا لیا ہے۔ اتنے ہی وزن ویسا ہی دینا ہوگا۔ تنویر الابصار میں ہے: وكان عليه مثل ماقبض۔ جیسا لیا تھا ویسا ہی واپس کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۱ رجمادی الاولی ۱۴۰۵ھ

(۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میری بیوی کو اسکے بھائی بلانے کے لیے آئے، اور ہماری مرضی کے خلاف انکار پیہم کے باوجود لوا کر چلے گئے، اور بیوی بھی بچوں کے ساتھ منع کرنے کے باوجود چلی گئی۔ ایسی صورت میں عورت کی نافرمانی کا شرع میں کیا حکم ہے اور پھر بار بار بلانے کے باوجود نہیں آئی۔ ان حالات میں جب کہ عورت میکے میں رہتی ہے بیوی اور بچے کے خرچ کی ذمہ داری کیا شوہر کے ذمہ ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالصمد ولید پور اعظم گڑھ ۱۷ر فروری ۱۹۸۵ء

الجواب

ہر ہفتہ میں ایک بار اپنے والدین کے پاس دن بھر کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی جا سکتی ہے، اگر یہ جانا ایسا ہی تھا تو عورت پر کوئی وبال نہیں۔

عالم گیری میں ہے: وقيل لايمنع من الخروج الى الوالدين في كل جمعة مرة۔

اسی طرح اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آگئی ہو کہ اس کے میکے جانے پر شرعا ممانعت نہ ہو اور جانا ضروری ہو تو جا سکے گی۔ اسی میں ہے: فان كانت قابلة او غاسلة او كان لها حق على الاخر اوللاخر عليها تخرج بالاذن وبغير الاذن۔ (كتاب الطلاق: فصل في السكنى: ١/٦٦٢)

اور بلا وجہ گئی یا جا کر بلا ضرورت رہ گئی اور شوہر راضی نہ تھا تو گنہگار بھی ہوئی اور نافرمان بھی، اور شوہر پر ان ایام کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔ جتنے دن باہر رہی۔ واپس آئی تو نشوز ختم ہوگیا۔ اور نفقہ دینا ہوگا۔

عالم گیری میں ہے: وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه۔ (كتاب الطلاق: ١/٦٥١)

بچے کے خرچ کی ذمہ داری شوہر پر بہر حال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، دار الافتاء شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۹ رجمادی الاولی ۱۴۰۵ھ

(۳۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی بیوی کو دو عورتوں کے سامنے طلاق دی۔ طلاق دینے کے بعد زید کے لڑکوں نے زید سے قطع تعلق کرلیا۔ کسی طرح کا تعاون نہیں کرتے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور زید کی بیوی زید کے مکان میں رہنے کی حقدار ہے کہ نہیں؟ اور زید کے لڑکوں کو زید کی جائداد سے حق وحصہ لینے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: صغیر احمد امجد نگر گھوسی

الجواب

سائل کا بیان اگر سچ ہے کہ "زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی" تو زید کی عورت پر طلاق واقع ہوگئی چاہے کسی کے سامنے طلاق دیا ہو یا تنہائی میں عورت وہاں موجود رہی ہو یا نہ رہی ہو۔

طلاق کے بعد زید کی بیوی زید سے مہر مقررہ عدت کے خرچہ اور عدت بھر اسی مکان میں رہنے کا حق رکھتی ہے۔ عدت گزرنے کے بعد زید پر خرچہ اور سکونت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ ہاں اگر زید کے لڑکے اپنی ماں کو ساتھ رکھنا چاہتے ہیں اور زید اس کے لیے راضی ہو تو عورت عدت کے بعد اس گھر میں بچوں کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ اپنے شوہر سے اس کا سامنا یا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے لیے اب وہ ایک اجنبی عورت ہے۔ یہ سارے مسائل آیات قرآنی سے ثابت ہیں۔

زید کے بچوں پر ماں باپ دونوں کی اطاعت وفرمانبرداری، خدمت واحترام، ان کی مدد واستعانت ضروری ہے۔ ان کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک کا حکم ہے۔ قرآن میں ہے: ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ [الاسراء:٢٤]

ماں اور باپ کے لیے بازو جھکاؤ اور اللہ سے درخواست کرو: یا اللہ تو ان پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے ہمیں بچپن میں پالا۔ بچوں نے زید سے قطع تعلق کر کے نافرمانی کی ہے۔ انہیں اپنے والد سے معافی مانگنی چاہیے۔ اور انہیں خوش رکھنا چاہیے اور زید کو بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اگر وہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہتے ہیں تو یہ اس نیک کام میں روڑہ نہ بنے۔ رہ گیا جائداد میں حقدار ہونے کا سوال تو اپنی زندگی بھر زید اس کا مالک ہے۔ زید کے انتقال کے بعد اس کے سبھی لڑکے اور لڑکیاں جو زندہ ہوں اس کے حقدار ہوں گے چاہے فرمانبردار ہوں یا نافرمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو کیم ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(۳۳-۳۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید کے دو بچے جس میں سے ایک کی عمر سات سال دس ماہ اور دوسرے کی عمر ایک سال ہے اور کسی وجہ سے زید اور ہندہ زوجین میں جدائی ہوگئی اب تقریباً چار سال سے ہندہ اپنے میکے مع دونوں بچوں کے رہ رہی ہے اپنی مرضی سے، اب امر طلب یہ ہے کہ دونوں بچوں اور ہندہ کا خرچ زید کے ذمہ واجب ہوگا کہ نہیں؟

(۲) زید کے نکاح کے وقت جواب اس جملہ کے ساتھ قبول کرایا اور یہی جملہ نکاح پر بھی لکھا کہ میں مبلغ ڈھائی ہزار روپیہ ۱۲ اشرفی سکہ رائج الوقت کے عوض میں آپ کی زوجیت میں دیا نقد اشرفی کے

ساتھ سکہ رائج الوقت کا کیا معنی ہوگا نیز۔ اشرفی کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار وزن کیا فی زمانہ ایک اشرفی کی کیا قیمت ہوگی۔ بینوا توجروا

السائل محمد مختار عالم انصاری

ڈگواڈیہ نمبر ۱۰ اسلام پور بستی پوسٹ جبل پور ضلع دھنیا مورخہ ۲۰ رنومبر ۱۹۹۲ء

الجواب

ہندہ کا خرچ تو نہیں بچوں کا خرچہ باپ کے ذمہ ضرور واجب ہوگا۔

اشرفی اور مہرہ سونے کا سکہ جس کی ایجاد اشرفی نامی بادشاہ ایران کے وقت ہوئی جس نے سب سے پہلے دس اشرفی وزن کا طلائی سکہ چلایا تو آج دس ماشہ سونے کا جو دام ہو وہی اس کی قیمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(۳۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، بعد ازاں اس کی بدچلنی کی بنیاد پر زید نے ہندہ کو طلاق دے دیا اور اس کی عدت اور بچہ کی ایام رضاعت کا بھی خرچ ادا کر دیا، مگر اس کے باوجود بھی ہندہ نے کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا اور کورٹ کی جانب سے بھی زید کو خرچ ادا کرنا پڑا، مگر ہندہ کہتی ہے کہ مجھے بچی کی شادی اور میری پوری زندگی کا خرچ چاہیے کیا ہندہ کا خرچ مانگنا درست ہے؟ کیا زید کے اوپر ہندہ کی پوری زندگی کا خرچ واجب ہے۔

المستفتی محمد فاروق مقام بھیما کول۔ ہونسے پور اعظم گڑھ

الجواب

مطلقہ عورت کی عدت کا خرچ شوہر پر واجب ہوتا ہے۔

ہدایہ میں ہے: "اذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنىٰ في عدتها" (۴۲۳/۲)

مرد نے اپنی عورت کو طلاق مغلظہ دی تب بھی جب تک وہ عدت میں ہے۔ شوہر کے گھر میں شوہر سے الگ رہے گی۔ اور عدت کا خرچ بھی شوہر پر واجب ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: "للمطلقة الثلث النفقة والسكنى"

جس عورت کو طلاق ثلثہ دی گئی اس کی رہائش اور عدت بھر کا خرچ شوہر پر ہے۔

اس حدیث اور ہدایہ سے ظاہر ہے کہ صرف عدت بھر کا خرچ اور رہائش کا حق عورت کو ہے۔ عدت کے بعد اخراجات کا مطالبہ شرعاً درست نہیں۔

ہدایہ میں ہے: "لان النفقة جزاء الاحتباس كل من كان محبوسا بحق مقصود كانت نفقته عليه اصله القاضي والعامل في الصدقات" (اولین: باب النفقة: ۴۱۷/۲)

عورت نے مرد کے لیے اپنے کو شوہر کے گھر رہنے کا پابند بنایا تو شوہر پر اس پابندی کے بدلہ میں عورت کا خرچ واجب ہوا۔ ایسا ہی مہر پابندی کا معاوضہ ہے جس طرح قاضی اور حاکم یا زکاۃ وصول کرنے والے کا خرچ قوم کے مال سے دے دیا جاتا ہے۔ اس قاعدے کا تقاضہ یہ ہے کہ جب تک عورت شوہر کی پابند رہے اس کا خرچ ہے اور جب پابندی ختم ہوگئی تو خرچ بھی ساقط ہوگیا۔ عدت تک عورت شرعاً شوہر کی پابند ہے تو صرف عدت تک کا خرچ بھی پائے گی۔ اس کے بعد شوہر پر خرچ قانون شرع کے اعتبار سے واجب نہیں۔

ماں کو بچی کی پرورش کا حق نو سال تک ہے۔ عدت کے دوران نہ تو دودھ پلانے کا معاوضہ پائے گی نہ پرورش کا کوئی معاوضہ پائے گی۔ البتہ عدت کے بعد مدت رضاعت بھر دودھ پلانے کا معاوضہ بھی لے سکتی ہے اور لڑکی کی پرورش کا خرچ بھی لے سکتی۔ مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد دودھ پلانے کا معاوضہ نہیں ملے گا مگر بچی کی پرورش کا معاوضہ اور بچی کا خرچ بھی دینا پڑے گا۔

درمختار میں ہے: "الام والجدة احق بها (بالصغيرة) حتى تشتهى وقدر بتسع وبه يفتى،
(جلد۲ ص۶۴۰ ملخصا)

لڑکی کی پرورش کی ماں وہ نہ ہو تو نانی و دادی۔ لڑکی کی عمر ۹ سال کی ہونے تک زیادہ مستحق ہیں۔

اور ہدایہ میں ہے: "وان استاجرها وهى زوجته او معتدته لترضع ولدها لم تجز لان الارضاع مستحق ديانة" (باب النفقة: ۲/ ٤٢٤)

اور ردالمحتار میں ہے: "ان الحضانة كالرضاع أى فى أنها لا اجر للام فيها لومنكوحة او معتدة والا فلها الاجرة من مال الصغير ان كان له مال ولو لا فمن مال ابيه" (۵/ ۲۱۱)

اگر شوہر نے اپنی بیوی یا مطلقہ کو جو ابھی طلاق کی عدت میں ہے۔ بچے کے دودھ پلانے پر اجیر رکھا تو یہ ناجائز ہے کہ دودھ پلانا تو عورت پر شرعاً حق ہے۔

شامی میں ہے: کہ پرورش کے معاوضہ کا بھی یہی حال ہے۔ ہاں عدت کے بعد پرورش اور دودھ پلانے کا معاوضہ پائے گی۔ اور بچی کا خرچ بھی اس کو ملے گا۔ اور بچی نو سال کی ہوجائے تو اس کا والد اس کو ماں سے لے کر اپنے پاس رکھے گا۔ درمختار میں ہے: "بلغت الجارية مبلغ النساء ان يكن بكرا ضمنها الاب الى نفسه" (ج۲ ص۶۴۱)

بچی عورت ہوگئی وہ غیر شادی شدہ ہے تو باپ اس کو اپنے پاس رکھے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ماں کا مطالبہ بچی کی شادی کے اخراجات اور اپنی پوری زندگی کے اخراجات

کے بارے میں خلاف شرع اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۵ر جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ

(۳۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کا عقد ہندہ سے ہوا تھا بعدہ ہندہ سے نا اتفاقی کی بناء پر زید نے اسے طلاق مغلظہ دے دیا۔ ہندہ کے بطن سے زید کی ایک لڑکی تولد ہوئی۔

لہذا از روئے شرع فقہائے احناف کے نزدیک زید پر اس بچی کی کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے حکم سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: مبارک حسین ٹکلیا ڈانڑ بیل گھاٹ گورکھپور، ۸ر جمادی الاخری ۱۴۲۰ھ ۱۹ر ستمبر ۱۹۹۹ء

الجواب

بچہ ماں کی پرورش میں ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح یا عدت میں ہو۔ تو پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی۔ ورنہ اس کا معاوضہ بھی لے سکتی ہے۔ اور دودھ پلانے کی اجرت اور بچہ کا نفقہ بھی۔
(بہار شریعت ہشتم ص ۱۴۲)

اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ عورت بچہ کو دودھ پلاتی ہے اور اس کی پرورش کرتی ہے۔ اور بچہ کے پہننے کا کپڑا۔ اور کچھ کھانا ہو تو کھانے کا سامان۔ تو عورت کو عدت کے اندر پرورش اور دودھ پلانے کا معاوضہ نہیں ملے گا۔ اور عدت کے بعد پرورش دودھ پلانے کا معاوضہ اور بچہ کا خرچہ یہ سب عورت کو ملے گا جس کی مقدار انصاف کے ساتھ مسلمانوں سے مقرر کرائی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۳ر رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

حسن معاشرت کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے اپنی بیوی سے لڑائی جھگڑے میں کہہ دیا کہ میں تم کو کبھی ماروں گا، میں قسم کھاتا ہوں کہ تم کو چھوڑ دوں گا، آج بتاریخ ۱۷ر ذی الحجہ کو زید نے اپنی بیوی کو مارا ہے، اب زید کی بیوی زید کے ساتھ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور قسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فقط والسلام

عبدالسبحان اسلام پورہ عرف پرتی گھوسی اعظم گڑھ

الجواب

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ عورتوں کو جانوروں کی طرح پیٹنے سے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی لازم آتی ہے، مسلمان اپنی اس جہالت سے رسول گرامی کو بھی ناراض کرتا ہے اور دوسرے مذہب والوں کی نگاہ میں اسلام اور مسلمان کو ذلیل کرتا ہے مسلمانوں کو تو اب اس جہالت سے باز رہنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سوال میں جو کچھ لکھا ہے ٹھیک یہی ہے کچھ ردوبدل نہیں کر رہا ہے تو زید کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ حموی میں ہے: الفعل لا یتم بمجرد النیة۔

صرف شبہ اور ارادہ اور وعدہ سے طلاق نہیں پڑتی اور چھوڑ دونگا طلاق کا وعدہ ہے، ہاں اگر یہ کہا کہ چھوڑا اور اپنے پاس رکھ لیا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا قسم کا کفارہ دس مسکین کو کھانا کھلانا اور یہ نہ ہو سکے تو تین دن لگاتار روزے رکھنا ہے۔

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنی بیوی کے پاس وطی کرنے کی غرض سے گیا تو اس کی بیوی نے انکار کردیا، اور مزید یہ کہا کہ تم اپنی ماں سے وطی کرو تو ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا ایسی عورت کو عقد میں رکھنا درست ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: آفاق عالم مقام وپوسٹ بسن پور شاہ پور ہاٹ ضلع دیناجپور

الجواب

ایسی عورت دریدہ دہن ہے اس کو تنبیہ بلکہ ضرورت ہو تو ہلکی مار بھی ماری جاسکتی ہے، ایسی عورت کو نکاح میں باقی رکھنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ نہ اس قول سے اس کے نکاح میں کوئی خلل آیا۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة: ۲۳۷]

نکاح کی گرہ تو مرد کے ہاتھ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو

(۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے اپنی بیوی کو قریب ڈھائی سال سے اپنے سے علیحدہ کرکے بیوی کو اس کے میکے میں چھوڑ رکھا ہے، اور بار بار کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو نہیں رکھوں گا اور نہ ہی طلاق دے رہا ہے بیوی کو رکھنے سے بھی انکار کرتا ہے اور طلاق بھی نہیں دے رہا ہے بیوی بہت پریشانی سے میکے میں دن گزار رہی ہے، ایسے حالات میں وہ عورت کیا کرے اس کے لیے مذہب اسلام کیا راستہ بتلاتا ہے جواب دیں عین

کرم ہوگا۔ المستفتی: خادم محرم علی اشرفی

الجواب

شریعت میں نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں دی گئی ہے اس لیے شوہر کی طرف سے کوئی دوسرا آدمی طلاق نہیں دے سکتا۔ سوال میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر سائل کا بیان صحیح تو خدا اور رسول کا سخت مجرم۔ خدا اور بندے دونوں کے حقوق میں گرفتار اور عذاب الٰہی کا مستحق ہے ایسے ظالموں سے زبردستی بھی طلاق لی جاسکتی ہے تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کریں جب تک کہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۰؍رجب ۱۴۰۹ھ

(۴-۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زوجین کے گھر والوں کے درمیان کسی بنا پر کشیدگی چل رہی تھی، ایسی صورت میں شوہر نے اپنی منکوحہ کو روزانہ میکے جانے پر پابندی لگادی۔ اس مصلحت کے تحت کہ روزانہ تم کو میکے جانے سے ہمارے گھر میں مزید انتشار پیدا ہو رہا ہے۔ منکوحہ پر عائد پابندی کے ٹھیک پانچویں دن منکوحہ کا بھائی اپنی بہن کے سسرال آیا اور اپنی بہنوئی سے مخاطب ہو کر کہا۔ موجودہ صورت حال کے پیش نظر غلط فہمی کا شکار ہو کر آپ نے میکہ جانے پر پابندی کیوں لگادی؟ بعدہ اپنی بہن سے مخاطب ہو کر کہا: تم یہاں رہنا چاہتی ہو کہ نہیں؟ بہن نے جواب میں کہا: نہیں۔ بھائی نے کہا پھر اپنا سامان لے کر میرے ساتھ چلو۔ اس پر منکوحہ کے شوہر نے کہا۔ طرفین کی بات سن کر لے جانے کا فیصلہ کریں۔ پھر منکوحہ کے بھائی نے کہا: فیصلہ کس بات کا میری بہن یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ اب آپ میری بہن کو طلاق دیں یا اپنی شادی کرلیں یا معلق رکھیں۔ میری بہن کا یہاں قدم دوبارہ آنے والا نہیں ہے۔ اور نہ ہم اپنے قول سے پھرنے والے ہیں، کیونکہ ہم تھرڈ گریٹ کے آدمی نہیں ہیں، کہتے ہوئے اپنی بہن کو اپنے ہمراہ لے کر اپنے گھر آگئے۔ (شوہر کی اجازت کے بغیر)

(۲) دوسرے دن منکوحہ کا بھائی اپنی بہن اور دیگر بھائیوں کے ساتھ پھر علی الصباح حاضر ہوگئے اور بہنوئی سے مخاطب ہو کر کہا گھر کا تالا کھولیے سامان لیجائیں گے۔ بہنوئی نے جواب میں کہا: بغیر کسی فیصلہ کے؟ ہم نے طلاق تو نہیں دیا ہے، اور اس لیے تو شادی نہیں کی۔ پھر منکوحہ کے بھائی نے کہا فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ طلاق دو ابھی دو اس پر منکوحہ کے شوہر نے خاموشی اختیار کرلی۔ منکوحہ کے بھائی اس بات پر بضد ہوگئے کہ گھر کا تالا کھولیے ہم جہیز کا سامان لے جائیں گے۔ بصورت مزاحمت آپس میں زدوکوب کی

نوبت آسکتی تھی۔ بہر حال سامان لے جانے سے پہلے احتیاطا ایک تحریر وجود میں آئی جس میں منکوحہ کے بھائی نے بدست خود یہ تحریر کیا کہ ہم اپنی مرضی سے اپنی بہن کو اور جہیز کے سارے سامان کو لے جارہے ہیں نقد کے علاوہ۔

(۳) پھر تیسری شب بعد مغرب منکوحہ کے بھائی بہن کے سسرال آئے اور بہنوئی سے مخاطب ہو کر کہا جہیز سلامی کی رقم واپس کیجیے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں میں مثلا:

(۱) منکوحہ کو شوہر کے اجازت کے بغیر لانے والے بھائی کا کیا حکم ہے؟

(۲) منکوحہ کے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا کیسا ہے؟

(۳) طرفین کی جدائی اور مکمل تصفیہ سے قبل جہیز کا سامان واپس لانا کیسا ہے؟

(۴) منکوحہ کے بھائی کا بار بار طلاق طلب کرنا اور دباؤ ڈالکر طلاق طلب کرنے والے بھائی کا کیا حکم ہے؟

(۵) شادی میں شرکت کرنے والے حضرات تحفہ کے طور پر نوشہ کو جو رقم بنام جہیز پیش کرتے ہیں اس رقم کا واپس لینا جائز ہے یا ناجائز؟

مذکورہ صورتوں میں منکوحہ کے بھائی کا اس طرح کا جارحانہ قدم اٹھانا کیسا ہے؟ عندالشرع جرم ہے یا نہیں؟ اگر عندالشرع جرم ہے تو کیا ایسے مجرم کو دین کی تبلیغ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ مجرم کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ مجرم کی بیعت جائز ہے یا نہیں؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد حسان رضا برکاتی ہرپور سہرسہ بہار

الجواب

(۱) عورت اپنے والد کے یہاں ہفتہ میں ایکبار جاسکتی ہے مگر رات میں بغیر اجازت شوہر کے وہاں رہ نہیں سکتی۔ دن ہی دن واپس آئے یا کسی اور غرض صحیح کے لیے لے جاتا ہو تو جائز ہے ورنہ بلا اجازت لوا جانے میں گنہگار ہوا۔

(۲) پیر کامل جامع شرائط سے مرید ہونے، اس سے علم دین سیکھنے کے لیے جانے میں شوہر سے اجازت درکار نہیں۔

(۳) جہیز کے کل سامان کی مالک عورت ہے۔ شوہر یا کسی دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ شامی میں ہے: "ان الجهاز ملك المرأة"۔

(۴) بلا ضرورت شرعیہ عورت کا مطالبہ طلاق گناہ ہے۔

(۵) جس علاقہ کا عرف یہ ہو کہ اس قسم کے تحائف گھر والے پر فرض ہوتے ہیں کہ جب دینے والے لڑکی کی بارات آئے تو اس گھر والے کو اتنا ہی روپیہ بطور تحفہ اس کے دولہا کو دینا پڑیگا۔ تو لڑکی والوں کو شوہر سے اس روپے کے مطالبہ کا حق رہے گا۔ اور عرف ایسا نہ ہو بلکہ مہمان اپنی طرف سے تحفہ سمجھ کر دیتے ہوا اور یہی وہاں کا عرف ہو تو مطالبہ کا حق نہیں۔

مذکورہ بالا نمبروں میں کچھ ایسے ہیں جن سے کوئی جرم نہیں بنتا اور بعض ایسے ہیں جس میں جرم اور عدم جرم دونوں ہی احتمال ہیں اور بعض صورتوں میں عورت کے خلاف ضرور جرم بنتا ہے۔ لیکن اس کو ساتھ لوا جانے والا بھائی بھی ان واقعات کے تحت مجرم قرار دیا جائے۔ جو بعد میں آپ نے قائم کیے ہیں، قابل غور مسئلہ ہے۔ اصل یہ ہے جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ کرے وہ فاسق معلن ہے۔ جس کا یہ حکم ہے کہ اس سے مرید نہ ہوا جائے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو دہرایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو کیم رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

شادی ہونے کے دوسری رات سے ہی میری بہن کو ہمارے بہنوئی نے طلاق دینے کی بات کہی اور اس کے بعد جب میری بہن گھر آئی تو پھر دوسری بار سسرال والے آکر لیوا گئے اور ان کے پاس جتنے زیورات تھے سب چھین لیے، ہم لوگ بہن کو جا کر لیوا آئے اور دو سال تک کوئی لیوانے نہیں آیا۔ پھر اس کے سسرال والوں نے فون پر کہا کہ کسی کے ساتھ باہے چلی آؤ تو ہم لوگوں نے اس کو باہے پہنچا دیا اس کے بعد سسرال والوں نے اس کو بڑی اذیت دیا، اور اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کوئی نہیں کھایا اور اس سے کوئی ٹھیک طریقے سے بات بھی نہیں کرتا تھا، پھر اس نے گھر فون کر کے کہا کہ مجھے یہاں سے لیوا کر چلو تب ہم لوگ لیوا کر آئے۔ پھر سسرال والوں نے فون پر کہا کہ جب ہم لوگ اعظم گڑھ آئیں گے تو اس کا فیصلہ ہوگا جب وہ لوگ اعظم گڑھ آئے تو ہم لوگ وہاں گئے تو بہت تو تو میں میں ہونے کے بعد اس نے طلاق دے دیا۔ جس پر دو گواہوں کے دستخط ہے۔ جو طلاق نامہ آپ کے پاس ہے آپ اس کا جواب دیں کہ اس کا طلاق ہوا کہ نہیں؟

(۲) وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ مہر اور عدت خرچ علما سے پوچھ کر آئیے تو ہم لوگ دیں گے، اس کے بارے میں آپ لکھ دیں کہ یہ کس کا حق ہے؟

المستفتی: مطیع احمد ولد حاجی حشمت اللہ محلہ پورہ خضر مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب

مجھے جو تحریر دکھائی گئی اس میں تین طلاق اپنی عورت کو لکھی ہے، اگر آپ کے بہنوئی یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ تحریر میں نے لکھی ہے، یا اس بات کے شرعی گواہ موجود ہیں یہ بتاتے ہیں کہ آپ کے بہنوئی نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی یا لکھوائی تو آپ کی بہن پر تین طلاقیں پڑ گئیں، اور اب وہ طلاق دینے والے کے لیے حلال نہیں، اس پر لازم ہے کہ جتنے مہر پر نکاح ہوا تھا پورا ادا کریں اور جتنے دن میں تین حیض آئیں اتنے دن کا خرچ دیں اور لڑکی کے جہیز کا جو سامان ہو اسے بھی واپس کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۰ رجمادی الاخری ۱۴۲۲ھ

(۱۰-۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک عورت بدچلن ہے اس کی لڑکی نے بھی بدچلنی کرنا شروع کر دی ہے اور تقریباً چار خاوند اختیار کر لیے ہیں لیکن کسی جگہ اس عورت کو سکون نہ ملا کہ اپنی زندگی کو گزارے، اور آخر کار ایک شخص نے اس عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں اس عورت کو اور اس عورت کی ضعیفہ ماں کو اس کے بچے بھی تھے، سب کی پرورش کروں گا، اور کسی بھی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دوں گا اور اس عورت کو لے کر دوسری جگہ بھی جاؤں گا۔ لیکن چند دنوں کے بعد یہ شخص اپنے وعدے سے پھر گیا اور ان لوگوں کو کھانا وغیرہ دینا بند کر دیا جب یہ لوگ بھوکوں مرنے لگے تو وہ لوگ مزدوری کرنے لگے مگر مزدوری سے بھی گزارا نہ ہو سکا، اور یہ عورت اپنے نفس پر بھی قابو نہ پا سکی تو مجبوراً دوسرا خاوند اختیار کر لیا۔ اب تقریباً چار سال کا عرصہ گزر گیا ہے اب شرع کا حکم کیا ہے؟ اس عورت کے اس شرائط والے خاوند سے جو اپنے وعدے پر نکاح کر کے پھر گیا طلاق واجب ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کی سزا کیا ہے صاف صاف عرض کریں مع تفصیل۔

(۲) ایک شخص دو عورتیں اپنے نکاح میں رکھے ہوئے ہے۔ اور پہلی بیوی کے ساتھ ہمبستری وغیرہ سب کچھ کرتا ہے مگر دوسری کو بالکل نہیں چاہتا اور نہ بولتا ہے۔ اور نہ اس سے تعلق رکھتا ہے نہ اس کی زندگی کے لیے کھانا کپڑا دیتا ہے۔ اس کو کیا لازم ہے اور کیا حکم ہے اور سزا کیا ہے؟

(۳) ایک شخص دو عورت رکھے ہوئے ہے مگر دوسری بیوی کو نہ کھانا دیتا ہے اور نہ رہنے کی جگہ دیتا ہے ہم بستری کرنے کو کون کہے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴) جو شخص بد فعلی کرتا ہو اور غیبت کرتا ہو اور بہتان بازی کرتا ہو اور منع کرنے پر بھی نہ مانتا ہو جھوٹی گواہی دیتا ہو اور کم تولنے والوں کے لیے کیا حکم اور سزا ہے؟

(۵) زنا کی قسم اور سزا بیان کریں؟

(۶) کوئی شخص بالغ لڑکی سے زنا کرے اور کوئی نابالغ لڑکی سے زنا کرے اس کی کیا سزا ہے؟ کوئی شخص ہندو کی بالغ لڑکی سے زنا کرے اور نابالغ لڑکی سے زنا کرے ان لوگوں کی کیا سزا ہے اور کیا حکم ہے؟ مسلمان کی نابالغ لڑکی سے کوئی زنا کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور مسلمان کی شادی شدہ لڑکی سے زنا کرے تو اس کی کیا سزا ہے؟

(۷) لواطت کی سزا کیا ہے اور جو لوگ لواطت کرتے ہیں ان کے لیے کیا حکم اور سزا ہے؟ اور جو عورتیں زنا کراتی ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۸) ایک عورت ایک صالح شخص کو قسم دے کر اپنے گھر لے گئی اور کہا کہ آپ کو اللہ اور اللہ کے رسول کی قسم ہمارے ساتھ صحبت کریں اور وہ بے چارہ خدا اور رسول کے خوف سے صحبت کر لیے۔ اس بد چلن عورت کو اس صحبت سے حمل بھی ہے یہ صحبت اور یہ حمل کیسا ہے؟ اور اس کے لیے کیا حکم و سزا ہے؟

(۹) جو لوگ روپیہ لے کر جنازہ کی نماز پڑھاتے ہیں اور فاتحہ کرتے ہیں اور بغیر روپیہ لیے نماز جنازہ نہیں پڑھاتے اور مسجد میں روپیہ دے کر مانگتے ہیں ان لوگوں کے لیے کیا حکم اور کیا سزا ہے؟

الجواب

(۱) نکاح کے وقت شوہر نے جن باتوں کا وعدہ کیا تھا ان کا پورا کرنا ضروری ہے۔ پورا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، لیکن اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑے گا۔ در مختار میں ہے: "وعقد لا يتعلق بالجائز من الشرط والفاسد من الشطر لا يبطله كالنكاح والخلع"

اس لیے دوسرا خاوند کرنا حرام جب تک کہ شوہر سے طلاق نہ لے لے۔ اور شوہر سے طلاق حاصل کیے بغیر جب تک یہ ساتھ رہیں گے دونوں حرام کاری میں مبتلا رہیں گے۔ شوہر پر واجب ہے کہ اس کا نان ونفقہ دے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو طلاق دے دے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ [البقرة:۲۲۹]

(۲/۳) دونوں عورتوں پر عدل واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة واحد شقه ساقط" (مشكاة: باب القسم)

عورتوں کے درمیان انصاف نہ کرنے والا قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا حصہ جسم ٹیڑھا ہو جائے گا۔

(۵/۴) سوال میں درج کی ہوئی چیزیں گناہ کبیرہ ہیں۔ ایسا شخص بے توبہ مرا تو ڈر ہے کہ دوزخی

ہوگا۔اور دنیا میں اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اسلام کے مطابق سزا ملتی۔

(۶) صحبت کے لیے عورت بالغ ہو یا نابالغ، مسلمان ہو کہ غیر مسلم اس کے آگے کے مقام میں بطور حرام حشفہ یا اس کی مقدار داخل کرنا کافی ہے اگر یہ شخص مجبور نہ کیا گیا ہو تو ایسا زنا ہے کہ اگر زانی شادی شدہ ہے تو ثبوت زنا کے بعد اس کو سنگ سار کر دیا جائے گا۔اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر اس کے علاوہ میں زنا کیا ہو تو قاضی اسلام اپنی صواب دید کے موافق سزا دے گا۔عورت زانیہ ہے تو اس کی بھی وہی سزا ہوگی۔

(۷) لواطت بھی بہت بڑا گناہ ہے اس کی سزا بھی قاضی کے اوپر ہے۔ایسے شخص کو قاضی دیوار کے اوپر سے پھنکوا دے گا یا اس قسم کی کوئی اور سزا دے گا۔لیکن یہ ساری سزائیں قاضی اسلام نافذ کر سکتا ہے۔آجکل اس کی سزا یہی ہے کہ مسلمان ان سے مقاطعہ کریں، اور اپنی برادری سے نکال دیں۔

(۸) حمل ناجائز ہے، اور وہ صالح صاحب اس حمل کے مرتکب ہوئے۔یہ اللہ و رسول کا خوف نہیں جس نے اس سے زنا کرا دیا۔جناب اگر ان کو خدا و رسول کا ڈر ہوتا تو اس زنا سے بچ جاتے۔

(۹) ایسے لوگ فاسق ہیں، اگر وہاں کوئی دوسرا نہیں ہے تو جنازہ پڑھا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔چندہ دے کر واپس لینا اگر کسی شرعی عذر کی بناء پر ہو تو حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یکم رذوالحجہ ۱۳۸۳ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بکر اور اس کے ساتھی اپنے جد اعلیٰ کی ایک تائید کے حوالے سے زید کے جد اعلیٰ کو رافضی قرار دیتے ہیں، اور زید اس کا یہ جواب دیتا ہے۔کہ بکر اور اس کا ساتھی جس کتاب کے حوالے سے میرے دادا کو رافضی قرار دیتے ہیں اسی کتاب میں مندرج ہے کہ بکر اور اس کے ساتھیوں کے جد اعلیٰ نے اپنی بہو کو ناحق قتل کر کے اپنے گھر کے حجرہ میں دفن کر دیا۔اس کتاب میں یہ بھی مندرج ہیں کہ بکر اور اس کے ساتھیوں کے جد اعلیٰ شراب پیتے تھے اور افیون کھاتے تھے۔زید نے جن روایتوں کا حوالہ دیا ہے وہ روایتیں زیر بحث تالیف میں موجود ہیں۔بکر اور اس کے ساتھی یہ ادعاء کرتے ہیں کہ ان کے اجداد کو برا کہا جا رہا ہے زید کی تحریر کو عمرو کی تحریر محض اس لیے قرار دیتے ہیں کہ عمرو زید کا ملاقاتی ہے۔عمرو کے خلاف مشورہ مرتب کرتے ہیں۔عمرو کو ناقابل اجرائے مراسم دینی اور خارج قوم قرار دیتے ہیں۔عمرو سے دینی اور معاشرتی کی مقاطعت کرتے ہیں حالانکہ عمرو کے نام سے کوئی تحریر ہی شائع نہیں ہوئی ہے۔مردے کو خارج از قوم شا

رکرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے۔

المستفتی سید یعقوب علی نبری ساکن محلہ چنچل گوڑہ بلدہ حیدر آباد آندھر پردیش

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی خود زید پر کوئی حکم عائد نہیں ہوتا۔کہ وہ اپنے آباء و اجداد سے تہمت رفض الزامی جواب سے دفع کر رہا ہے۔جس کا اس کو شرعاً حق حاصل ہے: ﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ [الشوری: ۴۰] لیکن عمرو بےچارہ تو اس سلسلہ میں زید کا ملاقاتی ہونے کی بنا پر ستایا جا رہا ہے۔عمرو کا معاشرتی اور دینی بائکاٹ کرنے والوں پر ضروری ہے کہ اس ظلم سے باز آئیں اور عمرو سے معافی مانگیں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ: ۲] حدیث شریف میں ہے "من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه او شيء فليتحلله منه اليوم قبل ان لا يكون دينار ولا درهم . ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فيحمل عليه" (مشکاۃ: باب الظلم) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۰ ررجب ۹۷ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی شادی بکر کی لڑکی زینب سے اصول شرع کے عین مطابق ہوئی شادی کے بعد ایک مرتبہ رخصتی کی رسم ادا ہو چکی ہے، زید طلب معاش میں بمبئی چلا گیا ہے، آٹھ سال ہو گئے ہیں نہ وطن واپس آیا نہ اپنی بیوی کو بلانے کا اقدام کیا، نہ نان ونفقہ بھیجا، بکر نے اپنی لڑکی کا مستقبل تاریک دیکھ کر دو آدمیوں کو زید کے پاس بمبئی بھیجا، اس نے آنے سے صاف انکار کر دیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ نہ بلوانے پر تیار ہے نہ طلاق دینے پر، یہ کہتا ہے کہ میں اسی طرح پریشان کروں گا، اس مدت میں خطوط کے ذریعہ بھی ممکن کوشش کی گئی مگر بے سود ثابت ہوا اس کے متعلق شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو بیان فرمائیں۔

محمد اکرام، برآمد پور پوسٹ محمد آباد گوہنہ اعظم گڑھ ۳ر۲ر۷

الجواب

برتقدیر صدق مستفتی زید سخت ظالم و گنہگار ہے اس پر لازم ہے کہ یا تو خیر و خوبی سے اپنی عورت کو

رکھے یا خوش اسلوبی سے طلاق دے دے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾[النساء:۱۲۹] اور اگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آیا تو جس طرح سے طلاق حاصل کی جا سکے حاصل کی جائے، زبردستی اس سے طلاق کے الفاظ کہلائے جائیں تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہدایہ میں ہے: "طلاق المکرہ واقع" بغیر طلاق کے دوسری شادی سخت منع ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾[البقرۃ:۲۳۷] واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۴ محرام الحرام ۹۱ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میری عورت کو والدۂ زوجہ نے بہکا کر کورٹ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کروا دیا میں اس کو تا قیامت اپنی طرف سے طلاق نہیں دوں گا، سوال طلب یہ ہے کہ بجبر واکراہ شوہر کی عورت طلاق حاصل کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور عورت سے فسخ نکاح مانا جائے گا یا نہیں؟ برائے کرم شرع محمدی حدیث پاک سے کیا حکم ہے برائے کرم جلدی جواب عنایت فرمائیں۔

شکر گزار آپ کا فریدالدین ساکن باڈرامر شالی

الجواب

سب سے پہلے تو آپ قرآن پاک کا اور حدیث کریمہ کا یہ حکم سنئے۔ شوہر کو عورت کے ساتھ عدل ومہربانی سے پیش آنا چاہئے اور عدل وانصاف کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کرنے کا حکم ہے اس کے خلاف کرنے والا گنہگار ہوگا۔ پس اگر عورت کو ستانے اور اس کو لٹکانے کے خیال سے طلاق نہ دیں گے تو عورت آپ کے نکاح سے جدا نہ ہوگی لیکن آپ بھی گنہگار ہوں گے۔ قرآن عظیم میں ایسی صورت میں جب کہ میاں بیوی میں نباہ کی صورت نہ ہو تو حکم ہے کہ دونوں جدا ہو جائیں۔ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾[البقرۃ:۲۲۹] واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یکم ذوالحجہ ۹۱ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۲-۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) اس دور میں عریانت عام ہو چکی ہے ہر قوم پر مخرب اخلاق وتقویٰ شکن مناظر ہیں عفت وعصمت سربازار نیلام ہو رہی ہے، ان حالات میں لڑکے لڑکیوں کی شادیاں کتنی عمر میں واجب ہیں بہت

سے ملازمین وتجار وطن اصلی سے دور وطن اقامت اختیار کئے ہوئے ہیں اور وطن اقامت میں تجار جو ہیں گندے ماحول میں رہنے والے بہت سے بد نظری اور بد خیالی کو عیب ہی نہیں سمجھتے ہیں، اچھے ماحول میں رہنے والے اکثر بدنگاہی اور بدخیالی سے نہیں بچ پاتے ہیں، آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے کہ بد نظر وبدخیالی کے نتائج کبھی کبھی بھیانک صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں فجار، وفساق، ہی نہیں کبھی کبھی تقویٰ شعار لوگوں کا بھی دامن داغدار ہو جاتا ہے، اشاروں میں بہت کچھ عرض کر دیا گیا گہرائی تک نظر فرما کر اس مسئلہ کا حل فرمایا جائے، زوجین میں دوری نہ ہو تو فتنہ بھی کم سے کم ہوں، زوجہ کی معیت کی صورت میں غالباً اشقیاء ہی حرام کے مرتکب ہو سکیں گے، یونہی غیر شادی شدہ بھی طوفان کی زد پر رہتے ہیں بایں وجہ حدیث وفقہ کی روشنی میں لڑکے لڑکیوں کی شادی کی عمر مقرر کی جائے "فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۷۱) زوجین کے لیے بیتوتت کی حد بتائی جائے، بیتوتت حق زوجہ ہے یا حق زوج، جس کی صرف ایک بیوی ہے تو اس کے ساتھ بیتوتت ہر شب یا چوتھی شب یا ہفتہ میں ایک شب یا مہینہ میں یا مزید اس وقت سال دو سال میں یا زندگی بھر میں چند راتیں کیا واجب ہے جس کے ترک پر شوہر ترک واجب کا مرتکب وگناہ گار اقرار دیا جائے گا اور شرعاً بیتوتت پر مجبور کیا جائے گا۔ ﴿وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾[النساء:۳۴] سزا ہے تو حکم عدولی اور ہجر مضاجع حق تلفی وگناہ ہے یا نہیں؟ "ان لزوجک علیک حقا" بڑی مشہور روایت ہے، اس میں حق سے مراد صرف بیتوتت یا بیتوتت جماع دونوں "لو کان لزوج امرأۃ واحدۃ وطالبۃ ان یبیت معا وھو یشغل عنھا بالطواف والصوم فرفعت الی القاضی یؤمران یبیت معھا ویفطر لھا ولیس فی ذالک حد ولا توقیت" (جوہرنیرہ صفحہ ٧٦)

روی عن امرأۃ اتت الی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقالت ان زوجی لیصوم النہار ویقوم اللیل فقال عمر لنعم الزوج زوجک فاعادت کلامھا مرارا فقال ما احسن ثنائک علی زوجک فقال کعب انھا تشکوہ و کیف ذلک قال انھا تشکو اذا صام بالنہار وقام باللیل ھجر صحبتھا ولم یفرغ لھا فعجب عمر من ذلک وقال اقض بینھما یا کعب فحکم کعب لھا بلیۃ ولزوجھا بثلاث فاستحسنہ عمرو ولاہ قضاء البصرۃ (جوہرہ صفحہ ٧٧)

لو کان لزوج امرأۃ واحدۃ لیس لہ بیتوتہ عنلھا تقدیر وفی الخلاصۃ لو صام بالنہار وقام باللیل فاستبعدت علیٰ امرأتہ امران یبیت عنلھا ویراعی حقھا احیانا ولم یقدر عن ابی حنیفۃ لھا لیلۃ من اربع لیال وفی المضمرات انہ رجع عن ذلک"

پھر چند جملوں کے بعد "لو کان له ثلث نسوة اقام یوماً و لیلة عند کل منهن و یوما و لیلة عند من شاء من السراری "(جامع الرموز صفحہ ۲۹۷)

شوافع کا مذہب یہ ہے" و ینبغی ان یاتیها فی کل اربع لیال مرة فهو عدل اذ عدد النساء اربعة فجاز التاخیر الی هذا الحد نعم ینبغی ان یزید و ینقص بحسب حاجتها فی التحصین فان تحصینها واجب علیه وان کان لا یثبت المطالبة بالوطی" (احیاء العلوم صفحہ ۵۳)

شوافع کے نزدیک بیتوتت و وطی دونوں شوہر پر واجب، اور اس کی حد متعین چار راتوں میں ایک بار یا ایک یا دو رات کی کمی بیشی پر، بہرحال احناف کے نزدیک کتنی مدت پر بیتوتت واجب ہوگی کہ اس مدت پر بھی ادا نہ ہو تو شوہر ترک واجب کا مرتکب ہوگا اور عورت کی حضانت (بدنگاہی پراگندہ خیال وغیرہ سے بچاؤ) شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟ تو ترک بیتوتت سے شوہر بھی منہیات کا مرتکب ہو سکتا ہے یہ جرم ہے علیحدہ، موجودہ دور میں شوہر اپنی بیوی سے کتنی مدت تک دور رہ سکتا ہے؟ جماع حق شوہر ہے یا حق زوجین؟ جماع قضاءً ایک مرتبہ واجب ہے اور جوہرہ میں ہے "لان المجامعة حقه فاذا ترکه لم یجبر علیه" جوہرہ جلد دوم صفحہ ۶۷" جب حق شوہر متعین پھر ایک مرتبہ بھی واجب کیوں، ترک جماع کے باعث منکوحہ شہوۃ وساوس شیطان سے معاذ اللہ زنا میں مبتلا ہو جائے تو بھی شوہر مجرم نہیں، پھر تحصین طرفین جو نکاح کا مورد اصل ہے وہ فوت ہو جائیگا، وطی حق زوجہ بھی قرار پا کر آج کے ماحول میں اس کی بھی وجوبی مدت متعین ہو جائے، تاکہ زوجین امر واجب ادا کر کے حق تلفی سے بچیں اور حصانت سے محفوظ رہے، حالات زمانہ پر نظر کرتے ہوئے قول مرجوع یا قول صحابی یا خلفاء راشدین کسی کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بہرحال احوال زمانہ پر نظر فرما کر مدلل مفصل مسئلہ کی توضیح فرمائیں۔

(۲) حلال جانور کے چمڑے اور بال کا کھانا کیسا ہے؟ بعض علاقوں میں سری (پائے) اس طرح پکائے جاتے ہیں کہ بہت سے بال باقی رہتے ہیں اور چمڑا بھی نہیں چھڑایا جاتا ہے اس طرح کھانا کیسا ہے؟۔

(۳) اپلہ (سوکھا گوبر) سے روٹی پکائی جاتی ہے تو جلد اپلہ جس کا کچھ حصہ بھاپ سے تر ہو جاتا ہے ایسے اپلے پر روٹی رکھ کر آگ کی حرارت و شعلہ سے روٹی سینکی جاتی ہے، یہ کیسا ہے؟ مدلل و مفصل جواب دے کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا المستفتی: ثناء اللہ مصطفےٰ دار العلوم غوثیہ غوث نگر جھنڈوارہ

الجواب

(۱) نکاح ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اور اس کے تقاضے بھی صحت و توانائی اور اختلاف طبائع پھر

ماحول مقام و آب و ہوا کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے سب کے لیے اجتماعی طور سے عمر کا کوئی ایک وقت مقرر کرنا ان مصالح کے لحاظ سے بھی ممکن نہیں ہوگا جن کا آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے، ہمارے نزدیک ان سب مفاسد سے بچنے کے لیے فقہ حنفی کا وہی فارمولا کافی ہے جو درمختار وغیرہ میں مذکور ہے۔ "ویکون واجباً عند التوقان وسنة موکدة حال الاعتدال و مکروها لخوف الجور فان تیقنه حرم ذلك" (درمختار جلد دوم صفحہ ۲۶۱) اور ظاہر ہے کہ جب طرفین بالغ ہوگئے تو وجوب براہ راست انھیں کی طرف متوجہ ہوگا، اور وجوب کی صورت میں اگر والدین مانع ہوں گے تو ضرور وہ بھی گنگار ہوں گے، جیسا کہ آپ نے حدیث نقل کی "فاثمه علی ابیه"

اور بیتوتت کے سلسلہ میں شریعت نے چند عورتوں والے مردوں اور ایک عورت والے مردوں کیلیے علیحدہ علیحدہ قانون مقرر کیا ہے۔

البتہ مجامعت میں ایک بار مجامعت کو اس بات میں عورت کا حق قرار دیا ہے کہ شوہر نے ایک بار بھی وطی نہ کی تو عورت قاضی کے وہاں دعویٰ کر سکتی ہے، دعویٰ کے بعد قاضی ایک سال کی مدت مقرر کرے گا، اگر اس مدت میں بھی شوہر نے وطی نہ کی تو قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کرے گا، اور ایک بار کے بعد عورت کو حق دعویٰ نہیں رہے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ شوہر سے اس کو مطالبہ کا حق نہیں اور شوہر پر اس کا خیال رکھنا واجب نہیں۔ درمختار میں ہے "یجب دیانة احیانا" ہاں شریعت نے اس کے لیے کوئی وقت مقرر کرنا شوہر کے صواب دید پر چھوڑا ہے۔ کہ جماع کا معاملہ نشاط طبع پر موقوف ہے یہ کبھی جلد جلد بھی فراہم ہو سکتی ہے اور کبھی دیر دیر سے بھی اس کیلیے کوئی تعین وقت بطور وجوب مقرر کرنا اسلام کے حق یعنی اصول کے خلاف ہوگا، ہاں شوہر عدم معذوری اور وجود نشاط کی صورت میں عورت کی ایذا کے خیال سے بیتوتت اور مجامعت نہ کرے تو ضرور گنہگار ہوگا مزید تفصیل کیلیے درمختار جلد دوم صفحہ ۳۹۸) ملاحظہ کریں۔

(۲) فتاویٰ رضویہ میں ہے مذبوح حلال جانور کی کھال بے شک حلال ہے شرعاً اس کا کھانا ممنوع نہیں اور جہاں اس کے کھانے کا رواج ہے بال کو جلا کر صاف کرتے ہیں۔

(۳) مسئلہ تو یہی ہے۔ عالم گیری میں ظہیریہ کے حوالہ سے تحریر ہے "ما یصیب الثوب من بخارات النجاسات لا یتنجس بها وهو الصحیح. دخان النجاسة اذا اصاب الثوب او البدن الصحیح انه لا ینجس "(اول: کتاب الطهارة) بہار شریعت میں ہے "اس کا دھواں روٹی میں لگا تو روٹی ناپاک نہیں ہوئی" یہ مسئلہ استحسانی ہے۔ عالمگیری میں ہے "اذا احرقت العذرة فی بیت فعلا دخانه و بخاره الی الطابق وانعقد ثم ذاب او عرق الطابق فاصاب ماءه ثوبا لا یفسد

استحسانا ما لم یظهر الاثر النجاسة "(کتاب الطهارة:المجلد الثانی) یعنی اس کو ضرورۃً جائز قرار دیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۳ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

(۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

بکر کے لڑکے کی شادی ہوئی جس میں انہوں نے اپنے گاؤں کے مدرسے کے مولانا وطلبہ کو مدعو کیا، وہ لوگ کھانے کے وقت آئے لوگوں نے مولانا صاحب سے کہا، ہم لوگ میزبان ہیں اس لیے ہم لوگ بعد میں کھانا کھائیں گے، پہلی اور دوسری نشست میں بارات کھائے گی، اچانک لڑکے بھی آ گئے اور دوسری نشست میں کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ مولانا سے لوگوں نے کہا ایسا ہے کہ لڑکوں کو ابھی کھانے سے روک دیا جائے جب تک کہ یہ لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں، پھر کھانا کھائیں گے۔ مولانا نے ایسا ہی کیا، تمام لڑکوں کو مسجد بھیج دیے اور اپنے دو تین لڑکوں کو کھانے کے لیے روک لیے، لوگوں نے کہا کیا تمام لڑکے آپ کے نگاہ میں برابر نہیں ہیں کہ کچھ کو بھیج دیے اور اپنے کو روک لیے، مولانا کو غصہ آ گیا اور کھانا وغیرہ بھی کسی کو بعد میں نہ کھانے دیا، اور اس کے بعد ایک خلاف پروگرام کیا جس میں خوب زوردار تقریر کی اور کہا کہ جس نے طلبا کی توہین کی گویا اس نے علما کی توہین کی، اور جس نے علما کی توہین کی گویا اس نے انبیا کی توہین کی کیونکہ علما کے بارے میں حدیث میں آیا ہے: العلماء ورثة الانبياء، (حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں) لہٰذا اس شخص کافر ہے۔ اس کے لیے تجدید ایمان اور نکاح ضروری ہے۔

کیا مولانا صاحب کا بکر کو اور اس کے متعلقین کو کافر کہنا اور اس پر تجدید ایمان ونکاح کا حکم لگانا از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو مولانا صاحب پر کیا ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد زین الدین نیپالی مقام وپوسٹ جلیشور مہوتری نیپال

الجواب

یہ ان لوگوں کی بھی بے وقوفی ہے کہ مولانا سے ترجیحی سلوک کے بارے میں سوال کیا اور بات کا بتنگڑ بنایا۔ ایسی ہی بے وقوفیوں سے فتنے پیدا ہوتے ہیں، مولانا نے اگر دو ایک یا چار چھ لڑکوں کو کھانے کے لیے روک لیا تو یہ ان کی کوئی مصلحت رہی ہوگی، اس کو ترجیحی سلوک قرار دینا ان کی زیادتی تھی۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: عالم نے بلا وجہ اس سے کج خلقی کی تو ضرور اس کا الزام عالم پر ہے، مگر اس سے (عوام) کو اس پر خطا گیری اور اعتراض حرام ہے۔

اسی طرح عالم صاحب کا بھی اس پر جامہ سے باہر ہو جانا غلط ہے، جو بات حرمت کے حد میں تھی

اس کو کھینچ تان کر کفر بتانا جہالت ہے، انہیں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کسی مسلمان کو بلا سبب کافر کہنا بڑا سخت ہے۔ لیکن مولانا صاحب نے اس کی ایک تاویل کی کہ یہ عالم کی توہین ہو گئی، اگرچہ یہ تاویل غلط ہے لیکن اس تاویل کی وجہ سے وہ سخت حکم عالم صاحب پر عائد نہیں ہوگا، عالم صاحب کو بھی ایسی بے سبب باتوں اور فتنہ وفساد سے بچنا چاہیے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾[البقرة:۱۹۱] واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۷ رجمادی الاولی ۱۷ھ

(۲۶-۳۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) دوزخ کا پیٹ اللہ عالموں سے بھرے گا، یہ قول قرآن کے کس پارے میں ہے، اور اگر فرمان خداوندی نہیں ہے تو کون سی حدیث میں ہے؟

(۲) اگر کوئی شوہر اپنے بیوی کو طلاق دینا نہ چاہے اور بیوی کے میکے والے طلاق لینا چاہیں جب کہ بیوی طلاق نہ لینا چاہتی ہو تو ایسی حالت میں خلع جائز ہوگا؟ یا طلاق نامہ پر جبرا شوہر سے دستخط کرانا جائز ہوگا؟، جبرا طلاق کہاں تک جائز ہے اگر جائز نہیں تو کیوں حوالہ دیں؟ اگر جائز ہے تو میکے والوں کی کون سی چیز لوٹائی جانی چاہیے۔ مندرجہ ذیل چیز شادی کے موقع سے ملی تھی۔

نکاحی انگشتری، موٹر سائکل، نکاحی رومال، گھڑی، سونے کی انگشتری، کپڑے وغیرہ اور نکاح سے پہلے لڑکے کو دی جانے والی نقدی رقم۔

(۳) طلاق کے بعد اگر کوئی مرد اپنی سابق بیوی کے ساتھ بغیر حلالہ کے رہے تو اس پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل تحریر کریں۔

(۴) اگر بیوی بلا زور دباؤ کے تحریری شکل میں مہر دین معاف کر دیتی ہے خلع یا طلاق جو شرعاً جائز ہے اس کے بعد رقم لوٹانا پڑے گا یا نہیں؟

(۵) نکاح کے روز لڑکے کی جانب سے لڑکی کو دی جانے والی چیزیں زیورات ودیگر سامان واپس ہوگا یا نہیں؟

(۶) بیوی کسی ناجائز فعل میں پکڑی جائے اور اس پر سختی کرنے کے بعد بار بار طلاق کی مانگ کرے تو ایسی صورت میں بیوی کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

(۷) بیوی کے بھائی اور کچھ رشتہ دار کسی مفتی سے طلاق بائن کا مسودہ بنوا کر اسی مفتی کے سامنے بیوی کے شوہر سے دستخط کروایا گیا جس کے شوہر کسی بھی حالت میں طلاق نہیں دینا چاہتا تھا، وہ دستخط ہوا کہ نہیں واضح کریں؟

(۸) جبراً طلاق لینے والے لوگوں اور اس مفتی پر فتوی دیں جو جان بوجھ کر لڑکی والوں سے مل جل کے شریعت سے ہٹ کر الگ چلتا ہے تو باعتبار شرع اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

(۹) اگر بیوی اپنے شوہر کو تحریری شکل میں مہر دین معاف کردیتی ہے پھر زبانی ۷/نومبر ۹۵ء کو بھی معاف کردیتی ہے اور ۱۵/ستمبر کو اپنے بھائی اور رشتہ داروں کے ساتھ بھاگ جاتی ہے اور ۱۷/ستمبر کو جبراً طلاق ہوجاتا ہے ایسی حالت میں بیوی کے بھائی مہر دین کی رقم مانگ کریں تو کیا شوہر کو وہ رقم اور عدت کا خرچ شریعتاً دینا ہوگا یا نہیں؟ دلائل کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد انیس رضا سیوانی مقام عشری ٹولہ، پوسٹ سہیل پٹی، ضلع سیوان بہار

الجواب

(۱) قرآن شریف میں یہ نہیں ہے کہ ہم عالموں سے جہنم کا پیٹ بھریں گے بلکہ یہ ہے کہ:

﴿لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾[هود:۱۱]

ہم جنوں اور انسانوں سے جہنم کا پیٹ بھریں گے۔

جس میں عالم یا جاہل کی خصوصیت نہیں، عالم ہو کہ جاہل جس کے کرتوت جہنم کے لائق ہوں گے وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ حدیث شریف میں اچھے عالم کو جنت کی بشارت بھی ہے:

من سلك طريقا يلتمس فيه العلم سهل الله له به طريقا الى الجنة۔(مشكاة: كتاب العلم. الفصل الاول) جو علم دین کی تلاش میں نکلا اللہ تعالی اس کے جنت میں جانے کا راستہ آسان کریگا

اور برے عالموں کو جہنم سے ڈرایا بھی گیا ہے۔

(۲) عورت کو شادی میں والدین بطور جہیز جو سامان دیتے ہیں وہ سب عورت کی ملک ہے۔ طلاق اور تفریق کی صورت میں سارا سامان اور روپیہ لوٹانا ہوگا۔ فتاوی رضویہ میں کافی کے حوالہ سے ہے:

كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة و انه اذا طلقها فتأخذه كله و اذا ماتت يورث عنها و لا يختص بشيء منها۔(كتاب النكاح: باب الجهاز)

اور شوہر کے لیے یہ حکم ہے کہ عورت کا مہر خوشی سے ادا کرو ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[النساء:۴] اور نکاح بہت زیادہ مہر پر بندھا ہو تب بھی اس میں سے کچھ تم نہ لو ﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾[النساء:۲۰]

لیکن ہوتا یہ ہے کہ نکاح کے بعد سے ہی شوہر موقع کی تلاش میں ہوتا ہے اور کبھی خوشدلی سے اور کبھی غصہ کی حالت میں اس سے مہر معاف کرنے کو کہتا ہے۔ اب وہ معاف نہ کرے تو کیا کرے اور اس

طرح جب معاف کرالیتے ہیں تو فتوی پوچھتے ہیں۔ عورت نے خوش دلی سے راضی خوشی سے مہر معاف کردیا ہے اب کیا حکم ہے؟ ایسے شوہر کو اوپر والی آیت یاد رکھنی چاہیے۔

(۳) شادی بیاہ کے بعد طلاق اور علیحدگی کی صورتیں یہ ہیں: شوہر نے از خود طلاق دی، ہنسی خوشی یا غصہ میں دی عورت نکاح سے نکل گئی۔ اور مرد کو مہر وعدت کا خرچ دینا اور جہیز واپس کرنا ہوگا۔

اگر شوہر خود طلاق دینا نہیں چاہتا مگر عورت علیحدہ ہونا چاہتی ہے اور قصور شوہر کے طرف سے ہو تو شریعت کا حکم ہے کہ خیر وخوبی سے رکھے یا خوش اسلوبی سے اس کو چھوڑ دے، اور اسے لٹکا کر نہ چھوڑے،

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[البقرة:۲۲۹]

﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾[النساء:۱۲۹]

اور شوہر چاہے تو عورت سے مال کے بدلے خلع کرسکتا ہے۔ بدل خلع کی مقدار مہر سے زیادہ لینا منع ہے۔ بقیہ عورت کے مطالبات شوہر کو ادا کرنے ہوں گے۔ اور اگر زیادتی شوہر کی طرف سے ہے تو مطلقاً کچھ معاوضہ لینا شوہر کو منع ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾[البقرة:۲۲۹]

اور دونوں ہی صورتوں میں جتنا مقرر ہے اس سے زیادہ لیا تو مکروہ وممنوع ہوا، لیکن جتنی رقم پر خلع عورت نے منظور کیا اتنا اسے دینا پڑیگا خلع کے لیے میاں بیوی دونوں کو منظور کرنا ضروری ہے اور اگر شوہر خواہ مخواہ طلاق نہ دے کر عورت کو اذیت دینا چاہتا ہے تو یہ بے حد ظلم وزیادتی ہے، شوہر کی سخت پکڑ ہوگی، اس کی ممانعت کے بارے میں قرآن شریف میں آیتیں مذکور ہیں۔

شوہر سے زبردستی طلاق لی گئی تو طلاق واقع ہوگئی۔ ہدایہ میں ہے: طلاق المكره واقع۔

اور عورت نے مطالبات معاف نہیں کئے ہیں تو شوہر کو ادا کرنا ہی پڑے گا۔ ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کے ساتھ کوئی زیادتی نہ تھی تو اس سے زبردستی طلاق لینا ظلم وگناہ ہوگا۔ زبردستی کرنے والے عذاب الہی میں گرفتار ہوں گے مگر طلاق واقع ہوجائے گی۔

مطلقہ ثلثہ کو بے حلالہ اپنے تصرف میں رکھنا حرام اور سخت ترین گناہ ہے دونوں پر لازم ہے کہ فوراً علیحدہ ہوجائیں۔ وہ اگر ایسا نہ کریں تو عام مسلمان ان سے قطع تعلق کریں تا آں کہ وہ دونوں شرع پر عمل کرنے لگیں۔ اور جو چیزیں پہننے یا برتنے کے لیے دی جاتی ہیں ان میں جو چیزیں استعمال میں ضائع ہوگئیں ان کا عورت سے مطالبہ نہیں بقیہ چیزیں شوہر کو واپس ملیں گی۔

اگر طلاق نامہ پر شوہر سے زبردستی دستخط کرائی گئی۔ زبردستی کا مطلب ہے کہ شوہر کو جان سے مارنے یا اعضا کو توڑنے اور کاٹنے کی اتنی دھمکی دی اور اتنی سختی کی گئی کہ شوہر کو جان یا کوئی عضو ضائع ہونے کا خطرہ گمان غالب کی حد تک ہوجائے۔ اور شوہر نے جان وغیرہ کے خوف سے صرف دستخط کردیا، نہ زبان سے کچھ کہا نہ دستخط کرتے وقت طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق واقع نہیں ہوئی، یہاں تک آپ کے تمام سوالوں کا جواب ہوگیا۔

عبدالسنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۸ رجب ۱۷ھ

نسب کا بیان

(۱-۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) سید کسے کہتے ہیں؟

(۲) سید صرف حسنی اور حسینی ہی ہوئے ہیں یا دوسرے بھی ہوئے ہیں؟۔

(۳) صحیح النسب سادات کی شریعت کی روشنی میں پہچان کیا ہے؟۔

حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب اشرفی نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "خطوة الكلام المقبول فی عهدة الرسول" میں صحیح النسب سادات کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: کہ حضرت خاتون جنت بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لے کر ان کے یعنی سادات کے دعوے دار کے نسب شریف کے درمیان کوئی بھی غیر سید نہیں آیا ہو ایسا شخص ہی اہل بیت کا حقدار ہے۔ اس مضمون کو کیسے ثابت کیا جائے؟ شریعت کی روشنی میں سمجھایا جائے۔

(۴) جو شخص امام صحیح النسب سادات نہیں ہو اور اپنے آپ کو سادات کہتا اور لکھتا ہو، یا اس کے صحیح النسب سادات ہونے پر شک ہو امام کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھائیں

الجواب

(۱) شریعت میں شیخ سید مغل پٹھان وغیرہ کی کوئی تقسیم اللہ ورسول کی جانب سے نہیں ہے، انسان نے اپنی جو قومیت قرار دی ہے اور لوگوں نے اس نام کے ساتھ اس قوم کو پکارنا شروع کیا شریعت نے بھی اسے تسلیم کرلیا، بعد کے لوگوں میں نسلی طور پر جو ان لوگوں میں سے نہ ہو اپنے کو وہی کہنے لگے تو یہ حقیقۃً جھوٹ ہے، شریعت نے بھی غیر آباء کی طرف اپنے کو منسوب کرنے کو ناجائز بتایا ہے۔

(۲-۳) حضور سید عالم ﷺ کے آبائے کرام میں ایک صاحب کا لقب قریش۔ تھا بعد کے لوگ اسی نام سے قریشی کہلائے، حضور ﷺ کو بھی اسی لیے قریشی کہا جاتا ہے، ظاہر ہے اس وقت نہ اسلام تھا نہ

قرآن۔ اسی طرح مسلمانوں میں جو لوگ حضرت فاطمہ زہرا کے دو صاحبزادوں کی نسل سے ہیں سید کہے جاتے ہیں۔ چنانچہ منجد میں ہے: عند المسلمين من كان من سلسلة النبوية سيدان الحسن والحسين۔ مسلمانوں کے نزدیک جو لوگ پیغمبر خدا ﷺ کی نسل سے ہو وہ سید ہیں، امام حسن وحسین کو سید کہا جاتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص نسلاً ان لوگوں میں سے نہ ہو اور اپنے کو سید کہے تو شرعاً مجرم ہوگا، اور یہ کچھ سید کی خصوصیت نہیں اگر غیر انصاری اپنے کو انصاری کہے کوئی غیر شیخ اپنے کو شیخ کہے غلط ہے۔ رہ گیا یہ سوال ان دونوں حضرات کو اور ان کی نسل کو مسلمانوں نے کیوں سید کہا ہمارے خیال میں اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حدیث مبارک میں پیغمبر خدا ﷺ نے انہیں سید کہا۔

حدیث شریف میں ہے: الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة۔

(ترمذی: کتاب المناقب:)

حسن اور حسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں سردار فرمایا، مسلمانوں نے ان حضرات کی قومیت بھی یہی قرار دی۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "كل بنى آدم ينمون الى عصبة واما اولاد فاطمة وماوليهم فانا عصبتهم" (طبرانی)

ہر مرد کی اولاد اپنے باپ دادا کی طرف منسوب ہوتی ہے اور فاطمہ کی اولاد کا عصبہ میں ہوں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں کو اپنی اولاد فرمایا تو یہ ہی سید اور انہیں کی نسل کو سید کہا گیا۔

(۴) اگر اس امام کے اولاد فاطمہ سے نہ ہونے کا آپ کے پاس ثبوت ہو تو اس پر شرعی حکم لگ سکتا ہے، صرف شک وشبہ کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالسنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید دو سال بعد جب گھر آیا تو اپنی بیوی ہندہ کو حاملہ پایا اور اس کا چھوٹا بھائی جس کا نام بکر ہے گھر پر موجود تھا درانحالیکہ وہ بالغ بھی ہے اور زید کے آنے کے چھ سات روز کے بعد ہندہ کو بچہ پیدا ہوا اب وہ بچہ کس کا قرار دیا جائے گا، مسئلہ کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ فقط والسلام

العارض انوار عالم بیرپواں گورکھپور

الجواب

شرعاً وہ لڑکا زید کا ہی قرار دیا جائے گا۔

ہدایہ میں ہے:و اکثر مدة الحمل سنتان ۔(کتاب الطلاق:باب ثبوت النسب)

حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینہ ہے۔اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔

اور حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش وللعاهر الحجر ۔(مشکاۃ:کتاب النکاح)

بچہ شوہر کا ہے زانی کے لیے پتھر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مرد اور عورت کی شادی ہوئی۔ ۵ر ماہ۔ ۲۵ دن ہوئے تو ایک بچہ پیدا ہوا ہے یہ بچہ حرام کا ہے یا حلال کا ہے اور جو عورت مرد کا نکاح ہوا تھا نکاح ہوا یا نہیں؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ بچہ حرام کا ہے اور معلوم بھی ہوا کہ بچہ کسی کا ہے؟ وہ بچے کو کسی کو دے دیے جو تھوڑے دن بعد مر گیا پھر بھی مرد عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تیار ہے لیکن جو نکاح ہوا تھا وہ نکاح پھر سے کرنا پڑے گا یا نکاح ہو گیا ہے؟ تفصیل کے ساتھ دستخط ومہر کے جواب تحریر فرمائیں۔ جواب جلد ہی ہونا ضروری ہے۔ المستفتی: احمد جان نظامی

الجواب

صورت مسئلہ میں اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں۔

ہدایہ میں ہے:"اذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد لاقل من ستة اشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه"(کتاب الطلاق :باب ثبوت النسب. ۲/ ۴۱۲)

ایک آدمی نے کسی عورت سے شادی کی نکاح کے دن سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں۔

باقی اس آدمی کا نکاح اس عورت کے ساتھ صحیح ہے نیا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔

ہدایہ میں ہے:"وان تزوج حبلى من زنا جاز النكاح ولا يطأها حتى تضع حملها"

جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس کا نکاح صحیح ہے۔

حمل دوسرے کا ہو تو نکاح کرنے والے کو بچہ پیدا ہونے تک صحبت کرنا منع ہے۔ لیکن صورت مسئولہ میں جو کچھ اس نکاح کرنے والے کی لاعلمی میں کیا اس لیے اس کا جرم بھی اسی عورت کے سر گیا نکاح باقی ہے۔ دوسرا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ عورت بھی اس کے لیے حلال

ہے اس سے صحبت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

۱۸ر جون ۱۹۸۹ء زید کی شادی ہندہ سے ہوئی شادی کے بعد ہندہ کو ۲۰ر نومبر ۸۹ء کو بچہ پیدا ہوا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور زید کو طلاق دینا پڑے گا یا نہیں؟ اور ہندہ کا مہر دینا پڑیگا یا نہیں اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ المستفتی: عبدالرب چریا کوٹ

الجواب

حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینہ ہے اس سے کم کا حکم ہو تو صحیح النسب نہ ہوگا، ہاں جب کہ عورت دوسرے مرد کی عدت میں ہو تو بچہ پہلے مرد کا ہوگا۔

صورت مسئولہ میں اگر عورت دوسرے کی عدت میں رہی ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا طلاق دینے کی ضرورت نہیں، عورت ومرد میں علیحدگی کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے:" لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة "(کتاب النکاح:الباب الثالث) اور اگر حمل ناجائز رہا ہو تو نکاح صحیح ہو گیا۔ طلاق دینے کی ضرورت نہیں، بچہ پیدا ہونے کے بعد صحبت بھی جائز ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:وصح نكاح حبلىٰ من الزنا" واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳ر رجب ۱۴۱۰ھ

(۸-۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) میر حضرت سید ہیں یا نہیں؟ ان کا نسب کہاں سے شروع ہوا؟

(۲) علوی حضرات سید ہیں یا نہیں؟ جواب مفصل عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد انوار الحق مقام ولن ضلع دربھنگہ بہار

الجواب

(۱) سید شرع مطہرہ کے محاورہ میں سید بمعنی قوم مستعمل نہیں، اہل ہند کی اصطلاح خاص ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۲۲)

(۲) حضرت فاطمہ کی اولاد جو حضرت علی سے ہے۔(فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۱۲۳۳)

اس لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ اولادیں جو دوسری بیویوں سے ہیں ان کو بجائے سید کے علوی کہتے ہیں۔

(۳) سیادت، بزرگی، سرداری، امانت، سلطنت، حکومت،، (نور اللغات جلد سوم ص ۴۱۴)

افسر، سردار، ہادی، رہنما، سید کا اعزازی لقب (نور اللغات چہارم ص ۷۳۶)

(۲) سیدوں کا خطابی لفظ قوم سادات کا اعزازی لقب۔ (فرہنگ آصفیہ سوم ص ۲۲۲۸)

(۱) مسلمانوں کی چار ذاتوں میں سے ایک، شیخ، سید، مغل، پٹھان۔ (نور اللغات سوم ص ۴۶۸)

(۲) شیخ کسی خاص قوم کا نام نہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے تین خاص قومیں شریف قرار دیں، اور انہیں سید یا میر یا خان، بیگ کے خطاب دیئے کہ ان سب لفظوں کے معنی عربی، فارسی اور ترکی میں سردار ہیں۔ باقی تمام شرفا مثل اولاد امجاد خلفائے کرام و بنی عباس و انصار کو ایک لقب عام دیا: شیخ کہ یہ بھی بمعنی بزرگی ہے، ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں انہیں دنیاوی عرف میں ذلیل سمجھا گیا تھا، انہوں نے جب دیکھا کہ میر، خان، بیگ تو خاص اقوام کے لقب ہیں ان میں گنجائش نہیں۔ اور شیخ ایک عام لفظ ہے تو اسی میں سمائی پاکر سب قوموں نے بھرتی اسی میں کردی۔ (فتاوی رضویہ پنجم ص ۲۹۴)

(۱) قدر والا، جاگیر دار، صاحب پائیدار، زمین دار۔ (فرہنگ آصفیہ سوم ص ۲۱۵۹)

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد مگر اصطلاحا حضرت علی کی وہ اولاد جو بطن فاطمہ زہرہ سے نہیں ہو۔ (فرہنگ دوم ص ۱۳۷۳)

مذکورہ بالا حوالوں سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے:

(الف) قرآن وحدیث اور شریعت ودین میں لفظ سید بھی کسی قوم یا برادری کے لیے خاص نہیں، ہر قوم اور ہر برادری کے افسر، سردار، ہادی اور رہنما کے لیے سید کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔ حضرت علی وفاطمہ رضوان اللہ علیہما کی اولاد کو سید کہنے کا بہت بعد میں رواج ہوا۔ وہ بھی اہل ہند کی اصطلاح خاص ہے، اور اسی اصطلاح کے لحاظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد جو دوسری بیویوں سے ہوئیں ان کو علوی کہا جاتا ہے۔ اور سادات کا ہی اعزازی لقب میر بھی ہے۔

(ب) خلفائے راشدین کی اولاد میں حضرت صدیق اکبر کے نسب کو صدیقی، حضرت عمر کی اولاد کو فاروقی، حضرت عثمان کی اولاد کو عثمانی، حضرت علی کو اولاد کو جو دوسری ازواج سے ہوں علوی، اور رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس کی نسل عباسی، وعلی ہذا القیاس۔ انصاری، (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نام ہوا، یہ تجویز قوم کا خصوصی نام ہے لیکن سب کے لیے ایک عالم لقب، شیخ تجویز ہوا جس کے معنی سردار کے ہوتے ہیں۔

(ج) اوپر درج ہوا کہ دوسری برادریاں جو ان سے کم درجہ سمجھی جاتی تھیں، انہوں نے اپنے کو شیخ کہنا شروع کیا، پر خیال ہے کہ اس طرح شیوخ نے بھی لفظ میر میں اپنی سمائی دیکھ کر اپنے کو میر کہنا شروع

کر دیا، اسی لیے جب ان میں سے کوئی اپنے کو میر کہے تو آپ ان سے پوچھیں کون سا میر، تو کوئی صدیقی بتائے گا، کوئی فاروقی بتائے گا، الخ۔ انہیں برادریوں کے لیے لفظ ملکی بھی بولا جاتا ہے یعنی ملک والا۔ جاگیر دار اور زمیندار کہ یہ لوگ جاگیر دار یا زمیندار عام طور سے ہوتے ہیں۔

انہیں تفصیلات کی روشنی میں آپ اپنے سوالوں کا جواب تلاش کریں کہ میر حضرات سادات کرام کا اعزازی لقب تھا، جس کو شیوخ بھی اپنے لیے استعمال کریں گے تو جس کا نسب حضرت علی وفاطمہ تک پہنچے وہ اپنے کو میر کہے تو وہ اس کا مستحق ہے اور جس کا نسب یہاں تک نہ پہنچے وہ اس اصطلاحی لقب کا سزاوار نہیں، البتہ اس کو لغوی اعتبار سے میر یعنی افسر وسردار کہا جاسکتا ہے۔ دوسرے سوال کا جواب بھی اسی تفصیل سے ظاہر ہوا۔ کہ سیدوں سے علیحدہ کرنے کی وجہ سے انہیں علوی کہا جاتا تھا۔ تو یہ لوگ لفظ میر کے اصطلاحی معنی کے اعتبار مستحق نہیں لغوی اعتبار سے میر ہوسکتے ہیں۔ ہمارے اسی بیان سے سادات کی ابتدا کا حال بھی آپ کو معلوم ہوگیا۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۱۰-۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے کہا کہ حضرت مولی المسلمین سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی تمام اولاد وامجاد کے لیے سید کا اطلاق درست نہیں اور کہا کہ حضرت علی کے تذکرہ نگاروں نے ابن خلدون کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علی کے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں۔ سلسلہ نسل امامین کریمین سیدنا حسن وحسین اور حضرت ابن حنیفہ، حضرت عباس، حضرت عمر سے جاری رہا، بکثرت نسل پھیلی جو آج سید اور علوی کہی جاتی ہے۔ اسی سے واضح ہوتا ہے کہ سید اور علوی ہم معنی نہیں، بکر نے کہا کہ سید اور علوی مترادفات کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور سید اور علوی ہم معنی ہیں اس لیے تمام اولاد حضرت علی کے لیے اطلاق سید درست وجائز ہے؟ زید یا بکر، کون اہل سنت کے نزدیک حق پر ہے۔ دلائل سے واضح فرمائیں۔

(۲) برصغیر کے اکابرین اہلسنت میں حضرت وجیہ الدین گجراتی علیہ الرحمہ کا نام نامی بہت روشن وتابناک ہے، حضرت اقدس کے تذکرہ نگاروں نے بشمول اعلی حضرت بریلوی امام احمد رضا محدث بریلوی انہیں شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی ہی لکھا ہے۔ کنز الایمان دہلی کے ایک مضمون نگار نے حضرت اقدس کو امام عالی مقام حسین پاک کی طرف منسوب کرکے حسینی گجراتی لکھا ہے، اس سلسلہ میں جو حق وصواب ہو واضح فرمایا جائے تاکہ حضرت اقدس کے ذکر کے وقت زبان وقلم کے کسی نوع کی بے ادبی سے محفوظ رہے آمین۔ کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں۔ المستفتی: بیت اللہ قادری الامین کالج بیجاپور

الجواب

اسلام میں نسب کا تعلق باپ سے قائم ہوتا ہے۔حدیث شریف میں ہے: جسے بخاری اور مسلم دونوں ائمہ حدیث نے تخریج کیا ہے: لیس من رجل من ادعی لغیر ابیه و هویعلم الا وهو کافر۔ (مسلم شریف جلد اول ص ۵۷)

اپنے باپ کے علاوہ جو کسی دوسرے سے اپنا نسب جوڑے وہ ناشکرا ہے اور اس غلط انتساب کو جائز سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے۔

اس اسلامی قانون کے ماتحت جس طرح حضرت ابوبکر کی اولاد کو صدیقی اور عمر فاروق کی اولاد کو فاروقی عثمان غنی کی اولاد کو عثمانی کہا جاتا ہے۔اسی طرح حضرت مرتضی کی اولاد کو علوی کہنا چاہیے۔حضور ﷺ کے چچا کی اولاد کو عباسی کہا جاتا ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔اور ایسا ہوتا بھی رہا، چنانچہ مشہور کتاب وفیات الاعیان علامہ میں ابن خلکان کے دو بیانوں کے سرسری مطالعہ سے یہ نظر آیا:

ثم اراد المهدی ان یمتحنه فی میله الی العلویة فقال له فلان بن فلان رجل من العلوية احب ان تکفینی مئونته فلما احضر العلوی فوجده لبیبا فهیماً فقال له ویحك یا یعقوب تلقی الله بدمی وانا رجل من ولد فاطمة رضی الله تعالیٰ عنها بنت محمدلرسول الله ﷺ۔(جلد اول ص ۴۲۵)

مہدی نے اپنے معتمد یعقوب کا امتحان لینا چاہا کہ حضرات علوین سے اس کو کس درجہ محبت ہے تو ایک علوی کو اس کے سپرد کیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تو اس کو ٹھکانے لگا کر مجھے اس کی نگرانی کی مشقت سے نجات دے اور اس علوی کو اس کے سپرد کردیا، یعقوب نے جب اس علوی کو اپنی مجلس میں بلایا تو وہ معاملہ فہم سمجھدار ثابت ہوا اور اس نے یعقوب سے کہا تم پر افسوس ہے کہ تم کل قیامت میں میرے خون کا بوجھ لے کر خدا کے حضور حاضر ہوگے حالانکہ میں فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوں جو حضور کی صاحبزادی ہیں۔

المامون لما کان بخراسان، جعل ولی عهده علی ابن موسی رضا تشدذلك علی العباسین خوفا من انتقال الامر منهم الی العلوین "

یہ دو حوالے ہیں جن کو علامہ ابن خلکان نے اولاد فاطمہ کو علوی کہا جن سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو اولاد حضرت علی سے ہوئیں ان کو عام طور سے علوی کہا اور لکھا جاتا تھا، جس سے آپ کے دوسرے سوال کا جواب ہوگیا کہ حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ اولاد فاطمہ سے ہوں تب بھی آپ کو علوی کہنا نہ شرعا منع ہوگا نہ عرفا، نہ یہ معصیت اور نہ مولانا کی بے ادبی ہوگی۔شرعا تو اس لیے کہ اللہ پاک نے سورہ احزاب شریف میں فرمایا ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَ كُمْ أَبْنَاءَ كُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ . ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ﴾[الاحزاب: ۴-۵]

اپنے منہ بولے لڑکوں کو اپنا بیٹا نہ کہو یہ تو تمہارے منہ کے بول ہیں۔اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور سیدھی راہ بتاتا ہے ان کو ان کے باپوں کے نام پکارو یہی اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے۔اردو زبان وبیان کے اعتبار سے اس لیے کہ عرف ومحاورہ میں عام طور سے بنی فاطمہ کو علوی کہا جاتا ہے اور وہ یقیناً حضرت علی کی اولاد ہیں۔رہ گیا لفظ سید کا معاملہ تو لغات عرب میں سید کے معنی سردار، اور مرجع عوام وخواص ہیں۔اسی معنی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا: سیداوحصورا۔عورتوں سے پرہیز کرنے والے اور سردار۔رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر وعمر کو: سید ا کھول اهل الجنة من الاولین و الاخرین غیر النبیین والمرسلین ،فرمایا۔ (ترمذی شریف: کتاب المناقب)

ابوبکر وعمر جنت کے ادھیڑ عمر والے اولین اور آخرین کے سردار ہیں، انبیاء ومرسلین کے علاوہ حضرت حسنین کے لیے ارشاد ہوا: سید اشباب اهل الجنة ۔(ترمذی: کتاب المناقب) نوجوانان جنت کے سردار۔خود اپنے لیے فرمایا: انا سید ولد آدم ۔(ترمذی: باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ) میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں۔حضرت سعد بن معاذ کے لیے فرمایا: سیدکم ، انصاریوں کے سردار۔ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا: اذا اتاکم سید قوم فاکرموہ ۔جب کسی قوم کا سردار تمہارے پاس آئے اس کے لائق اس کی آؤ بھگت کرو۔آج بھی شاگرد اپنے استاذ کو اور مرید اپنے پیر کو ہر محکوم اپنے حاکم کو سید اور ہر چھوٹا اپنے بڑے کو سید کہتا ہے یہ عرب کی عام بول چال ہے

اس سے ظاہر ہوا کہ قرآن وحدیث اور مذہب وشریعت میں لفظ سید کسی خاص قوم کا نام نہیں ہر قوم اور ہر جماعت کے سردار کو عرب میں سید کہکر خطاب کرتے ہیں۔اسی لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۲۲ میں فرماتے ہیں: شرع مطہرہ کے محاورہ میں سید بمعنی قوم مستعمل نہیں یہ اہل ہند کی اصطلاح خاص ہے۔البتہ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہے کہ حسنین کریمین اور ان کے والدین سے اللہ کے رسول ﷺ کو غیر معمولی محبت تھی، چنانچہ سورہ احزاب شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ [الاحزاب: ۳۳]

اس آیت کے سیاق وسباق سے ایک عام عربی داں بھی یہی سمجھے گا کہ اس آیت مبارکہ میں اہل بیت سے مراد آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔

امام ترمذی اور حاکم نے اس روایت کی تخریج کی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور دیگر ائمہ حدیث و تفسیر نے اس کو نقل کیا: عن ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنها قالت :فی بیتی نزلت: انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا،قالت:فارسل رسول الله ﷺ الی علی وفاطمة والحسن والحسین فقال:اللهم هؤلاء اهل بیتی۔

(المستدرك: کتاب التفسیر :تفسیر سورة الاحزاب)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیت تطہیر میرے ہی گھر میں اتری، فرماتی ہیں: جب یہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی وفاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا بھیجا جب یہ حضرات آگئے تو دعا کی، یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان کو آلودگی سے دور رکھ اور ان کو پاک فرما۔

اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آیت مبارکہ تو امہات المومنین کے تذکرہ میں نازل ہوئی لیکن حضور ﷺ نے ان اصحاب اربعہ کو بھی آیت تطہیر میں شامل کر لیا تو دونوں ہی طبقہ اہل بیت میں شامل ہیں، ایک حدیث جس سے متعدد ائمہ حدیث نے روایت کیا اور حاکم نے تصحیح کی: کل نسب وسبب ینقطع یوم القیامة الا نسبی و سببی وصهری۔(المستدرك:۱۴۲/۳)

ہر علاقہ اور رشتہ قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ وعلاقہ۔ چنانچہ حضرت فاطمہ وحسن وحسین آپ سے نسبی علاقہ رکھنے والے ہیں اور حضرت علی سببی۔

غالباً انہیں خصوصیات کی وجہ سے ہندوستان کے اہل محبت نے حسنین کریمین اور ان کی اولاد کو قومی امتیاز کے طور پر یہ لقب دیا کہ یہ دونوں صاحبزادے اور ان کی اولاد ایک نیا سلسلہ نسب بنام سید ہیں ۔صاحب فرہنگ آصفیہ مولوی سید احمد دہلوی لکھتے ہیں: سید حضرت علی کی اولاد جو حضرت فاطمہ سے پیدا ہوئی۔ (جلد دوم ص ۳۷۳)

اسی لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں سے ہیں ان کو بجائے سید کے علوی کہا جاتا ہے۔ (فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۳۷۳)

عربی زبان کی مستند لغات میں اس اصطلاحی نام کی وضاحت ہمیں کہیں نہیں ملی، البتہ متاخرین اہل لسان اس سے متاثر ضرور ہوئے۔ چنانچہ المنجد ص ۳۶۱ میں ہے: السید عند النصاری لقب المسیح و عند المسلمین من کان من سلالة النبوية ۔ نصاری کے نزدیک حضرت عیسی علیہ السلام

سید ہیں اور مسلمانوں میں سید وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ذریات سے ہو، تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جو شخص حضرت فاطمہ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے نہ ہوں وہ اپنے کو اس معنی میں سید کہے تو ابتداء جواب میں ذکر کی ہوئی حدیث کی تحذیر میں داخل ہے اور جو اپنے مقتدا رہنما یا کسی سردار کو لغوی معنی میں سید کہے تو کوئی جرم نہیں۔

اور جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس اصطلاح خاص کے لحاظ سے سید اور علوی مترادف نہیں ہے یہ باہم خاص وعام ہیں، تو ہر سید علوی ہیں اور ہر علوی سید نہیں ہے، اس لیے مولانا وجیہ الدین گجراتی قدس سرہ بنی فاطمہ وعلی ہوں تو ان کو سید اور علوی دونوں کہنا جائز ہوگا تو اعلیٰ حضرت کا ان کو علوی لکھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

(۱۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید ربیع الاول کی ۲۷ رتاریخ کو اپنے مکان سے بمبئی چلا گیا اور محرم کی ۲۷ رتاریخ کو بچہ پیدا ہوا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لڑکا زید کا ہے یا نہیں زید اور اس کی بیوی دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں لوگوں کا بچہ ہے لیکن گاؤں والے کہتے ہیں کہ بچہ حرامی ہے۔ فقط

محمد مسعود وہرا دہرا ۱۵ راگست ۶۰ء

الجواب

شریعت میں حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ ہدایہ میں ہے: "اکثر مدة الحمل سنتان و اقله ستة اشهر "(کتاب الطلاق:باب ثبوت النسب) اور سوال میں ذکر کی ہوئی مدت دس مہینہ ہوئی جب کہ عموماً نو ماہ میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ جب کہ میاں بیوی اس کو اپنا بچہ تسلیم کرتے ہیں تو گاؤں والوں کا اس بچہ کو حرامی کہنا شرعاً جرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور یکم ربیع الاول ۸۰ھ

(۱۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا اور تین یوم گزارنے کے بعد ہندہ اپنے میکے چلی گئی، اور زید بھی کچھ دنوں بعد پردیس چلا گیا، اور ادھر ہندہ کے بطن سے چھ ماہ بعد ایک روز بچہ پیدا ہوا اب اس بچہ کے بارے میں مسئلہ کیا کہتا ہے لڑکا ناجائز ہوا یا جائز بینوا توجروا۔

مختار احمد ابن۔ آر۔ میش۔ ضلع بلیا یوپی

الجواب

صورت مسئولہ میں لڑکا اپنے باپ کی جائز اولاد ہے۔ ہدایہ میں ہے: "اکثر مدة الحمل سنتان واقله ستة اشهر" بچہ اپنے ماں کے شکم میں زیادہ سے زیادہ دو سال اور کم سے کم چھ مہینہ رہ سکتا ہے

اور یہ بچہ چھ مہینہ پر پیدا ہوا ہے اس لیے ثابت النسب ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۵/ذ القعدہ ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اور اس کی بیوی ھندہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا، اسی میں زید نے اپنی بیوی ھندہ کو مارا پیٹا کہ اچانک اس کی بیوی نے الٹے اپنے شوہر کو بھی مارا پیٹا، جب بیوی کی طرف سے یہ دست درازی ہونے لگی تو اس کا شوہر زید وہاں سے ہٹ کر باہر جا کر یہ کہا کہ آج سے میری ماں ہو، میری ماں ہو، میری ماں ہو، تین مرتبہ اس جملہ کو دہرایا، پھر کچھ دنوں کے بعد بغیر کسی کفارے کے دونوں آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے اور ہم بستری بھی ہونے لگی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس ہم بستری سے اگر کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟۔ قیاد علی بمقام نیاؤں کولہ سہدول پورنیہ بہار ۱۹۔ ذوالقعدہ ۸۶ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کے نکاح پر کوئی اثر نہیں، اس لیے اب جو بچہ پیدا ہو وہ صحیح النسب ہے رہے گا، ہاں اس نے جو الفاظ کہے وہ نہایت خراب ہیں اس لیے اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۸/ذی الحجہ ۸۶ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بی بی شریفہ خاتون شادی کے بعد سسرال گئی، ایک مہینہ سسرال میں اپنے شوہر کے ساتھ رہی، اس کے بعد اپنے میکے میں چلی گئی۔ اس طرح شادی کو پونے چھ مہینے ہوئے تھے کہ بی بی شریفہ کو ایک لڑکی تولد ہوئی، اس لیے لوگوں میں سخت تشویش ہے، اور ایک قسم کا خلفشار مچا ہوا ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اتنے دنوں میں کیسے لڑکی پیدا ہو گئی یہ شادی کے پہلے کا حمل ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی قدرت میں کس کا چارہ ہے، لڑکی سے بہت طریقہ سے پوچھا گیا تو قسم کھا رہی ہے کہ دوسرے کا نہیں ہے اپنے شوہر کا ہے، اور لڑکی کے چال وچلن میں بھی کسی کو شبہ نہیں ہے، اس لیے عرض ہے کہ اس بچے کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مدلل ثبوت کے ساتھ تحریر فرمائیں کہ اس پر عمل کیا جائے، اور یہ خلفشار مٹ جائے شریفہ خاتون کے شوہر نے جب سنا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو بہت خوش تھا مگر بعد میں لوگوں کے بہکانے سے چپ ہے کچھ نہیں بولتا ہے۔ المستفتی: آس محمد برجونالہ بدرتلہ کلکتہ

الجواب

شریعت میں حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ ہدایہ میں ہے: "اکثر مدة الحمل سنتان واقله ستة اشهر" پس صورت مسئولہ میں اگر حقیقت حال یہی ہے کہ عربی مہینے کے حساب سے شادی کو ابھی چھ مہینے پورے نہیں ہوئے تھے اور بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب ثابت نہیں۔

عالمگیری میں ہے: "اذا تزوج الرجل بامرأة فجاءت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه" (الجزء الاول: کتاب الطلاق) اس لیے مہینوں کا حساب خوب ٹھیک لگایا جائے گا کہ اگر شادی عربی مہینے کی کسی درمیانی تاریخ میں ہوئی ہے تو تیس تیس دن ہر مہینہ کا حساب لگایا جائے گا۔ یعنی پورے ایک سو اسی (۱۸۰) دن۔ اگر اس طرح حساب لگانے پر چھ مہینہ سے کم ہو تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالرؤف، مدرس مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۶-۱۸) **مسئلہ**: فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے سلمہ سے بارہ سال قبل شادی کیا تھا اور تین لڑکی سلمہ کی جو زید کی جانب سے ہیں اس کے بعد زید نے اپنا آپریشن کرایا یعنی خصی ہو گیا، اور زید کے ایک دوست ہی جو برابر زید کے گھر جاتے ہیں اور زید کی بیوی سلمہ کا کہنا ہے کہ زید سلمہ کو حکم دیتا ہے کہ تم دوست سے ملو اور دوست کو کہتا ہے کہ تم میری بیوی کے ساتھ ہمبستری کرو اور دوست نے سلمہ سے ہمبستری کیا، اور پھر سلمہ کا کہنا ہے کہ میرا شوہر بھی اس کے درمیان مجھ سے ملا تھا اور ابھی حمل بھی ٹھہر گیا ہے اور اس کو پنچایت میں ثابت کیا زید نے سلمہ کو طلاق دیا اور ابھی ایک دوسرے کے گھر پر رہکر عدت گزارتی تھی، مگر عدت پوری نہیں ہوئی ہے کہ سلمہ کا نکاح پھر دوست سے کر دیا گیا اور ابھی سات ماہ کا حمل سلمہ کا ہے اس کے شوہر کے گھر پر رہتے ہوئے دوست نے سلمہ سے ہم بستری کی، رہا یہ حمل کس کی جانب سے ہے کہا نہیں جاتا مگر شک ہے اسی دور میں نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اگر اسی حالت میں نکاح ہو گیا تو کرنے والے کا نکاح میں شامل ہونے والوں کا کیا حال ہوگا خلاصہ تحریر فرمائیں اور کفارہ عائد ہوتا ہے کہ نہیں۔

(۳) زید نے سلمہ کو طلاق دینے کے بعد پھر دوسری شادی کر لی۔ برائے مہربانی جلد از جلد

جواب تحریر فرمائیں۔آپ کا شیخ عنایت اللہ ہلدیہ ڈاکخانہ ٹھاکر ٹھاٹ

الجواب

جب حمل طلاق دینے سے پہلے کا ہے تو وہ حمل زید کا ہی قرار دیا جائے گا۔حدیث شریف میں ہے:" الولد للفراش وللعاهر الحجر "(مشکاۃ اول: کتاب النکاح. باب اللعان) بچہ شوہر کا ہے اور زانی کے لیے پتھر۔اور جب زید نے طلاق دے دی تو سلمہ کی عدت اس وقت ختم ہوتی جب بچہ پیدا ہو جاتا اس سے پہلے سلمہ کا نکاح کرنا جائز نہیں جو لوگ اس میں شریک ہوئے، کسی قسم کی جان بوجھ کر مدد کی اور خود وہ۔دونوں سخت گنہگار ہوئے اور بے توبہ مرے تو عذاب الٰہی میں گرفتار ان دونوں پر واجب ہے، کہ فوراً علیحدہ ہو جائیں اور جب بچہ پیدا ہو جائے تب اس کا نکاح کسی سے ہو سکے گا۔واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۹؍ذوالحجہ ۹۰ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی ہندہ اپنی بہن خالدہ کے یہاں چلی گئی تھی۔زید بھی اسی گاؤں میں اپنی بہن زاہدہ کے یہاں کام سیکھنے کو گیا تھا زید کی بہن زاہدہ نے زید کو اور ہندہ کو ایک مکان میں کر دیا تھا کچھ دنوں بعد زید ہندہ کو اپنے یہاں لے گیا۔سات ماہ بعد ہندہ اپنے میکے میں چلی گئی وہاں جا کر بچہ پیدا ہوا۔بچہ پیدا ہونے کے چھ سات ماہ بعد زید ہندہ کو اپنے گھر لے گیا تقریباً سات آٹھ ماہ بعد پھر جا کر بھائی کی شادی کے ساتھ ہندہ اپنے میکے چلی گئی تھی۔زید ہندہ کو دو سال تک نہ لے گیا اس کی برادری کے لوگوں نے زید سے کہا کہ ہندہ کو کیوں نہیں لے جاتے ہو تو زید نے جواب دیا وہ بچہ میرا نہیں تھا۔اب دریافت کرنا یہ ہے کہ زید اتنے دن خاموش رہا اور اب ہندہ کو الزام لگاتا ہے، حالانکہ ہندہ قسم کھاتی ہے کہ میرے شوہر زید کا بچہ ہے۔برادری کے لوگوں نے زید کو کچھ نہ کہا بلکہ بیٹھ کر ہندہ کو طلاق دلوایا اور بہتان خالد پر رکھا ہے کہ بچہ خالد کا ہے۔خالد کو چند سال کے لیے برادری سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔اس پر خالد نے کہا کہ قرآن و حدیث سے فیصلہ ہو اور میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سے میں بری ہوں۔بلکہ ہندہ بری ہیں ہے اور ہندہ قسم کھاتی ہے کہ میں خالد کو اپنا والد تصور کرتی ہوں۔اس پر برادری کے لوگوں نے جو فیصلہ کر دیا ہے ٹھیک ہے۔خالد نے بار بار قرآن وحدیث پیش کیا مگر ان لوگوں نے کچھ نہ سنا دیگر حضرات بھی بولے کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔اس پر برادری کے لوگوں نے جواب دیا کہ میری برادری کا معاملہ ہے اس میں آپ لوگوں کو بولنے کا کوئی حق نہیں ہے، برادری کے لوگوں نے جو فیصلہ کیا ہے صحیح ہے یا غلط؟ قرآن وحدیث کی بولی

سے اپنی بولی کو اوپر رکھا۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ بچہ زید کا ہے یا خالد کا۔ہندہ زانیہ ہے یا پاک دامن۔برادری کے لوگوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

سائل: عبدالرحمٰن نگران گاندھی پور بیگون ضلع بجنور۔

الجواب

بچہ پیدا ہونے کے بعد بہت دنوں تک زید خاموش رہا اس نے انکار نہیں کیا اس لیے اب اس کا بچہ سے انکار کرنا شرعاً غلط ہے، اور شریعت میں زید ہی کا قرار دیا جائے گا۔پنچوں کا فیصلہ نہایت غلط ہے اگر شریعت اسلامیہ ہوتی اور زنا کا ثبوت چار عینی گواہوں سے نہ دے سکتے تو ان میں سے ہر ایک کو اسی اسی کوڑے مارے جاتے بغیر ثبوت کسی کو عیب لگانا سخت گناہ ہے۔واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۶؍جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی شادی ۴؍جولائی ۱۹۶۸ء کو ہوئی۔گیارہ جولائی کو میاں بیوی یکجا ہوئے۔۱۶؍جنوری کو زید کی بیوی کو بچہ پیدا ہوا۔لڑکی بظاہر دیکھنے میں بڑی شریف اور پڑھی لکھی ہے۔اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔لڑکا چھ ماہ سے زائد کا ہے۔باپ کا مانا جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: عبدالمجید لوہرا پوسٹ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں لڑکا صحیح النسب اور اپنے باپ کا ہی ہے۔اور بے شک لڑکی پاک دامن ہے۔ہدایہ میں ہے:" اقله ستة اشهر "(باب ثبوت النسب. ص ۴۱۲) حمل کم سے کم چھ مہینہ میں مکمل ہو جاتا ہے۔اور یہاں کچھ زائد ہی ہے واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مجاہد حسین اپنی بیگم صابرہ کو گھر کر کے کہیں باہر کام کی خاطر چلا گیا، سال بھر کے بعد گھر واپس آیا مگر اس کے گھر آنے سے قبل گاؤں کے کچھ لوگ جب اس کی بیگم کو دیکھتے تو پوچھتے اور کہنے لگے کہ مجاہد حسین کی بیگم حاملہ ہے لیکن صابرہ اس بات کا انکار کیا اور کہا کہ یہ بیماری ہے حالانکہ ڈاکٹر وڈاکٹرہ نے

دیکھا تو کہا کہ شکم میں بچہ ہے پھر صابرہ لوگوں کو انکار ہی میں جواب دیتی رہی (اس سے قبل مجاہد حسین کی بیوی کو ۳ بچے تھے) بہر حال مجاہد حسین ۴-۶ دن کے لیے گھر آیا اور چلا گیا تو اس کے بعد پانچ ماہ پر بچہ پیدا ہوا اب گاؤں محلّہ کا کہنا ہے یہ ناجائز بچہ ہے لہٰذا ذات برادری سے الگ رہو اس لیے حضور والا سے گذارش ہے کہ جواب جلد از جلد دینے کی زحمت فرمائیں۔

المستفتی: غلام مصطفیٰ فاری ٹانڈہ پوسٹ فاری خرد ضلع ویشالی

الجواب

نسب کے بارے میں اللہ رسول جل جلالہ ﷺ نے بڑی احتیاط فرمائی ہے جب تک خود مجاہد حسین اس سے انکار نہ کرے وہ بچہ مجاہد حسین کا ہی شرعاً مانا جائیگا، محلّہ پڑوس والوں کو اس کے انکار کا کوئی حق نہیں۔ حدیث شریف میں ہے "الولد للفراش وللعاهر الحجر" بچہ شوہر کا ہے زانی کے لیے پتھر واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی یکم ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

(۲۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسلۂ ھذا میں کہ

ارشد کا عقد جمیلہ کے ہمراہ ۹ جون ۱۹۹۳ ہوا اور ۳۱ دسمبر ۱۹۹۳ کو بچی پیدا ہوئی جب لڑکی کا اپنے شوہر سے کہنا ہے کہ عقد سے پندرہ روز قبل حیض سے فارغ ہو گئی تھی اور لڑکی کے گھر کے لوگوں کا کہنا ہے کہ جس دن عقد ہوا اس روز لڑکی حیض سے فارغ ہوئی تھی اور جب لڑکی پہلی بار رخصت ہو کر سسرال آئی چھ دن رہی، اور دوبارہ اٹھارہ دن کے بعد رخصت ہو کر آئی آنے کے تین چار دن بعد لڑکی نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے حمل ٹھہر گیا ہے اس کو ساقط کروا دیجئے اور جو عورتیں اس بچی کو دیکھی ہیں عورتوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی پورے نو ماہ کی ہو کر پیدا ہوئی ہے، جب لڑکی کو پہلی اور دوسری بار آنے جانے اور اس کے کہنے کے حساب سے ایک ماہ نہیں ہوا تو لڑکی کو کیسے معلوم ہوگا کہ مجھے حمل ٹھہر گیا ہے اور اپنے شوہر سے کہہ رہی ہے اس کو ساقط کر دیجئے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے قرآن واحادیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد انصاری بن نظام الدین، پوست مقام قصبہ بڑھل گنج

الجواب

شریعت مطہر میں اندازہ اور گمان کا اعتبار نہیں۔ ھدایہ میں ہے: "ولو زوجها فولدت ولداً لستة اشهر من يوم تزوج فهو ابنه وعليه المهر" (کتاب الطلاق: ۴۱۰) اسی میں ہے "اقل مدة الحمل ستة اشهر واكثرة، سنتان، "کسی عورت سے شادی کے چھ مہینہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ شوہر کا ہی ہے۔ کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔

اور صورت مسئولہ میں حساب سے چھ مہینہ سے کچھ دن زائد ہی ہوتے ہیں اس لیے بچہ ثابت النسب ہے، اور شرعاً اس کا نسب ارشد سے ثابت ہے، عورتوں کی بات بکواس ہے جب چھ ماہ میں بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور شریعت اس کا اعتبار کرتی ہے تو عورتوں کے اعتبار نہ کرنے سے کیا ہوگا، یونہی لڑکی کا ایک ماہ سے کم میں اندازہ لگا لینا کوئی ناممکن بات نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی

(۲۳) **مسئلہ**: کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

امام محمد مصطفیٰ صاحب کا بیٹا محمد جمیل احمد تقریباً ایک سال سے بمبئی تھا اور اس کی بیوی گھر پر تھی۔ او رمحمد جمیل احمد ۲۸ / اپریل ۱۹۸۴ء کو گھر واپس آیا اور یکم ستمبر ۱۹۸۴ء کو اس کی بیوی کو لڑکا پیدا ہوا اور بائیس گھنٹہ زندہ رہ کر مر گیا اس کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا۔ بچہ کل چار مہینہ تین دن کا تھا۔ تو وہ بچہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اس مرحوم بچہ کا دادا محمد مصطفیٰ صاحب تقریباً پندرہ سال سے اس مسجد کے امام ہیں۔ لہٰذا امامت کے لائق ہیں کہ نہیں؟ کیونکہ بچے پر لوگوں کو شک پیدا ہو گیا۔ اس لیے اس وقت مقتدیوں کے اتفاق سے امام کو اتار کر عارضی امام رکھا گیا ہے۔

لہٰذا علمائے ملت اسلامیہ سے گزارش ہے کہ اس امام اور بچے کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش فتوی عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی، اراکین مسجد گورنگج پوسٹ بیلگھاٹ گورکھپور

الجواب

صورت مسئولہ میں اس بچہ کا نسب محمد جمیل احمد سے ثابت ہے۔

حدیث شریف میں ہے: الولد للفراش۔ بچہ اسی کا ہے عورت جس کی زوجیت میں ہے۔

ہدایہ میں ہے: اكثر مدة الحمل سنتان۔ حمل زیادہ سے زیادہ دو سال تک ہے۔

تو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حمل ایک سال پہلے کا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حمل مدت پوری ہونے سے پہلے خام ساقط ہو گیا ہو۔ اس لیے صرف شبہ کی بنا پر بچے کو ناجائز اور اس کی ماں کو زنا کی تہمت لگانا سخت ممنوع اور گناہ ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [النور: ۲۳]

پاکدامن مومن غافل عورت کو تہمت زنا لگانے والے قابل لعنت اور بڑے عذاب کے مستحق ہیں

اسی طرح امام صاحب کے خلاف بھی صرف شبہ کے طور پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

اور صرف اس شبہ کی بنا پر ان کی امامت میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۲۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ انسان کی نسل ماں سے چلتی ہے، اسی لیے حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آل رسول کہا جاتا ہے بکر کہتا ہے کہ انسان کی نسل باپ سے چلتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ المستفتی، رضوان الحق، کریم الدین پور گھوسی اعظم گڑھ

الجواب

صورت مسئولہ میں بکر صحیح کہتا ہے، کہ فتاوی رضویہ میں ہے۔ شرع مطہرہ میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل ہوں، یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا۔ اگر چہ اس کی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں۔

نبی ﷺ نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے: "من ادعی الی غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين . لايقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا" (صحیح مسلم: ص ۴۹۵)

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کی نسبت کرے اس پر اللہ۔ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ ہاں یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے خاص امام حسین وامام حسن اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ٹھہرے۔ پھر ان کی جو اولاد خاص ہے ان میں بھی وہی قاعدہ جاری ہوا۔ کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں۔ اس لیے بطنین کریمین کی اولاد سید ہیں۔ نہ کہ بنات فاطمہ کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم — عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۷/۴/۱۴۰۵ھ

(۲۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید دلی رہتا ہے اور ان کے والدین وزوجہ گھر رہتے ہیں زید دلی سے آیا اور کچھ دن بیوی کے پاس گذار کر پھر دلی چلا گیا، ادھر زید کی بیوی تقریبا سات ماہ بعد آخر ربیع الاول میں بچہ جنی بچہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ ہمارے گاؤں کی پنچایت جس کو لوگ گواہی کہتے ہیں اور مسجد ومدرسہ اور دیگر امور مسلمان اسی کے سپرد ہیں اس کا کہنا ہے کہ زید کی بیوی کا بچہ سات ماہ بعد ہی ہوگیا جب کہ بچہ نو ماہ کے بعد ہوتا ہے اس لیے یہ بچہ حرامی ہے۔ لہذا زید کا بائیکاٹ کر دیا جائے پھر کیا تھا بائیکاٹ کر دیا گیا باوجودیکہ اس کے پاس نہ کوئی شرعی ثبوت ہے اور نہ حرامی ہونے پر کوئی شہادت۔

اس پنچایت میں کچھ مولوی صاحبان بھی شامل ہوئے ان کا کہنا ہے کہ شریعت میں شادی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوسکتا ہے۔ لہذا ان کے والدین کے عدم انکار پر بچہ حرام نہیں قرار دیا جاسکتا، اگر آپ لوگ ایسا کرتے ہیں تو اس کے ذمہ دار آپ لوگ ہیں۔ تو اسے برا سمجھا گیا اور ایک دیندار بزرگ کا قصہ سنا کر زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو کہہ کر جواب دیا گیا۔

کیا ایسی صورت میں گواہی کا فیصلہ شریعت کے خلاف نہیں؟ ایسی گواہی سے علیحدگی اختیار کرنا شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: مولوی عبد المجید گلدش پور پسوان لگیا ضلع گورکھپور

الجواب

البتہ شریعت میں حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے جو بچہ پورے چھ ماہ پر پیدا ہوا اس کے باپ نے انکار نہیں کیا اسے اپنا لڑکا مانا۔ اس کو ناجائز کہنا اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگانا ہے۔

بلاشبہ شریعت اسلامی کی حکومت ہوتی تو اس عورت کے زنا کی چار شرعی شہادت نہ پیش کرنے والے کو ۸۰،۸۰ کوڑے مارے جاتے۔ موجودہ صورت میں آپ کے ایک گاؤں ہی نہیں کئی گاؤں کے لوگ ایسا بے بنیاد الزام لگائے۔ بائیکاٹ تو کرتے تو سبھی مجرم اور گنہگار ہوتے اور بے توبہ مرتے تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے، توبہ یہی ہے کہ بائیکاٹ ختم کی جائے اور پورے گھر والوں سے معافی مانگی جائے۔

کل میدان قیامت میں زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو کا مصرع پڑھنے سے کام نہیں چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو آج فرمادیا ہے: ﴿لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ [النور:۱۳]

یہ ظالم چار گواہ کیوں نہیں لائے اور جو گواہ نہیں لایا خدا کے نزدیک وہی جھوٹا ہے۔

اور ایسے فیصلے کی تائید کرنے والے بھی مجرم اور گنہ گار اور ایسی گواہی اور پنچایت میں شریک ہونا گناہ بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام:۶۸] یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور مولوی صاحبان کو سخت پرہیز اور احتیاط رکھنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۱۹؍ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

(۲۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے تین لڑکے ہیں۔ سب سے بڑا لڑکا خالد ہے اس کے بعد عمر اور بکر ہیں اور زید باحیات

ہے۔ سب سے بڑا لڑکا خالد جو ہے وہ نالائق ہے اور زید کو گالی گلوج دیتا ہے اور دو مرتبہ مار بھی چکا ہے۔ اب اگر زید اپنی ملکیت میں سے خالد کو نہ دے تو کیا عاقبت میں اس کی پکڑ ہوگی یا نہیں؟ اور زید اپنے چھوٹے دونوں لڑکوں کو اپنی ملکیت میں سے ہبہ کرنا چاہتا ہے تو کیا ہبہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: محمد یسین محلہ کٹرہ مبارک پور اعظم گڈھ ۱۴ر شوال ۱۳۸۴ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ زید کا بڑا لڑکا ناخلف ہے تو زید اس کو اپنی ملکیت سے محروم کر دینے میں شرعاً جرم نہ ہوگا۔ اور زید اپنی زندگی میں اپنی جائداد جس کو بھی ہبہ کر کے اس پر قبضہ دلا دیگا، ہبہ صحیح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ ۱۴ر شوال ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آج گیارہ ماہ سے بھی زیادہ ہوئے ہیں کہ بکر کی بیوی بکر سے رخصتی لے کر کیم شعبان ۸۳ھ مطابق انگریزی تاریخ ۶ر نومبر بروز بدھ ایام حیض یعنی صرف دو روز ماہواری آئے ہوئے تھے کہ تیسرے دن اپنے میکے جو بکر کے گھر سے چالیس میل دور ہے، چلی گئی، جواب تک وہیں ہے۔ پھر بکر نے اپنی بیوی کا رخ اور چہرہ نہ دیکھا نہ کسی قسم کی ملاقات کی۔ جب بکر ساڑھے چار ماہ بعد اپنی بیوی کو رخصتی دلانے کے لیے سسرال گیا تب بکر کی بیوی بکر کے ساس سے رشتہ دار سب مل کر بکر سے خلع کراتے ہیں بکر خلع کر دیتا ہے۔ منظور کر کے تین طلاق بھی دے دیا، پنچوں کے سامنے تحریری کاغذ بھی، پنچوں کا دستخط ہو چکا ہے۔ یعنی بکر کے گھر سے جانے کے ساڑھے چار ماہ بعد خلع وطلاق ہوتا ہے۔ تاریخ ۱۸ر مارچ ۸۴ھ کو خلع طلاق ہوا۔

اور بیوی اس وقت بھی بکر سے ملاقات اور بات نہ کی، نہ بکر نے اپنی بیوی کا چہرہ دیکھا اور آج تک نہیں دیکھا گیا۔ گیارہ مہینہ سے زیادہ ہو رہے ہیں اور بکر کی بیوی کو سات روز تک ماہواری رہتی ہے۔ بعد خلع بکر کی بیوی دوسرے مرد سے ڈھائی ماہ بعد نکاح پڑھواتی ہے۔ جب دوسرے مرد سے نکاح ہوا اس کے دس روز بعد بکر کی بیوی کو ایک بچی پیدا ہوئی۔ جو آج مہینہ روز کے قریب ہو رہا ہے۔ اب بکر کی بیوی بدکاری اور زناکاری کو چھپانے کے لیے بکر کی طرف نطفہ منسوب کرتی ہے چہ جائے کہ آج گیارہ ماہ ہوتے ہیں۔ بکر نے اپنی بیوی کا رخ وچہرہ تک نہ دیکھا نہ کسی قسم کی ملاقات ومباشرت ہوئی پھر بھی بکر کا نطفہ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور بکر اس بچی کا ذمہ دار کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ تو بالکل حرامی بچی ہوئی۔ حوالہ

قرآن وحدیث سے دے کر اس بچی کا ذمہ دار کوئی ہوگا یا نہیں؟

محمد صدیق عفی عنہ، جمشید پور

الجواب

صورت مسئولہ میں بادی النظر میں وہی بات معلوم ہوتی ہے جو آپ نے سوال میں تحریر کیا ہے۔ لیکن شریعت نے نسب کے معاملہ میں انتہائی احتیاط فرمائی ہے، اس لیے شرع شریف میں حمل کی مدت کم از کم چھ مہینہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ ہدایہ میں ہے: "اکثر مدۃ الحمل سنتان و اقلہ ستۃ اشھر" اس کے دوران میں جو بچہ پیدا ہو شوہر کا ہی قرار دیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے "الولد للفراش و للعاھر الحجر"۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جب بچہ دو سال تک اپنی ماں کے شکم میں رہ سکتا ہے تو اتنی جلدی کیسے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ گیارہ مہینہ کے بعد جو بچی پیدا ہوئی اب وہ بکر کی نہیں۔ عالم گیری میں ہے: "ولو طلقھا بعد الدخول ثم جاءت بولد ثبت النسب الی سنتین"

(کتاب الطلاق: باب فی ثبوت النسب)

صورت مسئولہ میں شرعاً وہ بچی بکر کی ہی قرار دی جائے گی۔ حمل کی موجودگی میں اطلاع دیئے بغیر جو دوسرا نکاح ہوا وہ نکاح باطل ہوا، اس لیے ان دونوں میں باہمی قربت حرام ہوگی۔ البتہ وضع حمل کے بعد دونوں پھر سے نکاح کریں تو جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

میرے والد صاحب کا ایک شوہر دار عورت سے ناجائز تعلق ہو گیا ہے۔ جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اب اس عورت کا انتقال ہو گیا اور میرے والد صاحب کا بھی انتقال ہو گیا مگر اس عورت کا شوہر زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دیا تھا۔ اس استفتاء پر اس کا دستخط موجود ہے اور شہادت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکا والد صاحب کی جائداد میں حقدار ہوگا کہ نہیں، مستند جواب صادر فرما دیا جائے۔

گواہ: عبد الستار بقلم شوکت علی، سید شفقت علی، بارہ گمبھیر سینگھ مکان ۸۳ر بنارس

الجواب

زانی اور اس لڑکے میں جو زنا سے پیدا ہوا ہے شرعاً کوئی رشتہ نہیں۔ "الولد للفراش و للعاھر الحجر" لڑکا شوہر کا ہے زانی کے لیے پتھر ہے۔ اس لیے وہ لڑکا زانی کے مال سے کسی طرح کا حقدار نہیں

ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۳؍ذوالقعدہ ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ

میں اپنی بیوی انوری بنت علاء الدین سے ڈھائی سال دور رہا اس درمیان میں مجھ سے کسی قسم کی ملاقات نہیں ہوئی اور انوری کے بطن سے چھ ماہ قبل بچہ پیدا ہوا جس کا اقرار انوری نے ایک خط میں کیا ہے، اور لوگوں کے سامنے بھی کیا ہے، جس کے گواہ کے اکرام الحق ولد محمد مجیب الرحمٰن ساکن منجھاری بھی ہے کہ بچہ جو میری گود میں ہے میرے شوہر کا نہیں بلکہ میرے شوہر کے بھائی سید کا ہے۔ ایسی صورت میں شریعت مطہر سے یہ بتائیں کہ وہ بچہ جو انوری کی گود میں ہے وہ میرا ہے یا نہیں اور مجھ پر اس بچہ کی کفالت کی ذمہ داری ہے یا نہیں۔ اور انوری کو طلاق دینے کی صورت میں مجھ پر نان ونفقہ ومہر ادا کرنا ہوگا کہ نہیں؟ ایک بات قابل غور ہے کہ سید انکار کررہا ہے وہ بچہ میرا نہیں۔

الجواب

حدیث شریف میں ہے: "الولد للفراش وللعاهر الحجر" . مشکاۃ اول: کتاب النکاح)

بچہ شوہر کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے۔

پس صورت مسئولہ میں جب تک آپ اس بچہ سے انکار نہ کریں گے شرعاً بچہ آپ کا ہی مانا جائے گا اور اس کی ذمہ داری آپ پر ہی ہوگی ہاں اگر آپ اس بچے کو اپنا ماننے سے انکار کردیں تو البتہ بچہ عورت کی طرف منسوب ہوگا زانی سے اس کا تعلق نہ ہوگا۔

اور حسب بیان مسائل چونکہ عورت کو اپنی غلطی کا اعتراف ہے اس لیے یہ لعان کی صورت نہ ہوگی اور بچے کے نسب سے انکار کے باوجود بچہ کا نسب شوہر سے منتفی نہیں ہوگا۔ اور وہ اس کی ذمہ داری سے بری نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:" تصدقه فيندفع به اللعان ولا تحد وان صدقته اربعاً لانه ليس باقرار قصداً"

اور شامی میں ہے:" لاينتفى النسب لا نه انما ينتفى با للعان ولم يوجد

(جلد پنجم ص ۱۵۴)

اور شوہر کی مرضی کے اوپر یہ بات موقوف ہوگی۔ جی چاہے اس کو اپنے نکاح میں باقی رکھے۔

شامی میں ہے:"لايجب تطليق الفاجرة"

زانیہ عورت کو طلاق دینا ضروری نہیں اور جی چاہے تو اس کو طلاق دے دے طلاق دینے کی صورت میں مہر اور عدت کا خرچ شوہر کو دینا پڑے گا۔

حدیث شریف میں ہے:"بما استحللت من فرجها "(مشکاۃ: باب اللعان)

عورت سے چونکہ تم نے بھی فائدہ اٹھایا ہے اس لیے تم کو مہر اور نفقہ دینا پڑے گا۔ نسب کے انکار کے باوجود بچہ کا نسب شوہر سے منتفی نہیں ہوگا اور وہ اس کی ذمہ داری سے بھی بری نہ ہوگا۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۳۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی بیوی ہندہ کے غلط تعلقات زید کے بھائی بکر سے ہوگئے اور ناجائز بچہ بھی پیدا ہوا جب زید کو معلوم ہوا تو اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دی وہ چلی گئی مگر بچہ زید کے گھر پر رہتا ہے آیا اس بچہ کا زید کے گھر رہنے پر زید کو چٹائی سے نکالا جاسکتا ہے کہ نہیں، یعنی اس کے ساتھ کھانا پینا میل ومراسم درست ہے یا نہیں اور بکر بھی اسی گھر میں رہتا جو زانی رہ چکا ہے، اس کے اوپر شریعت کا کیا حکم ہے؟ مدلل تحریر کریں۔

المستفتی: محمد ثناء اللہ جامعی مدرسہ گلشن بغداد بیرہواں گورکھپور

الجواب

وہ بچہ شرعاً زید کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:"الولد للفراش وللعاهر الحجر"

زید کا اس کی پرورش کرنا کوئی جرم نہیں، جرم اگر تھا تو عورت کا اور بکر کا صرف اس بنیاد پر اس کو چٹائی سے نکالنا ظلم اور زیادتی وگناہ ہے، زید کا بھائی بکر اگر اپنے گناہ سے توبہ کرے تو اس کے ساتھ بھی برا سلوک نہ کیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے:"التائب من الذنب كمن لاذنب له"

ہاں اگر وہ حسب سابق اپنے گناہ کی زندگی پر اصرار کررہا ہو تو ضرور اس کو چٹائی سے باہر کردیا جائے۔ اور زید بھی اس کے ساتھ نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۰؍ذوالقعدہ ۱۴۰۸ھ

(۳۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور دو بچی پیدا ہوئی، پھر کسی وجہ سے زوجین کے درمیان جدائی ہوگئی اور جدائی کی مدت تقریباً اکیس ماہ ہے، اس درمیان زید نے ہندہ سے کوئی تعلق نہیں رکھا اور ہندہ کو جدائی کے انیسواں ماہ میں بچہ پیدا ہوا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچہ ولد الزنا ہوگا کہ زید کا ہوگا۔

السائل: محمد مختار انصاری ڈگواڈیہ نمبر ۱۰ اسلام پور بستی پوسٹ جبل پور ضلع دھنیا مورخہ ۲۰؍نومبر ۱۹۹۲ء

الجواب

حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال، اب صرف اتنی بات پر بچہ کو ولدالزنا کہنا صحیح نہیں۔ ہاں اگر شوہر اس بچہ سے انکار کرے کہ یہ میرا نہیں ہے۔ تو میاں بیوی میں لعان ہوگا۔ اور لعان کے بعد شوہر طلاق دے دے یا قاضی تفریق کردے گا۔ اور بچہ عورت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو، ۱۱ر جمادی الاخری ۱۴۱۳ھ

(۳۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور ٹھیک شادی کے آٹھ ماہ کے بعد ایک صحت مند بچی پیدا ہوئی، لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ بچی حرامی ہے۔ کیونکہ آٹھ مہینے کی بچی اتنی صحت مند اور موٹی نہیں ہوتی ہے۔ نیز بچہ آٹھ نہیں نو ماہ پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ کہکر زید کی عدم موجودگی میں ہندہ کے خسر کو اسے گھر سے نکالنے پر مجبور کرتے ہیں، لیکن ہندہ بچی کے حلال ہونے پر حلف لینے کو تیار ہے۔ اور بچی کے صحت مند ہونے کے متعلق اس کے گھر والے کہتے ہیں کہ ہندہ ایام حمل میں مقوی غذا اور ٹانک استعمال کی ہے۔

لہذا حضور والا سے گذارش ہے کہ مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سلجھادیں۔ کیونکہ اس مسئلہ کو لے کر کافی بے اطمینانی پھیلی ہے۔

المستفتی: محمد یسین، گاندھی چوک مہوا ویشالی بہار ۴ر جنوری ۱۹۹۳ء مطابق ۱۰ر رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

الجواب

حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینہ ہے۔ اگر چھ مہینہ پورا ہونے کے بعد کوئی بچہ پیدا ہو تو وہ صحیح النسب ہے۔ آٹھ مہینہ کی بچی کا انکار کرنے والے غلط کہتے ہیں۔ ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اپنی اولاد سے انکار کرنے کا حق صرف باپ کو ہے۔ وہ بھی اس کے لیے لعان کرنا پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۳ر رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

(۳۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ضروری لکھنا یہ ہے کہ زید پردیش میں رہتا ہے۔ وہ ۲ر فروری ۱۹۹۹ء کو اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی کے ساتھ چار ماہ کے قریب رہا سہا۔ پھر زید ۵ر جون مطابق ۲۰ر صفر المظفر کو پردیش میں کمانے کے لیے چلا گیا۔ اور اس کی بیوی ہندہ کو ۷ر مئی ۲۰۰۰ء کو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

واضح ہو کہ ہندہ کو یہ لڑکی پہلی اولاد نہیں ہے۔ بلکہ ساتویں اولاد ہے۔ اس سے پہلے جتنے بھی لڑکے پیدا ہوئے سب اپنے مقررہ وقت پر یعنی سات یا نو ماہ پر ہی پیدا ہوئے ہیں، صرف یہ لڑکی ہی گیارہ

ماہ کچھ دن پر ہی پیدا ہوئی ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہو کہ زید پردیش میں رہتا ہے۔ اس کو معلوم نہیں کہ ہماری بیوی کو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اس کا کچھ پتہ نہیں ہے، زید اور ہندہ صوم وصلوۃ کے پابند نہیں ہیں اور نہ ہی شریعت مطہرہ کے جانکار ہیں۔

اس گاؤں کی عوام کو اس لڑکی پہ شک ہے کہ یہ لڑکی زید کی نہیں ہے بلکہ کسی اور کی ہے، آپ سے گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ لڑکی ناجائز ہے یا جائز ہے؟ یہاں کی عوام اور زید کے گھر والے بھی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ بچی جائز ہے یا ناجائز ہے؟

المستفتی: حاجی محمد خضر، رانی پور گولا بازر گورکھپور ثابت علی رانی پور گولا گورکھپور
صفر علی۔ حنیف، نورالہدی نصاری، محمد خلیل انصاری

الجواب

اللہ تعالیٰ عوام کو عقل سلیم دے۔ اور اللہ ورسول کے حکم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

فقہ کی تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ "اقل مدة الحمل ستة اشهر واكثره سنتان"

حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ صورت مسئولہ میں اگر وہ بچی چار چھ مہینہ اور بعد میں پیدا ہوتی۔ بلکہ شوہر سے ملاقات کے بعد چوبیس ماہ کے اندر جب بھی پیدا ہوتی تب بھی شرعاً زید کی ہی بچی مانی جاتی۔ اس لیے زید کی بیوی کے خلاف بدگمانی اور چہ میگوئی صحیح نہیں ہے بچی زید کی ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۱ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

(۳۴، ۳۷) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) سید کس کو کہتے ہیں اور کتنے قسم کے سید ہیں، ان میں سے کس قسم کا سید سرکار دو عالم ﷺ کے لیے کہنا اور لکھنا جائز ہے اور کس قسم کا سید لکھنا اور کہنا ناجائز ہے؟

(۲) ہندوستان کے عرف میں اکثر لوگ حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد پاک کو سید کہتے ہیں۔ اس قسم کو سمجھ کر کوئی کہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کن حضرات کو کن اعتبار سے سید کہتے ہیں۔

(۴) اور غیر سید جو حسنی وحسینی نہ ہوں ان کو سید کب کہیں گے اگر پٹھان مغل وغیرہ کوئی سید کہے تو وہ کس حساب سے جائز اور کس حساب سے ناجائز ہوگا۔

المستفتی خلیفہ بادشاہ مزار شاہی مومن مسجد قول پیٹ بھو پیٹ بلرائی کرناٹک

الجواب

سید کے معنی مختلف ائمہ تفسیر نے مختلف بیان کئے ہیں اور علمائے مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں اپنے ذوق کے مطابق ان میں سے چند معانی یا کسی ایک معنی کا ذکر کیا ہے۔ شراح حدیث میں علامہ طیبی شارح مشکوۃ اور امام نووی شارح مسلم نے اپنی اپنی تصنیفات میں مذکورہ بالا مفسرین کی ہم نوائی کی ہے، علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ان تمام معانی کا ایک اچھا اختصار کیا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان میں کون سے معنی اصلی ہیں اور کون سے معنی ضمنی۔

چنانچہ فرماتے ہیں: "فسره ابن عباس بالكريم وقتادة بالحليم وضحاك بحسن الخلق والسالم بالتقى وابن زيد بالشريف وابن حسيب بالفقه والعلم واحمد بن عاصم بالراضى بقضاء الله والخليل بالمطاع الفائق فى اقرانه وابوبكر الوراق بالموكل والترمذى بالعظيم الهمة والثورى بمن لايحسد وابو اسحق بمن يفوق بالخير وبعض اهل اللغة بمن يجب الطاعة والتحقيق ان اصل معنى السيد من سودتهٔ قومه ويكون له اتباع ثم اطلق على كل فاعل الخير فى الدين والدنيا"۔ (روح المعانی جلد سوم ص ۱۴۷)

ترجمہ: (۱) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید کے معنی سخی اور بزرگ بتائے (۲) حضرت قتادہ نے سنجیدہ اور بردبار بتائے (۳) حضرت ضحاک نے صاحب خلق کہا (۴) حضرت سالم نے متقی اور پرہیز سے تعبیر کی (۵) ابن زید نے شریف بیان کیا (۶) ابن مسیب کے نزدیک عالم اور فقیہ سید ہے (۷) احمد بن عاصم کے نزدیک جو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو۔ (۸) خلیل کے نزدیک وہ شخص جس کا حکم مانا جائے اور جو اپنے ہمسروں میں ممتاز ہو (۹) ابوبکر وراق اللہ پر بھروسہ کرنے والے کو سید کہتے ہیں (۱۰) امام ترمذی بلند حوصلہ کو سید بتاتے ہیں (۱۱) اور امام ثوری حسد نہ کرنے والے کو (۱۲) امام ابو اسحاق اسے سید بتاتے ہیں جو تمام بھلائیوں میں برتر ہو (۱۳) اور بعض اہل لغت نے جس کی اطاعت واجب ہو اس کو سید کہا۔ علامہ آلوسی فیصلہ فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ سید وہ ہے جو اپنے لوگوں کی قیادت کرے اور جس کے بہت سے پیروکار ہوں پھر لفظ سید دین ودنیا کی جملہ بھلائی کرنے والوں پر بولا جائے گا۔ اس عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوئیں۔

(۱) سید کے حقیقی معنی صاحب اقتدار وحاکم اور قائد ہیں جس کی اتباع کی جائے اور مصائب وآلام میں اس کی طرف رجوع کیا جائے اور ایسے شخص کے لیے جملہ محاسن اخلاق دینی ودنیاوی ضروری

ہیں۔ اس لیے ائمہ تفسیر نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اخلاق سے اس کی تعبیر کی۔

(۲) یہ کہ اللہ ورسول کے کلام وشریعت کے محاورے میں سید کے معنی کسی قوم اور ذات اور برادری کے نہیں کہ جو اس خاندان میں پیدا ہو وہ سید ہے، اسکے کردار خواہ کیسے ہی ہوں اور جو ان سے باہر ہو وہ سید نہیں، چاہے اس کے کردار کیسے ہی اچھے ہوں۔

(۳) یہ کہ ہر وہ شخص سید کہا جاسکتا ہے جو واجب الطاعۃ ہو اور جس کے پیروکار ہوں اور حرج ومرج میں جس پر اعتماد کریں اور نیک کردار ہو۔

نتائج مذکورہ تیسرے نمبر کی مزید توضیح اور تفصیل حضرت ابوبکر جصاص رازی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

"يدل على ان غير الله تعالىٰ يجوز ان يسمى بهذا الاسم لان الله تعالىٰ يسمى يحى سيدا۔ والسيد هو الذى يجب طاعته وقدروى عن النبى ﷺ انه قال حين اقبل سعدبن معاذ للحكم بينه وبين بنى قريظة قوموا الى سيدكم وقال ﷺ للحسن ابنى هذا سيد وقال لبنى سلمة من سيدكم يابنى سلمة قالوا الحربن قيس على بخل فيه فقال اى داء ادرى من البخل لكن سيدكم يابنى سلمة الجعد الابيض عمروبن جموح فهذا كلم يدل على ان من تحب طاعته يجوز ان يسمى سيدا۔ وروى عن النبى ﷺ ان وقد بنى عامر قدموا على النبى ﷺ فقالوا انت سيدنا وذوالطول عينا فقال النبى ﷺ السيد هو الله تعلموا الكلام ولايستهوينكم الشيطان۔ وقد كان النبى ﷺ افضل السادات من بنى آدم ولكن رآهم المتكلمين بهذا يقول على وجه التصنع فانكره عليهم۔ (احکام جلد ۲ ص ۱۲)

اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَسَيِّداً وَحَصُوراً وَنَبِيّاً مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ [آل عمران: ۳۹] اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غیر اللہ کا نام بھی سید رکھا جاسکتا ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحیی علیہ السلام کو "سید" فرمایا اور سید وہی ہوتا ہے جس کی فرمانبرداری لازم ہو۔ اسی طرح حضور ﷺ نے انصار کی طرف مخاطب ہو کے حضرت سعد بن معاذ کے لیے کہا (جب وہ حضور ﷺ اور یہود بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے آرہے تھے) اپنے سردار "سید" کے لیے کھڑے ہوجاؤ۔

یونہی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میرا بیٹا سید ہے، بنو سلمہ سے آپ نے پوچھا اے بنی سلمہ تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے عرض کی حر بن قیس، مگر وہ بخیل ہیں آپ نے فرمایا بخل سے بڑی کون سی بیماری؟ تمہارا سید تو گھونگھریالے بال اور سپید چہرہ والا عمرو بن جموح ہے۔

یہ آیت اور یہ حدیثیں سب دلالت کرتی ہیں کہ جس کی اطاعت کی جاتی ہو اس کو سید کہتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ بنو عامر کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا آپ ہمارے سید ہیں اور آپ کو ہم پر پوری قدرت ہے تو ہر چند کہ آپ سید السادات بنی آدم ہیں، آپ نے انہیں منع فرمایا کہ تم مجھے سید نہ کہو سید تو اللہ تعالیٰ ہے۔ کیوں کہ ان لوگوں نے صدق دل سے آپ کو سید نہیں کہا تھا ریاکاری اور بناوٹ سے کہا تھا آپ نے ہدایت فرمائی شیطان کے بہکاوے میں نہ آ و چنانچہ آپ نے خود فرمایا:

"انا سید ولد آدم ولا فخر وبیدی لواء الحمد تحته آدم ومن سواه ولا فخر"

میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں یہ فخریہ نہیں کہتا اور میرے ہاتھ لواء الحمد کا پرچم ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم اور تمام پیغمبر ہوں گے اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۱۱)

اور آپ کے اسمائے گرامی میں ایک نام سید بھی ہے۔

الختصر امام جصاص کی اس عبارت سے گذشتہ عبارت کے نتائج پر مزید روشنی پڑی اور یہ ظاہر ہوا کہ سید حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس کی عطا اور دین سے اس کے رسول ﷺ سید البشر سید المرسلین اور سید العالمین۔ اور رب تبارک وتعالیٰ نے خود حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سید فرمایا اور سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت شیخین کو سید اکھول اهل الجنة کہا اور حسنین کریمین کو سید اشباب اهل الجنة فرمایا۔ اور دیگر صحابہ کرام کو بھی اس خطاب سے نوازا۔

یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا وہ عربی کی مستند لغات، قرآن وحدیث اور تفسیر اور شروح کا خلاصہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے بہت عرصہ بعد تک سید کا لفظ اس معنی میں بولا جاتا رہا۔ قرآن وحدیث اور مذہبی تحریروں میں جس کو سید کہا گیا اس سے یہی معنی مراد لیے گئے، خود حضور ﷺ نے حسنین کریمین کو جنتی نوجوانوں کا سید کہا۔ تو اس کا مطلب بھی جنتیوں کا سردار تھا اور کوئی دوسرے معنی مراد نہیں تھے۔

آپ نے سوال نمبر ۲، میں ہندوستان کے عرف کے حوالے سے سید کے جو معنی بتائے ہیں اس کا ذکر ہمیں زبان وبیان یا دین ومذہب کے قدیم علمی ذخیروں میں تو نہ۔ البتہ اردو اور عربی کی چند ایسی لغات میں جو ادھر دو سو سال کے اندر لکھی گئی ہیں ان میں دوسرے نمبر پر یہ بھی ملا۔

چنانچہ فرہنگ آصفیہ جلد ۲ ص ۱۹۳ پر ہے:

(۲) حضرت فاطمہ کی آل اولاد جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں کی یہ اصطلاح بھی ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی مشترکہ اولاد کو وہ سید کہتے ہیں۔ امام اہل

سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۲۳ پر فرمایا:

شریعت مطہرہ کے محاورہ "سید" بمعنی قوم مخصوص مستعمل نہیں، یہ اہل ہند کی خاص اصطلاح ہے

اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ سید کے دو معنی ہیں۔

(الف) سردار، حاکم اور مطاع جو سردار سے متعلق جملہ افعال حسنہ اور اخلاق نافلہ سے مزین ہو یہ معنی اصلی ہے اور جب سے عربی زبان ہے، اور آج تک یہ لفظ اسی معنی میں بولا سمجھا جاتا ہے۔ اور شرع شریف کے محاورہ میں بھی یہ لفظ بول کر یہی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔

(ب) دوسرے معنی حضرت علی کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے ہو، یہ معنی بہت بعد کی پیداوار ہے۔ اور ایک مخصوص خطہ زمین کی اصطلاح۔ اس لیے عربی زبان کی اصلی اور بنیادی لغات اور قرآن وحدیث میں اور اس کی شروح میں اس معنی کا پتہ نہیں۔

اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ پہلے معنی کے اعتبار سے لفظ سید کا اطلاق ہر ذات پر صحیح ہوگا جو حاکم اور سردار اور مطاع ہو اور اخلاق حسنہ سے متصف ہو۔ اس لیے حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو سید کہا کہ وہ احکم الحاکمین اور رب العلمین ہے۔ اور خود آپ ﷺ کو سید العلمین کہا جاتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق اور خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سید فرمایا کہ وہ اپنی امت کے قائد اور ان کے لیے آمر وناہی تھے، اسی اعتبار سے حضور ﷺ نے حضرات حسنین کریمین کو سید کہا کہ وہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

پھر یہ لفظ صرف جنوں یا انسانوں کے لیے خاص نہیں۔ جبرئیل امین سید الملئکة ہیں، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدة نساء العلمین ہیں۔ اور حضرت شیخین "سیدا کهول اهل الجنة" ہیں، بلکہ ہر گروہ ہر طبقہ نے اپنے اپنے دائرہ میں اپنے پیشوا کو سید کہا ہے، جیسے شاگرد اپنے استاد کو، مرید اپنے پیر کو، بیوی اپنے شوہر کو، غلام اپنے آقا کو، خود پیغمبر اسلام ﷺ نے جملہ اقوام کے لیے فرمایا: سید القوم خادمهم قوم کا سردار اس کا خادم ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ یہ ایک عام محترم لقب ہے جو ہر پیشوا اور محترم کے لیے بولا جا سکتا ہے اور بولا جاتا ہے۔

اور دوسرے معنی کے اعتبار سے لفظ سید کا اطلاق حضرت علی کی اولاد پر ہے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور وہ لوگ جو ان حضرات کی نسل سے نہیں ان کے علاوہ پہلے یا پچھلوں میں کسی کو اس معنی میں سید کہنا صحیح اور جائز نہیں۔ مثلاً حضور ﷺ کو اس دوسرے معنی کے اعتبار سے سید کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ حضرت آمنہ اور عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد نہیں بلکہ حضرت

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں یا ان کی اولاد کی اولاد ہیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس معنی میں سید کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ابو طالب اور فاطمہ بنت اسد کی اولاد نہیں بلکہ خود اپنی اور فاطمہ کی اولاد میں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

"من ادعی الیٰ غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا"

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر اللہ پاک اور سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فرض قبول نہ کریگا نہ نفل۔

یہ وعید شدید اس شخص پر بھی صادق ہے جو اپنے باپ کے علاوہ کی طرف اپنی نسبت کرے اور اس کو بھی شامل ہے جو دوسرے کے باپ کے علاوہ دوسرے کو اس کا باپ بتائے۔

(فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۶۶۷)

دوسرا سوال آپ کا مبہم اور ناصاف ہے، آپ نے لکھا کہ ہندوستان کے عرف میں لوگ امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کو سید کہتے ہیں۔ یہ سمجھ کر کوئی کہدیا، اس کا یہ مطلب تو سمجھ میں آیا کہ کسی نے ہندوستان کے عرف کے موافق کسی کو سید کہا لیکن آپ یہ واضح نہیں کر رہے ہیں کہ کس کو کہا تو اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ کہنے والے نے کسی ایسے آدمی کو ہندوستانی معنی کے اعتبار سے سید کہا جس کو حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد سمجھتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایسے اشخاص کو ضرور ہندستانی معنی کے اعتبار سے سید کہہ سکتا ہے جسے ان دونوں میں سے کسی کی اولاد یا اولاد در اولاد سمجھتا ہو شرعاً اس میں کوئی حرج اور قباحت نہیں۔ اور یہ بات تو ہم نے بڑی وضاحت کے ساتھ بتائی۔ کہ جو لوگ حسنین کریمین کی اولاد اور ان کی نسل میں ہوں ان کو پہلے اور دوسرے دونوں معنی کے لحاظ سے سید کہہ سکتے ہیں۔

اور اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ حسن اور حسین کی اولاد میں سے نہیں ہیں ان کو دوسرے معنی یعنی ہندوستانی عرف کے اعتبار سے سید کہدیا تو ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ یہ کس قدر غلیظ اور غلط ہے۔ ہمیں یہ اعتبار ہے کہ اگر وہ جاہل مسلمان ہے تب بھی حقیقت بتا دینے سے اپنی اس حرکت سے ضرور توبہ کرلے گا اور جان بوجھ کر اڑا رہے تو حدیث شریف: "من ادعی الی غیر ابیه" ۔ کی وعید میں ضرور شامل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

(۳۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

خاندان رسول کے سوا اور بھی کوئی خاندان کی خصوصیت ہے اگر ہو تو وہ کون ایسا خاندان ہے۔ مثلا

مشہور ہے خطیب قاضی ملا وغیرہ کیا یہ لوگ اور لوگوں کے مقابلے میں کچھ فضیلت رکھتے ہیں تو کیا سب سے فضیلت رکھتے ہیں۔

الجواب

اسلام میں فضیلت کا دارو مدار خاندان اور قبیلہ پر نہیں ہے نیک اعمال پر ہے، ارشاد الٰہی تم میں سب سے افضل وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہو۔ البتہ سیدوں کے لیے رشتہ کی وجہ سے کچھ رعایت ضرور ہے۔

بچوں کی پرورش کا بیان

(۱-۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے اپنی مطلقہ عورت ہندہ کے پاس اپنے دو چھوٹے بھائیوں کو بھیجا کہ اپنے نومولود بچے منگا کر دیکھنا چاہتا تھا، پردیش میں رہنے کی وجہ سے زید اب تک اپنے بچے کو دیکھ نہیں پایا ہے، مگر ہندہ نے بچے کو دینے سے انکار کر دیا تو زید کے دونوں چھوٹے بھائی بضد ہو گئے کہ تھوڑی دیر کے لیے ہم بچے کو ضرور لے جائیں گے تو طیش میں آکر ہندہ کی بڑی بہن کنیزہ نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ بھی آجائیں گے تو لڑکے کو نہیں لے جاسکتے، یہ جملہ سننے کے بعد زید کے چھوٹے بھائی نے یہ کہا کہ کیوں اپنا ایمان خراب کر رہی ہو۔

لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا شرعی طور پر اتنی اجازت ہے کہ باپ کو اپنی اولاد کو دیکھنے پر روک لگا سکتی ہے۔

(۲) یہ کہ مطلقہ عورت شرعی طور پر بچے کو اپنے پاس کتنی مدت تک رکھ سکتی ہے۔

(۳) ہندہ کی بڑی بہن کنیزہ کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ بھی آجائیں گے تو لڑکے کو نہیں لے جاسکتے ایسا جملہ کہنے والی عورت پر شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے۔ آیا اس پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے یا نہیں۔ والسلام

المستفتی قمر الہدیٰ قادری محلہ کریم الدین پور گھوسی اعظم گڑھ

الجواب

(۱) ماں کو بچے کی پرورش کا حق سات سال کی عمر تک ہے۔

درمختار میں ہے: والحاضنة احق به حتی یستغنی عن النساء و قدر بسبع و به یفتی۔

(۲۱۶/۵)

(۲) عورت شوہر کے اپنے بچے کو دیکھنے پر روک نہیں لگا سکتی، مگر سوال میں جو صورت ہے وہ

عورت کے پاس لے جانے کی ہے: درمختار کی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شوہر دیکھنا چاہے تو جا کر دیکھ سکتا ہے۔فلو بینھما تفاوت بحیث یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نھارہ لم یمنع مطلقا۔

(۲۲۰/۵)

عورت لڑکے کو لے کر دوسرے شہر جانا چاہے تو روکی جائے گی، ہاں اتنی دور جانا چاہے کہ شوہر دن بھر میں جا کر لڑکے کو دیکھ کر واپس آجائے تو عورت کو اتنی دور لے جانے سے منع نہیں کیا جائے گا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ شوہر دیکھنا چاہے تو بچہ کے پاس جا کر اس کو دیکھ سکتا ہے عورت کو ایسی صورت میں روکنے کا حق نہیں۔

(۳) صورت مسئولہ میں کنیزہ پر توبہ تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔فتاوی رضویہ میں ہے:

"زاہد نے کہا خدا بھی کہے جب بھی نہیں سنوں گا" زاہد سرے سے اسلام لائے، توبہ کرے کلمہ طیبہ پڑھے بعد تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲/ذوقعدہ ۱۴۰۷ھ

(۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید جسے لوگ ولد الزنا کہتے ہیں اس کی پرورش بکر کر رہا ہے، زید کی پرورش کی وجہ سے عمرو اور اس کی برادر کے کچھ لوگ کہتے کہ بکر کے گھر رشتہ کرنا اس کے ساتھ کھانا پینا، میل ومراسم رکھنا درست نہیں ہے، بکر کے بارے میں اور عمرو کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے تحریر کریں۔عین کرم ہوگا۔

المستفتی: مشہود احمد اعظمی خادم دار العلوم ندائے حق اشرفیہ محلہ پرانا گولہ بڑھل گنج گورکھپوری

الجواب

ولد الزنا کی پرورش میں کوئی کراہیت نہیں کیونکہ ولد الزنا پر گناہ کا الزام نہیں، الزام زانی اور زانیہ پر ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زانیہ تہمت کے خوف سے بچے کو پھینک دیتی ہے، ملتقط پر پرورش کرنا واجب ہے اگر اس کی موت کا خوف ہو ورنہ پرورش کرنا مستحب ہے۔

"کمافی الھدایۃ والالتقاط مندوب لما فیہ من احیائہ وان غلب علی ظنہ ضیاعہ فواجب" عمرو کا قول باطل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو

(۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے ہندہ کو طلاق دے دیا اور بذریعہ کورٹ بھی فیصلہ ہو چکا کہ زید نے ہندہ کو طلاق دے دیا ہے۔زید کی مطلقہ بیوی سے ایک بچی بھی ہے جو ہندہ کی کفالت میں ہے اور اس کا خرچ زید ہی کی جانب

سے پانچ سو روپئے ماہانہ اس بچی کو دیا جاتا ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اس بچی کو اپنی کفالت اور ساتھ میں رکھنا چاہتا ہے۔ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: تصور احمد مقام مبارک پور پوسٹ روضہ درگاہ ضلع گورکھپور

الجواب

لڑکی اس وقت تک ماں کی پرورش میں رہے گی کہ حد شہوت کو پہونچ جائے، اس کی مقدار نو برس کی عمر ہے۔(بہار شریعت) درمختار میں ہے: الام احق بھا حتی تحیض و غیرھا احق بھا حتی تشتھی و قدر بتسع و بہ یفتی۔

ماں کو بچی کی پرورش کا حق حیض آنے تک ہے اور باپ اور دادا وغیرہ کو لڑکی کی عمر نو سال تک ہو جانے کے بعد ہے۔اسی مسئلہ پر فتوی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو ۱۱/جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ

(۶-۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے ایک ہندو خاندان کی ایک ماہ بچی کو والدین کی خوشی سے گود لیا، بچی کے والدین ہندو ہیں اور ابھی زندہ ہیں۔بچی ایک ماہ زید کے پاس رہ کر دو ماہ میں مرگئی۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچی اس کے ہندو والدین کے حوالہ کر دی جائے یا اسلامی طریقہ پر اس کی نماز جنازہ وغیرہ پڑھی جائے؟

(۲) مندرجہ ذیل شعر ازروئے شرع کیسا ہے؟

خون اپنا دے دیا دین کو زندہ کیا — وہ شہید کربلا تم پہ کروڑوں درود

بینوا توجروا — المستفتی: محبوب اشرف مصباحی، سنی جامع مسجد شیموگہ ۲/ستمبر ۲۰۰۲ء

الجواب

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے، آدمی کوئی کام کرنا چاہتا ہے اور اس کو ذرا بھی اللہ تعالیٰ اور پھر اس کے رسول کریم کا خوف ہوتا اور اسلام کی پاسداری ہوتی تو وہ اس کام کے کرنے سے پہلے اس بات پر غور کرتا کہ یہ کام اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے موافق اور اسلامی شریعت میں جائز ہے یا ناجائز؟ اگر یہ معلوم ہوتا کہ جائز ہے تو اس پر عمل کرتا ورنہ باز آجاتا۔لیکن اب عام مسلمانوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ جو کام کرنا چاہتے ہیں تو بے جانے پوچھے بے سمجھے بوجھے کر ڈالتے ہیں۔اور جب اڑچن سامنے آتی ہے تو مسئلہ پوچھنے کا خیال آتا ہے۔خود زحمت میں پڑتے ہیں اور دوسروں کو بھی زحمت میں ڈال دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے خوف اور اپنے دین اور نبی کی محبت سے لوگوں کو آشنا کرے۔

اسلام میں کسی کو گود لینے، لے پالک یا منہ بولا بیٹا اور بیٹی بنانے کی کوئی اصل نہیں۔ قرآن عظیم میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ. ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ﴾[الاحزاب: ٤-٥]

اللہ تعالیٰ حق وصحیح فرماتا ہے۔ آئندہ سے ایسے لڑکوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو۔ یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک انصاف ہے۔ تو جب شریعت میں کسی مسلمان کے لڑکوں کو گود لینے کی بنا پر حقیقی لڑکا نہ مانا گیا تو غیر مسلموں کے بچوں بچیوں کا کیا اعتبار ہوگا۔ ہاں لاوارث یا بے سہارا بچہ کسی کا ہو تو انسانیت کے ناطے اس کی نگہداشت وپرورش میں حرج نہیں بلکہ یہ تو باعث اجر وثواب ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"فی کل ذات کبد رطبة اجر" ہر جاندار کے ساتھ اچھا سلوک باعث رحمت ہے۔

اور جس کا سوال آپ نے کیا ہے، اس کا تعلق لے پالک ہونے سے نہیں ہے، مسلمان ہونے سے ہے۔ اور ناسمجھ دار بچے مذہب میں اپنے ماں باپ کے تابع ہوتے ہیں۔ تو جب مسئولہ بچے کے والدین غیر مسلم ہیں، وہ انہیں کے دین پر مانا جائے گا اور اس کے لیے کفن دفن نہیں اور غسل وجنازہ نہیں۔ والدین کو دے دیا جائے وہ اس کے ساتھ جو چاہیں کرلیں۔

(۲) امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ شعر ہے۔ واقعی ان کی قربانی اور شہادت سے اسلام کو نئی رونق ملی۔ اس سے اس شعر کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اس شعر میں کروڑوں درود کے بجائے کروڑوں سلام پڑھا جائے۔ کیونکہ درود حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۴ر جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ

(۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کا لڑکا اپاہج اور شرابی ہے، زید اپنے لڑکے اور بہو کو مکان سے نکال دیا، لڑکے نے اپنی بیوی کو نشہ کی حالت میں طلاق دے دیا، زید کی بہو پوتی پوتے بے سہارا ہیں تو کیا زید ان سب کو پرورش کے لیے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔ المستفتی: محمد خلیل، موضع بڑکا گاؤں ڈاکخانہ بلتھرا روڈ بلیا

الجواب

سوال میں ذکر کی ہوئی صورت میں پوتوں اور پوتیوں کی پرورش اور نان نفقہ دادا یعنی زید پر واجب ہے (شامی) تو ان کو اپنے ساتھ رکھنا ہی پڑے گا، زید کی مطلقہ بہو یعنی پوتوں اور پوتیوں کی ماں اس کو بھی انھیں کے ساتھ اگر زید پرائی عورت کی طرح پرورش کے خیال سے رکھے تو شرعاً کوئی حرج

نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے، ہاں شرابی وکبابی لڑکے کو گھر میں پھٹکنے نہ دے اور خود بھی پرائی عورت کے لفظ پر غور کر کے اس کے موافق عمل درآمد کرے۔ ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾[البقرة: ۲۲۰]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۳ شوال المکرم ۱۴۱۱ھ

(۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

غلام مصطفیٰ صاحب ولد عبد العزیز صاحب کی شادی زیب النساء بنت محمد شفیع سے ہوئی۔ ایک سال کے بعد عورت سے نااتفاقی ہوگئی اور وہ میکہ جانے کے لیے بار بار اصرار کرتی رہی اور چلے جانے کے بعد سسرال جانے کیلیے تیار نہیں ہوئی تھی، دو چار بار بمشکل سسرال آئی پھر دو چار ماہ کے بعد میکہ چلی آئی اور شوہر سے طلاق طلب کرنے لگی، آخر کار شوہر نے طلاق دے دیا ۱۹۹۱ء میں طلاق لینے کے بعد پورے جہیز کا مال لے لیا اور ڈھائی سال گزرنے کے بعد شوہر سے خرچہ پھر طلب کر رہے ہیں، حالانکہ مہر دین دے چکا ہے اور ایک بچہ بھی ہے جو عورت ساتھ لے کر چلی گئی، لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔ المستفتی: غلام مرتضیٰ درگاہ مئو یوپی

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ زید نے جہیز کا مال واپس کر دیا ہے۔ اور مہر ادا کر دیا ہے۔ تو صرف بچہ کی پرورش کا خرچ اس کے ذمہ ہوگا۔ چند دیندار مسلمان وقت اور شوہر کی حیثیت کا لحاظ رکھ کر بچے کے اخراجات وغیرہ کے لیے ماہ بماہ جو رقم مقرر کر دیں وہ زید کو شرعاً پرورش کی مدت بھر دینا ہوگا۔ پرورش کی مدت لڑکے کی عمر نو سال تک ہے۔ درمختار میں ہے۔ "تستحق اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة او معتدة لابيه" اسی میں ہے۔ "يجب على الاب ثلثة. اجرة الرضاعة واجرة الحضانة ونفقة الولد" (۵/۵۱۰) باپ پر دودھ پلانے کا معاوضہ پرورش کی مزدوری اور بچہ کا خرچ واجب ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو۔ ۱ر ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

(۱۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید اپنی بیوی ہندہ کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور گود کی لڑکی کو اپنے پاس رکھ لیا، ہندہ عزیز کے گھر چلی گئی، میکہ والوں کو پتہ چلا تو وہ زید سے ملے اور کہا کہ شیر خوار بچی کو دیدو تا کہ ہم ہندہ اور اس کی بچی کو لے کر چلے جائیں، بعد معاملہ حل کر لیا جائے گا زید نے لڑکی دینے سے انکار کر دیا اور کیا کہ ہندہ کو لے کر جاؤ بچی کو نہیں دوں گا، میکے والوں نے کہا کہ بھائی لڑکی بھی تمہاری ہے اور ہندہ بھی تمہاری بیوی ہے، اس میں کیا حرج ہے بچی کو دیدو تو شدید غصہ میں کہا کہ ہندہ میری عورت نہیں ہے میں بچی کو نہیں دونگا

اس کو لے جاؤ۔ بینوا توجروا۔ المستفتی: لطیف الرحمٰن، پورہ معروف ۱۶ رمئی ۹۴ء

الجواب

وہ میری عورت نہیں طلاق کے الفاظ میں سے نہیں ہے۔ عالم گیری میں ہے: "توزن من نئی لا یقع وان نوی وهو المختار" صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور بچی کی عمر سات سال ہونے تک عورت کو اس بچی کی پرورش کا حق ہوگا، شرط یہ ہے کہ وہ بچی کی ماں کسی اجنبی سے شادی نہ کرلے، شوہر اگر اس کو ماں سے جدا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے۔ "من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين احبته يوم القيامة" جو شخص ماں اور اس کی اولاد میں جدائی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اس کے احباب سے جدا کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۸/ذالحجہ ۱۴۱۴ھ

(۱۱-۱۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دیا اور ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا ہے، جس کی عمر تقریباً دو سال ہے، تو زید کا کہنا ہے کہ لڑکا ہمارا ہے اور ہندہ کہتی ہے کہ لڑکا ہمارا ہے، نیز کہتی جب کہ ہم اس لڑکے کو لے کر اپنی زندگی گزاریں گے، نیز ہندہ لڑکے کو دودھ پلانے کی اجرت زید سے طلب کرتی ہے، لڑکے کا حقدار کون ہے؟ کیا زید دودھ پلانے کی اجرت دیگا اگر دیگا تو کتنی رقم؟

(۲) اور ہندہ کا کہنا ہے کہ شادی میں جو سامان ملا وہ مجھ کو بالکل نیا چاہیے، یا فی الوقت اس سامان کی جو قیمت ہے وہ چاہیے، کیا زید واقعی نیا سامان دیگا یا نہیں؟ یا سامان کی قیمت موجودہ زمانہ کے مطابق دے گا یا نہیں؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت کریں۔

المستفتی: شفیع احمد، چوکیا موڑ بلتھرا روڈ

الجواب

(۱) لڑکا ماں اور باپ دونوں کا ہی ہوتا ہے مگر شریعت نے چند شرطوں کے ساتھ لڑکے کی عمر سات سال کی ہونے تک ماں کو پرورش کا حق دیا ہے، اس مدت میں باپ یا کوئی لڑکے کو ماں سے علیحدہ نہیں کرسکتا سات سال کے بعد لڑکا باپ کو دلا دیا جائے گا، ماں کو رکھنے کا حق نہیں۔

ہندہ زید سے دودھ پلانے کی اجرت صرف چھ مہینے کی لے سکتی ہے، کیونکہ صورت مسئولہ میں ایام رضاعت سے دو سال گزر چکے ہیں، ان دو سالوں کا کچھ نہ ملے گا، البتہ اب سے سات سال ہونے کا خرچہ عورت زید سے وصول کرسکتی ہے، مقدار دیانت دار لوگ شوہر اور وقت دونوں کی حالت کا

اندازہ لگا کر مقرر کریں گے۔

(۲) نہ نیا سامان واپس کرنے کی ضرورت ہے نہ اس کی قیمت جو سامان جس حال میں موجود ہے وہی واپس ہوگا، گویا سامان برتنے کے لیے تھا تو اس کی عورت نے تو استعمال کیا ہوگا تو استعمال ہندہ کی وجہ سے جو سامان پرانا ہوا، اس کا جرمانہ کون دے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ

(۱۳-۱۴) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ہندہ نے انتقال کیا، ساڑھے پانچ سال کی بچی چھوڑی، اس کی نانی جسے شرعاً پرورش کا حق ہے وہ شدید درجہ لاپرواہ ہے کہ بچی اس کے پاس رہی تو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اس لیے کہ ہندہ بھی اپنی ماں کے پاس تقریباً تین سال رہی اور وہاں ہندہ کی صحت خراب ہوتی گئی، اور وہ وہیں انتقال کر گئی صرف اس لیے اس کو بچی کی پرورش پر اصرار ہے کہ پرورش کے نام پر لڑکی کے والد سے رقم وصول کر سکے ایسی صورت میں بچی کی پرورش کا کس کو حق ہوگا؟

(۲) ہندہ نے اپنے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے والدین شوہر اور بچی پس ترکہ ہندہ کا از قسم رقم مہر زیور وغیرہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: سید فخر الدین موضع ملک گھوسی ۲۴ دسمبر ۱۹۹۵ء

الجواب

(۱) بر تقدیر صدق مستفتی نانی کی خیانت ثابت ہو تو دادی کو پرورش کا حق ہے۔ عالم گیری میں ہے: "وان لم يكن له ام تستحق الحضانة بأن كانت غير اهل للحضانة أو متزوجة بغير محرم أو ماتت فأم الام اولى من كل واحدة وان علت. فان لم يكن للام ام فام الاب اولى ممن سواها" اسی میں ہے "صغيرة عندجده تخون حقها فلعما تها أن تاخذ منها" (۱/۶۴۷) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت استحقاق کے شرائط میں امانت ضروری ہے، خیانت سے بچہ کی پرورش کا حق جاتا رہتا ہے۔

(۲) دوم بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وشرط انحصار ورثہ فی المذکورین ہندہ کا کل ترکہ چاہے از قسم مہر ہو یا از قسم جہیز ہو یا اس کی ذاتی ملکیت، تیرہ حصہ کرے، چھ حصہ ماں کو اور دو حصہ باپ کو اور تین حصہ شوہر کو اور ایک لڑکی کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۵ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

(۱۵-۱۷) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ

(۱) جب کہ زید کی بیوی جو زید سے ہی صاحب اولاد ہے، موجود ہے، اس کے باوجود زید عمر کی بیوی کو بہلا پھسلا کر فرار ہو گیا اور بھارت کے قانون کے مطابق کورٹ میرج کرلیا، جب کہ عمر نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا ہے۔

اس واقعہ کو لگ بھگ آٹھ سال ہو گئے ہیں، اس بیچ عمر نے اپنی بیوی کی تلاش جاری رکھی، اس کا پتہ نہ چل سکا اب وہ آٹھ سال کے عرصہ کے بعد عمر کی بیوی کو لے کر لوٹا ہے جس کی وجہ سے سماج میں اختلاف ہو گیا ہے اور سماج اور گاؤں والے بالکل بائیکاٹ کر رہے ہیں، پھر بھی وہ زبردستی گاؤں میں رہنا چاہتا ہے از روئے شرع قرآن وحدیث روشنی میں فیصلہ کیا جائے؟

(۲) زید کو جو فی الحال ساتھ رہ رہا ہے، شرعی اعتبار سے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

(۳) زید نے عمر کی بیوی بھگا لے جانے کے بعد اپنی بیوی کو طلاق نامہ بھیج دیا جب کہ زید سے اس کی دو بچیاں ہیں اس کے بارے میں بھی شرع کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا جائے؟

المستفتی: عبد الکریم انصاری، مقام حسن پور پوسٹ پوسونی کشن وایا دامودر پور مشرقی چمپارن بہار

الجواب

(۱،۲) کسی دوسرے کی عورت سے بغیر اس کے طلاق دیے شریعت اسلامیہ میں شادی جائز نہیں۔ عالمگیری میں ہے "لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ"

پس صورت مسئولہ میں عمر کی بیوی کو زید پر اپنے سے علیحدہ کرنا ضروری ہے، پھر کوشش کر کے عمر سے طلاق حاصل کیا جائے اور عدت گذار کر چاہے تو زید اس سے ساتھ شادی کر سکتا ہے، اگر زید ایسا نہ کرے تو خود زید اور اس کے حمایتوں کا شرعاً بائیکاٹ جائز ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام: ۶۸] تا آنکہ زید اپنی اس خلاف شرع حرکت سے باز آجائے۔

(۳) زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو وہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہو گئی، اس صورت میں اگر عدت گذر چکی ہو تو وہ کسی اور سے شادی کر سکتی ہے، بچوں کی پرورش کی ذمہ داری زید پر ہوگی، وہ اس کی لڑکیاں ہیں، نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے (جوہرہ نیرہ بحوالہ بہار شریعت صفحہ ۱۵۹) اور مطلقہ کا مہر بھی زید سے وصول کیا جائے۔ قرآن شریف میں ہے ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء: ۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۹ رشعبان المعظم ۱۴۱۶ھ

(۱۸) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کا انتقال ہوا، مرحوم نے اپنے چار بچے اور بچیوں کو چھوڑا جن کی عمر حسب ذیل ہے۔

(۱) لڑکا ۷ سال (۲) لڑکی ۴ سال (۳) لڑکا ڈھائی سال (۴) لڑکی ۷ ماہ کی، بیوہ اپنے بچوں بچیوں کے ساتھ اپنے میکے ہی رہنا چاہتی ہے۔ جب کہ مرحوم شوہر کے گھر والے بچوں کو جبرا اٹھالے گئے۔ صرف ۷ ماہ کی بچی بیوہ کے پاس ہے۔ نیز بچوں کو ماں سے اتنی دور دوسرے شہر میں لے گئے کہ ماں اس کو دیکھ بھی نہ سکے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد حق پرورش کس کو اور کب تک حاصل ہے۔ اور بچوں کو ماں سے اس طرح علیحدہ کرنا کہ ماں بچوں سے نہ مل سکے کیسا ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں جب کہ مرحوم شوہر نے اپنی اہلیہ سے وصیت کی ہے کہ بچوں کو اپنے پاس ہی رکھنا؟

المستفتی: مجیب اشرف رضوی، مورخہ ۱۳ رشوال المکرم ۱۴۰۵ھ

الجواب

۷ رسال تک ماں کو بچوں کی پرورش کا حق حاصل ہے۔ اس سے قبل بچوں کو ماں سے علیحدہ کرنے کی شریعت میں ممانعت آئی ہے۔ درمختار میں ہے: الحضانۃ تثبت للام والحاضنۃ احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع۔ ملخصا

پرورش کرنے والی ماں بچے کی زیادہ مستحق ہے۔ اس وقت تک کہ بچے کو اس کی ضرورت نہ رہے اور اس کی مقدار ۷ سال بیان کی گئی ہے۔ اور بچی کیلئے یہ مدت نو سال بتائی گئی ہے۔

والام احق بھا حتی تحیض وقدر بتسع ملخصا۔ (در مختار: ۴/۲۱۶)

یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاھا مابقیت حضانتھا۔ (۴/۲۲۱)

پرورش کی ماں باپ سے زیادہ مستحق ہے جس کی مدت ۹ رسال کی عمر ہے۔ اور باپ کو ماں کے پاس سے کسی دوسرے شہر میں لے جانے سے روکا جائے گا۔ اگر ماں اس پر راضی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۳ رشوال ۱۴۰۵ھ

(۱۹) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کی مالی حالت اس لائق نہیں کہ اپنی ثانی بیوی کی پہلے کے اولاد کی پرورش کر سکے، صرف بیوی کی پرورش کرنے پر قادر ہے تو بچوں کا کیا اور کون انتظام کرے؟

الجواب

جہاں تک حق کا سوال ہے اوپر ذکر ہوا اور جہاں تک اسلامی بھائی چارگی کا سوال ہے، تو ہم زید

سے پوچھتے ہیں کہ اگر وہ بچے خود زید کے ہوتے تو کیا وہ بھی کہتا کہ میری حالت ان کی پرورش کے لائق نہیں؟

(۲۰) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بیوہ عورت اپنی اولاد کو اپنے ماں اور ماموں کے حوالے کر کے نکاح ثانی کر کے جاتی ہے تو مذکورہ بیوہ عورت کی اولاد کے نانی ماموں پر پرورش لازم ہے یا کون پرورش کریں؟۔

الجواب

پرورش کا حق تو نانی کا ہے۔ لیکن نفقہ اور خرچ کون دے، اس کے لیے ہم اوپر تحریر کر آئے۔

(۲۱) **مسئلہ**: بیوہ عورت اپنے بچوں کو علم دین کے لیے دار العلوم میں داخل کرنا چاہتی ہے، مگر بچوں کے نام لکھانے کے وقت نام کے ساتھ مذکور بیوہ اپنے مرحوم شوہر کا نام لکھائے گی یا اب نکاح ثانی سے جو شوہر موجود ہے، اس کا نام درج کرائے، کیا یہ صورت صحیح ہوگی ارشاد فرمائیں؟

الجواب

جس شوہر کے وہ لڑکے ہیں انہیں کا نام لکھائے گی۔

(۲۲) **مسئلہ**: زید ایک اچھے اخلاق اور صوم وصلوۃ کا پابند ہونے کے ساتھ ایک نامعقول قبیلہ کی بے نمازی عورت سے نکاح اس نیت سے کیا ہے کہ کو حسن اخلاق اور صوم وصلاۃ کا پابند بنائے بہر حال منشا اسلام کے تحت کار بند کرنا تھا، اب صورت حال نامعقول خاندان کی عورت زید کے ساتھ نکاح کے بعد معقول بن گئی، اب زید کا یہ عمل کیسا رہا اور زید کی تولیت بقول شرع کن الفاظ میں ہو؟ ارشاد فرمائیں۔

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی زید ڈبل ثواب کا مستحق ہوا۔

(۲۳) **مسئلہ**: زید نے بیوہ عورت سے نکاح کیا مگر اس بیوہ کے مرحوم شوہر کی اولاد پر اپنی ماں کے ثانی شوہر کی پرورش لازم ہے یا نہیں؟ یونہی زید کی مرحوم بیوی کی اولاد پر اپنے باپ کی ثانی عورت کی پرورش لازم ہے یا نہیں؟ اور اگر اولاد اپنے اپنے ثانی ماں وباپ کی پرورش کرنے سے انکار کرے تو اس صورت میں پھر ان کی پرورش کن قریبی رشتہ داروں میں ہوگی؟

الجواب

ماں باپ کی خبر گیری اور خدمت ہر اولاد کا فریضہ ہے۔ لیکن اگر وہ محتاج نہیں ہیں تو ان کا کھانا خرچہ لڑکوں پر نہیں چاہے، وہ والدین نکاح ثانی کریں یا نہیں۔

(۲۴) **مسئلہ**: بچے اپنے باپ کی ثانی عورت کو مارے شرم سے پکارنا نہیں چاہتے، یونہی بچے اپنے ماں کے ثانی شوہر کو باپ نام کہنے سے شرم کر انکار کرتے ہیں۔ تو اصل سوال یہ ہے کہ ایک ایسا نام بتائیں کہ بچے بخوشی پکاریں بھی اور جائز بھی ہو جائے؟

الجواب

معلوم نہیں آپ کس دنیا میں رہتے ہیں۔ آپ کا کیسا ماحول ہے، عام طور سے تو لوگ محلہ پڑوس کی بڑی بوڑھیوں اور بوڑھوں کو ماں، باپ کہتے ہیں۔ اور آپ کے یہاں رشتہ ہو جانے کے بعد بھی انکار ہے۔ ہم کو کوئی ایسا نام معلوم نہیں۔

(۲۵) **مسئلہ**: آل واولاد کی کتنی عمر تک ماں باپ پر پرورش کرنا ضروری ہے، اسی طرح ماں باپ کو اولاد کتنی عمر کے بعد سے پرورش کرنا ضروری؟

الجواب

نفقہ کا حکم نمبر بیس میں بیان ہوا۔ اولاد بھی اگر اپنا مال رکھتی ہے تو اس کا نفقہ اسی میں سے دو بالغ ہونے تک اس کا نفقہ اس کے باپ پر لازم ہے۔

(۲۶) **مسئلہ**: لڑکا اور لڑکی میں کن خوبیوں کو غور وغوض کر کے نکاح کے لیے پسند کرنا ضروری ہے؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے: عورت کو چار چیزوں کی وجہ سے بیاہا جاتا ہے۔ خاندان، مال، اور خوبصورتی اور دین کی وجہ سے، اے مسلمانوں! تم دین کو مقدم رکھو۔

(۲۷) **مسئلہ**: عورت کا پہلا شوہر کا انتقال ہو جانا، عورت پھر سے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا ایک عورت کے دو شوہروں کا ہونا، اب دونوں شوہروں نے خوش قسمتی سے جنتی ہو جانا، اب جنت میں یہ دونوں شوہروں کے بیک وقت اپنی بیوی کو ساتھ کے لیے آرزو کرنا، خداوند قدوس ان دونوں بندۂ خدا کی آرزو کو ایک عورت سے کس طرح پوری فرمائے گا؟

الجواب

آخری شوہر کے ساتھ یعنی اگر یہ دوسرا شوہر بھی مرجائے اور عورت تیسرے سے شادی کرے تو جنت میں وہ تیسرے شوہر کو ملے گی۔

(۲۸) **مسئلہ**:

جنتیوں کی ہر آرزو کو خداوند قدوس پوری فرمائے گا یا نہیں؟۔

الجواب

جنت میں جنتی غلط اور بے ہودہ آرزو کرے گا ہی نہیں۔

(۲۹) **مسئلہ:** دنیا میں بندوں پر دین اسلام کے جو قوانین نافذ ہیں، یہ سارے قوانین بعد قیامت کے جنت میں جنتیوں پر منسوخ ہو جائیں گے یا کچھ باقی رہیں گے؟

الجواب

آخرت دار الجزاء ہے وہاں اعمال صالحہ کا بدلہ ملے گا۔ دار العمل نہیں۔ عمل صرف دنیا میں کرنا ہوگا۔

(۳۰) **مسئلہ:** جنت میں جنتیوں کو اگر تلاوت قرآن پاک کا ارادہ ہو تو کیا وہاں پر قرآن پاک جس شکل میں دنیا میں آج ہے اسی شکل میں موجود ہوگا یا فرق ہوگا؟ یا نہیں رہے گا؟ اسی طرح حدیث پاک بھی وہاں ہوگا یا منسوخ ہوگا؟

الجواب

جنت کی نعمتوں کی تفصیل بتانا ممکن نہیں، البتہ جو تمنا کرے گا پوری ہوگی۔

الجواب صحیح عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو

عزل اور نس بندی کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آج کل نرودھ کا استعمال روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور حکومت کی طرف سے بھی اسکے لیے کافی سہولت ہے، دریافت امر یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں کہ اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ نوازش ہوگی المستفتی محمد ثناء اللہ، رام نگر

الجواب

نرودھ کا استعمال ہمارے نزدیک عزل کے معنی میں ہے کہ دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ مادہ تولید کا اخراج رحم سے باہر ہوتا ہے۔ علمائے احناف رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے بیوی کی اجازت سے اس کو جائز فرمایا ہے۔

شامی میں ہے: "و جاز عزله عن امته بغير اذنها و عن عرسه به"

بعض حدیثوں سے اس کی کراہت کا اشارہ ملتا ہے، اس سے مراد اس خیال کی نفی ہے جو آج کل پڑھے لکھے لوگوں کا نظریہ ہے کہ اس طرح ہم شرح پیدائش پر قابو پائیں گے اور بچہ پیدا کرنا اور نہ پیدا کرنا

انسان کے بس کی بات ہے اگر اس خیال کے تحت کوئی عزل کرتا ہے تو نہ صرف یہ کہ یہ فعل ممنوع بلکہ سخت گمراہی ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ ہمارے اس فعل کو خلق میں کوئی دخل نہیں۔ یہ قدرت کے اختیار کی بات ہے تو اس کا حکم اوپر مذکور ہوا۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۴ ر شوال ۱۴۰۹ھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید کی عمر تقریبا چالیس سال ہے اور اس کی اہلیہ کی عمر تیس سال ہے، شادی کو ۱۶ ر سال ہو چکے ہیں، زید کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، ایک اسقاط دوسری بار ہو چکا ہے، اس طرح اہلیہ آٹھویں اولاد کے حمل سے ہے، اس کی عورت کو اختلاج اور کمی خون کا مرض ہے، جو زمانہ حمل میں زیادہ زوروں پر رہتا ہے، اس کی وجہ سے وہ کافی کمزور ہے، اکثر ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ آپریشن کرا دیا جائے تاکہ پھر حمل رہنے کی نوبت نہ آئے۔ اس طرح مندرجہ بالا مرض کے بڑھنے کا خطرہ نہ رہے گا۔

الجواب

کتب فقہ میں بضرورت شدیدہ ایسی ترکیب کی اجازت ملتی ہے جو مانع حمل ہوں۔ شامی میں ہے: "و يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء ۔ ہاں شوہر کی اجازت ضروری ہے۔ و فی البحر ينبغي ان يكون حرام بغير اذن الزوج ۔ اور آپریشن جدید مانع حمل ترکیب ہے، اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ بضرورت شدیدہ اعضاء بننے سے قبل اسقاط بھی جائز ہے۔ در مختار میں ہے: "ويكره ان يسعى لاسقاطها و جازت لعذر حيث لا يتصور ۔ اور یہاں عورت کی سلامتی بلاشبہ عذر شرعی ہے، اس لیے آپریشن کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نہ ہو تو شرعا اس کی اجازت ہے۔ واللہ تعالی اعلم

عبد المنان اعظمی، اشرفیہ مبارک پور ۲۹ ر جمادی الاخری ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ، الجواب صحیح عبد الرؤف غفرلہ

(۳-۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) کہ زید کی شادی ہوگئی مگر وہ ابھی یہ نہیں چاہتا کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ زید نے کہا ابھی آمدنی نہیں ہے کہ وہ بچوں کی پرورش کر سکے، یا آمدنی ہے مگر بچوں کی خواہش نہیں۔ (کنڈم) نرودھ کا استعمال کرتا ہے تو شریعت کے دائرے میں یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

(۲-۳) زید کی بیوی حاملہ ہے مگر زید نہیں چاہتا کہ ابھی کوئی بچہ ہو تو زید اپنی بیوی کا حمل ساقط کروادیا ہے تو اسقاط حمل جائز ہے یا نا جائز؟ اگر گناہ ہے تو کون سا گناہ؟

(۳) بیوی کو دوا کھلا کر صحبت کرنا جس سے حمل نہ ٹھہرے تو جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) قوم مسلم اگر یہ سوچ کر کے انسانی آبادی کافی بڑھنے کی وجہ سے ملک میں آئے دن دشواریاں بڑھ رہی ہیں، جیسے رہنے کے لیے مکان، کھانے کیلئے غذا، زندگی کے لیے ذریعہ معاش جو کہ ظاہر طور پر دیکھنے کو مل رہی ہیں تو قوم مسلم نس بندی کو چھوڑ کر اور تدبیر اختیار کرکے جس سے ملک میں انسانی آبادی کم ہو اور حکومت ہند کی مدد ہو تو اور سب تدبیر اختیار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) دیہاتوں میں اکثر شادی ختنہ کی تقریب پر عورتیں مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں تو یہ ان کا فعل جائز ہے یا ناجائز۔

(۶) دیہاتوں میں جس کے بیٹے کی شادی ہو یا بیٹا پیدا ہوتا ہے تو اس سال حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے نام پر برسات کی مینہ میں اپنے ہاتھ سے ناؤ (سفینہ) بنا کر تالاب یا نہروں میں ڈال کر بہاتے ہیں تو کہاں تک جائز ہے، ان سب سوالوں کو جواب صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جلد از جلد نواز کر شکریہ کا موقع دیں عین کرم ہوگا۔ المستفتی: محمد شہاب الدین مدھوبن مئو

الجواب

(۱،۲،۳) آپ نے اپنے سوال میں ضبط تولید کی حمایت میں جن اسباب وعلل کا ذکر فرمایا ہے، سب غیر شرعی اور مشرکان عرب سے ملتے جلتے جاہلانہ خیال ہیں، وہ عرب کے ماحول کے پیش نظر اور زندگی کی آسائشوں کے نایابی کے پیش نظر آبادی پر کنٹرول کرنے کے خیال سے اپنی قوم کے بچوں کو زندہ در گور کردیا کرتے تھے، قرآن عظیم میں ان کے اس غلط تصور کی تردید کی گئی ﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم﴾ [الاسراء:۳۱] اپنے بچوں کو تنگی رزق کے ڈر سے قتل نہ کرو، رزق کے کفیل تم نہیں ہو، ہم ہیں تو جو شخص روزی، کپڑا مکان کی تنگی کے خیال سے آبادی کے کنٹرول کے حق میں ہے وہ بر خود غلط۔ دنیا کا منتظم حقیقی انسان کو سمجھ رہا ہے، حالانکہ خالق عالم کارساز عالم بھی ہے۔

اس طرح جو شخص ضبط تولید کے اسباب وذرائع کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے کہ ہم یہ ترکیبیں کرکے اس فرد کو دنیا میں آنے سے روک دیں گے جسے خدا پیدا کرنا چاہتا ہے تو یہ بھی ایک ملحدانہ اور غیر اسلامی خیال ہے، بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی اجازت چاہی کہ میں خصی ہو جاؤں یعنی اپنی قوت رجولیت ختم کردوں تو ارشاد ہوا " جف القلم بما انت لاق فاختص على ذالك اوذر " جو کچھ ہونا ہے طے ہو چکا ہے چاہے تم خصی بنو یا نہ بنو، ہاں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو مانیں اور عالم کا نگہداشت اور اس کے رزق کا کفیل پروردگار کو جانے اور عالم اسباب میں ان

اسباب وذرائع کو محض انسانی تدبیر تصور کریں جو اس کے حکم تقدیر کے تابع ہیں، اور ضبط تولید کے جائز طریقے اختیار کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ ایک مباح فعل ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان رجلا اتى الى رسول الله ﷺ فقال ان لى جارية هى خادمتنا وانا اطوف عليها واكره ان تحمل فقال اعزل عنها ان شئت فانه سيأتيها ما قدرلها" (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۷۵) ایک آدمی نے حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں اپنی باندی سے صحبت کرتا ہوں، مگر یہ نہیں چاہتا کہ حاملہ ہو، آپ نے فرمایا تم چاہو تو عزل کرو مگر جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔

کنڈوم یا مانع حمل گولیاں، یا ایسی تدابیر جس سے استقرار نہ ہو، ہمارے نزدیک عزل ہی کے حکم میں ہیں، رہا آپریشن مرد کا ہو یا عورت کا، ایسے ذریعہ ومقصد کے لیے کوشش کرنا ناجائز وممنوع ہے۔

(۴) اسقاط حمل ناجائز وحرام ہے، صرف اس صورت میں اجازت ہے کہ عورت کی جان کو خطرہ ہو اور حمل کے اعضاء مکمل نہ ہوں یا شیر خوار بچے کی جان کا خطرہ ہو (بہار شریعت جلد شانزدھم)

(۵) طاق بھرنے میں اگر صرف اتنا ہو کہ مسجد کے مصلیوں کے لیے کچھ پکا کر بھیج دیں یا ایک دو عمر دراز دین دار عورتیں جا کر دے آئیں تو یہ ایک مباح فعل اور از قسم بر وصلہ ہے، اس کے علاوہ رسم میں جو خرافات شامل ہو گئی ہیں، سب ناجائز وجہالت۔ بہار شریعت میں ہے:

نیز اسی ضمن میں رت جگا بھی ہے رات بھر گاتی ہیں، گلگلے پکتے ہیں، صبح کو مسجد طاق بھرنے جاتی ہیں یہ سب خرافات پر مشتمل ہیں، نیاز گھر میں بھی ہو سکتی ہے اور مسجد میں ہو تو مرد جا سکتے ہیں اور عورت جائے تو اس جھگھٹے کی کیا ضرورت ہے پھر جوان اور کنواریوں کی شرکت اور نامحرم کے سامنے جانے کی جرأت کس قدر حماقت ہے۔

(۶) یہ رسم بھی نہایت مہمل اور لغو اور ناجائز اور ممنوع ہے (جلد ہفتم صفحہ ۹۴) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ۱۹ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

(۹-۱۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) نس بندی کن صورتوں میں جائز ہے؟

(۲) زید کہتا ہے کہ نسبندی کرانے پر نماز، روزہ حتی کہ کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی ہے اور بیکار ہو جاتی ہے۔

(۳) خضاب کن صورتوں میں جائز ہے؟ گذارش ہے کہ تفصیل جواب سے نوازیں گے۔ بینوا وتوجروا

المستفتی: محمد مرتضی حسین دیوریا (یوپی)

الجواب

(۱) نس بندی کسی صورت میں جائز نہیں یہ ناجائز وحرام ہے، البتہ ضبط تولید کے اور طریقے جیسے کنڈوم لگانے یا کھانے کی مانع حمل دوائیں صحیح عقیدہ کے ساتھ یعنی یہ عقیدہ رکھتے ہوئے یہ طریقے اسباب وعلاج ہیں، مؤثر حقیقی اللہ تعالی ہے، جائز ہے۔

(۲) نس بندی گناہ ضرور ہے، لیکن یہ صحیح نہیں کہ اس کی وجہ سے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی، اعمال کے قبول وعدم قبول کا مدار اللہ تعالی کی مرضی پر ہے۔

(۳) کالا خضاب ناجائز ہے سرخ اور پیلے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

۵ جمادی الاخری ۱۴۱۶ھ

اسقاط حمل کے احکام

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہندہ کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے، مگر اس کے ناجائز تعلق کی بنا پر حمل ہو گیا، کچھ لوگوں نے عیب پوشی کے خیال سے اسقاط کا مشورہ دیا۔

سوال یہ ہے کہ یہ فعل شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟ ایسا مشورہ دینے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: آفاق احمد قادری، متعلم اشرفیہ ۲۱/ذوالقعدہ ۷۰ھ

الجواب

بغیر کسی شدید قسم کی شرعی ضرورت (مثلا عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہو) یا استقرار کی وجہ سے دودھ پینے والے بچہ کی جان کو اندیشہ ہو۔ اسقاط حمل ناجائز وگناہ ہے۔ بالخصوص اس صورت میں کہ بچے کے اعضاء بن چکے ہوں، ایسا مشورہ دینے والوں کو توبہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دار الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۴/صفر ۷۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید کی شادی سات سال قبل ہندہ سے ہوئی۔ ہندہ اپنی بہن باکرہ کو کبھی کبھار لے آیا کرتی تھی۔ اور کبھی باکرہ زید کے دوست کے ساتھ بھی آیا کرتی تھی۔ چار چھ ماہ کے اندر باکرہ کا حمل ظاہر ہو جاتا ہے۔

باکرہ کا کہنا ہے کہ یہ حمل میرے بہنوئی زید کا ہے اور زید کا کہنا ہے کہ یہ حمل میرا نہیں ہے۔ قصبہ میں پنچایت ہونے کے بعد کسی کو قصور واری نہ ٹھہراتے ہوئے باکرہ کا حمل گرا دیا جاتا ہے۔ پھر کسی دوسرے لڑکے سے باکرہ کی شادی کرا دی جاتی ہے۔ اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ زید اور ہندہ کا نکاح صحیح وسالم ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: مولانا عبدالعزیز نوری، گوبند پوری نئی دہلی

الجواب

زنا از روئے قرآن حکیم حرام قطعی ہے۔ چاہے سالی سے ہو یا کسی اور سے، اس لیے زید زانی اور سخت گنہگار رہا۔ اور بے توبہ مرا تو عذاب الہی کا مستحق ہوا۔ لیکن سالی کے زنا سے ہندہ کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ درمختار میں ہے: فی الخلاصة و طی اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته۔ سالی سے زنا کرنے والے پر اس کی عورت حرام نہیں ہوتی۔

حمل چاہے حلالی ہو یا حرامی کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے حمل استقرار پانے کے ایک سو بیس دن کے اندر ساقط کرایا جاسکتا ہے اور اعضا بن گئے ہوں تو اسقاط مطلقا ناجائز ہے۔ (درمختار ص ۲۸۶)

ضرورت کی مثال میں یہ لکھا ہے کہ عورت کی گود میں بچہ ہو اور حمل کے قیام کی وجہ سے دودھ سوکھ گیا ہو اور بچہ کے بھوکوں مرجانے کا خطرہ پیدا ہوا ہو یا عورت کی صحت اتنی خراب ہو کہ حمل کی وجہ سے خود اس کی جان خطرے میں پڑ گئی ہو۔ بچہ کا حرامی ہونا اسقاط حمل کی ضرورت نہیں۔

پس صورت مسئولہ میں دو گناہ ہوا ایک بلا ضرورت اسقاط ہوا اور دوسرے یہ کہ اگر استقرار کے ایک سو بیس دن کے بعد اسقاط ہوا تو گناہ ہوا۔ تو جو لوگ اسقاط میں کسی طرح شریک ہوئے یا رائے مشورہ میں شریک اور اسقاط پر راضی ہوئے، سب مجرم وگنہگار ہوئے۔ واللہ تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۵/ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(۳-۵) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوالوں میں کہ

(۱) حاملہ عورت کی جان اشد خطرہ میں پڑ جانے کی وجہ سے بچے کو روح پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل کا جواز اگر ہے تو آج کل کے تمام ڈاکٹر حکیم کی اجازت پر اسقاط ہو سکتا ہے یا نہیں؟

چنانچہ فتاوی نعیمیہ میں حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب قبلہ نے حاملہ عورت کی جان مزید خطرہ میں پڑ جانے کی وجہ سے اسقاط حمل کے جواز کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن کسی کتب فقہ کی عبارت انہوں نے نہیں لکھی صراحتا جان کا قتل کرنا سخت حرام ہے۔ اس کے لیے صریح دلیل کی ضرورت تھی۔ لہذا بچہ کو روح

پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل ضرورتاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مصلی چادر اوڑھ کر نماز کو ادا کر رہا ہے۔ لیکن ٹوپی چادر سے چھپی نہیں ہے مکروہ ہے، کس قسم کی کراہت ہوگی۔ چنانچہ فتاوی رضویہ میں مکروہ کہا گیا اور یہ دلیل دی گئی ہے:

"لا ینظر الله الی قوم لا یجعلون عمائمهم تحت ردائهم یعنی فی الصلوة"

(ص ۴۱۸/ جلد سوم)

(۳) حصول شفاء کے لیے حرام شی کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے لاعلاج مریض کے لیے میں نے دریافت کیا تھا۔ حضور محدث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے فرمایا حرام شی کا استعمال اس وقت جائز ہے کہ حکیم حاذق باشرع حکم دے، سوا اس دوا کے اس خبیث مرض سے نجات ممکن نہیں۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ ایسے حال میں شی حرام کا استعمال کتب میں منقول ہے کہ نہیں؟۔ بالصراحت تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد مسلم شمسی رضی

الجواب

(۱) اسقاط حمل کی اجازت بضرورت ہے، وہ نفخ روح وتکمیل اعضاء کے بعد اگر بچہ زندہ ہے تو کسی بھی ضرورت پر اسقاط جائز نہیں۔ (شامی وعالم گیری)

ہم نے بھی کتابوں میں پایا، مولانا احمد یار خاں صاحب نے اعضاء کی تکمیل اور نفخ روح کے بعد بضرورت اسقاط جائز بتایا کہاں سے بتایا، آپ نے ہی ان کی عبارت کوئی مطلب سمجھا، اس کے بارے میں ہم کیا بتا سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ان سے رجوع کریں۔

(۲) اس کی تشریح کا جزیہ نظر سے نہیں گذرا کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟ لیکن ظاہر یہ ہے کہ تنزیہی ہے۔ اسی قسم کے حدیث اسبال ازار کی ممانعت میں بھی آئی ہے۔ بہار شریعت میں اس کا عام حالات میں مکروہات تنزیہیہ میں شمار کرایا ہے۔

(۳) آپ نے محدث صاحب علیہ الرحمہ سے جو نقل کیا ہے اس قسم کی بات درمختار اور شامی میں ہے: "قد قدمنافی الطهارة والرضاع المذهب خلافه"

اور صاحب بہار شریعت نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں بعض کتب میں یہ مذکور ہے کہ اس چیز کے متعلق یہ علم ہو کہ شفا اسی میں ہے تو اس صورت میں وہ چیز حرام نہیں۔

اس کا حاصل بھی یہی ہے کیونکہ کسی چیز کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ مرض اس سے زائل ہوجائے گا، زیادہ سے زیادہ ظن وگمان ہوسکتا ہے۔ نہ کہ علم ویقین، خود علم طب کے قواعد واصول ظنی ہیں۔

والله تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۴/ رصفر ۹۱ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف، مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا بچہ پیدا ہوتے وقت پیٹ ہی میں مرگیا، ڈاکٹر نے کافی کوشش کی کہ بچہ آسانی سے پیدا ہوجائے لیکن ناکامی ہوئی، آخرکار ڈاکٹر نے مشین کے ذریعہ بچہ کو تولد کرایا جس کے سبب رحم ایک انچ پھٹ گیا اس کے بعد ہندہ جب بھی حاملہ ہوئی تو دو ماہ یا تین ماہ اور کبھی پانچ چھ ماہ پر بھی ناقص بچہ گر جاتا تھا، جس کے سبب ہندہ کی حالت کافی خراب ہوجاتی تھی، پھر ڈاکٹر سے مشورہ لیا گیا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ چار ماہ جب بچہ ہوجائے گا تو رحم میں ٹانکا دیا جائے گا اور پھر بچہ پیدا ہوتے وقت اس ٹانکہ کو کھولنے پر بچہ پیدا ہوگا ٹھیک اسی طرح دو بچہ پیدا ہوتا رہا لیکن اب ڈاکٹر کا کہنا ہوتا ہے کہ اب ٹانکہ دینا مشکل ہے اس لیے اب انسداد رحم کرنا پڑے گا نہیں تو کبھی ہندہ کی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے، اگر ٹانکہ نہیں دیا جاتا ہے تو پہلے کی طرح اسقاط حمل ہوتا رہے گا جس کے سبب ہندہ کی جان کا خطرہ ہے۔

لہذا ایسی صورت میں کہ جس میں جان کا خطرہ ہو ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق انسداد رحم کرانا جائز ہے یا نہیں؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا جائے۔

المستفتی: محمد فخرالدین رضوی، خادم دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ نوریہ پچی ضلع مدھوبنی

الجواب

فتاوی رضویہ جلد دہم نصف اخر ص ۲۹۸ میں ہے بانجھ کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے بشر کی طاقت نہیں۔ ﴿وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا﴾ [الشورى: ۵۰]

ہاں ایسی دوا کا استعمال جس سے حمل نہ ہونے پائے اگر کسی ضرورت شدیدہ قابل قبول شرع کے سبب ہے حرج نہیں، ورنہ سخت شنیع ومعیوب ہے اور شرعاً ایسا قصدنا جائز وحرام ہے۔

"ونهى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الخصاء وعن التبتل والرهبانية وهذا بمعناه"

صورت مسئولہ میں اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے تو استقرار حمل کی صورت میں عورت کے لیے ضرر کا گمان غالب ہے، جیسا کہ بار بار کے تجربہ سے ظاہر ہو چکا ہے، اس لیے مسلمان دیندار ڈاکٹروں سے بلکہ تجربہ کار ماہر مسلمان سرجنوں سے ہندہ اچھی طرح تحقیق کرلے اگر انسداد رحم کے علاوہ کوئی کارگر تدبیر نہ ہو تو اس کو ایسا کرانے کی اجازت ہوگی کہ "الضرورت تبیح المحظورات"۔ والله تعالی اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

ولیمہ کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید وعمر دونوں بھائی ہیں، زید نے اپنے بھائی بکر کی شادی اور عمر نے اپنی لڑکی کی شادی میں اپنی سگی پھوپھی زاد بہن ہندہ کو صرف اس بنیاد پر شادی کی دعوت نہیں دی کہ وہ غریب ہے تو کیا زید وعمر کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو حدیث وقرآن کی روشنی میں زید کس کس طرح کے عذاب کا شکار ہوگا؟

المستفتی: محمد مظفر حسین نوری، خطیب وامام نگینہ راجستھان

الجواب

حدیث شریف میں ہے: برا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے جس میں اور لوگ بلائے جاتے ہیں اور فقیر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور چونکہ وہ عورت ان کی عزیز رشتہ دار بھی ہے، اس لیے قطع رحمی بھی ہوئی جو ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۶؍ذوالقعدہ ۱۴۱۶ھ

رسوم شادی کا بیان

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

شادی سے قبل عورتیں رت جگا کرتی ہیں اور گل گلے تیار کرتی ہیں۔ صبح کو مسجد میں فاتحہ دلانے لاتی ہیں، رات جگے میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے، ایسی صورت میں رت جگے کے تیار کئے ہوئے گلگلے پر فاتحہ دینا حلال ہے یا حرام؟ خلاصہ تحریر دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

ثناء اللہ محمد اسلام انصاری بہار شریعت کا حوالہ یہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ گانے بجانے کی وجہ سے رات جگے کے تیار کئے ہوئے گلگلے پر فاتحہ دینا حرام ہے۔ نیز اس سے قبل دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کا فتویٰ موجود ہے، اس کو یہ لوگ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

لہذا بہار شریعت کی توہین کرنے پر اور فتویٰ کا انکار کرنے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ واضح فرمائیں۔

المستفتی: محرم علی شبیر احمد

الجواب

بہار شریعت جلد ہفتم ص ۹۲ میں ہے: کہ نیز اس ضمن میں رت جگا بھی ہے۔ رات بھر گاتی ہیں اور

گلگلے پکتے ہیں۔ صبح کو مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں۔ یہ بہت سی خرافات پر مشتمل ہے۔ نیاز گھر میں بھی ہوسکتی ہے۔ اور اگر مسجد میں ہو تو مرد لیجا سکتے ہیں۔ عورتوں کی کیا ضرورت؟ پھر اگر اس رسم کی ادا کے لیے عورت ہونا بھی ضروری ہو تو اس جمگھٹے کی کیا حاجت، پھر جوانوں اور کنواریوں کی اس میں شرکت اور نامحرم کے سامنے جانے کی جرأت کس قدر حماقت ہے۔

پھر بعض جگہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس رسم کے ادا کرنے کے لیے چلتی ہیں تو وہی گانا بجانا ساتھ ہوتا ہے۔ اسی شان سے مسجد تک پہونچتی ہیں۔ ہاتھ میں ایک چومک ہوتا ہے۔ یہ سب ناجائز ہے، جب صبح ہوگئی چراغ کی کیا ضرورت اور اگر چراغ کی حاجت ہے تو مٹی کا دیا کافی ہے۔ آٹے کا چراغ جلانا اور تیل کی جگہ گھی فضول خرچی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رت جگے میں یہ سب فضول حرکتیں حرام ہیں، صاحب بہار شریعت فرماتے ہیں کہ فاتحہ ہی دلایا جائے تو مرد لے جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس موقعہ پر پکائے ہوئے گلگلے کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ جس طرح حج کرنے کے لیے غیر محرم کیساتھ عورت جائے۔ تو قدم قدم پر گناہ ہوگا۔ لیکن اسی طرح حج کرلیا تو حج ہوجائے گا۔ اسی طرح اس موقع پر عورتوں کی یہ حرکتیں بھی حرام ہیں۔ لیکن اس گلگلے پر فاتحہ ہوجائے گی جو اس فاتحہ کے گلگلے کو حرام کہتے ہیں، مسائل سے بے خبر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مئو ۲۲؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

(۲-۶) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) لڑکی والوں سے جہیز کے نام پر سامان کا مطالبہ کرنا اور لڑکی والوں کی جانب سے مطالبہ کی تکمیل کرنا اور ان تمام سامانوں کو لینا، رکھنا، استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص بغیر کسی مطالبہ کے اپنی مرضی اور خوشی سے اپنی بیٹی یا بہن کو رخصتی کے وقت ضرورت کی چیزیں بطور جہیز دیتا ہے تو اس کے دینے اور لینے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ زید کہتا ہے کہ اس زمانہ میں مطالبہ اس قدر عام ہے کہ بغیر مطالبہ کے بھی لینا دینا حرام ہے کہ المعروف کالمشروط۔

(۳) کیا بارات جانا جائز ہے اور اس کے جواز کے لیے کوئی شرط ہے؟

(۴) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رخصتی کے وقت جو سامان حضور ﷺ نے دیا تھا وہ حضور ﷺ نے اپنی رقم سے خرید کر دیا تھا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی رقم سے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ کو فروخت کر کے وہ سامان خریدے گئے تھے جس کو انہوں نے مہر

میں دیا تھا۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو یہ امر قابل غور ہے کہ جس وقت وہ زرہ فروخت ہوئی تھی وہ کس کی ملکیت تھی۔

(۵) عام طور پر شادی بیاہ کے موقع پر لوگ کچھ رقم یا تحائف پیش کرتے ہیں جس کو قبول کرنے والے لکھ لیتے ہیں اور وہ بھی دینے والوں کی کسی تقریب وغیرہ میں رقم یا تحائف پیش کرتے ہیں جس کو عرف عام میں نیوتہ کہتے ہیں۔ اس طرح کا لینا دینا صحیح ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومکمل عنایت فرمائیں۔

محمد انور حسین مدنی، مدرسہ مدینۃ الرسول جلوہ آباد کوڈرما بہار

الجواب

باپ کا اپنی حیثیت اور عرف کے مطابق جہیز دینا شرعاً جائز ہے اور حضور سید عالم ﷺ کی سنت ہے۔ الثغور الباسمہ میں ہے: حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو چادریں، چاندی کے دو بازوبند، درانتی، ایک رومال، ایک پیالہ دے کر رخصت کیا۔

الاستیعاب میں ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ کو جہیز میں ایک چمڑہ کا گدا، دو چکیاں، دو گھڑے، دو تکیہ اور ایک مشکیزہ دیا۔ اسی میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت نعمان بن حارثہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک مکان بھی دلوایا تھا۔

عرب میں رواج یہ تھا کہ مہر مقررہ کا کچھ حصہ نکاح سے پہلے دیا جاتا تھا۔ جس کو مہر معجل کہا جاتا تھا اور بقیہ حصہ بعد میں جس کو مہر موجل کہا جاتا تھا۔ مہر معجل وصول کرنے کے لیے نکاح کے بعد عورت اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے۔ درمختار میں ہے: و لها منعه من الوطى لاخذ ما بين تعجيله۔

حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو زرہ فروخت کی اس کی قیمت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھجوائی تھی جس کا تذکرہ آپ نے سوال نمبر ۴ میں کیا ہے وہ وہی مہر معجل تھی۔

ابوداؤد شریف جلد اول ص ۳۰۵ میں ہے:

ان عليا رضى الله تعالىٰ عنه لما تزوج فاطمة بنت رسول الله ﷺ و رضى عنها اراد ان يدخل بها فمنعه رسول الله ﷺ حتى يعطيها شيئا۔ فقال يا رسول الله ليس لى شيئا۔ فقال له رسول الله ﷺ اعطها درعك فاعطاها درعه ثم دخل بها۔

نکاح کے بعد مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب زہرا کی رخصتی چاہی آپ نے فرمایا بغیر مہر معجل ادا کئے نہیں۔ حضرت علی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: اپنی زرہ

ان کو دیدو انہوں نے ایسا ہی کیا تو رخصتی ہوئی۔

یہ تھی سلجھ جانے کے بعد کہ وہ زرہ یا اس کی رقم حضرت فاطمہ کی مہر کا حصہ تھی اس سوال کی کوئی اہمیت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سامان جہیز اپنی جیب کی رقم سے دیا تھا یا زرہ کی قیمت سے، کیونکہ آج بھی جہیز کا بہت سامان اعزہ واحباب کا تحفہ یا نیوتہ ہوتا ہے اور خود رخصت ہونے والی بچیاں بھی بطور خود کتنے سامان تیار کر لیتی ہیں۔ ایسا ہی اس وقت کا حال بھی رہا ہوگا۔ تو حضور ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک کی یہ ایک سنت متوارثہ ہوئی جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ عرف کے مطابق جہیز دینا اور لینا دونوں جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں بلکہ باپ نے لڑکی کو جہیز دے دیا تو وہ اسی کا ہوگیا۔ باپ اسے واپس نہیں لے سکتا۔ عالم گیری میں ہے: و لو جهزا بنته و سلمها اليها ليس فى الاستحسان استرداده منها وعليه الفتوى۔ باپ نے جہیز لڑکی کو سپرد کر دیا تو اسے واپس نہیں لے سکتا۔ اسی پر فتوی ہے۔

(عالم گیری باب الجہاز)

اور اسی سے ایک بات یہ بھی ظاہر ہوئی کہ جہیز لڑکے یا اس کے گھر والوں کو نہیں دیا جاتا، وہ لڑکی کو دیا جاتا ہے اور اس کی مالک وہی ہوتی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی امجدیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں: جہیز میں جو سامان ملا تھا، سب کی مالک عورت تھی، بعد انتقال عورت وہ میت کے ترکہ میں ہے اور تمام ورثہ کو بقدر حصص ملے گا۔ اور وہ تحریر کی لکھائی گئی، اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ داماد سامان کو ضائع نہ کرے۔ درمختار میں ہے: كل احد يعلم ان الجهاز للمرأة۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ جہیز عورت کی ملک ہے۔

ہاں شوہر اس کے والدین اور بھائی بہن جو ایک ساتھ رہتے ہیں، ان کو ایسے سامان کے استعمال کی عرفاً اجازت ہوتی ہے۔ جو برتنے اور استعمال کے لیے ہوتے ہیں۔ امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۲۵۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

ہاں مرد اگر بحالت ہم خانگی ان کے والدین بعض اشیاء جہیز مثل ظروف وفرش وغیرہا اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی۔ ان کی بنا ملک شوہر یا ملک والدین پر نہیں ہوتی۔ بلکہ باہمی انبساط کی زن وشوہر کی ملک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا، جیسے عورتیں بلاتکلف املاک شوہر استعمال میں رکھتی ہیں۔ اس سے وہ ان کی ملک نہ ہوگئے۔

عقود الدریہ جلد ۲، ص ۳۳ میں ہے: و لا تكون استمتاعها عشيرته و رضاه بذلك دليلا

علی انه ملکها کما تفهمه النساء والعوام۔

اور استعمال اور برتنے میں چیزوں میں جو نقصان ہوا یا ضائع ہو گئیں واپسی کے وقت ان کا تاوان نہیں۔اسی میں ہندیہ سے ہے: والمستعارة لایجب فیه الضمان بسبب النقصان اذا استعمله استعمالا معهودا۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص (۳۵۲)

یہاں تک کی تفصیل سے آپ کے دوسرے سوال کا جواب بھی ہو گیا۔اس کو ناجائز قرار دینے کے لیے زید صاحب کا المعروف کالمشروط پڑھنا صحیح نہیں کہ اس کا تعلق ان معاملات سے ہے جہاں شروط فاسدہ موثر ہوتی ہیں۔ جیسے خرید وفروخت کہ اس میں شرط فاسد غیر معہود کا ذکر کر دیا اور شرط فاسد معہود ہو تو بے شرط لگائے بھی عقد بیع فاسد ہو جاتا ہے۔ہدایہ جلد۲ ص ۴۳ میں ہے: من باع عبدا علی ان یعتقه المشتری فالبیع فاسد لان هذا بیع و شرط و قد نهی النبی ﷺ عن بیع و شرط. جس نے غلام کو اس شرط پر بیچا کہ خریدار اس کو آزاد کر دیگا تو بیع فاسد ہو گئی کیوں کہ یہ بیع کے ساتھ فاسد شرط لگائی گئی ہے۔اور حضور ﷺ نے بیع کے ساتھ ایسی شرط لگانے کو منع کیا ہے۔

بخلاف عقد نکاح کے کہ اس کی صحت وفساد میں صحیح یا غلط شرط کو کوئی دخل نہیں، شرط معہود ہو یا غیر معہود۔تنویر الابصار اور درمختار جلد دوم ص ۲۹۵ میں ہے: لایبطل النکاح بالشرط الفاسد انما یبطل الشروط دونه۔ نکاح فاسد شرطوں سے باطل نہیں ہوتا۔خود شرطیں ہی بے کار و باطل ہو جاتی ہیں۔پس جب خود شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا۔تو اس کے معہود اور غیر معہود ہونے سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟

البتہ لڑکی یا لڑکے کے والدین سے زائد لین دین کے ناجائز ہونے کی کتب فقہ میں دو وجہیں ذکر کی گئی ہیں۔اول: لڑکے والے یہ کہیں کہ غیر معمولی جہیز کے بغیر ہم نکاح ہی نہ کریں گے۔تو یہ صورت رشوت اور حرام کی ہے کہ ایسا لینا اور دینا منع ہے۔بہار شریعت جلد ہفتم ص ۶۹، ۷۰ میں ہے:

لڑکی والوں نے نکاح یا رخصت کے وقت شوہر سے کچھ لیا یا بغیر لیے رخصت یا نکاح سے انکار کرتے ہوں اور شوہر نے دے کر نکاح یا رخصت کرائی تو شوہر اس کو واپس لے سکتا ہے کہ یہ رشوت ہے۔ (بحوالہ بحر الرائق ص ۱۸۶/۱۸۷)

تو یہی حکم لڑکے والوں کے لیے بھی ہوگا۔دوم: لڑکی کے والد نے جھوٹی شان وشوکت کے لیے سودی قرض لیا۔یا جائداد کو گروی رکھا۔یا گھر بار بیچ کر بے وطن ہو گئے۔اور اس طرح لڑکی کو جہیز دیا تو یہ حرام کا ارتکاب ہوا۔اور لڑکے والوں کے مطالبہ کی وجہ سے ہوا۔تو وہ بھی اس گناہ میں شریک ہوئے۔پس جہاں جہیز لینے دینے میں ان خلاف شرع امور کا ارتکاب ہوا، وہ حرام ہوگا۔اور جہاں اس کا ارتکاب نہ ہوا

اور بطور خود اپنی حیثیت کے اندر دیا تو یہ جائز اور موافق سنت ہوا۔محض مطالبہ ہونے کی وجہ سے نہیں۔

(۳) حضور ﷺ نے نکاح کے اعلان وشہرت کا حکم دیا۔مشکوۃ شریف میں ہے: اعلنوا هذا النکاح و اجعلوه فی المساجد و اضربوا علیه بالدفوف۔ نکاح کا علی الاعلان اظہار کرو اور ظاہر ہے کہ اعلان واظہار کے موقع پر افراد واشخاص کے حاضر ہونے کی ضرورت ہے۔اور یہ ضرورت پوری کرنے کے لیے یہ پابندی نہیں کہ حاضرین صرف بیوی کی طرف کے ہوں یا شوہر کی طرف کے بھی۔ بلائے ہوئے ہوں یا بے بلائے ہوئے تو سبھی قسم کے حاضرین حدیث کے اس اطلاق میں داخل ہیں۔اور بارات دولھا کی طرف سے اس کے بلاوے پر اس کے ساتھ آنے والوں کو ہی کہا جاتا ہے۔

(فرہنگ آصفیہ جلد اول)

آگے ارشاد ہوتا ہے نکاح مسجدوں میں کرو،مرقات شرح مشکوۃ میں اس کے متعدد فائدے بتائے۔هو امالا نه ادعی لا علان ولحصول برکة المکان و ینبغی ان یراعی فیه فضیلة الزمان فیکون نورا علی نور و سرورا علی سرور. قال ابن همام: مباشرة عقد النکاح فی المسجد لکونه عبادة و کونه یوم الجمعة هو اماتفا و لا للاجتماع أو لانه یحصل کمال الاعلان. (مرقات جلد سوم ملخصا ص ۴۲۵)

مسجد میں نکاح کا حکم اس لیے ہے کہ بھیڑ میں خوب اعلان ہوگا اور جگہ اور وقت کی برکت حاصل ہوگی تو یہ نور پر نور اور خوشی میں اضافہ ہوگا۔امام ابن ہمام فرماتے ہیں: مسجد میں نکاح ہونے سے ثواب کا حصول اور جمعہ کے دن سے اجتماع واتصال کی نیک فالی اور خوب خوب تشہیر واعلان ہے۔

حدیث شریف کا تیسرا ٹکڑا ہے: اور اس وقت بے جھانج اور رتال کے دف بجاؤ۔فقہا فرماتے ہیں دف مسجد کے باہر بجایا جائے گا۔دارقطنی کی حدیث ہے: لا نکاح الا بشهود ۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ عاقدین کے علاوہ دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ورنہ شہود کا لفظ تو بتا رہا ہے کہ اور زیادہ ہوں تو اور اچھا ہے، بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو دو گواہوں کی موجودگی کافی نہیں مانتے۔جب تک اعلان عام نہ ہو۔

ان تمام باتوں سے یہی اشارہ مل رہا ہے کہ محفل نکاح میں زیادہ آدمیوں کا مجمع شرعا محمود ہے۔

پھر اگر ان حاضرین میں کچھ لوگ دولھا کے ساتھ والے ہوں تو اس میں کون سی خلاف شرع بات ہے، جب کہ ان لوگوں کو دعوت دے کر اس مجلس میں بلایا گیا ہے۔اور عالم گیری کتاب الکراہیہ میں ہے: لاینبغی التخلف من اجابة الدعوة فی الاعراس و الختان۔ شادی اور ختنہ کی دعوت سے پیچھے نہ رہنا

چاہیے۔

پس فی نفسہ نہ بارات ناجائز ہے، نہ اس موقعہ کی دعوت ممنوع، دونوں ہی شرعاً مباح ومسنون ہیں۔ ہاں ان مواقع پر اس جلوس یا اس دعوت میں اگر کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب کیا جائے تو وہ ضرور ناجائز ہوگا اور اس سے بقدر استطاعت ہر مسلمان کو روکنا اور منع کرنا ضروری ہوگا۔ اور اسی کے اعتبار سے اس میں شرکت یا عدم شرکت کا حکم ہوگا۔

(۵) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب فتاوی رضویہ جلد دہم نصف اخیر میں فرماتے ہیں: ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں جس میں بارات اور لوٹا اور ان دونوں کے شرکت سے سوال کیا گیا تھا۔

"بے ضرورت اور شرعی مجبوری کے جو سود دے اور سودی قرضہ لے اس پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ غم میں تو برادری کا کھانا دینا گناہ ہے۔ اور شادی میں اگرچہ جائز ہے لیکن سودی قرض اس کے لیے بھی لینا حرام ہے اور باعث لعنت ہے۔"

اہل برادری کو معلوم ہو تو انہیں اس کھانے میں بھی شرکت نہیں کرنی چاہیے کہ انہیں کے لیے وہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ اور اگر لوگ جانیں کی سودی قرض لے کر جو کھانا تیار کیا جائے گا برادری اسے نہ کھائے گی تو ہرگز ایسی حرکت نہ کریں گے۔

نیوتہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے۔ اور دینا ضروری کہ وہ قرض ہے۔ اور (بارات میں) سو، دوسو آدمی لینا بھی جائز ہے۔ جب کہ دعوت دینے والے کی مرضی سے ہو۔ ہاں اگر اس کی خلاف مرضی ہو اور مجبوری کے لیے شرما شرمی میں دعوت دے تو کھانا حرام اور اتنے آدمی لے جانا حرام۔ جانے والے بحکم حدیث چور بن کر جائیں گے۔ اور ڈاکو بن کر وہاں سے نکلیں گے۔

الغرض شادی بیاہ کے موقع پر کچھ رسمیں جائز اور مباح ہیں، انہیں کرنے میں حرج نہیں۔ اور کچھ ناجائز اور ممنوع ہیں، ان کی تفصیل اور شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے فتاوی رضویہ کتاب الکراہیۃ اور بہار شریعت حصہ ہفتم دیکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی ضلع مئو ۲۰؍رجب ۱۴۱۸ھ